UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188341
UNIVERSAL
LIBRARY

جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری بامضابطہ محفوظ ہیں

سلسلۂ قصص اسلام نمبر ۱

اقصائے مغرب

یعنے

تاریخ افریقہ

جسمیں

الجزائر کے آخری تین سو برس کے تاریخانہ واقعات، بربری خانگیروں کی اصلیت، خاندان باربروسہ (کپتان عروج اور خیر الدین) کے تفصیلی کارنامے، ترکوں کی بحری اقتدار اور بحیرۂ روم کی صدہا سالہ حکومت، عربی، ترکی، انگریزی تاریخوں کا لب لباب اور آئین کے جلاوطن مسلمانوں کے حالات مابعد مفصل درج ہیں

۹۶۲۱

مؤلفہ مولوی حامد علی صاحب صدیقی سہسپوری مترجم تاریخ اسپین وغیرہ

وزنہ اخبار پریس دہلی میں بحسن اہتمام منشی امیر احمد صاحب منیجر طبع ہو کر شایع ہوئی

۱۸۶۹ء

بار اول ۱۰۰۰ تعداد ایک سو جلد قیمت فی جلد ۱ علاوہ محصول ڈاک

تحفہ

بنام نامی

شمس العلماء مولوی سیّد علی صاحب

بلگرامی معتمد اُمور عامہ و معدنیات

حضور فیض گنجور نظام دکن خلّد اللہ ملکہ

بصد عجز مسکینہ ؛

خادمِ قوم حامد علی صدیقی سہارنپوری

کتبہ فقیر محمد الدین غفرلہٗ

دائرۃ المعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

دیباچہ میں مجھے جو کچھ لکھنا تھا وہ مقدمہ میں مفصل درج ہے

خلاصۂ داستان یہ ہے کہ اقصائے مغرب (ملک بربر) کو عربوں نے سب سے اول ۶۹۲ء میں بسر کردگی حسن بن نعمان فتح کیا اور انیسویں صدی کے آغاز تک اسپر حکومت کی۔ اس کم و بیش بارہ سو برس کے زمانہ کو مینے دو حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ دورِ ترقی اور دورِ تنزل۔ پہلا حصہ ساتویں صدی کے اخیر سے شروع ہو کر پندرھویں کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسمیں ابتداءً اموی اور عباسی خلفاء کے بھیجے ہوئے گورنروں نے حکومت کی۔ پھر بنو ادریس۔ بنو اغلب یا اجلب۔ بنو فاطمہ۔ بنو زیری۔ بنو حماد۔ مرابطین۔ موحدین اور اخیر پر بنو حفص۔ بنو زیان۔ بنو میرین حکمراں رہے۔ اس آٹھ سو برس کے زمانہ کو میں نے فی الجملہ عروج کا زمانہ قرار دیا ہے۔ دوسرا حصہ سولھویں صدی کے عشرۂ اول سے شروع ہو کر انیسویں کے ربع اول پر ختم ہوتا ہے اسمیں اول باربروسہ نامی ایک اولوالعزم خاندان ملک پر قابض رہا پھر تو مسلم یورپین متسلط رہے۔ پھر قسطنطنیہ سے گورنر منتخب ہو کر آنے لگے۔ اخیر پر بحری غارتگروں اور کھلے لٹیروں کا دور دورہ رہا۔ اس ۳۲۵ برس کے زمانہ کو دورِ تنزل سمجھو۔ انیسویں صدی کے ربع دوم میں دول یورپ کا غاصبانہ ہاتھ اقصائے مغرب کی عنانِ حکومت کیلئے نمایاں طور پر بڑھنا شروع ہو گیا یہانتک کہ ۱۸۴۷ء میں الجزائر کی اور ۱۸۸۱ء میں ٹیونس کی گورنمنٹ۔ فرانسیسی گورنمنٹ میں مدغم ہو کر بے نام و نشاں ہو گئی۔ بربر کی قدیم خودسر ریاستوں میں صرف ایک مراکو تبرکاً و تیمناً باقی ہے سو اب یہ

بھی چراغ سحری ہے۔ اسکے بوسیدہ ایوانِ حکومت میں بھی فرانس نے پولیٹیکل سنگینیں لگا دی ہیں۔ بنیادیں ہل گئی ہیں اور سلطنت مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے۔

اقصائے مغرب کی تاریخ ہونے کی حیثیت سے یہ دوسرا حصہ ہے۔ کیونکہ اسمیں صرف تنزل کی تقدیر دکھلائی ہے اور گو سولھویں صدی کے واقعات میں اکثر عروج کی جھلک بھی دکھلائی دیجاتی ہے لیکن اسکو ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کا سا سلبھالا سمجھو۔ اصلی عروج و ترقی کے تفصیلی کوائف دیکھنا ہوں تو حصۂ اول کا انتظار کرنا چاہیئے۔ مناسب تو یہ تھا کہ عروج کے بعد زوال دکھلاتے لیکن چند وجوہ سے یہ ممکن نہوا۔ ان میں سب سے بڑی وجہ تو یہی ہوئی کہ دورِ ترقی کے متعلق عربی اور انگریزی تاریخیں دستیاب نہوئیں اور اگر ہوئیں تو مستعار اور برائے چند سے۔ حالانکہ اسلام کی سرگذشت اسدرجہ دلچسپ۔ ولولہ انگیز اور شاخ در شاخ ہے کہ معمولی کہانیوں کی طرح جھٹ پٹ کہہ ڈالنے سے ختم نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سُننے والے اور کہنے والے دونوں کو محو بیخود بنا دیتی ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ چند کتابوں پر سرسری نظر ڈالکر اور اُلٹے سیدھے واقعات لیکر انسان اپنی مرحوم عظمت کا مرثیہ آپ ہی اناپ شناپ گھڑلے اور آپ ہی سُناوے۔ یہ تو کچھ مؤرخین یورپ ہی کا حصہ ہے کہ غیر قوم کی تاریخوں کو اسطرح دیکھ جاتے ہیں جسطرح ایک آہوئے صیاد دیدہ کسی پھلے پھولے اور سرسبز میدان کو طے کر جاتا ہے اور پھر اخیر پر ایک من گھڑت کہانی سُنا دیتے ہیں۔

اس بے ترتیبی کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ سولھویں صدی کے عشرۂ اول میں ایک

طرف تو اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا دفتر ختم ہوا اور دوسری طرف اقصاے مغرب میں ایک نیا دورِ حکومت شروع ہوا یعنی اندلس سے جلاوطن ہوکر لاکھوں مسلمان سواحلِ بربر پر آباد ہو گئے اور اسپین کے جہازوں اور شہروں پر انتقاماً غارتگرانہ حملے کرنے لگے۔ خیر یہ خاندان باربروسہ بھی انہی کے اکسانے سے ملک میں سربلند ہوا چنانچہ اس کتاب کے ابتدائی حصے میں جلاوطن اندلسیوں کے اکثر حالات مابعد خود بخود سلسلۂ بیان میں آگئے ہیں جس سے اقصاے مغرب بیشتر اندلس کا تتمہ بنگیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہوئی کہ سولھویں صدی سے انیسویں تک یورپ۔ افریقہ اور امریکہ۔ تینوں براعظموں میں بحری غارتگری اور بردہ فروشی کی بڑی کثرت رہی۔ اخیر میں بربر کے نومسلم یورپین فرمانرواؤں کے دستِ تظلم سے بحیرۂ روم نہایت بدنام ہوگیا۔ اگرچہ غصب حقوق جسکا ایک شعبہ لوٹ مار بھی ہے۔ انسان کی بہت پرانی خصلت ہے اور بر و بحر میں تقریباً یکساں طور پر پائی جاتی ہے لیکن باایں ہمہ اس زمانہ کے یورپین مؤرخوں نے بحری غارتگری اور بردہ فروشی کو بربر کی خاصیتوں میں داخل کردیا ہے۔ ہمارے دوستوں کا خیال ہے کہ اگر بربر میں لٹیرے نہوتے تو ترک قسطنطنیہ پر قابض ہوکر بربری ریاستوں سے رشتۂ سودت قایم نہ کرتے تو یہ لفظ ہی بےمعنی ہوتا۔ اس سے ہمکو ضرورت ہوئی کہ اول اقصاے مغرب کے آخری تین سو برس کی تاریخ پر ایک محققانہ نظر ڈالیں اور واقعات قلمبند کرنے کے ساتھ اس بات کا لحاظ بھی کریں کہ قرونِ وسطی کے غارتگرونکی اصلیت اور غارتگری کے ابتدائی اسباب کیا تھے غیر قوم کے افراد اور غیر مذہب کے پیروؤں کو کون اور کیوں پکڑکر غلام بنالیتے تھے اسی سلسلہ میں ترکوں اور بربریوں کے بحری اقتدار اور دول یورپ کے حاسدانہ حملوں کے

کوائف بھی آگئے ہیں۔ اسیطرح خاندان باربروسہ کے ایک جلیل القدر رکن کپتان پاشا خیرالدین کے کارنامے بھی درج ہوگئے ہیں۔ یہ شخص بلامبالغہ قرن وسطے کا نپولین تھا۔

تاریخانہ شہادتیں لینے میں مینے جہانتک ہوسکا تنگ چشمی نہیں کی اور جسطرح عربی اور ترکی مصنفوں سے مدد لی اسیطرح اپنے عنایت فرما یورپین مؤرخوں کا بھی احسان اُٹھایا چنانچہ اخیر میں ان کتابوں کی ایک مفصل فہرست لکھدی ہے۔

اقصاے مغرب کی ترتیب میں مینے اس بات کی کوشش بھی کی ہے کہ اہل یورپ کے جدید طرز تاریخ نویسی کو اردو میں منتقل کروں اور اگرچہ مجھے اعتراف ہے کہ اسمیں پوری کامیابی نہیں ہوئی لیکن ساتھ ہی اسکے اس بات کا دعوی بھی ہے کہ اگر ذی الطبع ناظرین اس کتاب کو غائر نظر سے مطالعہ کرینگے تو اخیر پر جو اثر اُنکے دل پر پیدا ہوگا وہ کسیطرح اہل بربر کے خلاف نہوگا۔ یہی وہ جادو ہے جسکو اہل یورپ "اُنیسویں صدی کا فن تاریخ نویسی" کہتے ہیں۔

اخیر پر میں مسٹر اسٹانلی لین پول کا غائبانہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنکی کتاب باربری کورسیر (غارتگران بربر) سے مجھے بہت ہی مدد ملی ہے۔

ذیل کی کتابوں سے اس کتاب کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	مصنف کا نام
۱	باربری کورسیر	انگریزی	لین پول
۲	الجزائر کی مکمل تاریخ	〃	مارگن
۳	سکیچ اوکرسٹنڈم سیمی ویناپر عذاب الیم	〃	سرآرمیل پلے فیر
۴	تاریخ ٹیونس	〃	ہراڈلے

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	نام مصنف
۵	مولائے حسن کی وفات سے سلطنت مراکو میں انقلاب	انگریزی	بریتھوویٹ
۶	سفرنامہ ابن بطوطہ	عربی	
۷	الاورلیسی	〃	
۸	ابن خلدون	〃	

نمبر ۱ کی کتاب میں ان کتابوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے اور مجھے بھی ان کتابوں کا پتہ اسی کتاب سے معلوم ہوا۔

اقصائے مغرب

یعنی

تاریخ افریقہ

مقدمہ

برِ اعظم افریقہ کا طبعی حالت

اگر تم امریکہ اور افریقہ کے نقشوں پر سرسری نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ دونوں کی ہیئت کذائی میں کچھ اسطرح کی مشابہت ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے جغرافیہ سے ناآشنا آنکھ یک بیک اندازہ نہیں کرسکتی کہ ان میں سے کس برِ اعظم کو کلمبس[۵۱] کی سرپرستی پر ناز ہے اور کس کو جنرل عقبہ[۵۲] کی تولیت پر فخر ہے۔ گویا صناع ازل نے دو برابر کی سرزمینوں کو ایک ہی سانچے میں ڈھالکر ایک کو کراس[۵۳] (صلیب) کیلئے وقف کردیا تھا اور

---

۵۱ نئی دنیا یا امریکہ کا دریافت کرنے والا کلمبس خیال کیا جاتا ہے۔ اسنے بسرپرستی ملکہ ازابلا اور شاہ فرڈی نینڈ فرمانروایان اسپین ۱۴۹۲ء میں یہ سرزمین دریافت کی تھی۔

۵۲ افریقہ کو اول ہی اول جنرل عقبہ نے بہ عہد امنوی خلفائے دمشق بہ سرداری دس ہزار عرب ۶۹۲ء میں فتح کیا۔

۵۳ مسیحی سلطنتوں کا مذہبی نشان۔ شاید حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب بظلم ہونے کی یادگار میں ہے۔

دوسرے کو کریسنٹ[1] (ہلال) کے لئے۔ اگر دونوں امانتیں ایک ساتھ سپرد کیجائیں یعنی جسوقت مسلمان افریقہ پر متسلط ہوئے تھے اُسکے ساتھ ہی مسیحی سرزمین امریکہ پر قابض ہوسکتے تو کچھ شک نہیں کہ جو ذہنی فرق آج ہم ان دونوں بڑا عظموں میں دیکھ رہے ہیں ہرگز نہ دیکھتے کیونکہ جسمانی اور ذہنی دونوں قوتیں قدرت کا انعام ہیں اور ہر قوم اور ہر ملک کو یکساں طور سے عطا کیجاتی ہیں۔ پس کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ یکساں قوتیں ہر طرف یکساں نتائج پیدا کرتیں مگر سرکش اور خود بیں انسان کے دل پر اپنے جلال و جبروت کا سکہ جمانے کے لئے مشیت ایزدی یہ ہوئی اور مصلحت بھی یہی تھی کہ قوموں کی عظمت میں تقدیم و تاخیر ملحوظ رہے اور نتیجتاً مسلمانوں کا ادبار مسیحیوں کا اقبال ہو تاکہ زمانہ کی ترقی اخیر تک جاری رہے اور یہ قدرت کا بارِ امانت یعنی قدرت کے مخفی دفینوں کی تحقیق جو ابتدائے آفرینش سے قوموں کے دوش بدوش ترقی کرتا چلا آتا ہے آئندہ بھی یونہی چلا جائے یہانتک کہ فطرت کے تمام رازِ سربستہ فاش ہو جائیں اور ساتھ ہی یہ

قوموں کی ترقی متنزل

---

[1] علاءُ الدین سلجوقی کے جھنڈے پر ہلال کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اور چونکہ آرطغرل عثمان اعظم کا باپ علاءُ الدین کا نائب تھا اس لئے اُسنے بھی یہ نشان اختیار کر لیا تھا جو صدیوں تک مغربی قوموں کے لئے تصویر مرگ بنا رہا۔ یہ مسلمان حملہ آورین کی علامت تھی اور فاتحان عثمانیہ کا پسندیدہ لوا۔ دیکھو تاریخ ایڈورڈ کریسی صفحہ ۴۸۔ اب ہلال ایک تاریخی اصطلاح ہے جس سے ہمیشہ دولت عثمانیہ اور کبھی کبھی عام اسلامی قوت مراد ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نشان معجزۂ شق القمر کی یادگار ہو۔

تمام کارخانۂ عالم درہم و برہم ہو جائے۔

چنانچہ جسوقت کلمبس ایک نئے دُرِّ شاہوار کی تلاش میں بحرِ ظلمات[۵۱] کو کھنگال رہا تھا اُسوقت مسلمان اُندلس کے میدانوں میں بارِ عظمت سے سبکدوش ہو رہے تھے۔ اگرچہ اسپین کے تنگ چشم زاہدانِ خشک[۵۲] نے مسلمانوں کے علوم کی کچھ بھی قدر نہ کی مگر یورپ کی اُولوالعزم قومیں مثلاً فرانسیس[۵۳] بڑے ذوق شوق سے اِس خدائی امانت کو لے آئیں۔ باایںہمہ اِس زمانہ کے مورخ اکثر عرب کی شاگردی سے انکار کر دیتے ہیں۔ شاید اِس لئے کہ اقرار میں اُنکو مسلمانوں کا احسان تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ مسلمان بڑے فخر سے یونانیوں کی شاگردی اور ہندیوں کی امداد کے معترف ہیں اور یونانی مصریوں کی خوشہ چینی کے مقر۔ یہ کوئی بلند حوصلگی نہیں کہ قوموں کی علمی احسان فرمائی اور شکر گذاری

مورخین یورپ کی کیفیت

---

۵۱ بحرِ ظلمات یا بحرِ اوقیانوس (اٹلانٹک سی) اُس وسیع قطعۂ آب کو کہتے ہیں جو نئی اور پُرانی دنیا کے درمیان واقع ہے۔

۵۲ دیکھو تاریخ اُندلس باب ۱۳ و ۱۴ جس سے معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ اسپین نے کسقدر ظلم سے مسلمانوں کے تمام علمی ذخیرے جلا کر خاک کر دیے۔

۵۳ فرانس کی تاریخ علم ادب (لٹریری ہسٹری) میں صاف لکھا ہے کہ پیرس میں عرصۂ دراز تک عربی کالج جاری رہا۔ اور لایق نوجوانوں نے عربی سے ترجمے کئے۔ چنانچہ بعض فرانسیسی مورخ تسلیم کرتے ہیں کہ قرطبہ اور اشبیلیہ کے کتبخانے اِس زمانہ کے کتبخانۂ پیرس کا جزو کثیر ہیں اسیطرح وائکلف انگلستان میں فرقۂ پروٹسٹنٹ کا بانی۔ ابن رشد قرشی اُندلسی کی تصانیف سے فائدہ اُٹھانے کا اعتراف کرتا ہے۔ اسپرٹ آو اسلام (روح الاسلام) مصنفۂ آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب بالقابہ۔

۵۴ دیکھو المامون مرتبہ پروفیسر محمد شبلی نعمانی۔

کی بحث پر اسقدر سخن پروری کریں کہ امر صریح سے بھی قطعی انکار کردیں حالانکہ دنیا کی تاریخ صاف بتلا رہی ہے کہ یہ صرف زمانہ ہے جو اپنی ترقی کے لئے ہر قرن میں کسی ایک قوم کو بطور مرکب منتخب کرلیتا ہے۔ اقوام دنیا قرنوں سے شہسوار زمانہ کی ران تلے اسیطرح چلی آتی ہیں اور آیندہ چلی جائینگی۔

الغرض پندرھویں صدی کے ساتھ یورپ میں مسلمانوں کی عظمت کا پہلا دفتر ختم ہوگیا۔ اُدھر یورپ نے اپنی قومی کتاب کا دیباچہ شروع کیا۔ اور اسوقت جبکہ اُنیسویں صدی قریب الختم ہے اگر کوئی دانشمند یورپ اور امریکہ کے موجودہ مدارج ترقی کا مقابلہ کرے تو بجز اسکے اور کچھ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ زمانہ کا گوشۂ چشم اب یورپ سے امریکہ کی طرف پھرتا جاتا ہے۔ عنقریب۔ شاید اس سے بھی پیشتر کہ بیسویں صدی چند قدم بڑھے مرکب زمانہ بننے کا قرعہ اہل امریکہ[1] کے نام پر نکلیگا۔ کیا اُس وقت امریکہ کو یورپ کی شاگردی سے انکار کرنا زیبا ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اسیطرح یورپ کو عرب کی خوشہ چینی سے انکار

---

[1] اس کا ثبوت خود اہل امریکہ کی پالیسی ہے۔ تم نے کبھی نہ سُنا ہوگا کہ امریکن ٹیرا چھوٹے سے چھوٹے جزیرہ پر محض مُلک گیری اور ملکداری کی ہوس کی بنا پر حملہ آور ہوا ہو۔ قوموں کو آزادی جیسے قدرتی حقوق سے محروم کرنا۔ کُشت وخون سے تخت حکومت حاصل کرکے اُسکو بزور شمشیر محفوظ رکھنے کی تکلیف اُٹھانا امریکہ کے قومی قانون کے خلاف ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ کسی قوم کا اقبال۔ دولت۔ جاہ وحشمت ملک گیری پر منحصر نہیں بلکہ صرف اسپر کہ قوائے ذہنیہ۔ قدرتی وفنیوں کی تحقیق میں صرف کریں۔ اور نظام آسایش کی تکمیل کریں۔

کرنا سعادتمندی نہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اس مجہول خیال کی بنیاد پر جب اہلِ یورپ کسی ایسے مُلک کی موجودہ سوشیل یا پولیٹیکل حالت پر قلم اُٹھاتے ہیں جو کبھی عربی فیضان سے بہرہ مند تھا تو اُسکو پُرعیب اور پُرنقص ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اور یہ امر شاید مصلحتاً قلم انداز کر دیتے ہیں کہ قرونِ گذشتہ میں ترقی زمانہ کا ذریعہ بنکر وہ اپنا فرض ادا کر چکا ہے۔ مثلاً جب کوئی سیاح افریقہ سے سیر کرکے واپس جاتا ہے اور سفرنامہ مرتب کرتا ہے تو ضرور ہے کہ خواہی نخواہی یہ خیال ظاہر کرے کہ باوجودیکہ افریقہ ایک پُرانا براعظم ہے اور عربی حکومت سے مُستفیض ہو چکا ہے مگر پھر بھی وہ اسقدر وحشی ہے اور امریکہ جسکو دریافت ہوئے صرف چار صدیاں گذری ہیں نہایت شائستہ اور مہذب ہے۔

سرسری نظر سے امریکہ اور افریقہ گو ہمشکل معلوم ہوتے ہیں لیکن ذرا متجسس نظر سے دیکھو تو اول الذکر کے متن پر سیاہ گول بندیاں لمبے ٹیڑھے خط۔ سیاہ بل کھاتے ہوئے سلسلے بڑے اور چھوٹے اس کثرت سے دکھلائی دینگے کہ تل دھرنے کو

لہ جن دنوں افریقہ میں عربی حکومت اوج پر تھی تو مقناسہ۔ سجل ماسہ۔ طہرات۔ طلمسان۔ قیروان۔ قاہرہ مراکو بڑے بڑے کوثر علوم تھے جہاں یورپ کے سینکڑوں طلاب ہر قسم کے علوم میں درس لیتے تھے خصوصاً اسپین تجنیر اور فیض کی تعلیم گاہیں۔ اشبیلیہ۔ قرطبہ اور غرناطہ کے کالجوں کی ہم پلہ تھیں۔ اندلس کے ایک نامی اور جید فاضل ابوبکر محمد بن یحییٰ نے آخری دن فیض ہی میں گذارے اور ۵۳۳ھ (۱۱۳۸ء) میں یہیں مر گیا۔ اسپین کے علامہ ابن طفیل القیسی جو اشراقیین میں سے تھا۔ اور فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت و ہندسہ اور طب میں یکتائے روزگار تھا۔ آخری عمر بربر میں بسر کرکے ۵۸۱ھ میں مراکو میں جاں بحق ہوا۔ ان تعلیم گاہوں اور علماء کے تفصیلی حالات سلسلہ فتوحات الاسلام میں حسب موقع مذکور ہیں

جگہہ نہیں۔ اسکے خلاف افریقہ خصوصًا اُسکا بالائی حصّہ بالکل تو نہیں مگر بہت کچھ خالی
اور مثل کفِ دست صاف ہے۔ البتہ متن کے کنارے کنارے ہر سہ اطراف
پر دریاؤں اور شہروں کے علامات دکھلائی دیتے ہیں۔ گویا ایک سفید کپڑے کے
گرد سیاہ چھپی ہوئی سنجاف لگی ہے۔ یہ کفِ دست میدان ہی وہ صحرائے اعظم ہے جو
سیکڑوں کوس تک دامن تمنّا کی طرح پھیلتا چلا گیا ہے اور جسمیں مدّ بصر تک ریت کے
ٹیلوں۔ سراب یا ریگ رواں کے سوا نہ پانی کا قطرہ دکھلائی دیتا ہے نہ درخت کا پتّا۔
یہی وہ دشت کربلا ہے جسمیں سیکڑوں یورپین علمی تحقیقات کا احرام باندھکر جاتے
ہیں اور صحت یا جان نذر کر دیتے ہیں۔ صحرائے اعظم قدرتی طور سے کئی حصّوں میں
منقسم ہے مثلاً سودان۔ لیبیا۔ فیضان وغیرہ۔ انمیں پہلا وہ مقام ہے جسکے حالات
ایک عرصۂ دراز سے ہمارے ہندوستان کے اخبارات کا مرکزِ بحث چلے آتے ہیں اور
جسکا نتیجہ ابھی تک بجز اسکے کچھ نہیں کہ مہذب قوموں کو وحشی قوموں کے منہ نہ آنا چاہئے۔

صحرائے اعظم کے عین شمال میں۔ ساحل بحرِ اعظم کے برابر شرقًا غربًا وہ سرزمین
واقع ہے جو باربری سٹیٹس یا ریاستہائے بربریہ کہلاتی ہے۔ یعنی ٹریپولی۔ ٹیونس۔ الجیرز
مراکو۔ متقدمین اسکو ایفریقا لکھتے ہیں۔ جسطرح اس سرزمین کے جنوب مغرب۔
اور کسیقدر مشرقی حد پر ریگ رواں کا بحر زخار موجیں مارتا ہے۔ اُسیطرح شمال میں
بحیرۂ روم کا نیلگوں پانی۔ ایک طرف آبنائے سسلی۔ اور دوسری طرف آبنائے
جبرالٹر سے گذر گذر کر اور لہرا لہرا کر اُسکے سنگلاخ ساحل سے سر ٹکراتا ہے۔

گویا بربر کا ایک شمالی کنارہ موسومئہ راس بونا - جزیرۂ سسلی سے ملنے کی کوشش کرتا ہے - اور دوسرا کنارہ موسومہ قلعہ سیوطہ جبرالٹر سے ملنے کو بڑھتا ہے مگر ہر طرف آبنائیں سدّراہ ہیں - اصل یہ ہے کہ ان دو متضاد عناصر کے سمندروں نے شمالاً جنوباً ایک دوسرے کے محاذی واقع ہوکر بربر کو ایک ایسا جزیرہ نما بنا دیا ہے جسکی دنیا بھر میں نظیر نہیں - شکل میں یہ کچھ کچھ قوس دائرہ یا ہلال سے ملتا ہے جسکے سرے غرب کی طرف راس جوبی اور شرق کی طرف ساحل ٹریپولی کا ایک گوشہ سمجھو - ہمنے تو یہ خیال استعارتاً ہی ظاہر کیا ہے یورپ کے جغرافیہ دانوں کو دیکھو کہ وہ سب کسقدر سنجیدگی سے متفق الرائے ہیں کہ چونکہ بربر کی آب وہوا یورپ کی آب وہوا سے بالکل مطابق ہے اسلئے غالب گمان ہے کہ یہ خطہ کسی زمانہ میں یورپین جزیرہ ہوگا - جسکو مغرب جنوب - اور مشرق کی طرف سے - ایک عظیم قطعۂ آب بطور اندرونی بحیرہ گھیرے تھا - اور شمال میں ایک چھوٹی سی جھیل ملحقۂ یورپ واقع تھی - مگر قوانین جیالوجی[۵۱] کے عمل سے وہ بحیرہ رفتہ رفتہ خشک ہوکر صحرائے اعظم سے اور وہ جھیل بڑھتے بڑھتے بحیرۂ روم سے مبدل ہوگئے - یا یوں کہو کہ بحیرۂ روم کی مغربی طاس سے اور لطف یہ کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے مشہور تجربہ کار انجنیر زور وشور سے پیشینگوئی کر رہے ہیں کہ صحرائے اعظم پھر اسیطرح رفتہ رفتہ بحیرۂ آب ہوجائیگا[۵۲] - بہرحال اسمیں شک نہیں کہ سرزمین

---

[۵۱] وہ علم جسمیں کرۂ زمین کے اندرونی وبیرونی حصص اور اُنکی جسمانی خلقت - تغیر - انقلاب - ترقی وتنزّل سے بحث کیگئی ہے -

[۵۲] دیکھو یونیورسل جیوگرپی یعنی (جغرافیۂ گیتی) مصنفۂ ریکلس فرانسیسی - باب ۱۱ ترجمۂ انگریزی -

بربر اگر جزیرہ نہیں تو جزیرہ نما ضرور تھا۔ جو شمال میں ایک طرف جزیرہ سسلی سے اور دوسری طرف ملک اسپین سے بذریعۂ خاکنائے وصل تھا۔ اسطرح پر کہ سلسلۂ اطلس[1] مغرب کی طرف کوہستان الپکزراسے۔ اور مشرق کی طرف کوہ اٹنا سے ملتا تھا لیکن جیسا کہ جغرافیہ دان دلیل دیتے ہیں۔ یہ دونوں کوہستانی خاکنائیں فی الواقع جیالوجی کے عمل سے غرقاب ہوگئیں۔ اور بحیرۂ آب واقع جنوب خشک ہوکر بحیرۂ ریگ سے بدلگیا۔ یوں تو وہ تمام وسیع قطعۂ آب جو پورٹ سعید سے شروع[2] ہوکر تنجیر پر ختم ہوجاتا ہی بحیرۂ روم ہی کہلاتا ہے۔ مگر آسانی کے لئے جغرافیہ دانوں نے اسکو کئی حصوں میں منقسم کرلیا ہے۔ مثلاً بحیرۂ شام (لیوانٹ) مجمع الجزائر یونان (آرکے پیلگو)۔ اکثر آبنائیں خلیجیں وغیرہ۔ اسیطرح وہ حصہ جو ملک بربر خصوصاً صوبۂ ٹریپولی کے شمالی کنارہ کو مقابل کی سرزمین یورپ سے جدا کرتا ہے۔ خلیج سدرہ کہلاتا ہے۔ بربر کا بحیرۂ روم یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ سولھویں صدی میں اگر کوئی شوقین سیاح ایک چھوٹی سی کشتی میں خلیج سدرہ سے چلتا۔ اور مغرب کی طرف ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا تو اسکو عجیب و غریب حالات دکھائی دیتے۔ اگرچہ اس زمانہ میں اہل بربر بحری غارتگری میں اپنے یورپین ہمسایوں کے نوآموز شاگرد تھے۔ لیکن ساحل ملک اس ناموزون پیشہ

---

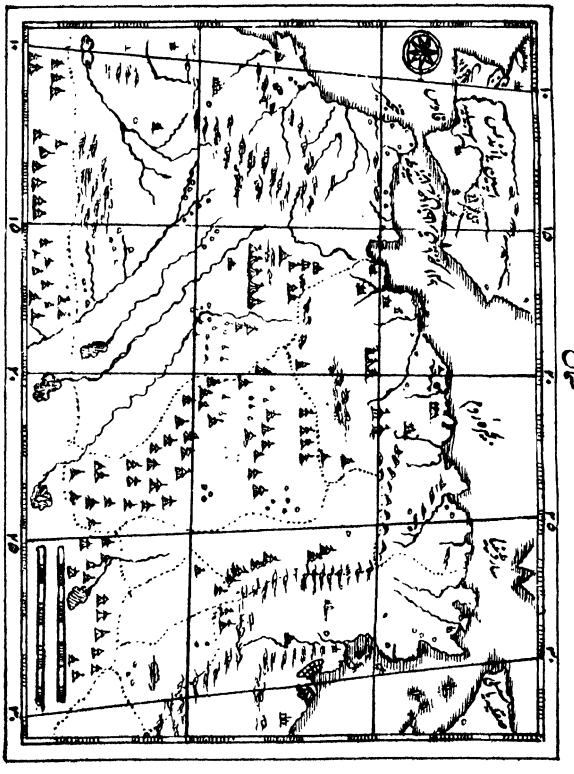
[1] اطلس یا اٹلس ملک بربر کا پہاڑ جو شمال میں ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔

[2] اسکے ایک طرف سائپرس۔ روڈس۔ کینڈیا۔ جزائر یونان۔ مالٹا۔ سسلی۔ سارڈینیا۔ کورسکا۔ فرمنٹرا۔ بیلیرک۔ منورکا۔ مجورکا وغیرہ جزیرے ہیں۔ اور جزیرہ نما ئے اسپین ہی۔ اور دوسری طرف کچھ حصہ مصر اور سواحل ایشیا

ریاستہائے

بربر

مغرب



کے لئے کچھ ایسا موزوں تھا کہ یورپ کو بہت جلد ضمناً تسلیم کرلینا پڑا کہ۔ کس نیا موجت
علم تیرازمن ✤ کہ مراعاقبت نشانہ نکرد ✤ نقشہ سے ظاہر ہے کہ اِس خلیج سے لیکر
شمالی بحر اوقیانوس تک۔ تمام ساحل پر قدرتی بندرگاہوں کا ایک ایسا سلسلہ چلا
گیا ہے جو سیسلی تک کہیں منقطع نہیں ہوتا۔ ان میں اکثر کوہستان اطلس کی سنگلاخ
چٹانوں کو پشت پر لیکر اسقدر مستحکم اور دشوار گذار ہوگئے ہیں کہ ایک معمولی ملاح جس کو
ساحل افریقہ کی طبعی حالت
ساحل کی تنگ اور پوشیدہ کمینگاہوں سے کچھ بھی واقفیت ہو۔ پورے جنگی بیڑے
کے تعاقب سے تنہا بچ سکتا ہے۔ اور سولھویں صدی میں تمام ساحل پر کہیں کوئی
ایسی وسیع اور کشادہ بندرگاہ نہ تھی جس میں کوئی جنگی جہاز بحالت تعاقب سما سکتا
بلکہ برخلاف ہر طرف چھوٹے چھوٹے گھاٹ۔ چاک دامن کی طرح نہایت تنگ اور
لمبے۔ خشکی میں دور تک کھلے تھے یا اگر کشادہ تھے تو عمیق نہایت کم تھے۔ یا چھوٹی چھوٹی
پہاڑی گھاٹیاں جن میں ایک معمولی کشتی پناہ گزیں ہوسکتی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلی بندرگاہ جو
طرابلس۔ جربہ
خلیج سدرہ کے سیاح کو پیش آتی وہ ٹریپولی یا طرابلس[۵۱] ہے اس کے بعد جزیرہ جربہ[۵۲] جو اسی خلیج
میں واقع ہے۔ اس کی پشت پر ایک بہت بڑا اور وسیع قطعہ آب بطور اندرونی بحیرہ واقع
ہے جسکی حفاظت کے لئے ہر طرف مستحکم جنگی قلعے بنے تھے۔ اور چونکہ پانی میں ہر وقت

۵۱ شہر طرابلس کے منظر۔ موقع۔ عام حالت نضارت و تروتازگی اور عمارات کے لئے دیکھو سفرنامہ
حکیم ناصر خسرو مرتبہ مولانا حالی صفحہ ۴۴ و ۴۵۔

۵۲ قدیم تاریخی فسانوں میں جربہ کے باشندوں کو لوٹس ایٹر یعنے نیلوفر خوار لکھا ہے جس سے
اس شہر کے حاشیہ کی قدرتی نضارت و سرسبزی کا اظہار منظور ہے۔

طوفان برپا رہتا تھا۔ اس لئے تجارتی جہاز تو ایک طرف اسپین کے جنگی بھی اسکو حمام
بادگرد سمجھتے تھے۔ اور دور ہی سے تعاقب سے دست بردار ہو جاتے تھے۔ جربہ سے آگے
مہدیہ بڑھکر مغرب کی طرف شہر مہدیہ واقع ہے۔ جس کو متقدمین افریقا کہتے تھے۔ یہ کبھی
بنو فاطمیہ کا دارالخلافہ تھا۔ اس کے قریب ایک بندرگاہ کے کھنڈر اور قرن وسطے
کی قطع وضع کا ایک جنگی قلعہ ابھی تک دکھائی دیتے ہیں۔ اور آگے چلکر شہر ٹیونس
ٹیونس واقع ہے جو صوبہ ٹیونس کا دارالخلافہ ہے۔ یہ وہی قدیم متبرک مقام ہے جہاں مسلمانوں
نے خلیفۂ عبدالملک کے ظلّ حمایت میں جہازرانی کی ابجد سیکھی تھی۔ اور سب سے پہلی
بندرگاہ اور میسگرین بنایا تھا۔ قطع نظر اس کے ساحل بربر پر اول درجہ کی یہی ایک بندرگاہ
ہے جسکو گالیٹا یا حلق الوید کہتے ہیں۔ اور اسقدر محفوظ ہے کہ جہاز کو ایک مرتبہ داخل ہوکر
پھر کسی طرح کے طوفان کا اندیشہ نہیں رہتا۔ جربہ کی طرح ٹیونس کے قریب بھی ایک جھیل ہے
جو بزرٹا (بزرطہ) کہلاتی ہے اگر حلق الوید اور بزرطہ کے درمیان ایک مختصر سا قطعۂ آب
رواں مثل نہر سویز جاری کیا جائے تو بندرگاہ مذکور بآسانی اسقدر وسیع ہوسکتی ہے
قرطاجنہ کہ بحر روم کے تمام جہاز اُس میں بے تکلف سما جائیں۔ ٹیونس کے بعد کارتھج (قرطاجنہ)
نفرینہ اور پورٹوفرینا (فرینہ) کی قدیم مشہور بندرگاہیں واقع ہیں جو اگرچہ اب تو بوجہ ریت سے اٹ
جانے کے بالکل نکمی ہیں لیکن سولھویں صدی میں خاصی کمین گاہیں تھیں۔ اور اکثر جولائی
سے ستمبر تک نہایت مفید اور کارآمد تھیں۔ کیونکہ اس موسم میں سمندر کی طوفان خیز
ہوائیں جزیرۂ سانپرس کی جانب سے اس بلا کی تیزی سے چلتی تھیں کہ مضبوط سے مضبوط

جہاز بھی راس بونا کی طرف نہ بڑھ سکتا تھا۔ موجودہ الجزائر اور ٹیونس کی حد فاصل

تب ارکہ کے قریب بندرگاہ تبارکہ واقع ہے۔ جسکو اہل جنیوا نے ابتداے جہازرانی میں اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اور وہاں کے ایک مشہور تاجر خاندان المعروف بہ لومی لینی کا ہیڈ کوارٹر تھا

لاکلی اسکے بعد شہر لاکلی واقع ہے جو کبھی تو ایک معمولی کمینگاہ تھا مگر سولھویں صدی میں ایک مشہور اور عمدہ بندرگاہ بنگیا تھا۔ چنانچہ مارسیلز کے سوداگر جو باسشن[1] ڈی فرانس سے اُن مقامات کی نگرانی کرتے تھے جہاں سے مونگا برآمد ہوتا تھا۔ آتے جاتے اکثر اسی گھاٹ پر ٹھہرتے تھے۔ اس سے ذرا آگے بڑھکر مشہور شہر کانسٹنٹائن (قسطنطین) کے

بونا عین مقابل شہر بونا واقع ہے۔ جس کی کشادہ سڑکیں ہر قسم کی اشیاے آمد برآمد کے لئے نہایت موزوں تھیں۔ سولھویں صدی کے وسط میں اسکی بندرگاہ پر اسباب غارتگری سے گرانبار جہازوں کا جھگٹا رہتا تھا۔ یہاں سے کچھ زیادہ فاصلہ پر ایک اور

جبل بنی ہلال نہایت قدیم اور متبرک بندرگاہ واقع ہے جسکو جیجل[2] یا جبل بنی ہلال کہتے ہیں۔ یہ وہی مشہور شہر ہے جسپر کبھی موجد جہازرانی یعنے اہل فینشیا کے نشان کا پھریرا لہراتا تھا۔ پھر اہل تارمنڈی کا قبضہ ہوا۔ پھر قیصران روما کا تسلط ہوا۔ اور بالآخر سولھویں صدی میں خاندان باربروسہ نے اسکو سنبھال لیا۔ بہ لحاظ موقع و منظر بربر کی کسی بندرگاہ کو وہ بات نصیب نہیں جو جیجل کو ہے۔ سیاح دیکھیگا کہ ایک سنگلاخ قطعۂ زمین بہ شکل نصف دائرہ بیرون

---

[1] یعنی فرانس کا برج جو ایک مقام کا نام تھا۔

[2] جیجل یا جبل بنی ہلال کے قدیم منظر و موقع کے لئے دیکھو سفرنامۂ حکیم ناصر خسرو صفحہ ۴۴ و ۴۵۔

ساحل سمندر میں نصب ہے جسکو ایک تنگ ریتلی خاکنائے نے جزائر اعظم سے وصل
کرکے گویا جزیرہ سے جزیرہ نما بنا دیا ہے - دور سے یہ بالکل بینی کوہ معلوم ہوتا ہے
کپستان عروج نے اپنے ترکتاز جانبازوں کے لئے جو مستحکم قلعہ بنایا تھا وہ
ابھی تک اس قطعہ پر موجود ہے - اور سامنے ایک مختصر اور موزوں بندرگاہ بنی ہے
جسکو سنگلاخ بلندیاں قدرتی سدّ آب کی طرح ہر طرف سے اپنے حلقہ میں لئے
ہوئے ہیں - جیجل سے تیس میل جانب غرب شہر بوجیہ واقع ہے جس کی بندرگاہ بوجیہ
اسقدر محفوظ ہے کہ سخت سے سخت طوفان خیز ہوائیں بھی جہازکا بال بیکا نہیں
کرسکتیں - پھر مشہور شہر الجزائر جو ریاست الجزائر کا دارالحکومت اور بڑا معرکہ گاہ الجزائر شرشیل
ہے اگرچہ ابتدا میں بندرگاہ نہ تھا مگر بعد کو بنا لیا گیا - اسکے قریب ہی بندرگاہ شرشیل
واقع ہے جو حالت امن میں قزاقوں کا آرامگاہ اور طوفان میں جہازوں کی پناہ
تھا - خصوصًا اُس موسم میں جبکہ شمالی تیز ہوائیں سمندر میں تلاطم پیدا کرتی تھیں
اس مقام کی قدر و قیمت دوچند بڑھ جاتی تھی - شرشیل سے آگے بڑھکر طینس طینس
واقع ہے جس کی بندرگاہ اگرچہ نہایت ہی دشوار گذار لیکن ایک مرتبہ داخل ہونے
کے بعد عمدہ مامن تھی - اور آگے چلکر مشہور شہر طلسان کے محاذ میں شہر اوران واقع ہے اوران
اسکے ایک جانب بندرگاہ مرسش الکبیر دکھلائی دیتی ہے جسکو رومانے پورٹس ڈیوی نس
(خدائی بندرگاہ) کہنا چاہیئے - اور دوسری جانب بندرگاہ جامع الغزواۃ ہے -
آخر الذکر کا موقع اسقدر ناہموار اور سنگلاخ ہے کہ اگر کوئی واقفکار قزاق تعاقب سے

گھبرا کر اِدھر اُدھر چھپ جائے تو ہزار سراغ رسانوں کو بھی پتہ نہ لگے۔ ان کے
بعد تنجیر اور سیوطہ کی بندرگاہیں آتی ہیں اور ساتھ ہی شمالی ساحل ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن
اگر سیّاح آبنائے جبرالٹر سے عبور کر کے مغربی ساحل پر پہنچے تو اُسکو بھی کمینگاہوں سے
خالی نہ پائیگا۔ اِس طرف بھی ناواقف نظر سے پوشیدہ ساحل میں جابجا چاک
سے کھُلے ہیں۔ چنانچہ اِن سب میں مشہور مقام سیلی ہے جس کے گرد بالو ریت کی وہ
کثرت ہے کہ گویا ایک فصیل کھنچی ہے اور مقام مذکور کو لٹیروں کے لئے ایک قدرتی
حصن حصین بناتی ہے۔ سیلی کے قریب ہی قصبۃ القصر واقع ہے جو کبھی قزاق گروہی
میں غنائم کا گودام تھا۔ سیوطہ کے بلند اور مشہور تاریخی قلعہ سے اگر سیاح جانب
شمال دوربین لگائے تو اُس کی نظر آبنائے جبل الطارق کو عبور کرتی اور کوہ جبل الطارق
کی اونچی نیچی چوٹیوں سے بل کھا کر گذرتی اسپین کے اُن تاریخی میدانوں پر پڑیگی جن میں
ہزبران اسلام کے تیغ و قلم کے ہزاروں مجسّم کرشمے یادگاروں کی شکل میں ہنوز
ایستادہ ہیں اور اِس اُولوالعزم اور جلیل القدر قوم کی مرحوم شان و عظمت پر ماتم کر رہے
ہیں جس نے یورپ کو کچھ کم ایک ہزار برس تہذیب و شائستگی تمدّن و ملکداری
کی تعلیم دی تھی۔ اُندلس کے مایۂ ناز شہر سراپا حسرت سامنے دکھائی دینگے جنکی
بابت حالی نے لکھا ہے:-

ہویدا ہے غرناطہ سے شوکت اُنکی — عیاں ہے بلنسیہ سے قدرت اُنکی
بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُن کی — ٹپکتی ہے قادس میں سرحسرت اُنکی

تنجیہ سیوطہ

سیلی

قصبۃ القصر

نصیب اُن کا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے　　مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے　　خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے

جلال اُن کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

چھوٹی چھوٹی بندرگاہوں اور کمینگاہوں کی کثرت کے علاوہ اندرونی مقامات بھی حسب دلخواہ تھے۔ دریا۔ جہازرانی کے قابل اگرچہ کوئی نہیں مگر آبشاروں کا چھوٹا ہونا جو عند الضرورت کارآمد ہو سکتی تھیں گویا دریاؤں کا نعم البدل تھا۔ ساحل کے قریب سنگلاخ چٹانیں اسقدر بلند اور ڈھلوان ہیں کہ اگر کوئی دور اندیش قزاق چاہتا تو ہر جگہ سے سمندر کا وسیع نظارہ کر سکتا اور اس طرح اپنی ذریات کو غنیم کے حملہ یا شکار کی آمد سے مطلع کر سکتا تھا۔ ساحل کی تمام اراضی اسقدر زرخیز تھی کہ باشندوں کی جمیع ضروریات کی بآسانی کفیل ہو سکتی تھی۔ کوہ طلس کے دامن میں اور اُسکے پرلی طرف بھی اُندلس کے جلاوطن مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے گانوں آباد کر لئے تھے۔ تمام میدان اور زیرین وادی دامن کوہ تک سرسبز چراگاہوں سے معمور تھے جن میں عربی قبیلے۔ اونٹ بھیڑ بکریوں کے گلوں سمیت سال کے بارہ مہینے خانہ بدوش گھومتے پھرتے تھے۔ شہر جربہ کی نضارت اور تروتازگی میں گلشن فردوس کا جلوہ نظر آتا تھا۔ اُسکے ہرے بھرے

کھیت - شاداب مرغزار - انگور - زیتون - بادام - خوبانی - انجیر کے باغات عجیب نظر فریب سین پیش کرتے تھے - شہر ٹیونس سرسبز چراگاہوں اور پھلے پھولے باغوں کے حلقہ میں اسیطرح ایستادہ تھا جس طرح سحن چمن میں کوئی مشجّر قبّہ - اگر اہل بربر نے اُس کو عروس المغرب کا خطاب دیا تھا تو بالکل زیبا تھا -

ساحل بربر میں سب سے بڑا یہ وصف تھا کہ بارہ مہینے طوفان خیز ہوائیں سمندر میں طوفان برپا رکھتی تھیں جسکی دست درازیوں سے کچھ وہی خوب بچ سکتے تھے جو ساحل کی سنگلاخ کمینگاہوں اور اُس کے پُر پیچ راہ ورسم منزل سے کماحقہ واقف تھے - معمولی واقفکار یا اجنبی ملّاح وناخدا کے لئے تو ان میں سے ہر ایک موقع تارِ عنکبوت سے کم نہ تھا - ساحل کی خاصیت

سولھویں صدی کے شروع میں جب بحیرۂ روم میں آتش غارتگری شعلہ زن ہوئی تو نئی اور پرانی دنیا میں سلسلۂ تجارت کا آغاز تھا - یہ ظاہر ہے کہ تمام تجارتی جہازات جو یورپ کے ممالک مثلاً فرانس - اسپین - انگلینڈ - ہالینڈ اور اٹلی وغیرہ سے یا بحیرۂ شام کی بندرگاہوں سے آتے تھے یا یہاں سے امریکہ کو جاتے تھے اُن کو بیشتر اسکندریہ یا سمرنا سے گذرنا پڑتا تھا - پس ضروری تھا کہ آتے یا جاتے ابنائے جبرالٹر یا مالٹا سے عبور کریں اور چونکہ یہ دونوں آبنائیں ساحل بربر کے مشرقی اور مغربی دو نکلے ہوئے گوشوں سے پیدا ہوئی ہیں لہذا تمام تجارتی جہازوں کو بحیرۂ روم کی مغربی طاس سے گذرنا ناگزیر تھا گویا اُن تمام بندرگاہوں اور کمینگاہوں کے قریب سے تجارتی جہازوں کی بستہ

گذرتے تھے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے - پس ظاہر ہے کہ اگر کوئی دلیر اور جانباز مشرق میں ٹیونس پر وسط میں الجزائر پر - اور مغرب میں قلعۂ سیوطہ پر قبضہ کرکے اور ان مقامات میں جم کے اِدھر اُدھر جستجو کرتا تو اُسکو اس قسم کے صدہا موقعے بآسانی مل سکتے تھے کہ بحر روم کے تمام تجارتی جہازوں کو جو یورپ اور امریکہ دونوں براعظموں کی دولت سے معمور آتے جاتے رہتے تھے ایک اشارہ سے بربر میں خالی کرالے

اِس مختصر طبعی حالت سے معلوم ہوگا کہ بربر کے سواحل پیشۂ قزاقی کے لئے قدرتی طور سے کہاں تک موزوں تھے - آئندہ ملک کا تمدن - حکومت اور خارجی تعلقات مجملاً بیان کئے جائینگے اور اُس کے ضمن میں اُن اسباب کی اصلیت اور تدریجی رفتار کا ذکر ہوگا جنکا نتیجہ آخر یہ ہوا کہ سولھویں صدی کے ساتھ بحیرۂ روم تمام جہازوں کے لئے ایک ایسی بھول بھلیاں بنگیا جس سے بجز اسکے اور کسی بات میں مفرنہ تھا کہ سر بتسلیم ہوکر تمام اثاثۂ جہاز بربر کے کسی بندرگاہ میں داخل کردیں اور خود اہل جہاز عمر بھر کے لئے خطِّ غلامی لکھدیں -

بربر کی پولٹیکل حالت

واضح ہو کہ بربر[1] کو مسلمانوں نے سب سے پہلے ۶۹۲ء میں جنرل عقبہ کے ماتحت فتح کیا چنانچہ ابتداے فتح سے بہت سے اسلامی خاندان اُسکی حکومت

[1] شمالی افریقہ یا بربر کو اقصاے مغرب بھی کہتے ہیں - کیونکہ مسلمانوں نے اول مصر کو فتح کیا تھا - اور مصر سے بربر جانب مغرب واقع ہے - لہذا اُسکو اقصاے مغرب کے نام سے موسوم کرتے تھے -

سے یکے بعد دیگرے مستفید ہوئے یہاں تک کہ عربی عمال جن کا عزل ونصب
خلفاے دمشق وبغداد کے ہاتھ میں تھا موقع پاکر مطلق العنان ہو گئے۔ انمیں
بنو ادریس اور بنو اغلب زیادہ ممتاز تھے جنھوں نے ۸۰۰ء اور ۸۰۸ء میں جداگانہ بنو ادریس۔ اغلب
خودسر حکومتیں قایم کیں۔ ان کے استیصال پر ۹۰۹ء میں بنو فاطمیہ نے زمام بنو فاطمیہ۔ ۹۰۹ء
سلطنت ہاتھ میں لی۔ دولت علویہ فاطمیہ جسطرح مجموعتاً نہایت مقتدر اور اقبالمند
تھی اسیطرح اسکے ممبر بھی فرداً فرداً نہایت جلیل القدر اور اُلوالعزم تھے۔ اس عہد
کا سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اول مہدیہ (افریقہ) کو دارالخلافہ
بنایا اور پھر ۹۶۹ء میں قاہرہ میں منتقل کر لیا۔ چونکہ اس ابتدائی زمانہ میں بربر اور ۹۶۹ء
مصر کے درمیان کوئی مستقل۔ محفوظ اور سہل ذریعہ رسل ورسائل نہ تھا لہذا اس
انتقال کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت اقصاے مغرب کا شیرازہ بکھر گیا اور بجاے
ایک کے متعدد فرمانروا سربلند ہو گئے مثلاً بنو حمود صوبہ طلسان میں۔ بنو زیری صوبہ بنو حمود۔ بنو زیری
ٹیونس میں۔ وغیرہم لیکن گیارھویں صدی کے آخر میں مرابطین کا ستارۂ اقبال مرابطین
بلند ہوا اور عرصۂ دراز تک افریقہ کے بیشتر حصہ نیز اُندلس پر پرتو افگن رہا۔ پھر بارھویں
کے وسط میں ایک اور اُلوالعزم خاندان نے خروج کیا جو موحدین مشہور تھا موحدین کی موحدین
حکومت کسی قدر زیادہ دیرپا اور ٹیونس سے لیکر بحر ظلمات تک پھیلی تھی لیکن
متلون المزاج زمانہ کو ایک حالت پسند نہیں اور قانون قدرت کا اصول بھی یہی ہے کہ
ہر قوم باری باری دنیا کی حکومت اور دولت سے بہرہ مند ہوتی رہے چنانچہ قریباً

ڈیڑھ سو برس بعد موحّدین کا آفتاب اقبال بھی غروب ہو گیا اور اب تین خود سر خاندان اور پیدا ہوئے یعنے بنو الحفص ۱۲۴۸ء سے ۱۵۳۴ء تک ٹیونس میں - بنو زیان ۱۳۳۵ء سے ۱۴۰۰ء تک مغرب الاوسط میں - اور بنو میرین ۱۲۰۰ء سے ۱۵۵۰ء تک مراکو میں - آخر سولھویں صدی میں ان کے ہستیصال پر ایک نیا دور شروع ہوا جسکی تاریخ ناظرین کے سامنے ہے - اس میں تین مختلف فرمانروا خاندان شامل تھے یعنے الجزائر میں خاندان ڈے - ٹیونس میں خاندان بے جو ترکی نسل سے تھا - اور مراکو میں ایک قدیم عربی خاندان حکمران تھا جسکے فرمانروا شریف یا سلطان مراکو کہلاتے تھے - ان میں خاندان آخر الذکر ہنوز حکمراں ہے مگر الجزائر کے پولیٹیکل اسٹیج پر فرنچ ری پبلک نمودار ہے - اور ٹیونس کے پاشا اگرچہ کچھ عرصہ تک برائے نام مطلق العنان رہے مگر حقیقت میں وہ فرانسیسی گورنروں کی "حالاکشیدند" میں رہنے کے بعد آخر کار ۱۸۸۲ء میں فرانسیسیوں کی نپولٹن پالیسی[۵۱] کا شکار ہو گئے -

بنو الحفص

سنہ ۱۸۸۲ء

سلطنت کے انقلاب اور فرمانرواؤں کے عزل و نصب پر جو خفیف شورشیں ملک میں وقتاً فوقتاً برپا ہو جاتی تھیں اگر اُن سے قطع نظر کیجائے تو حکومت اسلام اول سے آخر تک حاکم و محکوم دونوں کے لئے یکساں طور سے مبارک تھی جیسا کہ بیان کیا گیا ہے بربر کے تمام حکمران خاندان خاک پاک عرب سے نہ تھے

گورنمنٹ اسلام کی ملکی پالیسی

---

۵۱ نپولٹن پالیسی مراد ہے عالمگیر پالیسی سے -

جسکا خاصہ ہی رحم وعفو چشم پوشی وآزادمنشی ہے - بلکہ بیشتر خاص ملک کے وہ دیسی قبائل تھے جو ایک تدریجی رفتار سے تخت حکومت تک پہنچے تھے - پس اگر اُن میں نو دولتہ قوموں کی صفات پائی جاتیں تو خلاف توقع نہ تھا مگر باایںہمہ اُن کا طرز حکومت ذمّیوں کے لئے سرمو بارِخاطر نہ تھا - مسیحیوں کو گرجا بنانے اور ارکان مذہبی ادا کرنے کی کھلی اجازت تھی - انجیل کا وعظ اور درس وتدریس بے کھٹکے کرتے تھے - اور باہمی اختلاط میں تعصّب واکراہ نہ تھا چنانچہ تیرھویں صدی میں شاہان مراکو اور ٹیونس اسقف اعظم (پوپ آف روم) کے ساتھ جسقدر اخلاصمندانہ رسل ورسائل رکھتے تھے وہ فیض کے بشپ (مجتہد) کے عبودیت ناموں سے کسی طرح کم نہ تھی -

عیسائیوں سے سلوک

تمام ملکی خدمات مالی - انتظامی اور جنگی میں مسلمان اور مسیحی گورنمنٹ اسلام کے یکساں معتمد علیہ تھے - مسیحی جسطرح جج اور ناظم ہوتے تھے اُسی طرح جرنیل اور کرنیل بھی بنائے جاتے تھے - اقوام یورپ سے جو کچھ اُن کے تعلّقات تھے وہ انتہا درجہ کی اخلاصمندی پر مبنی تھے - خصوصًا گیارھویں صدی سے جبکہ بنو فاطمیہ نے افریقہ سے تعلّقات قطع کئے اور سولھویں صدی کے شروع تک جبکہ آل عثمان نے قسطنطنیہ میں ایک جلیل القدر سلطنت کی بنیاد قایم کی اہل بربر کی فارن پالیسی توقع سے زیادہ دانشمندانہ اور آئین ملکداری کے عین مطابق رہی -

خارجی تعلقات

ایک طرف یورپ کو افریقہ کے چمڑے اور دیگر ملکی پیداوار کی ضرورت تھی اور

سلہ تاریخ برتھومیٹ باب ۱ و ۲ - شاہ ٹیونس کا ایک رسمی خط اور پوپ کا جواب نہایت ہی دلچسپ ہیں -

دوسری طرف افریقہ کو یورپ کے مصنوعات کی احتیاج تھی اسلئے طرفین نے رفع ضروریات کے لئے معاہدے تحریر کردیے تھے تاکہ باہمی تعلقات منضبط ہوجائیں۔ اس میں شک نہیں کہ تاجران بحیرۂ روم مثلاً اہل وینس۔ جنیوا۔ اور پیسا وغیرہ سے سلاطین بربر کی بحری قوت نہایت کم اور کمزور تھی اور بادی النظر میں اس باہمی قرارداد کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی تھی مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فرمانروایان بربر کو عہدنامے تحریر کرنے یا اُنکی بجاوبجا شرائط پورا کرنے میں مجبوری تھی بلکہ برخلاف تاجران بحیرۂ روم کو "دے برندش" کا مضمون درپیش تھا کیونکہ تمام تجارتی جہازوں کو بحیرۂ روم کے مغربی طاس اور شمالی سواحل سے گذرنا ناگزیر تھا اور جب یہ تھا تو اقوام ساحل سے موافقت رکھنا بھی لازمی تھا تاکہ تجارتی حقوق ہر طرح محفوظ رہیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ اگر فرمانروایان بربر کو ذرا بھی کوئی وجہ بدنیتی یا حرص بیجا ہوتی تو ایک طرفۃ العین میں تمام عہد و پیمان بالائے طاق ہوتے اور تاجران یورپ کے جہاز بربر کی بندرگاہوں میں محصور ہوتے۔ مگر تاریخ سے اس قسم کی عہد شکنیوں کا پتہ نہیں ملتا بلکہ برعکس معلوم ہوتا ہے کہ اہل بربر نہ صرف عہدنامے لکھتے تھے بلکہ انتہا درجہ کے خلوص اور استقلال سے ایک ایک شرط[1] پورا کرتے تھے۔ اہل سسلی[2] ہمیشہ سے فیض۔ طلمسان۔ اور ٹیونس کی ریاستوں

---

[1] دیکھو لین پول صفحہ ۲۲۰۔۲۳۰۔

[2] مسلمان اسکو صقلیہ لکھتے ہیں۔ انھوں نے ۸۲۱ء میں فتح کرکے ۲۰۰ برس حکومت کی صنعت وحرفت میں امرائے صقلیہ آجتک یورپ میں مشہور ہیں۔

سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ان کو دیکھکر پیسا[۱] پروونس[۲] ۔ اراگون[۳] ونس[۴] ۔ اور جنیوا[۵] کی تجارت پیشہ اقوام نے بھی اُنسے دوستی پیدا کی ۔ بلکہ بعض کو اسقدر رسوخ ہوا کہ ٹیونس اور سیوطہ جیسی مشہور بندرگاہوں میں اُن کے لئے بطور رزیڈنسی کوٹھیاں مخصوص ہوگئیں ۔ باقی قوموں کی طرف سے معتمد سفیر بطور کانسل حاضر و رہا رہتے تھے جن کی ہر طرح عزت و حفاظت کیجاتی تھی ۔ جنیوا اور پیسا کے لئے افریقہ کی تجارت بعض وجوہ سے بالخصوص مفید تھی لہذا ٹریپولی (طرابلس) ٹیونس ۔ بوجیہ ۔ سیوطہ ۔ اور سیلی وغیرہ مقامات میں اُن کی طرف سے ٹریڈنگ کمپنیاں (جماعت تاجران) قایم تھیں ۔ خاصکر جنیوا کو افریقہ سے اسقدر دلچسپی تھی کہ ایک مرتبہ جب مسیحی مجاہدین بربر پر حسب عادت چڑھ آئے اور ٹیونس کو تاخت و تاراج کرنے لگے تو اہل جنیوا نے تمام مذہبی اور قومی پاسداری چھوڑکر اُن کا خوب مقابلہ کیا اور اسقدر آڑے ہاتھوں لیا کہ پُرجوش مجاہدین کو بھاگتے ہی بنی ۔ اس سچّی رفاقت کی وجہ یہی تھی کہ سلاطین بربر کے ظلّ حمایت میں اہل یورپ کے نہ صرف تاجرانہ حقوق

یورپ کی تجار قوموں کے حقوق

---

[۱] اٹلی کا مشہور شہر غربی ۔ ساحل پر کوہ اپی نائز کے دامن میں واقع ہے ۔ سولھویں صدی میں تجارت کا مرکز اور بحری غارتگری کا مبداء تھا ۔ اسکا گرجا ایک خمیدہ مینار کے لئے نہایت مشہور ہے جو قریب ۱۸۸ فیٹ بلند ۔ ۱۶ فیٹ ٹیڑھا ۔ اور ۸ منازل پر مشتمل ہے ۔

[۲و۳] پروونس فرانس کے اور اراگون اسپین کے مشرقی کنارہ پر واقع ہے قرن وسطی میں مشہور تجارتی ریاستیں تھیں

[۴و۵] ونس اور جنیوا کا حال تیسرے باب میں مفصل درج ہے ۔

محفوظ تھے بلکہ مذہبی آزادی بھی ہر طرح ملحوظ تھی۔ چنانچہ ٹیونس میں جو اُسوقت اقصائے مغرب کا دارالاسلام مانا جاتا تھا مسیحیوں کا عظیم الشان گرجا موجود تھا۔

اگرچہ ان معاہدوں کی وجہ سے بحیرۂ روم میں کھلی غارتگری کا اندیشہ نہ رہا تھا مگر معمولی لڑائیوں کے خطرے بدستور تھے۔ جسطرح باہمی نفاق اور تشکر رنجیاں ہر خاندان کے مشاغلِ زندگی ہیں اسیطرح جنگ و جدل قوموں اور ملکوں کے وظائفِ حیاتیہ ہیں۔ اگر شخصی زندگی سے تشکر رنجیاں اور قومی زندگی سے جدال خارج کر دیے جائیں تو لائف (حیات) اور ہسٹری (تواریخ) صغرے اور کبرے سے زیادہ وقعت نہ رکھیں۔ اختلاف شخصی اور قومی زندگی کی جان[۵۱] ہے۔ اور جب باہم اختلاف ہوتا ہے تو فریقین بلکہ اُن کے ہمسائوں تک کی زندگی بے کیف ہو جاتی ہے چنانچہ بنو فاطمیہ نے اپنے زمانۂ عروج میں قرطبہ کے بنی امیہ اور بربر کی ہمعصر و ہمسر قوتوں کو مغلوب کرنے کے لئے بحیرۂ روم میں اکثر جنگی طوفان برپا کئے جن کے اثر سے تجارت کسی طرح بچ ہی نہ سکتی تھی۔ اُنھوں نے وہ تمام جزیرے جو جانب غرب واقع ہیں یعنی سسلی سارڈینیا۔ کورسیکا۔ اور بلیرک وغیرہ بدون خونریز لڑائیاں لڑے فتح نہ کئے تھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ ۱۰۱۶ء میں اہل بربر نے شہر پیسا کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اہل پیسا نے جواباً ایک بربری بیڑے کو آگ لگا دی[۵۲]۔ اِس واقعہ سے تین برس بعد ۱۰۱۹ء

غارتگری کی ابتدا

---

[۵۱] دیکھو رسالۂ مسرت از مولف ہذا۔

[۵۲] دیکھو ماربری کو سیر صفحہ ۲۳ تا ۲۵۔

میں ایک فاطمی جرنیل المخاطب بہ "المجاہد" فاتح سارڈینیا اور "لارڈ مجورکا" نے شہر پیسا کے ایک حصّہ کو بطور جواب الجواب جلا دیا اور ۱۱۱۱ء میں قلعہ لونی کو جو صوبۂ اٹروریا[1] کا مشہور شہر ہے ہیڈکوارٹر بنا کر علاقۂ قرب وجوار میں مسلسل حملوں سے ایک طوفان برپا کر دیا۔ آخر کار ۱۱۱۷ء میں جب اٹلی سے خود پوپ نے اور سارڈینیا کی طرف سے اہل پیسا اور دیگر اقوام نے سخت کشش و کوشش کی تب ان سے نجات ملی۔ اسیطرح ۱۱۳۴ء کے قریب ایک افریقی بیڑا الیغار یا تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے کلیسیر[2] یا کو بھیجا گیا۔ انہی دنوں میں اہل پیسا کو پھر کچھ جوش آیا اور دفعتًا شہر بونا پر چڑھ آئے اور اسکو فتح بھی کر لیا۔ جب اہل نارمنڈی کا وقت آیا تو وہ بھی بحری فتنوں کی آگ بھڑکانے سے نہ چوکے اور ۱۱۶۲ء میں سسلی کو بزور شمشیر فتح کر کے ۱۱۶۷ء میں یکایک مہدیہ پر حملہ آور ہوئے اور شہر کو جلا دیا۔ خلاصہ یہ کہ یورپ اور افریقہ میں نقیض رہتا ہی تھا اور اس لئے سمندر بھی خونریزی اور تاخت و تاراج سے خالی نہ تھا۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ واقعات گیارھویں صدی سے متعلق ہیں۔ قرون مابعد میں جب بربر کے اندر مستحکم اور باقاعدہ حکومتیں قائم ہو گئیں تو اس قسم کی شورشیں شاذ و نادر برپا ہوتی تھیں ورنہ فی الجملہ تمام بحر و بر میں امن تھا۔ خصوصًا بنو حفص کی تین سو برس کی حکومت اس لحاظ سے بہت زیادہ مشہور

---

[1] جزیرۂ سارڈینیا کا ایک صوبہ ہے۔

[2] اٹلی کا ایک صوبہ۔

اِس مبارک عہد میں ملک میں اجنبی تاجروں کی اِسقدر کثرت تھی کہ شہر ہونس اقوام یورپ کا مرکز معلوم ہوتا تھا۔ اِنسے گورنمنٹ اسلام بلا تفریق رنگ وروپ یا مذہب و قومیت یکساں سلوک و مراعات کرتی تھی اُنکے تاجرانہ حقوق اور مذہبی رسوم کا ہر طرح لحاظ کیا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ بنو حفص اپنے ہمسر و ہمسایہ طاقتوں کے نزدیک بھی اُسیقدر رہر دلعزیز اور ممتاز تھے جسقدر کہ رعایاے بربر کے نزدیک[1]۔

جن تجارتی عہدناموں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ اُنمیں جہازوں کی آزادانہ آمد و رفت اور اہل جہاز کے جان و مال کی حفاظت شرط مقدم تھی۔ اور اسی ایک شرط کی بجاآوری فریقین کا بڑا فرض تھا۔ مگر باایں ہمہ لوٹ مار کا بازار گرم تھا اور معاہدوں کی خلاف ورزی بے تکلف کیجاتی تھی۔ کس فریق کی طرف سے؟ خاص اہل یورپ کی طرف سے۔ خود یورپین مورخ تسلیم کرتے ہیں کہ اِس مقدس پیشہ کی بانی مبانی خاص اقوام یورپ ہی تھیں۔ اُنھوں نے اِسکی ابتداء کی۔ اسکو ترقی دی۔ اُنھوں نے ہی اِسکو ذریعۂ معاش بنایا اور اپنی ہمسایہ قوموں کو سکھلایا۔ ایک جماعت آگے بڑھکر عہدنامجات مرتب کرتی تھی اور دوسری غارتگرانہ حملوں کی تجویزیں سوچتی[2] تھی۔ وہ یونان جو کبھی انسانی فضائل کا سرچشمہ اور علم و حکمت کی کان تھا۔ روڈس اور مالٹا جو اُسوقت

یورپ کے غارتگر

[1] دیکھو کتاب کمرشل ریلیشن بٹوین ایفریکا اینڈ دی کرسچن نیشنس (افریقہ اور مسیحی دنیا کے تجارتی تعلقات) یہ کتاب فرانسیسی سے انگریزی میں ترجمہ ہوئی ہے۔ مطبوعۂ لیڈن ۱۶۶۶ء صفحہ ۱۰۰ تا ۱۸۰۔

[2] دیکھو لین پول صفحہ ۲۴ و ۲۵۔

یورپ بھر میں رہبانیت اور تقدس کا مرکز اور مجاہدین و غازیان مذہب کا ملجاء ماوٰے تھا نیز سارڈینیا جنیوا اور پیسا وغیرہ کا علم غارتگری سب سے زیادہ بلند تھا یہاں تک کہ کوئی تجارتی جہاز بلکہ شوقین سیّاح کی کشتی تک اُنکے دام تزویر سے بچ سکتی تھی۔ چنانچہ عہد نامجات مرتبہ قرن وسطے ہمارے اِس بیان کی مجسّم شہادت ہیں[1] اسسے ظاہر ہوتا ہے کہ تجدید معاہدہ کی ضرورت ہمیشہ اسلئے ہوتی تھی کہ کوئی یورپین قوم شرائط کی خلاف ورزی کر بیٹھتی تھی۔ غارتگری کو زیادہ ترقی اِسوجہ سے ہوئی کہ اِسوقت تمام یورپ جوش مذہب سے مبہوت اور سرگرم جہاد تھا اور جہاد کا رُخ چونکہ ہمیشہ ایشیائے کوچک۔ مصر اور اقصائے مغرب کی طرف رہتا تھا جو یورپ سے دور دراز فاصلہ پر واقع تھے لہذا جہاد کے ساتھ تجارت بھی زیادہ رونق پر تھی۔ پس جو مسیحی ریاستیں مثلاً یونان وپیسا وغیرہ مدد و یکرا اس کار خیر میں شریک نہ ہوسکتی تھیں وہ مجاہدین کے رسد راشن سے لبریز جہازوں کو لوٹ کر شریک ہوجاتی تھیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ اُس زمانہ میں کہیں کوئی مستقل بحری قوت بھی نہ تھی کہ ان مردم آزار قوموں کی سرکوبی کیجا سکتی اسلئے اُنکا بحری اقتدار روز بروز بڑھتا گیا اِنکے علاوہ اثنائے جہاد میں خود فریقین بھی ایک دوسرے پر غارتگرانہ حملے کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے خواہ دشمن کو نقصان پہنچانے کی غرض سے یا خود فائدہ اُٹھانے کے لئے۔ مگر پہلی وجہ زیادہ قرین قیاس

[1] دیکھو تاریخ مولفہ جے۔ فرای سارٹ مترجمہ ٹی۔ جونز مطبوعہ لیڈن ۱۸۴۳ء جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۲۰ اِسمیں اُن عہد ناموں کی بجنسہٖ نقلیں موجود ہیں۔

ہے۔ چنانچہ سترھویں صدی میں انگریزی جہازوں[۱] نے اسپین کے مقبوضات واقع امریکہ پر اسی معقول عذر پر لوٹ مار کے حملے کئے تھے۔ بہرحال جنگ کی صورتوں میں تو یہ بے اعتدالیاں کچھ نازیبا نہ تھیں مگر صلح کی حالت میں بھی بعض یورپین قومیں موقع دیکھتیں تو غارتگری سے کبھی نہ چوکتی تھیں۔ مثلاً سنہ ۱۲ء میں جبکہ سلطان ٹیونس اور گورنمنٹ پیسا کے درمیان عہدنامہ کی بنا پر پوری صلح تھی۔ اہل پیسا نے ازراہ عہدشکنی ٹیونس پر بلاوجہ فوجکشی کی اور راستہ میں مسلمانوں کے تین جہازوں کو یورپ کے لٹیرے اور ان کے حملے بربریہ
ہلہ کرکے لوٹ لیا اہل جہاز پر بلالحاظ عمر و مدارج تشدد کیا۔ عورات کو بے پردہ کیا اور باوجود تعاقب غنائم سمیت پیسا کو معاودت کی[۲]۔ لیکن گورنمنٹ پیسا نے اس واقعہ پر ذرا بھی توجہ نہ کی۔ اُدھر سلطان ٹیونس نے اُسکو ایک بزدلانہ حرکت سمجھکر انتقام کا خیال تک بھی نہ کیا۔ حالانکہ اگر خیال ہوتا تو پیسا کے تجارتی جہازوں کا بحیرۂ روم میں پتہ تک نہ ملتا۔ اسیطرح جزیرۂ سسلی بھی قزاقوں سے خالی نہ تھا اور گورنمنٹ درپردہ یا علانیہ اُنکی حمایت کرتی تھی۔ اہل نارمنڈی کو بھی ہاتھ صاف کرنے میں تکلف نہ تھا بلکہ سلاطین ٹیونس عرصۂ دراز تک اُنکو ایک رقم کثیر بطور خراج سالانہ ادا کرتے رہے جس سے یہ مطلب تھا کہ اگر اہل نارمنڈی قزاقی سے دستکش نہوں تو کم از کم اہل بربری کو معاف رکھیں۔ ایسے خراج کو خونبہائے امن سمجھنا چاہیئے! علاوہ ازیں

---

[۱] دیکھو لین پول صفحہ ۲۵

[۲] دیکھو لین پول صفحہ ۲۵۔

ریاست اراگون اور جنیوا میں ہمیشہ زور آزمائی رہتی تھی اور اس ضمن میں اہل بربر کو اکثر بیجا ظلم سہنا پڑتا تھا۔ گورنمنٹ اٹلی کی بابت اگرچہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قزاقی کی علانیہ مخالف تھی بلکہ اگر رعایائے اٹلی میں سے کوئی شخص مرتکب غارتگری ہوتا تو اُسکو قرار واقعی سزا دیتی اور مال غنیمت کا پتہ لگا کر اُسکے اصلی مالک کو بجنسہ واپس کر دیتی لیکن اٹلی کی نیک نیتی کی تقلید بہت کم کیجاتی تھی۔ ورنہ چودھویں صدی تک تمام جنوبی یورپ میں قزاقی کا بازار گرم تھا اور افریقہ کی ہمسر و ہمسایہ قوتوں کو گویا درپردہ اس مقدس پیشہ کی تعلیم و ترغیب دے رہا تھا۔

ایک پُرجوش یورپین وقائع نگار[۱] جب اقوام یورپ کو واقعات کی بناء پر الزام غارتگری سے سبکدوش نہ کر سکا تو جھنجھلا کر لکھتا ہے "وبائے غارتگری اُسیوقت عالمگیر ہوئی جب لیوانٹ میں ترکوں کا بحری اقتدار بڑھا۔ یورپ میں اس فن کے موجد یا باعث یہی ہیں چونکہ وہ خود پہلے سے مشاق تھے اسلئے لیوانٹ پر قابض ہوتے ہی اُنھوں نے بربری غارتگری کو ہر طرح جرأت دلائی بلکہ فتح قسطنطنیہ کے بعد خود بھی اس قسم کی دست درازیوں سے دریغ نہیں کیا" اور یہ کہ "بحیرۂ روم میں غارتگری کی ابتدا خواہ کسی نے کی ہو مگر اصلی رگیولیٹر ترک تھے" معقول! نزلہ بر عضو ضعیف

ایک یورپین مورخ کی رائے

[۱] سر۔ آر۔ ایل۔ پلے فئر مصنف "دی سکرج آو کرسچنڈم" (یعنے مسیحی دنیا پر عذاب الیم) لین پول سے بے تعصب شخص نے بھی اسیکا اتباع کیا ہے دیکھو باربری کورسیر صفحہ ۱۳۔

میر بزدہ۔ ضعیف اسلئے کہ "مرد بیمار" ہے۔ اگر جیسن[۵۱] کا حملہ غارتگری ایک بعید القیاس فسانہ ہے تو اہل یونان کی بحری ترکتازیوں کو صحیح تاریخانہ واقعات تسلیم کرنا تو عین قرین عقل ہے۔ یونانیوں نے اِس فن میں وہ یدِ طولیٰ حاصل کیا تھا کہ جیسن کی عیاریاں بھی گرد کردی تھیں۔ اُن کے زمانہ میں جبکہ ترکوں کو فتح قسطنطنیہ یا لیوانٹ کا خیال تک نہ تھا یونان کے آس پاس نہ کوئی بحری قطعہ محفوظ تھا نہ بری۔ پھر اور قوموں نے اُنکی شاگردی کی جنکا مختصر بیان ہوچکا ہے۔ پھر بیت المقدس کے مجاہد اول روڈس میں۔ بعدہٗ مالٹا میں جمکر سولھویں صدی کے اخیر تک برابر غارتگری کرتے رہے جیساکہ ناظرین کو آیندہ معلوم ہوگا۔ اِس سے بھی بڑھکر شہادت یہ کہ اسی صدی کے شروع میں خاص

---

۵۱ زانکلس نے ٹرکی کو سک میں (مرد بیمار) کا خطاب دیا تھا۔ دیکھو ہسٹوری آو ٹرک لین پول باب ۱۔

۵۲ قدیم یونان میں ایک ریاست آرگس کے نام سے ۱۵۵۶ برس قبل از مسیح قایم کیگئی تھی۔ یونان کے سینوی فسانوں میں مذکور ہے کہ یہاں کے ایک باشندہ جیسن نامی نے شاہ کولکس پر جس نے ازراہ غارتگری فرکزس کو قتل کرکے اُسکا خزانہ لوٹ لیا تھا کچھ عجیب طریق سے انتقاماً حملہ کیا۔ یعنے آرگو نامی جہاز میں بہیت دیگر فرمانروایان یونان بڑی شان و شوکت سے لنگر اُٹھایا۔ چونکہ فرکزس جس جہاز میں مع مال و دولت کو لکس کو روانہ ہوا تھا اُسپر ایک سنہرے دنبہ کی نکل بطور نشان کے نصب تھی۔ اِس لئے شاعروں نے یہ گھڑلیا کہ جیسن کا انتقامی حملہ گویا سنہری اُون (گولڈن فلیس) کو واپس لینے کے واسطے تھا۔ اُون سے دنبہ اور دنبہ سے جہاز مع مال و دولت مراد ہوگی۔

یورپین بکنیرز[1] کی ترکتازیاں مقبوضات اسپین و واقعۂ امریکہ اور جزائر غرب الہند پر ایسے مشہور و معروف تاریخانہ واقعات ہیں جن سے یورپ کا ہر طفلِ مکتب واقف ہے لیکن یورپ کے پُرجوش وقائع نگاران باتوں کو سہواً یا شاید مصلحتاً قلم انداز کر دیتے ہیں اور ترکوں کے سوا کسی قوم کو اس لقب کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اب رہا یہ امر کہ غارتگری کی ابتداء کس نے کی اور کس نے اُسکو ترقی دی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بربر بھی لٹیروں سے کبھی خالی نہیں رہا چنانچہ شہر مہدیہ اور خلیج گیبس کے دہانہ کے شہر اُنکے بڑے بڑے مرکز تھے

بربر کے غارتگر

سیّاح البیقری جب بارھویں صدی میں اس سرزمین کی سیر کرتا پھرتا تھا تو اُسنے بندرگاہ بونا پر بچشم خود دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بیڑا لوٹ مار کے لئے روانہ کیا جاتا تھا۔ اسی طرح چودھویں صدی میں علامہ ابن خلدون لکھتا ہے کہ بندرگاہ بوجیہ میں ایک باقاعدہ کمپنی اس مقصد کے لئے قایم تھی کہ مال غنیمت کی تجارت اور بردہ فروشی کو ترقی دے

---

[1] یوروپین بکنیر رہنے فرنگی بحری غارتگر جو خاصکر فرانسیس اہل ڈنمارک اور انگریز ہوتے تھے۔ اُنھوں نے سولھویں صدی کے شروع میں اسپین کے مقبوضات واقع غرب الہند امریکا پر غارتگری شروع کی۔ مونٹ بار۔ لالونائز۔ پاسکو۔ مارگن۔ مشہور ترکتاز تھے جنھوں نے ہزاروں کو تہ تیغ اور لاکھوں کو مفلس کیا۔ علاوہ ازیں تین غارتگرانہ حملے اور مشہور ہیں۔ وارن مور کا حملہ جزیرۂ اوسٹنڈ پر ۱۶۰۳ء میں۔ گریمانٹ کا ۱۶۸۵ء میں۔ اور پوائنٹس کا ۱۶۹۷ء میں۔ (دیکھو ہوم سائکلوپیڈیا مرتبہ چیمبرز صفحہ ۲۲۱)۔ ترکوں کو خود قوم کاپیک سے مدتوں تکلیف اُٹھانا پڑی۔ جو روسی رعایا اور آخر کار روسیوں ہی میں مدغم ہو گئے۔ یہ لوگ اناطولیہ اور ٹرکی کے جہازوں کے حق میں گویا ننگ تھے۔ (دیکھو ایضاً صفحہ ۲۷۷)۔

مگر حسن اتفاق سے یورپین مورخ[1] تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعات حالت جنگ میں پیش آتے تھے نہ کہ صلح میں۔ اور یہ کہ گو بعض یورپین قومیں مثلاً اہل یونان و پیسا وغیرہ سمندر میں عادتاً لوٹ مار کرتی تھیں۔ مگر بر اور عام دول و ریاستہاے یورپ کے تعلقات دوستانہ ہونے سے خالی نہ تھے۔ عہد نامجات کی فی الجملہ عزت کرتے تھے۔ قزاقی سے دستکش اور تجارت کے بہی خواہ تھے۔ صرف فتنہ و فساد کے زمانہ میں غارتگری رسماً جائز سمجھی جاتی تھی مگر پندرھویں صدی میں ایک ایسی قوی وجہ پیدا ہوگئی جس سے یہ آگ دو چند تیزی سے بھڑک اُٹھی یعنے غرناطہ کا زوال اور مسلمانان اُندلس کی جلا وطنی۔

یوں تو پندرھویں صدی کے ساتھ ہی سلطنت غرناطہ میں ضعف پیدا ہوگیا تھا مگر شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابلا کی تخت نشینی پر مسلمانوں کا ایوان حکومت نمایاں طور سے متزلزل ہونے لگا۔ مالگا (مالجہ) اور غرناطہ کی فتح اور ابو عبداللہ خاتم السلاطین اُندلس کی جلا وطنی سے لیکر سولھویں صدی کے عشرۂ اول تک جو کچھ وحشیانہ ظلم اسپین نے مسلمانوں پر کئے انکی نظیر تاریخ دنیا میں کسی قرن اور کسی قوم میں باستثناے بنی اسرائیل نہ ملیگی۔ اُنسے عہد شکنیاں کیں۔ اُنکو قومی اور مذہبی حقوق سے محروم کیا۔ بزور شمشیر بپتسمہ دیا۔ اُنکے صدہا کتب خانے جلادیے۔ اُنکی عورات کو بے پردہ کیا۔ اور زندہ آگ میں

بربریں غارتگری کی بڑھوتی

---

[1] دیکھو تاریخ لین پول صفحہ ۲۶۔ نیز تاریخ مارگن۔

جلاوطن[1] دیا۔ کاش گورنمنٹ اسپین اس پالیسی کو عمل میں لانے سے پیشتر اسکے زبون نتائج پر غور کرلیتی! کوہستان الپکزرا کی بغاوت کے اختتام پر کئی لاکھ مسلمان ڈن جان آو اسٹریا کے حکم سے جبراً نکالدیے گئے اور باقی خود نکل کھڑے ہوئے اور آبنائے جبرالٹر کو عبور کرکے سواحل بربر پر اوران۔ شرشیل۔ الجزائر۔ اور سیوطہ جیسے قریب اور مستحکم مقامات میں آباد ہوگئے۔ اُسوقت اُنکے جوش انتقام کا اندازہ کچھ وہی خوب کرسکتا تھا جسپر یہ تمام مصائب و آلام نازل ہوئے۔ اُنکے نزدیک قومی شوکت

---

[1] علامہ شبلی سفرنامۂ قسطنطنیہ میں لکھتے ہیں یہاں (قسطنطنیہ) میں نے ایک عجیب و دردانگیز تماشا دیکھا جسکا اثر دیر تک میرے دل پر رہا۔ ایک جداگانہ کمرہ میں چند عورتیں جو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہیں ایک شکنجہ میں دابی جارہی ہیں۔ ایک کی پیٹھ پر جلتے ہوئے لوہے کی پٹڑی رکھدی ہے کہ گردن سے لیکر کمر تک چار چار اُنگل کھال اُتر گئی ہے۔ اسیطرح اوروں کو عجیب عجیب طریقہ سے اذیت دیجارہی ہے یہ عورتیں وضع و لباس سے دولتمند اور شریف معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر کم سن۔ خوبصورت اور نازک اندام ہیں۔ سخت تعجب ہوتا تھا کہ کن ظالم ہاتھوں نے اِن حُسن کی دیبیوں پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت کی ہوگی!! دریافت سے معلوم ہوا کہ اسپین میں جب اسلامی حکومت برباد ہوکر عیسائیوں کی سلطنت قائم ہوئی تو عموماً مسلمان تبدیل مذہب پر مجبور کیے گئے۔ اور چونکہ اسلام کا اثر آسانی سے دلوں سے مٹ نہ سکتا تھا۔ انکو انواع و اقسام کی اذیتیں دیجاتی تھیں۔ اور بے بسی و کمزوری کے لحاظ سے عورتوں پر ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مظلوم عورتیں اسی عبرت انگیز واقعہ کی یادگار ہیں۔ اسوقت مجکو خیال ہوا کہ آہا! یہی عیسائی ہیں جو ہمکو طعنہ دیتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا!!!

یہ تصویریں قسطنطنیہ کے ایک ایسے عجائب خانہ میں رکھی ہیں جو ایک عیسائی دولتمند نے اپنے روپیہ سے قایم کیا ہے علامہ شبلی کو تعجب ہے کہ ترک اس دردانگیز تماشہ کو دیکھتے ہیں مگر کبھی تعرض نہیں کرتے۔ بے تعصبی اسے کہتے ہیں۔

مذہبی حمیت۔ اور لطف زندگی انتقام میں تھا۔ مانا کہ ان مقامات میں جگہ جو کچھ انھوں نے کیا وہ بالکل وحشت اور جہالت کا نمونہ تھا۔ بے شک وہ سفّاکانہ مردم آزاری سے کسیطرح کم نہ تھا مگر کیا اُنکا جوش انتقام طبعی نہ تھا؟ بیشک وہ اس قابل نہ تھے کہ باقاعدہ جنگ کرکے بدلہ لیتے۔ مگر وہ اُن وحشیانہ مظالم کی سوہان روح یاد کو کسطرح دل سے مٹا سکتے تھے۔

اِس موقع پر مسلمانوں کی جہازرانی پر ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔ ابتدا میں مسلمان اس فن سے بالکل بے بہرہ تھے اور بے بہرہ ہونا ہی چاہیئے تھا کیونکہ عرب میں جو اُنکا زادبوم اور سرچشمۂ دین و دنیا تھا سمندر کا مفہوم تھا ریگستان۔ اور جہازرانی کا ساربانی۔ چنانچہ عرب کے ریگستانوں سے باہر نکلکر جب اُنھوں نے سمندر کو دیکھا تو اُسکی عجیب دلچسپ[1] تعریف کی ہے۔ فتوح شام و مصر تک تو خود امیرالمؤمنین وقت نے ہی اُنکو بحری سفر سے باز رکھا۔ پھر اموی خلفاء بھی مانع رہے چنانچہ موسیٰ گورنر اقصائے مغرب کو اسپین پر حملہ کرنے سے اسی بناء پر منع کیا گیا تھا۔ یہ ۹۱ھ کا واقعہ ہے۔ گویا ابتدائے آٹھویں صدی میں مسلمان بحیرۂ روم میں جہازرانی کی قابلیت نہ رکھتے تھے لیکن بعد کو ایک باقاعدہ حکمراں قوم ہونے پر جب اُنھوں نے دیکھا کہ حریف قوموں کا تقابل بدون جہازرانی ناممکن ہے تو رفتہ رفتہ اِس طرف متوجہ ہوئے اور بعہد خلیفہ عبدالملک

اہل بربر کی جہازرانی

---

[1] حضرت فاروق اعظم نے عمرابن العاص سے جو اُس وقت فتوح مصر میں مشغول تھے دریافت کیا کہ سمندر کیا چیز ہے۔ اسپر عربی جرنیل نے جواب دیا کہ سمندر ایک بڑا بھاری حیوان ہے جسپر احمق آدمی اسیطرح سوار ہوکر چلتے ہیں جسطرح لکڑی کے بڑے گندوں پر کیڑے۔

ٹیونس مسلمانوں کا سب سے پہلا بندرگاہ اور بحری میگزین قرار پایا۔ اسوقت سے عاملانِ اقصائے مغرب فن مذکور میں کچھ نہ کچھ ترقی کرتے رہے اور بحری سفر کے ذرائع سے کبھی خالی نہیں رہے۔ چنانچہ بنو اغلب نے ایک بڑے بیڑے کی مدد سے جزائر سسلی۔ سارڈینیا۔ اور کورسیکا کو فتح کیا۔ پھر بنو فاطمیہ اور بنو امیہ اندلسی نے بحیرۂ روم کی حکومت کے لئے مدتوں زور آزمائیاں کیں۔ اول الذکر فریق کے پاس اُسوقت دو سو مضبوط جنگی جہاز تھے۔ اسیطرح موحدین بھی ایک نہایت طاقتور اور عظیم الشان بیڑے کے مالک تھے چنانچہ اُندلس تک اسی بیڑے کی مدد سے اُن کی رسائی ہوئی۔ موحدین کے جانشین اگرچہ بوجہ اسکے کہ وحدت سے کثرت کی طرف مائل ہو گئے تھے نسبتاً کم اور کمزور تھے مگر ایسے بحری سامان سے وہ بھی خالی نہ تھے جو عند الضرورت سواحل شمالی کو کسیقدر محفوظ کر سکتا اور تاجرانہ مقاصد پورا کر کے اہل ملک کے حوائج رفع کر سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ۱۵۵۰ء تک مسلمانان بربر جہازرانی میں خاصی مہارت حاصل کر چکے تھے۔

اسبات غائگری کا لب لباب

اب اہل بربر کو قزاق بننے کے لئے اور کس بات کی ضرورت تھی؟ ملک کا شکستہ اور چاک در چاک ساحل چھوٹی چھوٹی محفوظ کمینگاہوں سے معمور تھا۔ جہازرانی میں وہ اسوقت تک کافی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ وہ اپنی ہمسایہ قوموں سے پیشۂ قزاقی میں صدیوں سے سبق لے رہے تھے خاصکر حضرات یونان اور پیسا نے اُنکو بڑے بڑے داؤ پیچ سکھلائے تھے بعض اقوام یورپ کی متواتر عہد شکنیاں

دیکھکر اُنکی نیک نیتی بھی متزلزل ہوتی جاتی تھی - اور پھر ملک میں کوئی ایک آہنی پنجہ بھی نہ تھا جو اُنکو کجی کی طرف مائل ہونے سے باز رکھتا - بنو فاطمیہ نے جب سے بربر سے پولٹیکل تعلقات قطع کر دیے تھے تب سے اُن میں تفرقہ پڑ گیا تھا اور عنانِ حکومت ایک ہاتھ کے بجاے متعدد اور مختلف ہاتھوں میں گردش کرتی رہتی تھی - اہل ملک عموماً مرکز قومیت سے گرتے جاتے تھے - گویا ملک میں ہر طرف سامانِ غارتگری مہیا تھے اور صرف ایک قوی تحریک کی ضرورت تھی جو سولھویں صدی میں پوری ہوگئی یعنے اُنکے ہزاروں لاکھوں برادرانِ اسلام گورنمنٹ اسپین کے مظالم سے تنگ ہوکر خانماں برباد سقیم الحال - لُٹے ہوئے قافلوں کی شکل میں ہر طرف سے سواحل بربر پر ٹُوٹ پڑے - اہل ملک کے سینوں میں قومی اور مذہبی حمیت کی آگ بھڑک اُٹھی - فرمانروایانِ بربر قطع نظر اسکے کہ خود بھی اُسی ایک شجر کی شاخ اور اُسی ایک شیرازۂ جمعیت کے جزو تھے اگر بلحاظ پولٹیکل مصالح امور اُندلسیوں کے خلاف کوشش کرتے تو کیا ہوتا - اُنکی بحری اور بری طاقتیں کسیطرح اِس قابل نہ تھیں کہ ایسے طول طویل ساحل کو جا بجا عرصۂ دراز تک اُندلسیوں کے مقابلہ پر محفوظ کر سکتیں - اُدھر قومی قانون - دلی ہمدردی اور سچّی مہمانداری کرنے پر مجبور کرتا تھا - ایسی حالت میں بجز اسکے اور کیا چارہ تھا کہ جلاوطن اندلسیوں کو اپنے دامن شفقت میں پناہ دیں اور اُنکے جوشِ انتقام میں ہر طرح شریک ہوں چنانچہ ہزاروں لاکھوں مسلمان اسپین سے نکلکر بلا تکلف ساحل بربر پر آن پڑے اور انتقام

غارتگری کا بڑا سبب

کی تدبیریں سوچنے لگے۔ یہاں پہلے ہی سے گویا بھڑک اُٹھنے والی چیزوں کا انبار لگا ہوا تھا جسمیں صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی جو اسطرح مہیّا ہوگئی اور تمام مغربی بحیرۂ روم یک بیک آتش غارتگری سے بھڑک اُٹھا۔

اہل یورپ کی اسوقت فی الجملہ کیا حالت تھی؟ وہ اپنے حریف ہمسایوں کو ایسے خطرناک پیشہ کی تعلیم دیکر سخت پچتاتے تھے۔ اسپین زبان حال سے اپنی گورنمنٹ کی وحشیانہ پالیسی کو نفرین وملامت کرتا تھا۔ کوہستان الپکزرا[1]۔ ڈن جان آو اسٹریا کی سفاکانہ حکمت عملی کو الزام دیتا تھا مگر "خود کردہ را درمان چیست"۔ اہل بربر تین سو برس کامل تمام تجارت پیشہ اقوام یورپ کی قسمتوں کے گویا مالک رہے۔ جس دولتمند قوم کو چاہتے ایک گوشۂ چشم میں دیوالیہ بنا دیتے تھے۔ اُسوقت سے جبکہ عروج اور خیرالدین باربروسہ نے چارلس پنجم شاہ اسپین کی تمام بحری اور بری طاقت کے دھوئیں اُڑائے اور اُنیسویں صدی کے آغاز تک جبکہ یورپ کی مشہور جنگ آزما قوموں نے ہتھیار سامنے ڈالدیے۔ بربری قزاق (باربری کورسیر) تمام مغربی بحیرۂ روم اور اُسکے تنگ وتاریک حصوں کے مالک الملک لاشریک لہ رہے تمام آیندو روندگان سے جو چاہتے بطور خونبہائے امن مانگ لیتے تھے۔ اور اگر اُنیسویں صدی کے شروع میں بھی دول یورپ اپنی بحری قوتوں کی طرف توجہ نہ کرتیں تو بحیرۂ روم آجتک

اسوقت یورپ کی کیا حالت تھی

---

[1] دیکھو اُندلس باب ۱۴۔ ڈن جان آو اسٹریا نے قریباً تیس ہزار اُندلسیوں کو الپکزرا سے جلا وطن کیا۔

اِس خس وخاشاک سے صاف نہوتا۔ اِس تین سو برس کے عرصہ میں اہل
بربر نے یورپ کی کسی قوم کو قشقۂ اطاعت لگائے بدون نہیں چھوڑا۔ کیا اہل
وینس وجنیوا یا پیسا اور کیا اہل فرانس۔ انگلینڈ۔ سویڈن۔ ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ یا
اہل امریکہ سب کے لئے بحیرۂ روم سے صحیح وسلامت گذرنے کی ایک ہی شرط تھی۔
یہ کہ ایک رقم کثیر بطور خراج سالانہ ادا کریں اور پیش بہا تحائف میعاد معینہ پر
نذر دیں۔ چنانچہ ہر قوم یہ شرط طوعًا تو نہیں مگر کرہًا پورا کرتی تھی اور نہ کیسے کرتی جبکہ
الجزائر کے شاہی بندرگاہوں میں ہزاروں یورپین غلاموں کا دم واپسین تک ٹوکریاں
اُٹھانا یا بربری کشتیوں پر پابزنجیر بلّیاں چلانا ایک مآل اندیش دانشمند کے لئے کافی
تنبیہ تھی۔

فرانس باوجود کافی اقتدار کے خاموش تھا کیونکہ بربری قزاقوں کا سواحل
اسپین کو تاخت وتاراج کرنا اُسکی قومی اور ملکی پالیسی کے عین موافق تھا۔ ہالینڈ کو
ہمیشہ یہی فکر رہتی تھی کہ جسطرح ہوسکے اُسکی حریف ومتقابل قومیں تکلیف ومضرت
اُٹھائیں اسلئے وہ بھی ہمیشہ اس عذر پر ساکت رہتا تھا کہ اُسکی تجارتی عظمت الجزائر دول یورپ کا نفاق
کی دوستی پر منحصر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب تک جمیع اقوام یورپ نے باہمی نفاق اور
خانہ جنگی کو چھوڑ کر یکجہتی اختیار نہ کی اُسوقت تک اُنکو یہی ذلّتیں سہنا پڑیں چنانچہ
فرانس کے جہاں آشوب انقلاب کے ختم پر جب اس انقلاب کا ریگولیٹر مقید ہوگیا اور
بوناپارٹ
براعظم کو تحریک سے تسکین ہوئی تو دول یورپ نے بمقام ایکسلاچیپل ایک کانگرس منعقد

کی تب کہیں جا کے مسیحی دنیا کو "عذاب الیم" سے نجات ملی۔

مقدمہ ختم کرنے سے پیشتر یہ بیان کرنا اور باقی ہے کہ اندلسیوں نے اہل بربر کی مدد سے اور غارتگری کے پیرایہ میں خاص اسپین سے کیا سلوک کیا لین پول نے جس ولولہ انگیز اور پُر اثر زبان میں یہ حالات قلمبند کئے ہیں مناسب ہے کہ بجنسہ اُسی کا ترجمہ پیش کیا جائے۔

"دنیا میں معلومات کے تین ہی طریقے ہیں۔ منقول۔ معقول۔ اور مشاہدہ تینوں سے ثابت ہے کہ ابتدائی زمانہ کے انسان کے خصائل درندوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ وہ اپنی وجہ معاش حیوانات کو شکار کر کے پیدا کرتا تھا یا فریب (پالیسی) سے پکڑ کے۔ اِس زمانہ کا مہذّب انسان بھی اِس سے خالی نہیں مگر اُسنے مار ڈالنے کے وحشیانہ طریقہ کو ایک پیشہ ور جماعت کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور اگر وہ خود اِس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اُسکو "تہذیب و تکلف" کے رنگ میں رنگ کر "شکار" یا "ورزش" جسمانی کے نام سے موسوم کرلیتا ہے حالانکہ شکار بھی ایک طرح کی قسی القلبی ہے مگر چونکہ اُسمیں ذرا "تہذیب" کی شاخ لگ گئی ہے اور بوجہ شوق۔ تذبذب۔ امید و بیم۔ اور خطرۂ جان کے ایک قسم کی تحریک اور جوش پیدا کرتا ہے اسلئے مقبول عام سمجھا جاتا ہے۔ تاہم یہ مہذب انسان اُس نامہذّب انسان سے وحشت میں ایک قدم آگے ہے۔ وہ غیر جنس (کم درجہ کے حیوانات) کو مار کر خوراک پیدا کرتا تھا اور یہ اپنے ہی ابنائے جنس پر ہاتھ صاف کرتا ہے

گوکسیقدر تہذیب و شائستگی کی ٹٹی کی آڑ میں چنانچہ مہذب اور شائستہ قوموں میں چالاک عیار اور زبردست ہمیشہ بیوقوف اور سادہ لوح زیردستوں کو شکار کیا کرتے ہیں۔ اگر صریح مثال دیکھنا ہو تو قمارخانوں کی سیر کیجئے۔ یہاں ضعیف الرائے اور قمار کے دلدادہ ہمیشہ مکار حریفوں کے خنجر تلے تڑپا کرتے ہیں۔ ہر طبقہ میں انکا ایک نام جدا ہے۔ اعلےٰ طبقہ میں پوچھئے تو فائنشیر (افسران مال) کہلاتے ہیں ادنےٰ طبقہ میں چور۔ اُچکا۔ گٹھ کترا۔ پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوٹ مار کی عادت انسان میں قدیم الایام سے پائی جاتی ہے اور کسی خاص میں نہیں بلکہ عموماً ہر شخص میں۔ اِس خیال کی بناء پر شاید ہمارے ناظرین قزاقی کو ایک مہذب مشغلہ سمجھکر قزاق کے جوش مسرت کا اندازہ کرنے کے شائق ہوں گو ہم خوب جانتے ہیں کہ ایسے فعل مذموم کی رغبت سے اُنکے دل فی نفسہ پاک ہیں۔ ہم اُنکو اندازہ کرائے دیتے ہیں۔ بہت سے تارک الدنیا اور زاہدانِ خشک ایسے ہیں کہ اگر اُنسے سوال کیجئے کہ ہر شخص چور اُچکا کیوں نہیں ہوتا؟ تو وہ یہی جواب دینگے "اسلئے کہ ہم میں سے ہر شخص میں اس درجہ کی چالاکی اور عیاری نہیں ہوتی"۔ چور لٹیرا بننے کے لئے فرومایگی اور خبث باطنی کی ضرورت تو ہے ہی۔ لیکن ایک ایسی قوی تحریک کی ضرورت بھی ہے جس سے متاثر ہوکر انسان خواہ نخواہ حصول معاش کے جائز اور سلامت روی کے طریقوں کو چھوڑ دیتا ہے اور سراپا مخدوش طریقے اختیار کرلیتا ہے۔ نفس الامر یہی ہے کہ امید و بیم۔ تذبذب و اندیشہ اور ذاتی چالاکی و عیاری کا علم وغیرہ ہی اُس قوی تحریک کے

اجزا ہیں جو کسی منچلے کو چور۔ اُچکا۔ لُٹیرا۔ یا قزاق بننے پر آمادہ کر دیتے ہیں یا کسی بیکار کو اُن بُرے کاموں کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں جو بطور غلط العوام "مہذب مشاغل" کہلاتے ہیں۔

ہمارے مور قزاق (اہل اُندلس) اِن سب باتوں میں طاق تھے۔ مزید براں نہایت شجاع۔ دلیر۔ اور نبرد آزما تھے۔ وہ قبل ازیں اہل اسپین سے بارہا زور آزمائیاں کر کے اپنی جرأت و شجاعت کے متواتر ثبوت دے چکے تھے۔ بڑے بڑے خطرناک بحری سفر کر کے سمندر کے سرد و گرم اور سواحل اُندلس کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ اُنھوں نے اکثر آس پاس کے شہروں پر بلکہ شاید سارڈینیا اور پروونس پر کامیاب ترکتازیاں کی تھیں۔ لیکن اسوقت وہ ایک ایسے کارِ خیر کی طرف متوجہ ہوتے تھے جو تمام گذشتہ کاموں سے بالاتر اور زیادہ دلچسپ تھا۔ وہ کیا؟ اُن ظالموں سے انتقام لینا جنھوں نے اُنکو اوجِ عزت سے خاک مذلت پر گرایا تھا۔ اُنکو خانماں برباد۔ مفلس۔ بے حرمت۔ اور آخر کار جلاوطن کر کے دنیا کے وسیع میدان میں بیکس و بے پناہ چھوڑ دیا تھا۔ وہ ناخدا ترس اور قسی القلب جنھوں نے اُنکے اعزا و اقارب کو اور لختِ جگر و قرۃ العین کو اُنکی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا تھا۔ اور اُنکے مذہب کی توہین کی تھی۔ کیا ایسے جفا کاروں سے انتقام لینا کارِ خیر نہ تھا؟ بے شک تھا۔ لیکن کیونکر؟ الجزائر کی بندرگاہ میں بے شمار چھوٹی چھوٹی اور ہلکی ہلکی کشتیاں سطح آب پر لنگر انداز ہیں جنکو برکن ٹین کہتے ہیں۔ آؤ۔ انمیں سے چند کشتیاں کنارہ پر

جلاوطن اندلسیوں کا انتقام

کھے لائیں۔ اور اُنکو مشاق اور مسلّح ملاحوں سے آراستہ کرکے سواحل اسپین کی
طرف چلیں۔ آہ! زخمی دلوں کو انتقام سے زیادہ اور کس چیز میں لذت حاصل ہوسکتی
ہے۔ اِس چھوٹے سے جہاز میں جسکو فرقطہ بھی کہتے ہیں کُل بیس آدمی سوار ہوسکتے
ہیں۔ اِس ترتیب سے کہ دس اِسطرف کھڑے ہوتے ہیں اور دس اُس طرف پشت
بہ پشت۔ یہ سب سپہ گری اور ملّاحی دونوں کام دے سکتے ہیں لیکن اگر خشکی سے کچھ
دور نکلکر ہوا موافق ہوئی تو کھینے کی بھی کچھ ضرورت نہوگی۔ اُس تنگ قطعۂ آب میں پہنچکر
جو ساحل بربر اور جزائر بیلیرک کے درمیان واقع ہے اِس ایک مسطول کے جہاز
کا مثلث نما بادبان ہر طرف پھیل جائیگا۔ یہاں شکار کی تاک میں خاصی طرح چھپ
سکتے ہیں۔ شاید کوئی گیلون یا پولکا اِسطرف آنکلے۔ چنانچہ اِس مختصر سے بیڑے کا
ایک حصّہ تو کسی چاک ساحل کے اندر نظر سے پوشیدہ رکھے لیجاتے ہیں اور
باقی اِدھر اُدھر چٹانوں کی آڑ میں منتشر کردیتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شکار اپنی
پیشانی سے بے خبر۔ رفتہ رفتہ زد پر پہنچتا ہے تو ایک عجیب طلسمی سین پیش نظر ہوتا
ہے۔ یعنے دفعتًا ہر کشتی سے بلّیاں پانی میں پھنکتی دکھلائی دیتی ہیں اور کشتیاں
کمینگاہوں سے نکلکر شکار کا رُخ کرتی ہیں اور ایک طرفۃ العین میں ہر طرف سے سمٹکر
بآن واحد اُسپر حملہ کرتی ہیں۔ حیرت زدہ اہل جہاز اول تو خفیف سا مقابلہ کرتے ہیں
جہاز کے بالائی حصّہ پر۔ کپتان کی چھتری کے نیچے حملہ آورین سے دست وگریبان
ہوتے ہیں مگر بالآخر ایک حرکت کا لمذبوح کے بعد زیر ہوجاتے ہیں۔ اور بس خاتمہ

ہر طرف سکوت ہے۔ اہلِ جہاز پابزنجیر زیر حراست ہیں۔ اور بربری قافلہ کامیابی کے ساتھ الجزائر کا رُخ کرتا ہے اور خوشی کے نعروں میں کنارہ پر اُترتا ہے۔

کبھی کوئی قافلہ خاص اندلس کا تہیۂ سفر کرکے الجزائر سے نکلتا ہے جبکی قریب پہنچکر وہ فرقطون کو سنگلاخ ساحل کے کسی جوف میں یا ریت ہی میں چھپا دیتے ہیں اور خود چپکے چپکے کسی آس پاس کے گانوں میں پہنچتے ہیں۔ وہ گانوں جبکی چپہ چپہ زمین سے اُنکو کماحقہٗ واقفیت ہے اور جسکے ہاتھ سے نکل جانے کا رنج اُنکے دل سے کبھی نہ جائیگا۔ دیہات میں اُنکے اعزا و اقارب ابھی تک بود و باش رکھتے ہیں اسلئے امید ہے کہ وہ اِنکو ہر طرح کی مدد دینگے اور عند الضرورت اِدھر اُدھر چھپا دینے سے دریغ نہ کرینگے۔ دن بھر یہ لوگ یہاں چھپے رہتے ہیں اور رات کو جب شبخون کے لئے نکلتے ہیں تو عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ آدھی رات کا وقت ہے۔ پاس کے ایک گانوں کے باشندے چند وحشیانہ ہاتھوں کی سخت گرفت سے یک بیک سوتے سوتے چونک پڑتے ہیں مگر پھر جلدی ہی کسی کی خون آشام تلواروں کی نوکوں سے دم بخود رہجاتے ہیں۔ اُنکے اہل و عیال حملہ آورین کے دوش بدوش اور دست بدست ساحل کی طرف چلنا شروع ہوتے ہیں تمام اثاث البیت جلوس میں پیچھے پیچھے ہوتا ہے۔ اِس تزک و احتشام سے قافلہ فرقطون میں سوار ہوکر واپس الجزائر ہوتا ہے۔ کبھی غنائم اور مسیحی بندیوں کے علاوہ یہ لوگ اپنے برادران

اسپین پر غائرانہ حملے

اسلام کو بھی اہل اسپین کے پنجۂ ظلم سے چھڑا لاتے ہیں۔

اہل اسپین سے اسقدر بیدردی کے ساتھ انتقام لینے میں جلاوطن مسلمانان اندلس کا لطف زندگی گویا دوبالا ہوتا تھا۔ لیکن باوجود اس کمال چابکدستی سے اہل اسپین کے نشیب و فراز سے کماحقہٗ واقفیت اور اعزا و اقارب کی اس امداد کے اکثر جان جوکھوں بھی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کسی شکار پیش پا افتادہ کی توقع پر گھر سے نکلتے تھے اور راستہ میں خود شکار ہو جاتے تھے۔ تب تو انکو آپ کشت اور مات لینا پڑتی تھی اور تہنیت کامیابی برعکس مدمقابل کی خدمت میں پیش کرنا پڑتی تھی۔ جب یہ ہوتا تو انکی بُری گت بنتی۔ غلام حلقہ بگوش بنکر کسی جنیوا یا وینس جہاز پر برسوں سے بلکہ شاید ہمیشہ سے پابزنجیر بیٹھے ہیں یا بلی ہاتھ میں لئے مجبوراً کسی اسلامی جہاز کا تعاقب کر رہے ہیں۔ اپنے دائیں بائیں کسی ہم پیشہ کی پشت پر ظالم جلاد کے چابک کی بدھیاں دیکھتے ہیں اور بقول شخصے کہ "ترکی پٹے اور عراقی کانپے" دم بخود ہیں۔

چونکہ یہ لوگ جوش انتقام سے مبہوت تھے اسلئے اس قسم کے مصائب و آلام انکے لطف زیست میں گویا ملاحت تھی۔ کبھی کبھی وہ اس امید موہوم پر عمر بھر گذار دیتے تھے کہ عنقریب کوئی عزیز و قریب خونبہا دیکر چھوڑا لیگا یا کوئی اسلامی کشتی کفار پر حملہ کریگی اور وہ دارو گیر کی ذیل میں آجائینگے۔ تاہم اس قسم کے واقعات کلیتاً نہیں بلکہ اتفاقیہ پیش آتے کیونکہ بربری قزاق عموماً کامیاب اور فتحمند رہتے تھے۔

اُنھوں نے اِس ناجائز طریقہ سے اِسقدر جاہ وحشمت پیدا کی اور جنگی مقامات و قلعجات واقع ساحل کو یہاں تک پُر رونق اور مستحکم کیا کہ کچھ عرصہ بعد جب اُنکی متواتر کامیاب ترکتازیوں سے اُکتا کر اہل اسپین نے کروٹ لی تو مرض لاعلاج ہو چکا تھا اسوقت سے لیکر بیس برس تک غارتگران بربر مغربی بحیرۂ روم پر قابض رہے اُدھر اسپین کے آہن پوش جنگی جہاز اپنے بندرگاہوں کو زیب وزینت دیا کئے شاید وہ اِس دشمن کو حقیر و بیچارہ سمجھتے تھے - آخر کار کارڈینل زمینس نے ایک جنگی بیڑا بسرداری ڈن پیڈرو اُنکی گوشمالی کے لئے بھیجا - اسنے بربر پہنچکر اول اوران اور بوجیہ کو فتح کیا اور پھر خاص الجزائر کا محاصرہ کر لیا جو اُسوقت کچھ ایسا زیادہ مستحکم نہ تھا محصورین نے تنگ ہو کر صلح کی درخواست کی اور ایک طول طویل ردّ وقدح کے بعد بالآخر یہ قرار پایا کہ اہل الجزائر آیندہ کے لئے ترکتازیوں سے قطعاً دستکش ہوں اور اِس اقرار کو مستحکم کرنے کی غرض سے ڈن پیڈرو بندرگاہ الجزائر میں ایک جنگی قلعہ تعمیر کرے اور اہل الجزائر کی نگرانی اور اُنکی ترکتاز کشتیوں کی مزاحمت کے لئے اُہیں ایک چھاونی قائم رہے - لیکن اسپین کے فہمند جنرل نے یہ نہ سمجھا کہ ساحل بربر پر صرف الجزائر ہی ایسی بندرگاہ نہ تھی جو طوفان نوح کے تنور کی طرح بحری غارتگری کا مبداء تھی - اکثر سنگلاخ قطعات مثل بینی کوہ سمندر میں جا بجا نکلے ہوئے تھے - پس ممکن تھا کہ ایک طرف سے مسدود ہو کر یہ مفسد مادّہ اُور متعدد اطراف سے خروج کریگا - علاوہ ازیں اب اہل بربر کو گویا شکار کا چسکا پڑ گیا تھا وہ اِس سے بطیب خاطر کیوں دستکش ہوتے

بربری قزاقوں کا استحکام قوت اور اہل اسپین کا حملہ

اور اگر ہوتے تو کیا بھوکوں مرتے؟ محنت مشقت سے قوت حاصل کرنا تو انکو پسند نہ تھا۔ پس بجز اسکے کیا چارہ تھا کہ جنٹلمین آو دی روڈ (قطاع الطریق) کی طرح قوت کا استحصال بالجبر کریں۔ چنانچہ مصلحت وقت سے مجبور ہو کر انھوں نے کچھ عرصہ مذکورۂ بالا عہد نامہ کی پابندی کی مگر جب فرڈیننڈ کے انتقال پر میدان خالی پایا تو نہ قلعہ اور چھاونی کی پرواہ کی۔ نہ کیتھلک گورنمنٹ کے غیظ و غضب سے ڈرے۔ تمام عہد و پیمان بالائے طاق رکھکر اپنا پرانا مصدر تاخت و تاراج گردانئے لگے اور پشت و پناہ کے لئے اِدھر اُدھر جستجو کرنے لگے"۔

ایسی مرصع اور ولولہ انگیز زبان میں ہمارے منصف مزاج مورخ نے یہ حالات قلمبند کئے ہیں۔ اُنکے چلتے ہوئے فقرے۔ چُبھتے ہوئے جُملے۔ اور ذوالوجہین الفاظ پر ناظرین خود غور کریں اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ روئے سخن بربر کی طرف ہے یا اسپین کی طرف۔ اگر یہ درست ہے کہ زبان انسان کو دلی خیالات چھپانے کے لئے دیگئی ہے نہ کہ چھپے ہوئے خیالات ظاہر کرنے کے لئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی زبان اِس مقصد کے لئے بدرجۂ اولیٰ موزون ہے +

لہ۔ دیکھو لین پول صفحہ ۸ تا ۱۳۔

پہلا باب

خاندان باربروسہ

کسی شورش یا انقلاب عظیم کے صرف اسباب ہی اُسکی ابتداء یا تکمیل نہیں کرسکتے بلکہ ایک ایسے صریح ریگیولیٹر (قوت ضابطہ) کی ضرورت بھی ہے جو اُن اسباب کو متحرک کرے اور اپنی طبعی قوت سے اُنکو نتیجہ کی طرف کشاں کشاں اِسطرح لیجائے جسطرح کوئی شہ زور انجن ایک پوری ٹرین کو منزل مقصود پر کھینچ لے جاتا ہے اگر صرف اسباب بدون اس ریگیولیٹر کے اپنی حالت پر چھوڑ دیے جائیں تو انقلاب نہ پیدا کر سکینگے کیونکہ اس عالم اسباب میں ایک امر ایک ہی معلول کی علت نہیں ہوسکتا بلکہ متعدد معلول کی علت ہوسکتا ہے پس اگر چند مختلف اور غیر معین علل سے ایک خاص اور معین معلول پیدا کرنا چاہیں تو ایک مرتب اور منتظم ہاتھ کی ضرورت ہوگی یہ مسئلہ نہ صرف اصول انقلاب بلکہ اصول نظام عالم کی جان ہے۔ دیکھئے فرانس کے انقلاب عظیم کے اسباب ایک مدت تک آہستہ آہستہ اندر ہی اندر سلگا کئے لیکن شعلہ زن اُسوقت تک نہ ہوسکے جبتک فرانس کے پولیٹیکل اسٹیج پر نپولین نمودار نہوا۔ اسیطرح ملک بربر میں اسباب غارتگری اگرچہ قریبًا سو برس سے موجود تھے اور یومًا فیومًا ترقی کرتے جاتے تھے مگر برانگیختگی اُسیوقت ہوئی جبکہ ملک میں ایک اُولوالعزم و دلیر خاندان سربلند ہوا۔ یعنے خاندان باربروسہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹوں کو بڑائی دینا قدرت کو بہت ہی پسند ہے شاید اسلئے کہ معمولی اسباب سے غیر معمولی نتیجہ نکلتا دیکھکر ظاہر بیں انسان کو حیرت و استعجاب ہو۔ ہزاروں خوش رنگ پھول اُجاڑ میدانوں میں کھلتے ہیں اور مرجھا جاتے ہیں۔ ہزاروں گوہر شب چراغ پانی کے تنگ و تاریک اور عمیق حصوں میں بے قرینہ بکھرے پڑے ہیں اور کسی کو اُنکی خبر نہیں اسیطرح وہ اولوالعزم اور نامور اشخاص جو دنیا میں انقلاب پیدا کردیا کرتے ہیں اور اپنے شمشیر و قلم کو مسجود خلائق بنا دیتے ہیں ہمیشہ ایسے کان کے لعل ہوتے ہیں جسپر آخر تک کبھی کسی کی نظر توجہ نہیں پڑتی۔ وہ نپولین جسنے سینٹ پیٹرسبرگ سے لیکر میڈرڈ تک تمام دول یورپ کے دھوئیں اُڑا دیے تھے اور جسکی اُلوالعزمی اور نامورانہ شجاعت پر مغربی دنیا کو ہمیشہ رشک کے ساتھ ناز رہیگا۔ جزیرہ کورسیکا کے ایک چھوٹے سے گانوں کا رہنے والا تھا جسکو ۱۷۶۹ء سے پیشتر کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ اسیطرح خاندان باربروسہ بھی جزیرۂ لزبس[۵] (مٹی لین) کا رہنے والا تھا جو مجمع الجزائر یونان میں سب سے چھوٹا جزیرہ ہے۔ اس جزیرہ کو سلطان محمد ثانی نے اول ہی اول ۱۴۶۲ء میں فتح کیا اور اپنے ایک معتبر فوجی افسر کو جسکا نام یعقوب تھا انتظام کے لئے چھوڑ کر خود دارالخلافہ کو مراجعت کی۔ ترکی مورخ یعقوب کو مسلمان لکھتے ہیں اور مسیحی مورخ خصوصاً اہل اسپین اُسکو

باربروسہ کا عروج

---

۵ لزبس یا لیوبیا۔

اپنا ہم مذہب وہموطن بتاتے ہیں اور اگرچہ اُسکی زندگی کے واقعات میں فی نفسہ ہم کوئی ایسی ندرت نہیں دیکھتے کہ خواہی نخواہی فریق اول الذکر ہی کی تائید کریں لیکن اسمیں شک نہیں کہ اسپین کے مورخ بہ نسبت وقائع نگار ہونے کے مدح سرائی کی قابلیت زیادہ رکھتے ہیں اور اپنی تاریخوں کو رطب ویابس سے مملو کرکے رزمی فسانہ بنا دیتے ہیں۔ غرضکہ یعقوب نے کچھ عرصہ جزیرۂ لزبس کا نظم ونسق کرکے انتقال کیا اور چار فرزند چھوڑے۔ اسحٰق۔ الیاس۔ عروج جسکو اہل یورپ اروش کہتے ہیں اور خضر جو بعد کو کپتان پاشا خیرالدین مشہور ہوا۔ انمیں اسحٰق لزبس کے نہایت جلیل القدر اور دولتمند تاجروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ عروج اور خیرالدین ابتدائی عمر سے جرأت ودلیری کے کاموں کی طرف زیادہ مائل تھے۔ اسلئے اُنھوں نے بعیت الیاس بحری مشاغل پسند کئے۔ لیکن الیاس کو ان مشاغل سے زیادہ عرصہ تک متمتع ہونا نصیب نہوا بلکہ جلدی ہی روڈس کے قریب ایک جنگ میں مارا گیا۔

خاندان باربروسہ کے مہر

مورخین اس بارہ میں مختلف الرائے ہیں کہ خاندان باربروسہ سلانت روی کی زندگی چھوڑکر قزاقی کی طرف کیوں مائل ہوا لیکن ہم مقدمہ میں تاریخانہ شہادتوں سے ثابت کرچکے ہیں کہ اُسوقت تمام جنوبی یورپ میں عموماً اور حوالی یونان میں خصوصاً غارتگری ایک جائز پیشہ خیال کیا جاتا تھا۔ نیز جزیرۂ لزبس اور ریاستہائے ارگون اور قشتونیا کے مابین اسوقت تجارت کا بازار گرم تھا اور جزیرۂ مذکور کی تمام بندرگاہیں تجارتی جہازوں سے ہروقت معمور رہتی تھیں۔ بلاشبہ یہی وجوہ میسلان تھے

عروج اور خیرالدین کی ابتدائی عمر کے حالات وقائع نگاروں نے بڑے ذوق شوق سے قلمبند کئے ہیں جنکا نتیجہ عموماً یہی ہے کہ یہ دونوں بھائی شروع ہی سے دلیر و جانباز تھے آخر کار عروج اسحٰق کی دولت اور اپنی قوت کے سہارے ترقی کر کے بہت جلد ایک مختصر سے بیڑے کا مالک بنگیا۔ مگر چونکہ مجمع الجزائر یونان اُسکی بحری کتازیوں کے لئے کافی نہ تھا۔ نیز سلاطین قسطنطنیہ کی روز افزوں ترقی اس تنگ تر قطعۂ آب میں اُسکے حوصلوں کی اکثر مزاحم ہوتی تھی اسلئے اُسکو ایک وسیع تر جولانگاہ کی جستجو ہوئی حُسن اتفاق سے اِسوقت اسپین میں سلسلۂ جلاوطنی نہایت تیزی سے جاری تھا سیکنوں ہزاروں خانمان برباد مسلمانوں کے جہاز سواحل بربر پر خالی کئے جا رہے تھے۔ یہ لوگ جوشِ انتقام سے سخت مبہوت تھے۔ اکثر نے چارۂ کار بھی شروع کر دیا تھا یعنے نئی اور پرانی دنیا کی دولت سے لبریز جہازات جو آبنائے جبرالٹر یا آبنائے مالٹا سے عبور کر کے سواحل بربر کے قریب سے گذرتے تھے اکثر اِس انتقام کا شکار ہوتے تھے۔ اِس قسم کی غیر متوقع کامیوں کی خبریں ایسی نامبارک نہ تھیں کہ بحیرۂ شام تک محدود رہتیں اور نہ یہ قومی انتقام ایسا کارِ خیر تھا کہ عروج مجمع الجزائر یونان ہی میں عزلت نشین رہتا۔ چنانچہ سب سے اول ۱۵۰۴ء میں ہم اُسکو ایک مختصر سے بیڑے کے ساتھ ساحل بربر کے قریب کسی محفوظ و مستحکم بندرگاہ کی تلاش میں منڈلاتا پاتے ہیں۔ یہاں اُسکے لئے ٹیونس گویا ایک قدرتی دامن شفقت تھا کیونکہ اِسوقت اُسکو کچھ ایسی بہت بڑی جنگی اور مستحکم بندرگاہ کی ضرورت نہ تھی۔ گولیٹا

عروج کا عروج

(حلق الوید) کا چھوٹا سا قلعہ اُسکی مختصر جمعیت اور سامان کے لئے سردست کافی تھا قلعہ کے پاس چند اور عمارتیں بطور گدام موجود تھیں جہاں یورپ بھر کی تجارتوں میں محصول آمد و رفت ادا کرسکتی تھیں۔ گویا یہ بھی حسب دلخواہ تھا۔ قطع نظر اسکے حلق الوید کی قدرتی وضع قطع مصنوعی سامان حفاظت کی چنداں محتاج بھی نہ تھی اور اِن سب سے بڑھکر ٹیونس میں یہ وصف تھا کہ جلاوطن اُندلسیوں کے جہازات بیشتر انہی اطراف میں بارگراں سے خالی کئے جاتے تھے جنکے ساتھ ہر طرح کا سلوک کرنا عروج کا نصب العین تھا۔ الغرض کچھ خفیف تذبذب اور تامل کے بعد عروج نے معہ خیر الدین اور الیاس حلق الوید میں داخل ہوکر لنگر ڈالدیا اور اُتر پڑا۔

ٹیونس کی پولیٹکل حالت

ٹیونس میں اِسوقت بنوالحفص حکمراں تھے جو ۱۲۲۸ء میں موحّدین کے بعد ملک پر قابض ہوگئے تھے۔ جیساکہ بیان کیا گیا ہے حکومت اسلام دراصل فاطمیین کے ساتھ بہت عرصہ سے مصر میں منتقل ہوچکی تھی۔ ملک بربر کا مرکز حکومت (القاہرہ) سے دور دراز فاصلہ پر واقع ہونا جسطرح حکومت کے لئے مضر ہوا اُسیطرح اہل ملک کی تہذیب و شائستگی کے لئے بھی مضر ہوا۔ قاعدہ ہے کہ سرچشمۂ حکومت ہمیشہ سرچشمۂ تہذیب ہوتا ہے اور جب بوجہ بُعد مسافت یا عدم موجودگی ذرائع رسل و رسائل حکومت کا اثر نہیں رہتا تو تہذیب کا اثر بھی نہیں رہتا۔ ٹیونس کی اِسوقت یہی حالت تھی۔ اب اُن میں وہ فضائل نسبتاً بہت کم باقی تھے جو اسلامی حکومت کے لازمی نتائج ہیں۔ اور جنکی سراپا صداقتیں اور نظیریں ہمکو اس کثرت کے ساتھ تاریخ

تاریخ اُندلس میں ملتی ہیں بلکہ شاید یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ جوش انتقام اور ہمدردی نے اُنکو اور بھی ازخود رفتہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب کپتان عروج اظہار مقصد کے لئے محمد سلطان ٹیونس سے باریاب ملازمت ہوا تو اُسکو ناموافق نہیں پایا مسئلۂ محاصل کچھ خفیف سی بحث کے بعد جلد ہی طے ہوگیا اور یہ قرار پایا کہ سلطان صوبۂ ٹیونس کی تمام بندرگاہیں عروج کی آزادانہ آمد و رفت کے لئے کھول دے اور اُسکی حفاظت کرنے کا ذمہ دار ہو۔ اُدھر عروج تمام غنائم کا ایک مقررہ حصہ (شاید پانچواں) شاہی بیت المال میں داخل کر دیا کرے۔ سلطان کو اپنے معاہد کی جرأت و دلیری دیکھنے کے لئے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا کیونکہ تحریر عہد نامہ کے ساتھ ہی کپتان عروج نے اپنے بحری مشاغل شروع کر دیے۔ اور اول بسم اللہ کعبۂ نصرانیت (روم) سے کی جسکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے۔

سلطان ٹیونس سے معاہدہ

عروج کا پہلا غارتگرانہ حملہ

ایک روز وہ جزیرۂ البا کے قریب گھات میں لگا تھا کہ دو عظیم الشان جہاز دور سے آتے دکھائی دیے جو مغربی دنیا کے شہنشاہ اسقف اعظم (پوپ) جولیس ثانی کے ظل عاطفت میں جنیوا سے سیوطہ کو جاتے تھے۔ اس سے پیشتر مختلف اقوام یورپ یا بربر کے قزاقوں سے اکثر اُنکی دوچار ہوئی تھی جنکے مقابلہ کے لئے وہ اسوقت بھی ہر طرح پر تیار رہتے تھے لیکن اُنکو اس تازہ تر مصیبت کی کیا خبر تھی کہ ٹیونس میں ابھی ایک ایسا عہد نامہ لکھا گیا ہے جس سے گورنمنٹ اسپین کی ظالمانہ پالیسی کے قتیل خانماں برباد اُندلسیوں کی آہستہ آہستہ سلگتی ہوئی آتش انتقام دفعتاً شعلہ زن

ہوگئی ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ وہ جلا وطنوں کے جوشِ انتقام کا اندازہ بھی کر سکتے تھے۔ اگر کر سکتے تو ضرور کچھ زیادہ کرّ و فر سے مغربی بحیرۂ روم کا قصد کرتے۔ غرضکہ اہلِ جہاز بیش بہا تحائف مقدسہ کے بنڈل امانت میں لئے تقدس مآب اسقفِ اعظم کے روحانی تصرف پر بھولے ہوئے پورے اطمینان سے آہستہ آہستہ چلے آتے تھے جو کپتان عروج نے تقریباً دس فرسنگ کے فاصلہ سے اِس شکار کو دیکھا لیکن ایک چھوٹا سا جہاز بلکہ کشتی جسکو صرف اٹھارہ انیس حلقہ بگوش ملاح بھدّی ٹلیوں سے کھیتے تھے کیا تاب مجال رکھتا تھا کہ اپنے سے دوگنے چوگنے جہاز کے منہ آئے اور پھر جہاز بھی شہنشاہ یورپ کا وہ جہاز جسکے ادنےٰ نقص رفع کرنے پر قیصرانِ روم ہفت اقلیم نثار کرنے کو تیار ہو جاتے تھے ؎

محملِ شوق کجا کعبۂ امید کجا　　شبنمِ تشنہ کجا چشمۂ خورشید کجا

عروج کے رفیق اِس ناموزون تقابل سے ناواقف نہ تھے اُنھوں نے کپتان کو ہر چند سمجھایا کہ دیدہ و دانستہ موت کے مُنھ میں نہ جائیے اور یہاں سے پلٹ کر کسی مدِ مقابل کو تلاش کیجئے مگر عروج نے اِن معقول حجتوں کا جواب دیا تو یہ کہ تمام ٹلیاں خلاصیوں سے چھین کر پانی میں پھینک دیں تاکہ رہی سہی امید خلاصی بھی منقطع ہو جائے اور کشتی کو ایک چٹان کی آڑ میں لیکر شکار کا انتظار کرنے لگا۔ جب ہراول جہاز اِس آفتِ ناگہانی سے بیخبر سطحِ آب پر بیل مست کی طرح جھومتا ہوا قریب آیا تو ناخدا نے یکایک دور سے عمامہ دار سروں کا ہجوم دیکھکر الارم دیا کیونکہ ساحل اٹلی کے قریب اور خاص

کعبۂ نصرانیت کے حوالی میں یہ ایک ایسا نظارہ تھا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتا تھا
الارم دینا تھا کہ اہل جہاز سراسیمہ ہوکر ہتھیاروں کی طرف لپکے اور اسکے ساتھ ہی کپتان
عروج کی کشتی کمینگاہ سے نکلکر طرفۃ العین میں جہاز کے گلوگیر ہوگئی۔ اس طلسمی کھیل سے
اہل جہاز اور حواس باختہ اور پریشان ہوئے مگر اُس طرف سے بندوقوں کی ایک
باڑھ نے معاملہ جلد یکسو کردیا۔ بیچارے اہل جنیوا نے عالم بیخودی سے بیدار ہوکر
دیکھا تو یہ کہ حریف جہاز کے زیر و بالا پس و پیش ہر کنگرہ پر قابو یافتہ ہیں اور جہاز
کے خلاصیوں سے لیکر ناخدا تک پابزنجیر تہ خنجر ہیں۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ سقف
اعظم شہنشاہ یورپ کے جہاز کو ایک ادنے کشتی سے کشت اور مات ہوئی۔ لیکن کاسہ
لبریز نہ ہوا تھا ابھی اُسمیں ایک قطرہ کی اور گنجایش تھی۔ فتحمند کپتان نے ہراول جہاز قابو
میں کرتے ہی حکم دیا کہ خبردار عقب بھی نہ جانے پائے اور اگرچہ افسران جہاز نے اُسکو
باز رکھنے کے لئے اپنی سی بہت کی مگر یہ عروج کی اُمنگوں کا ابتدا تھا اُسنے قیدی
افسروں کی اس فریب آمیز صلاح پر کچھ التفات نہیں کیا اور ایک بہت ہی نازک
چال چلا یعنی ہراول جہاز کے افسروں کا لباس اور ہتھیار لیکر اُنسے اپنے رفیقوں کو آراستہ
کرکے جہاز کے ہر ضروری مقام پر ایسی عمدگی سے جمادیا کہ دور سے جہاز کے اصلی
افسر معلوم ہونے لگے۔ عقب کو ہراول کی کیا خبر تھی اسلئے وہ آہستہ آہستہ قریب آتا
جاتا تھا جب عین زد پر آیا تو تیر اور بندوقوں کی اُسی ایک معمولی باڑھ نے اُنکو بھی خواب
غفلت سے بیدار کردیا لیکن اس سے پہلے کہ خود سنبھلیں کپتان عروج کے

جزیرہ کاقتلعہ

(رسولپور سندھ)

آدمیوں نے اُنکو ہمیشہ کے لئے سنبھال لیا۔

اہل بربر اور مسلمانان اُندلس کے لئے تو یہ کامیابی مفید تھی ہی مگر کپتان عروج کے لئے نہایت مفید ہوئی کیونکہ اُسکو مشاق اور واقفکار ملاحوں کی ازبس ضرورت تھی اور یہ اس معرکہ میں مہیا ہو گئے۔ انکی مدد سے اگلے سال اُسنے اہل اسپین کے ایک عظیم الشان جہاز پر حملہ کیا اگرچہ اُسمیں پانسو پل شل جوان تھے مگر عروج کے صف شکن دلاوروں کے ایک پیش نہ گئی اور سب کو خط غلامی لکھنا پڑا۔ خلاصہ یہ کہ اول پانچ سال کے اندر عروج کی بحری قوت بہت زیادہ مضبوط ہو گئی۔ آٹھ مستحکم جنگی جہازوں کا ایک بیڑا گولیٹا (حلق الوید) میں ہر وقت اسکے حکم کا منتظر رہتا تھا۔ علاوہ ازیں اُسکے دو بھائی خیر الدین اور الیاس معہ اپنی کشتیوں کے اُسکے دائیں بائیں لگے رہتے تھے چونکہ یہ اسٹاف گولیٹا میں سمانے کے قابل نہ رہا تھا اسلئے اب اُسنے جربہ کو دار القرار بنا لیا۔ جربہ پر تسلط

لیکن ایسے اُلوالعزم اور جاہ طلب شخص کے لئے مشکل تھا کہ جربہ کی چھوٹی سی ریاست پر قناعت کر بیٹھتا چنانچہ ۱۵۱۲ء میں عروج کو ایک اور موقع شہرت ہاتھ آیا یعنے بوجیہ[1] کے حاکم کو اہل اسپین نے مار کر تخت سے برطرف اور شہر بدر کر دیا۔ اُسنے ہر طرف سے مایوس ہو کر کپتان عروج کو مدد کے لئے لکھا اور یہ وعدہ کیا کہ درصورت کامیابی بندرگاہ بوجیہ آپ کی اور آپ کے رفیقوں کی آزاد آمد و رفت کے لئے کھول دیجائیگی۔ بوجیہ کا حکم

---

[1] بوجیہ اسوقت اسپین کے ظل حمایت میں تھا۔

عروج کے لئے یہ شرط سب سے مرادتھی کیونکہ اسپین پر حملہ کرنے کے لئے بوجیہ سے بہتر
اَور کوئی مقام نہ تھا چنانچہ شرائط عہدنامہ باقاعدہ قلمبند کرنے کے بعد عروج۔
معزول حاکم بوجیہ کی مدد پر اُٹھ کھڑا ہوا۔ گو اسوقت کُل بارہ جنگی جہاز مختصر سامان محاصرہ
اور گولہ باری اور صرف ایک ہزار جوان اُسکے زیر کمان تھے مگر چونکہ اس فوجکشی میں
حاکم بوجیہ کی حق رسانی اور دادرسی کے ساتھ جلاوطن اُندلسیوں کا انتقام بھی مضمر تھا۔
اسلئے اِس خبر سے ہر طرف ایک جنبش پیدا ہوگئی۔ یہ لوگ ہمیشہ آرزومند رہتے تھے
کہ کسی طرح کُھلے میدان میں اُن وحشیانہ مظالم کا انتقام لیں جنکی ہزاروں لاکھوں مجسّم
تصویروں سے ساحل بربر ایک خوفناک مرقع معلوم ہوتا تھا۔ قطع نظر اسکے عروج
کی شجاعت تمام ساحل بلکہ افریقہ کے اندرونی حصص تک پھیل چکی تھی۔ اُسکا جوشِ
شجاعت بُزدلوں کو شیردل بنا دیتا تھا اور ایک مقناطیسی قوت سے ہر شخص کو اپنی طرف
کھینچ لیتا تھا۔ غرضکہ اِس ایلغار کی خبر جس کسی نے جس جگہ سُنی بخطّ مستقیم جربہ کا رُخ کیا
بوجیہ کا محاصرہ اِس لشکر مورو ملنج کے ساتھ اگست ۱۵۱۲ء میں وہ بوجیہ پر لنگرانداز ہوا۔ معزول عامل
بوجیہ تین ہزار مسلّح جوانوں کے ساتھ حسب قرارداد سابقہ یہاں پہلے سے موجود
تھا۔ ایک خفیف سے مقابلہ کے بعد اہل اسپین اُس قلعہ میں محصور ہوگئے جسکو
کونٹ ڈن پیڈرو نے انسداد غارتگری کی ضرورت کے لئے تعمیر کیا تھا۔ محاصرین
نے آٹھ روز کامل قلعہ پر آگ برسائی۔ نویں روز قریب تھا کہ قلعہ کی سنگلاخ
فصیل و بروج۔ گولہ باری سے بیتاب ہوکر گر جائیں مگر عین تنت پر۔ کپتان کے بازو میں

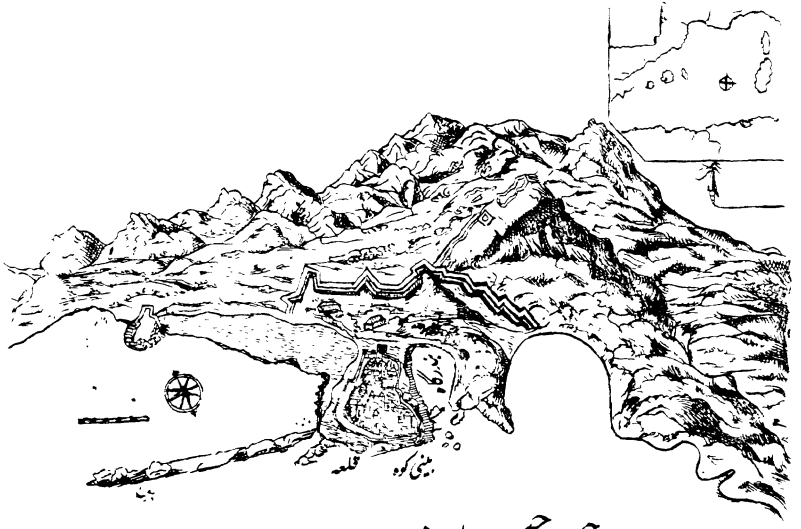
ایک گولی لگی جسکے صدمہ سے ہاتھ بالکل بیکار ہوگیا اور وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا اسکا گرنا تھا کہ محاصرین میں ایک سراسیمگی پھیلگئی ایسے نازک وقت میں افسران فوج نے بساط اُلٹنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ محاصرہ سے دست بردار ہوکر کپتان کو علاج کے لئے ٹیونس لیگئے اور اسطرح بوجیا کو اپنی پیشانی پر غور کرنے کے لئے اور مہلت ملگئی۔ واپسی میں اس ناکام اور دل شکستہ جماعت کو اتفاقیہ ایک شکار ہاتھ آگیا جس سے اُنکی کسیقدر اشک شوئی ہوگئی یعنے ایک بڑا بھاری جہاز اسباب تجارت سے گرانبار جنیوا سے تبارکہ کو جاتا تھا اُسکو گرفتار کرکے ساتھ لیا۔ ٹیونس پہنچکر عروج توجّراحوں کے زیر معالجہ رہا اور خیرالدین اسکے فرائض منصبی اپنے ذمہ لیکر بڑی دلیری سے اُنکی بجاآوری میں مشغول ہوگیا چنانچہ حلق الوید سے جھیل بزرطہ تک تجارتی اور جنگی جہازوں کا ایک سلسلہ بندھا رہتا تھا اور بندرگاہ کے تمام گدام یورپ کی دولت سے معمور رہتے تھے۔

اہل جنیوا کا حملہ

جس جہاز کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے جب اُسکی خبر جنیوا پہنچی تو سنیٹ (مجلس شوریٰ) کو غصہ سے تاب نہ رہی اور تمام ممبروں نے انتقام کی قسم کھاکر امیرالبحر انڈریا ڈوریا کو جو یورپ کے شجاعوں کی ناک تھا بارہ جنگی جہازوں کے ایک مضبوط بیڑے کے ساتھ ٹیونس کو روانہ کیا اُسنے اچانک یہاں پہنچکر شہر پر گولہ باری شروع کردی۔ خیرالدین جو اسوقت عروج کا قایم مقام تھا اور گولٹیا کی حفاظت کا ذمہ دار تھا اُسنے معدودے چند آدمیوں اور کشتیوں کے ساتھ مقابلہ کرکے منہزم ہونا پسند نہ کیا

اورطرح دی - میدان خالی پاکر ڈوریا نے بندرگاہ کو ہلہ کرکے لیلیا اور جب اُسکو مسمار کرکے قرار واقعی انتقام لیچکا تو لوٹکے جہازوں سمیت جنیوا کو عود کیا خیرالدین اورڈوریا کا یہ سب سے پہلا مقابلہ تھا لیکن دوسرا مقابلہ جیسا کہ ناظرین عنقریب دیکھینگے یورپ کے امیرالبحر کے لئے چنداں قابل فخر نہ تھا -

ڈوریا کو طرح دیکر اگرچہ خیرالدین شکست فاش سے بچگیا مگر خفت سے نہ بچ سکا چنانچہ حملہ کا طوفان فرو ہونے پر اُسکی جمعیت نے تقاضا نہ کیا کہ عروج کے سامنے جائے اسلئے بندرگاہ ٹیونس سے بے خبر نکلکر بالا بالا جربہ پہنچا اور یہاں ایک جدید بیڑے - کے تیار کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگیا - ۱۵۱۳ء کے موسم بہار میں عروج بھی غسل صحت کرکے اپنے بھائی کا شریک حال ہوگیا دونوں نے متفقہ کوشش اور محنت سے ایک اوسط درجہ کا جنگی بیڑا تیار کرکے ۱۵۱۴ء میں قلعۂ بوجیہ کا ازسر نو محاصرہ ڈالا - پہلا ہلہ تو ناکامی پر ختم ہوا مگر دوسرے ہلہ میں کچھ کچھ سامان کامیابی نظر آتے تھے کہ یکایک گورنمنٹ اسپین کی بھیجی ہوئی کمک آپہنچی جو قوت میں محاصرین سے دوچند تھی - کپتان عروج کو سخت غم و غصہ کی حالت میں مجبوراً پسپا ہونا پڑا - کہتے ہیں کہ واپسی کے وقت بداتفاقیاں اسقدر کثرت اور سرعت سے پیش آئیں کہ کپتان کو اپنے جدید بیڑے کے سنبھالنے کی مہلت بھی نہ مل سکی اور اس خوف سے کہ مبادا دشمن اُن جہازوں سے مستفید ہو اُنکو آگ لگا کر غرقاب کردیا -



جبل یا حبل بنی هلال

ڈوریا کو طرح دیکر خیر الدین کو جو شرم دامنگیر ہوئی تھی وہ اب عروج کو بھی ہوئی اُسنے بھی اس ناکام حالت میں ٹیونس یا جربہ کو جانا پسند نہ کیا۔ بوجیہ سے آتے جاتے ساحل سمندر کے قریب راستہ میں اُسنے ایک مستحکم اور دشوار گذار کوہستانی مقام دیکھا تھا جو مثل ایک قدرتی حصار حصین کے چند سنگلاخ چٹانوں کے بیچ میں محفوظ تھا اور اُسکے قریب ہی ایک حسب دلخواہ بندرگاہ بنی تھی۔ جو نقشہ پر جیجل یا جبل بنی ہلال کے نام سے دکھلائی دیگی۔ چنانچہ عروج نے تلافی مافات کے لئے اِس مقام کو پسند کیا۔ اگرچہ جیجل کے باشندے سخت مغرور و سرکش تھے۔ اُنھوں نے آجتک کبھی کسی سلطان یا خلیفہ کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تھا مگر حُسن اتفاق سے کپتان عروج کے قدم اُنہوں نے بڑے فخر و عزت سے اپنے سر اور آنکھوں پر لئے غرضکہ یہاں جم کر اُسنے پھر بحری مشاغل شروع کئے۔ اور اِس خوان یغما میں اہل جیجل کو بھی شریک رکھا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ بعد اِس مغرور شہر نے کپتان عروج کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔

جبل بنی ہلال پر قبضہ

دوسرا باب

الجزائر کی فتح - اور ایوان حکومت کی بنیاد

مسلمانان اُندلس کے صدہا قبائل ہرچند کہ غرناطہ - اشبیلیہ - قادس - اور الیمامہ وغیرہ شہروں سے جلاوطن ہوکر الجزائر کے ساحل پر خانہ بدوشوں کی طرح پڑے تھے - مگر گورنمنٹ اسپین کے دست تطاول سے یہاں بھی محفوظ نہ تھے - ان کمبختوں کے لئے کوئی وجہ معاش نہ تھی اُنکے مفید اور کارآمد مشاغل زندگی ڈن جون آو استریا کی شہر آشوب خونریزیوں نے خاک میں ملا دیے تھے - اگر کچھ اطمینان تھا تو وہ کیتھلک گورنمنٹ کے خوف سے مکدر تھا - کیونکہ اس خانماں بادی اور سقیم الحالی پر بھی اُنکو آئے دن ایک رقم کثیر بطور خونبہائے امن ادا کرنے کا کھٹکا رہتا تھا - تنگ چشم اور حاسد کیتھلک عاملوں کی ٹھوکریں سہنا پڑتی تھیں - سات برس کامل وہ ان مظالم کو مردانہ وار سہتے رہے مگر اب کاسہ لبریز تھا ایک قطرہ کی گنجایش نہ تھی اور وہ اسی فکر میں تھے کہ اس بارِ تظلم کو کسیطرح زمین پر ٹپک دیں کہ اچانک فرڈی نینڈ نے انتقال کیا - اسکے ساتھ ہی مسلمانوں نے سالانہ خراج بند کرکے شاہ سلیم سے استمداد کی جو اُسوقت الجزائر میں حکمراں تھا - شاہ سلیم کی فوجی قوت اگرچہ شہر مذکور کے بڑی مقامات کو محفوظ و مستحکم کرنے کے لئے تو ہر طرح کافی تھی - مگر بحری ناکہ بندی نہ کرسکتی تھی - اس صورت میں وہ اسپین کے اُس دستۂ فوج کا کیونکر مقابلہ کرسکتا تھا جو بندرگاہ الجزائر کے جنگی قلعۂ پی ن میں بحکم ہر وقت گولہ باری کرتا رہتا تھا - اور جلاوطن اُندلسیوں کی ہر حرکت

مسلمانان اُندلس کی حالت محاربہ

سلیم شاہ الجزائر سے اُندلسیوں کی استمداد

دسکون کا نگراں تھا۔ ماناکہ شاہ سلیم کے دلاور سپاہی۔ اُن کے عربی نژاد گھوڑے
سلیم کی فوجی قوت
اُنکے فولادی زرہ بکتر۔ صف شکن تیزی۔ اُنکی خوں آشام تلواریں۔ اور سوہانِ روح
برچھیاں اپنے سے دوچند قوت کو پسپا کر سکتے تھے۔ مگر توپوں کا جواب کون دیتا؟
اب ایک طرف تو یہ مشکل تھی یعنی بحری قوت کی عدم موجودگی یا کمزوری۔ اور دوسری
طرف اُندلسیوں کی استمداد۔ آخر اس کشمکش میں شاہ سلیم کا خیال جیجل کی طرف پہنچا۔ چنانچہ
عروج کی خدمت میں ڈیپوٹیشن
اُسنے بلا تامل ایک معزز ڈیپوٹیشن کپتان عروج کی خدمت میں بایں درخواست بھیجا کہ
آپ کی ذات ہم لوگوں کے لئے ملجاء و ماوٰے ہے۔ آپ خود آکر اِن لوگوں کو نجات
دیں اِس مستمندانہ درخواست کی قدر کپتان عروج سے زیادہ اَور کون کر سکتا تھا۔ اِسوقت
اُسکو روپیہ اور لوازم جنگ کی اشد ضرورت تھی۔ صوبۂ جیجل کے مداخل اُسکی شہ خرچیوں
کی کفالت نہ کر سکتے تھے۔ نہ اُسکو خود کچھ زیادہ استطاعت تھی۔ اور اگر تھی تو بوجیہ کے
معرکوں کے نذر ہو چکی تھی۔ خلاصہ یہ کہ کچھ جاہ طلبی اور کچھ قومی ہمدردی کی وجہ سے
اُسکی دلی آرزو تھی کہ سواحل بربر پر ایک مستقل مدامی حکومت کی بنیاد ڈالے۔ اور
یہاں جمکر اہل اسپین سے قرار واقعی انتقام لے۔ چنانچہ بوجیہ پر اُسنے خاص اسی
مقصد کے لئے دو مرتبہ حملہ کیا تھا۔ لیکن الجزائر بھی اسکے مقاصد کے خلاف نہ تھا
اِن وجوہ سے کپتان عروج نے شاہ سلیم کی تجویز منظور کر لی۔ اور اواخر ۱۵۱۶ء میں
ایک مختصر جنگی بیڑے کی کمان لیکر جسمیں کل سولہ جہاز اور چھ ہزار جوان تھے جنکی
اور تری دونوں راستوں سے الجزائر کی طرف بڑھا اور اول شہر شرشیل پر لنگر انداز

ہوا جو الجزائر سے قریباً پندرہ فرسنگ جانب غرب واقع ہے اور بربر کی مشہور و
معروف بندرگاہوں میں شمار کیا جاتا ہے اِس مقام پر پہلے بنی نصر فرمانروایان غرناطہ
کا قبضہ تھا۔ مگر جب اُنکی حکومت کا شیرازہ بکھرا اور غرناطہ کے مضافات مثل اوراق
منفرد منتشر و پریشان ہوئے تو شرشیل ایک نوجوان ترک قرہ حسن کے ہاتھ آگیا شرشیل کی فوج
جو اسوقت تک یہاں حکمراں تھا۔ مگر عروج نے اس سے کچھ اچھا سلوک نہ کیا اُسکو
پوشیدہ قتل کرا کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے عروج بخط مستقیم الجزائر پہنچا جہاں سلطان سلیم
اور جلاوطن اُندلسی اُسکے لئے چشم براہ تھے اور قلعہ پی ن سے صرف ایک تیر کے
فاصلہ پر لنگر انداز ہوا۔ ناظرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ کپتان عروج اُس قرن کا ہیرو تھا جبکہ
مسلمانان بربر میں اَور برگزیدہ اوصاف کے ساتھ صفات رزمیہ بھی نسبتاً بہت کم باقی
رہگئی تھیں پس اگر اس موقع پر وہ تمام جائز و ناجائز تدابیر کامیابی خدعۃ الحرب کی حد
میں داخل کر لیتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ مگر نہیں اُسنے بندرگاہ میں لنگر انداز ہو کر سب سے
پہلا کام یہی کیا کہ اُسی پُرانے اسلامی طریق پر جو خلفائے راشدین اور اُنکے پیروؤں
کا مسلک تھا۔ قلعہ نشینوں کو بطور اتمام حجت کہلا بھیجا کہ اگر قلعہ خالی اور سپرد کر دیا جائیگا
تو اسطرف سے کسی طرح کی مضرت نہ پہنچائی جائیگی۔ لیکن افسر قلعہ نے جواب دیا
کہ "ہم اِس دل گردہ کے آدمی نہیں کہ معمولی نرم گرم فقروں سے پگھل جائیں۔ ذرا قلعہ پی ن کا محاصرہ
بوجیہ کے معاملہ کو یاد رکھئے" نامہ و پیام سے اگلے دن محاصرہ کی کارروائی شروع
ہوگئی۔ عروج کے جانباز دلاوروں نے قلعہ پر بیس روز کامل آگ برسائی۔ پختہ امید

تھی کہ اگر گولہ باری اسی طرح اور چند روز جاری رہی تو قلعہ کے لوہالاٹ فصیل و بروج عنقریب متزلزل اور سرنگوں ہوجائینگے مگر دفعتًا ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ کپتان عروج کو ہمہ تن اُسطرف متوجہ ہونا پڑا یعنی اُسکے سپاہیوں اور مسلمانان اُندلس کے درمیان کچھ نقیض ہوگیا۔

عروج کے سپاہیوں اور اُندلسیوں میں نقیض

قومیں جب اوجِ عزت سے خاک مذلت پر گرتی ہیں تو ابتداء میں اُن میں دو خاصیتیں عجیب پائی جاتی ہیں یعنی موجودہ حالت کے عیوب و نقائص کو تسلیم نہ کرنا اور اپنے عادات واطوار کو خلاف مقتضائے وقت بدستور قائم رکھنا۔ اِسکو ایک کلیہ سمجھو جسکا ورود ہر متنزل قوم پر مجموعتًا بھی اُسیطرح ہے جسطرح فردًا فردًا۔ ہم روز مرہ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص دولتمند سے مفلس بنجاتا ہے۔ اُسکی تمام حالتیں منقلب ہوجاتی ہیں۔ مگر اُلوالعزمی اور جاہ طلبی میں سرمو فرق نہیں آتا۔ حالانکہ یہی وہ نقص ہے جس سے اصلاح حال کا راستہ بالکل مسدود ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ باقی ماندہ قوی (مالی۔ ذہنی۔ یا جسمانی) جنکو اگر بوجہ احسن اور بطریق انسب استعمال کیا جائے تو کم و بیش منتج بہ بہبودی و اصلاح ہو سکتے ہیں۔ بلند نظری اور جاہ طلبی کے غیر ضروری اظہار میں صرف کردیے جاتے ہیں اور شخصی حالت بجائے بہتر ہونے کے روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے۔ تمام فساد کی جڑ یہی دو خاصیتیں ہیں جو قوموں کو تنزل کے اُس قعر میں پہنچا دیتی ہیں جہاں سے اُنکو صدیوں کے بعد بھی سر اُٹھانے کی مُہلت نہیں ملتی۔ ورنہ تنزل کا پہلا درجہ اسقدر پست نہیں کہ فرد واحد یا قوم

اُس سے روبراہ نہو سکے۔ جلا وطن اُندلسیوں کی اسوقت یہی حالت تھی۔ گو وہ خاک میں ملگئے تھے مگر رعونت باقی تھی۔ کپتان عروج کے سپاہی جو اسوقت محسن و مربی بنکر اُنکو اہل اسپین کے پنجۂ ظلم سے چھڑانے آئے تھے پیرس اور لندن یا یوں کہو کہ قرطبہ و غرناطہ کے فیشن ایبل اینڈ ایمی ایبل (مہذّب و خلیق) جنٹلمین نہ تھے کہ اِس امر سے واقف ہونا سوشیل فرض سمجھتے کہ ایسا غیر ضروری اظہار احسان جو مشکور کی دلشکنی کا باعث ہو منہیات تہذیب میں داخل ہے۔ وہ بات بات میں اپنی دستگیری اور اُنکی دست نگری کا فخراً اظہار کرتے تھے۔ اور چونکہ سیدھے سادے اَنگھڑ سپاہی تھے اسلئے طریقۂ اظہار بھی کچھ ناتراشیدہ اور روکھڑا سا تھا۔ مسلمانان اُندلس جو اپنا نسب بنی سراج اور بنی نصر سے ملاتے تھے اِس تحقیر کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اُنکے دماغوں میں ابھی تک بوئے حکومت باقی تھی۔ غرضکہ اِس قسم کی وجوہ سے فریقین میں گونہ تکدر رنجی پیدا ہوگئی۔ یہ قاعدہ ہے کہ اگر شروع میں اختلاف رائے کا انسداد نہ کیا جائے تو افعال مخالفانہ کی حد تک پہنچ جاتی ہے یہ رنجش یہاں تک بڑھی کہ ایک روز خفیف سی نزاع لفظی پر عروج کے ایک سردار نے

سلیم کا قتل

شاہ سلیم کو جبکہ وہ غسل خانہ میں تھا قتل کر ڈالا[1]۔ مسلمانان اندلس نے سراسیمہ ہوکر

ایک خوفناک سازش

قلعہ نشین فوج سے بالا بالا رسل و رسائل کرکے ایک سازش کی جسمیں یہ قرار پایا کہ

[1] یورپین مؤرخ لکھتے ہیں کہ یہ قتل عروج کے اشارہ سے ہوا۔ یہ امر قرین قیاس ہو۔ مگر عربی یا ترکی مؤرخ اس رائے کی تائید نہیں کرتے۔

ایک تاریخ معینہ پر اِدھر سے یہ اُدھر سے وہ محاصرین پر ایک ساتھ ہلّہ کرکے اُنکا قلع وقمع کرڈالیں۔کپتان عروج اس تمام سلسلۂ بغاوت۔اُسکے ابتدائی اسباب اور تدریجی رفتار سے بخوبی واقف تھا۔لیکن اگر ایسے نازک وقت میں جبکہ قلعہ محصور پر تنزلزل ہونے کے قریب تھا۔وہ اپنے خطادار سپاہیوں پر زجروتوبیخ کرتا تو ضرور تدابیر محاصرہ میں فرق آتا اور یہ فوجکشی ناکامی پر ختم ہوتی۔اسلئے اب تک وہ چشم پوشی سے دفع الوقتی کرتا رہا۔بے شک شاہ سلیم کے قتل پر اُسکو کچھ کرنا چاہیے تھا اور وہ ضرور کرتا لیکن مسلمانان اُندلس اور قلعہ والوں کی سازش وارداتِ قتل کے بعد فوراً ہی وقوع میں آگئی۔اسلئے وہ جملہ امور حتّٰی کہ محاصرہ سے بھی قطع نظر کرکے اِس بغاوت کے انسداد کی طرف متوجہ ہوا جسپر قلعہ کی فتح۔جلاوطن اندلسیوں کی خلاصی۔اور عام کامیابی کا انحصار تھا۔چنانچہ کپتان عروج نے اس نازک موقع پر ایک نازک چال چلی۔یعنی تاریخ معینہ سے قبل حُسن اتفاق سے جمعہ تھا۔مسجد جامع میں تمام مسلمان۔اُندلسی۔بربری۔عربی۔ترکی۔بلاتفریق مدارج جمع تھے۔نماز سے فراغت پاتے ہی حسب قرارداد سابقہ عروج کے چند خواص نے مسجد کے دروازے بند کردیے۔اور عروج نے کھڑے ہوکر بہ آواز بلند اِس تمام باغیانہ سازش کا اعلان

افتتاح راز

لہ یورپین وقائع نگاروں کی بڑی بھاری غلط فہمی ہے کہ شاہ سلیم کا قصاص مقدم تھا اگر عروج ایسا کرتا تو گو بغاوت کسی قدر مٹ جاتی مگر اُسکے سپاہیوں کی بے موقع دل شکنی سے محاصرہ بالضرور ناکامی پر ختم ہوتا۔

کر دیا باغیوں پر ایسا رعب چھایا کہ سپاہی خود اُنہیں کے عماموں سے اُنکی مشکیں کستے تھے اور وہ دم بخود تھے۔ چند سرغنہ سرداروں کے قتل سے بغاوت کا فوری انسداد ہوگیا۔ اور یہی مطلوب تھا۔

انسداد بغاوت

اُدھر قلعہ والوں کو جو سازشی بغاوت کی امید موہوم پر تکیہ کئے ہوئے تھے جب اِس واقعہ کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی گورنمنٹ سے استمداد کی۔ چنانچہ کارڈینل زمینس کے حکم سے ایک زبردست جنگی بیڑا معہ سات ہزار مسلح جوانوں کے ڈن ڈیگو ڈی ویرا کے زیر کمان قلعہ پی نن کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔ ڈن ڈیگو ایک لائق اور جنگ آزما سردار تھا۔ الجزائر پہنچکر وہ ایسے موقع پر لنگر انداز ہوا کہ محاصرین کی تمام بحری قوت قلعہ اور کمک کے بیچ میں آگئی۔ اور محصورین سے بذریعۂ رسل و رسائل عام ہلّہ کے لئے ایک دن مقرر کیا۔ محاصرین کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ کپتان عروج بھی کچھ کم مدبّر و شجاع نہ تھا۔ اُس نے اِس ضغطہ کی ذرا پروا نہ کی بلکہ نہایت استقلال سے کمک کو بھی جواب دیتا رہا۔ اور حکمت عملی سے اس سازشی رسل و رسائل کے کوائف بھی دریافت کرتا رہا یوم مقررہ پر جب دونوں فوجوں نے ہر طرف سے ہلّے کئے اور محاصرین کچھ و لشکستہ ہوئے تو کپتان عروج بہ نفس نفیس ایک چھوٹی سی جہازنما کشتی میں سوار ہو کر کبھی فوج کے اس پرے کے سامنے دکھلائی دیتا تھا۔ اور کبھی اُسکے سامنے۔ چار گھنٹے کی سخت کشمکش جاں فروشی کے بعد فریقین کی قسمتوں کا فیصلہ ہوگیا۔ اہل اسپین شکست فاش

معرکہ کا دن

الجزائر کی فتح

کھا کر پسپا ہوئے۔ اور ساتھ ہی سمندر میں اسقدر طوفان خیز تلاطم برپا ہوا کہ ڈن ڈیگو کا ایک جہاز بھی سلامت نہ بچا۔

ایک معمولی متلاشی معاش پراگندہ روزی شخص کا چند بے حقیقت اور محض نابلد لٹیروں اور خانہ بدوشوں کو ادھر اُدھر سے جمع کر کے ایک جلیل القدر قوم کی جری اور دلاور فوج کو شکست دیدینا ایسا واقعہ نہ تھا کہ گورنمنٹ اسپین اب بھی اسکو نظر انداز کر دیتی۔ خیر کچھ ہو مگر عروج اس نمایاں کامیابی سے تمام مغرب الاوسط کا مالک ہوگیا۔ اگلے سال طبنس کا شہزادہ تمام علاقہ قرب وجوار کو اُسکے خلاف برانگیختہ کر کے اور باغیوں کی ایک ٹڈی دل فوج کو لیکر الجزائر پر چڑھ آیا۔ مگر عروج نے نہایت استقلال سے صرف پندرہ سپاہیوں کے ساتھ بدون کسی توپ یا بندوق کے اُنکو اسقدر آڑے ہاتھوں لیا کہ تمام حملہ آور ین تہ و بالا ہو کر میدان سے بھاگ نکلے۔ اور خود شہزادہ تعاقب سے بچکر کوہستان میں جا چھپا۔ اسطرح ۱۵۱۷ء میں طبنس پر بھی عروج کا قبضہ ہوگیا۔ اگلے سال طلمسان کو

صوبہ الجزائر کی تسخیر

لیا۔ خلاصہ یہ کہ ۱۵۱۹ء سے پہلے پہلے وہ تمام صوبہ الجزائر پر مستولی ہوگیا۔ صرف اوران اور چند چھوٹے چھوٹے قلعے مثل پی ٹن و بوجیہ وغیرہ واقع ساحل گورنمنٹ اسپین کے قبضہ میں باقی رہ گئے۔ اسوقت عروج کی سلطنت وسعت میں فیض و مراکو سے کسیطرح کم نہ تھی۔ الجزائر میں جبکہ عروج نے ڈن ڈیگو ڈسی ویرا کی پچھلی دوستانہ ملاقات کو کئی مرتبہ شکریہ کے ساتھ بہ نفس نفیس واپس کیا اور سواحل اسپین پر خوب دل کھولکر ہتے کئے

اندلس کے مسلمانوں کی فریاد

کبھی ایسا نہوتا تھا کہ اُسکی ترکتاز کشتیاں سیکڑوں ہزاروں اُندلسیوں کو اسپین سے چھڑا کر

نہ لائی ہوں جس طریق پر یہ حملے کئے جاتے تھے اُسکی تفصیل مقدمہ میں بیان کیجا چکی ہے۔ اسپین تو خیر اپنے کئے کی سزا بھگتتا ہی تھا مگر جنیوا۔ نیپلز۔ وینس جو اسوقت یورپ بھر میں مشہور تجارتی منڈیاں تھیں اُنکے جہازات بھی کپتان عروج کو چنگی دیے بدون بحیرۂ روم سے نہ گذر سکتے تھے۔

مارکوئیس ڈی کیمیرس جو قلعہ اوران کا گورنر تھا اپنی تفصیلی رپورٹوں کے ذریعہ سے گورنمنٹ اسپین کو ہمیشہ اِسطرف توجہ دلاتا رہتا تھا۔ آخر کار جب چارلس پنجم تخت نشین ہوا تو اُسنے پندرہ ہزار چیدہ جوانوں کی ایک جرّی فوج اہل الجزائر کی گوشمالی کے لئے بھیجی۔ عروج اسوقت صرف پندرہ سو سپاہیوں کے ساتھ طلمسان میں مقیم تھا۔ ایسی حالت میں اپنے سے دس گنی قوت کا مقابلہ کرنا اسنے خلاف مصلحت سمجھا اور بڑی جنگ کی تیاری کے لئے معہ خدم وحشم الجزائر کو پلٹا۔ رستہ میں ایک دریا حائل تھا۔ کپتان عروج توامعہ ہراول اُس سے بخیریت عبور کر گیا مگر قلب۔ قلب دریا۔ اور عقب ہنوز اُس کنارہ پر تھا کہ اہل اسپین نے خبر پاکر پیچھے سے آدبایا اور سخت کشت وخون کیا۔ عروج نے اپنے جانباز رفیقوں کی آواز الغیاث! الغیاث! سُنی اور نہ رہ سکا۔ فوراً اس کنارہ پر واپس آکر دشمن کی صفوں میں شمشیر کیف گھسگیا۔ اگرچہ مسلمانوں کی خفیف جمعیت اسپین کی ٹڈی دل فوج میں "مشتے از خاک بطوفان نوح" سے زیادہ نہ تھی مگر جیسا کہ ایک انگریزی مورخ لکھتا ہے "مسلمانوں نے حیرت انگیز دلاوری سے مقابلہ کیا۔ اُنمیں سے ہر ایک شخص نے مثل شیر ببر

عروج کی شجاعت اور موت

دم واپسین تک مُنھ نہ موڑا اور نقد جاں فروشی کی۔ یہاں تک کہ ایک متنفس بھی پشت دیکر نہیں بھاگا۔ اس گنج شہداہیں کپتان عروج کی لاش بھی موجود تھی جو اپنے ہیبت ناک چہرہ سے صاف متمیز ہوتی تھی اسکے ہاتھ میں تلوار تھی جسکو دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر گرکر بھی اُسنے اپنی آنر (عزت) کو نہیں بلکہ قومی آنر کو سنبھالا تھا[۱]"

یہ معرکہ فی الحقیقت اس قابل ہے کہ انسیس[۲] ویلیز کے حادثہ کی طرح دنیا کی پندرہ فیصلہ کردینے والی لڑائیوں میں شمار کیا جاے اور معرکۂ تھرماپلی[۳] کا ہم پلہ ہو وہاں رولنڈ انسیس ویلیز سے گذرتا تھا اور یہاں عروج ایک دریا ہے۔

جن لوگوں نے عروج کو بچشم خود دیکھا ہے اُنکے بیان کے بموجب وہ قریبًا پینتالیس برس کی عمر میں قتل ہوا۔ کچھ زیادہ بلند و بالا نہ تھا۔ بلکہ میانہ قد جسیم و قوی ہیکل۔ ڈاڑھی اور سر کے بال سرخ تھے۔ آنکھیں تیز۔ روشن۔ اور متجسس تھیں اور دل کی بیچینی ظاہر کرتی تھیں۔ ناک اونچی لمبی اور طوطے کی چونچ کی طرح سامنے سے کسیقدر

---

[۱] لین پول صفحہ ۲۵۲۔

[۲] شارلیمین شاہ فرانس نے اسپین پر حملہ کیا۔ واپسی میں انسیس ویلیز کے درہ میں اسپین کی قوموں نے فرانسیسی فوج پر چھاپہ مارا۔ واقعات تو نہایت معمولی ہیں مگر یورپین مورخوں نے اس معرکہ کو صرف اسلئے کہ رولنڈ شارلیمین کا جنرل اس میں بے کسی کی حالت میں قتل ہوا۔ دنیا کی پندرہ فیصلہ کردینے والی لڑائیوں میں داخل کردیا۔ اُندلس باب ۳۔

[۳] تھرماپلی کا واقعہ بھی دنیا کی پندرہ فیصلہ کردینے والی لڑائیوں میں داخل ہے۔ ارکزیز شاہ فارس کے حملہ کے وقت لیونیڈیس یونانی جنرل تھرماپلی پر جہاں انگیزو لادری سے لڑکر قتل ہوا۔

جھکی ہوئی۔ چہرہ کا رنگ خوشنما صاف مگر کچھ گندمی۔ نہایت نامور شجاع نہایت اولوالعزم اور مستقل مزاج۔ بلند حوصلہ۔ دلیر معرکہ آرا۔ رحمدل۔ اور فیاض منش تھا خونخوار نہ تھا مگر میدان جنگ میں۔ نہ سفاک طبیعت تھا مگر سرتابی کرنے والوں کے لئے۔ تمام سپاہ اور ارکین دربار اُسکی دل سے قدر و منزلت کرتے تھے۔ اُسپر ہزار جان سے فریفتہ تھے۔ مگر باایں ہمہ نہایت مرعوب تھے۔ رعایا بجاے خوف کے محبت سے اُسکی اطاعت کرتی تھی۔ اسکے انتقال پُرملال پر ہر شخص نے ہر ہر ریشۂ دل سے ماتم کیا۔ خصوصًا جلاوطن مسلمانان اُندلس کو انتہا درجہ کا قلق ہوا۔ ان بدنصیبوں کے ساتھ اسکو دلی ہمدردی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بربر کے چودہ برس کے قیام میں اُسنے اہل اسپین کو کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

عروج کی خصلت کی پوری تصویر

عروج نے کوئی فرزند وارث تاج و تخت نہیں چھوڑا

تیسرا باب

خیرالدین باربروسہ

شاید ہمارے ناظرین کپتان عروج کی نسبت کوئی غیر ضروری حُسن ظن قائم کریں۔ اور کچھ تعجب بھی نہیں کیونکہ اُسکی زندگی کے چند شکستہ اور ناتمام واقعات جو پچھلے باب میں بیان کیے گئے ہیں۔ بادی النظر میں اِس قسم کے گمان کی تائید بھی کرتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی زندگی کا دستور العمل ہر قرن کے ساتھ بدلتا رہتا ہے آج اُنیسویں صدی بعد المسیح میں انسانی سوسائٹی کی جو حالت ہے وہ تیئیسویں قبل المسیح میں ہرگز نہ تھی۔ یہ درمیانی مدت جو قریباً سوا چار ہزار[1] برس ہوتی ہے اگر بلحاظ سوشیل مدارج ترقی قرون متعددہ پر تقسیم کیجائے تو ایک سلسلۂ عظیم معلوم ہوگا اور ہر قرن میں انسان کا سوشیل کوڈ (مجموعۂ قوانین تمدن و اخلاق) صریحاً متبدل دکھلائی دیگا آج جو قوم دنیا میں سب سے زیادہ مہذب اور سب سے زیادہ بلند مرتبہ خیال کیجاتی ہے وہ سیکنوں ہزاروں قالب طے کرکے اس معراج تہذیب تک پہنچی ہے۔ پس قرن اولیٰ کی انسانی زندگی کا اندازہ اگر قرن اخریٰ کے معیار سے کیا جائے تو بُعد المشرقین ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح کپتان عروج کی نسبت صحیح رائے قائم کرنا ہو تو اقوام یورپ کی پُرانی تاریخیں خصوصاً متعلقۂ قرن وسطیٰ پڑھنی چاہئیں تاکہ معلوم ہو کہ اُسوقت

قوموں کے سوشیل مدارج کی ترقی

قرن وسطیٰ میں یورپ کا عام میلان خاطر

---

[1] طوفان نوح کا اختتام جو موجودہ دنیا کی ابتدا خیال کیا گیا ہے غالباً ۲۳۵۰ء قبل مسیح میں ہوا اس لحاظ سے دنیا کی عمر سوا چار ہزار برس سے کم نہیں سمجھی جا سکتی۔

یورپ کی کوئی قوم اس قسم کے ناجائز بحری مشاغل سے خالی نہ تھی قطع نظر اسکے مسٹر چارلس بریڈلا جیسے بیدار مغز اور مصلح القوم بزرگوں کے حسن سعی سے یورپ کا مذہبی جوش وخروش جس درجہ پر آج اُنیسویں صدی میں دکھلائی دیتا ہے قرن وسطیٰ میں نہ تھا۔ اُسوقت یورپ کی مذہبی عنان حکومت کیتھلک پیشوایان روم کے مقدس ہاتھوں میں تھی جو ذرا اشارہ پر تمام یورپ کو جہاد کی طرف ہانک دیتے تھے پس کپتان عروج اُسی زمانہ کا ہیرو تھا جبکہ خود اہل یورپ فساد فی الارض کے ازحد مشاق تھے۔ اور نہ صرف اپنے ہمجنسوں کے حقوق ہی غضب کرتے تھے بلکہ ابنائے جنس کے خون کو دریائے ڈینیوب اور گواڈلکیور کے پانی کے برابر بھی قیمتی نہ سمجھتے تھے۔ اسپین کے ایک نیشنل ہیرو[1] کی نسبت لین پول نے ایک مقدمہ لکھا ہے جسکو ہم بجنسہ اِس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ ناظرین کو ہمارے ہیرو کی نسبت صحیح رائے قایم کرنے میں آسانی ہو۔ وہو ہذا:۔

"اگر ہیروازم (نامورانہ بہادری) کو مذہبی اور روحانی صفات کے دائرہ میں محدود کریں اور ہیرو (نامور) سے ہمیشہ صبر وتحمل۔ رحم وانصاف کی توقع رکھیں تو ایک سِڈ کیا ہمکو بڑے بڑے رفقائے دیرینہ کو الوداع کہنا پڑیگا۔ پھر تو یہ کہئے کہ ہومر واقعی

[1] یہ شخص بھی کچھ کم بے اصول شجاع نہ تھا۔ اُندلس باب ۱۱۔ ہومر نے کتاب الیڈ میں شہر ٹرائے کے حالات محاصرہ رزمیانہ نظم کے انداز پر لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتحمند اشیلیز نے ہکٹر اپنے مغلوب دشمن کی لاش کو بے گور وکفن پیروں میں رسی باندھکر شہر ٹرائے کی فصیل کے گرد حقارتاً کھینچا۔

اسپین کے ایک قومی نامور شجاع کی تمثیل

ہومر (اندھا) ہی تھا کہ بجائے کسی کریم النفس اور رحمدل بزرگ کے اشیلیز جیسے قسی القلب اور ناخداترس کو ہیرو گردان بیٹھا جسنے ہکٹر کی لاش کو نہایت بیرحمی سے شہر ٹرائے کے گرد کھینچا۔ مگر باینہمہ اشیلیز تاریخی دنیا میں نہایت مشہور ہیرو ہے۔ اور ایلیڈ کی تو جان ہے۔ قدیم زمانہ کے نامور بہادروں میں فیصدی نوّے ایسے تھے کہ اُنسے بیشمار وہ وہ افعال ناشائستہ سرزد ہوئے ہیں کہ اگر اس تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں ہوتے تو نہ صرف ظالم و بیرحم کہلاتے بلکہ سخت خونخوار اور وحشی درندے سمجھے جاتے۔ پس مورخوں کی یہ بڑی کج فہمی اور کوتعقلی ہے کہ زمانۂ حال کے مجموعۂ قوانین اخلاق کی پابندی ہزارسالہ مردوں سے کراتے ہیں جنھوں نے حالت تاریکی میں آنکھ کھولی اور اُسی میں بند کرلی۔ مانا کہ وہ نقص سے مبرا نہ تھے۔ وہ طلاے خالص نہ تھے۔ اچھا تو وہ سیم دغل سہی۔ پھر بھی تو یہ ممکن ہے کہ ہم اُنکی نامورانہ بہادریاں۔ اُنکے یادگار زمانہ کارنامے پڑھکر مسرور الوقت ہوں اور خیال کریں کہ وہ اپنی خون آشام تلواریں گھماتے ہوئے کس طرح دشمن کی طرف لپکتے تھے۔ اُنکا حملہ کیسا سخت اور صف شکن ہوتا تھا۔ اُنکے بلند اور موزون قد۔ اُنکی شعلہ فشاں آنکھیں حملہ کے وقت کیسی پیاری معلوم ہوتی تھیں۔ غرضکہ اُن میں بیشمار ایسی صفات تھیں کہ اگر ہم چاہیں تو اُنسے بہرطرح محظوظ ہو سکتے ہیں۔ یہ سمجھنا خطا ہے کہ وہ فلاسفر یا معلم الاخلاق تھے حُسن معاشرت یا طرز تمدن کے موجد و مصلح تھے۔ وہ انمیں سے کچھ بھی نہ تھے۔ بلکہ وہ تو صرف نامور بہادر۔ تیغ آزما۔ دلیر میدان تھے۔ یا دلیروں کے سردار تھے۔ اور بس"۔

اگر یہ منصفانہ فیصلہ صرف یورپین ناموروں کے لئے مخصص نہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ عروج یا خیرالدین کو اس سے مستثنےٰ کیا جائے۔

دلیر۔ جانباز۔ شجاع۔ اقبال مند کپتان عروج کے انتقال پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ عالیشان ایوان حکومت جو اُسنے چودہ برس کی جانفشانی اور عرقریزی سے بلند کیا تھا اسکے ساتھ یکایک تہ خاک ہو جائیگا۔ اور ضرور ایسا ہی ہوتا۔ اگر سپین کی فوج اندرونی مقامات کی طرف ایک ایلغار اور کرتی۔ مگر مارکوئیس کمیرس نے اس فوری کامیابی پر نازاں ہو کر خود منظفر و منصور اور ان کو عود کیا اور بیڑے کو واپس سپین کر دیا۔ اس ذرا سی غفلت نے الجزائر کے ایوان حکومت کی بنیاد میں گویا تین سو برس کی استواری کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ اہل الجزائر بہت جلد تلافی مافات کر کے پھر اُسی انتقام پر اُتر آئے اور سلسلۂ فتوح پھر شروع کر دیا۔

خیرالدین بار بروسہ کا جلوس

عروج نے اگرچہ کوئی فرزند نہیں چھوڑا مگر جانشین ایک ایسے شخص کو چھوڑا جسپر الجزائر کو ہمیشہ ناز رہیگا۔ یعنی اُسکا چھوٹا بھائی خیرالدین بار بروسہ بڑے بھائی میں رزمیہ صفات فی الحقیقت نہایت اعلیٰ درجہ کی تھیں مگر انمیں تہور کا اثر پایا جاتا تھا خیرالدین بھی دلیری اور شجاعت میں کچھ کم نہ تھا بلکہ سلیقۂ ملکداری اور عام صفات حاکمانہ میں اُس سے بڑھا ہوا تھا۔ مزید بریں وہ اسقدر دانشمند اور عاقبت اندیش تھا کہ ہر معاملہ کی مضرتوں کو پیش از وقت دریافت کر کے چارہ کار کر لیتا تھا۔ اور کبھی کسی ایسی مہم میں نہ پھنستا جسمیں کامیابی مخدوش و مشتبہ ہوتی۔ مگر ساتھ ہی اگر طریقۂ کامیابی کو خدشات سے

خیرالدین کی پالیسی

خالی دیکھتا تو سب سے زیادہ بڑھکر قدم مارتا۔ ۱۵۱۷ء میں زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اُس نے فوراً ایک قاصد مع تحائف گرانبہا قسطنطنیہ بھیجکر سلطان کی عظمت اور اپنی عبودیت کا اظہار کیا۔ اور مراسلہ میں لکھا کہ صوبہ الجزائر جو کہ ترین بندگان بابعالی نے مضافات عثمانی میں داخل کرنے کی غرض سے فتح کیا ہے سلطانی ظل حمایت کا ہر طرح مستحق ہے سلطان سلیم اسوقت شام و مصر[۵۱] کی فتح والحاق سے فارغ ہی ہوا تھا کہ یہ سفارت پہنچی۔ بلحاظ پولیٹکل مصالح امور گورنمنٹ ٹرکی کا سب سے پہلا فرض تھا کہ نو مفتوحہ رعایائے مصر کو ایک گونہ محفوظ و مامون رکھنے کی غرض سے عاملان ٹیونس و الجزائر کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرے۔ کیونکہ اِن ریاستوں کو مصر سے قریباً وہی تعلق ہے جو کابل کو ہندوستان سے۔ ہمارے اکثر ناظرین واقف ہوں گے کہ انڈین برٹش گورنمنٹ نے صرف رعایائے ہند کی بہبودی کے لئے اِس خیال کا یہانتک اتباع کیا کہ جنرل کچنری جیسے دلاوروں کو نثار کر ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اور اب تک بھی اُمرائے کابل کی شہ خرچیوں اور آئے دن کے سرحدی کمیشنوں کے مصارف کا بار جو دیوالیہ ہندوستان کے خزانہ پر ڈالا جاتا ہے۔ وہ بھی اسی خیال کا اتباع ہے۔ لیکن یہ سلیم کی خوش طالعی اور اقبالمندی تھی کہ خیر الدین خود مستدعی ہوا۔ پس اگر وہ اِس مراسلہ پر لحاظ نکرتا تو بابعالی کی پولیٹکل فراست اور فارن پالیسی پر بہت بڑا دھبہ تھا۔ چنانچہ مراسلہ کے جواب میں سلطان نے بہت کچھ اظہار خوشنودی کیا۔ اور خیر الدین کو صوبہ مذکور کا گورنر مقرر کر کے معمولی نشانات گورنری یعنی مُہر۔ تلوار

سلطان سلیم کی پالیسی

ایک مثال

سلیم کا جواب

[۵۱] ۲۴۔ اگست ۱۵۱۷ء کو اُس میدان میں جہاں حضرت داؤد علیہ السلام کی قبر بتلائی جاتی ہے کانصوغازی پاشائے مصر کو شکست اور موت نصیب ہوئی۔ ایڈورڈ کریسی باب ۹۔

اسپ۔ اور نشان دُم اسپ عطا فرمائے۔ اور دو ہزار جاں نثاریوں کی ایک مختصر فوج بھی بطور کمک بھیجی۔ نیز باشندگان قسطنطنیہ واطراف وجوانب کو الجزائر میں نقل مکان کرنیکے لئے بہت کچھ ترغیب[1] دلائی۔

استحکام سلطنت

خیر الدین جب بنیاد حکومت کو اس طرح مستحکم کر چکا تو خاص بربر کی ہمسر طاقتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ جسقدر عربی قبائل قرب وجوار کی ریاستوں میں حکمران تھے اول اُن سے رشتہ مودت قائم کیا۔ پھر تمام قلعہ جات محروسہ واقع ساحل یعنی ملیانہ، شرشل، طبنیس، مستغنم وغیرہ کی فوجی قوت کو بڑھایا۔ اور جب خوب اچھی طرح قلعہ بندی کر چکا تو اسپین کے مضافات واقع ساحل بربر کی طرف بڑھا۔ کیونکہ سالگزشتہ کا معرکہ جس میں اُسکا دلیر و شجاع بھائی اُس سے بیوقت چھین لیا گیا تھا۔ ابھی فراموش نہوا تھا۔ ایلغار کی خبر سُنکر گورنر سپین نے خود پیشقدمی کی۔ اور ایک بڑا بھاری بیڑا جس مین پچاس جنگی۔ دس خاص شاہی۔ اور کتنے ہی بار برداری کے جہاز۔ اور کئی ہزار چیدہ جوان تھے بسرداری امیر الجرڈن ہوگوڈی مونکیڈا روانہ کیا۔ مگر خیر الدین کی کاردانی اور شجاعت کے ایک پیش نہ گئی۔ اور تمام بیڑا سخت نقصان کے بعد منہزم اور غرقاب ہوا۔

گورنر سپین کا حملہ و شکست

یہ نمایاں فتح گویا تمام کامیابیوں کی کلید تھی۔ کیونکہ اسکے بعد باربروسہ کا ستارہ اقبال یوماً فیوماً بلند ہوتا گیا کول۔ بونا۔ قسطنطین۔ پر اُسکا نشان دُم اسپ لہراتا تھا۔ ساحل الجزائر پر اُسیکا قبضہ تھا۔ اکثر سال میں دو مرتبہ وہ اپنے اٹھارہ جہازوں کے خاص بیڑے کی کمان

[1] یہی ایک واقعہ ہے جسکی بنا پر مورخین یورپ کی رائے ہے کہ ترکوں نے بربری غارتگروں کو بر طرح کی جرأت دلائی۔ ۱۲

لیکر سواحل اسپین پر ایلغار کرتا اور اندلسیوں کو چھڑا کر لاتا۔ ملک بربر کے بڑے بڑے نامی دلیر اُسکی شجاعت کا شہرہ سُنکر ہر طرف سے جمع ہو گئے تھے جنمیں سے بعض کو فی الحقیقت تاریخانہ شہرت حاصل ہے۔ مثلاً طغرل بیس۔ صالح بیس۔ صنعان بیس۔ ایدالدین بیس۔ یہ لوگ بیشتر علیحدہ علیحدہ اور کبھی باہم ملکر بحیرۂ روم کا دورہ کرتے تھے۔ دورہ اکثر مئی سے شروع ہوکر ستمبر کے ساتھ ختم ہو جاتا تھا۔ کیونکہ خزاں کے طوفاں خیز موسم میں بحیرۂ روم جہازوں کے لئے سخت خطرناک تھا۔ اس قلیل عرصہ میں خیرالدین کے افسر مغربی بحیرۂ روم کے ہر حصہ میں دکھلائی دیتے تھے۔ جزائر بیلیرک۔ نیز ساحل اسپین کے ہر قصبہ سے سالانہ ٹیکس (مال وبندی) وصول کرتے تھے۔ بلکہ آبناے جبرالٹر سے گزر کر بندرگاہ قادس[1] (کیڈز) تک کی خبر لاتے تھے۔ کوئی چیز اُنکے حملہ سے محفوظ نہ تھی۔ نہ تاجروں کے جہاز تاب مقابلہ رکھتے تھے۔ نہ اسپین کے جنگی بیڑے۔ شاہ چارلس کے بڑے بڑے نامی جرنیل اور کرنیل۔ نبرد آزما و مبارز۔ جب کبھی بغرض اظہار عبودیت یا استخارہ[2] قدمی نفس پوپ کی خدمت میں اٹلی کو جاتے تھے تو بحیرۂ روم پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے۔ جہاز لرزتا تھا۔ بادبان تھرّاتے تھے۔ مسطول کانپتا تھا۔ اور سمندر کا نیلگوں پانی اپنی ہیبت ناک تموجی آواز سے خیرالدین! خیرالدین! کا الارم دیتا تھا۔ یہی وہ جہاں آشوب زمانہ تھا جس کو سر آرایل بیہ فرنے "سکرج اوکر سٹنڈم" (مسیحی دنیا پہ عذاب الیم) کے نام سے

[1] اسوقت اسپین امریکہ کی تجارت سے متمتع ہوتا تھا۔ اور تجارتی جہازات جو نئی دنیا کی دولت سے مالا مال واپس اسپین ہوتے تھے وہ اکثر بندرگاہ کیڈز پر اُترتے تھے۔ [2] عربوں کی غلامی سے آزاد ہوکر اہل اسپین نے جب قومی زندگی از سر نو شروع کی تو ان پر مذہبی رنگ زیادہ اُبھر آیا تھا۔ کوئی کام مستقف اعظم کے استزاج بدعن نہ کرتے تھے۔

موسوم کیا ہے۔ یہی وہ خوفناک دَور تھا جسنے اقوام یورپ کو تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک کنوئیں جھنکائے۔ لیکن پہلے فرصا صاحب ہمکو ذرا بتلائیں تو سہی کہ "خود کردہ را دوا نیست" یورپ نے خود بھڑک اُٹھنے والی چیزوں کا انبار لگایا اور اسپین نے دیا سلائی دکھلائی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاندان باربروسہ کی روز افزوں ترقی سے ڈر کر گورنمنٹ اسپین نے ازراہ عاقبت اندیشی کچھ عرصہ سے مُسلمانان اُندلس کی جلاوطنی مسدود کردی تھی اور وہ اندیشی بھی کچھ بیجا نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ گھر کے بھیدی تھے اور جب جلاوطن ہوکر افریقہ پہنچتے تو بڑی آزدآزو سے باربروسہ کے ظل حمایت میں آکر اُسکو سواحل اسپین کے ہر نشیب و فراز سے آگاہ کرنے میں انتقاماً مدد دیتے تھے۔ اسپین میں نظر بند رکھنے کی صورت میں کم از کم یہ تو تھا کہ یہ سالانہ آفتیں سخت سے سخت تر تو نہ ہوتی تھیں۔ اوائل ۱۵۲۹ء میں خیرالدین کو اطلاع ملی کہ مسلمانان اُندلس کے کئی سو قبائل القنطرہ (الکنٹ) بلنسیہ (ویلنشیا) وغیرہ مقامات میں جو اسپین کے مشرقی سواحل پر جزائر متورکہ مجورکہ فرمنطرہ کے بالمقابل واقع ہیں سخت مصیبت میں گرفتار اور کسی بیرونی مدد کے منتظر ہیں اواخر مئی میں اُسنے چودہ جہازوں کا ایک بیڑا بسرداری ایدالدین رئیس اور صالح رئیس اُن کو چھڑانیکے لئے روانہ کیا۔ اُنھوں نے اول مجورکہ کو تاخت و تاراج کیا۔ اور یہاں سے یورپین کشتیوں کا شکار کھیلتے قریب شب اسپین کی بندرگاہ اولیوا (علویہ) پر لنگرانداز ہوئے بموجب قرارداد سابقہ اُندلسی قبائل یہاں پہلے سے منتظر تھے۔ ایدالدین نے جھٹ پٹ قریباً دو سو خاندان سوار کرائے اور فوراً لنگر اُٹھاکر جزائر بلیرک کا رُخ کیا۔ اُدھر اسپین کا امیر البحر

ایدالدین رئیس کا حملہ

علویہ کا معرکہ

جنرل پورٹنڈو اور ایدالدین کا مقابلہ

جنرل پورٹنڈو چارلس پنجم شاہ اسپین کو جنیوا پہنچانے گیا تھا تاکہ تقدس مآب پوپ صاحب اپنے ہاتھ سے رسم تاج پوشی ادا فرمائیں۔ واپس ہوتے ہوئے ساحل کے قریب پہنچ کر جب اُسکو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو فوراً اتھاقب میں چلا۔ جزائر بلیرک (بلیار) پر قریباً پانسو قدم کے فاصلہ سے دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایدالدین بھی کوئی معمولی نبرد آزما نہ تھا۔ اُندلسیوں کو پاس کے ایک چھوٹے سے ٹاپو میں اُتار کر مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا۔ جنرل پورٹنڈو اس واقعہ سے بیخبر۔ ابھی اس شش و پنج میں تھا کہ بربری بیڑے پر کس طرف سے ہلہ کرے جو ایک جانب سے صالح رئیس اور دوسری جانب سے ایدالدین نے ایک ساتھ ہلّے کر دیے۔ شجاعانِ اسپین نے جنمیں چارلس کے خاص چیدہ جوانانِ باڈی گارڈ بھی تھے خوب دادِ مردانگی دی۔ مگر بربری لاوروں کا لوہا ماننا پڑا۔ جنرل پورٹنڈو اس معرکہ میں کام آیا۔ سات کوہ پیکر جہاز جنمیں گورنمنٹ اسپین کا (کی پی ٹانہ) علمبردار جہاز بھی تھا۔ ایدالدین کے ہاتھ آئے۔ اور باقی شکستہ و ریختہ ہو کر جزیرہ ایوکا کے کنارہ جا لگے۔ اِس معرکہ میں جلاوطن اُندلسیوں کے علاوہ سیکنوں حلقہ بگوش مُسلمان خلاصی جنکو اسپین کے جہازوں پر بیڑیاں چلاتے چلاتے عمر گزر گئی تھی۔ اِس لڑائی میں نہ صرف آزاد بلکہ خیرالدین کی بدولت مرفہ الحال ہو گئے۔

اندلس کے مہاجنوں کی آزادی

تیسرے برس یعنی ۱۵۳۱ء میں اہل اسپین نے امیر البحر دوریا کے تحت پھر یورش کی۔ اور خیرالدین کے پہنچنے تک قلعہ شرشیل کو ہلّہ سے فتح کر کے چند مسیحی قیدیوں

امیر البحر دوریا کا حملہ اور ہزیمت

لہ پوربین سرخ وجہ تذبذب یہ لکھتے ہیں کہ جنرل پورٹنڈو ۷۲ تھا کہ مبادا جنگ میں اُندلسیوں کو جو جہازوں پر تھے نقصان پہنچے یعنی وہ بھی مقتول ہو جائیں اور اُسکے پاس علامت فتح باقی نہ رہے جسکا یہ نتیجہ ہوتا کہ سر بارس سے اسکو جو کچھ انعام کی امید تھی وہ منقطع ہو جاتی۔ تعداد نفام دس ہزار ڈوکیٹ بتلائی جاتی ہے۔ لین پول صفحہ ۵۷ و ۵۸۔ عجیب تاویل ہے!

کو رہا کر دیا۔ اس فوری کامیابی پر نازاں ہو کر اسپین کے فتحمند سپاہی شہر کے کوچہ و بازار میں پھیلکر تاخت و تاراج کرنے لگے۔ خیر الدین کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اپنے خاص بیڑے کی کمان لیکر ایک جھلائے ہوئے شیر کی طرح قلعہ کی حفاظت کے لئے لپکا اور جب بندرگاہ کے قریب پہنچا تو دوریا نے بجائے اس کے کہ آگے بڑھکر مردانہ وار مقابلہ کرتا۔ کمال دون ہمتی سے لنگر اُٹھا کر اسپین کا رُخ کیا۔ اور قریباً دو ہزار رفیقوں کو عمداً موت کے مُنہ میں چھوڑ گیا۔ انمیں ایک ہزار سے زیادہ تو قتل ہوئے اور باقی غلام بن کر بکے[1]۔ اگلے سال (۱۵۳۲ء) خیر الدین قلعہ پی ن کیطرف متوجہ ہوا۔ عروج نے اپنے زمانہ میں (۱۵۱۷ء) اگرچہ اس قلعہ پر حملہ کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔ مگر قبضہ نہ کر سکا تھا۔ چنانچہ مسیحی چھاؤنی بدستور سابق قائم تھی۔ اور بندرگاہ الجزائر میں آنے جانے والوں کے لئے سخت مزاحمت کرتی تھی۔ عروج۔ خیر الدین یا اُن کے رفقاء اکثر قلعہ سے ایک میل جانب غرب لنگر انداز ہوتے اور پھر یہاں سے کشتیوں کو کشاں کشاں ساحل تک لاتے۔ اسیطرح تجارتی جہاز بھی کچھ فاصلہ پر جانب شرق لنگر انداز ہوتے۔ اور اس وجہ سے اکثر موسمی آفات سے سخت نقصان اُٹھاتے۔ خلاصہ یہ کہ الجزائر کو ایک خاص اور محفوظ بندرگاہ کی اشد ضرورت تھی یہ دُھن باندھکر خیر الدین نے ڈن مارٹن ڈی ورگاس کو جو کنٹونمنٹ آفیسر تھا بطور اتمام حجت کہلا بھیجا کہ قلعہ خالی اور سپرد کر دیجئے۔ اور جب اُسنے گستاخانہ جواب دیا تو محاصرہ کی کارروائی شروع کر دی۔ چودہ روز کی سخت اور مسلسل گولہ باری کے بعد قلعہ کی لوہا لات فصیلیں

[1] عروج کو اپنی زندگی کے اخیر سرکہ میں جب ایسا اتفاق ہوا تو وہ دریا کے اُس کنارہ پر صحیح سلامت پہنچکر پھر اپنے رفیقوں کی مدد کے لئے پلٹا اور اُنہیں کے ساتھ دشمن سے لڑکر قتل ہو گیا لین پول صفحہ ۲ ، مارگن صفحہ ۲۲۵۔

پاش پاش ہوگئیں۔ اور پندرھویں روز صرف ایک ہلّہ سے مقام مذکور فتح ہوگیا۔ خیرالدین نے تمام عمارات مع فصیل و بُرج منہدم کرکے صاف میدان کردیا[1]۔ اِس واقعہ کے بعد ایک عجیب حیرت انگیز اور نصیحت خیز واقعہ پیش آیا۔ یعنے ابتدائے محاصرہ میں قلعہ والوں نے اپنی کمی اور کمزوری دیکھکر گورنمنٹ سے کمک طلب کی۔ چنانچہ فتح اور انہدام قلعہ سے تیسرے چوتھے روز فوجہازوں کا ایک بیڑا جسمیں علاوہ فوجی قوت کے کافی سامان آذوقہ بھی تھا سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ قریب پہنچکر کپتان جہاز نے قلعہ پی نن کو ہر چند اِدھر اُدھر تلاش کیا۔ مگر کہیں پتہ و نشان نہ ملا۔ اِسکو راستہ بھولنے کا شُبہ ہوا۔ مگر بندرگاہ الجزائر سامنے صاف دکھائی دیتا تھا۔ وہ اِسی حیرت و استعجاب میں تھا کہ خیرالدین کے سپاہیوں نے سبکرفتار شیبکوں[2] میں سوار ہوکر دفعتہً بیڑے کو آگھیرا۔ ایک خفیف سی کشمکش کے بعد اہل اسپین مغلوب ہوگئے۔ تمام جہازات مع سامان حرب و آذوقہ اور سات ہزار بندی فتحمندوں کے ہاتھ آئے۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

اِسوقت خیرالدین کا ستارۂ اقبال غایت اوج پر تھا۔ یورپ یا افریقہ کا کوئی نامور شجاع اُسکی ہمسری کا دَم نہ بھر سکتا تھا۔ جس کام پر وہ ہاتھ ڈالتا تھا کامیابی مساعدت کرتی تھی۔ اور جسطرف قدم اُٹھاتا تھا فتح و نصرت اِستقبال کرتے تھے۔ اُسکا خاص بیڑا یومًا فیومًا ترقی کرتا جاتا تھا۔ چنانچہ ۱۵۳۳ء تک اُسمیں چھیاسٹھ جنگی جہاز شامل تھے۔ اُن کی مدد سے وہ ہر سال موسم گرما میں سواحل اسپین اور جزائر قرب و جوار پر دھاوے کرتا تھا

[1] ایک پورپین مورخ ہمکو بتلاتا ہے کہ الجزائر کی صنعتی سنات ابتدائے قلعہ پی نن کے لوازم مصالحات سے تیار ہوئی۔ چنانچہ اہل اسپین غلام بنکر دو برس تک ٹوکریاں قصر تے رہے۔ مین پول صفحہ ۵۰۔ [2] شیبک ایک قسم کی نہایت مختصر لانبی ہلکی کشتی۔ ڈونگا۔

اور سیکنون مسلمانوں کو چھڑا کر لاتا تھا۔ چنانچہ ستر ہزار اُندلسی اُسنے خاص اپنی قوتِ بازو سے چھڑائے۔ یہ لوگ اپنے محسن کی رفاقت پر طبعًا مجبور تھے۔ افریقہ کے وہ سنسان اور خیرالدین کی ستاوٗ اقبال

بنجر میدان جنکو دیکھکر وحشت ہوتی تھی۔ جفاکش اور ہنرمند اُندلسیوں کی نظرِ توجہ سے گل وگلزار ہوگئے۔ اگرچہ اسپین نے اُن کی قدر نہ کی۔ مگر الجزائر کی بندرگاہیں۔ گودام۔ کارخانجات انہی جلاوطنوں کی بدولت ہر وقت پُر رونق دکھائی دیتے تھے۔ سدّ آب۔ جہازوں کے اسٹیشن۔ اور دیگر لوازم انہی بدنصیبوں کی تجویز و نگرانی سے تیار ہوتے تھے۔ غرضکہ اس نامور شخص۔ کے مبارک ظلِ حمایت میں تمام صوبہ پر ایک عجیب عالمِ مصروفیت طاری تھا۔

خیرالدین کی یہ بڑی دانشمندی تھی کہ اپنی خدمات کو بابعالی سے وابستہ کرنے کے بعد سے آجتک ہر نیک و بد امر کی باقاعدہ رپورٹیں قسطنطنیہ بھیجتا رہا۔ اور یورپ کے اُن اقوام یا ممالک (مثلاً فرانس) پر ترکتازیاں کرنے سے دستکش رہا جو صلحائے ٹرکی میں داخل تھے۔ اِس دانشمندانہ تدبیر کا سب سے ضروری اور کارآمد نتیجہ یہ ہوا کہ بابعالی سے تجدید تعلقات ہوتا رہا۔ چنانچہ جسوقت وہ ۱۵۳۳ء میں الجزائر کی سوشل اصلاح و ترقی میں مصروف تھا بابعالی کا مراسلہ

تو بابعالی کی طرف سے دفعتہً ایک مراسلہ پہنچا جس میں باریاب ملازمت ہونیکی ہدایت تھی۔

قسطنطنیہ کی زمام سلطنت اسوقت سلیمان صاحبقران کے ہاتھ میں تھی جو ہمسایہ یورپین طاقتوں اور اکثر جزائر قرب وجوار کی جنگجو قوموں کی سرکوبی میں مصروف رہتا تھا۔ نیز وینس اور جنیوا کی قدیم جمہوری ریاستیں گو سلیم ہی کے عہد میں زیر ہو چکی تھیں۔ مگر پھر بھی اکثر کسی نہ کسی قوت کو پشت پر لیکر سرتابی کر بیٹھتی تھیں۔ اِس کے ساتھ ہی یورپ کا

مشہور امیر البحر جنرل ڈوریا جو بحری غارتگری میں بربری قزاقوں سے بھی زیادہ مشاق تھا مضافات قسطنطنیہ پر کشتر کتازیاں کرتا رہتا تھا۔ ان وجوہ سے صاحبقران کو ایک کارآزما اور مدبر جرنیل کی ضرورت تھی۔ چونکہ ۱۵۳۳ء سے خیرالدین پاشا کی خدمات الجزائر سے بابعالی میں منتقل ہوگئیں۔ اسلئے اُس کے ساتھ ہمکو اور ہمارے ناظرین کو کچھ عرصہ کے لئے اُن ممالک کی سیر کرنا پڑے گی۔ اسکو ہمارے ہیرو کی زندگی کا دوسرا اور آخری حصہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ پھر اُسکو الجزائر واپس آنا نصیب نہوا۔ مگر اس آخری حصہ زندگی کے حالات بیان کرنیسے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کی بحری قوت اور فارن پالیسی (خارجی تعلقات) مختصراً ہدیہ ناظرین کئے جائیں تاکہ خیرالدین کے حسن خدمات اور کارنامجات زیادہ نمایاں ہوں۔

چوتھا باب

ترکوں کا بحری اقتدار اور خارجی تعلقات

اُن اولوالعزم قوموں میں جنھوں نے مشرق و مغرب کو رشتۂ تجارت سے وصل کیا ہے اہل وینس اور جنیوا سب سے زیادہ سرگرم خیال کیجاتی ہیں۔ اسیطرح یورپ کے قرون وسطیٰ میں اُن کا علم جہازرانی بھی سب سے زیادہ بلند تھا۔ اور جنوبی یورپ کے اکثر بحروں کی حکومت اُنہی کے ہاتھ میں تھی قریب قریب تمام مسیحی قوموں نے جہازرانی اور فن تجارت اُنہی سے سیکھے وینس کو فی الجملہ مگر جنیوا کو بالخصوص بابعالی کے ساتھ ہمیشہ عقیدتمندانہ تعلقات رہتے تھے۔ اور ابتدائی زمانہ میں جبکہ یورپ کی اکثر قومیں عثمانی جلال و جبروت کی روزافزوں ترقی سے حسد کرکے ترکی حدود پر جہاداً چڑھ آتی تھیں تو سلاطین عثمانیہ مع حشم و خدم مقابلہ کے لئے جنیوا کے جہازوں میں ایشیا سے یورپ آتے تھے۔ چنانچہ آرخاں کے عہد میں (۱۳۵۶ء) جب شہزادہ سلیمان نے معاون بنکر ایک مرتبہ یونان پر حملہ کیا تو سپاہ سمیت جنیوا کے جہازوں میں آبنائے ڈارڈنیلز[1] کو عبور کیا تھا۔ ۱۳۸۹ء میں لازرس شاہ سرویا اور اُسکے معاونین کے حاسدانہ حملوں کو روکنے کی غرض سے جب مراد اور شاہزادہ بایزید کو یورپ میں آنے کی ضرورت ہوئی تو جنیوا کے جہاز کام آئے تھے۔ ۱۴۴۳ء

[1] آبنائے ڈارڈنیلز یا ہیلسپانٹ۔ وہ تنگ قطعہ آب جو ایشیائی اور فرنگی روم کو جدا کرتا ہے۔ زرکزیز شاہ فارس نے اِس آبنائے سے عبور کرکے یونان پر چڑھائی کی تھی۔

میں پھر ایک ایسے ہی حملے کے روک تھام کی ضرورت ہوئی۔ یعنے ہنگری۔ بوسنیا سرویا۔ وینس۔ البانیا۔ ملیشیا۔ اور کریمیا کی متحد فوجیں ہنیاڈی شاہ ہنگری اور لیڈسس لاز شاہ تھونیا کے ماتحت عہدنامہ حلفی[1] کے سراسر خلاف ترکی حدود پر بآن واحد چڑھ آئیں تو سلطان وقت مراد دوم اپنی تمام فوج کو فی نفر ایک ڈوکیٹ دیکر جنیوا کے جہازوں میں ایشیا سے یورپ میں لایا تھا۔ اور جب سلطان نے اپنے جعلی حریف مصطفے[2] کو قلعہ گیلی پولی میں محصور و مقید کیا تھا تو وہ ایڈورڈ نامی ایک شخص باشندہ جنیوا ہی تھا جسنے نہایت قابل قدر مدد دی تھی۔ البتہ سلطان محمد ثانی کے عہد میں محاصرہ قسطنطنیہ کے موقع پر اہل جنیوا نے قومی اور مذہبی پاسداری کی اور قسطنطین شاہ یونان کو مدد دینا مصلحت سمجھا۔ اُسوقت سے بابعالی اور اِس جمہوری ریاست میں مخالفت ہوگئی۔ چنانچہ فتح قسطنطنیہ (۲۹ مئی ۱۴۵۳ء) کے بعد محمد ثانی کو جنیوا کی سرکوبی کا خیال پیدا ہوا۔ آخر ۱۴۷۵ء میں اُسکو ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا۔ یعنے کریمیا کے خوانین میں عرصہ سے خانہ جنگیاں چلی آتی تھیں ایک خان ایک طرف تھا۔ اور باقی دوسری طرف۔ جنیوا نے جو کریمیا کے سب سے زیادہ مشہور و مستحکم شہر یافا پر قابض تھی۔ فریق ثانی کی مدد کی۔ فریق اول نے بابعالی سے استمداد کی۔ سلطان نے فوراً ایک جری فوج بسرداری کپستان احمد بھیجکر تمام صوبہ کو مع شہر یافا فتح

بابعالی و جنیوا کے تعلقات

[1] جب دونوں فوجیں میدان جنگ میں صف آرا ہوئیں تو ترکوں نے اِس عہدنامہ کو ایک علم پر لٹکا کر سب سے آگے رکھا کہ شاید ان لوگوں کو اپنے عہد و پیمان یاد آئیں مگر جب کسی نے اسکا خیال نہ کیا تو میدان کارزار گرم ہوا جس میں لیڈسس لاز کام آیا۔ اور ترکوں نے جھٹ پٹ اسکا سر تن سے جدا کرکے علم کے دوسری طرف لٹکا دیا۔ یہ دیکھکر افواج متحدہ میدان سے بھاگ نکلیں ۔ ٹرکی موٴلفہ لین پول صفحہ ۹۰ و ۹۱

[2] اِس شہزادہ نے اپنے آپ کو مصطفے مشہور کرکے تاج و تخت کا دعوی کیا تھا

کرلیا۔ اور جینوا کے پانسو جوان گرفتار کرکے نیگ چری فوج میں داخل کرلئے اسطرح مجمع الجزائر میں نیز سواحل یونان پر جو اُن کے مقبوضات تھے ۱۴۶۲ء میں یکے بعد دیگرے فتح کرلئے تھے۔ مثلاً لزبس۔ لمنس۔ سقلونیہ۔ جزیرہ ایوبیہ۔ نقربند زنگروپانٹ)، وغیرہ۔

اہل وینس ابتدا سے ترکوں کے مخالف تھے۔ چنانچہ آرخاں کے زمانہ میں ہمیشہ عثمانی علاقہ جات کو تاخت وتاراج کرتے رہتے تھے۔ آخرکار مراد اول کے عہد میں انھوں نے خود صلح کی التجا کی۔ اور فریقین میں ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کی تجدید محمد اول کے عہد میں ہوئی لیکن عہد شکنی اور دروغ حلفی اُس زمانہ میں یورپ کا عام شعار تھا۔ باوجود معاہدہ اُن جزیروں کے عاملوں نے جو زیر حکومت وینس بحیرہ ایجین میں واقع تھے۔ اور اب مجمع الجزائر یونان میں شامل ہیں رعایائے بابعالی پر متواتر حملے کئے۔ اُن کی گوشمالی کے لئے سلطان محمد ثانی نے ایک مختصر سا بیڑا تیار کیا۔ مگر فریقین میں صلح ہوگئی۔ یہ ترکوں کی جہازرانی کی ابتدا ہے مُراد ثانی کے عہد میں اہل وینس نے پھر عہد شکنی کی۔ اور چند ترکی جہاز لوٹ لئے۔ سلطان نے برہم ہوکر ۱۴۳۰ء میں شہر تھسلونیا اُنسے انتزاع کیا۔ وینس کا تنزل اسوقت سے شروع ہوگیا۔

وینس اور بابعالی کے تعلقات

بابعالی سے مخالفت رکھنے کے علاوہ وینس اور جنیوا آپس میں بھی تیغ و سپر رہتی تھیں۔ بحری اقتدار اور اُسکے ساتھ تجارتی امتیاز۔ امر متنازعہ فیہ تھا۔ ریاست وینس بحیرہ ایجین کی مالک تھی۔ اور مجمع الجزائر یونان کے عمدہ اور مشہور مقامات نیز اکثر جزیروں اور شہروں پر قابض تھی۔ جنیوا کی حکومت بحیرۂ اسود اور بحیرۂ مارمورا میں تھی چنانچہ ترکوں کے آنیسے قبل شہر غلطہ (گولیٹا) رونق اور خوبصورتی میں گویا دوسرا جنیوا تھا۔ کوہ اپیرا کے ڈھلوں

وینس اور جنیوا کے باہمی تعلقات

پہلوؤں پر اہل جنیوا کے بنائے ہوئے مینار ابھی تک سر بفلک کشیدہ ہیں۔ اسیطرح آبنائے باسفورس اور کریمیا سے گزرتے وقت شوقین سیاح کی نظر جا بجا بے اختیار اُن پرانے قلعوں پر پڑ جاتی ہے۔ جو اس مرحوم ریاست کی زندہ یادگار ہیں۔ لیکن تقابل جسطرح ترقی کا باعث ہوا اُسیطرح تنزل کا سبب بھی ہوتا ہے بحیرۂ مارمورا ان دونوں حریف و متقابل قوموں کا معرکہ گاہ تھا۔ اور اخیر کو دونوں کی عظمت و دولت کا مدفن ہوا۔ ۱۳۵۲ء میں قسطنطنیہ کی عین فصیل کے نیچے دونوں میں جنگ ہوئی۔ جنیوا تنہا تھی۔ ریاست وینس کی طرف قتلونیہ اور یونان تھے۔ ایک سخت ہنگامۂ کشت وخون کے بعد وینس کو شکست ہوئی۔ مگر اگلے برس وینس نے دل کھولکر عوض لیا۔ اور جنیوا کے بڑے کو لغیزو واقع سارڈینیا کے متصل شکست فاش دی۔ ۱۳۸۰ء میں جنیوا نے اپنے حریف پر پھر یورش کی۔ اور سیجیو[۵۱] کو فتح کرکے خاص قلب ریاست کا محاصرہ ڈالدیا۔ اسوقت تمام اہل وینس یکدل و یکجا ہوکر حریفوں کے مقابلہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خود اُنکو ہر طرف سے گھیر کر حسب دلخواہ شرائط صلح پر مجبور کیا۔ جنیوا کی اصلی ترقی اُسوقت سے مسدود ہوگئی اور عروس البحر[۵۲] کا دور دورہ شروع ہوگیا۔

وینس کی سرکوبی

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ وینس کی سرکشی اور عہد شکنی پر برانگیختہ ہوکر محمد اول نے ایک مختصر بیڑا ان کی گوشمالی کے لئے تیار کیا تھا۔ گو حملہ کی نوبت نہیں پہنچی مگر ترکی بحری قوت کی بنیاد رکھی گئی۔ محمد ثانی نے جب قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تو اُسکے ساتھ

---

[۵۱] سیجیو یا۔ چیوگیا۔ صوبہ لومبرڈی میں ساحل۔ ایڈیجر یا پر واقع ہے اور وینس کے دروازہ ہے [۵۲] ہمارا آدوی اوشین یا عروس البحر۔ وینس کا خطاب تھا

تیس جنگی جہازوں کا مختصر بیڑا تھا۔ جسنے گولڈن ہارن میں سب سے پہلے ترکی امیر البحر بلوطغلی کے ماتحت فی الجملہ نمایاں کارگزاری کی۔ فتح قسطنطنیہ سے فارغ ہوکر سلطان نے طرابزون۔ سینوپ۔ کافا ازاف جیسے مشہور مقامات بحری لڑائیوں میں انتزاع کئے جس سے جمہوری ریاست کو سخت نقصان پہنچا۔ بحیرۂ اسود اور بحیرہ مارمورا اُسوقت سے ترکی مضافات میں شمار ہونے لگے۔ اور مشہور آبنائے ہیلسپانٹ (ڈارڈنیلز) کے اُن مستحکم قلعوں پر جو زرکزیز شاہ فارس کی یادگار ہیں تاریخی بندرگاہ بلیک لاوا کی حفاظت کرتے تھے نشان ہلال نصب ہوا۔ خلاصہ یہ کہ ترکوں کی بحری قوت اسوقت تک کافی ترقی کرچکی تھی۔ چنانچہ جب محمد ثانی نے وینس کی گوشمالی کا ارادہ کرکے ۱۴۶۳ء میں جزیرہ نگروپانٹ پر فوجکشی کی تو ایک سو جنگی اور دو سو معمولی جہازوں کا ایک زبردست بیڑا ہمرکاب تھا۔ وینس کا مشہور امیر البحر لارڈینی اس موقع پر بجز اسکے کچھ نکر سکا کہ جب ترک بعد فتح جزیرہ مذکور بحر ایجین سے واپس چلے گئے۔ تب اُسنے بابعالی کی رعایا جزیروں اور ساحل ایشیائے کوچک پر یورش کرکے اکثر شہر لوٹ لئے۔ اسپر سلطان نے زیادہ سخت تدابیر عمل میں لانا مناسب سمجھا۔ اور خاص وینس پر فوجکشی کی جسکو یورپین مورخ "پیاف کا محاصرہ" کہتے ہیں۔ جمہوری ریاست نے ہر طرف سے مجبور ہوکر مئی ۱۴۷۹ء میں صلح کرلی۔ بلکہ ازراہ تملق اُنٹرنٹو[1] کی فتح کی ترغیب بھی دلائی۔ جسکو آخر کار جنرل احمد فاتح کریمیا نے ۱۴۸۰ء میں فتح کرکے ترکی حملہ آورین کے لئے راستہ صاف کردیا۔

---

[1] اُنٹرنٹو صوبہ نیپلز واقع جنوب اٹلی کا مشہور شہر اور بندرگاہ ہے۔ اور اٹلی کا باب الفتح۔ لین پول صفحہ ۶۵۔

جنیوا اور وینس کے علاوہ ایک اور بحری قوت بھی تھی۔ جس سے کچھ عرصہ بابعالی کو زور آزمائی کرنا پڑی۔ بیت المقدس کے پرجوش مجاہدین جو سینٹ جان کے پیرو اور نائٹ ہاسپٹلر (مہمان نواز غازی) مشہور تھے۔ تیمور گردی میں یروشلم سے اُجڑ کر جزیرہ روڈس میں آباد ہوگئے تھے۔ اسکو جنگی مقام بناکر یہ رفتہ رفتہ بحیرہ لیوانٹ میں غارتگری کرنے لگے۔ ممالک سلاطین مصر نے اگرچہ اس گروہ کی گوشمالی کے لئے فوجیں بھیجیں۔ لیکن اس سے مجاہدین کی قوت کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ بلکہ بدستور سابق قسطنطنیہ اور اسکندریہ کے دریائی قطعہ آب میں لوٹ مار کرتے رہے۔ ساحل ایشیائے کوچک کے شہروں کو اس مردم آزار گروہ سے بالخصوص نقصان پہنچتا تھا۔ یہاں سے سیکنوں ہزاروں مسلمان گرفتار کرکے یا تو اقوام یورپ کے ہاتھ بطور غلام فروخت کر ڈالتے اور یا اُنسے خلاصی کا کام لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس فرقہ کے تین نمکحرام شخصوں نے سلطان کو جزیرۂ روڈس کے قلعوں کے نقشے کھینچکر بھیجے۔ اور فوجکشی کی ترغیب دلائی[1]۔ چنانچہ ۱۴۸۰ء میں ایک سو ساٹھ جنگی جہازوں کا ایک بیڑا بسرداری مسیحی پاشا مقام مذکور کی فتح کے لئے روانہ کیا گیا۔ ترکی جرنیل نے معمولی مقامات فتح کرنیکے بعد مرکز جہاد کا محاصرہ کیا۔ گرینڈ ماسٹر (مجاہدین کا پیرومرشد) ڈی ابوسن نے دلیرانہ مقابلہ کیا۔ اور بڑے استقلال و مردانگی سے قلعہ کی حفاظت کی۔ ۲۸ جولائی ۱۴۸۰ء کو ترک عام ہلہ کرکے شہر میں گھس گئے۔ مگر جرنیل کی ناتجربہ کاری یا لالچ کی وجہ سے تکمیل فتح نہوئی۔ کیونکہ اُسنے اپنی مظفر و منصور سپاہ کو لوٹ سے روک کر دل شکستہ کردیا

بیت المقدس کے مجاہدین اور انکی غارتگری

[1] اپڈورڈ کریسی باب ۲۰

اور اسطرح کامیابی ایک طرفۃ العین میں ناکامی سے مبدل ہوگئی۔

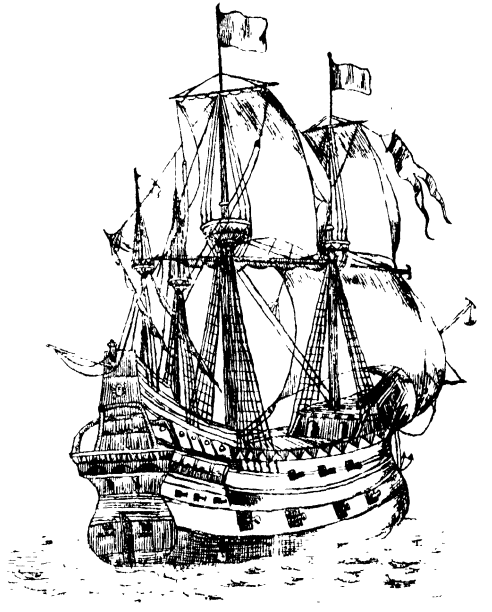
جب روڈس کے ناکام حملہ کی خبر وینس پہنچی تو سینیٹ (مجلس شوریٰ) کو ترکوں کے مقابلہ کی جرأت ہوئی۔ چنانچہ محمد ثانی کے انتقال پر عہدنامہ پیاف کے سراسر برخلاف سالانہ خراج بند کرکے اہل وینس نے عثمانی علاقہ جات پر ترکتاز حملے شروع کردیے۔ بابعالی نے اس بیجا حرکت کو اشتہار جنگ کا مرادف سمجھکر تیاری کا حکم دیا۔ حسن اتفاق سے اُسوقت ترکی بحری کارخانہ کا سپرنٹنڈنٹ ایک نہایت لائق اور باکمال شخص تھا۔ اُسنے اس مہم کے لئے دو خاص جہاز تیار کئے۔ جنکو "کوکہ" کہتے تھے۔ ہر کوکہ سترکیوبٹ بلند اور تیس کیوبٹ عریض تھا۔ مسطول کی یہ شکل تھی کہ درختوں کے سالم بڑے بڑے تنے جہاز کے ہر پہلو سے جھک کر اور بیچ میں ملکر گندھتے ہوئے بلند ہوتے تھے۔ اس مصنوعی جھنڈ کا قطر کم سے کم چار کیوبٹ تھا۔ سب سے بالائی حصہ پر چالیس مسلح سپاہی بے تکلف کھڑے ہوکر دشمن پر آگ برسا سکتے تھے۔ بخلاف معمولی جہازوں کے اپر دو دو تختے تھے۔ ایک مثل تختہ گیلون اور دوسرا مثل تختہ گیلی۔ ہر تختہ پر ایک توپ تھی۔ پچھلے حصہ کی پشت سے بیشمار چھوٹی چھوٹی کشتیاں آویزاں تھیں تاکہ عند الضرورت کارآمد ہوسکیں۔ کھینے کے لئے دونوں طرف چوبیس چوبیں لمبی بلیاں تھیں جن میں سے ہر ایک بلی پر نو خلاصی متعین تھے۔ ہر جہاز پر سپاہی اور خلاصی کل ملاکر دو ہزار آدمی سوار ہوسکتے تھے۔ براق رئیس اور کمال رئیس[1] ان دونوں

وینس کی دوسری سرکشی

کوکہ جہاز

براق رئیس
کمال رئیس

[1] کمال رئیس نے بحری فن جنگ میں وہ کمال حاصل کیا تھا کہ ترکوں کو آج تک اس پر ناز ہے۔ یہ شخص اصل میں صنعان پاشا کا غلام تھا۔ ایک روز اپنے آقا کے ہمرکاب بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ سلطان ابرکا قد و قامت اور وجیہ شکل دیکھکر نہایت متحیر ہوا۔ اور اُسکو صنعان پاشا سے لیکر کمال رئیس خطاب دیا۔ ۱۲



گیلین

(پندرھویں صدی کی جہاز نما کشتی)

کوہ پیکر جہازوں کے کپتان مقرر کئے گئے۔ علاوہ ازیں تین سو اَور جنگی جہاز تھے۔

قسطنطنیہ اور وینس کی زور آزمائی

اوائل جولائی ۹۹ھ میں یہ مہیب اور عظیم الشان بیڑا داؤد پاشا کی کمان میں لپینٹو کی طرف چلا۔ جو بحیرۂ اڈریاٹک کی مشہور بندرگاہ اور وینس کے مقبوضات میں سے تھا۔ آواخر جولائی میں یونان کے عین جنوب مغربی گوشہ پر پہنچکر ترکوں کو اہل وینس

وینس کا بیڑا

کے ایک مضبوط بیڑے کا پتہ ملا جو ناوارینو کے قریب بندرگاہ موڈن میں لنگرانداز تھا۔ ۴ اگست تک دونوں بیڑے بالمقابل خاموش لنگرانداز رہے۔ نہ وینس کے امیر البحر گریمانی نے پیشدستی کی اور نہ داؤد پاشا نے۔ کیونکہ موقع بے طرح مخدوش تھا۔ آخر کار اس تاریخ کے بعد ترکوں نے جنبش کی اور منزلِ مقصود کا رُخ کیا۔ داؤد پاشا نے ازراہِ عاقبت اندیشی خشکی کے ساتھ ساتھ بیڑے کو چلایا تاکہ عند الضرورت کسی بندرگاہ میں پناہ لے سکے۔ اور ناوارینو کے شمال میں پہنچکر اُس تنگ تر قطعۂ آب سے عبور کرنیکی

جزیرہ پروڈنو کا معرکہ

کوشش کی جو ساحل موریا کو مقابل کے جزیرہ پروڈنو سے جدا کرتا ہے۔ امیر البحر گریمانی بھی ایک کارآزما شخص تھا۔ قرائن سے تاڑ گیا کہ ترکوں کا کیا منشا ہے۔ اور بیڑے کو موڈن

امیر البحر گریمانی کی چال

سے بالا بالا نکالکر اُس تنگ قطعۂ آب کے بالائی حصہ پر جا دیا تاکہ دشمن کو نکلتے وقت بیخبری میں لے ڈالے۔ موقع نہایت مناسب اور ہوا بالکل موافق تھی۔ اور ہر قرینہ پختہ یقین دلاتا تھا کہ پالا وینس کے ہاتھ رہے گا۔ مگر داؤد پاشا اور اُس کے لائق کپتان ایسے وقت

داؤد پاشا کی پیش بینی

میں دشمن کے استقبال کو خلاف توقع نہ سمجھتے تھے۔ اور اسلئے ہر طرح کے حملہ کی روک تھام کے لئے بالکل تیار تھے۔ قلعہ زانکو واقعہ ناوارینو کے قریب پہنچکر جو ہیں بیڑے

نے اُس سُرنگ نما قطعۂ آب سے سر نکالا۔ اہل وینس نے برابر سے نکلکر فوراً نہایت تیزی سے ترکوں پر چھاپا مارا۔ لیکن چھاپا مارتے وقت ترتیب درست نہ رکھ سکے۔ جہازوں نے بلیوں سے انحراف کیا۔ اور بلیوں نے خلاصیوں سے سرتابی کی۔ جہاز جہاز سے لڑائے اور تہ و بالا ہو کر منتشر ہو گئے۔ ترک یہ دیکھکر نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور اہل وینس کو بالکل اپنے حلقہ میں لیکر اُنپر اسقدر شدت سے آتشباری کی کہ لارڈینو کا علم برادر اور بہت سے جہازوں کے جلکر غرقاب ہو گیا۔ اور بیشمار جانیں تلف ہوئیں اس ہنگامہ میں دشمن کے چند جہازوں نے براق رئیس کو گھیر کر کوکہ میں آگ لگانا چاہی مگر چونکہ کوکہ بہت زیادہ بلند تھا اسلئے آتشبار منجنیقوں کی رسائی اُس تک سخت مشکل تھی براق رئیس نے نوجوان حملہ آور جہازوں میں آگ لگادی۔ جسکے شعلے اسقدر بلند ہوئے کہ آخر کوکہ میں آگ لگ گئی۔ اور براق رئیس حیرت انگیز دلاوری دکھاکر اپنی قوم و ملک کی خدمت میں کام آیا۔ اِس جہاز پر اور بھی لایق و شجاع کپتان تھے جن کی یادگار میں ترک آج تک جزیرہ پروڈونو کو جزیرہ براق کہتے ہیں۔ یورپین مورخ اِس لڑائی کو "قیامت انگیز جنگ زانکو" کہتے ہیں۔

قیامت انگیز جنگ

براق رئیس کی موت

زانکو پر اگرچہ داؤد پاشا کو نمایاں فتح حاصل ہوئی مگر لی پنٹو تک راستہ صاف نہ تھا۔ کیونکہ امیر البحر گریمانی اپنی ٹوٹی پھوٹی جمعیت کو یکجا کر کے اور فرانس اور روڈس کی تازہ کمک سے مضبوط ہو کر انتقام کے لئے آگے بڑھگیا تھا۔ ترکی امیر البحر زانکو سے اُسی طریق پر ساحل کے قریب قریب چلا۔ شب کو اکثر کسی محفوظ بندرگاہ میں لنگر انداز

ہوجاتا۔ اور ہر طرف جاسوس کشتیوں سے نگرانی کراتا۔ اس تدبیر سے یہ فائدہ ہُوا کہ ہر مرتبہ گریمانی چھاپا مارتا تھا اور سخت نقصان کے ساتھ منہزم ہوکر آگے بڑھ جاتا تھا۔ اسیطرح قدم قدم پر لڑتا اور تلوار سے رستہ صاف کرتا۔ داؤد پاشا خلیج پٹراس میں داخل ہوگیا جہاں سلطان بہ نفس نفیس معہ بری فوج اسکا منتظر تھا۔ چنانچہ ۲۴۔ اگست ۱۴۹۹ء کو بابعالی کی بحری اور بری فوجوں نے ہر طرف سے محاصرہ اور حملہ کرکے لپنٹو کو فتح کرلیا۔ فرانس اور روڈس کے مددگار بیڑے ترکوں کی تیز قدمی اور اولوالعزمی دیکھکر پہلے ہی سرک گئے تھے اسلئے گریمانی کو تنہا اس ناکامی کی ذلت سہنا پڑی۔ لپنٹو کی فتح

وینس کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنا کبھی نصیب نہوا۔ لپنٹو کے ساتھ پٹراس اور کارنتھ کی وہ خلیجیں جنسے ابتدا پندرھویں صدی میں وینس کے تجارتی جہازوں کی کثرت سے نکلنا دشوار تھا۔ عثمانی ظل حمایت میں داخل ہوگئیں۔ اگلے برس بندرگاہ موڈن پر بھی تسلط ہوگیا جو گویا آبائے سپنزا کی کنجی تھا۔ بحیرہ اڈریاٹک کے مشرقی حصہ اور بحیرہ آئی اونین در وبست پر وینس کے جہازوں کے لئے قفل پڑگئے مشرقی دنیا میں جمہوری ریاست کے جو چند مقامات تھے وہ ۱۵۳۸ء میں ہاتھ سے نکل گئے جبکہ صاحبقران نے مصر کو فتح کیا۔ آخر کونی دنیا کے دریافت ہونیسے جو اسپین میں تجارت کا بازار گرم ہُوا اُسنے وینس کی رہی سہی عظمت کو بھی خاک میں ملادیا۔ چنانچہ سولھویں صدی کے ربع اول تک جنیوا کی طرح عروس البحر بھی ہمیشہ کے لئے مجلہ گمنامی میں چھپگئی۔ وینس فی الحقیقت یورپ کے لئے مشرقی صنائع اور مشرقی دولت کا مخزن تھا

بلکہ اُسکو بجائے خود ایک ایشیائی شہر کہا جائے تو نازیبا نہیں۔ اُسکے بڑے بڑے نامور صناع مصر اور عراق کے اُن کاریگروں کے شاگرد تھے جنپر اسلام کو ہمیشہ ناز رہیگا

اسلام کے صناع

اُسکے بازار سرتاپا حجازی۔ عراقی۔ اور ایشیائی صناعیوں سے معمور رہتے تھے مثلاً دمیاط کا ریشمی ڈوریا۔ اور اسکندریہ اور طنیس کے زربفت۔ کمخواب۔ تاش باولہ۔ قاہرہ کے

مرکز صنعت

انواع اقسام کے ریشمی پارچہ جات۔ بعلبک کی روئی۔ بغداد کا ریشم۔ مدائن کا اطلس اور

عروس البحر کا احسان

ساٹن۔ وغیرہ۔ بیشک مغربی دنیا پر عروس البحر کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اُسنے مشرقی دفینوں اور ایشیائی تمدن و معاشرت کی مدد سے یورپ میں فیشن کی بنیاد ڈالی اور

یورپ میں فیشن کی اصلیت

کھال کمل پہننے والوں کو زرق برق لباس پہنائے۔ اِسنے یورپ میں لوازم تکلف ہی داخل نہیں کیئے بلکہ اُن کے ناموں کی تعلیم بھی دی[1]۔ عروس البحر کو آخر کار سیف عثمانی کے

عروس البحر اور سیف عثمانی

سامنے محجوب ہونا پڑا۔ اُسنے ترکوں کا بحری اقتدار ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ جزیرہ سائپرس کا خراج بھی ادا کیا۔ اور آخر میں یہانتک حقیر و متبذل ہوئی کہ جب صاحبقران نے ۱۵۲۱ء میں بلگریڈ پر قبضہ کیا تو وینس نے ڈر کر خود بخود سالانہ خراج بڑھا دیا۔ عروس البحر کے اِس عبرت انگیز زوال پر ہم اُسیقدر خلوص سے ہمدردی کرتے ہیں جسقدر کہ یورپ کے مورخ قرطبہ اور غرناطہ کے زوال پر آنسو بہاتے ہیں۔

جزیرہ روڈس

اب صرف ایک روڈس تھا جو بدستور سرکشی پر اڑا تھا۔ سلیم نے جو جدید

[1] مثلاً سیر پیے نٹ ایک قسم کی ریشمی آبروداں جو اصل میں سیرسن سنف یعنی مشرقی کپڑا ہے ٹیبی یعنی طبیری یعنی بغداد کے ایک کوچہ کا نام ہے جہاں اس قسم کا ریشمین کپڑا بُننے والے بکثرت آباد تھے۔ بذا کینی یعنی زریں چیز جو اصل میں یا الاڈک یعنی بغداد کا بگڑا ہوا ہے۔ سماٹ یا سیرسن یعنی شامی گو یا یا جو پنے ہی چیز جو شام اور مصر کے مسلمانوں کی مشہور پوشاک تھی اور ہنوز ہے دیکھو لین پول صفحہ ۷۰۔ نیز آرٹ آف سیرسن صفحہ ۲۳۹

مقامات واقع سواحل شام ومصر مضافات عثمانی میں داخل کئے تھے۔ اُنکو قابل اطمینان حالت میں رکھنے کیلئے اسکی بڑی ضرورت تھی کہ بذریعہ آزادانہ رسل ورسائل اُنسے تجدید و استحکام تعلقات ہوتا رہے۔ مزید برآں بحیرۂ روم کے تمام مشرقی حصہ میں ترکوں کا بحری اقتدار ہنوز مستحکم بھی نہوا تھا۔ ان دونوں مقاصد کے حصول میں مجاہدین روڈس سخت مزاحم تھے۔ اُن کے ترکتاز سفاکانہ حملوں سے مسلمان اور مسیحی دونوں قومیں "عذاب الیم" میں تھیں[۱]۔ اور گوبرائے نام وہ نائٹ ہاسپٹلر یعنے مہمان نواز تیماردار مجاہد تھے مگر حقیقت میں لیوانٹ کے تمام آیندو روندگان کی کوفیانہ مہمانی کرتے تھے۔ سلطان سلیم نے اُن کے استیصال کا ارادہ کرکے ڈیڑھ سو جنگی جہاز جن میں بعض "ٹوٹن" والے تھے۔ اور سو بادبانی کشتیاں تیار کرائیں۔ اور علاوہ بحری سامان کے ساٹھ ہزار جرار فوج بری بھی ایشیائے کوچک کی طرف روانہ کی۔ مگر دفعتہً پیام اجل آپہنچا۔ اب صاحبقران نے اپنے دو بزرگوں کی ذہنی وصیت پورا کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ نیز پچھلے عہد میں شاہزادہ جمشید کے ساتھ مجاہدین نے جو کچھ سلوک کیا تھا[۲] اُسکی مکافات بھی ضروری تھی۔ غرضکہ فتوح ہنگری سے اگلے برس

دولت عثمانیہ کے خاص تعلقات اور بحیرۂ روم میں حکومت

بیت المقدس کے مجاہد اور اُنکی کوفیانہ مہمانی

فوجکشی کے اسباب

---

[۱] یہ ہماری رائے نہیں بلکہ اس زمانہ کے ایک یورپین سورخ کی رائے ہے دیکھو بارہری کور سیر فحہ ۶۶ و ۱۴۲

[۲] جمشید ابن محمد ثانی کی زندگی بھی ایک عجب جانگداز فسانہ ہے۔ جب اپنے بھائی بایزید سے شکست کھاکر برطرفے مایوس ہوا تو مجاہدین سینٹ جان نے اسکو اعانت کا سبز باغ دکھلاکر روڈس میں بلالیا۔ اور اُدھر بالا بالا بایزید سے ۴۵ ہزار ڈوکیٹ (سکہ بعد قیمت ایک دینار) سالانہ مقرر کرکے اُسکو قید کرلیا۔ مجاہدین کا معلم اول ڈی ابوسن جو ایک نہایت بے اصول ورسکا شخص تھا۔ شہزادہ کو عرصہ دراز تک غمی جمع کرنیکے بہانہ جگہ جگہ لئے پھرا۔ روڈس۔ نائس۔ روزمین۔ پائی اور اخیر پر سابیج میں ایک مدت تنزل دنیا رہنیکر اُسمیں قید کیا جمشید کی مظلوم اور حرماں نصیب بی بی نے جو معزز میں تھی ایک قیمتی کیڑا بطور خیرہ شاہی اُسکو بھیجکر معلم کو رحم پر آیا۔ بلکہ بنگلس نے اپنی جوان بیٹی کو جسکا نام فلیا بتایا جاتا ہے۔ زوجیت کی امید پر شاہزادہ کو چند تمیں پیش کیا۔ چنانچہ جمشید اور سیلیج تفتیش کا پتہ شہزادہ مذکور کے قصائد غزلیات سے لگتا ہے۔ پھر پوپ انوسنٹ ہشتم کی چڑیا کا میدا بنا اور مدت دراز تک باجمالی سے تخزا پاتا رہا۔ پوپ کے انتقال پر جب بوجیہ نشین ہوا تو جارلس شاہ فرانس نے اُسکی بڑا چاہا۔ اور شہزادہ کو طلب کیا بیرحم اور قسی القلب بورجیہ نے جمشید کو زہر دیکر مارڈالا۔ یہ ہیں یورپ کے مذہبی پیشواؤں اور شجاعوں کے کارنامے! مین پول کی تڑی کی صفحہ ۱۴۲

روڈس پر یلغار

یعنی ۱۸ جون ۱۳۰۹ء کو تین سو جہازوں کا ایک زبردست بیڑا روڈس کی طرف چلتا کیا جسمیں آٹھ ہزار جاں نثاری دو ہزار سفر سینا کے جوان اور نہایت وافر سامان آذوقہ و محاصرہ تھا۔ اور خود ایک لاکھ جری فوج کی کمان لیکر خشکی کی راہ ایشیائے کوچک کو چلا۔ دونوں قوتیں خلیج مارمورا میں ملکر روڈس کی طرف بڑھیں۔

یورپ کے مورخ اس واقعہ کو نہایت ولولہ انگیز اور دلگداز زبان میں قلمبند کرتے ہیں۔ وہ سب ہمزبان ہیں کہ "مسیحی دنیا کا ایک نامور اور بہادر مقدمتہ الجیش دنیائے اسلام میں اسوقت تنہا زور آزما تھا۔ مجاہدین نے سچے مسیحیوں کی طرح اپنے آنر اور ملجن (عزت و مذہب) کو بچایا۔ اور فرائض منصبی ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ آخر کو مجاہدین کے سپہ سالار (گرینڈ ماسٹر ایڈم) نے یہ بڑا بھاری احسان کیا (شاید ان موروں پر۔!) بڑی ہی ہمت کی کہ صاحبقران کی پیش کی ہوئی تجویز صلح کو منظور کر لیا۔ اور اپنے رفیقوں کا خون ناحق نہیں بہایا" وغیرہ وغیرہ۔ زید و خالد خواہ کچھ ہی کہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ روڈس کے مجاہد نہ حامی ملت المسیح تھے نہ صرف دشمن جان اسلام۔ اور نہ مہمان نواز یا غمخوار انسان۔ بلکہ چند سفاک طینت اور دغاباز لٹیروں کا ایک جتھا تھا جس سے وہی سلوک کیا گیا جو کیا جانا چاہیئے تھا۔ دوران محاصرہ میں مجاہدین کے آٹھوں فرقوں نے جو آٹھ دستپناہ[۵۲] (ٹونگ) کہلاتے تھے۔ اور فصیل پر علیحدہ علیحدہ جمائے گئے تھے بڑھ بڑھ کر داد مردانگی دی گبرائل مارٹنگو والی کینڈیا (قویطش) نے فصیل و برج کی حفاظت میں سخت کوشش کی

یورپین سورخوں کی رائے

مجاہدین کے فرقے

[۵۲] تاریخ رہاڈس کے باب ۳۲ مجاہدین کے آٹھ ڈتے جو آٹھ دست پناہ (ٹونگ) کہلاتے تھے جسفیل تھے جرمنی۔ پرتگال۔ اٹلی۔ اسپین فرانس۔ انگلستان۔ پروونس۔ آرگناٹ

معرکہ آرائی

مگر ۲۴ ستمبر کو ایک حصہ فصیل "انگریزی دستپناہ" سے چھوٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اٹلی۔ اسپین اور پرودنیس کے دست پناہ بھی ڈھیلے پڑ گئے۔ آخر کار ۱۰۔ دسمبر کو شرائط صلح مرتب و قلمبند کی گئیں۔ جن کی رو سے محصورین کے لئے قرار پایا کہ اٹھارہ روز میں

فتح

اثاث البیت و اسلحہ سمیت ترکی جہازوں میں جزیرہ کو خالی کر جائیں۔ اس موقع پر بھی صاحبقران اپنے قومی خاصہ کا ثبوت دیے بدون نہ رہ سکا۔ اُسنے ایڈم (گرینڈ ماسٹر) سے وداعی سلام کرتے وقت اسکی جلاوطنی پر نہایت اشکباری کی۔ اور خاص باشندگان روڈس کو چار سال کا خراج معاف کر دیا۔ تاکہ جنگی نقصانات کی بخوبی تلافی ہو سکے۔

وداعنامہ

یورپ کی قدیم جمہوری ریاستیں جب سے مطیع و حلقہ بگوش ہو گئی تھیں۔ تب سے اُسطرف بحیرۂ اڈریاٹک سے لیکر بحیرۂ آئی اونین تک۔ اور اسطرف باسفورس سے بحیرۂ ایجین اور بحیرۂ کریٹ تک تمام بندرگاہوں پر ہلال پرتو افگن تھا۔ اب جزیرہ روڈس کی جدید فتح سے بحیرۂ روم کا شرقی حصہ بھی قبضہ میں آگیا۔ ادھر بحیرۂ روم کے مغربی حصہ پر خیر الدین قابض ہوتا آتا تھا۔ گویا دونوں بحری قوتیں ہر طرف سے چلکر مقام اتصال تک پہنچ گئی تھیں۔ صاحبقران بہت بڑا دانشمند اور امور ملکداری میں نہایت سلیقہ مند فرمانروا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ بحیرۂ روم کی شرقی اور غربی قوتوں کا اتصال ملکی مصالح امور کی جان ہے اور یہ کہ ترکوں کا بحری اقتدار اگر مستحکم ہو سکتا ہے تو صرف اسطرح کہ خیر الدین جیسے اولوالعزم شجاع۔ مدبر۔ مذاق جہازرانی سے بہرہ مند شخص کو امیر البحر مقرر کیا جائے۔

بحری اور ترکی قوتوں کا مقام اتصال

نیز جیسا کہ تیسرے باب کے ختم پر اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔ اسوقت یورپ کے

یورپ کا مشہور قزاق

ایک مشہور امیر البحر ڈوریا کا علم غارتگری تمام جنوبی ممالک یورپ میں بلند تھا۔ خاصکر مضافات قسطنطنیہ میں اُسکے ترکتاز حملوں سے تباہی اور بربادی پھیلتی جاتی تھی۔ ڈوریا

امیر البحر ڈوریا اور اسکے مختصر حالات زندگی

اصل میں جنیوا کے ایک شریف اور معزز خاندان سے تھا۔ ۱۴۶۸ء میں پیدا ہوا۔ ابھی پندرہ برس کا تھا کہ پوپ لیو کے باڈی گارڈ میں داخل ہوگیا۔ اور عرصہ دراز تک لیو کی آوارہ اور الفنسو فرمانروائے نیپلز کے ماتحت نمایاں ترقی کرتا رہا۔ آخرکار چھیالیس برس کی عمر میں پوپ کی خدمت سے علٰحدہ ہوکر اُسنے بحری مشاغل شروع کیئے۔ چونکہ طبعًا دلیر و شجاع تھا اسلیئے بہت جلد ایک چھوٹے سے لٹیرے گروہ کا سردار بن گیا۔ ریاست جنیوا اگرچہ مدت سے اپنا بحری اقتدار سیف عثمانی کے نذر کرچکی تھی مگر وینس کے ساتھ اسکی رقابت دیرینہ بدستور تھی۔ ڈوریا کی اولوالعزمی اور دلیری دیکھکر اُسکے ہموطنوں نے ۱۵۱۳ء میں

قومی امیر البحر

اُسکو اپنا قومی امیر البحر بنالیا جس سے کچھ عرصہ کے لئے اہل وینس کو بحیرۂ روم کی حکومت سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسی سال اُسنے سینٹ کے اشارہ سے ٹیونس پر فوجکشی کی۔ کیونکہ خیر الدین باربروسہ نے جنیوا کے چند جہاز گرفتار کرلیئے تھے۔ مگر چونکہ قومی خدمت

غارتگری کیطرف معاودت گورنمنٹ فرانس میں ملازمت

میں لوٹ مار کا موقع بہت کم ملتا تھا اسلیئے وہ اس عہدہ پر زیادہ عرصہ تک متمکن نرہا۔ بلکہ ۱۵۲۲ء میں علٰحدہ ہوکر فرانس کے بیڑے میں ملازم ہوگیا۔ لیکن چھ برس کے تجربہ کے بعد اُسکو ثابت ہوگیا کہ فرانسیس اول شاہ فرانس اُسکے عزیز الوجود ہموطنوں سے ذلیل اور ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے۔ اسلیئے وہ اپنے مختصر سے بیڑے سمیت جسمیں بارہ جہاز تھے

چارلس کی ملازمت

چارلس نجیم شاہ اسپین کے دائرہ ملازمت میں داخل ہوگیا۔ چونکہ فرانسیس اور چارلس میں

ہمیشہ جنگ رہتی تھی اِسلئے ڈوریا کو امید تھی کہ وہ اس کشمکش میں جنیوا کو فرانس کے پنجۂ ظلم سے چھڑا لینے کا موقع نکال سکتا ہے۔ فرانسیس کو ہر معرکہ میں ناکامی ہوئی اور جنیوا بالکل آزاد ہوگیا۔ اُسکے ہموطنوں نے اس بڑے احسان کے شکریہ میں جنیوا کا تاج پیش کیا۔ مگر اُسنے نامنظور کیا۔ اور اِسوقت سے آخر تک اپنی قوم و ملک کی نامی میں مخدومی حاصل کرتا رہا۔ چونکہ ترک جنیوا کے کامیاب دشمن تھے اسلئے ڈوریا کو ترکوں سے سخت عداوت تھی۔ اور اُن کو تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نکرتا تھا۔ اُسنے اکثر ترکی جہاز گرفتار کئے۔ ہزاروں مسلمانوں کو بطور قیدی پکڑکر اُن سے خلاصی کا کام لیا۔ یا جیلخانے میں ڈالکر اُنکے پس ماندگان سے خونبہا طلب کیا۔ گو برادے نام وہ امیر البحر تھا۔ مگر اصل میں سخت ناخدا ترس غارتگر تھا۔ اور لوٹ مار سے اپنی ذاتی ثروت کو ترقی دیتا تھا۔ شرشیل کے ایلغار سے واپسی کے وقت اُسنے اپنے ماتحت سپاہیوں سے جو سلوک کیا وہ اُسکے نام پر بڑا دھبہ لگاتا ہے۔ اگلے برس یعنے ۱۵۳۲ء میں

کورن پر ڈوریا کا حملہ

ڈوریا نے شمالی علاقہ جات واقع سواحل یونان پر فوجکشی کی اور قریبًا پچاسی جہازوں اور بادبانی کشتیوں کے ایک بیڑے سے اول کورن (قورن) پر حملہ کیا۔ ایک سخت اور مسلسل گولہ باری کے بعد قلعہ نشین ترکوں نے جاں بخشی کے وعدہ پر دروازہ کھولدیا۔ ڈوریا نے قلعہ مذکور کو ایک ماتحت سردار منڈورا کے سپرد کرکے خود آبنائے پر اس کی راہ اندرونی مقامات کی طرف اقدام کیا اور ستمبر تک اُن تمام قلعہ جات کو فتح کرکے جو آبنائے کا رنتھ کی حفاظت کرتے تھے جنیوا کو عود کیا۔ دوسرے سال ترکوں نے

تازہ دم ہوکر لطفی پاشا کے زیر کمان قلعہ کورن کا از سر نو محاصرہ ڈالا محصورین قلت آذوقہ سے تنگ ہوکر دروازہ کھولنے کو تھے کہ ڈوریا کمک لیکر آپہنچا۔ اس موقع پر اہل جنیوا اور ترکوں میں گھمسانکی لڑائی ہوئی۔ ڈوریا قلعہ میں جانے کا قصد کرتا تھا محاصرین سدِ راہ ہوتے تھے۔ طرفین نے بڑھ بڑھکر داد مردانگی دی۔ آخر کار لطفی پاشا کو شکست ہوئی۔ کورن کا محاصرہ

واقعات کے اس سلسلہ سے صاف ظاہر ہے کہ ڈوریا کی روز افزوں ترقی ترکی بحری اقتدار کی سخت مزاحم تھی یا آئندہ ہوتی۔ سلیمان کو اسوقت ہنگری۔ جرمن۔ آسٹریا کے معاملات میں مصروفیت تھی۔ ان ممالک کی حدود کی جانب وہ کبھی فتحمند حملہ آور ہونیکی حیثیت سے بڑھتا تھا اور کبھی فرڈی ننینڈ اور زیپولا جیسے مسیحی دعویداران تاج و تخت کا فیصلہ کرنے کی غرض سے۔ خلاصہ یہ کہ اسکو بذات خود ڈوریا کی سرکوبی کی فرصت نہ تھی۔ ان وجوہ سے قسطنطنیہ اور الجزائر کا اتصال ضروری سمجھکر وزیر اعظم ابراہیم نے تحریک کی اور ۱۵۳۳ء میں خیر الدین پاشا کو اس مراسلہ کے ذریعہ سے باریاب ملازمت ہونیکی ہدایت کی گئی جسکا پچھلے باب میں حوالہ دیا گیا۔

پانچواں باب

ترکی امیر البحر۔ یا کپستان پاشا خیر الدین

خیر الدین بابعالی کی اہم ضروریات اور اپنی طلبی کی علت غائی سے غرض واقف تھا اسلئے سلطانی فرمان کی بجاآوری میں اُسنے عمداً عجلت نہیں کی۔ بلکہ اول اطمینان کے ساتھ اُسنے ملک کا انتظام کیا تاکہ اُس کی غیر حاضری میں کسی بیرونی غنیم یا اندرونی حاسد کا خطرہ باقی نرہے۔ اِن رخنہ بندیوں سے حسب دلخواہ فارغ ہوکر امیرانہ شان و شوکت سے تہیۂ سفر کیا۔ اور ساتھ ہی چند جاسوس کشتیاں ڈوریا کی تلاش میں اِدھر اُدھر روانہ کیں۔ آخر اگست ۱۵۳۳ء میں حسن آغا کو جو اُسکا بہت بڑا معتمد علیہ سردار اور خواجہ سرا تھا سلطنت کا چارج دیکر معہ حشم و خدم چل پڑا

سچ یہ ہے کہ حقیقی ناموروں کے خلاف مصنوعی ناموروں کی عزت جھوٹے موتی کی آب کی طرح نہایت خفیف فرو گزاشت پر ماند ہوجاتی ہے۔ دو سال پیشتر جب ڈوریا نے شرشیل پر غافلانہ حملہ کیا تھا۔ اور خیر الدین کے آنے کی خبر سُن کر دو ہزار جاں نثاروں کو "دہنِ اژدر" میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اُسوقت سے خیر الدین کی نگاہ میں اُس کی وقعت ایک معمولی ابن الوقت قزاق کی وقعت سے زیادہ نہ رہی تھی۔ چنانچہ الجزائر سے چلتے وقت اُسکو جاسوس کشتیوں سے یہ پتہ ملا کہ اُس کا حریف شمالی اطراف میں لوٹ مار کررہا ہے تو باوجودیکہ اس کے ہمرکاب چند معمولی جہاز تھے۔ تاہم اُسنے ڈوریا کی سرکوبی کا

مصمم ارادہ کر کے سواحل اٹلی کا رُخ کیا۔ لیکن البا کے قریب پہنچکر معلوم ہوا کہ یورپ کا شجاع ایسر البحر خبر پاکر پہلے ہی سسلی کیطرف سرک گیا ہے۔ اِس لئے یہاں سے چند جہاز جنمیں جنیوا کے تجارتی جہاز اور ڈوریا کے خاص جہاز شامل تھے گرفتار کر کے جزیرۂ البا کو لوٹ کر خیرالدین بزودی تمام پلٹا۔ اور ڈوریا کو سواحل اٹلی پر خلیج سلرنو[۱] اور خلیج نیپلز میں تلاش کرتا بحیرہ روم میں داخل ہوا۔ اور یہاں سے جزیرہ مالٹا۔ سانٹا موارا۔ ناواونیو۔ نیز ساحل موریا کے قریب سے ہوتا آخرکار سالونیکا میں لنگرانداز ہوا۔ اور اپنے آنے کی باقاعدہ اطلاع قسطنطنیہ بھیجدی۔ خیرالدین کے آنے کی خبر سُن کر بابعالی کیطرف سے ایک معزز ڈیپوٹیشن استقبال کے لئے بھیجا گیا۔ اُدھر اُسکے عسکی سرائے کا دیوان خاص و عام شاہانہ شان و شوکت سے آراستہ کیا گیا۔ قسطنطنیہ کے تمام اکابر و امرا جمع ہوئے صاحبقران بنفس نفیس محلسرا کے ایک دریچہ سے ہمہ تن چشم انتظار تھا کہ اتنے میں بربری بیڑا نشان ہلال کے سایہ میں آہستہ آہستہ گولڈن ہارن (شاخ مطلا یا سنہرا سینگ) میں داخل ہوتا دکھائی دیا اور چند منٹ میں گوشۂ محل کا طواف کرتا شاہی اسٹیشن میں لنگرانداز ہوا۔ عسکی سرائے میں اُس روز عجیب دلچسپ نظارہ تھا۔ جسکو دیکھنے کے لئے بڑے بڑے نامور جرنیل کرنیل وزرا امرا ارکین دربار و اعیان حضرت جمع ہوئے تھے۔ خیرالدین اپنے اٹھارہ کپتانوں کے ساتھ حضور سلطانی میں دست بستہ ایستادہ تھا۔ حاضرین اِس

---

[۱] یہ وہی سارنو ہے جس کی بابت ہمارے لسان الغیب لکھتے ہیں ؎

سارنو میں جو ایک نامی مطلب تھا
وہ سغرب میں عطار مشکِ عرب تھا

جماعت ہنر براں کو بڑی حیرت و استعجاب سے تکتے تھے۔ جس کی شجاعت و دلیری نے تمام یورپ کے سر جھکا دیے تھے۔ اور کسی بحری قوت کو قشقۂ اطاعت لگائے بدون نہ چھوڑا تھا۔ خیر الدین ان میں اسطرح متمیز ہوتا تھا۔ جس طرح ستاروں میں چاند۔ ابراہیم نے قیافہ سے دریافت کر لیا کہ خیر الدین میں تمام صفات مطلوبہ موجود ہیں اور اسلئے تمام دربار کے سامنے اُسکو ترکی امیر البحر کا خطاب دیکر بحری صیغۂ حرب کا چارج سپرد کر دیا۔

بابعالی کی مہمانی سے فارغ ہو کر خیر الدین بڑی مستعدی سے صیغۂ حربیہ کی اصلاح میں مصروف ہوا۔ اور تمام موسم سرما اسی میں خرچ کیا۔ وہ نرا امیر البحر یا جہازراں ہی نہ تھا بلکہ جہاز کے تمام پیچ پُرزوں سے کما حقہ واقفیت اور جہاز سازی میں اعلیٰ درجہ کا کمال بھی رکھتا تھا۔ اُسنے پہلی ہی نظر میں وہ نقوص دریافت کر لئے جو ڈوریا کے مقابلہ پر بسا اوقات ترکی بیڑوں کی ناکامی کا باعث ہوتے تھے۔ مثلاً بادبانوں کا سریع الحرکت اور جہازوں کا سُبکرفتار ہونا۔ اور عین وقت پر ملاحوں اور خلاصیوں کے قابو سے باہر نکل جانا وغیرہ۔ ایک اَور بڑا نقص یہ تھا کہ اس صیغہ کے تمام کارپرداز اور کارکن خلاصی سے لیکے کپتان تک عموماً وہ لوگ تھے جنھوں نے بادبان یا پشتیبان کی شکل کشتی سے علٰحدہ عمر بھر بھی نہ دیکھی تھی۔ اور جہاز کے پوشیدہ کل پُرزوں سے اصلا واقفیت نہ رکھتے تھے۔ خیر الدین نے بلا تامل یہ قاعدے بدل دیے۔ حسن اتفاق سے اسوقت بحری گداموں میں لوازم و مصالحات کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔ اسلئے اُسنے خاص اپنے اہتمام اور نگرانی سے ایک جدید کارخانہ کھولا۔ اور افسران صیغۂ حرب کو جرأت دلانے

ترکی جہازوں اور بحری تنگیزین کی اصلاح

کے لئے اکثر خود بھی کاریگروں کا شریک ہوتا۔ اِس طریق پر سال رواں کے ختم تک اُسنے
اکسٹھ جنگی جہاز تیار کئے۔ اور اِن میں اٹھارہ اپنے اور پانچ اَور ملاکر چھیاسی جہازوں کے ایک
زبردست بیڑے کی کمان لیکر ۱۵۳۴ء کے موسم گرما میں سواحل اٹلی کی جانب بڑھا
پرجیو پر پہلا حملہ اور آبناے سینا[۵۱] میں داخل ہوکر اول پرجیو پر حملہ کیا جو صوبہ نشیب کلیبیریا[۵۲] کی مشہور بندرگاہ
اور اُسوقت ایک جنگی مقام تھا۔ یہاں سے ہزاروں بندی اور جہاز گرفتار کرکے آگے بڑھا
فلدیوسیڈا اور قلعہ سینٹ لیوسیڈا پر ہلّہ کرکے اُس میں آگ لگادی اور قریباً اٹھارہ ہزار آدمی گرفتار
فونڈی پر حملہ کئے۔ یہاں سے سپرمونگا ہوتا ہوا ایک فونڈی پہنچا۔ کہتے ہیں کہ اِس مُہم سے اُسکا منشا یہ تھا
کہ پرجال گوئیلا کو جو دیسپیسیو والی ٹراجٹو کی بیوہ اور حاکم فونڈی کی وارث تھی۔
گرفتار کرے۔ گوئیلا اصل میں اُس حوروش جوناآو ارگون کی بہن تھی۔ جسکے سراپا پر اٹلی
پرجال گوئیلا کے دو سو اسی نازکخیال شاعروں نے طبع آزمائی کرکے مختلف زبانوں کے ذخیرے ختم
کردیے تھے۔ بہن کیطرح گوئیلا کا حسن و جمال بھی کچھ کم زاہد فریب نہ تھا۔ چنانچہ اُس کی
ڈھال پر ایک سدابہار پھول کی تصویر بنی تھی جس سے یہی مطلب تھا کہ جسطرح یہ پھول
باد خزاں کی دسترس سے باہر ہے۔ اسیطرح گوئیلا کا فلاور آدلو (حسن و عشق کا پھول)
بھی زمانہ کی صرصر حوادث سے محفوظ ہے۔ غرضکہ خیرالدین اِس گوہر مقصود کے لئے نہایت
تیزروی سے سمندر طے کرتا رات کے وقت بیخبر فونڈی پہنچا۔ گوئیلا کو خبر ہوئی تو اُسوقت جبکہ
شہر اور محلہ امحصور ہوچکا تھا۔ اناچا۔ دیولدیوی اور کولادیوی کی طرح گوئیلا بھی شجاعت کے

---

۵۱ سسلی اور اٹلی کا فاصل تنگہ آب ۵۲ اٹلی کا انتہاے جنوب کا صوبہ

لباس میں صرف ایک اٹالین سوار کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی۔ ایک جرمن[۱] مورخ اس موقع پر ہمکو بتلاتا ہے کہ کمبخت سوار نے اس رات کو اس ماہ کامل کے شب افروز چہرہ سے بیخود ہوکر حیثیت سے زیادہ گستاخانہ جرأت کی۔ جس کی سزا میں وہ بعد کو شہید تبسم دیت ہوا۔ خیر الدین نے ناکامی سے برافروختہ ہوکر فونڈی کو آتش و شمشیر سے برباد کیا۔

ان اطراف میں ڈوریا کو چند روز اور تلاش کرنے اور چارلس کے علاقہ[۲] جات کو تاخت و تاراج کرنیکے بعد اسکو بابعالی سے ٹیونس کی طرف اقدام کرنے کا فرمان ملا۔

مقابہ میں بیان کیا گیا ہے کہ موحدین کے زوال پر ۱۲۶۹ء سے ٹیونس میں بنو حفص حکمران تھے۔ یورپ کی تجارقوموں کے ساتھ خصوصاً اور دیگر اقوام سے عموماً گورنمنٹ ٹیونس جو کچھ حسن سلوک و مراعات کرتی تھی اسکا بہتر ثبوت اُن باہمی عہدناموں سے بخوبی مل سکتا ہے۔ جنکی متعدد کاپیاں پیسا۔ جنیوا۔ وینس اور شاید لنڈن و پیرس کے پبلک کتبخانوں میں آجتک محفوظ[۳] ہیں۔ گو اُس زمانہ کے یورپ نے اِس حسن سلوک کی دوائر بھی کبھی قدر نہ کی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سلاطین اور رعایا سے ٹیونس مسیحیوں سے اسقدر فراخ دلی اور آزاد منشی سے برتاؤ کرتے تھے کہ خود مسیحی واعظوں کو اُن کی ضعیف الاعتقادی کا دھوکا ہوتا تھا۔ چنانچہ سینٹ لوئس اُس زمانہ کا ایک مشہور واعظ ٹیونس کو دعوت نصرانیت دینے آیا۔ اور اسی کوشش میں ناکام جاں بحق[۴] ہوا۔ اس جلیل القدر خاندان کے

---

[۱] وان ہمسر باب سنہ ۱۲۹۔ لین پول صفحہ ۵۔ [۲] شاہ چارلس دنیا کے آٹھ تاجوں کا مالک تھا۔ سپین۔ فرانس۔ انگلینڈ۔ اسکاٹلینڈ۔ ملے تھے۔ جرمنی کا تاج دول یورپ کی کثرت رائے سے تفویض ہوا تھا اور ٹکمیکو۔ پیرو واقع امریکہ جنرل کورٹیز کی تلوار کی بدولت علاوہ ان مسلمی پر بھی اسکا قبضہ تھا چونکہ چارلس باب عالی کا مخالف تھا۔ اس لئے ان اطراف میں خیر الدین کے ملے بابعالی کا پناہ یافتہ ہونے کی حیثیت سے انتقاماً ہوتے تھے۔ نہ کہ غارتگری کی حیثیت سے۔ جیسا کہ یورپین مورخ لکھتے ہیں۔ [۳] لین پول صفحہ ۵ [۴] لین پول صفحہ ۵ و ۶

اہل ٹیونس اور اہل یورپ کے قدیم تعلقات

الکیس[۳] فرمانرواؤں نے زائد از تین سو برس حکومت کی۔ آخر اوائل سولھویں صدی میں زوال کے آثار نمودار ہونے لگے۔ باہمی نفاق و خانہ جنگیوں نے اُن کی قومی قوت کو مضمحل کر دیا۔ اور اپنی متقدم سلطنت قرطاجنہ (کارتھیج) کی طرح ٹیونس کی ساعت ناگزیر بھی آن پہنچی۔ بائیسویں فرمانروا سلطان حسن نے جو کچھ لائق نہ تھا خاندان بھر کے نرینہ وارثوں کو تہ تیغ کر کے خود عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ صرف ایک شہزادہ خوش قسمتی سے بھاگ کر خیر الدین کے پاس فریاد لایا۔ اور استمداد کی۔

خیر الدین کی پالیسی

خیر الدین کی ہمیشہ سے آرزو تھی کہ تمام فرماں روایان بربر بالعالی سے حسن عقیدت رکھنے میں اسکے ہمخیال ہوں۔ وہ ایک عاقبت اور دانشمند پولیٹشن تھا۔ اور دولت عثمانیہ کی روز افزوں ترقی دیکھکر سمجھ گیا تھا کہ بحیرۂ روم کی مشرقی اور مغربی طاس بربر کے اندرونی حصص پر حکومت اسلام کو لازوال قیام صرف اِس تدبیر سے ہو سکتا ہے کہ ریاستہائے بربر کے تمام عامل قسطنطنیہ سے وہی تعلق پیدا کریں جو معالیق قلب کو قلب سے تعلق ہے وہ خوب جان چکا تھا کہ دنیائے اسلام میں اسوقت ہلال ہی ایک ایسا جھنڈا ہے جس کے مبارک سایہ میں اسلام کی تمام حکمراں قومیں متحد و مجتمع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ ۱۵۱۹ء میں جب اُس نے امیر المومنین سے ملکی بیعت کی تو ٹیونس کو بھی کنایتاً اسطرف توجہ دلائی تھی مگر جیساکہ ابتدائی زوال میں دنیا کی بدنصیب قوموں کا خاصہ رہا ہے۔ بنو حفص میں تنگ چشمی۔ کوتہ اندیشی اور خود بینی حلول کر چکی تھی اور اپنی قدیم شرافت خاندانی پر نازاں تھے۔ اور ترکوں کو ایک نو دولتہ اور نوخیز قوم خیال کر کے اُنکی اطاعت کو ذلت

سمجھتے تھے۔ لیکن اب کہ اُس بوسیدہ دولت کا ڈھیر ڈھیلا پڑگیا تھا۔ تمام سلطنت میں جا بجا رخنے تھے۔ اور ایک حریف دعویدار شہزادہ خود غرضی سے مبہوت۔ امداد کا خواستگار یا رہبری کو تیار تھا۔ خیرالدین نے اِس بیش بہا موقع کو ضائع کرنا مصلحت نہ سمجھا۔ اور بوصول فرمان بابعالی سواحل اٹلی سے فوراً ٹیونس کیطرف پلٹا۔ اُسکے آنیکی خبر سنکر سلطان حسن مسرور ہوگیا۔ اور خیرالدین نے ایک خفیف سے مقابلہ کے بعد مظفر و منصور شہر میں داخل ہوکر دعویدار شہزادہ کو تاج و تخت پر قبضہ دلایا۔ مگر چونکہ یہ عزل و نصب اہل ٹیونس کے بالکل خلاف مرضی تھا۔ اسلئے پانچ ماہ سے زیادہ نہ رہ سکا۔ کیونکہ معزول سلطان نے بھاگ کر دربار کارڈوا (قرطبہ) میں پناہ لی اور شاہ چارلس کو پشت پر لیکر واپس ہُوا۔

اہل ٹیونس کی موجودہ حالت

یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر اِس موقع پر یورپ کی کوئی اَور طاقت معاملات ٹیونس میں دخیل ہوتی تو شاہ چارلس حسن کے ایلچی کی متمندانہ درخواست کو غلط انداز نظر سے بھی نہ دیکھتا بلکہ اُسکو (شاید مذہبی تلقین کرنیکے بعد) ناکام واپس کردیتا کیونکہ ٹیونس میں ہزارلاکھوں جلاوطن اُندلسیوں کی سکونت یورپ بھر کو معلوم تھی۔ پس گورنمنٹ کارڈوا کو ایسے دربار سے کوئی وجہ ہمدردی نہو سکتی تھی۔ جسنے اُسکی معتوب قوم کو اپنے دامن شفقت میں پناہ دی تھی۔ مگر حسن اتفاق سے دخیل معاملات بلکہ شاید غاصب تخت ٹیونس ترک تھے۔ اور وہ بھی ایک قشتالی کی وساطت سے۔ خاندان ہاربروسہ نے گزشتہ تین سال سے گورنمنٹ اسپین کے اقتدار کو جو کچھ گزند پہنچایا تھا وہ سلسلہ واقعات سے

چارلس کا نشانہ علی

ظاہر ہے۔ چارلس دل سے آرزومند تھا کہ عروج کے بلند کئے ہوئے ایوانِ حکومت کو اُسیطرح بیرحمی سے مسمار و منہدم کردے جسطرح دو سال ہوئے کہ خیرالدین نے اسپینش قلعہ پی نن کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ لیکن بجائے اسکے کہ یہ آرزو ایک ثمہ پورا ہوتی۔ برعکس خاندان باربروسہ ٹیونس پر بھی قابض ہوگیا۔ جس سے سواحل اسپین کے علاوہ سسلی کے ساحل بھی حریفوں کی ترکتازیوں کی زد پر آگئے۔ قطع نظر اسکے ٹیونس بجائے خود ساحل بربر کے ایک ایسے نکلے ہوئے گوشہ پر واقع ہے کہ بحیرۂ روم میں جہازرانی کرنے والوں کو اس سے زیادہ احتمال مزاحمت ہوسکتا تھا۔ پس اسکی عنان حکومت حسن کے کمزور ہاتھ میں زیادہ موزوں تھی۔ جو موم کی ناک کی طرح ایک ذرا اشارے پر ادھر یا اُدھر ہوسکتی تھی۔

دوستانہ نمازی

اس قسم کی دوراندیشیوں سے متاثر ہوکر شاہ چارلس کے کیتھلک بندگان حضور نے خلاف دستورالعمل کفار کو مدد دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور نہ صرف اپنی قوت سے مدد دی بلکہ اپنے ہمسایہ ہمسروں کو بھی اس کارخیر میں شریک کیا۔ ان میں مالٹا کے مجاہدین سب سے زیادہ سرگرم[1] تھے۔ انھوں نے پانچ جنگی جہاز جنمیں ایک نہایت عظیم الشان تھا۔ اور کئی ہزار خانی مدد کے لئے بھیجے۔ علاوہ ازیں چارلس کی قوت بھی چھ سو جنگی جہازوں سے کم نہ تھی۔ اب گویا ایک طرف تو ٹیونس کے حقدار شہزادہ کو خیرالدین نے سنبھالا۔ دوسری طرف معزول سلطان حسن کو چارلس نے لیا۔ اور دونوں میں بالکل اُسی حیثیت سے جنگ چھڑی جسطرح اٹھارویں صدی میں دکن کے اندر انگریزوں و فرانسیسیوں میں

چارلس کی ٹیونس پر

[1] براڈلے۔ صفحہ ۸۲

چارلس نے بیڑے کی کمان لیکر بارسلونا سے کوچ کیا۔ اور جون تک حلق الوید میں داخل ہوکر ٹیونس کا محاصرہ ڈالدیا۔ چونکہ بیت المقدس کے مجاہدین ہر وقت شوق شہادت میں بیخود رہتے تھے۔ اور ہمیشہ سب سے خطرناک اور مخدوش موقع کی ذمہ داری پسند کرتے تھے۔ اسلئے مقام محصور کے نہایت قریب لنگر انداز ہوئے۔ اور گولہ باری سے جلد ایک راستہ نکالکر ۱۴ جولائی کو اُنھوں نے عین فصیل شہر پر صلیب نصب کردیا۔ خیرالدین کے پاس اُسوقت کل دس ہزار فوج اور پچاس سے کچھ زیادہ جنگی جہاز تھے۔ ایسے ناموزوں تقابل میں لڑائی کا جو کچھ نتیجہ ہوا گو وہ خلاف توقع نہ تھا مگر محصورین کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ اُنھوں نے محاصرین پر چار مرتبہ چھاپہ مارا۔ تین مرتبہ صنعان رئیس کے ماتحت جسمیں محاصرین کے بہت سے جانباز مارے اور کام آئے۔ اور اٹلی کے تین نامی جرنیل کھیت رہے۔ اور اِن کا ساز و سامان بھی بہت کچھ تلف ہُوا۔ چوتھی مرتبہ خیرالدین اپنے خاص دستہ کو جہازوں میں لیکر بڑھا۔ اور اِس تیزی سے بڑھا کہ چارلس کے کوہ پیکر جہازات بے ترتیب ہوگئے۔ یہ عین تنت کا وقت تھا اور لڑائی کا پلہ اِدھر یا اُدھر جھکنے کے لئے ڈگمگا ہی رہا تھا کہ اہل شہر کی دغابازی نے فیصلہ کردیا۔ یعنے باشندگان ٹیونس جو اِس جدید عزل و نصب کے سخت مخالف اور سلطان حسن کے طرفدار تھے۔ اُنھوں نے اپنے آپ کو شکنجہ سے آزاد دیکھکر اور خیرالدین کے مسیحی بندیوں سے سازش کرکے القصبہ (قلعہ) کا دروازہ بند کرادیا۔ یہ دیکھکر کپتان کے دلاور سپاہی کچھ دشکستہ

حملہ کی کوتاہی

خیرالدین کی ہزیمت

[1] لین پول صفحہ ۸۹۔

ہوئے اور ساتھ ہی مخالف سمت سے سمندر میں طوفان نازل ہُوا۔ اُدھر محاصرین کے دل اور قدم بڑھے۔ اور ایک طرفۃ العین میں بساط اُلٹ گئی۔ اب خیر الدین کو بجز اِسکے کچھ نہ بن پڑا کہ جازوں سمیت دوسرے راستہ سے حلق الوید سے نکلجائے۔ دور اندیشی سے اُسنے قریبًا پندرہ جہاز اَور بندرگاہ بونا پر لنگار رکھے تھے۔ چنانچہ اِن سب کی مُساعدت سے اُس نے صحیح وسلامت یہاں سے مراجعت کی۔

خیر الدین نے اِس موقع پر محاصرہ کی روک تھام کے لئے جو پشتہ بشکل مثلث تیار کیا تھا اُسکا نشان آجتک اُس قطعۂ خشکی کے برابر صاف نمایاں ہے جو ٹیونس کی جھیل بزرطہ کو بحیرۂ روم سے جدا کرتا ہے بیس برس ہوئے جب اِس سد کو کھُدوایا تو قریبًا دوسو انسانی ڈھانچے۔ کسیقدر اسپین کے سِکّے۔ توپ کے گولے۔ اور ٹوٹے پھوٹے ہتیار برآمد ہوئے تھے[1]۔

یورپ کے مورخوں نے اِس حملہ کے کوائف بڑے ذوق شوق سے قلمبند کئے ہیں۔ مارمل۔ فان ہامر۔ براڈلے۔ لین پول۔ تمام بڑے بڑے آتھر اور اور مینلسٹ (مصنف۔ مفسر حالات مشرقی) ہم آہنگ ہیں۔ اور ترکی کپتان کی ہزیمت پر تہ دل سے افسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے لئے سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ اِس مُہم کے واقعات قلمبند کرنے میں اُنھوں نے ترکی مورخ حاجی خلیفہ سے بہت کم اختلاف کیا ہے اور فریقین کی جنگی قوتوں اور موجودہ حالتوں کا فرق جو خیر الدین کی ناکامی کا سب سے

[1] لین پول صفحہ ۸۹۔

بڑا سبب تھا بیان کر دیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یورپ کی وہ طاقتیں جو آج "دول عظام" سے ملقب کیجاتی ہیں سولھویں صدی تک مشرق کی وحشی قوموں کی بیطرح حلقہ بگوش تھیں۔ روس کے بیشتر حصہ پر وسط ایشیا کے وحشی ترکمان قابض تھے۔ اسپین اگر وحشی عربوں سے خالی ہوا تو تمام جنوب مشرقی حصہ پر وحشی ترک قابض ہو گئے تھے موریا سے لیکر کوہ کارپتھین تک اور قسطنطنیہ سے لیکر کروشیہ[۵۱] تک تمام سرزمین پر ہلال پرتوافگن تھا۔ سیف عثمانی وائنا کی فصیل تک کاٹ کرتی تھی۔ اور آسٹریا، جرمنی کے تقدیر شہزادوں کا فیصلہ کرنیکے لئے برہنہ ہو کر اُن حدود کی طرف بڑھتی تھی۔ جنوب مشرق میں تو قریبًا دو سو برس سے مسیحی طاقتوں کو فتح و نصرت نصیب ہی نہوئی تھی[۵۲]۔ مگر جنوب مشرق میں بھی وحشی بار بروسنے اُن کی فتحمندیوں کو قریبًا پچاس سال سے مسدود کر دیا تھا۔ ایسی حالت میں ٹیونس کی فتح یورپ کے لئے فی الحقیقت نعمت غیر مترقبہ تھی خصوصًا اہل اسپین نے اسپر ضرورت سے زیادہ ناز کیا۔ اُن کے نازکخیال شاعروں نے رزمی نظمیں لکھکر طبع آزمائی کی۔ بھاٹوں نے اُنکو ذریعۂ معاش بنایا۔ مصوروں نے محاصرہ کے (فرضی) نقشے کھینچے۔ حتے کہ آربنو کے رہنے والے ایک کوزہ گر نے تصویروں[۵۳] کے ذریعہ سے ایک برتن پر معرکۂ کارزار کا سماں دکھلایا۔ شاہ چارلس خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ اور نائٹ

یورپ کے مورخوں کی رائے

---

۵۱ کروشیا یا قریشیہ ٹرکی اور آسٹریا کے حد فاصل کا صوبہ۔ ۱۵۵۵ء میں اس صوبہ کی حد بندی کی بنا پر دونوں قوموں میں جنگ ہوئی تھی۔ جس میں بالآخر ترکوں کو کامیابی ہوئی۔

۵۲ دیکھو ایڈورڈ کریسی باب ۹

۵۳ چنانچہ شاہ چارلس کے حکم سے اسپین کے مشہور مصور جان کانیلس نے موقع جنگ کی چند تصویریں کھینچی تھیں۔ جو آج کنگسٹن ونڈسر میں محفوظ ہیں۔ لین پول صفحہ ۹۰

(المجاہد) کروسیڈر (الغازی) حامی ملۃ المسیح ہونے کا دعوی کرتا تھا۔ اُسنے اِس فتح کی یادگار میں کراس آو ٹیونس (صلیب ٹیونس) کے نام سے ایک جدید غازی فرقہ قایم کیا جسکے سپاہیوں کی وردی پر لفظ باربریا (بربر) کڑھا تھا۔ لیکن حقیقت میں دیکھئے تو یہ کچھ نہ تھا۔ صرف شاہ چارلس کی جانب رعایا سے اسپین کی حسن عقیدت تھی جس کا اندازہ مارگن صاحب کی راے سے خوب ہوسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ " اسپین میں یہ عام طور سے مشہور و مسلم امر ہے کہ شاہ چارلس نے اِس تمام کرۂ زمین کی اقالیم کو چوبیس گھنٹہ تک اپنی زنجیر حکومت میں جکڑے رکھا۔ اور یہ کہ اسکے بعد وہ زنجیر یک بیک ٹوٹ گئی۔ یہ عقیدہ یہاں تک راسخ ہے کہ عمر بھر میری یہ کبھی مجال نہوئی کہ کسی باشندۂ اسپین کے سامنے میں اسکے مان لینے میں حجت کرتا۔ اگر کرتا تو بیشک طیش میں آکر وہ مجکو سخت ہی سزا دیتا لیکن باینہمہ کسی ذی شعور شخص نے مجھے اِس راز سے واقف نہ کیا کہ دنیا پر ایسا نازک وقت کب آیا تھا[۱]"۔ اہل اسپین کے جہل مرکب اور کور عقیدتمندی سے قطع نظر کرکے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شاہ چارلس کا دعوی شجاعت صحیح تھا۔؟ اِس سوال کا جواب تاریخانہ واقعات کے سلسلہ سے ملیگا۔

خیرالدین کی ہزیمت اور مراجعت کے بعد شاہ چارلس مع سلطان حسن مظفر و منصور ٹیونس میں داخل ہوا۔ اُسکو مناسب تھا کہ اہل شہر کو ہر طرح امن و امان دیتا۔ کیونکہ وہ ایک دوست کی رعایا تھی۔ جنکو ایک فراق کے پنجہ ظلم سے چھڑانے کے لئے اس نے اسپین سے

[۱] مارگن صفحہ ۲۸۶۔

یہانتک تکلیف کی تھی۔ وہ اس امر سے ناواقف نہ تھا۔ کہ اگر عین تنت پر اہل شہر غدر و بیوفائی کرکے سازش کی چال نہ چلتے تو فتح و نصرت کی آرزو ہی رہتی اِس لئے بھی اُنکو اُسکا استحقاق تھا۔ مزید بریں اسلئے کہ اہل آسین اور کیتھلک مورخ اُسکو سچا نامور شجاع بناکر دکھلادینے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ کسی اندرونی اور نامعلوم جوش نے اُسکو اس برگزیدہ صفت کے قابل نہ رکھا۔ شہر پناہ میں داخل ہوتے ہی اُسنے بلاوجہ قتل عام اور لوٹ مار کا حکم دیا۔ اور تین روز کامل ٹیونس کے بیگناہ باشندوں پر ظالم دشت کربلا نازل رہے۔ ہزاروں مرد اور عورتیں بلا تفریق عمر و مدارج تہ تیغ ہوئیں۔ شریف پردہ نشین بیبیاں بیعزت کی گئیں۔ معصوم شیر خوار بچے ذبح ہوئے۔ یہانتک کہ القصبہ کے وہ مسیحی غلام جنھوں نے غدر کیا تھا اپنے ہی ہم مذہب مددگاروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ شہر کے تمام گلی کوچے مسلخ و مذبح کا نمونہ بنگئے جن میں جابجا بیگناہ باشندوں کی مقتول نیمجان لاشیں حرکت مذبوحی کرتی تھیں۔ اور چارلس کے "سچے شجاع" کشمکش غنائم میں اُنکو روندتے پھرتے تھے۔ خود کیتھلک مورخ[1] اِس شہر آشوب قتل عام کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسلئے ہمکو بھی یہ خیال ظاہر کرنے کی جرأت ہوتی ہے کہ ترکوں پر جن قسی القلبیوں اور سفاکیوں کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اگر یہ "شجاعانہ سلوک" ان سے بڑھ نہ گیا تھا تو کسیطرح کم بھی نہ تھا[2]۔ اُدھر ٹیونس پر یہ قیامت کچھ

عہد شکنی و قتل عام

---

[1] لین پول صفحہ ۹۰۔

[2] ادھر فتحیاب آسپین ان شہر آشوبیوں میں مصروف تھے۔ اُدھر ترک وحشی اقوام وسط ایشیا کے ساتھ مظفر و منصور بغداد میں داخل ہوچکے تھے اور وزیر اعظم و سپہ سالار فوج نے اہل بغداد کو ہر طرح الامان دی۔ ایک متنفس بھی خلاف نہیں ہوا۔ نہ کسی عمارت کو صدمہ پہنچا۔ لین پول صفحہ ۹۰

شک نہیں کہ کمبخت جلاوطن اندلسیوں کی وجہ سے نازل ہوئی جنکے چند قبائل اطراف وجوانب ٹیونس میں خانہ بدوش پڑے تھے اور جن کو اذیت پہنچانا اہل اسپین ثواب سمجھتے تھے۔ ورنہ اقوام یورپ اور سلاطین ٹیونس خصوصاً سلطان حسن کے دوستانہ تعلقات قتل وویرانی کے مقتضی نہ تھے۔

جب شجاعان اسپین اور مجاہدین بیت المقدس کی خون آشام تلواریں سیراب ہوچکیں تو چارلس نے حسن کو شاہانہ مراسم سے تخت نشین کیا۔ اور باہمی تعلقات آئندہ کو مستحکم کرنے کی غرض سے ایک عہدنامہ مرتب کیا۔ جسکی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں کہ گالیٹا (حلق الوید) پر گورنمنٹ اسپین کا قبضہ رہے گا۔ تمام مسیحی غلام آزاد کردیے جائینگے ساحل ٹیونس پر غارتگری بالکل مسدود رہے گی۔ سلاطین ٹیونس سالانہ خراج ادا کریں گے۔ اور اسکے ساتھ بارہ شکاری باز اور جلاوطن اندلسیوں میں سے چھ شاعر بطور اظہار اطاعت۔ گورنمنٹ اسپین کے نذر کیا کرینگے۔ فریقین نے صلیب اور تلوار کا حلف لیکر عہدنامہ پر دستخط کردیے۔ اور شاہ چارلس نے مع حشم وخدم اگست میں ٹیونس سے عود کیا۔ عہدنامہ

اُدھر خیرالدین سخت غم وغصہ کی حالت میں بندرگاہ بونا سے مینہ آندھی کی طرح جزیرہ کورسیکا پر جھکا اور بندرگاہ موہن میں اُترکر تمام جزیرہ کو تاخت وتاراج کرڈالا اور بہت سے شاہی جہاز مع مال وبندی گرفتار کرکے برزودی تمام الجزائر کی طرف پلٹا۔ اور اِس خیال سے کہ شاید چارلس اُسکے قلب سلطنت پر حملہ کرے محاصرہ کی روک تھام کا جزیرہ کورسیکا پر حملہ

جزیرہ کورسیکا پر حملہ

بندوبست کرکے انتظار کرنے لگا۔ مگر جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ چارلس نے مع فوج بالا بالا اسپین کو مراجعت کی تو کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد قسطنطنیہ کو روانہ ہوگیا۔ اسکے بعد خیرالدین کو پھر کبھی آنا نصیب نہوا۔

یہ ظاہر ہے کہ ٹیونس پر یہ تمام مصائب و آلام حسن کی وجہ سے نازل ہوئے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ بجاے ہر دلعزیز اور مقبول انام ہونے کے وہ اب ہر طرف نفرت و ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور دشمن اسلام۔ دغاباز۔ مخرب قوم و ملک خیال کیا جاتا تھا۔ کاش اہل شہر کو اپنے کمزور سلطان کی نسبت صحیح راے قائم کرنیکا موقع پہلے سے ملتا اور وہ سمجھتے کہ فرمانروا کے ذاتی نفع کا خیال قوموں کو صدیوں کے لئے کس طرح تباہی اور مصیبت میں ڈالدیتا ہے جس طرح اُن کی ہمسایہ سلطنت شاہ راڈرک کی ذراسی ناشائستہ حرکت پر آٹھ متواتر صدیوں کے لئے وقف اسلام ہوگئی تھی[1]۔ بہرکیف باشندگان ٹیونس گو اپنی غلط فہمی پر سخت پچھتاتے تھے۔ مگر "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد"۔

حسن کا انجام

ایک عبرت انگیز حکایت

رعایا کی بدظنی کا اندازہ اس واقعہ سے خوب ہوسکتا ہے کہ قتل عام کے دن کسی بے رحم سپاہی نے ایک نوجوان شریف لڑکی کو پکڑلیا۔ حسن نے کہیں دیکھ پایا اور اُسکو چھڑانا چاہا۔ مگر غیرت مند لڑکی نے نہایت حقارت سے سلطان کے مُنہ پر تھوک کر کہا کہ "تیرے منحوس ظل حمایت سے بدتر اور ذلیل تر میرے لئے کوئی حالت نہیں[2]"۔ تاہم اس طوفان کے فرو ہونے پر ڈوریا اور اور سرداروں کی مدد سے حسن نے پانچ سال حکومت کی

[1] اندلس باب ۔ [2] لین پول صفحہ ۱۹۰۔

تیونس کی موجودہ حالت

لیکن شہر قیروان سخت برگشتہ اور اُس کے خون کا پیاسا تھا۔ آخر کار ۱۵۴۳ء میں اُسکو اندھا کر کے قید کر دیا۔ اور اُسکے ایک فرزند حمید کو تخت نشین کیا۔ مگر تیونس کا بوسیدہ ایوان حکومت متزلزل ہو کر مرکز ثقل سے ہٹ چکا تھا۔ مابعد کی حالت اِس سلسلہ میں اپنے موقع پر بیان کیجائے گی۔

منصب وزارت پر خیر الدین کا اخراج

واپسی پر باب عالی نے خیر الدین کو کپتان پاشا کا خطاب عطا کیا۔ علاوہ ازیں منصب وزارت پر اسکا بہت کچھ اثر ہو گیا۔ کیونکہ سلطان سلیمان نے وزیر اعظم ابراہیم کو بعض شکوک کی وجہ سے معزول و مقتول کر دیا تھا اور وزارت خالی تھی۔ ترک اسوقت تک بیشتر بحر واقع جنوب یورپ پر قبضہ کر چکے تھے۔ بحر اڈریاٹک میں بھی اُنہی کا اقتدار تھا۔ مگر نہ اسقدر مستحکم جس قدر کہ بحیرۂ ایجین میں۔ اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس بحر کی حکمراں قوم یعنے اہل وینس کے تین سال سے بابعالی کے ظاہری دوستانہ تعلقات تھے جنکی تجدید وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھی۔ اور اگرچہ ڈوریا کے غارتگرانہ حملوں کی وجہ سے یہ قطعۂ آب خونریزیوں سے خالی نہ تھا۔ مگر وینس کو اِن مجادلوں سے علانیہ بے تعلقی تھی۔ صاحبقران کی خواہش تو تھی کہ بحیرہ اڈریاٹک ہلال کے ظل حمایت میں داخل کیا جائے مگر موقع نہ ملتا تھا۔ آخر کار خود اہل وینس کی طرف سے افتتاح جنگ ہوئی۔ جس کی مجمل کیفیت یہ ہے :-

بحیرہ اڈریاٹک میں ترکوں کا اقتدار

جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے مسیحی دنیا میں اُسوقت دو طاقتیں نہایت زبردست تھیں جو علاوہ اپنے ممالک محروسہ کے جنوبی اور مغربی یورپ کے بیشتر حصہ پر قابض و

متصرف تھیں یا کسی وجہ سے اثر رکھتی تھیں۔ اِن میں چارلس پنجم شاہ اسپین آٹھ سلطنتوں[۵۱] کا فرمانروا تھا۔ اور مزید برآں پوپ صاحب کا عقیدتمند خالص ہونے کی وجہ سے وسط یورپ میں خاص اثر رکھتا تھا۔ اور بابعالی کا سخت مخالف تھا۔ فرانسیس شاہ فرانس چونکہ صلحاے ٹرکی میں داخل تھا اِسلئے جنوب مشرقی یورپ میں رسوخ رکھتا تھا۔ یہ دونوں قوتیں ہمیشہ ایک دوسری کے مقابلہ پر تُلی رہتی تھیں۔ اور اکثر جاہلانہ حسد و رقابت پر اُتر آتی تھیں۔ ونیس طبعًا کمزور ہونیکے سبب بابعالی کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات رکھتی تھی۔ اور فرانس و اسپین کے درمیان بھی حد اوسط پر قائم رہتی تھی۔ فرانس کو یہ دورُخی دوستی پسند نہ تھی۔ اسلئے وہ ہمیشہ بابعالی کو اس جمہوری ریاست کے برخلاف اُکساتا رہتا تھا۔ آخرکار ریاست مذکور پر کیتھلک شہنشاہ کا اثر یہاں تک غالب ہوا کہ اُس کے فوجی سرداروں نے ترکی جہازوں پر دست درازیاں شروع کردیں۔ چنانچہ جزیرہ کینڈیا (قبرص) کے حاکم نے باوجود باہمی تعلقات کی واقفیت کے ایک ترکی جہاز کو جسمیں ایک سفیر الجزائر سے قسطنطنیہ جاتا تھا حملہ کرکے لوٹ لیا۔ سفیر اس ہنگامہ میں سخت زخمی ہوا۔ سلطان نے برہم ہوکر امیر البحر کو حکم دیا کہ ونیس کو اس عہد شکنی کی سزا دے عثمانی قوت کو مقابلہ پر دیکھکر اہل ونیس اول اول تو بہت گھبرائے اور شاید اُسوقت ترکی سفیر کو خیریت اور عزت سے واپس الجزائر کرنے کی چال چلے ہوں گے[۵۲]۔ مگر بعد کو جب

ونیس اور ٹرکی کی دوسری لڑائی

اسباب جنگ

---

[۵۱] دیکھو فٹ نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۱۰۳۔ کتاب ہذا۔ [۵۲] یوپین مورخ لکھتے ہیں کہ حاکم کینڈیا کا حملہ گو غارتگرانہ تھا۔ مگر وہ دانستہ نہ تھا اسلئے کہ بعد کو اہلیت سے واقف ہوکر اُسنے ٹرکی سفیر کی مرہم پٹی کی۔ اور اسکو عزت و حرمت سے الجزائر بھیجدیا مگر لین پول کو اس استدلال سے اختلاف ہے۔ لین پول صفحہ ۹۵

شاہ چارلس اور پوپ اُسکی پشت پر اُٹھ کھڑے ہوئے تو اُس کو کچھ اطمینان ہُوا۔

اُدھر ترکوں کا سخت مخالف اور چارلس کا وفادار قزاق امیر البحر ڈوریا سینا سے جو سسلی کا مامن فتح کہلاتا تھا بیخبر نکلکر بحیرہ آئی اونین میں پہلے سے تیغ و سپر تھا ترکی گورنر گالی پولی اگرچہ جزیرہ پیکزس کے قریب مردانہ جسارت سے ڈٹا رہا۔ مگر کوئی نمایاں کامیابی حاصل نکر سکا۔ اِسلئے ۱۵۳۷ء کی موسم بہار میں خیر الدین بنفس نفیس ایک سو سینتیس جہازوں کی کمان لیکر قسطنطنیہ سے چلا۔ ڈوریا یہ خبر سُن کر سیناہ میں حسب عادت روپوش ہوگیا خیر الدین نے ایک ماہ کامل اِن اطراف کو تاخت و تاراج کرکے ہزاروں کو بطور بندی گرفتار کیا۔ اُسکا قصد تھا کہ اٹلی پر باقاعدہ حملہ کرے کہ اُدھر اہل وینس سے وہ جنگ چھڑ گئی جس کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور خیر الدین کو جزیرہ کارفو کا محاصرہ کرنے کا حکم ملا۔ جسوقت خیر الدین ایک زور مند بیڑے کی کمان لیکر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا تھا اگر وینس کی سینٹ (مجلس حکمراں) مدبر اور دانشمند ہوتی تو اُسیوقت اپنی مخدوش حالت کو سمجھ جاتی۔ اور حفظ ماتقدم کرتی مگر ہمارے محمد شاہی رنگیلوں کی طرح اُنھوں نے اِس حملہ کا رُخ ٹیونس یا نیپلز قرار دیکر سہل انکاری کی۔ آخر جب یہ سُن لیا کہ پچیس ہزار بربری اور ترکی فوج مع تیس ضرب توپ خیر الدین کی کمان اور لطفی پاشا کی نگرانی مین قلعہ کارفو سے صرف تین میل کے فاصلہ پر لنگر انداز ہے۔ تو اس خواب خرگوش سے چونکے۔ چار روز بعد یعنی ۳۰ اگست کو پچیس ہزار چیدہ جوانوں کی ایک اور جرمی فوج مع توپخانہ ایاز پاشا کے ماتحت محاصرین میں شامل ہوئی۔ فوج اکندجی نے اطراف وجوانب میں پھیلکر حسب معمول آتش و شمشیر علاقہ کو تباہ کیا

کپتان پاشا خیر الدین کے ایثار

ترکوں کی فوجی قوت

اور باقی دستوں نے محاصرہ کی کارروائی شروع کی۔ توپخانہ ایاز پاشا کے ماتحت تھا۔ بداتفاقی سے یا توگولہ انداز نالائق تھے۔ اور گولوں کو زیادہ بلند لیجاتے تھے۔ اور یا وہ مقام محصور کے موقع کو نہ سمجھ سکے۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ آدھے سے زیادہ گولے قلعہ سے صاف ٹپ کر سمندر میں گرتے تھے۔ چنانچہ ایک توپ جو پچاس پونڈ کا گولہ چلا سکتی تھی تین دن میں کل اُنیس گولے سر کر سکی۔ جنمیں سے صرف پانچ فصیل قلعہ میں لگے۔ علاوہ ازیں سمندر میں طوفان نازل ہونیکے سبب سخت بیموقع تلاطم پیدا ہوا۔ اسپر ایاز پاشا کپتان پاشا کی راے کے سراسر برخلاف آذمی اور مینہ کی مخدوش حالت میں قلعہ کی خندقوں کے گرد شب گردی کرنیسے باز نرہا۔ جس سے بیشمار جانیں ضائع ہوئیں ترکوں نے چار مرتبہ حملہ کیا۔ مگر محصورین نے سینٹ انگلو کے مقدس قلعہ کو بڑی دلاوری سے بچایا۔ فصیل و بروج کی توپوں کا اہتمام ایک لائق افسر الگزنڈر ٹران کے سپرد تھا جس نے بڑی کاردانی اور شجاعت سے ترکوں کو جواب دیے۔ موسم سرما کے قریب آنیسے حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی تھی۔ اسلئے دو ماہ کے بعد، ستمبر کو باب عالی سے واپسی کا حکم پہنچگیا۔

سینٹ انگلو پر حملہ

اِس واقعہ کے بعد اہل وینس و جنیوا کے ڈوریا جیسے ترکتاز سرداروں نے مجمع الجزائر یونان میں حسب عادت سالانہ ٹکس کا استحصال بالجبر شروع کر دیا۔ اور جزیروں کو تاخت و تاراج کر کے ہزاروں غلاصی جمع کئے۔ اِن میں ہٹرنٹو اور پیکزس کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا۔ خیرالدین یہ جہان آشوب حالت دیکھکر بیڑے سمیت بحیرۂ آئی اونین سے

امیر البحر ڈوریا کے غارتگرانہ حملے مجمع الجزائر یونان میں

اٹھا سکتا تھا۔ اور اگرچہ بادی النظر میں یہ ایک خطرہ بھی تھا کہ شاید شیر دل ڈوریا خشکی کی راہ اوپر سے گولہ باری کرے۔ چنانچہ بعض افسروں نے اِس بات پر زور بھی دیا کہ ساحل خلیج پر اونچی اونچی سدیں تیار کیجائیں مگر کپتان پاشا اپنے حریف کی خوبو سے واقف تھا اور متیقن تھا کہ وہ جہازوں کو توپوں سے خالی کرکے دشمن کی لوٹ کے لئے غیر محفوظ چھوڑنا گوارا نکرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یورپ کے دو نامی بحیرہ ابیض المتوسط کے مقابل ڈٹ رہے تھے۔ مگر ایک بھی افتتاح جنگ کی جرأت نکرتا تھا۔ آخر دو روز بعد ۲۷ ستمبر کی صبح کو ایک عجیب نظارہ پیش ہُوا۔ یعنی افواج ثلاثہ خلیج کے دہانہ سے آہستہ آہستہ شمال کیطرف جاتی دکھلائی دیں۔ ترک اِس خدعی جنبش کو ہزیمت سمجھے اور جوش مسرت سے خود رفتہ ہوکر تعاقب میں چلے۔ مگر کپتان پاشا اِس چال کو پہچان گیا تھا اُسنے ترکی افسروں کو روکا۔ اور تبسم سے پوچھا کہ "آیں! کیا سچ تمھارے دشمن تم سے ڈرکر بھاگتے ہیں؟ نہیں۔ وہ تمھیں خلیج سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ خبردار! سنبھلو!" اگلے دن جاسوس کشتیوں سے معلوم ہوا کہ دشمن بجائے شمال کے۔ باو مخالف کے صدمہ سے تیس میل جانب جنوب سانٹا موارا پر لنگر انداز ہے تو خیر الدین سمجھا کہ اب وقت ہے۔ چنانچہ میمنہ طرغد پاشا کو اور میسرہ صالح رئیس کو دیکر اور خود ہراول کو لیکر شیر ببر کی طرح اِس کمینگاہ سے نکلا۔ اور اسقدر جلد دشمن کو جالیا کہ ڈوریا جہازوں کو ترتیب بھی نہ دے سکا۔ عجلت میں خلاصیوں کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ جہاز بلیوں کے قابو سے باہر تھے اور بلیاں خلاصیوں کے قابو سے۔ بیڑے کا ایک جری حصہ جسمیں خاص وینس کے بڑے بڑے اور کارآمد جنگی

یورپ اور افریقہ کا مشہور مقابلہ

جنگ کے کوائف

جہاز تھے۔ کینڈل میرو کے ماتحت بہت پیچھے تھا۔ اَور حصوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ڈوریا تین گھنٹے تک اِسی شش و پنج میں رہا۔ آخر بڑھنے کا سگنل دیا۔ میجر کینڈل میرو برابر سے نکلکر پہلے سے تیغ و سپر تھا۔ اور قریب قریب تمام جہاز دشمن کے تیر و تفنگ کی نذر کر چکا تھا۔ تاہم ترکوں نے ابھی تک کوئی نمایاں کامیابی حاصل نکی تھی۔ بلکہ وینس کے اونچے اونچے جہازوں کی آتشبار منجنیقوں سے اُن کے دو عالیشان جہاز غرق ہو گئے اور ایک کا مسطول ٹوٹ گیا۔ علاوہ ازیں ہوا کا رُخ بھی موافق نہ تھا اور اگر ڈوریا بجاے خدعۃ الحرب کے مسائل حل کرنے کی ذرا بھی جرأت کرتا تو آج ترکی بربری اقتدار کا خاتمہ تھا۔ خود یورپین مورخ تعجب کرتے ہیں کہ وہ کیوں آگے بڑھکر مقابلہ کرنے سے تامل کرتا تھا۔ گریمانی اور کیپلو نے اُس سے بحث کی۔ ہر چند منت سماجت کی۔ دھمکی دی۔ تنہا مقابلہ کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر یورپ کا امیر البحر چالیس ہی سو چا کیا۔ ترک ہر جنبش پر آگے بڑھتے تھے۔ اور افواج ثلاثہ طرح دیتی تھیں۔ خیر الدین مردانہ وار حملہ کرتا تھا۔ اور ڈوریا بُزدلی سے پیچھے ہٹتا تھا۔ آخر کار ایک گھمسان کی لڑائی کے بعد ترکوں نے کامل فتح پائی۔ اور دشمن کے بیسیوں جہاز گرفتار کئے

مقابلہ

اہل فرنگ کی شکست

بعض مورخ اِس ناکامی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عجب دلچسپ ترکیب سے یعنی کو ائف جنگ کے سلسلہ میں اخیر پر ڈوریا کی بُزدلی کی بحث لاڈالتے ہیں۔ اور اُسپر خواہی نخواہی اسقدر زور دیتے ہیں کہ نتیجۂ جنگ کا پتہ نہیں لگتا۔ لیکن مغربی دنیا کے دو جلیل القدر شہنشاہ۔ ایک دینی اور دوسرا دنیوی اور ایک

نتیجۂ جنگ

مقتدر ریاست کی متحدہ قوتوں کا صرف ایک بیڑہ بیالیس جہازوں سے منہزم و پسپا ہونا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اِس سے نہ صرف ترکوں کا بحری اقتدار تمام جنوبی یورپ میں مستحکم ہی ہوا بلکہ یورپ کے آیندہ مقابلہ کرنیکے حوصلے بھی پست ہوگئے۔ صاحبقران اُس وقت یامبول میں تھا جبکہ نوید فتح پہنچی۔ اُسنے اِس خوشی میں تمام شہر میں روشنی کرائی اور جشن عام کیا۔ اور خیرالدین کو خطابات اور بیش بہا خلعت عطا کئے۔ نیز ایک لاکھ اسپرس (ایک قسم کا سکہ) اضافہ سالانہ تنخواہ میں منظور کیا۔[۵۱]

اگلے برس اُسکو ایک مرتبہ اور بحیرہ اڈریاٹک میں تیغ و سپر ہونا پڑا۔ اِس کی یہ کیفیت ہی کہ بحری جنگ میں ناکام ہوکر افواج ثلاثہ چھوٹے چھوٹے بڑی حملوں پر اتر آئیں اور پریویسا سے آگے بڑھکر قلعہ نوفو پر حملہ آور ہوئیں۔ ترکی محافظین نے بڑی دلیری سے مقام مذکور کو بچایا۔ مگر کمی اور کمزوری کے سبب آخرکار مغلوب ہوگئے۔ اگرچہ جنوری میں ایک مختصر بیڑا جہازات قسطنطنیہ سے بطور کمک پہنچا۔ مگر قلعہ فی الجملہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اسلئے خیرالدین قریبًا دوسو جنگی جہاز لیکر جولائی ۱۵۳۹ء میں تلافی مافات کے لئے چلا۔ اہل اسپین جو قلعہ کے عارضی محافظ تھے خلیج کٹرو میں داخل ہونیسے بہت کچھ سدّراہ ہوئے مگر ایک پیش نہ گئی اور ترکی کپتان نے بزور شمشیر اندر گھسکر اور قریبًا اسّی توپیں کنارہ پر جماکے گولہ باری شروع کردی۔ ۱۷۔ اگست کو ایک ہلّہ سے بیرونی فصیل پر قبضہ کرکے تین دن بعد قلعہ سر کرلیا۔ ڈن فرانسسکو نے جمعیت

قلعہ نوفو کا محاصرہ اور فتح

۱۵۳۹ء

۵۱ ترجمہ کشف الظنون حاجی خلیفہ صفحہ ۸۲ — مارگن صفحہ ۹۳ — مارگن جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ — لین پول صفحہ ۱۰۴

سمیت اپنے آپ کو محاصرین کے سپرد کردیا۔ اور ناظرین کو یہ سُنکر تعجب ہوگا کہ اہل اسپین کے برخلاف جنھوں نے چند ماہ پیشتر ترکی محصورین کے ساتھ باوجود اطاعت وحشیانہ سلوک کئے تھے۔ خیرالدین فرانسسکو اور اُسکے دلاور رفیقوں سے حد درجہ کی مہر و ملاطفت سے پیش آیا۔ اِس معرکہ میں چارلس کے تین ہزار شجاع کھیت رہے۔ یہ ترکی بربری بیڑے کا کمال اقتدار تھا۔ شرق سے غرب تک تمام ممالک و جزائر واقع بحیرۂ روم زیر نگین سلیمانی تھے۔ اور کل ہمسر و ہمسایہ سلطنتیں باب عالی پر جبہ سائی کرتی تھیں۔ وینس جنیوا۔ اسپین۔ اٹلی۔ جو سولھویں صدی میں جنوبی یورپ کی مشہور بحری طاقتیں تھیں۔ خیرالدین سے زک اُٹھا چکی تھیں۔ ۱۵۳۹ء سے ۱۵۴۲ء تک ہمارے ہیرو کو ایلغار کرنے کا بہت کم اتفاق ہوا۔ بلکہ نہیں ہوا۔ اِس عرصہ میں اُسنے صاحبقران کو صیغہ حربیہ کی اصلاح و ترقی میں نہایت قابل قدر امداد دی۔ ہونہار نوجوانوں کو اعلیٰ مناصب پر پہنچنے میں جو کشمکش مزاحمتیں پیش آتی تھیں اُنکو رفع کیا۔ اور ایسے ترغیب دلانیوالے قواعد مرتب کئے جن سے ہر قابل شخص بلا غیر ضروری وقت کے صیغہ بحری میں داخل ہو سکے اور زنگروٹ کوشش کرکے جلد کارآزما سپاہی بن سکیں۔ ۱۵۴۳ء میں ایک مرتبہ اور اُسکو ساحل اٹلی پر حملہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔

ترکوں کا بحری اقتدار

صیغہ بحری حرب میں اصلاحیں

یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرانسس اول اور چارلس پنجم بوجہ ہمچشمی و ہمسائگی کے باہم مخالف اور کشر تیغ و سپر رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۵۴۳ء میں ان دونوں میں ایک جنگ چھڑی۔ چارلس بیرونی امداد سے ہر طرح مستغنی تھا کیونکہ وہ قریباً آٹھ سلطنتوں کا

کپتان پاشا اور فرانس

فرمانروا تھا۔ فرانسس کو اعانت کی ضرورت تھی۔ بالخصوص جبکہ خلاف توقع ہنری ہشتم شاہ انگلینڈ نے اس موقع پر نہایت سرد مہری کے ساتھ پہلوتہی کی۔ اسلئے بابعالی نے اپنے رفیق و صلیح دیرینہ کو مدد دینا ضروری سمجھکر کپتان پاشا کو اس آخری خدمت پر مامور کیا۔ اور ڈیڑھ سو جنگی جہازوں کے ساتھ قسطنطنیہ سے روانہ کیا۔ اسنے ابنائے مسینا سے گزر کر ساحل کلیبریا کو تاخت و تاراج کیا۔ ریجیو پر حملہ کرکے وہاں کے گورنر کے بیٹے کو گرفتار کیا۔ اور ساحل اٹلی کے برابر برابر دریائے ٹائبر کے دہانہ کے پاس سے گزرتا اور شہر سیوٹاوچا کے باشندوں کو دھمکاتا جولائی تک خلیج لائنس میں داخل ہوا۔ امیر البحر فرنسس ڈی بوربون (ڈیوک آو انجین) جو فرانسیسی بیڑے کی کمان لئے اس کا منتظر تھا۔ نہایت اعزاز و اکرام سے ترکی بیڑے کو بندرگاہ مارسیلز میں لے آیا۔ دول یورپ کو ترکوں کی امداد مذہبی اور قومی دونوں لحاظ سے اسقدر سخت ناگوار گزری کہ فرنچ گورنمنٹ کی اس تجویز کو ہر شخص حتی کہ خود فرانسیسیوں نے بھی نہایت نفرت و ذلت کی نگاہ سے دیکھا۔ تاہم کچھ عرصہ قیام کرنیکے بعد متحدہ بیڑے نائس کی طرف بڑھے جو اٹلی کا مغربی باب فتح کہلاتا ہے ایک خفیف سی گولہ باری کے بعد شہر فتح ہوگیا۔ مگر قلعہ بدستور سرکش رہا۔ خیر الدین نے جب اس موقع پر ایک مرتبہ فرانسیسی جہازوں کا ملاحظہ کیا اور سپاہیوں کے سامان کا جائزہ لیا تو افسروں کو نہایت زجر و توبیخ کیا۔ اور کہا کہ "تم کیسے سپاہی ہو کہ بارود کے بنڈل پیچھے چھوڑ آتے ہو اور شراب کے پیپے جہازوں میں ساتھ بھر لاتے ہو افسوس تمھارے پاس نہایت ضروری سامان جنگ بھی موجود نہیں" افسروں نے ندامت

ظاہر کی اور خود فرانسیسی امیر البحر کی منت سماجت سے کپتان پاشا کا غصہ فرو ہوا۔ چونکہ[۵۷] فریقین میں صلح ہوگئی۔ اسلئے متحدہ بیڑے سرما کے قریب فرانس کو واپس آگئے۔ اس کے علاوہ بحیرۂ روم میں اور بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ جن کی تفصیل غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں ترکی بیڑہ بندرگاہ ٹولون میں مقیم رہا۔ خیر الدین جب کامیابی کے ساتھ واپس قسطنطنیہ ہوا تو فرنچ گورنمنٹ نے سپاہیوں کی تنخواہ۔ کافی سامان زاد راہ۔ اور بیش بہا تحائف۔ مصارف جنگ ادا کئے۔ اور چار سو مسلمان غلام جو فرانسیسی جہازوں پر خلاصی تھے آزاد کئے۔

نائس کی مہم سے فارغ ہوکر خیر الدین بحری مشاغل سے بالکل دستکش ہوگیا اور دو سال تک آزاد و فارغ البال زندگی سے مسرور الوقت رہکر جولائی ۱۵۴۶ء میں مرگیا۔ اور بشکطاش میں دفن ہوا۔ اس کا سن وفات "مات امیر البحر" ۹۳۳ھ سے نکلتا ہے۔ یہی کتبہ اسکی قبر پر کندہ ہے۔

وفات پر خیر الدین کی عمر قریباً نوّے برس کی تھی بھائی کی طرح کچھ بلند و بالا نہ تھا مگر وجیہ و شکیل تھا۔ بدن مضبوط اور گٹھا ہوا۔ ڈاڑھی اور پلکوں کے بال لمبے اور معمول سے زیادہ گنجان تھے۔ جو کبھی عالم شباب میں مشکفام ہونگے۔ مگر اب اُن پر صبح کی چاندنی سی چٹکی تھی۔ آنکھیں پُر روشن متجسس اور ایک ایسے اولوالعزم و دلیر دل کا پتہ دیتی تھیں جو مذبذب ہونا نہ جانتا تھا۔ چہرہ سے اس درجہ کا جلال و جبروت مترشح تھا جو اکثر ذرا خلاف طبع امر سرزد

خیر الدین کا کیرکٹر

[۵۷] لین پول صفحہ ۱۰۶ تا صفحہ ۱۱۰ - ایڈورڈ کریسی باب ۹ -

ہونے پر متحرک تو جلد ہو سکتا ہے مگر مرافعہ بدون ساکت دیر میں ہوتا ہے۔ شیر میدان رزم۔ مدبر الملک و دانشمند۔ حملہ کرنے میں انتہا درجہ کا محتاط۔ مگر حملہ کرتے وقت اسقدر تیز و تند کہ صفیں کی صفیں درہم و برہم ہو جاتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خیر الدین اپنے زمانہ کا ایک عدیم المثال اور یکتائے روزگار امیر البحر تھا۔ مغلوب دشمنوں سے بھر و ملاطفت پیش آتا۔ ماتحت افسروں اور سپاہیوں کو شائستہ مگر خوش رکھتا۔ بحری رزمی مذاق اس شخص میں اسقدر اعلیٰ درجہ کا تھا کہ جہاز ساز سے لیکے خلاصی تک اور ملاح سے لیکے امیر البحر تک تمام منصب داروں کے کام بڑے ذوق شوق سے خود کر سکتا۔ دولت عثمانیہ کا سچا جان نثار و بہی خواہ تھا۔ اسکے چہاردہ سالہ حسن خدمات پر عثمانیوں کو ہمیشہ ناز رہیگا۔ صاحبقران اسکی اس درجہ قدر و منزلت کرتا تھا کہ آخری دو سال میں جبکہ وہ عزلت نشین ہو گیا تھا اسکو ہر وقت حضور میں رکھتا تھا۔ اور اسکی تجربہ کار رائے کو ہر امر نیک و بد میں مقدم سمجھتا۔ ترک عام طور پر اسکی عزت کرتے تھے چنانچہ وفات کے بعد عرصہ دراز تک یہ رسم جاری رہی کہ جب کوئی ترکی بیڑا کسی مہم پر جاتا تو اسکی قبر پر فاتحہ دیکر اور اسکی عزت میں ایک توپ سلامی کر کے گولڈن ہارن سے لنگر اٹھاتا۔[1]

---

[1] لین پول صفحہ ۹۲ - ۹۳ - ۱۱۱

چھٹا باب

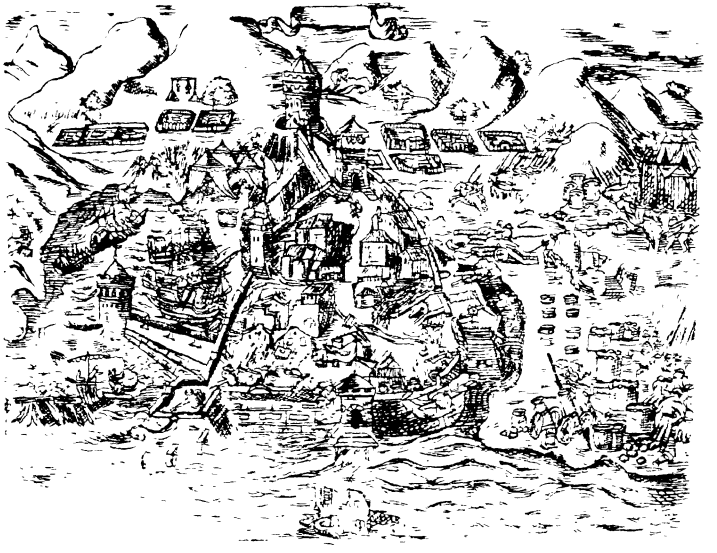
الجزائر۔ یورپ کا ایلغار

اگرچہ قسطنطنیہ میں ہم خیر الدین کو مرحوم و مدفون کر آئے ہیں۔ مگر الجزائر میں وہ ابھی زندہ ہے۔ کیونکہ یہاں کے واقعات ہم ذرا پیچھے ہٹ کر ۱۵۱۸ء سے مسلسل بیان کرینگے۔

یہ ظاہر ہے کہ اس نامور شجاع کی غیبت میں الجزائر کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ لیکن مہلک نقصان نہ پہنچ سکتا تھا کیونکہ خیر الدین نے بنظر دور اندیشی پہلے ہی ایک حسب دلخواہ جانشین منتخب و مقرر کر دیا تھا۔ یعنے حسن آغا جو ایک لائق اور منتظم شخص تھا چنانچہ بعد کو کپتان پاشا کے انتقال پر بابعالی نے بھی اس انتخاب سے مخالفت نہیں کی ادھر بحیرۂ روم کی حکومت کے لئے وہ وہ دلیر کپتان موجود تھے جن کو یورپ آج تک رشک و خوف سے یاد کرتا ہے۔ یعنی طرغد پاشا۔ صالح رئیس۔ صنعان رئیس وغیرہ جو فتوحات یورپ میں گویا اُسکے دست و بازو تھے۔ غرضکہ تخت الجزائر کو کوئی مہلک نقصان تو نہ پہنچ سکتا تھا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ بد اندیشوں کو خلل انداز ہونے کا موقع ملگیا۔ یعنے اہل سپین نے جن کی ستعار عربی شجاعت اور مبارزت کا رنگ کپتان پاشا کے دلیرانہ حملوں سے پھیکا پڑ گیا تھا۔ یک بیک سنبھالا لیا۔ اور شاہ چارلس میدان خالی دیکھکر الجزائر کی بساط اُلٹنے کے لئے اُٹھا۔

اگرچہ اِس قسم کے ایلغار کے لئے موسم گرما زیادہ موزوں تھا چنانچہ امیر البحر ڈوریا اور اُور فوجی سرداروں نے اِسی پر زور دیا۔ نیز چارلس کے قبلہ وکعبہ اسقف اعظم پال ثالث نے بھی عند الاستخارہ یہی ہدایت فرمائی۔ لیکن افسوس کہ یہ عمدہ موسم اتفاق سے جرمنی اور فلنڈرز کے بعض اہم اور پیچیدہ معاملات کے سُلجھانے میں صرف ہوگیا۔ اور اب اکتوبر میں چارلس کو فرصت ملی۔ جبکہ طوفان خیز موسم کا آغاز تھا۔ اسپین کے مجاہد چھ برس سے اِس مبارک غزوہ کے منتظر تھے۔ شاہی جہاز مدت سے الجزائر کا راستہ بھول گئے تھے۔ حتیٰ کہ جہازوں کے وہ حلقہ بگوش مسلمان خلاصی جو ۱۵۳۵ء کے معرکہ ٹیونس میں گرفتار ہوکر رسم جنگ کے بموجب شاہی جہازوں پر پابزنجیر بیلیاں چلاتے تھے۔ تہ دل سے دعائیں مانگتے تھے کہ کسیطرح اسپین اور بربر میں پھر ایک مرتبہ کشمکش جانفروشی ہو۔ شاید خلاصی کی کوئی شکل نکل آوے۔ آخر اکتوبر ۱۵۴۱ء میں یہ تمام اُمیدیں بر آئیں۔ اور شاہ چارلس نے خود بندرگاہ اسپینز سے ڈوریا کے علمبردار میں سوار ہوکر شاہی بیڑے کو ڈیوک آف الوا کی کمان میں جنوب کی طرف چلتا کیا۔

بندرگاہ سے نکلتے ہی بیڑے کو آفت کا سامنا ہوا یعنی سمندر میں ایک سخت طوفان برپا ہوا۔ جسکے صدمہ سے تمام جہازات مخالف سمت کو ہوگئے۔ مگر حسن اتفاق سے جزیرہ کورسیکا قریب تھا۔ امیر البحر نے یہاں پناہ لی۔ اور طوفان فرو ہونے پر کئی روز بعد پھر لنگر اُٹھایا اور خشکی کے قریب قریب سواحل برِ اعظم کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم رکھتا اور معاون بیڑوں سے زور مند ہوتا چلا۔ جزیرہ منورکہ کے قریب پہنچکر وہ بلا نازل



سنہ ۱۵۴۱ء میں الجزائر کا محاصرہ

ہوئی جو جہازرانوں کا سب سے بڑا کھٹکا ہے۔ یعنی سٹرل جسکے صدمہ سے مسطول ٹیڑھے ہو گئے۔ پال کے ڈنڈے پھٹگئے۔ بادبانوں کی دھجیاں اُڑ گئیں۔ اور جہاز قابو سے بالکل باہر ہو گئے۔ مگر کمبخت پابزنجیر خلاصیوں کو بجز اسکے کچھ چارہ نہ تھا کہ کشش و کوشش کریں اور بڑھیں۔ اپنی جانوں کے لئے بڑھیں۔ چارلس کے لئے بڑھیں مگر بڑھیں۔ چنانچہ بندرگاہ موہن تک جو نہایت قریب یعنی کل سات میل تھی پوری نصف شب میں کشاں کشاں پہنچ سکے۔ جزیرہ مجورکہ ان متحدہ بیڑوں کا مقام اتصال تھا۔ اور یہاں آبنائے پاما میں جنوبی یورپ کی تمام بحری قوتیں ایک الجزائر سے ٹکرانے کے لئے اکٹھی ہوئیں۔ آؤ! ان کا جائزہ لیں۔

سب سے اول اسپین کا خاص شاہی بیڑا جس میں ایک سو جنگی جہاز۔ جرمنی اور اٹلی کے چیدہ دلاوروں کی حفاظت اور کولونا اور اسپی نوزا۔ جیسے نامور سپہ سالاروں کی کمان میں تھا۔ پھر جزیرہ سسلی کی پوری بحری قوت جو گونزاگو نے بغرض اظہار اطاعت بھیجی تھی۔ پھر نیپلز اور پلرمو کے ڈیڑھ سو جنگی جہاز۔ پھر نوڈی منڈوزا کے دو سو جہاز جنمیں نامی قلعہ شکن توپخانہ اور دیگر اسلحۂ جنگ و لوازم محاصرہ کے علاوہ ہزاروں وہ نامور بہادر تھے جن کی شجاعت و نبردآزمائی پر صرف اسپین ہی کو ناز نہ تھا بلکہ وہ آپ بھی ناز کرتے تھے۔ مثلاً کورٹیز فاتح میکسیکو۔ کُل ملاکر زاید از پانصد کوہ پیکر جنگی جہاز۔ توپخانہ بارہ ہزار بحری اور چوبیس ہزار بری فوج تھی۔ اُنپر قدسی نفس اسقف اعظم کا لشکر دعا اور شامل کرو۔ اس خدائی قوت کو لیکر چارلس نے الجزائر کا رُخ کیا۔

شاید کیتھلک شہنشاہ کو کبھی کسی مہم میں اسقدر پختہ اُمید کامیابی نہوئی تھی جسقدر کہ اسمیں تھی۔ اصل میں وہ ۱۵۳۳ء کے معرکہ ٹیونس پر بھولا ہُوا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا۔ اور درست سمجھتا تھا کہ اس مہیب اور عظیم الشان بیڑے کی رویت اول ہی اہل الجزائر کے حوصلے پست کردیگی۔ خلاف صورت میں زیادہ سے زیادہ صرف ایک ماہ میں اُن کی قسمت کا فیصلہ ہوجائے گا۔ اور یہی سبب تھا کہ اُسنے موسم کی ناموافقت۔ ساحل بربر کی خاصیت کی ذرا بھی پرواہ نکی اور نکل کھڑا ہوا۔ اور لطف یہ کہ اسپین کی پرتجمل لیڈیوں کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ شاید اسلئے کہ الجزائر کی شہر پناہ میں مظفر و منصور داخل ہوتا دیکھکر چیر زدیں! لیکن افسوس کہ یہ ایک حقیقت اور بالغ حقیقت ہے کہ یورپ کو اپنی متحدہ قوتوں سے حریفوں پر فتح پانا اُنیسویں صدی سے پیشتر ایک دفعہ بھی نصیب نہیں ہوا حریفوں کے ملک پر اُنکا ہر الیغار بجز نام کے باقی ہر طرح ہولی وار (جہاد) ہوتا تھا۔ اور اُن کا ہر ہولی وار جنگ بیت المقدس ۱۰۹۹ء کی ماقبل یا مابعد نظیر تھی۔ اور ہمیشہ اِس فقرہ پر ختم ہوتا تھا "گاڈ ذول بی ڈن" یعنے "تقدیر الٰہی پوری ہوئی"۔

آخر کار ۱۹۔ اکتوبر ۱۵۴۱ء کی مبارک صبح کو شاہ چارلس کی نظر "مامن[1] غارتگری" پر پڑی۔ اگرچہ اِس سے پیشتر اُسکو اکثر الجزائر کے آس پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر شہر کو زیادہ متجسس و مطمئن نظر سے نہ دیکھا تھا۔ وہ خاص قطعۂ آب جو ساحل الجزائر کے دو نکلے ہوئے سنگلاخ گوشوں کے بیچ میں بشکل ہلال واقع ہے۔ خلیج الجزائر یا بندرگاہ الجزائر کہلاتا ہے

[1] یورپین سوخ الجزائر کو اسی نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حقیقت میں یہ دوسرا گولڈن ہارن[1] (شاخ مطلا) ہے۔ اسکا مغربی ساحل جو کشینہ کہلاتا ہے مشرقی ساحل سے کچھ زیادہ ناہموار اور اونچے نیچے ٹیلوں سے معمور ہے۔ جسپر مدبصر تک بیشمار پختہ مکانات اور خوبصورت خمیدہ قامت عمارتیں۔ سلامی کی روش پر قطار در قطار بیچ تک بلند ہوتی چلی گئی ہیں ایسی ترتیب سے کہ ایک معمولی دوربین سے فصل بین الاقطار یعنی شہر کے تنگ اور سرنگ نما کوچہ و بازار صاف دکھائی دیتے ہیں اور بیچ میں وہ عظیم الشان قلعہ سر بفلک کشیدہ ہے جسنے خاندان باربروسہ کے دو اولوالعزم ممبروں کا جلوس دیکھا ہے۔ مشرقی ساحل پر وہ مضبوط سدّ آب دکھائی دیتی ہے۔ جسکو خیر الدین نے چارلس کے قلعہ پی زن کو مسمار و منہدم کرکے اُسکے لوازم و مصالحہ سے اور اسپینش غلاموں کی مدد سے تیار کرایا تھا۔ فصیل شہر نہایت مضبوط اور سنگین ہے جسکے دو دروازوں میں سے شمالی کو باب الوید اور جنوبی کو باب الاذن کہتے ہیں۔

کیتھلک بیڑا کشینہ سے عمداً پہلو بچاکر اور جہازوں کے بادبان سمیٹ کر شہ کے جنوب میں ساحل کے اُس نشیب حصہ پر لنگر انداز ہوا جسپر نضارت و تروتازگی کی کثرت سے ایک زمردین فرش بچھا نظر آتا ہے۔ تین دن تک تو اہل الجزائر کو مزاحمت کی ضرورت ہی نہوئی کیونکہ آندھی اور مینہ کے ایک سخت طوفان نے حملہ آورین کے قدم نہ جمنے دیے چوتھے روز طوفان فرو ہونے پر عربی اور بربری فوج کے ایک مختصر دستہ نے خفیف سی مزاحمت کی بالآخر کیتھلک فوجیں سامان محاصرہ سمیت خشکی پر اُتر کر خیمہ زن ہوگئیں اور اگلے روز بڑون کے

[1] دنیا کی مشہور بندرگاہ جو شکل میں سینگ سے مشابہ ہے اور قسطنطنیہ کی قدرتی بندرگاہوں میں سے ہے۔

کہ سامان آذوقہ وآسایش کے جہازوں کا انتظار کریں۔علی الصباح شہر کی طرف جو چند میل کے فاصلہ پر تھا اِس ترتیب سے بڑھیں کہ شجاعان اسپین میسرہ بن کر پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلے۔بیت المقدس کے ڈیڑھ سو مجاہدین جو ایسے موقعوں پر مقدمۃ الجیش ہوتے تھے میمنہ بن کر ساحل سمندر کیطرف سے بڑھے۔اور دلاوران جرمنی کو چارلس نے خاص اپنی کمان میں لیکر قلب کو سنبھالا۔باقی فوجیں عقب پر جمائی گئیں۔ادھر سے عربوں اور بربریوں کی چھوٹی چھوٹی جمعیتیں جو سنگلاخ بلندیوں کی آڑ۔کسی چٹان کے جوف۔یا گھاٹیوں میں جا بجا چھپی ہوئی تھیں۔اُنھوں نے سخت مزاحمت کی۔اور بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر یا تیر و تفنگ برسا کر بیشمار جانیں ضائع کیں۔اور بہت سے سپاہی گرفتار بھی کئے۔مگر محاصرین نے بڑھ بڑھ کر قدم رکھا اور آخر شہر پر پہنچکر فصیل کے گرد پھیلگئے۔حسن آغا اپنی مختصر سی قوت کو جس میں کل آٹھ سو ترک اور پانچہزار عربی اور اُندلسی جوان تھے سنبھالکر مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔اور گو شاہ چارلس نے بطور اتمام حجت اُسکو شہر سپرد کر دینے کا پیام دیا۔مگر حسن نے یہی جواب دیا کہ "تلوار آپ فیصلہ کر دے گی"۔

اِسوقت فریقین کی متضاد حالتوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ آج الجزائر کی ساعت ناگزیر آن پہنچی۔یورپ کی تمام نامورانہ شجاعت ایک شیر دل جرنیل کے ماتحت بجز شمالی سمت کے ہر طرف سے شہر پناہ پر جھکی تھی۔باب الاذن کے عین مقابل اور اُسکے دونوں جانب شاہی توپ خانہ گولہ باری کے لئے فلیتہ کا منتظر تھا۔شجاعان جرمنی۔اٹلی اسپین اور پُرجوش مجاہدین بیت المقدس اس "ماسن غارتگری" کو غارت کرنے پر تُلے کھڑے تھے

کہ یکایک ایک مہیب طاقت لاانسانی طاقت سے بالاتر طاقت نے آکر بساط اُلٹ دی۔

سمت مخالف سے ایک گھنگور گھٹا اُٹھی۔ آندھی اور مینہ کا اسقدر سخت اور جہاں آشوب طوفان آیا کہ سنگین چٹانیں اور بڑے بڑے فصیلیں صدمۂ تلاطم سے سہمتی تھیں۔ بجلی چمکی۔ رعد کڑکی۔ مینہ شدت سے برسا۔ کائنات الجو میں اسقدر تہلکہ مچا کہ معلوم ہوتا تھا گویا آج آسمان کے سیارے بھی اپنے محوروں پر گھوم گھوم کر ایجزائر کی طرف سے لڑ رہے ہیں تیز برفیلی ہوا کے جھونکے قریب کی پہاڑیوں سے یا فصیل شہر سے ٹکرا ٹکرا کر اور رُخ بدل بدل کر ہر طرف سے محاصرین کا مقابلہ کرتے تھے۔ اوپر سے مینہ نیچے سے کیچڑ۔ نہ پناہ کے لئے کوئی خیمہ و خرگاہ تھا۔ نہ سہارے کیلئے سامان آذوقہ۔ سیہ بخت سپاہیوں نے اِس شب کرب و بلا کو تڑپ تڑپ کر کاٹا۔ صبح صبح قیامت تھی۔ کیونکہ تیز برفیلی ہوا اِس سرد مہری سے حملے کرتی تھی کہ اعضا قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے۔ مزید برآں تو سدانوں میں بارود کا پانی بنگیا تھا۔ اِس حالت میں ترکی دستہ نے دفعۃً نکلکر اسقدر سخت ہلہ کیا کہ اگر اسکو پرجوش مجاہدین بھی نہ سہتے تو محاصرہ کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ اُنھوں نے ترکوں کو نہ صرف جواب ہی دیا بلکہ باب الاذن تک اُنکا تعاقب بھی کیا۔ تعاقب میں محصورین نے تو جھٹ پٹ شہر پناہ میں گھستے ہی دروازہ بند کرلیا۔ مگر متعاقبین جو جھلائے ہوئے شیر کی طرح بدون مآل اندیشی بڑھے چلے آتے تھے۔ دروازہ سے پلٹے۔ پلٹتے وقت عربوں نے فصیل کے مورچوں اور برجوں سے اسقدر سخت آتشباری کی کہ کشتوں کے پُشتے بندھ گئے۔ اور مجاہدین کی جمعیت بہت کم رہ گئی۔

محاصرین کی قوت کو مضمحل دیکھکر حسن آغا نے ایک باقاعدہ اور آخری حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اور پانسو چیدہ سواروں کو ترتیب دیکر خود کمان لی۔ یہ سب بآن واحد گھوڑوں کو مہمیز کرکے اُس ڈھلوان بلندی سے محاصرین پر دفعتہً ٹوٹ پڑے۔ اٹلی کے بہادر دستہ نے جو عین زد پر تھا ذرا بھی مقابلہ نکیا اور فوراً پشت دیدی۔ یہ دیکھکر چارلس نے جرمنی دستہ کو آگے دھکیلا۔ یہ بھی بدون تیغ و سپر ہوئے پلٹ آیا۔ صرف پُرجوش مجاہدین نے خفیف سا مقابلہ کیا جس سے اُن کی جمعیت اور بھی کم ہوگئی۔ کیتھلک شہنشاہ کی اُس وقت عجب حالت تھی۔ گھوڑے کو مہمیز کئے شمشیر بکف پھرتا تھا۔ اور اپنی دلشکستہ فوج کو نفرین و ملامت کرکے شرم دلادلا کے مستعد کرتا تھا۔ اِس سے آتنا ہوا کہ حسن آغا جو اپنا کام کرکے شہر پناہ کی طرف پلٹ رہا تھا میسیحیوں نے اُسکو سخت آڑے ہاتھوں لیا مگر بارش کے طوفان نے پھر مزاحمت کی۔ گھوڑے اوپنچے نیچے ٹیلوں اور ناہموار زمین پر قدم نہ جما سکتے تھے۔ پیادے بلندی سے پھسلتے تھے۔ ہر قدم پر بوٹوں سے پانی کے فوارے چھوٹتے تھے۔ جرنیل۔ کرنیل۔ کپتان۔ سپاہی سب آپس میں سر جوڑے اسطرح کھڑے تھے کہ گویا شجاعت کا ایک غیر تمیز انبار لگا ہے۔ آخر یہ دن بھی یونہی گزرا۔ اگلے روز محاصرین تازہ دم ہونیکے لئے جہازوں کی طرف پلٹ آئے۔ لیکن تباہی و بربادی ساتھ لائے۔ یہاں پہنچکر شمالی سمت سے وہ شدید طوفان آیا جو طوفان نوح اور طوفان عاد و ثمود کی طرح آجتک الجزائر میں "طوفان چارلس"[1] مشہور ہے۔ شدت تلاطم سے یہ حالت تھی

[1] "پارس ریل" دیکھو لین پول صفحہ ۱۱۹

کہ جہاز سامان سے گرانبار۔ زنجیروں سے ٹوٹ ٹوٹ کر آپسمیں ٹکراتے تھے۔ اور ہوا کے مختلف جھونکوں سے شتر بے مہار کی طرح سطح آب پر ڈگمگاتے پھرتے تھے کمبخت خلاصی دیوانہ وار جدوجہد کر کے کنارہ پر ذقندیں بھرتے تھے۔ اور اکثر کسی نہنگ کا لقمہ ہوتے تھے یا بربریوں کے صید کمند۔ خلاصہ یہ کہ صرف چھ گھنٹے میں ڈیڑھ سو کوہ پیکر جہاز غرقاب ہوئے۔ دو ہزار آدمی کام آئے۔ اور قریبًا بیس جہاز خلاصیوں سمیت کنارہ پر جا لگے جن کو دشمنوں نے سنبھالا۔

امیر البحر ڈوریا نے اس موقع پر یہ بڑی دانشمندی کی کہ قریبًا ایک ثلث جہازوں کو پیشدستی کر کے خلیج ٹیمنڈ فاسٹ میں پہنچا آیا۔ جو ایک محفوظ مقام ہے ورنہ آج خلیج الجزائر میں اسپین کا بیڑا غرق ہو گیا تھا۔ اسکی غیبت میں افسروں نے شدت طوفان سے گھبرا کر چارلس کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ جہازوں کو خالی کر دیں اور کنارہ پر ٹھہر کر طوفان کے فرو ہونیکا انتظار کریں۔ مگر ڈوریا نے پہنچکر اس رائے سے سخت مخالفت کی اور کہا کہ "تم کیسے جہازراں ہو کہ خطرہ سے بچنا بھی چاہتے ہو اور محظور مقام کو محفوظ مقام پر ترجیح بھی دیتے ہو" ایک خفیف سی طفلانہ ضد کے بعد آخر چارلس نے منظور کر لیا کہ باقی ماندہ جہاز بھی جس طرح ہو سکے کشاں کشاں خلیج ٹیمنڈ فاسٹ میں پہنچائے جائیں۔ اور خود خشکی کی راہ چلیں۔ چنانچہ خیمہ و خرگاہ اکھڑ کر لدنے لگے۔ اور لطف یہ کہ اولوالعزم شیر دل چارلس سامنے خیمہ کے دروازہ میں ایک سفید جبہ پہنے بیحس و حرکت کھڑا تھا اسکی آنکھیں تو بیشک گردش کرتی تھیں یا صرف ہونٹ ہلتے تھے جن سے وہی

معمولی فقرہ دمبدم نکلتا تھا جسپر شیر دل رچرڈ نے ۱۱۹۲ء میں جنگ بیت المقدس کا خاتمہ کیا تھا۔ یہ کہ "تقدیر الٰہی پوری ہوئی"۔ توپخانہ۔ میگزین۔ سامان آذوقہ کا بیشتر حصہ بارگراں سمجھکر نظر انداز کیا گیا۔ بھوکے سپاہیوں نے گھوڑوں کے اُبلے گوشت ہی پر قناعت کی۔ اور اب اخیر پر واپسی شروع ہوئی۔

ناکامی فی الحقیقت ایک خوفناک چیز ہے۔ مگر اس بدنصیب فوج کی ناکامی شرمناک بھی تھی۔ نقصان مایہ وشماتت ہمسایہ[۱] لیکن اسکا کیا جواب کہ "مشیت ایزدی"! جس طرح ۴۸۰ قبل المسیح میں زینوفن بے بیلونیا سے اور ۱۲۵۵ء میں نپولین بوناپارٹ ماسکو سے ناکام واپس ہوا تھا۔ اسیطرح آج الجزائر سے چارلس اعظم مع فوج پا پیادہ چلا۔ راستہ ناہموار اور ڈھلواں۔ اُسپر زمردین فرش کے بجاے مدبصر تک کیچڑ کا فرش بچھا تھا۔ جب چلتے تھے تو گھوڑوں اور پیادوں کے لئے قدم قدم پر زنجیر یا موجود تھی جب ٹھہرتے تو یا نیزوں اور برچھیوں پر آرام کرتے۔ یا اس لحد گل در گل میں پہاڑی موسمی ندیاں اکثر سدراہ ہوتی تھیں۔ جنکو شاہ اور سپاہ یکساں طور سے پایاب عبور کرتے تھے

---

[۱] کوئی یورپین مورخ نہیں جسنے اس کورانہ خونکشی پر چارلس کو نفرین نہ کی ہو لین پول اس زمانہ کے مشہور وقائع نگار چارلس کو منفعل بتاتے ہیں۔ باربری کورسیر صفحہ ۱۲۰ [۲] قدیم یونان کا مشہور فلاسفر اور سپہ سالار یونانیوں کی ایک کثیر التعداد فوج لیکر سائرس (خسرو) شاہ فارس کو تخت پر قبضہ دلانے اُجڑتا یا اہ اوا ۴۰۱ قبل المسیح میں گیا تھا۔ اور بابل سے ناکام واپس آیا تھا۔ صعوبت سفر بمسافت ۱۱۵۵ فرسنگ) نیز جنگجو توموں کی مزاحمت اُسکی جمعیت کو سخت نقصان پہنچا۔ سو خضین یورپ اس واپسی کو "دی گریٹ ریٹریٹ" یعنے "واپسی عظیم" یا "ریٹریٹ آو دی ٹن تھوزنڈ" یعنے "دس ہزار کی واپسی" کہتے ہیں۔ اسنے کہ یونانی فوج کی تعداد اصلی تھی ان میں صرف چند صد آدمی یونان پہنچ سکے۔ [۳] نپولین بوناپارٹ نے ۱۸۱۲ء میں سوا پانچ لاکھ فوج کے ساتھ روس پر چڑھائی کی۔ مگر سخت نقصان کے بعد ناکام واپس آیا اس واپسی کو "ریٹریٹ آو دی گرینڈ آرمی" یعنے عظیم الشان فوج کی واپسی کہتے ہیں۔ تاریخ روس مؤلفہ رفل ۲۶۷ تا ۲۷۰۔ یہ واقعات تاریخانہ استعداد بن کر یورپین لٹریچر میں داخل ہوگئے ہیں اور نظر تو سیع اردو میں داخل کئے جائیں تو نا زیبا ہوگا

انہیں سے ایک ندی جو زیادہ عمیق اور تیز تھی بُری طرح پیش آئی۔ چنانچہ فوج کے پیراک سپاہیوں نے اُس پار پہنچکر ایک بھدّا سا پُل تیار کیا۔ لیکن خاص اپنے ٹوٹے پھوٹے جہازوں کے تختوں سے! وہ جہاز جو "مامن غارتگری" کو تباہ کرنے آئے تھے! شرم! شرم! مگر تقدیر الٰہی! ابھی فوج پُل عبور کر چکی تھی کہ حسن آغا کے دلاوروں نے جو ادھر اُدھر کمینگاہوں میں چھپے تھے تیر و تفنگ کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ شجاعان اٹلی ایسی بیموقع چھیڑ چھاڑ کے عادی نہ تھے۔ اور جھینپ جھینپ کر گرفتار ہوتے تھے۔ جرمن جنگ و ٹفن اور حاضری بدون ایک قدم چلنا بھی دشوار تھا۔ دھکے کھا کھا کر بربریوں کے حلقہ بگوش بنتے تھے۔ ایک صرف ڈیوک آو الوا کا بہادر دستہ اِس کشمکش جانفروشی اور گیرودار میں استقلال کے ساتھ پل سے عبور کر سکا۔

خلیج ٹینڈ فاسٹ میں پہنچکر بڑی قیل وقال کے بعد یہ قرار پایا کہ فی الحال انتقام سے دست بردار ہوں اور واپس چلیں۔ کیونکہ ایسی خونریز موسم میں نہ تو کامیابی ممکن ہے۔ اور نہ درصورت قیام فوج کے رسد و راشن کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ اولوالعزم فاتح میکسیکو (کورٹیز) نے اگرچہ اِس رائے سے مخالفت کی۔ مگر یہ اُسکی کوتاہ اندیشی اور خالی جوش کی دلیل سمجھی گئی۔ اب مسئلۂ معاودت تو طے ہو گیا مگر ایک اور مشکل پیش آئی۔ یعنی جہاز تو نصف سے زیادہ تلف ہو گئے تھے۔ اور فوج چھتیس ہزار میں سے صرف ایک ثلث ضائع ہوئی تھی۔ رسالہ اور توپخانہ کے گھوڑے مزید برآن۔ پس سوال یہ تھا کہ زیادہ فوج کو کم جہازوں میں کیونکر لیجائیں۔ آخر چارلس نے کلیجہ پر پتھر دھر کر حکم دیا کہ تمام

گھوڑے غرق کر دیے جائیں۔ سوار چلاتے تھے اور اپنے دیرینہ رفیقوں کی اِس سہناک قسمت پر روتے تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے قیمتی عمدہ نسل کے گھوڑے جو اُندلس کے عربی نژادوں کی یادگار تھے پانی میں لڑھکا دیے گئے۔ یا سدرمق کی ضرورت میں کام آئے۔

۲۔ نومبر کی صبح کو کوچ کا بگل بجا۔ فوج کا بیشتر حصہ سوار ہوگیا۔ چارلس کا قصد تھا کہ سب سے آخر میں جہاز کو عزت بخشے۔ مگر مشیت ایزدی۔ دفعتہً باد مخالف شروع ہوئی۔ اور آناً فاناً بڑھکر سمندر میں طغیانی پیدا کرنے لگی۔ چارلس نے مجبوراً یہ ارادہ فسخ کیا اور اول جہاز میں سوار ہو کر لنگر اُٹھانیکا حکم دیا۔ لین پول لکھتے ہیں۔ اور الجزائر میں بطور کہانی ابھی تک مشہور ہے کہ اس اولوالعزم اور جلیل القدر فرمانروا نے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ یورپ بھر کی زمام سلطنت تنہا اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا۔ چلتے وقت تاج سر سے اُتارا اور اُسکو سمندر میں پھینک کر کہا کہ "جا! تیری آبرو اسی میں ہے کہ پانی میں پڑا غوطے کھائے۔ یہانتک کہ کسی زیادہ خوش نصیب بادشاہ کی نظر تجھ پر پڑے۔ میرا سر تیرے لائق نہیں"۔ ادھر[1] طوفان دمبدم شدید اور تیز ہوتا جاتا تھا۔ حتی کہ تمام بیڑا صدمۂ تلاطم سے ڈگمگا ڈگمگا کر اور تہ و بالا ہو کر منتشر ہونے لگا۔ جہازوں نے بلّیوں سے سرتابی کی بلّیوں نے خلاصیوں کی قوت بازو سے مخالفت کی۔ گیلے ایک دوسرے سے ٹکرائے اہل جہاز شدت برودت سے اور کچھ فاقہ کشی سے تلف ہوئے۔ اِس قیامت انگیز حالت میں چارلس اور

ناکام واپسی

ایک حیرت انگیز واقعہ

[1] لین پول صفحہ ۱۲۲

ڈوریا نے بندرگاہ بوجیہ کو مرمر کے لیا۔ جو اُسوقت اسپین کے ظل حمایت میں تھا۔ سپاہی جہازوں سے اُترتے ہی آذوقہ پر ٹوٹ پڑے۔ اِس بُری طرح سے کہ بیچارے اہل بوجیہ مدتوں مرض فاقہ میں مبتلا رہے۔ طوفان ہنوز اُسی شدّو مد پر تھا۔ فاقہ زدہ خلاصیوں اور ملاحوں نے ہر چند کوشش کی کہ جہازوں کو کسیطرح اسپین تک پہنچائیں۔ مگر "تقدیر الٰہی"! اسّی میل آگے بڑھکر پیچھے ہٹنا پڑا۔ بارہ روز مسلسل بندرگاہ کو درماندہ جہازوں نے اور بوجیہ کو بھوکے سپاہیوں نے زیر بار رکھا۔ بالآخر طوفان فرو ہونے پر ۲۳۔ نومبر کو زائد از ایک ماہ بعد واپس اسپین ہوئے۔ لیڈیوں پر جو کچھ گزری ناگفتہ بہ!

بوجیہ میں پناہ

اسپین میں پہنچکر بھی چارلس نے ہر طرف سے بددعائیں ہی سُنیں۔ کیونکہ مہمولی سپاہیوں کے قطع نظر تین سو وہ شریف النسل نبرد آزما و دلاور افسر کام آئے جو قوم کے مایۂ ناز شجاعت تھے۔ اپنے مہینوں ماتم اور برسوں فاتحہ خوانی ہوا کی۔

اِسطرح یہ بہت بڑا اور مشہور حملہ عزت سے شروع ہوکر ذلت پر ختم ہوا۔ اِس میں نہ صرف اسپین۔ اٹلی۔ جرمنی ہی کے بہادر شریک تھے بلکہ یورپ کی تمام سربرآوردہ قوموں کے دلاور بطور مشتے نمونہ از خروارِ شجاعت شامل تھے۔ مثلاً فرانسیس اور سر ٹامس کالونز جیسے انگریزی مجاہد۔ الجزائر پر اِس جہاد کا اثر ہوا تو یہ کہ صدہا جنگی جہاز۔ قلعہ شکن توپیں۔ بیشمار سامان آذوقہ۔ لوازم عیش و عشرت بے غل و غشت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور اِسقدر آدمی اسیر جنگ ہوئے کہ الجزائر میں مدتوں بردہ فروشی کا بازار گرم رہا۔ اور یہ ایک ضرب المثل ہوگئی کہ "مسیحی غلام ایک پیاز کے مقابلہ میں مہنگا نہیں"[1]۔ اِن سب سے بڑھکر یہ اثر ہوا کہ

حملہ کے نتائج

[1] لین پول صفحہ ۱۲۲

الجزائر کا حوصلہ اور قوت پہلے سے ہزار چند زیادہ بڑھ گئی۔ مگر اہل اسپین اسپر بھی اپنی ناعاقبت اندیشی، بدسلیقگی۔ اور سوء تدبیری کے معترف نہوے۔ چنانچہ ایڈمرل جورین ڈی لانے اِس ایلغار کے کوائف لکھتے وقت آخر پر ایک چُبھتا ہوا ریمارک کیا ہی یہ کہ "افریقہ (ساحل الجزائر) کی آب وہوا شجاعانہ کاموں کے لئے موزوں نہیں"۔

ساتواں باب

امیر البحر طرغد پاشا۔ ٹیونس پر ایلغار۔ طرابلس کی فتح۔ یورپ کی یورش

طرغد پاشا تاریخانہ واقعات کی ترتیب کے لحاظ سے تو حسن آغا کے بعد ہے لیکن بلحاظ پوسیشل شہرت خود خیر الدین کا ہم پلہ تھا۔ یہ شخص اصل میں قرمانیہ کے ایک معزز عیسائی زمیندار کا بیٹا تھا۔ مگر طبعاً دلیر اور جنگجو ہونے کی وجہ سے اُس نے ابتدائی عمر میں ایک ترکی جہاز پر ملازمت کر لی۔ اور فن سپہگری اور جہاز رانی میں بہت جلد مشاق ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر اور ایک چھوٹا سا جہاز خرید کر لیوانٹ میں قزاقی کرنے لگا۔ اِس قطعہ آب میں اَور قزاق بھی تھے۔ طرغد نے بہت جلد اِن سب میں اسقدر امتیاز حاصل کیا کہ قریباً بیس قزاقوں نے اُسکو اپنا سردار بنا لیا۔ اِسی اثنا میں خیر الدین نے اِسکی جرأت و دلیری کا شہرہ سُن کر اُسکو الجزائر میں طلب کیا۔ اور بڑی عزت سے پیش آیا۔ چونکہ جزائر قرب جوار میں جزیرہ نمائے اسپین کے سواحل کے نشیب و فراز سے کماحقہ واقفیت رکھتا تھا اسلئے خیر الدین نے اُسکو ایک چھوٹے سے بیڑے کا جسمیں بارہ جہاز تھے کپتان مقرر کر کے اُندلسیوں کی خلاصی پر لگا دیا۔ اُسوقت سے ۱۵۳۱ء تک اُسنے اسپین کے علاوہ نیپلز اور سسلی پر متواتر تر تاختیں کیں اور ایسا رعب جمایا کہ اٹلی اور اسپین کے درمیانی قطعہ آب میں کسی مخالف جہاز کیلئے "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن" کا مضمون[1] تھا۔ اگر کبھی اُسکو

طرغد کی زندگی کے ابتدائی حالات

[1] مارگن صفحہ ۳۴۹

اتفاقیہ سمندر میں کوئی شکار نہ ملتا تو سرزمین قرب و جوار میں سخت غارتگری پھیلاتا۔ اور تمام دیہات واقع سواحل کو لوٹ کر ہزاروں کو گرفتار کرتا۔ ایک مرتبہ ۱۵۴۵ء میں اُس نے

طرغد کا حملہ

حسب عادت جزیرہ کورسیکا پر چھاپہ مارا۔ یورپ کا نامی قزاق امیر البحر ڈوریا شکار کی تلاش میں یہاں پہلے سے منڈلا رہا تھا۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک سخت کشمکش کے

قید

بعد نوآموز قزاق کو تجربہ کار قزاق سے شکست کھا کر رسم جنگ کے موجب حلقہ بگوش ہونا پڑا ایک روز ڈوریا کے ایک سردار لاویٹا نے جو پہلے کبھی خیر الدین کے جہاز پر حلقہ بگوش ملاح ہونیکی عزت حاصل کر چکا تھا۔ طرغد کو پابزنجیر بلی ہاتھ میں لئے دیکھا۔ اور پہچان کر

ایک لطیفہ

بولا "طرغد رئیس! رسم جنگ یہی ہے"۔ طرغد نے نہایت کشادہ پیشانی سے اسکی حالت ماقبل کی یاددہانی کے طریق پر جواب دیا "ہاں جناب! بیشک میں نے اور آپ نے صرف قسمتیں بدل لی ہیں"۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ خیر الدین ترکی امیر البحر ہونیکی حیثیت سے بحیرہ اڈریاٹک میں تیغ و سپر تھا۔ آخرکار ۱۵۴۳ء میں جب کپتان پاشا نے ڈوریا کو یہ دھمکی

رہائی

دی کہ اگر تم طرغد کو رہا نکرو گے تو میں جنیوا کا نام و نشان تک مٹا دونگا۔ تب اُسکو قید سے مخلصی ملی۔ خیر الدین نے اسکو الجزائر کے صیغہ حربیہ کا انتظام سپرد کر کے مغربی بحیرہ روم کی حکومت پر متعین کر دیا۔ قید کی ناقابل برداشتنی اذیتوں سے اُسکی آتش انتقام دُگنی تیزی سے بھڑک اُٹھی۔ اُسنے اطراف و جوانب میں ترکتازیاں شروع کر دیں خصوصاً سواحل اٹلی کو

طرغد کا غضب

اسقدر نقصان پہنچایا کہ شاید اُن اطراف میں اُسکا نام قریب قریب وہی ہیبتناک اثر رکھتا تھا جو شیر دل صلاح الدین (سالاڈین) کا نام شمال مغربی یورپ میں۔ فرنگی جہازوں

کے لئے بحیرۂ روم کے تمام مغربی حصوں پر گویا قفل پڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ مجاہدین مالٹا ہر چند کہ سفاکانہ غارتگری میں بربری کورسیر سے کم عرب نہ رکھتے تھے۔ بلکہ ٹرپولی پر قابض ہو کر تو وہ ہر طرح اپنے حریفوں کے ہم پلہ ہو گئے تھے۔ لیکن انکی بھی تاب مجال نہ تھی کہ اس مغربی قطعۂ آب سے بلا تکلف گزر جائیں۔ جیسا کہ حاجی خلیفہ (ترکی مؤرخ) لکھتا ہے۔ طرغد درحقیقت "شمشیر برہنہ" تھا۔ جب کوئی مخالف جہاز اُسکے بیڑے کو دیکھتا تو اہل جہاز کے سامنے گویا تصویر مرگ پھر جاتی تھی[1]

طرغد جسطرح تاخت و تاراج میں مشاق تھا اُسیطرح ملکی وارو گیر کا شائق بھی تھا چنانچہ اُسنے اسپین کے تمام مقبوضات واقع سواحل بربر ایک ایک کر کے فتح کئے۔ مثلاً سوسہ۔ سفاکس۔ مناسطر وغیرہ۔ اور آخر پٹیونس کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک کیتھلک گورنمنٹ کی "حالاکشیدند" میں تھا۔

طرغد کی فتوحات

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ٹیونس کا ستون سلطنت مرکز ثقل سے جنبش کر چکا تھا۔ سلطان حمید ابن سلطان حسن کا مبارک اور قابل قدر جلوس ہر چند کہ قیروان کی مرضی سے عمل میں آیا تھا۔ مگر اُس مادہ کو منتشر نہ کر سکا۔ جسنے ملک میں جا بجا نا سور پیدا کر دیے تھے چنانچہ تمام صوبوں میں بدنظمیاں پھیلی تھیں۔ ہر طرف طوائف الملوکی کی گھنگھور گھٹا چھائی تھی۔ آخر کار قوم کے سربرآوردہ اراکین نے حمید کو تخت سے برطرف کر کے بطور کونسل خود عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ مگر اس تدبیر سے اور تفرقہ پڑ گیا۔ کیونکہ ممبران کونسل نے

ٹیونس کی پولیٹکل حالت

[1] لین پول صفحہ ۱۲۸

اپنے اپنے جتھے قائم کرلئے جو ہمیشہ ایک دوسرے کے درپے تخریب رہتے تھے۔ اور باہمی شکر رنجیوں میں قومی خون بیدریغ بہاتے تھے۔

ٹیونس کی پولیٹکل سٹیج کی یہ حالت تھی جبکہ ۱۵۵۰ء میں طرغد پاشا ایک ترکی بیڑے کی کمان لیکر اسطرف بڑھا۔ بیرونی قلعوں اور محافظ چوکیوں نے گو مزاحمت کی مگر اولوالعزم کپتان نے دلیرانہ حلق الوید میں داخل ہوکر عین دروازہ کے مقابل لنگر ڈالدیا اور محاصرہ کی کارروائی شروع کردی۔ روڈس کیطرح یہاں بھی ایک دل شکستہ سردار نے جو گروہی مخالفت کے جوش میں مبہوت تھا۔ حملہ آورین کی رہبری کی۔ اور طرغد کو ایک جری دستہ سمیت رات کے وقت شہر پناہ میں داخل کردیا۔ انھوں نے اندر داخل ہوکر شہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور تمام کوچہ و بازار میں پھیل گئے۔ اہل شہر نے خوابگاہوں سے نکلکر دیکھا تو یہ دیکھا کہ فصیل و برج قلعہ پر سرخ سفید ہلالی جھنڈے نصب ہیں۔

ٹیونس کی فتح

ہر چند کہ اسوقت یورپ کی کوئی سلطنت دربار ٹیونس میں ہمسرانہ اور مساوی حقوق سے زیادہ کسی قسم کا حق نرکھتی تھی۔ اور اس لحاظ سے ٹیونس کا ہلال کے سایہ عاطفت میں آنا۔ یا خود مختار رہنا۔ دول یورپ کے لئے اسوقت تک یکساں اثر رکھتا تھا جبتک کہ ٹیونس کے فرمانروا اور رعایا (عام اس سے کہ عزل و نصب اور انقلاب سلطنت ہو یا نہو) کسی ایسے جدید فعل مذموم کے مرتکب نہوتے جو انکی ہمسایہ مسیحی قوموں کے امن عامہ کو یقیناً آشفتہ کرتا اور تمام مسیحی دنیا میں قولاً و فعلاً نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ مگر بانیہمہ اس جدید تسخیر کی خبر سے اسپین کی مستعار عربی شجاعت میں بے طرح طغیانی پیدا ہوئی اور تمام جنوبی

یورپ کی بلاوجہ مداخلت

یورپ اپنی قدیم عادت کے موافق متفق ہوکر ایلغار کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ کیونکہ ٹیونس پر ترکوں کا قبضہ اور پھر طرغد جیسے مشہور غارتگر کی وساطت سے۔ نہ صرف ناگوار بلکہ سخت تلخ تھا حالانکہ خود گورنمنٹ اسپین ٹریپولی پر غارتگران مالٹا کے ذریعہ سے قابض تھی۔ اور انڈریا ڈوریا کو جو کچھ کم بے اصول قزاق نہ تھا۔ ہر طرح کی جرأت دلاتی تھی۔ حملہ کی تجویز سوچنے والوں میں ڈن گارشیا ڈی ٹولیڈو نواب طلیطلہ سب سے زیادہ سرگرم تھا۔ کیونکہ ایک طرف قدسی نفس پوپ آورم نے مع اپنی عقیدتمند سلطنتوں کے امداد کا وعدہ کیا تھا اور دوسری طرف خود ڈن گارشیا کے باپ حاکم نیپلز نے اعانت کا یقین دلایا تھا۔ ایک طول طویل بحث اور ردّ قدح کے بعد بالآخر ۲۸۔ جون ۱۵۵۰ء کو جنوبی یورپ کی تمام بحری اور بری فوجیں انڈریا ڈوریا کے ماتحت ٹیونس پر جھک پڑیں۔ طرغد اسوقت بحیرۂ روم کا سالانہ دورہ کر رہا تھا۔ اور اُسکا ہونہار بھتیجا حسار رئیس نو مفتوحہ صوبہ کا نظم و نسق کرتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی قلیل مدت میں شہر کی قلعہ بندی اور استحکام کی تکمیل نہو سکتی تھی۔ خصوصاً اسدرجہ تک کہ ایک لشکر مور و ملغ کے حملہ کو سہہ سکتا۔ نیز محصورین کی فوجی قوت بھی کچھ زیادہ قابل اعتماد نہ تھی۔ تاہم ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد جب انھوں نے ایک مرتبہ شہر سے نکلکر ہلہ کیا تو محاصرین الحو سخت نقصان اٹھائے بدون پسپا کرکے اِس اثنار میں طرغد نے واپس آکر ترکوں اور بربریوں کے ایک مختصر دستہ سے دوسرا حملہ کیا۔ مگر دشمن کی قوت بہت زیادہ تھی اسلئے وہ خود قسطنطنیہ کے ارادہ سے واپس جمربہ ہوا۔ اور شہر نے چار ماہ بعد ۸ ستمبر کو دروازہ کھولدیا۔

ماہ آیندہ میں طرغد نے بیس جنگی جہازوں سمیت قسطنطنیہ سے معاودت
کی۔ وہ ابھی رود بار جربہ میں اپنے بیڑے کو ترتیب ہی دے رہا تھا کہ انڈریا ڈوریا نے
جو ابھی تک ٹیونس میں مقیم تھا خبر پاکر اُسکو دفعتہً آن لیا۔ یہ قطعۂ آب بالکل ایک مسدود
کوچہ کے مشابہ تھا۔ یعنے جیساکہ مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے جزیرہ نما جربہ کی پشت پر
ایک بڑی وسیع جھیل بطور اندرونی بحیرہ واقع ہے۔ جسکو سر طاس کبری (گریٹر سرٹیز)
کہتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اسمیں جہازات قدرتاً داخل ہو سکتے تھے اور نہ نکل سکتے تھے
مگر جھیل اور جزیرہ نما کے درمیانی قطعۂ خشکی میں شمالی سمت پر سمندر کے پرزور تلاطم
امواج سے ایک تنگ رود بار بطور نہر بنگئی ہے۔ جس سے ہلکی ہلکی جہاز نما کشتیاں
بادبان سمیٹ کر بدقت جھیل میں آجا سکتی ہیں۔ جنوبی سمت پر بھی اگرچہ ایک ایسا ہی
مدخل ہو سکتا تھا۔ مگر اسوقت اُسمیں بالکل دلدل تھی۔ اب طرغد اِس مصنوعی نہر میں تھا
جبکہ ڈوریا نے اچانک پہنچکر اُسکے دروازہ پر لنگر ڈالدیا۔ اور اطمینان کے ساتھ بربری
بیڑے کی مستمندانہ درخواست صلح کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن طرغد بھی کوئی معمولی جہازراں
یا سواحل بربر کے نشیب و فراز سے ناواقف نہ تھا۔ اُسنے اِس حالت ششدر کی جس کو
ڈوریا اپنے ذہن میں آخری کشت اور مات سمجھتا تھا۔ ذرا بھی پرواہ نکی اور ایک ایسی
نازک چال چلا کہ یورپ کا فرسودہ روزگار امیر البحر حیران رہگیا۔ یعنے اول اس آبنائے
کے کنارے پر دمدمے باندھکر دلیرانہ گولہ باری شروع کردی۔ اور جب یورپین بیڑا ہمہ تن
اسطرف مصروف ہوگیا تو جھٹ پٹ کوئی دو ہزار قلی بالا بالا جزیرہ سے بلوا کر درمیانی

قطعہ کے جنوبی حصہ کو جسمیں سراپا دلدل تھی اس پھرتی سے کھدواڈالا کہ صرف ایک رات میں یہاں بھی ایک تنگ نہر بطور مخرج جاری ہوگئی۔ صبح ہوتے بربری بیڑا خیر و سلامتی سے بحیرۂ روم کی نیلگوں سطح پر جا جما۔ ڈوریا جو اپنی کامیابی آیندہ پر تیقن و نازاں ہوکر چارلس کو نوید فتح بھیج چکا تھا اُسکو اس چال کی خبر ہوئی تو اُسوقت جبکہ طرعند آر کے پیلیگو کے لئے لنگر اُٹھا چکا تھا۔

اگلے برس ۱۵۵۱ء میں صاحبقران نے اُسکو بمعیت صنعان پاشا تر کی بیڑے کا امیر البحر مقرر کردیا۔ خیر الدین کیطرح طرعند کو بھی خواہش تھی کہ دروبست سواحل بربر کو بابعالی کے مضافات میں داخل کرے۔ اور اگرچہ اسپین کے اکثر ضروری مقبوضات واقع ساحل مذکور کو فتح کرکے اُسنے اپنی خواہش کو کسیقدر پورا بھی کیا۔ لیکن چند اور ضروری مقامات ہنوز باقی تھے۔ اِنمیں دو کی نہایت ہی ضرورت تھی۔ ایک تو ٹیونس جسپر سالگزشتہ کے موسم بہار میں فوجکشی کرکے وہ فی الجملہ ناکام ہوچکا تھا۔ اور دوسرا ٹریپولی (طرابلس) جو سب سے پہلی بندرگاہ۔ نہایت مستحکم قلعہ بند شہر۔ اور مغربی بحیرہ روم سے گزرنے والوں کیلئے ساحل بربر کا گویا مشرقی دروازہ تھا۔ چنانچہ اس جدید عہدہ پر متمکن ہوکر اُسنے بابعالی کو اِس طرف توجہ دلائی۔ اور بحصول اجازت ایک مضبوط بیڑے کے ساتھ جسمیں چھ ہزار ترک اور چالیس ضرب توپ تھیں بمعیت صنعان پاشا ٹریپولی کیلئے لنگر اُٹھایا۔

ٹریپولی اصل میں اسلامی مقبوضات میں سے تھا۔ مگر ۱۵۱۰ء میں اہل اسپین نے اُسکو بسرداری کونٹ ڈن پڈرو ناوارو فتح کرکے مضافات کارڈوا میں داخل

کر لیا تھا۔ تاہم کیتھلک گورنمنٹ اِس موزوں جنگی مقام کی کبھی قدر نکر سکی۔ یا بوجہ بُعد اُسکے
تحفظ سے قاصر رہی۔ تاآنکہ جب ۱۵۲۲ء میں مجاہدین بیت المقدس نے سیف عثمانی کے
زور سے روڈس کو خالی کیا۔ اور آٹھ برس اِدھر اُدھر خانہ بدوش منڈلانیکے بعد ۱۵۳۰ء میں
ٹریپولی طرابلس بی جزیرہ مالٹا کو مامن غارتگری بنایا۔ تو چارلس نے سہل انکاری سے یا بغرض اظہار اختصاص
واحدیت ٹریپولی کو نفع نقصان اور آمد و خرچ سمیت مجاہدین کو تفویض کر دیا تھا۔ اُسوقت سے
آجتک یہ مقام مجاہدین کے قبضہ میں چلآتا تھا۔ اور آٹھوں فرقوں میں سے ہر فرقہ کا
ایک ایک مجاہد باری باری آکر اُسکا نظم و نسق کرتا تھا۔ چنانچہ جسوقت ترکی بیڑے نے محاصرہ
کیا تو ٹریپولی کا گورنر گسپارڈی ویلر نامی ایک مجاہد فرقہ ایورین سے تھا۔ طغرل نے
اتمام حجت حسب معمول اُسکو شہر خالی اور سپرد کر دینے کا پیام دیا۔ اور جب صاف جواب ملا تو باقاعدہ
محاصرہ شروع کر دیا۔ دمدموں اور سدوں کا انتظام صنعان پاشا کے سپرد تھا۔ اُسنے بڑی
محاصرہ کارروائی سے گولہ باری کی۔ جس سے ہفتہ بھر میں فصیلیں پاش پاش ہو گئیں۔ ویلر نے
صلح چند روز اَور مالٹا کی کمک کا انتظار کر کے صلح کا پیام دیا چنانچہ ۱۵ اگست ۱۵۵۱ء کو محصورین
نے اپنے آپ کو ترکوں کے سپرد کر دیا۔ مجاہدین سے اِس موقع پر بھی وہی حُسن سلوک
کیا جاتا۔ جو انتیس ۲۹ برس ہوئے کہ صاحبقران نے ۱۵۲۲ء میں روڈس کی فتح پر کیا تھا
مگر بحیرۂ روم میں سالہا سال جہازرانی کر کے طرغد اور صنعان اِس احسان فراموش اور
ناقدر شناس گروہ کی تشدد پسند عادت سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ پس مالٹا والوں
کو عبرت دلانیکے لئے ٹریپولی کے محصورین سے رسم جنگ کے موافق سلوک کیا گیا اور سب کو

مجاہدین کے ساتھ باضابطہ سلوک

پابزنجیر وحلقہ بگوش کرکے صنعان پاشا کے ساتھ بطور علامات فتح قسطنطنیہ کو روانہ کردیا اور طرغد خود مقام مفتوحہ کی ناکہ بندی اور استحکام کی غرض سے ٹھہر گیا۔ کیونکہ اُسکو خیتہ امید تھی کہ دول یورپ جلد یا بدیر بالضرور حملہ کرینگی۔

اِس معرکہ سے مجاہدین کو خصوصًا اور اہل یورپ کو عمومًا سخت نقصان پہنچا

مقدمۃ الجیش

کیونکہ ٹریپولی غارتگران مالٹا کا افریقہ میں اوٹ پوسٹ (بیرونی چوکی) تھا۔ اور غارتگران مالٹا اسلامی دنیا میں دول یورپ کا مقدمۃ الجیش تھا۔

چنانچہ نوبرس کامل یورپ اِس نقصان عظیم کی تلافی نکرسکا۔ اِس عرصہ میں بربری جہازات کبھی صنعان پاشا کی کمان میں اور کبھی پیالی پاشا کی سرکردگی میں۔ مگر ہمیشہ طرغد پاشا کی رہنمائی سے سواحل اٹلی پر خاص روم کی حوالی میں بلائے بیدرماں کیطرح ہرسال نازل رہتے تھے۔ کلیبریا۔ اپولیا۔ اکثر زد پر رہتا تھا۔ اور جیساکہ ایک یورپین وقائع نگار قرون وسطی کے یورپ کو معائب غارتگری سے پاک فرض کرکے جوش ہمدردی میں لکھتا ہے۔ فی الحقیقت "اِن صوبوں کا حُسن وشباب۔ دولت وثروت افریقی یونانیوں کو بالطبع مرغوب تھی"۔ آخر کار پوپ پیس چہارم کے سحرآفرین سرمن (خطبوں سے) یورپ کی

پوپ کے سحرآفریں خطبے

عرق شجاعت کو حرکت

غیور عرق شجاعت کو ۱۵۵۹ء میں یکایک حرکت ہوئی۔ اور تمام جنوبی طاقتیں جنیوا فلورنس۔ سسلی۔ نیپلز۔ اسپین۔ اٹلی۔ اور خود روم مقدس متفق ہوکر ٹریپولی کو چھین لینے پر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ چنانچہ اوائل فروری میں زائد از دوصد جنگی جہاز اور ایک کثیر التعداد جرار فوج ہر طرف سے آکر آبنائے مسینا میں جمع ہوئی۔ اور یہاں سے ۱۔ فروری تک

یورپ کی یورش

ڈیوک ڈی میڈینا سلی کی کمان میں طرفان جاپس کیطرح ساحل افریقہ پر جھکی۔ ڈیوک نے کورنے
ٹریپولی کو چھوڑ کر اول جربہ کو لیا جو بربریوں کا ہیڈ کوارٹر اور ٹریپولی کی کنجی تھا۔ یہاں کے عامل
نے جو ایک عربی شیخ تھا حملہ آورین کی قوت دیکھکر فی الفور اطاعت قبول کر لی چنانچہ
جربہ کا محاصرہ مسیحی فوجیں طیسنان کے ساتھ جزیرہ نما میں اُتر کر دو ماہ تک مقیم رہیں۔ اور اس عرصہ میں
ایک مستحکم جنگی قلعہ بطور ہیڈ کوارٹر تعمیر کر کے اور شہر کی ناکہ بندی سے ہر طرح فارغ ہو کر
بلال کو جنبش اس بات پر آمادہ ہوئیں کہ غیر ضروری حصۂ فوج یورپ کو واپس کیا جائے۔
اِدھر جب اس عالمگیر یورش کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو صاحبقران نے غضبناک ہو کر ایک عظیم الشان
طرغد اور علی العلوجی ترکی بیڑا بسرداری طرغد پاشا۔ اوچیالی (علی العلوج) پاشا۔ پیالی پاشا اوائل مئی میں ٹریپولی
کی حفاظت کیلئے روانہ کیا۔ یورپین مورخ اس موقع پر یگانہ وار افسوس کرتے ہیں کہ ڈیوک
یورپین مورخوں کا تاسف میڈینا سلی نے جربہ کی اقامت کو قلعہ بندی اور استحکام شہر کے غیر ضروری عذر (!) پر
کیوں اسقدر طوالت دی۔ اور کیوں خواہی نخواہی سمجھ لیا کہ ترک ہمیشہ مئی کے بعد ہی بحری
سفر شروع کیا کرتے ہیں۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جب مسیحی فوجیں ناکہ بندی سے حسب دلخواہ
مسیحی ہیڈ کوارٹر میں تہلکہ فارغ ہو کر معاودت پر طیار ہوئیں تو دفعتہً اطلاع کی کہ ترکی بیڑا غازہ (گوزہ) کے قریب
لنگر انداز ہے۔ اس سے تمام ہیڈ کوارٹر میں ایک تہلکہ مچگیا۔ دلاوران یورپ کے جی چھوٹ
گئے۔ نہ شجاعوں نے اپنی شجاعت خانہ زاد کا لحاظ کیا۔ نہ فوجی قوت کے اثر اور تعداد کا پاس کیا
ترک آن پہنچے! ہر شخص کی زبان پر بجز اسکے کچھ نہ تھا کہ بربری آن پہنچے! ترک آن پہنچے! ایک طرف
بزدلانہ سراسیمگی اولوالعزم ڈوریا بزدلانہ سراسیمگی سے اپنے جنیوا دستہ کو اناپ شناپ جہازوں میں

غازیانہ تمکنت

بھرتا تھا۔ دوسری طرف ڈیوک میڈینا سلی جلد جلد مگر کسیقدر تمکنت اور غازیانہ ادا سے

پرچم ہلال

اپنے شجاعت کے پتلوں کو سوار کراتا تھا۔ اسی حالت کشمکش میں یکایک پرچم ہلال افق

پر نمودار ہوا۔ مسیحیوں کے سنبھلتے سنبھلتے ہلالی جہازوں نے آناً فاناً قریب پہنچکر اس تندی سے

حملہ کیا کہ کیتھلک تسبیح کے تمام دانے بکھر گئے۔ بیڑے کا ہر جہاز آپ آپ کو تھا۔ اور

رود بار جربہ کا خونریز معرکہ

رود بار جربہ کے شمال سے گزر جانے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر بربری جا بجا سد راہ تھے

بالآخر تمام جہازوں کو ہر طرف سے سمیٹ کر کنارہ پر لایا گیا۔ مگر چونکہ کنارے کے قریب

عمق بہت کم تھا اسلئے گیلے اور گیلون ریت میں دھنسکر بالکل نکمے ہو گئے پیچھے سے

بربری نہایت تیزی سے دبائے چلے آتے تھے۔ اب افواج متحدہ نے بجز اسکے

اور کسی بات میں مفر نہ دیکھا کہ اقتاں وخیزاں خشکی پر اتر کر تیغ و سپر کی آڑ لیں۔ چنانچہ

ترکوں اور بربریوں نے قریب ساٹھ خالی جہاز گرفتار کئے اور پھر شیر بکف کنارے

پر اترکے اہل جہاز پر ٹوٹ پڑے۔ پرجوش فریقین میں پانچ گھنٹے تک سخت ہنگامہ کارزار

گرم رہا۔ مسیحیوں نے بڑھ بڑھکر داد مردانگی دی۔ خصوصاً مجاہدین مالٹا نے اسقدر گرانی سے

کشمکش جانفروشی کی

نقد جانفروشی کی کہ بربریوں اور ترکوں کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے۔ بالآخر ہلال غالب رہا۔

اور دشمن کے اٹھارہ ہزار آدمی کمیت رہے جنکے خون سے ساحل پر ایک دوسرا رود بار

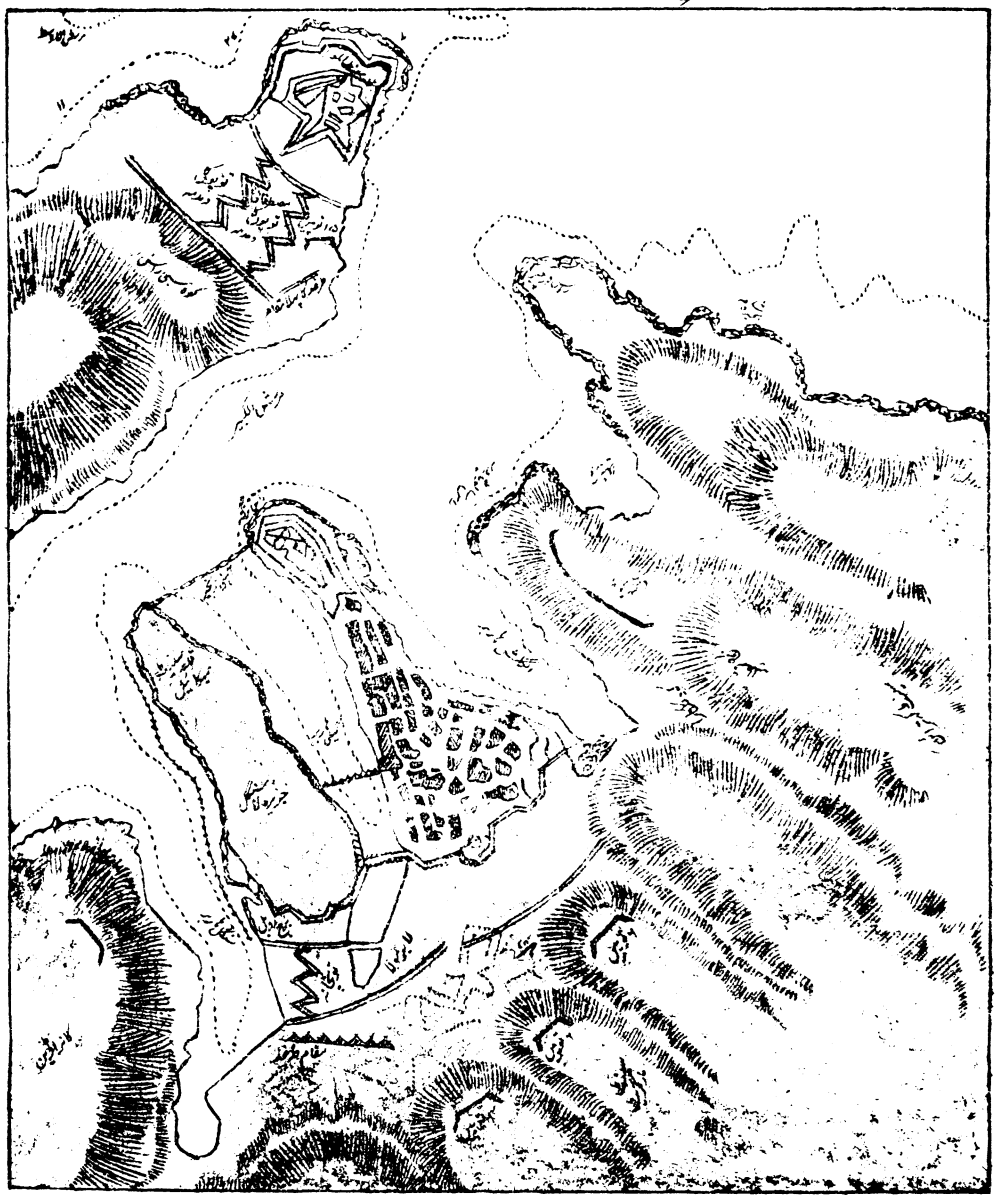
جاری ہو گیا۔ ڈوریا اور میڈینا سلی لڑائی کا رنگ دیکھکر پہلے ہی سرک گئے تھے اور اٹلی کے

نتیجہ

بہادر دستہ کا کچھ حصہ عین لڑائی کے وقت فرار ہو گیا تھا۔ مابقی جہازوں اور رفوجیوں

میں سے ایک بھی بچکر نہیں گیا۔ غنیمت میں اسپین کا قومی جھنڈا بھی بربریوں کے

جزیرہ مالٹا کا محاصرہ ۱۵۶۵ء میں



ہاتھ آیا۔ ڈن اسوبرو اور بہت سے عالی نسب و عالی نژاد یورپین قید ہوئے۔[۱]

رودبار جربہ کا خونریز معرکہ ۱۱ مئی ۱۵۶۰ء کا واقعہ ہے۔ اور اسپین کی تاریخ میں آجتک سخت ناکامیوں میں شمار ہوتا ہے۔ جب یہ جانگداز خبر انڈریا ڈوریا کو ملی اور اپنے ہونہار بھتیجے کی شرمناک شکست کا حال معلوم ہوا تو اُسکو سخت صدمہ ہوا۔ اور فرط غم سے بیتاب ہوکر اپنے رفیقوں سے جو اُسکے بستر مرگ کے گرد ماتمی حلقہ باندھے ہوئے تھے خواہش کی کہ مجھے لیچلو۔ اور پادری سے تلقین کراؤ۔ بڈھے ڈوریا کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ وہ اس معرکہ میں شریک نہ تھا۔ ورنہ معرکہ پریویسا کو بھول جاتا۔

رودبار جربہ کے معرکہ سے قریبًا چھ ماہ بعد یعنے ۱۵۔ نومبر کو یورپ کے اس بڑے مشہور لُٹیرے نے جان جاں آفریں کو سونپ دی۔

---

[۱] لین پول صفحہ ۱۴۰ سنہ ۱۳۹۰ء میں بھی اسیطرح کا یورپین طوفان بے تمیزی ٹیونس پر نازل ہوا تھا۔ اور اسیطرح فرو ہوا تھا۔ اسکے تفصیلی کوائف ناظرین کو اقصائے مغرب حصہ اول میں اپنے موقع پر ملیں گے۔

آٹھوان باب

مالٹا کے مجاہدین بیت المقدس اور ۱۵۶۵ء کا معرکہ

یہ یاد ہوگا کہ طرغد پاشا نے مجاہدین بیت المقدس کو ۱۵۵۱ء میں ٹریپولی سے مار کر نکالدیا تھا۔ اُمید تھی کہ اس غارتگر فرقہ کو ۱۵۲۲ء کے معرکہ رہوڈس کے بعد جو یہ دوسرا سبق ملا ہے اسکو ہمیشہ یاد رکھینگے مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مالٹا میں جمکر وہ بہت جلد اسکو بھول گئے۔ اور پھر اُسی پرانی عادت پر اُتر آئے۔ چنانچہ ساحل سسلی سے لیکر بحیرۂ شام کی غایت حد تک تمام قطعۂ آب گویا اُنکا جولانگاہ بنگیا۔ اگرچہ باقاعدہ اور جنگی جہاز اُنکے پاس کل ساٹھ ہی تھے۔ مگر چھوٹی چھوٹی سبکرفتار شکاری کشتیاں بکثرت تھیں جنسے وہ اس وسیع قطعۂ آب میں نہایت قسی القلبی کے ساتھ لوٹ مار کرتے تھے اور تجارتی جہاز گرفتار کرلیتے تھے۔ شام و مصر کی تجارت ان سفاکانہ ترکتازیوں سے خصوصاً محل خطر میں تھی۔ اخیر پر اس مردم آزار گروہ کی دست درازی یہاں تک بڑھی کہ خود بربری قزاقوں کے جہاز بھی اُنسے بچکر چلتے تھے اُنکے بڑے بڑے سردار بلکہ گرینڈ ماسٹر (معلم اول) تک غنیمت کی تلاش میں جابجا منڈلاتے پھرتے تھے۔ مثلاً جین ڈی لاویلیٹا جو پہلے امیر البحر اور بعد کو گرینڈ ماسٹر ہوا فرنس اُوریورین جو فرانس کا گرینڈ پرائر (دائرہ دار اول) تھا۔ اومی گاس وغیرہ ان سے بڑھکر غارتگری میں یدطولی اُور کسکو ہو سکتا تھا۔ اگر ان میں اور بربری غارتگروں میں کچھ فرق ہے تو صرف یہ کہ یورپین وقائع نگار مجاہدین کی خصلت کی

غارتگران مالٹا کی ترکتازیاں

مورخین یورپ کی طرفداری

اصلی تصویر طوعًا و کرہًا دکھلا کر اخیر پر لکھدیتے ہیں کہ "یہ سب کچھ سہی مگر انکی غارتگری میں ایک طرح کی شجاعانہ ادا اور صدق و اخلاص کی آمیزش تھی۔ بیشک وہ قزاق تھے مگر بیکسوں اور مصیبت زدوں کے سچے حامی بھی تھے۔ اور صرف دشمنان دین پر ہاتھ صاف[1] کرتے تھے" ۱۵۵۱ء میں ٹرپولی سے نکلکر مجاہدین نے پھر اسطرف کا رخ نہیں کیا۔ بلکہ ۱۵۶۵ء تک مرکز جہاد یعنے خاص مالٹا کے استحکام میں مصروف رہے۔ چنانچہ قلعہ سینٹ میکائیل اور سینٹ انگلو کی مرمت کی۔ سینٹ ایلمو کے نام سے ایک جدید قلعہ تعمیر کیا۔ جابجا سدیں قائم کیں۔ دمدمے بنائے۔ فصیل و بروج کو مستحکم کیا۔ خندقوں کا عمق بڑھایا۔ غرضکہ ماسٹر ایو نجلسٹا نے جو ایک نہایت کارآزما انجنیر تھا۔ چودہ برس تک تمام لوٹ مار کا مال سولھویں صدی کے اصول قلعہ بندی پر صرف کیا۔ اسلئے کہ مجاہدین خوب جانتے تھے کہ الجزائر میں دولت عثمانیہ کی شاخ روز کا کھٹکا ہے۔ اور جب یہ خود عثمانی جزیروں پر غارتگرانہ حملے کرتے تھے تو قرین عقل بھی تھا کہ اپنے بچاؤ کا سامان بھی رکھتے۔ آخر یہ وقت آن پہنچا اور صاحبقران نے انکی دست درازیوں کو حد سے بڑھتا دیکھکر گوشمالی کا ارادہ کیا۔

مالٹا کا استحکام

مہم کے ابتدائی کوائف

ابتدا میں اگرچہ یہ کوئی بڑی بھاری مہم نہ تھی۔ نہ اسپر کسی فریق کی زمی نیکنامی کا انحصار تھا۔ کیونکہ مجاہدین لٹیروں کی ایک جماعت تھی جنکا دست تظلم بحر شام میں روز بروز دراز ہوتا جاتا تھا۔ اور ترک ان اطراف میں مقتدر اور عوام کی حفاظت کے ذمہ دار تھے

[1] دیکھو لین پول صفحہ ۱۴۱ و ۱۴۲۔ گویا انکے یہ معنے ہیں کہ بربری قزاق کوئی مذہبی کہتے تھے۔ لہذا انکے لئے یہ عذر مقبول نہیں ہوسکتا۔ مجلد

پس اُنکی گوشمالی اِنکا فرض تھا۔ مگر چونکہ یورپ کے مورخ اپنی قدیم عادت کے بموجب
اِس واقعہ پر معمول سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ نہ اِسلئے کہ ایک مُدم آزار گروہ کو بالآخر کامیابی ہوئی
بلکہ صرف اِس لئے کہ انیسویں صدی کے ترکوں کے آباواجداد کو ناکامی ہوئی۔ لہذا ہم
اِس محاصرہ کے تفصیلی حالات قلمبند کرتے ہیں۔ اور اول موقع جنگ سے شروع کرتے ہیں

جزیرہ مالٹا کی طبعی حالت

جیساکہ نقشہ سے ظاہر ہے۔ مالٹا ایک سراپا سنگلاخ اور اسقدر ناہموار مقام ہے
کہ تمام جزیرہ میں کہیں کوئی کشادہ مستوی میدان نظر نہیں آتا۔ بلکہ جابجا اونچے نیچے ٹیلے

سطح

سنگلاخ چٹانیں۔ اور سطحات مرتفع دکھائی دیتی ہیں۔ اسیطرح اِسکے سواحل بھی تلاطم امواج

ساحل

سے صدمہ رسیدہ اور چاک چاک ہیں۔ چونکہ شمالی ساحل سمندر میں کچھ زیادہ نکلا ہوا تھا۔
اِسلئے پانی کی تیز اور تند موجوں نے اِسکے ایک پہلو کو جہانتک ہوسکا ہے کاٹکر جزیرہ کو قدرتی
طور سے دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ شمالی حصہ تو یہی قطعہ ہے جو دور سے ایک سنگلاخ
بینی کوہ معلوم ہوتا ہے۔ اور کوہ سیبی راس کہلاتا ہے۔ اور جنوبی حصہ باقی جزیرہ ہے سیبی راس کے
شمالی ساحل کی خلیج مرش الاوسط کہلاتی ہے۔ محاصرہ کے وقت یہ حصہ گو قبضہ میں نہ تھا مگر غیر محفوظ

قلعہ سینٹ ایلمو

بھی نہ تھا۔ کیونکہ سینٹ ایلمو جو بینی کوہ پر مثل ایک مسلح محافظ کے ایستادہ تھا۔ گویا خلیج
مذکور کے دروازہ کا حاجب تھا جنوبی خلیج یعنے وہ قطعۂ آب جو جزیرہ کو شمالی اور جنوبی دو
حصوں میں تقسیم کرتا ہے مرش الکبیر کہلاتا ہے۔ اور یہی منبع جہاد تھا۔ چنانچہ اِس زمانہ کا شہر
مالٹا یعنے والیسٹا گو مرش الکبیر کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ مگر ۱۵۶۵ء میں جنوبی ساحل
پر تھا جسکو چار سنگلاخ بلندیوں نے مثل بینی کوہ ایک دوسرے کے محاذ میں پھرن ساحل نکلکر

متعدد بندرگاہوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ سب سے پہلے راس فورچیز ہے جو بحر شام کو ارنیلا سے جدا کرتی ہے۔ پھر راس سالویڈور جو ارنیلا کو انگلش ہاربر سے جدا کرتی ہے۔ اسکے بعد راس برگ جو انگلش ہاربر کو گیگیز ہاربر سے علیحدہ کرتی ہے۔ اور سب سے اخیر پر جزیرہ سینگل جو گیگیز ہاربر کو لاسینگل سے جدا کرتا ہے۔ اور بندرگاہ ایک تنگ ریتلی خاکنائے کے سرزمین مالٹا سے ملجاتا ہے۔ انمیں راس برگ کے سرے پر قلعہ سینٹ انگلو واقع ہے جو مرکز حکومت اور دارالجہاد ہے۔ اور لاسینگل کے سرے پر قلعہ سینٹ میکائیل ہے علاوہ ازیں آبناؤں کے محاذ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اونچے نیچے پہاڑوں کے سلسلہ نے ایک ایسا خط کھینچدیا ہے جسکو مالٹا کے قلعوں اور بندرگاہوں کی قدرتی سد مشترک کہنا چاہیئے۔ یہی حال عقب کا ہے چنانچہ قلعہ سینٹ ایلمو کی پشت پر کوہ سیبی راس ہے جو سلامی کی وضع پر پیچھے کو رفتہ رفتہ بلند ہوتا چلا گیا ہے۔ ارنیلا اور انگلش ہاربر کے پیچھے کوہ سالویڈور اور کوہ کلکارا کے سلسلے چلے گئے ہیں۔ جو آخر پر سینٹ کتھرائن کے پہاڑوں سے ملجاتے ہیں۔ برگ اور سینٹ میکائیل کوہ سینٹ مارگریٹ کی کشیدہ قامت چوٹیوں کو پشت پر لئے ہوئے ہیں۔ اسیطرح مرش الکبیر کے مغربی حصہ اور ابنائے سینگل کے پیچھے ایک سنگلاخ سطح مرتفع واقع ہے جو کانراڈین کہلاتا ہے۔ اس مختصر اور محض بیرونی حالت کو پڑھکر جنگ سے ناواقف بھی تھوڑا بہت اندازہ کر سکتے ہیں کہ موقع قدرتی طور سے کسقدر سخت اور دشوار گزار اور محصورین کے حق میں کہاں تک مفید تھا اگر مصنوعی حفاظت کا سامان نہ بھی ہوتا۔ تب بھی کوہستانی سلسلے سنگلاخ نشیب و فراز

سینٹ انگلو

سینٹ میکائیل

قدرتی استحکام

اور بحر شام کے بعض عمیق حصے قدم قدم پر سدراہ تھے۔ انیسویں صدی کے گولہ انداز اور انجنیروں کے نزدیک تو مالٹا کا محاصرہ ایک بات تھی۔ مگر جیسا کہ آیندہ پردازِ محاصرہ سے ثابت ہوگا سولھویں صدی میں فن حرب نے یہانتک ترقی نکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بربری اور ترک کافی فوج کے باوجود بھی مالٹا کو فتح نکر سکے۔

دول یورپ اور مالٹا کے تعلقات

یہ ظاہر ہے کہ مجاہدین بیت المقدس اسلامی دنیا میں خواہ کہیں مقیم ہوتے روڈس میں۔ ٹریپولی۔ یا مالٹا میں۔ ہر جگہ دول یورپ کا مقدمۃ الجیش سمجھے جاتے تھے لہذا آڑے وقت پر انکی مدد کرنا مغربی دنیا کا فرض کفایہ تھا۔ ورنہ ہر تہران قسطنطنیہ الجزائر کے مقابلہ میں ان معدودے چند غازیوں کی حیثیت ہی کیا تھی "مشتے از خاک بطوفان نوح"۔ امداد کے کئی طریقے تھے۔ ایک تو یہی آجکل کے والنٹیر کہ ذرا سی شورش دیکھکر یورپ کے کونہ کونہ سے نکل پڑتے ہیں اسیطرح اُس زمانہ میں مجاہد تھے۔ جب اِس مقدمۃ الجیش پر کوئی آفت آتی تو سیکڑوں ہزاروں جنگجو دلاور یورپ کے ہر حصہ سے غازیانہ لباس پہنکر اور "المجاہد" "المبارز" کا خطاب لیکر افریقہ کی طرف جاتے دکھائی دیا کرتے تھے۔ مزید برایں مجاہدین بیت المقدس بجاے خود یورپ بھر کی قوموں کا عطر مجموعہ تھا۔ اِس حکمت عملی سے یہ بڑا فائدہ تھا کہ بعض سلطنتیں اپنی قومی اور مذہبی قانون کی خلاف ورزی بھی نکرتی تھیں۔ اور صلحاے الجزائر و ٹرکی میں بھی بلا تکلف داخل تھیں دوسرا طریقہ امدادیہ تھا کہ علانیہ فوجیں اور جہازات بھیجکر اِس غازی فرقہ کو دشمنان دین کے حملوں سے بچائیں۔ چنانچہ ایلخار کی خبر پاکر گرینڈ ماسٹر (معلم اول یا امیر المجاہدین) لاولٹیا نے

یورپ کی امداد کے طریقے

پوپ سے استداد

قدسی نفس پوپ آوروم کو اطلاع کی کہ "المدد! المدد!" یہاں سے ایک ادنی اشارہ پر یورپ بھر کی پولیٹکل کلوں کے پہیے گھومنے لگے۔ مجاہدین کے پیرایہ میں جسقدر مدد پہنچی یورپین اسکی صحیح مقدار نہیں لکھتے۔ مگر علانیہ طور سے اسپین نے اپنی وسیع سلطنت کے ہر حصہ سے بیشمار فوج بھیجی۔ پوپ آوروم نے زرکثیر بطور مصارف جنگ اور اپنا وہی معمولی روحانی تصرف اور لشکر دعا بھیجدیا۔ علاوہ ازیں قریباً آٹھ ہزار جوان خاص مالٹا کے باشندوں میں سے منتخب کئے گئے۔

متحدہ ہلالی بیڑا اور اسکی فوجی قوت

۱۸ مئی ۱۵۶۵ء کو ترکی بربری بیڑا جسمیں چھوٹے بڑے کل ملاکر ڈیڑھ سو جہاز اور تقریباً تیس ہزار فوج تھی۔ پیالی پاشا۔ حسن پاشا۔ مصطفے پاشا جیسے دلاوروں کی کمان میں جزیرہ کی طرف حرکت کرتا دکھائی دیا۔ مجاہدین کا سپہ سالار اور پیشوا لاویلیٹا نامی ایک مشہور شجاع تھا۔ مُسن۔ کارآزما۔ دلاور۔ روڈس اور ٹرپولی کے میدان مارے ہوئے۔ اور بربری کشتیوں پر عرصۂ دراز تک حلقہ بگوش خلاصی کا کام کئے ہوئے۔ ترکوں خصوصاً بربریوں کی زبان۔ خو بو۔ اور طرز جنگ سے خوب واقف۔ سخت مزاج بلکہ سفاک طینت۔ خونریز۔ مزید برایں اپنے فرقہ اور ملت کا پکا طرفدار تھا۔ پرچم ہلال کی رویت اول پر اُسنے سمجھا کہ ساعت ناگزیر آن پہنچی۔ اور اپنی ذریات کو جمع کرکے تلقین کی کہ "اے مذہب کے سچے جان نثارو! گناہوں سے توبہ کرو اور خدا کو راضی کرو۔ باہم شکر رنجیوں کو دلوں سے دھو ڈالو۔ اور یکجہتی سے اپنے پاک مذہب پر قربان ہونے کیلئے کمربستہ ہوجاؤ جسکی حمایت کی تم نے قسم کھائی ہے"۔ چنانچہ ہر مجاہد نے الگ الگ سر بسجود ہوکر دنیاوی جاہ وجلال اور دنیاوی غرور و تمکنت سے بتضرع وزاری توبہ کی۔ اور

مجاہدین کا جذبہ

تلقین

عشاء ربانی تناول کرکے مسیح کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو گئے[1]

متحدہ بحری بیڑے کی کمان

ادھر متحد بیڑا پیالی پاشا کی کمان میں جزیرہ کی طرف بڑھا۔ امیر البحر دراصل طرغد پاشا تھا مگر وہ ابھی شریک نہ ہوا تھا۔ اور ہر چند کہ بابعالی کا حکم تھا کہ طرغد پاشا کے پہنچنے تک کوئی کارروائی شروع نہ کیجائے۔ مگر کچھ تو پیالی نے عجلت کی اور کچھ طرغد کو بھی بجز نام میں اِدھر اُدھر سراغرسانی اور جستجو کرنے میں خلاف توقع پندرہ دن زیادہ لگ گئے۔ نقشہ

موقع جنگ

سے ظاہر ہے کہ سب اَجہاد مالٹا کا جنوبی حصہ تھا۔ شمالی حصہ یعنے سیبی راس اگرچہ سامان سے خالی نہ تھا۔ مگر فوجی قوت کے لحاظ سے سینٹ ایلمو میں معمولی درجہ کے سو پچاس سپاہیوں سے زیادہ نہ تھے۔ حملہ آورین کے جہاز اسقدر تھے کہ مرش الکبیر میں داخل ہو کر شمالی

پردازِ محاصرہ

اور جنوبی دونوں حصوں سے ایک ساتھ جنگ کیجاتی تو سیبی راس کی مختصر جمعیت بآسانی زیر ہو جاتی۔ مگر سپہ سالار مصطفےٰ پاشا سمجھا اور غلط سمجھا کہ سینٹ ایلمو سہل الحصول ہے اگر

مصطفےٰ پاشا کی غلطی

یہ قلعہ قبضہ میں آگیا تو محاصرین اُسمیں جمکر جنوبی حصہ کا محاصرہ عرصہ دراز تک کر سکتے ہیں چنانچہ مرش الاوسط میں داخل ہو کر اُسنے سینٹ ایلمو کا محاصرہ خشکی کیطرف سے شروع کر دیا اور مزایہ کہ مرش الکبیر کو یہانتک نظرانداز کیا کہ اُسمیں چند جہاز بھی اس مقصد کے لئے نہ بھیجے کہ مالٹا کے جنوبی اور شمالی حصوں کے رسل و رسائل کو مسدود کر سکتے۔ ۲۔ جون تک اُدھر سے طرغد پاشا ٹریپولی اور بونا کی چند کشتیوں سمیت۔ اور ادھر سے علی العلوجی پاشا اسکندریہ سے آملے۔ طرغد نے جب دیکھا کہ پردازِ محاصرہ ایسی بُری طرح سے اُٹھایا گیا ہے تو اُسکو تہمات

امیر البحر طرغد پاشا

[1] باربری کورسیر صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶۔

افسوس ہوا۔ اُسکا شروع سے منشار تھا کہ مرش الاوسط اور مرش الکبیر دونوں سے قطع نظر کیجائے۔ اور بسم اللہ خاص منبع جہاد یعنے قلعہ سینٹ میکائیل اور قلعہ انگلو سے کیجائے۔ اسطرح پر کہ خشکی کی راہ کوہ کازادین اور سینٹ مارگریٹ کی بلند چوٹیوں سے اُنپر گولہ باری کریں تاکہ محاصرین محصورین پر بھاری بھی رہیں۔ اور انکی زد سے بھی محفوظ رہیں۔ مگر چونکہ اسوقت تک بہت سی سیدیں اور دمدمے تیار ہو چکے تھے۔ لہذا طرغد نے اس تجویز سے بادلِ ناخواستہ موافقت کی۔

آخر کار یکم مئی کو افتتاحی توپ سر ہوئی۔ سینٹ ایلمو ایک چھوٹا سا قلعہ تھا اور اگر اسکو سینٹ میکائیل سے وقتاً فوقتاً مدد نہ ملتی تو ہفتہ عشرہ میں محاصرہ کا خاتمہ ہو جاتا چنانچہ ۱۷ جون تک مسلسل گولے پڑتے رہے۔ اور قلعہ کی یہ حالت تھی کہ ایک فصیل سخت آتشباری کے بعد جب پاش پاش ہو کر منہدم ہوتی تھی تو پیچھے سے ایک اور جدید فصیل نکل آتی تھی۔ آخر کار ہلّے شروع ہوئے۔ پہلا ہلّہ تین گھنٹے تک رہا۔ محاصرین نے مردانہ وار قلعہ کے ایک گوشہ پر قبضہ کر لیا۔ محصورین نے گھبرا کر گرینڈ ماسٹر کو اطلاع دی کہ قلعہ ہاتھ سے جاتا ہے۔ چنانچہ برگ سے تازہ کمک بھیجی گئی۔ اُدھر طرغد پاشا کی تجویز سے خندق پر لمبے لمبے شہتیر ڈالکر ایک بھدا سا پل تیار کیا گیا۔ اور مصطفےٰ پاشا ایک چیدہ دستہ کے ساتھ دروازہ کی طرف بڑھا۔ اُدھر سے محصورین نے سخت مقابلہ کیا اور پانچ گھنٹے کامل ایک سخت ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ محاصرین ہر مرتبہ بڑھتے تھے۔ اور ہر مرتبہ پسپا کئے جاتے تھے۔ قلعہ سینٹ ایلمو شدت آتشباری سے ایک تودۂ خشت و گل ہو گیا۔ مگر جاں نثار

افتتاح جنگ

سینٹ ایلمو کا معرکہ

مجاہدین ڈھے پھوٹے برجوں اور فصیلوں کی آڑ میں اسقدر سخت قیمت پر جانیں بیچ رہے تھے کہ بربریوں کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے۔ آخر ۱۰ جون کو محاصرین اپنی غلطی سے واقف ہوئے۔ اور مرش الکبیر کو جنگی جہازوں کی مدد سے قبضہ میں لاکر قلعہ محصور اور قلعہ سینٹ میکائیل کے رسل و رسائل کو مسدود کیا۔ ادھر مورچہ بندی کی حد مرش تک پیچھے ہٹائی تاکہ عقب کے تمام بندروں کی حفاظت کیجا سکے۔ اسی اثنار میں جبکہ طرغد پاشا انجنیروں کے ساتھ توسیع حد کے اہتمام میں مصروف تھا تو اچانک اُسے ایک گولی لگی۔ زخم کاری تھا۔ خوف ہوا کہ فوج میں کہیں ہلچل نہ مچ جائے۔ مگر مصطفے پاشا نے اُسی استغنا اور استقلال سے جو ترکوں کا قومی خاصہ ہے[1]۔ طرغد کے بجیس و حرکت جسم پر اپنا اُوور کوٹ ڈھک دیا۔ اور خود اُسکی جگہ کھڑا ہوگیا۔ پانچ روز بعد یعنے ۲۲ جون کو صبح دم آخری ہلّہ کی تیاری شروع ہوئی توپوں کی آواز سے تمام دشت و جبل گونجنے لگے۔ فصیل کا پیشین حصہ سربسجود ہوگیا۔ مگر مجاہدین اس بے سروسامانی پر بھی آہنی دیوار کی طرح ڈٹے رہے۔ سہ پہر کو مصطفے پاشا ایک دستے کے ساتھ مینہ آندھی کی طرح قلعہ پر جھکا۔ اُدھر سے محصورین نے بھی دلیرانہ استقبال کیا۔ اور ایک طرفۃ العین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی جسمیں تیغ و سپر اور آخر کو دست و گریبان کی نوبت پہنچی۔ اور اگر رات کی تاریکی بیچ میں نہ پڑتی تو سینٹ ایلمو کی قسمت کا آج ہی فیصلہ ہوچکا تھا۔ صبح۔ صبح محشر تھی۔ کیونکہ قلعہ والوں کی آنکھوں کے سامنے رات بھر تصویر مرگ پھرتی رہی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ گرینڈ ماسٹر بلکہ پوپ بھی ہمکو اس حالت ششدر اور

غلطی کا اعتراف اور تدابیر محاصرہ کی اصلاح

طرغد کا زخمی ہونا

ترکوں کا خاصہ

آخری ہلہ

[1] باربری کورسیر صفحہ ۱۴۸۔

دہن اژدر سے نہیں بچا سکتا۔ ساعت ناگزیر کسیطرح ٹل نہیں سکتی۔ چنانچہ ہر ایک نے انجیل مقدس کو ہاتھ میں لیکر بوسہ دیا۔ اور اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر کے مسیح کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو گئے۔ اُدھر بربری اور ترکی دلاور جنھوں نے کشمکش اُمید و بیم میں جاگ کر صبح کی تھی رات کی گھٹا ٹوپ سے اسطرح نکلے جسطرح کوئی جھلّایا ہوا شیر آہنی پنجرے سے۔ یوں تو رسد و رسائل مسدود ہونے سے پہلے ہی سینٹ ایلمو کی قوت محدود ہو گئی تھی۔ مگر اب پچھلے دن کے صف شکن حملوں سے بالکل مضمحل ہو گئی۔ چنانچہ اس آخری ہلہ کو سہنے والے وہ پہلے سے مغرور پرجوش۔ اور جانباز مجاہدین نہ تھے۔ بلکہ چند شکستہ حال سپاہیوں کی جمعیت جنکو طویل محاصرہ کی سختی اور فاقہ مستی نے گھلا کر ناتوان کر دیا تھا۔ جنکے چہروں سے یاس نامرادی ٹپکتی تھی۔ اور جسم زخموں سے چور چور تھے شمشیر بکف اور کفن بردوش قلعہ سے نکلکر ایک خفیف سی حرکت مذبوحی کے بعد بربری دستہ میں اسطرح معدوم ہو گئے جسطرح مینہ کی بوند بادل سے ٹپک کر دریا میں فنا ہو جاتی ہے۔ ہر مجاہد نے مسیحی خون کا ایک ایک قطرہ لعل و یاقوت کے مول بیچا۔ ایک متنفس بھی موت سے بچکر نہیں بھاگا۔ نامورانہ شجاعت اور مردانہ جسارت کے لحاظ سے سینٹ ایلمو کا بہادر دستہ بڑی زریں عظمت کا مستحق ہے یہ معرکہ درحقیقت معرکہ پلیونا[1] کی ماقبل نظیر تھی۔ طرغد پاشا اسوقت اپنے خیمہ میں بستر مرگ پر دم توڑ رہا تھا کہ خوشی کے نعروں سے سینٹ ایلمو کا میدان گونجنے لگا۔ اُسنے قلعہ کی

آخری کشمکش

[1] غازی عثمان پاشا ۱۸۷۷ء کی جنگ روم و روس میں ایک مختصر جمعیت کے ساتھ پانچ ماہ تک رومانیا اور روس کی ٹڈی دل فوج سے دلیرانہ مقابلہ کرتا رہا۔ اور آخر کو پچاس ہزار دشمنوں کو تہ تیغ کر کے اُسوقت گرفتار ہوا جبکہ وہ قلعہ سے نکلکر بزور شمشیر راستہ صاف کر رہا تھا۔ لین پول تاریخ ترک صفحہ ۳۶۱۔

طرغد کی موت

فتح کی خبر سنی۔ اور کانپتی ہوئی آواز سے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور ساتھ ہی اُس کی روح جو پانچ روز سے گویا اِس مبارک وقت کی منتظر تھی۔ اشک و تبسم کے ہجوم میں پرواز کر گئی۔

نہایت دلیر معرکہ آرا۔ شیر میدان رزم۔ معاصرین میں سب سے زیادہ نامور شجاع عروج اور خیر الدین کا ہم پلہ۔ میر البحر ڈوریا سے بدرجہا زیادہ ممتاز۔ چارلس پنجم کے بڑے بڑے جانباز جرنیلوں اور کرنیلوں کا مُنہ پھیر دینے والا۔ حقیقت یہ ہے کہ طرغد پاشا رزمیانہ مذاق میں یکتائے روزگار اور عدیم المثال میر البحر تھا۔ ہمیشہ انگھڑ سپاہیوں کی سی زندگی بسر کرتا۔ جاہ و منصب کا آرزومند نہ تھا۔ بلکہ صرف جانبازی پر مرتا تھا خواہ کامیابی ہو یا ناکامی۔ مغلوب دشمنوں خصوصاً قیدیوں کا سچا ہمدرد و رفیق۔ نہایت زندہ دل آزاد منش بے تکلف تھا۔ ماتحتوں سے مساویانہ سلوک کرتا۔ اِس سے تمام فوج مٹھی میں رہتی تھی سپہ گری میں اِسکو کمال[1] تھا اُس کی سی موت قریباً اڑھائی سو برس بعد لارڈ نیلسن کو نصیب ہوئی دونوں سچے سپاہیوں کیطرح اپنے فرائض کی انجام دہی میں عین تنت پر زخمی ہوئے طرغد سینٹ ایلمو کے میدان میں اور نیلسن ۱۸۰۵ء میں آبنائے ٹریفلگر میں۔ طرغد نے اسوقت جان دی جبکہ فتح کے نعروں سے ہوا گونج رہی تھی۔ یہ وہ انجام ہے جسکی نامور شجاعوں کو بڑی آرزو ہوتی ہے۔

طرغد کا کیرکٹر

متحدہ بیڑے نے سینٹ ایلمو کو لیا تو سہی۔ مگر نہایت سخت قیمت دیکر۔ طرغد کے علاوہ چھ ہزار سپاہی کھیت رہے۔ اور قریباً دو ہزار آدمی اُدھیڑ کام آئے جنمیں تین سو

[1] لین پول صفحہ ۱۴۹۔

مجاہدین سے اور باقی دول یورپ کی امدادی فوج سے۔ بایں ہمہ مبدار جہاد یعنے وہ سنگین قلعہ سینٹ میکائیل اور قلعۂ سینٹ انگلو ابھی اُسیطرح ایستادہ تھے۔ اُنکو کسی نے ابھی چھوا تک نہ تھا۔ محاصرین کی طاقت جتنی گھٹتی تھی ہمیشہ کیلئے گھٹتی تھی۔ اور محصورین کا اضمحلال برائے چندے ہوتا۔ کیونکہ یورپ سے مقویات کا تار بندھا رہتا تھا۔ اور فوجوں پر فوجیں مسلسل چلی آتی تھیں۔ چنانچہ ۳۰ جون سے قبل ہزار سے زیادہ سپاہیوں کی ایک تازہ کمک پہنچی یہ ڈن جان آوکارڈونا کا عطیہ تھا۔ سپہ سالار ملکائر آورو بلؔ قلعہ تک پہنچنے میں سخت دقت پیش آئی۔ کیونکہ مرش الکبیر کے شرقی ساحل کے تمام قلعہ جات جو بندرگاہوں کا کام دیتے تھے۔ پچھلے ہنگامہ میں مسمار کرکے اُن کے مصالحہ سے وقتاً فوقتاً سینٹ ایلمو کی مرمت کیگئی تھی۔ اسلئے لاسینگل سے کوئی راستہ نہ تھا۔ آخر یہ دستہ اولڈ ٹون کیطرف سے سینٹ میکائیل میں داخل ہوا۔

فریقین کی فوجوں کا موازنہ

محاصرین نے اب طرغد پاشا کی تجویز پر عمل کیا۔ اور جنوبی حصہ پر پیچھے سے دھاوا کرنے کی تیاری کی۔ زمین قدرتاً سنگلاخ تھی جسمیں دمدمے اور سدیں تیار کرنا سخت دشوار تھا۔ اور چونکہ اس بلندی پر بچاؤ کا کوئی قدرتی سامان نہ تھا اسلئے رات کی گھٹا ٹوپ میں سفر مینا اپنا کام کرتی تب بھی کوہکن اوزاروں کی آواز پر قلعہ سے گولہ باری ہوتی رہتی تھی بالآخر ۴ جولائی تک مسلسل محنت کے بعد سینٹ مارگریٹ اور کانہ اڈین کی بلندیوں پر چند بڑے بڑے دمدمے تیار کیئے گئے۔ اور سینٹ میکائیل پر سامنے سینٹ ایلمو سے اور پیچھے ایک طرف کوہ مارگریٹ سے۔ اور دوسری طرف کانز اڈین سے ایک ساتھ گولے پڑنے لگے۔

طرغد مرحوم کی تجویز

دوسرا محاصرہ

اِدھر کوہ سالوپڈور سے آگ برستی تھی۔ اب صرف ایک طرف اَور باقی رہگئی تھی یعنے گیلی ہاربر جو برگ اور سینٹ میکائیل کے درمیانی قطعہ کا نام ہے۔ چنانچہ چند جنگی کشتیوں کا ایک چھوٹا سا سلسلہ باندھکر خلیج مذکور میں داخل ہونا چاہا۔ مگر اسکے مُنہ پر ایک نہایت وزنی فولادی زنجیر اِس سرے سے اُس سرے تک آویزاں تھی۔ بربری دستہ کے چند پرجوش نوجوان زنجیر کاٹنے کیلئے فولادی کُلھاڑیاں لیکر پانی میں کود پڑے۔ اُدھر سے مالٹا والے ننگی تلواریں مُنہ میں تھامکر تیرتے ہوئے مقابلہ کو بڑھے۔ آخر ایک سخت کُشت خون کے بعد بربریوں کو پسپا ہونا پڑا۔ ۱۵۔ جولائی کی رات کو محاصرین نے سینٹ میکائیل پر تین طرف سے دھاوا کیا۔ ایک دستہ ساحل ارنیلا پر اُترکر خشکی کی راہ برسولا کے مشرقی حصہ کی طرف بڑھا۔ دوسرا کوہ مارگریٹ کی چوٹیوں سے بخط مستقیم اُس حصہ قلعہ پر جُھکا جو بُرج روبل سے محفوظ ہے۔ اور تیسرا جنوب مغرب یعنی کوہ کانراڈین کی جانب سے قلعہ کے مغربی گوشہ پر حملہ آور ہوا۔ جو آبنائے لاسینگل میں کچھ زیادہ نکلا ہوا تھا۔ مجاہدین ہر طرف سے سدراہ ہوئے مگر ایک پیش نہگئی حملہ آورین نے مردانہ وار بڑھکر قلعہ پر کمندیں اور رسّی کی سیڑھیاں لگاکر چڑھنا شروع کیا۔ محصورین نے بھی مقابلہ کرنے میں کسر نہیں رکھی۔ رات کی تاریکی اور خاموشی میں بڑھو! بڑھو!۔ اور مارو! مارو! کی پرجوش آوازیں دشت وجبل میں اسطرح گونجتی تھیں کہ دل دہلتے تھے اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ آجکی رات صبح قیامت پر ختم ہوگی۔ بربری اور ترکی جانباز جوق جوق سیڑھیوں پر آتے تھے اور چڑھتے تھے۔ مگر بام پر پہنچکر دھکیل دیے جاتے تھے۔ آخر کار تمام کمندیں کاٹ ڈالی گئیں۔ مگر اُنھوں نے نئی کمندیں

تین طرف سے شبخون

ڈالکر پھر چڑھائی شروع کی اور پھر ایک سخت کشمکش بلندی و پستی شروع ہوئی مجاہدین
کی تلواروں میں کھاندے پڑ گئے تو انھوں نے بڑے بڑے وزنی پتھر اور چٹانوں کے
ٹکڑے لڑھکانا شروع کئے۔ اسپر بھی محاصرین کے جوش کی یہ حالت تھی کہ سنگسار ہوکر دست
و پا بریدہ ہوکر بھی فصیل تک پہنچتے تھے۔ اگرچہ شبخون میں ناکامی ہوئی مگر اُس سے مجاہدین
کا سخت نقصان ہوا۔ کیونکہ سینٹ میکائیل کی کئی بڑی بڑی سدیں اور مستحکم برج صدمہ
آتشباری سے پاش پاش ہوگئے۔ صدہا دلاور اور کئی نامور افسر کام آئے۔ اُدھر بربریوں کو
بہ نسبت دشمن کے تیر و تفنگ کے اپنی سوء تدبیری سے زیادہ نقصان پہنچا۔ یعنے ارنیلا والے
دستہ نے ساحل پر اُتر کر جہاز واپس کر دیئے تھے۔ اِس لئے اب واپسی پر اُنکو بجز اِس کے
اور کسی بات میں مفر نہ تھا کہ تلواروں سے کٹیں۔ گرفتار ہوں۔ یا غرقاب۔ چنانچہ اِس
قیامت انگیز رات کو اسقدر کشت و خون ہوا کہ لاشوں کے پشتے بند ہوگئے۔ اور آبنائے ارنیلا
خونناب معلوم ہونے لگی۔ ایک انگریزی مورخ یہ تسلیم کرتا ہے کہ مجاہدین نے جنکو نامور شجاع کا
خطاب دیا جاتا ہے۔ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کر ڈالا[۱]۔ جب کھلے میدان میں کامیابی نہ ہوئی تو
محاصرین نے سرنگ قلعہ کو اُڑانے کا ارادہ کیا۔ مجاہدین اِس فن میں بھی طاق تھے اسلئے
پہلی کوشش تو الٹی پڑی۔ یعنے جب سرنگ پھٹی تو اپنی ہی ایک کمینگاہ کو لے اُڑی۔ لیکن
ترکی سفیر سینان نے ہمت نہیں ہاری۔ اور قلعہ کی جو سدیں خشکی کیجانب تھیں اُنکے دونوں
برجوں کی جڑوں میں دن رات سرنگیں لگاتے رہے یہاں تک کہ ۲۷۔ جولائی کو برج رومیل

کشت و خون

مجاہدین کی نامور انہ
شجاعت کی ایک مثال

[۱] یہ بول صفحہ ۵۱ سے صرف وہ قیدی ذبح ہونے بچے تھے۔ جنکو بھوسہ بنے ہاتھوں سے نوچکر مار ڈالا۔

اور برج قسطلیہ دونوں ایک ساتھ بھک سے اُڑ گئے۔ یہ کامیابی دراصل صالح[1] رئیس کی شب گردیوں اور سراغرسانیوں سے حاصل ہوئی جب قلعہ بندی میں اچھی طرح رخنہ پڑگیا۔ تو

دوسرا حملہ

۲۔ اگست کو دوپہر کے وقت چھ ہزار چیدہ جوانوں کا دستہ برج روبل کی جانب بڑھا مگر اسوقت دن بھر کی سخت محنت کے بعد تمازت آفتاب سے گھبرا کر دستہ ہمت تازہ دم ہونے چلا گیا۔ اور میدان خالی تھا۔ اگرچہ یہ لوگ بڑی احتیاط سے چھپتے چھپاتے چلے مگر دروازہ کے سنتریوں کو کسیطرح پتہ لگ گیا۔ اور الارم دینے پر ملکائر مع فوج کے مقابلہ کیلئے آموجود ہوا۔ چنانچہ برج روبل کے تودۂ خشت وگل پر دو برابر کی طاقتیں چار گھنٹے آپسمیں ٹکراتی رہیں۔ ہر ٹکر پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اب فیصلہ ہوگیا۔ مگر ایسے نازک موقعوں پر قدرت کی مہیب طاقتیں ثالث بنجایا کرتی ہیں۔ آفتاب کی تمازت اسقدر تیز ہوئی کہ فریقین تاب نہ لاسکے۔ اور معاملہ کو یکسو کئے بدون پلٹ آئے۔ اس معرکہ میں محاصرین کے پانسو آدمی کھیت رہے۔

تیسرا حملہ

۷۔ اگست تک تازہ دم ہوکر مصطفے پاشا نے بیس ہزار فوج کے ساتھ پھر حملہ کیا اور دونوں برجوں کے حصہ خندق پر قبضہ کرکے فصیل پر کمندیں ڈالدیں۔ قلعہ والوں نے اس مرتبہ نہایت سخت مقابلہ کیا۔ اُنکے بڑے بڑے شجاع فصیل پر جھک پڑے میسکائر آو روبل۔ مناٹن۔ اور اسپین کے نامور جرنیلوں نے بڑھ بڑھکر داد مردانگی دی۔ یہانتک کہ بڈھا گرینڈ ماسٹر بہ نفس نفیس ناکہ بندی کے لئے آیا۔ اور نہ صرف آیا بلکہ معمولی سپاہیوں کیطرح

[1] یہ خیرالدین کے ہمعصر صالح رئیس کا بیٹا تھا۔

اگلی صف میں تلوار لیکر لڑا۔ مگر محاصرین جوش سے بہوت تھے۔ اُنکو برجوں کے زخموں کے
سوا اور کچھ نہ سوجھتا تھا۔ نہ تلوار کے قبضہ اور نوک میں تمیز تھی۔ نہ یہ حس تھی۔ کہ جسم میں کونسا
بازو باقی ہے۔ ہر جست پر دیوانہ وار بڑھتے تھے۔ حتی کہ بے سر کا تن بھی ایک قدم بڑھکے
محاصرین کی جانبازی گرتا تھا۔ آخر اس خونریز کشمکش کے بعد ایک جماعت فصیل پر چڑھ گئی۔ قریب تھا کہ ہلال
نصب کریں۔ قریب تھا کہ باقی فوج طوفان بے تمیزی کیطرح قلعہ پر جھک پڑے۔ مگر یکایک
بساط اُلٹ گئی ایک دستہ فوج سامنے اولڈ ٹون کیطرف سے قلعہ کو آتا دکھائی دیا۔ اور گمان ہوا کہ یورپ سے
تازہ کمک آئی ہے۔ یہ خبر آناً فاناً تمام متحدہ فوج میں پھیلگئی اور اسدرجہ خوف وہراس غالب ہوا
کہ مصطفے پاشا نے ہرچند تسکین کی۔ حسن پاشا نے ہرطرح دم دلاسا دیا۔ مگر ہوا کا رخ بدل
چکا تھا۔ ایک پیش نہ گئی۔ اور جو بات آٹھ گھنٹے کی جانفروشی سے حاصل ہوئی تھی وہ ایک دم
میں مفت جاتی رہی۔ مگر اس سے مصطفی پاشا کی ہمت میں سرمو فرق نہ آیا۔ کیونکہ وہ جانتا
تھا کہ بُرج روبل اور بُرج قسطلیہ مسمار نہیں ہوئے۔ بلکہ ستون جہاد مرکز ثقل سے ہلگیا ہے
ایسی تزلزل حالت میں اسکے سوا اور کیا توقع ہوسکتی تھی کہ اگر کچھ اور اسیطرح اوپر سے
گولہ باری ہوئی اور پیچھے سے سرنگیں اُڑیں تو ایک ہلّہ میں سینٹ میکائیل مسخر ہوجائیگا۔
چنانچہ ۲۰۔ سے ۲۹۔ اگست تک چھوٹے چھوٹے حملے ہوتے رہے۔ آتشباری اور سرنگوں
کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر ان سے کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ ۳۰۔ اگست کو محاصرین ایک
عام ہلّہ کرکے برج سے پرلی طرف اُتر گئے۔ مگر محصورین نے یہ حصہ بہت جلد سُرنگ سے
اُڑا دیا۔ ۵۔ ستمبر کو اسپین سے ہزاروں سپاہیوں کی ایک جری فوج مع وافر سامان جنگ

محافظت قلعہ کی مدد کو پہنچگئی اسلئے افواج متحدہ کو بجز اسکے چارہ نہ رہا کہ محاصرہ سے دستکش ہوجائیں۔

محاصرہ اور حملہ کے تلاش اور مالٹا کی شکستہ حالت

اگرچہ مجاہدین بیت المقدس کو ہمسایوں کی پامردی سے بحر لیونٹ میں کچھ دن اور سفاکانہ غارتگری کرنیکا موقع ملگیا۔ مگر یہ حالت صحت کے خواب تھے۔ سر دست جسم کا کوئی عضو صحیح نہ تھا۔ سیسی راس میں کوئی عمارت سلامت نہ رہی تھی۔ سینٹ ایلمو کی بجائے اینٹوں اور پتھروں کا ایک غیر متمیز انبار لگا تھا۔ خاص مبدا جہاد کی کوئی بندرگاہ یا جہاز نہ بچا تھا۔ نہ سدوں کا کہیں پتہ تھا۔ برج روبل اور قسطلیہ کے مسمار ہوجانیسے سینٹ میکائیل کی صورت مسخ ہوگئی۔ تمام فصیل و بروج میں جابجا ناسور پڑگئے۔ سیکڑوں مجاہدین اور ہزاروں امدادی فوج کٹ گئی۔ جو بچے وہ صعوبت اور شدت فاقہ سے پیکر استخوان معلوم ہوتے تھے۔ نہ میگزین میں سامان باقی رہا تھا۔ نہ خزانہ میں روپیہ۔ اور اگر لاویلٹا کو کوئی وجہ طمینان تھی تو صرف یہ کہ جان بچی لاکھوں پائے۔ ادھر قسطنطنیہ اور الجزائر کی متحدہ قوت کو مالٹا میں سخت سے سخت مقابلہ کی توقع تو تھی مگر ناکامی کی توقع نہ تھی۔ اور ناکامی بھی ایسی کہ لکھو کھا روپیہ خرچ ہوا۔ ہزاروں دلاور کھیت رہے۔ یہانتک کہ تیس ہزار میں سے تہائی چوتہائی فوج بھی باقی نہ رہی۔ طرغد جیسا ہیرو نذر ہوا۔ اور لٹیروں کے مقابلہ پر ناکام رہکر جو خجالت دامنگیر ہوئی وہ مزید برآں ہمہ۔

نواں باب

دول یورپ کا حملہ۔ لپنٹو کا معرکہ۔ ترکی بربری بیڑے کی ہزیمت

سنہ ۱۵۷۱ء

ناظرین کو حیرت ہوگی کہ پچھلے چار بابوں میں جسقدر واقعات سلسلہ وار قلمبند کیئے گئے ہیں اُنسے فی الجملہ مستنبط ہوتا ہے کہ قرن وسطی میں الجزائر کے تاریخانہ اسٹیج پر ترکی سین زیادہ دکھلائی دیتے تھے۔ لہذا اقصاے مغرب کی تاریخ میں قسطنطنیہ کی تاریخ کا رنگ آگیا ہے۔ لیکن یہ کچھ خلاف توقع نہیں اور نہ بیموقع ہے۔ اسلئے کہ خیر الدین نے غان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اقصاے مغرب کی چھوٹی سی سلطنت کو مصلحتاً دولت عثمانیہ میں مدغم کر دیا تھا۔ اور بابعالی نے بھی اس الحاق کو غنیمت سمجھا۔ کیونکہ لٹیروں کی موافقت اُنکی مخالفت سے بدرجہا بہتر ہے۔ بربر کے بڑے بڑے نامور ترکی فوجوں کے سپہ سالار ہوتے تھے اور بربر کی سبکرفتار بادبانی کشتیاں عموماً ترکی جنگی بیڑوں کا ہراول یمین ویسار بناتی تھیں گویا بابعالی۔ اقصاے مغرب کو شجاعت اور نبرد آزمائی کا گدام سمجھتا تھا۔ اور یہاں کی شجاعت کے نمونوں سے حسب ضرورت اپنے بحری اور بری صیغوں کو آراستہ کیا کرتا تھا چنانچہ مدار کامیابی ہی یہ ٹھہر گیا تھا۔ کہ ترکی اور بربری بیڑے متحد ہوکر حملہ کریں اور اس متحدہ بیڑے کا امیر البحر الجزائر کا کوئی نامور فرمانروا یا دلیر معرکہ آرا مثلاً خیر الدین۔ طرغد۔ حسن مقرر کیا جائے قطع نظر اسکے کہ الجزائر کو بجز اسکے چارہ نہیں کہ ہر حالت میں ہر وقت اور ہر جگہ سایہ کی طرح اپنے ہمیشہ ذر

قسطنطنیہ اور برابر کے تعلقات

(ناموروں) کے ساتھ رہے۔ خواہ وہ پریویسا کے قریب امیرالبحر ڈوریا سے معرکہ آرا ہوں یا خاص سواحل بربر پر ڈیوک میڈیناسلی سے زور آزما ہوں۔ غرض ہر جگہ اُنکی کامیابیوں اور ناکامیوں کو قلمبند کرنا مورخ کا فرض منصبی ہے۔ اِس لحاظ سے مالٹا کا محاصرہ گو ترکی تاریخ کا واقعہ ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بربر کی تاریخ سے اُسکو کچھ تعلق نہیں۔ سچ یہ ہے کہ اگر الجزائر کے اولوالعزم فرمانرواؤں اور دلاوروں کی شجاعت کو ترکی کارناموں کا نفس مضمون فرض کریں تب بھی خیرالدین اور طرغد کی جاں نثاریاں اقتضائے مغرب کے لئے بدرجۂ اولیٰ باعث فخر وعزت ہیں اور ہمیشہ ہونگی۔

اگرچہ مالٹا کے ناکام محاصرہ سے الجزائر اور قسطنطنیہ کی جنگی عظمت کو صدمہ پہنچا۔ مگر یہ صدمہ صرف بری قوت تک محدود تھا۔ بحری عظمت کی آب و تاب میں سرمو فرق نہ آیا تھا۔ بربری کشتیاں بحر روم میں اُسیطرح بیباکانہ دورے کرتی تھیں۔ اور تمام بحر واقع جنوب یورپ یا شمال افریقہ کو اپنا جولانگاہ سمجھتی تھیں۔ طرغد اگر موجود نہ تھا تو اس مردم خیز خطہ میں طرغد ثانی بکثرت تھے۔ چنانچہ علی العلوجی پاشا طرغد اور خیرالدین کے قدم بقدم تھا۔ یہ شخص اصل میں صوبہ کلبیریا کے ایک معزز عیسائی خاندان سے تھا۔ رسم جنگ کے بموجب گرفتار ہوکر الجزائر کے نخاس میں وارد ہوا۔ اور یہاں سے کسیطرح طرغد کے دائرہ ملازمت میں داخل ہوگیا۔ چونکہ اُس زمانہ میں عام طبائع کا میلان شجاعانہ کاموں کیطرف تھا لہذا کچھ تعجب نہیں کہ ہم علی العلوجی کو خدام ادب کے زمرہ سے نکلکر مالٹا کے محاصرہ میں کارفرما پاتے ہیں۔ یہ ۱۵۶۵ء کا واقعہ ہے۔ اسوقت الجزائر کی عنان حکومت حسن ابن خیرالدین

جنگ مالٹا کا نتیجہ

علی العلوجی پاشا

علی العلوجی گورنر الجزائر

کے ہاتھ میں تھی جو مالٹا کے محاصرہ میں شریک تھا۔ حسن کے انتقال کے بعد علی العلوجی نے زمام سلطنت لی۔ اور سب سے پہلے ٹیونس کو اہل اسپین سے انتزاع کیا مگر حلق الوید (گالیٹا) پر اب بھی تسلط نہ کر سکا۔ اُسکے عہد کا سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ جولائی ۱۵۶۰ء میں جبکہ وہ مغربی بحر روم میں دورہ کر رہا تھا تو ساحل سسلی کے قریب مجاہدین بیت المقدس کے بیڑے سے مقابلہ ہوا جسمیں پانچ جنگی جہاز تھے۔ اور سینٹ کلیمنٹ کی کمان میں مال غارتگری لئے مالٹا کو واپس جاتے تھے۔ بندرگاہ القطائع پر دونوں میں بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سینٹ کلیمنٹ نے گو آبرو ریز انجام سے بچنے کی کوشش کی مگر مجاہدین کھلے میدان کے بہادر نہ تھے۔ نہ پامردی ہمسایہ بدون جسم سکتے تھے۔ کمان افسر کو آخر کار تین کوہ پیکر جہاز جنمیں علمبردار جہاز بھی تھا علی العلوجی پاشا کے نذر کرنا پڑے اس معرکہ میں ساٹھ مجاہدین غرقاب شہادت ہوئے۔ اور اکثر گرفتار۔ جب یہ لُٹا ہوا قافلہ مالٹا پہنچا تو مجاہدین اسقدر برہم ہوئے کہ گرینڈ ماسٹر (معلم اول) بڑی مشکل سے سینٹ کلیمنٹ کی جان بچا سکا۔ تاہم اہل شہر نے اُسے زندہ نچھوڑا۔ یعنے سول افسروں نے اُسپر دغابازی کا الزام لگاکر پھانسی دیدی۔ اور لاش کو بلا تجہیز و تکفین ایک پیپہ میں ڈالکر سمندر میں پھینکدیا لیکن ۱۵۶۰ء اور ۱۵۶۱ء میں مجاہدین نے پامردی ہمسایہ سے القطائع کی چھوٹی سی زک کا خوب بدل لکھو لکر بدلہ لیا۔ اور سچ یہ ہے کہ الجزائر اور قسطنطنیہ کی متحدہ بحری قوت کو کچھ عرصہ کیلئے بالکل مضمحل کر دیا۔ اسکے تفصیلی کوائف حسب ذیل ہیں۔

ٹیونس کی فتح

مجاہدین سے مقابلہ

عروس البحر وینس کا انداز

یہ یاد ہوگا کہ ۱۵۳۸ء میں خیر الدین نے وینس کے جنگی بیڑے کو امیر البحر

ڈوریا کے زیر کمان پریویسا کے قریب شکست فاش دی تھی۔ اس سے ریاست مذکور کا بحری اقتدار گو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملگیا تھا۔ مگر اُسکا جوش ہنوز اُسی شد و مد پر تھا۔ اور اگر سکوت تھا تو صرف اِسلئے کہ بیمار اور کمزور تھی۔ چنانچہ جب کبھی یورپ کی کسی سلطنت یا کم سے کم روم مقدس کو ذرا اپنی پشت پر دیکھتی تو ریاست جامہ سے باہر ہوجاتی تھی۔ ہرچند کہ اُسکے تمام اچھے اچھے بندر اور بحری مقامات ایک ایک کرکے عثمانی ظل حمایت میں داخل ہوگئے تھے۔ تاہم بعض کارآمد جزیرے ابھی باقی تھے

جنگ پیٹنڈو کے اسباب

انمیں ایک جزیرہ سائپرس بھی تھا جو بحر لیوانٹ میں گویا وینس کی مرحوم شان و عظمت کی یادگار تھا۔ مشرقی بحر روم میں جزیرہ مذکور سے بہتر کوئی محفوظ مقام نہ تھا۔ خاصکر حالت جنگ میں فوجوں کیلئے وسیع ہیڈ کوارٹر۔ سامان جنگ کیلئے عمدہ میگزین۔ رسد و راشن کیلئے کافی گدام۔ علاوہ ازیں سائپرس کا قدرتی موقع اور منظر جنگی ضرورتوں کیلئے اسقدر موزوں تھا کہ یہاں جمکر تمام بحیرۂ لیوانٹ میں جہاز رانی کرنیوالوں کی بآسانی نگہبانی کیجا سکتی تھی غنیم کی ہر حرکت و سکون سے خبردار رہ سکتے تھے۔ اور ان سب سے بڑھکر یہ خصوصیت تھی کہ یونانی غارتگر اور اُنکی ہمسایہ قوموں کے بحری قزاق جو عموماً سواحل شام پر آباد تھے سائپرس کو اپنا ملجا و ماوٰے سمجھتے تھے۔ صاحبقران ان تمام امور سے ناواقف نہ تھا مگر موقع کا منتظر رہتا تھا۔ اب اُسکے فرزند جانشین سلطان سلیم ثانی نے بھی اُسی خیال کا اتباع کیا۔ اور چونکہ وینس اُس زمانہ کے یورپ کی غارتگرانہ پالیسی کی درپردہ مؤید تھی۔ اور عثمانی حدود پر ترکتازیاں کرنیوالوں کو حاسداً جرأت دلایا کرتی تھی اسلئے

جزیرہ سائپرس کا منظر اور موقع

جزیرہ مذکور پر چڑھائی کرنے کی تجویز

اشتہار جنگ

جنگ کا حیلہ ڈھونڈھ لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ۱۵۷۰ء میں بابعالی نے سائپرس کے قبضہ کیلئے وینس کو اشتہار جنگ دیدیا۔

وینس کی تدابیر جنگ

ریاست وینس اس قسم کے اشتہاروں پر جو کچھ کر سکتی تھی وہ اس سے زیادہ نہ تھا کہ مجاہدین بیت المقدس کیطرح پوپ آور روم سے استمداد کرے۔

پوپ کی سعادت

یورپ کی مذہبی حکومت اسوقت پوپ پیس پنجم کے مبارک ہاتھ میں تھی۔ جو نہایت مدبر۔ پرجوش اور مقدس پیشوا تھا۔ اسنے جنگ کو ناگزیر سمجھکر دول یورپ سے امداد کی تحریک کی۔ ان میں فلپ شاہ اسپین نے ایک جرار بیڑا بسرداری گیونی ڈوریا بھیجا۔ اور خود پوپ نے اٹلی کے شہزادوں سے تھوڑی تھوڑی فوج اور جہازات لیکر ایک بڑا بیڑا تیار کر کے بھیجا۔ جسکا کمان افسر مارک انٹونی تھا۔ متحدہ بیڑے میں کل ملاکر ۲۰۶ جنگی جہاز اور اڑتالیس ہزار فوج تھی۔

دول یورپ کی امداد

صلیبی قوت

ادھر علی العلوجی نے بربری بیڑا پیالی پاشا اور لالہ مصطفے کی کمان میں براہ راست جزیرہ سائپرس کیطرف چلتا کیا۔ اور خود دشمن کی قوت کا اندازہ کرنیکے لئے سواحل اٹلی کیطرف بڑھا۔ کیونکہ امدادی فوجوں کا مقام اتصال حوالی روم قرار پایا تھا۔ ہرچند کہ دول یورپ کی قوت مجموعی طور سے علی العلوجی پر حاوی تھی۔ مگر بربری بیڑے کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ جب متحدہ بیڑے نے یہ سُن پایا کہ علی العلوجی سواحل اٹلی سے چلا گیا ہے اور اس خبر کی تصدیق بھی کرلی۔ تب یہاں سے جنبش کی۔ اُدھر پیالی پاشا اور لالہ مصطفی نے سائپرس پہنچتے ہی دارالحکومت نیکوشیہ کا محاصرہ شروع کردیا۔ یورپین

بلالی متحدہ بیڑا اور اسکے کمان افسر

نیکوشیہ کا محاصرہ

متحدہ جہازوں کے کپتان اور کمان افسر یہاں پہنچکر خدعۃ الحرب کے مسائل حل کرتے رہے۔ اور علی العلوجی نے تمام فوجیں جہازوں سے اُتار کر محاصرہ کا خاتمہ کر دیا۔ اگر تورا بین فوجیں سواحل اٹلی کے قریب علی العلوجی پر حملہ کرتیں یا سائپرس پہنچکر آٹھویں نویں ستمبر کو خالی جہازوں کو لے ڈالتیں تو بربریوں کا پتہ نہ ملتا۔ مگر یہ عمدہ موقعے غازیانہ تمکنت اور شجاعانہ اداؤں میں غارت کر دیے۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ نیکوشیہ کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اور اگست ۱۵۷۱ء تک فیماغستہ جو جزیرہ سائپرس کا دوسرا مستحکم قلعہ ہے فتح ہو گیا۔ اور اسطرح بحر لیوانٹ میں وینس کی عظمت کا نام و نشان تک مٹ گیا

مسیحیوں کی غلطی

نیکوشیہ پر ہلالی جھنڈا

فیماغستہ وغیرہ کی فتح

مگر علی العلوجی کو سلسلۂ جنگ منقطع ہونیکی اُمید نہ تھی۔ لہذا اُسنے بھراہی علی پاشا جو پیالی پاشا کا قائم مقام تھا بحیرۂ اڈریاٹک سے شمشیر بکف گزر کر خلیج لپنٹو میں لنگر ڈالا۔ اور اطمینان کے ساتھ متحدہ بیڑے کا انتظار کرنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی بربری بیڑے کی گزشتہ فتحمندیوں پر ضرورت سے زیادہ بھولا ہوا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ جسطرح ۱۵۳۸ء میں شیر دل خیر الدین نے پریویسا کے قریب انڈریا ڈوریا کا بیڑا غرق کیا تھا اُسیطرح وہ آج ۱۵۷۱ء کے موسم خزاں میں اس بیڑے کو تباہ کریگا گیلے جہاز اور جنگی کشتیاں جیسے جیسے بحر اڈریاٹک کی بلوریں سطح پر لہرا لہرا کر اور کاٹ کاٹ کر قلعہ کی شکل میں مرتب ہوتی جاتی تھیں ویسے ویسے تجربہ کار ملاحوں اور فرسودہ روزگار دلاوروں کو معرکۂ پریویسا کے واقعات تازہ ہوتے جاتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہے۔ ترکی بربری بیڑے کے شجاعانہ حوصلے

لپنٹو

فریقین کی متضاد حالت

غایت بلندی پر پہنچ چکے تھے۔ اُدھر مغربی دنیا کے جہاز رانوں کا کاسۂ تذلیل بھی لبریز تھا۔ قطع نظر اسکے پریویسا اور لپنٹو میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اُسوقت

کیتھلک تسبیح کے دانے

کیتھلک تسبیح کے دانے بکھرے ہوئے تھے۔ مگر اب پوپ بیس پنجم کے پرجوش اور سحر آفرین خطبوں نے اُنکو کثرت سے وحدت میں منسلک کردیا تھا۔ اور تمام ہمسر سلطنتوں کے مرض نفاق کا ازالہ کرکے گویا یورپ کے تن بیجان میں تازہ روح پھونکدی تھی۔ اُس وقت یورپین متحدہ بیڑے کی کمان متعدد اور مختلف الرائے سرداروں کے ہاتھ میں تھی اور اب تمام بیڑے کا سردار ایک شخص تھا۔ وہ اولوالعزم شخص جو درحقیقت "مردے از غیب برون آید و کارے بکند" کا مصداق تھا۔

ڈن جان آو اسٹریا کے نام سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں۔ یہ اُسی چارلس اعظم کا بیٹا تھا جسکی اَن تھک ہمت اور استقلال نے قرن وسطی کے تمام جنوبی یورپ کو بالعالی کا حلقہ بگوش ہونیسے بچایا تھا۔ ابھی بائیس برس کا تھا کہ سوتیلے بھائی فلپ نے مسلمانان اُندلس کی جلاوطنی کا کام اُسکے سپرد کردیا۔ چنانچہ کوہستان الپکزارا کے تنگ و تاریک مقامات کو صدیوں کے رہتے عربوں سے یکلخت پاک کرنا اُسیکا کام تھا[1]۔ اب صرف دو برس بعد پوپ بیس کی خوشنودی کیلئے اُسکو تمام جنوبی یورپ کی بحری قوت کا ذمہ دار ہونا پڑا۔ گو یہ سچ ہے کہ ایسی اہم ذمہ داری اُس اولوالعزم شخص کیلئے چنداں مشکل نہ تھی جو قرن وسطی کے اصول شجاعت کا پابند تھا

[1] دیکھو تاریخ اندلس باب ۱۳۔

قرن وسطی کا معیار شجاعت

البتہ اس زمانہ کے نامور شجاع کیلئے سخت دشوار تھی۔ کیونکہ اُس زمانہ کا معیار شجاعت یہ تھا کہ مغلوب دشمنوں کو کہیں پناہ[1] نہیں۔ مگر اس زمانہ کا معیار شجاعت یہ ہے کہ مغلوب دشمنوں کو مکلف و آراستہ عشرتکدوں میں رکھیں۔ اور اگر وہ زخمی ہوں تو اُنکی صحت کلی کے ذمہ دار ہوں۔

آؤ! اس اولوالعزم امیر البحر کو اسپین میں چھوڑ کر آبنائے مسینا کی سیر کریں۔ اور ایک یورپین وقائع نگار بنکر متحدہ بیڑے کا جائزہ لیں۔

آبنائے مسینا کا سین

جون ۱۵۷۱ء کی ایک مبارک صبح کو صلیبی جہازوں کے دستے آبنائے مسینا میں ہر طرف سے لہرا لہرا کر داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اور اُسکی نورانی سطح پر مربعوں کی شکل میں جمتے جاتے ہیں۔ وینس کا امیر البحر وینیرو اڑتالیس جنگی جہازوں سمیت یہاں پہلے سے موجود ہے۔ عروسی[2] بیڑے کا یہ صرف ایک حصہ ہے۔ دوسرا حصہ جسمیں ساٹھ کوہ پیکر جہاز ہیں۔ کولونا کے ماتحت جولائی میں آنیوالا ہے۔ نوخیز امیر البحر ابھی نہیں آیا غالباً وہ ابھی تک اسپینش بیڑے کو مرتب نہیں کر چکا تھا۔ مگر اب بارسلونا سے چل پڑا ہے۔ اور نہایت اطمینان کے ساتھ خلیج لیون سے گزر رہا ہے۔ یہ اس زمانہ کی خلیج لیون نہیں کہ جہاز کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ بلکہ قرن وسطی کی خلیج لیون ہے جو جہاز آشوب طوفانوں کا مسکن سمجھی جاتی تھی۔ اور اسلئے عام جہازران یک بیک اُسکا قصد نکرتے تھے۔ ہمارا مسیحی نوجوان ہیرو خلیج مذکور سے بے تکلف گزر کر جینوا پہنچتا ہے۔ اور

[1] دیکھو اندلس باب ۱۴ "الپکزار کی بغاوت" [2] ریاست وینس قرن وسطی میں عروس البحر سے ملقب کی جاتی تھی ۱۲

گیونی ڈوریا کی مہمانی سے مسرور الوقت ہوتا ہے۔ بے تکلفی کی صحبتوں میں ناچ کے جلسوں میں اسطرح شریک ہوتا ہے کہ گویا وہ تفریحاً گھر سے نکلا ہے۔ آخر یہاں سے دوستانہ مصافحوں کے ہجوم میں رخصت ہوتا ہے۔ رستہ میں جابجا جاسوسی کشتیوں سے اُسکو اطلاع ملتی ہے کہ ترک اور بربری صوبہ ڈلمیشیا میں کسطرح غارتگری پھیلا رہے ہیں۔ اور دول یورپ کے بیڑے آبنائے سیناہ میں باہمی شکر رنجیوں میں مصروف ہیں۔ مگر اسکے استقلال اور اطمینان میں سرمو فرق نہیں آتا۔ بلکہ اُسی تعلیق چال سے سطح آب کو طے کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ دور دراز سفر میں بے جان کشتی اور جاندار گھوڑا دونوں کیلئے تیز روی مضر ہے۔ اور یہ کہ پا برنجیر ملاحوں کی پشت پر چابک صرف بیوقت کارگر ہو سکتے ہیں کہ سفر مختصر ہو۔ نیپلز پہنچکر پوپ پیس اپنے دست مبارک سے ڈن جان کو علم مقدس دیتا ہے اور دعاے خیر کرتا ہے۔ اِس خیر و برکت کے سایہ میں مسیحی بیڑہ ۳۰۔ گست کو آبنائے سیناہ میں داخل ہوتا ہے۔ مگر لڑائی ابھی شروع نہ ہوگی۔ کیونکہ ابھی وہ موقع جنگ کو کارآزمایانہ نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اور حملوں کے روک تھام کی تجویزیں کر رہا ہے۔ بیڑے کے کمان افسر بلکہ دستہ دستہ اور کشتی کشتی کے کپتان کو الگ الگ ہدایت نامے لکھکر دیتا جاتا ہے کہ کوچ کے وقت ترتیب اور انتظام نہ بگڑے۔

علم مقدس اور دعاے خیر

۱۶ ستمبر کو علی الصباح کوچ کا بگل بجا اور ساتھ ہی صلیبی جھنڈے کو حرکت ہوئی۔ سب سے اول نوجوان امیر البحر اپنے خوشنما اور عظیم الشان علمبردار جہاز میں جسپر ساٹھ ملاح کام کرتے ہیں سوار ہو کر خلیج سے نکلتا ہے۔ اسپین کا جنگی بیڑا جسمیں ۲۸۵ کوہ پیکر جہاز

آبنائے سیناہ سے کوچ

صلیبی بیڑا

۹ گیلے اور ۶ گیلی سی جہاز۔ اور اُنتیس ہزار چیدہ جوان ہیں ڈن جان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں فوج کے تمام حصوں کے افسر۔ میجر سے لیکر جرنیل تک۔ اسپین جنیوا۔ وینس۔ نیپلز روم مقدس۔ پیڈا۔ سیوائی اور سسلی کے شجاعت کے منونے ہیں۔ مثلاً ہراول کے سات گیلے جہاز ڈن جان ڈی کارڈونا کے ماتحت ہیں۔ قلب کی یہ شکل ہے کہ بیچ میں خود بحیرالبحر ۶۲ گیلے جہازوں سمیت ہے اور اُسکے دائیں بائیں مرکانٹو کلونا۔ اور ونیرو اپنے اپنے دستہ کے ساتھ ہیں۔ یمین کے ۵۰ جہاز گیونی ڈوریا کی کمان میں ہیں۔ اور یسار کا دستہ جسمیں ۵۳ جہاز ہیں۔ باربا ریگو آوینس کے ماتحت ہے۔ ڈن الوار ڈی بیزن مع ۳۰ بڑے جہازوں کے بطور محفوظ دستہ بیڑے سے علیحدہ ہے۔ گیلیز جہازات کا پرا سامنے جایا گیا ہے جسمیں سے ہر ایک پر ۵۰۰ سپاہی قرابینوں سے مسلح صف باندھے ایستادہ ہیں۔

آج گویا ۱۶ ستمبر کی صبح کو یہ مہیب اور زور مند بیڑا خلیج لپنٹو کیطرف چلا ہے جو ترکی بربری جہازوں کا مقام اتصال ہے۔ آؤ! ذرا ہلالی بیڑے پر بھی ایک سرسری نظر ڈالتے چلیں۔

ہلالی بیڑا اور ذوہیں

الجزائر اور قسطنطنیہ کے متحدہ بیڑے میں کل ملاکر ۲۰۸ گیلے جہاز اور ۶۶ گیلون جہاز ہیں۔ اِن میں اول الذکر میں ۹۵ جہاز خاص قسطنطنیہ کیطرف سے ہیں۔ اور باقی مضافات سے مثلاً ریاستہائے بربریہ۔ اسکندریہ وغیرہ۔ مگر گیلون تمام بربری ہیں۔ اور افسر بھی اکثر بربری ہیں۔ مثلاً علی العلوجی پاشا۔ علی پاشا۔ شلوک پاشا۔ صرف سرعسکر پرویز پاشا ترکی ہے۔ کل فوج پچیس ہزار سے زیادہ نہیں۔

افسران جہاز

یورپین بیڑا پورے گیارھویں روز یعنی ۲۷ ستمبر ۱۵۷۱ء کو خلیج کارفو میں لنگر انداز

جاسوس کشتیوں کی جستجو

ہوا۔ علی پاشا نے خبر پاکر چند جاسوس کشتیاں بھیجیں کہ دشمن کی قوت کا اندازہ کریں۔ انمیں سے ایک تیز طرار بربری جوان رات کے وقت موقع پاکر یورپین بیڑے کے عین قلب میں گھسگیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ لڑائی کے دن تک فریقین کو ایک دوسرے کی قوت معلوم نہیں ہوئی آخر کار

ہلال اور صلیب کا مقابلہ

یکم اکتوبر کو دونوں بیڑے حرکت کرتے دکھائی دیے۔ یورپین بیڑا جنوب کیطرف۔ اور بربری شمال کیطرف بڑھا۔ ۷ اکتوبر کی صبح کو ۷ بجے جانب جنوب افق پر خلیج پٹراس کے دہانہ سے باہر چند مستول اور اُنپر سفید پھریرے ہوا میں لہراتے دکھائی دیے۔ مستولوں کی تعداد آناً فاناً بڑھتی گئی۔ اور جب یقین ہوگیا کہ دشمن ہے تو ڈن جان نے بھی جھٹ پٹ سفید نشان ہوا میں بلند کردیا جو گویا پیام مبارزت تھا۔ جہازوں کے وسط کے تختے سپاہیوں نے فوراً خالی کردیئے۔ پھر تمام پابزنجیر و حلقہ بگوش خلاصیوں کو شراب اور گوشت نہایت دریادلی سے تقسیم ہوا۔ کیونکہ بحری معرکہ آرائیوں میں کامیابی یا ناکامی کا انحصار انہی کمبختوں کی قوت بازو پر منحصر ہوتا تھا۔ پرانے پرانے ملاح جنہیں الدین اور اُسکی ذریات کے مقابلہ میں اس سے پیشتر اکثر ناکام پلیاں چلا چکے تھے اب انتقام پر تلے کھڑے تھے۔ نوعمر خلاصی جنکو زندگی

سیحی نوجیں جوش

بھر میں یہ سب سے پہلا موقع تھا وہ بھی انتظار سے بیتاب تھے۔ اس تنت پر یورپ کے افسروں نے حسب عادت پھر وہی پرانی تجویز پیش کی کہ مجلس شوریٰ منعقد کیجائے۔ مگر ڈن جان نے جواب دیا کہ "مشورہ کا وقت نہیں۔ یہ خیال دل سے دور کردو اور لڑنے کو تیار ہوجاؤ"۔ پھر

جائزہ

اُسنے ایک ہلکی سی کشتی میں سوار ہوکر تمام بیڑے کا جائزہ لیا صلیب مقدس ہاتھ میں لئے

ہر جہاز کو دیکھتا جاتا تھا۔ اور سپاہیوں کے حوصلے بڑھاتا جاتا تھا۔ اسکے بعد اطمینان سے علمبردار پر سوار ہو کر اُسنے علم مقدس بلند کیا۔ جسکے پھریرے پر مسیح کی تصویر بنی تھی۔ اور اُسکے سامنے سربسجود ہو کر تضرع دعا مانگی۔

اسوقت ٹھیک ۱۱ بجے ہیں۔ آسمان کا نیلگوں چہرہ بالکل صاف اور نکھرا ہوا ہے مگر اُس سے ایک قسم کی ہیبت ٹپکتی ہے۔ تمام سمندر پر ہر طرف سکوت و خاموشی کا عالم طاری ہے۔ حتی کہ موسم خزاں کے آفتاب کی مضمحل شعاعیں بھی پانی کی بلوریں سطح پر آہستہ آہستہ اُترتی ہیں۔ ایک ذرا تڑپتی ہیں اور لپٹ جاتی ہیں۔ آبی جانور بھی اس ہیبت ناک سین سے خوف زدہ ہو کر سمندر کے تاریک و عمیق حصوں میں جا چھپے ہیں۔ کیونکہ دو برابر کے پہاڑ آپسمیں ٹکرانے کو ہیں۔ آخر یہ مہیب سلسلہ خاموشی جنوبی بیڑے کیطرف سے منقطع ہونا شروع ہوا۔ جہازوں کے بادبان یک بیک سمٹتے ہیں۔ بلیاں پانی میں حرکت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور اُسکے ساتھ ہی تمام ہلالی بیڑا ایک برقی تیزی سے۔ مگر فوجی قواعد کے موجب جنگی قلعہ کی شکل میں مرتب ہو جاتا ہے۔ اُدھر شمالی بیڑے نے بھی آہستہ آہستہ حرکت شروع کی۔ اور کسیقدر متانت و سنجیدگی سے قلعہ ترتیب دیا۔ اسطرح پر کہ جنرل باربا یگو اپنے دستہ سمیت ساحل کے ساتھ یسار پر جگیا۔ اور اُسکے برابر ڈن جان کا دستہ قلب قائم ہوا۔ مگر دایاں بازو ندارد تھا۔ اسلئے کہ گیونی ڈوریا یمین دستہ کو لیکر خدعۃ الحرب کے مسائل حل کرنے اِدھر اُدھر چلا گیا تھا۔ اور اب تک کہیں اُسکا پتہ نشان نہ تھا۔

خلیج لپنٹو میں خوفناک سین

قلعہ بندی

ترتیب

ہلالی بیڑے کی ترتیب

ہلالی بیڑا قریبًا ایک میل لمبا اور اُتنی معمولی تین حصوں پر منقسم تھا یعنی قلب

یمین ویسار۔ پھر عقب پھر رزرو یعنی محفوظ دستہ تھا۔ مگر یورپین بیڑے کی طرح ہراول میں گیلیز جہازات کا پرانہ تھا۔ افسروں کا تعین اس طرح پر تھا کہ شلوک پاشا یمین پر باربارِیگو کے بالمقابل۔ علی پاشا قلب میں ڈن جان کے مقابل۔ اور علی العلوجی پاشا یسار پر یورپین بیڑے کے اُس دستۂ جہازات کے مقابل تھا جسکی کمان گیونی ڈوریا کے سپرد تھی۔ اور چونکہ ڈوریا کا اسوقت تک کہیں پتہ ونشان نہ تھا اِسلئے اِدھر کا میدان خالی تھا۔ گویا یہانتک دونوں طاقتیں برابر تھیں۔ اگر ہلالی بیڑے کا ہراول گیلے جہازات سے خالی تھا۔ تو صلیبی بیڑے کا یمین کمزور تھا۔

افسروں کا تعین

افتتاحی توپ

ٹھیک ۱۱ بجے یورپین بیڑے کیطرف سے افتتاح جنگ کی توپ سر ہوئی اور اسکے ساتھ ہی ہراول کے گیلے جہازات نے اِس شدت کی آتشباری کی کہ ہلالی جہازوں کے پرخچے اُڑنے لگے۔ اور اگر شلوک پاشا برابر سے نہ نکلتا تو کچھ شک نہیں کہ ہلالی قوت اِس پہلے ہی وار میں بہت زیادہ مضمحل ہوجاتی۔ اُسنے اپنے یمین کی لمبی قطار بناکر نہایت تیز قدمی سے گیلیز جہازوں کو جالیا۔ اور اُنکو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ یہ دیکھکر انکا یمین اور اُنکا یسار اِس تیزی سے زور آزمائی کیلئے بڑھا کہ معلوم ہوتا تھا گویا دو برابر کی طاقتیں غیر متمیز جسم بنکر آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ یورپین جہازات ہر مرتبہ دلاورانہ آگے بڑھتے تھے۔ مگر ہر مرتبہ پسپا کردیے جاتے تھے کمانوں اور بندوقوں سے کچھ نہو سکا تو تلواریں فیصلہ کیلئے نیاموں سے نکلیں۔ افسر اور ماتحت میں کچھ تمیز نرہی۔ تمام سطح آب تلوار کا کھیت بنگیا۔ اِس خونریز کشمکش میں دونوں کے افسر۔ اِدھر شلوک پاشا۔ اُدھر سے باربارِیگو مقتول ہوئے۔ اور گو بالآخر ہلالی

خونریز کشمکش

باربارِیگو اور شلوک پاشا کا قتل

یورپین بیڑے کے ہاتھ رہا۔ مگر سخت نقصان ہوا۔ بہت سے جہازات غرق ہوئے۔ اور بیشمار دلاور کام آئے۔

میدان ہاتھ سے جاتا دیکھکر ہلالی قلب کو یک بیک حرکت ہوئی۔ اور علی پاشا بخط مستقیم ڈن جان کے کپتان پر جھکا۔ اس تیزی سے کہ دلاوران اسپین کو سنبھلنے کی مہلت بھی نہ ملی۔ اور دونوں جہاز ایک طرفۃ العین میں ٹکرا کر اُلجھ گئے۔ اگرچہ یہ ایک اتفاق محض تھا۔ مگر اس سے دونوں قلبوں کو آپسمیں تصفیہ کرنیکا خوب موقع ملا۔ کیونکہ علی پاشا کے جہاز کا اگلا سرا ڈن جان کے خلاصیوں کے چوتھے تختہ تک پہنچکر اسطرح الجھ گیا کہ دونوں کے ڈیک (تختہ جسپر سپاہی کھڑے ہوتے ہیں) آپسمیں ملکر ایک ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھکر اِدھر سے پرویزپاشا اور اُدھر سے کولونا اور وینیر واپنے جہاز لیکر امداد کیلئے بڑھے۔ مگر جلدی میں وہ بھی اسی گچھے میں اُلجھ گئے۔ اور اب گویا ان پانچوں جہازوں کے ڈیک ایک دوسرے سے ملکر ایک وسیع اکھاڑا بنگیا۔ دلاوران اسپین نے دو دفعہ ہلہ کیا۔ مگر دونوں دفعہ بُری طرح پیچھے دھکیل دیے گئے۔ تیسری مرتبہ خود علی پاشا چند جانبازوں سمیت ڈن جان کے ڈیک پر شمشیر بکف اُترتا ہے۔ وہ دیکھو ایک گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ دست وگریباں کی نوبت پہنچگئی۔ ہر طرف طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ قواعد و مدارج کا کچھ لحاظ نہیں۔ وہ دیکھو کولونا نے اپنے جہاز سے علی پاشا کے جہاز کے پچھلے حصہ میں کس زور سے ٹکر لگائی ہے کہ خلاصیوں کے تیسرے تختہ تک صدمہ پہنچا۔ اب قرابینیں نکلی ہیں۔ ہلالی جہاز آگ کے شعلوں میں ملتبس دکھائی دیتا ہے۔ یورپین دستہ چونکہ آتشبار آلات سے مسلح تھا۔ اُنکے جہاز بھی آہن پوش تھے

علی پاشا کا حملہ

تصفیہ قلوب

عقد ثریا

اکھاڑا

گھمسان کی لڑائی

ہلالی جہازوالوں کے پاس زرہ۔ بکتر۔ خود۔ یا چھرہ وغیرہ آلات حفاظت میں سے کچھ نہ تھا۔ بلکہ عام آلات حرب میں بھی کمانیں بکثرت تھیں۔ کولونا کے آتشبار منجنیقوں اور قرابینوں نے بالآخر معاملہ کو جلد یکسو کر دیا۔ کیونکہ علی پاشا مقتول ہوا۔ اور اب صرف گھنٹہ دو گھنٹے کی خونریز کشمکش کے بعد ہلالی یمین کا باقی حصہ بھی مضمحل اور منتشر ہو گیا۔

فیصلہ

علی پاشا کا قتل

ہلالی علمبردار جہاز پر صلیبی پھر یرالہراتا دیکھکر پرویز نے محفوظ دستہ لیکر حملہ کیا جسمیں اگرچہ وہ نیز سخت زخمی ہوا۔ مگر انجام کار پرویز کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یورپین جہاز اس بڑی کامیابی پر ابھی پوری طرح ناز بھی نہ کر چکے تھے کہ علی العلوجی پاشا نے یسار کی پوری قوت لیکر یورپین قلب پر اس تیزی سے حملہ کیا کہ تمام جہاز منتشر ہو گئے۔ مالٹا والوں نے کچھ مقابلہ کیا۔ مگر علی العلوجی کے جانباز حیرت انگیز دلیری سے اُنکے علمبردار جہاز پر چڑھ گئے اور تمام اہل جہاز کو تہ تیغ کر ڈالا۔ صرف پچاس آدمی فرقطون کے سہارے بچے۔ یہ دیکھکر کارڈونا اپنا دستہ لیکر مجاہدین کا بدلہ لینے بڑھا۔ مگر اُسکا بھی یہی حشر ہوا۔ اُسکے پانسو آدمیوں میں سے صرف ستّرہ بچے۔ اسوقت ایک عجیب متضاد سین پیش نظر تھا۔ ایک طرف ہلالی قلب پر صلیبی پھر یرالہراتا تھا۔ دوسری طرف مالٹا اور کارڈونا کے علمبردار پر ہلالی علم نصب تھا۔ ہر فریق اپنے آپ کو فتحمند سمجھتا تھا۔ بالآخر مارکوئیس سانٹاکروز اور ڈن جان نے اپنے اپنے دستوں سمیت آگے بڑھکر علی العلوجی کو گھیر لیا۔ اور ایک آخری اور سخت کشمکش کے بعد ترکی بربری بیڑے کو شکست فاش ہوئی اُدھر صلیبی بیڑے کو فتح ہوئی۔ مگر نہایت سخت قیمت دیکر۔ کوئی جہاز سلامت نرہا۔ دس ہزار آدمی کام آئے۔ اٹلی اور اسپین کے

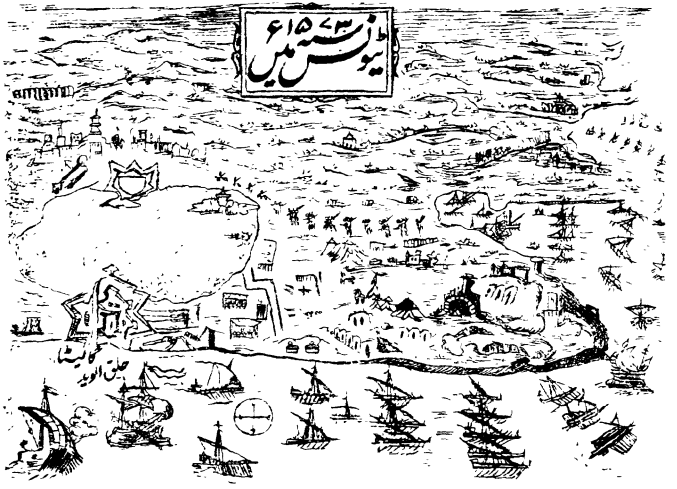
متضاد سین

شکست فاش

دوسری کشمکش

طونس

شہر اور بندرگاہ



شجاع خاندانوں کے نامور قتل ہوئے۔ ستر افسر وینس کے اور ساٹھ مجاہدین بیت المقدس کھیت رہے۔

جنگ کا انجام

اُدھر قیامت انگیز جنگ لپنٹو کے خاتمہ پر معلوم ہوتا تھا کہ قسطنطنیہ اور الجزائر کا بحری اقتدار ہمیشہ کیلئے خاک میں ملگیا۔ اور کچھ تعجب بھی نہیں۔ کیونکہ تمام گیلیٹ۔ پندرہ گیلے غرقاب ہوئے۔ اور قریبًا ایک سو نوے گرفتار ہوئے۔ ہزاروں دلاور مقتول اور غرق ہوئے مگر حقیقت یہ ہے کہ اولوالعزم افراد کیطرح اولوالعزم قومیں بھی زندگی کے شکست و ریخت سے دل شکستہ نہیں ہوتیں۔ وہ جب گرتی ہیں اُٹھنے کیلئے گرتی ہیں۔ چنانچہ اِس نقصان عظیم کی تلافی میں صرف دو سال خرچ ہوئے۔ اور جب تیسرے برس ۱۵۷۴ء میں علی العلوجی بحیثیت کپتان پاشا ہلالی بیڑے کی کمان لیکر ٹیونس کیطرف بڑھا تو دو سو پچاس جنگی جہاز۔ دس موہن یا گیلیز۔ اور تیس جنگی کشتیاں ہمرکاب تھیں۔

ٹیونس پر حملہ

ٹیونس کو اگرچہ علی العلوجی نے ۱۵۶۹ء میں اہل اسپین سے انتزاع کر لیا تھا مگر ۱۵۷۳ء میں ڈن جان نے پھر فتح کر کے مضافات کارڈوا (قرطبہ) میں داخل کر لیا تھا جنگ لپنٹو کیطرح محاصرہ ٹیونس کے تفصیلی کوائف بھی خالی از دلچسپی نہیں۔ مگر اس خوف سے کہ مبادا علی العلوجی اور اُسکے رفیقوں کی شجاعت پر یورپین مورخوں کے خلاف مزاج زیادہ آب و تاب آجائے۔ صرف نتیجہ آخر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ اسپینش قلعہ کی فوج اور نامور جنرل سرویلن نے دم واپسیں تک بڑی دلیری سے محاصرین کا مقابلہ کیا۔ اور جب اُنکی تعداد نہایت کم ہوگئی تو (بزور شمشیر نہیں بلکہ) بطیب خاطر

محاصرہ و فتح

قلعہ کا دروازہ کھولدیا[۱]۔ اور ترکی امیر البحر نے مظفر و منصور داخل ہوکر اور خزانہ اور میگزین پر قبضہ کرکے سلطان مراد ثالث کو باضابطہ رپورٹ بھیجدی۔

اسی اثنا میں بابعالی اور شاہ ایران میں حدبندی کی بنا پر جنگ چھڑ چکی تھی اسلئے علی العلوجی کو ٹیونس کی فتح سے فارغ ہوکر ایران کیطرف اقدام کرنیکا فرمان ملا۔ اور یہاں وہ بحیرہ ابوکزن میں عرصہ دراز تک ایرانی بیڑے سے لڑتا رہا۔ اگرچہ ان لڑائیوں کا نتیجہ آخر یہ ہوا کہ ۱۵۹۰ء میں ایک صلحنامہ کی رو سے صوبہ جارجیہ۔ تبریز۔ اور وہ اضلاع جو بحیرہ کیسپین کے جنوبی ساحل پر واقع ہیں۔ ترکوں کے قبضہ میں آگئے۔ مگر یہ بہت بعد کا واقعہ ہے علی العلوجی ۱۵۸۰ء میں انتقال کرچکا تھا۔

علی العلوجی کی وفات

کپتان پاشا علی العلوجی جسکا لقب مُوذن زادہ بھی تھا الجزائر کا سترھواں پاشا تھا۔ ۱۵۶۸ء میں مقرر ہُوا۔ مگر چار برس بعد ۱۵۷۲ء میں لپنٹو کی لڑائی کی وجہ سے اُسکی خدمات براہ راست بابعالی میں منتقل ہوگئی تھیں۔ خیر الدین اور طرغد کیطرح یہ بھی نہایت کارآزما اور مشہور امیر البحر گزرا ہے۔ وفات کے وقت مُوذن زادہ کی عمر ۷۰ برس کی تھی۔

---

[۱] لین پول دباربری کورسیر، صفحہ ۱۸۲۔ فریق مخالف کی شجاعت کا اعتراف کرنا موخیں یورپ کا شعار ہے

دسواں باب

قرن وسطی کے بحری قزاق۔ اُنکی ترکتاز کشتیاں اور جنگی جہاز
پابزنجیر و حلقہ بگوش خلاصی۔ اُنکی اصلیت اور حالات محاربہ

اگرچہ مقدمہ میں خصوصًا اور متن کتاب میں عمومًا جابجا اسطرح کے واقعات سلسلہ بیان میں آگئے ہیں۔ جنسے صریحًا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرن وسطی کی بحری غارتگری اہل بربر کی خانہ زاد نہ تھی بلکہ عطاے غیر تھی۔ اور اس عطیہ سے بدرجۂ اولی مستفید ہونا بھی بربر کی پنج میل قوم کو سولھویں صدی کے اخیر میں کہیں جاکر نصیب ہوا ہے۔ ورنہ غارتگری ابتدائً بیشتر اقوام یورپ کا شعار رہا ہے۔ جنمیں یونان اور روڈس کو سب سے زیادہ یدطولیٰ حاصل تھا۔ لیکن پھر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ باب ہذا کے ذیل میں ان امور پر پھر ایک مرتبہ سرسری نظر ڈالیں۔ اور تاریخانہ شہادتوں سے ثابت کریں کہ اگر جلاوطن اُندلسیوں کے جوش انتقام سے قطع نظر کیجائے (اسلئے کہ وہ ایک متنزل اور از پا افتادہ قوم کے افراد تھے) تو اقصاے مغرب میں یہ بلاے بیدرماں اُنیسویں صدی کے آغاز تک صرف جنوبی یورپ کی بعض قوموں کی بدولت نازل رہی۔ غارتگران بربر کی اصلیت

اب اس بڑے دعوے کے ثبوت میں صرف اسیقدر بتادینا کافی ہوگا کہ بربر کے نامور جہازراں اور فرمانروا خواہ اُنھوں نے مذہب و قومیت تبدیل کرلی یا صورتیں بدل لیں مگر فی الاصل یورپین تھے۔ اور یورپین اخلاق رکھتے تھے چنانچہ عروج اور خیرالدین دعوے کا ثبوت

باربروسہ کی نسبت یورپ کے نامی مورخ متفق الرائے ہیں کہ وہ لزبس میں پیدا ہوئے اور ایک یونانی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مگر چونکہ اُنکا باپ یعقوب مسلمان تھا لہذا ہمارے لئے اِس رائے سے اختلاف کرنیکی کافی وجہ نہیں۔ اِن کے بعد جسقدر نامور شخص الجزائر میں گزرے اُنمیں بکثرت نومسلم تھے جو کسی نہ کسی یورپین خطہ یا مغرز عیسائی خاندان سے تھے۔ مثلاً

ناموَر کپتانوں کی فہرست مسلمہ مورخین یورپ

نام	وطن	اصلی مذہب	نام	وطن	اصلی مذہب
طرغد پاشا	قرمانیہ	عیسائی	صالح رئیس	۰	۰
صنعان رئیس	سمرنا	یہودی	ایدالدین رئیس	۰	۰
علی العلوجی پاشا	کلیبریا	عیسائی	رمضان پاشا	سارڈینیا	عیسائی
حسن پاشا	وینس	〃	جعفر پاشا	ہنگری	〃
میمی پاشا	البانیا	〃	پیالی پاشا	کروشیہ (قوم شیہ)	〃
مراد رئیس	فرانس	〃	دیلی میمی	یونان	〃
مراد رئیس	اسپین	〃	یوسف رئیس	اسپین	〃
خیر وز رئیس	جنیوا	〃	مراد رئیس	البانیا	〃
مراد رئیس	جرمنی	〃	میمی رئیس	کورسیکا	〃
میمی رئیس	کلیبریا	〃	ممتاز رئیس	سسلی	〃

نوٹ - دیکھو لین پول صفحہ ۱۸۵ و تاریخ ہیڈو صفحہ ۱۸ - ہیڈو نے ۳۵ کپتانوں کی ایک فہرست لکھی ہے جن مین قریب قریب تمام کپتان مسیحی تھے مگر مسلمان ہو گئے تھے یہ بیس نام اسی فہرست سے منتخب کئے گئے ہین۔

یورپ سے غارتگروں کا نزول

یورپ سے ان غارتگروں کا نزول اسطرح پر ہوا کہ اول اول جنگ و جدل میں غلام بنکر آئے۔ دولتمند اور ذی اثر خاندان سے ہوئے اور لواحقین کو معلوم ہوگیا تو فدیہ دیکر آزاد ہوگئے۔ ورنہ تبدیل مذہب ایک لازمی نتیجہ تھا۔ ساحل بربری کی ولولہ انگیز زندگی پر ایک مرتبہ قناعت کرکے جب انکا خیال حصول معاش کیطرف مائل ہوتا تو غارتگری سے بہتر کوئی ذریعہ انکو نہ سوجھتا۔ اور اسطرح یہ بہت جلد ایک چھوٹے سے لٹیرے گروہ کے سردار بنجاتے۔ بعد کو جب خاندان بارباروسے نے الجزائر میں جمکر سطوت و جبروت حاصل کرلی تو یہ نوبت پہنچی کہ یورپ کے ملکوں کے منچلے جوان ارادہ کرکے بربر میں آتے اور بارباروسہ کے ظل حمایت میں داخل ہوتے[1]۔ کیونکہ زمانہ کا غارتگرانہ گوشۂ چشم اب روز بروز نمایاں طور پر یورپ سے افریقہ کی طرف پھرتا جاتا تھا۔ لہذا قرون وسطی کے شجاعانہ حوصلے نکالنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہ تھا۔ کہ بربری گیلے کو دامن شفقت بنائیں۔ گو ایک تہ حلقہ بگوش بنکر بازار میں بکنا پڑے یا پابزنجیر خلاصی ہوکر ٹلیاں چلانا پڑیں۔ جب کوئی سخت مفسد مادہ ایک مرتبہ جسم میں جاگزین ہوجاتا ہے تو پھر وہ آپ ہی اپنا سبب اور آپ ہی اپنا مسبوب بنجاتا ہے قوموں کے اخلاق کیحالت بھی یہی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم بربر کی پنج میل قوم کو اس کلیہ سے مستثنے کریں۔ قرون وسطی کی رسم جنگ جسکے بموجب مغلوب دشمن غلام بنالئے جاتے تھے۔ اس مفسدہ کی علت اولی اور قوت متحرکہ تھی جنگ جسکا یہ نامعقول انجام تھا اُسکا آغاز بھی کچھ ایسا معقول نہوتا تھا۔ یونانی صرف اس عذر پر شوقین سیاح کی کشتی یا

غارتگری کی علت اولی

[1] لین پول صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۱

جنگ کے عام اسباب

دولتمند تاجر کا جہاز لوٹ لیتے تھے کہ وہ آرکی پیلگو سے کیوں گزرا۔ مجاہدین بیت المقدس کے حملوں کی معقول سے معقول وجہ جو اس زمانہ کے مہذب معرخ فخراً بتلاتے ہیں۔ وہ مذہبی تعصب ہے۔ لیکن تاریخانہ تدقیق اور ریشہ دوانی میں جب یہ پتہ ملتا ہے کہ اکاڈکا مسیحی جہاز بھی اُنکے دست تظلم سے نہ بچتا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ غارتگری کو بُرا ہی نہ سمجھتے تھے

زیادہ معقول سبب!

ہمارے نزدیک یہ زیادہ معقول وجہ ہے۔ اسلئے کہ بُرے کو اچھا بنا لینے کا سہل تر طریقہ یہ ہے کہ اُسکو بُرا سمجھنا چھوڑ دیں۔ وینس۔ جنیوا۔ پیسا۔ اراگون وغیرہ تجارِ یاستیں آپس

تقابل

حریف و متقابل تھیں اسلئے ایک دوسرے پر ہاتھ صاف کرتی رہتی تھیں۔ سپین۔ فرانس جیسی بڑی بڑی سلطنتیں بھی تقابل سے خالی نہ تھیں۔ اور اجیر غارتگروں کو عداوتاً ایک

یورپ کا مشہور غارتگر خاندان

دوسرے پر مسلط رکھتی تھیں۔ مثلاً خاندان ڈوریا[۱] جو تین پشت تک مسلسل غارتگری کرتا رہا۔ خاصکر عثمانی مضافات پر نیز سواحل الجزائر اور فرانس پر۔ یا مجاہدین بیت المقدس

مذہبی غارتگر

جو یورپ بھر کا خروار شجاعت اور مسیحی دنیا کا مقدمۃ الجیش تھا۔ بعینہ یہی اسباب غارتگری بعد کو اقصائے مغرب میں منتقل ہو گئے۔ صورت ضرور متغیر تھی۔ مذہب۔ قومیت بھی بظاہر وہ نہ تھی۔ مگر معنی۔ خصلت بجنسہٖ وہی تھی۔ بربری خول چڑھا کر بھی وہ اُسی پرانی وضع پر شکار کی تلاش میں سمندر میں جا بجا منڈلاتے پھرا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا اسباب میں سے جب کوئی سبب واقع ہو کر ایک مرتبہ سلسلہ جنگ چھیڑ دیتا تھا تو پھر برسوں بلکہ بعض صورتوں میں شاید قرنوں یہ سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا

---

[۱] دیکھو باربری کورسیر مصنفہ لین پول صفحہ ۱۴۲ [۲] انڈریا ڈوریا۔ روگر ڈوریا۔ کیونی ڈوریا۔

دوران جنگ میں فریقین کا طریق عمل

اور فریقین کو جنگ کے فوری سکون پر بھی تسکین نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ایک دوسرے کے مضافات پر اسطرح کے غارتگرانہ حملے شروع کردیتے تھے جنکو اس تہذیب کے زمانہ میں بزدلانہ حملے کہتے ہیں۔ فریقین خواہ یورپ کی دو قومیں ہوتیں۔ یا اقصاے مغرب اور ایشیا کی ہوتیں بہر نوع یہ حملے کسیقدر رنگ و روپ کی نسبت پر نہایت سفاکانہ ہوتے تھے۔ جنکا محض یہی مقصد ہوتا کہ کسی غیر جزیرہ یا ساحل کے شہر کے باشندوں پر یک بیک جا پڑیں۔ اُنکا گھر بار لوٹ لیں۔ اُنکو اور اُنکے بیوی بچوں کو پکڑ کر غلام بنالیں۔ اُنمیں سے چالاک اور مضبوط جوان چُنکر اُن سے خلاصیوں کا کام لیں۔ اور اسطرح ایک جدید بیڑا مرتب کرکے مدمقابل کو پیام مبارزت دیں۔ چنانچہ بربری کشتیوں پر یورپین غلام خلاصی اور یورپین کشتیوں پر بربری خلاصی۔ گویا قرونِ وسطیٰ کے چہرۂ شجاعت کے نہایت ہی نمایاں خط و خال تھے۔

چہرۂ شجاعت اور اُسکے خط و خال

فن جہاز سازی میں ترقی

غربی النسل جسطرح افریقہ میں غارتگری لائے۔ اسیطرح فن جہازسازی بھی لائے جہاز گو قدیم سے تھے۔ مگر غارتگرانہ اغراض و مقاصد کیلئے جن ہلکے۔ مختصر اور سبکرفتار کشتی نما جہازوں کی ضرورت تھی وہ اواخر سولھویں صدی میں یورپین کاریگروں نے ایجاد کئے۔ چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا۔ اِن جہازوں کے مسطول بہت اونچے ہوتے تھے اور نہ ایک یا دو سے زیادہ کشتیوں کیطرح لمبے زیادہ اور چوڑے کم۔ بادبان بھی زیادہ سے زیادہ دو ہوتے تھے اور سلامتی صرف خلاصیوں کی قوت بازو پر منحصر تھی۔ انکی تین قسمیں تھیں۔ گیلے یعنے پُورا جہاز۔ گیلیٹ یعنی آدھا جہاز۔ برگنٹین یعنی چوتھائی جہاز

نئی قسم کے جہاز

جہاز کی قسمیں

فرقطہ ایک اور چھوٹی اور ہلکی سی کشتی تھی جسکو ڈونگا کہنا چاہیئے۔ ایسے ہی ایک شیبک تھا
اِن میں تمثیلاً گیلے کو لو۔

مسیحی مجاہدین کا گیلے

گیلے یہ گویا پورا جہاز ہے۔ اور فرض کرو کہ اہل مالٹا کا علمبردار ہے جو مجاھدین
بیت المقدس مشہور ہیں۔ اسمیں دو مسطول ہیں۔ اگلے پچھلے حصوں پر جو بالترتیب پیشین و

ڈک

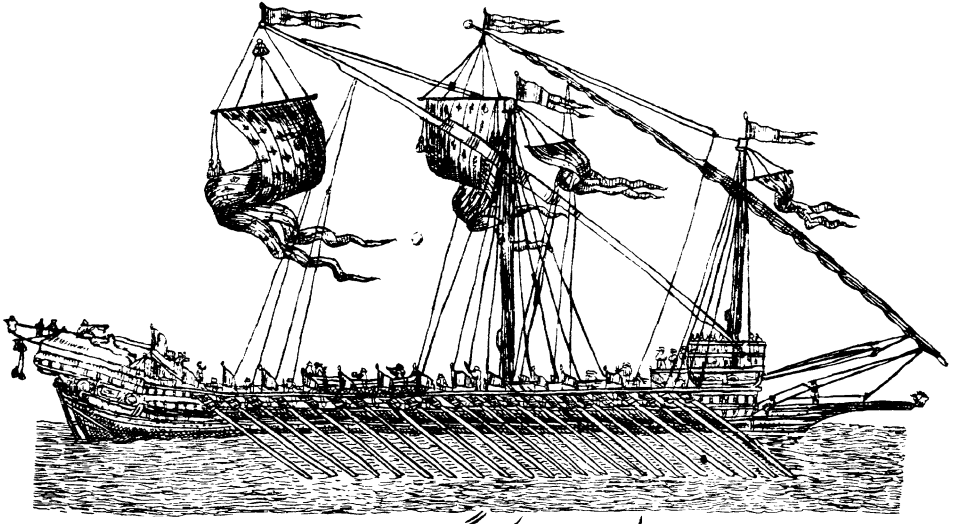
پسین کہلاتے ہیں مختصر ڈک (تختہ) ہے پیشین پر مسلح سپاہی۔ چار توپیں اور توپچی
قزناوالے اور بادبان بردار اپنے اپنے قرینہ سے پرے باندھے کھڑے ہیں۔ پسین پر
اسطرف مجاہدین کے فوجی اور ملکی نامور افسر زرق برق وردیاں پہنے کسیقدر غازیانہ
تمکنت مگر فاتحانہ جبروت سے جلوہ افروز ہیں۔ اور پچھلی طرف ایک شاندار چتر کے سایہ
میں کپستان یا ناخدائے جہاز جلوہ فرما ہے۔ چتر کے سُرخ ریشمی شجر اور زرد زرد غلاف پر جسکے

میخ

گرد زریں جھالر ٹکا ہے جب دور سے نظر پڑتی ہے تو بلا مبالغہ میخ کا دھوکا ہوتا ہے
اصل یہ ہے کہ سُرخ رنگ کو غازیگران مالٹا کی خونریز مشاغل زندگی سے خاص نسبت ہے چتر کے

علم مقدس

عین وسط سے علم مقدس بلند ہوتا ہے جسکا سرخ ریشمی پھریرا آتشین ناگن کیطرح ہوا میں
لہرا رہا ہے۔ اِسکے علاوہ جہاز پر اَور چھوٹے چھوٹے جھنڈے بھی ہیں۔ مگر اِنکے رنگ ہر
قوم کے مطابق جداگانہ ہیں۔ سب سے پیچھے عین کنارہ پر جو پسین کی چھت ہے کسیقدر بلند ہے
ایک اور منصبدار کی جگہ ہے یعنی معلم جہاز۔ جسکا یہ کام ہے کہ سُکّان جہاز کو ایک لکڑی کے
ڈنڈے سے گھما کر جہاز کو جسطرف ضرورت ہو لیجائے۔ پیشین اور پسین کے درمیان جسقدر
حصۂ جہاز ہے وہ گویا جہاز کی قوت محرکہ کا خزانہ ہے۔ اسکے دونوں طرف طول میں سائیس



سولھویں صدی کا گیلے

قوت محرکہ کا خزانہ

ستائیس تختے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نصب ہیں۔ ہر تختہ پر کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ چھ حلقہ بگوش اور پابزنجیر خلاصی۔ ۵ افٹ لمبی ایک بلّی ہاتھ میں لئے جہاز کو کھیتے ہیں

جہاز کے جلاد

تختوں کی دونوں قطاروں کے بیچ میں بطور پل ایک خالی جگہ ہے۔ جس پر دو جلّاد لمبے لمبے چابک ہاتھوں میں لئے ٹہل رہے ہیں۔ چونکہ یہ ایک مسیحی جہاز ہے۔ اسلئے تمام خلاصی ترک

پابزنجیر خلاصی

ہیں۔ بربری ہیں۔ یا اُندلسی۔ اگر بربری جہاز ہوتا تو یہ مسیحی ہوتے۔ تختہ پر یہ پابزنجیر اسطرح کئے گئے ہیں کہ آہنی زنجیر کا ایک سرا تختہ میں جڑا ہے اور دوسرا خلاصی کی کمر سے پٹکے کی طرح بندھا ہے۔ یہ نئی ترکیب کی پابندی جو گویا اجبار کا غایت درجہ ہے۔ حفظ ماتقدم کے خیال پر مبنی ہے یعنی جب دو مخالف سمندر میں زور آزمائی کرتے تھے اور ہر فریق کے حلقہ بگوش خلاصی اپنے ہمقوم کے مقابلہ میں کشتیاں کھینے پر مجبور ہوتے تھے تو اکثر موقع پاکر فریق مخالف سے جا ملتے تھے۔ اب پابزنجیر ہونیکی صورت میں یہ ممکن نہیں۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ابتدا میں تمام جہازوں اور کشتیوں پر عموماً اجیر خلاصی کام کرتے تھے۔ خاصکر بربر میں قدیم الایام سے یہی دستور تھا چنانچہ پندرھویں صدی کے اختتام تک جلاوطن اندلسی سپین کے سواحل پر اتفاقاً غارتگرانہ حملے کرتے تو اپنے برگنٹین خود کھیتے تھے[1]۔ کیونکہ یہ چوتھائی جہاز کے برابر گویا ایک ہلکا سا کشتی نما جہاز تھا۔ اور ایک بلّی پر ایک شخص کی قوت بازو کافی تھی۔ البتہ گیلیٹ یعنی نصف جہاز پر دو تین آدمی فی بلّی کام کرتے تھے۔ اور اسیطرح گیلے پر پانچ پانچ یا چھ چھ آدمی فی بلّی۔ ان صورتوں میں

[1] لین پول ۲۱۴۔

ہمیشہ خلاصیوں کو اُجرت دیجاتی تھی۔ اور ملاحی غلامی نہ تھی۔ لیکن ابتدا میں برگنٹین ہی بہت مستعمل ہوتے تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ کمبخت اُندلسیوں کو جوش انتقام نکالنے کیلئے گیلے یا گیلیٹ کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ البتہ یورپ کے جنوبی بحور میں غارتگری بہت پہلے سے موجود تھی۔ اور اسلامی ممالک کی بدولت غلام خلاصیوں کا دستور بھی پہلے سے تھا۔ اگر غلام ہاتھ نہ آتے تو جن لوگوں کو سنگین جرم میں بامشقت قید کی سزا دیجاتی۔ اُن کو گورنمنٹ ملک سے خرید لیا جاتا۔[۵۱]

خلاصیوں کے حالات مجاریہ

خلاصیوں کے حالات مجاریہ کا اندازہ کرنا ہو تو فرض کرو کہ ایک تختہ پر اسطرح کے چھ انسان مادرزاد ننگے۔ جانوروں کیطرح زنجیروں میں بندھے ہوئے۔ ایک نہایت وزنی بلی قریباً ۵ افیٹ لمبی ہاتھ میں لئے۔ ایک پیر اگلے چھجہ پر۔ دوسرا تختہ پر۔ ہاتھ پھیلائے ہوئے کبھی پیچھے کو اسقدر تنگھڑتے ہیں۔ کہ پچھلی طرف بالمقابل جو خلاصی اسی کشمکش میں مصروف ہیں۔ اُنکی پشتوں کو مس کر جاتے ہیں۔ کبھی آگے کو جھک کر بلی کے سرے کو پانی میں اس قدر ڈباتے ہیں کہ پانی اُسکو پکڑ لیتا ہے۔ اور پھر تختہ پر تمام جسم کا زور ڈالتے ہیں دس دس بارہ بارہ بلکہ کبھی کبھی بیس بیس گھنٹہ مسلسل یہی کشمکش رہتی ہے۔ ایک لمحہ کو سکون نہیں ہوتا۔ جب شدت فاقہ سے جاں بلب ہوتے ہیں تو سد رمق کیلئے نہیں بلکہ صرف غشی سے بچانیکے لئے کوئی خداترس ملّاح یا جلّاد روٹی کا ایک ٹکڑا شراب میں بھگا کر کمبخت خلاصی کے مُنھ میں رکھدیتا ہے۔ اور یہ اتنی سی تسکین سے تازہ دم ہوکر پھر وہی عرقریز

عرقریز کشمکش

۵۱ لین پول صفحہ ۲۲۱

کشمکش شروع کردیتا ہے۔ کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا ہے کہ خلاصی اس جانکاہ محنت سے تھک کر اور لڑکھڑا کر تختہ پر گر جاتا ہے۔ یہ دیکھکر کشتی کا جلاد اُسکی پیٹھ پر اس بیدردی سے چابک برساتا ہے کہ یا تو وہ مرجاتا ہے۔ اور یا بالکل بیہوش ہوجاتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اُسکو بارگراں سمجھکر بے گور وکفن پانی میں پھینکدیتے ہیں

بے گور وکفن

جب ایک فریق دوسرے فریق کا سمندر میں تعاقب کرتا تھا تو کمبخت خلاصیوں پر گویا قیامت نازل ہوتی تھی۔ چند بھوکے ننگے انسانوں کا ایک گروہ جنکی پشتیں سنگدل جلاد کے چابکوں سے پاش پاش اور پنڈلیاں آہنی زنجیروں کی رگڑ سے لہولہان۔ تمام تمام دن تمام تمام رات۔ بلّیاں ہاتھوں میں لئے سمندر جیسی مہیب طاقت سے کشمکش کرتے ہیں۔ زبردست فریق نااُمیدی کے جوش سے بہبود جان مال کے لئے پریشان ہے اُدھر زبردست فریق بڑی بیرحمی سے تعاقب کئے چلا آتا ہے۔ اور فتحمندی کے جوش مسرت سے بیخود ہے۔ چونکہ ہر فریق کی کامیابی اپنی کشتی کے خلاصیوں کی قوت بازو پر منحصر ہے اسلئے دونوں طرف انہی کمبختوں کی پشتوں پر بیدریغ چابک برستے ہیں۔ اس قسم کی شکاری کشتیاں یا جہاز اکثر چھ چھ مہینے میں سمندر کا دورہ کرکے واپس آتی تھیں۔ اس عرصہ میں خلاصیوں پر دن رات یہی آفتیں نازل رہتی تھیں[1]۔ کشتی کا یہ حصہ بلامبالغہ گور غریباں کا نمونہ تھا۔ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھکر۔ ہر تختہ اسقدر تنگ اور ناکافی ہوتا تھا کہ اُسپر پاؤں پھیلا کر بیٹھنا یا لیٹنا تو درکنار کشتی کھیتے وقت کشمکش بھی مشکل سے ہوسکتی تھی۔ چنانچہ اُس زمانہ کی فرانسیسی کشتیوں کے

دو مخالف جہازوں کا تعاقب

[1] مارگن صفحہ ۱۰۱

تختے عموماً دس فٹ سے زیادہ لمبے اور چار فٹ سے زیادہ چوڑے نہوتے تھے۔ اور یہ چالیس فٹ مربع جگہ سات غلاموں کیلئے[۵۱] تھی۔ خاص حالتوں کو نظر انداز کریں تو ہر غلام بحساب اوسط بیس برس جہاز پر کام کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی تمام عمر یونہی زندہ درگور گزر جاتی تھی۔

غارتگری کے موجد

ہم ناظرین کو احتیاطاً یاد دلاتے ہیں کہ یہ بھیانک تصویر ایک یورپین جنگی جہاز کی ہے یعنی مجاہدین بیت المقدس کی۔ اور اس مصلحت سے پیش کیگئی ہے کہ پیشہ غارتگری کے موجد و مجدد اول یورپین ممالک کے سواحل پر سربلند ہوئے۔ اُس خوفناک دور کی ابتدا سے بہت پیشتر جسکو سر آرایل پلے فیر "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" کے لرزانے والے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بلکہ شاید قرن وسطی کے آغاز سے دو ڈیڑھ سو برس پیشتر ترکوں کے بحر لیوانٹ اور قسطنطنیہ پر قابض ہونیسے بہت قبل یورپ ہی کے ساحلوں پر علم غارتگری بلند ہوئے اور جب یورپ والوں نے اس فن میں ید طولیٰ حاصل کرلیا تو پھر ہمسایہ قوموں کو اسکی تعلیم دی[۵۲] بادی النظر میں اہل بربر پر نا سعادتمند کا الزام آسکتا ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے علم تیر سیکھا اور سیکھکر سکھانیوالوں ہی کو نشانہ بنایا۔ اُنھوں نے اہل یورپ کیطرح خانہ بدوش اور غارتگر محض ہونے پر ہی اکتفا نکیا۔ بلکہ شان و عظمت کو پیش نظر رکھکر ایک مستقل اور دیرپا ایوان حکومت بھی قائم کیا اور اُسکو بابعالی کے ظل حمایت سے مستحکم بھی کیا۔ یہ الزام اُنپر عائد ہوسکتا ہے لیکن حسن اتفاق سے

یورپین مورخوں کا اعتراف

یورپین مؤرخ[۵۳] خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ بربر کے نامی قراق فی الاصل یورپین تھے۔ لہذا ہمکو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ ناعاقبت اندیش استاد بھی یورپ ہی تھا اور ناسعادت مند شاگرد بھی یورپ

---

۵۱ لین پول صفحہ ۲۱۹ ۵۲ دیکھو لین پول صفحہ ۲۱۷۔ ۵۳ دیکھو ہیڈو صفحہ ۲۱۲۔ مارگن صفحہ ۵۹۲ لین پول صفحہ ۲۰۰

اہل بربر کا خلاصیوں کے ساتھ سلوک

پھر بھی اس بھیانک تصویر سے ناظرین یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ اہل بربر اپنے خلاصیوں سے رحم وعفو کا برتاؤ کرتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ دونوں فریق یکساں طور پر سفاک تھے اور خود جو تکلیفیں دشمن کے پنجہ میں پھنسکر اُٹھاتے تھے۔ وہی بجنسہٖ اُنکو غلام بنا کر دیتے تھے مثلاً شاہ فرانس اور امیر البحر ڈوریا کے جہازوں پر جو حالت بربری غلاموں کی تھی وہی بربر کی جنگی کشتیوں پر یورپین غلاموں کی تھی۔ اونی اعلےٰ۔ بوڑھے جوان کا نہ یہاں لحاظ تھا نہ وہاں اگر طرغد جیسے نامور امیر البحر کو یورپین جہاز پر پابزنجیر ہوکر بیڑیاں چلانا پڑیں۔ تو مجاھدین بیت المقدس کے گرینڈ ماسٹر لاولیٹا کو بربری کشتیوں پر حلقہ بگوش خلاصی بننا پڑا۔ جب رسم جنگ ہی یہ تھی تو تخت نشین اور خاک نشین دونوں برابر کے غلام تھے۔ یہاں ایک دلچسپ خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہ اہل بربر تو بالکل نا تربیت یافتہ بلکہ بقول یورپ نہایت حشی اور ناتراشیدہ تھے۔ اُنکے دلمیں تو ذہنی تکلیف کا خیال طبعاً بھی نہ آنا چاہیئے تھا۔ مگر ہمکو بڑی حیرت ہی کہ یورپ کی تہذیب یافتہ جماعتوں میں سے بھی کسیکو کبھی یہ خیال نگزرا کہ جب ایک مہذب اور روشن دماغ شخص کو چند وحشی اور ناتراشیدہ اوباشوں کے ساتھ رہکر اُنکا شریک حال بلکہ شریک خیال ہونا پڑے گا تو صحبت نااہل سے اُنکے تعلیم و تربیت یافتہ دل پر کس درجہ صدمہ ہوگا۔!

ایک دلچسپ خیال

ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ عربی النسل جسطرح بربر میں پیشہ غارتگری لائے اسیطرح فن جہازسازی بھی لائے۔ چنانچہ تیرھویں صدی کی چھوٹی چھوٹی اور ہلکی ہلکی شکاری کشتیوں یا کشتی نما جہازوں کی نسبت ایک یورپین مورخ لکھتا ہے۔

"یہ جہاز ہمیشہ الجزائر میں تیار ہوتے ہیں۔ اور وہیں اُنکی مرمت بھی ہوتی ہے جہاز ساز دسیمی ہیں۔ انکو بیت المال سے ۷ تا ۱۰ ریج ڈالر فی کس مشاہرہ اور تین روٹیاں روزینہ ملتا ہے۔ اسیطرح کی چار روٹیاں فی کس فوج کا راشن ہے۔ بعض اعلےٰ افسروں اور منصبداروں کو یہی روٹیاں چھ چھ کبھی آٹھ آٹھ کے حساب سے ملتی ہیں۔ بہرحال تین سے کم کسی کو نہیں ملتیں خواہ بڑھئی ہو۔ لُہار یا پیپے اور بلّیاں بنانے والا ہو۔ پبلک کارخانہ میں اس کثرت سے پیشہ ور غلام ہیں کہ یہ کسیطرح اُمید نہیں کہ زیادہ ضرورت ہوگی۔ اِسلئے کہ یورپین غلاموں کا سلسلہ بندھا رہتا ہے۔ کپتان اپنے غلام علیحدہ رکھتے ہیں جب سمندر میں دورہ کرتے ہیں تو اُنکو ساتھ لیجاتے ہیں۔ اور جب الجزائر میں مقیم ہوتے ہیں تو شاہی کارخانہ کے پیشہ ور غلاموں کو اُنسے مدد دلواتے ہیں[1]

اگر کوئی کپتان استطاعت رکھتا تو جہاز اپنی لاگت سے طیار کراتا۔ ورنہ جسطرح ہمارے ہاں ایک خون آشام فرقہ شدید شرح سود کے لالچ میں زر کثیر دیدیتا ہے۔ اسیطرح اُس زمانہ میں الجزائر کے یہودی یا اور دولتمند جمیع اخراجات کے کفیل ہوکر مول بیاج کے بجائے۔ لوٹ کے مال کا کچھ حصہ ٹھیرا لیتے تھے۔ کپتان اور سپاہی تو گھر سے باہر نکلکر جب ضرورت ہوتی تب ہی دراز مائی کرتے تھے۔ لیکن یہ خام مہاجن جو "بدکان خانہ در گروی" کے مصداق تھے۔ جہاز کے بحیرہ روم میں داخل ہوتے ہی روحانی کشمکش میں مبتلا ہوجاتے تھے۔ اسطرح بیسیوں جہاز مہاجنوں کی بدولت ہر سال لوٹ مار کیلئے نہ صرف الجزائر بلکہ ساحل بربری کی ہر بندرگاہ سے بھیجے جاتے تھے۔ اِس سے کافی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اقتصائے

[1] دیکھو تاریخ ہیڈو۔ مارگن صفحہ ۵۸۰ تا ۵۹۰۔

مغرب میں اور اسیطرح اکثر یورپین ممالک میں ہر فرد بشر اہل شمشیر و قلم ہو یا اہل دولت کسی نہ کسیطرح غارتگری سے خاص تعلق رکھتا تھا۔

مہینونکی شبانہ روز عرقریز اور جانفشاں محنت کے بعد جب کوئی جہاز کپتان یا مہاجن کی بدولت تیار ہوکر اول مرتبہ پانی میں ڈالا جاتا تو عجیب تماشہ ہوتا تھا۔ کاریگروں کو باستثنائے چند جو عموماً یورپین ہوتے تھے آجکے دن بے انتہا خوشی ہوتی۔ مالک کو جب اطلاع ملتی کہ جہاز بالکل تیار ہوگیا۔ تو وہ دوستوں اور عزیزونکے ہجوم میں بڑے کروفر سے چلتا۔ اور کاریگروں کیلئے قریبًا دو تین سو روپیہ کے تحفے کپڑے یا نقد وغیرہ ساتھ لاتا۔ گدام میں پہنچکر تمام چیزیں جہاز کے مسطولوں پر اور اگلے پچھلے حصوں پر آویزاں کیجاتیں۔ اور یہانسے کاریگروں کو ملتیں۔ ٹھیک جسدن جہاز پانی میں ڈالا جاتا کاریگروں کو زبانی تعریف کے علاوہ۔ مالک اور کپتان مزید انعام دیتے تمام جہاز پر روغن ملکر جیسے جیسے اُسکو جرثقیل کی مدد سے پانی میں دھکیلتے جاتے۔ ویسے ویسے اہالئے جہاز اور تماشائی خوشی کے نعرے بلند کرتے جاتے۔ جہاز کے پیشین پر ایک دُنبہ ذبح کیا جاتا۔

جب جہاز سطح آب پر حسب دلخواہ جم جاتا تو اُسکو ضرورت کے موافق خلاصیوں سے آراستہ کرتے۔ اِن میں وہی یورپین غلام تھے جو رسم جنگ کے بموجب گیرودار میں ہاتھ آتے اور نخاس سے خرید کئے جاتے تھے۔ اگر کمی ہوتی تو عربی اندلسی بربری خلاصیوں کو ۱۰ ڈوکیٹ فی کس بالمقطع اُجرت پر نوکر رکھ لیتے تھے۔ خواہ لوٹ ملتی یا نہ ملتی۔ اُجرت اُنکو ضرور دینا پڑتی۔ اِسکے بعد لڑنے والے سپاہیوں کی ضرورت ہوتی یہ البتہ بھروسے کے آدمی ہوتے تھے

مثلاً اندلسی۔ ترکی۔ بربری اور اکثر مخلوط النسل بھی۔ چونکہ ان کشتیوں میں خلاصیوں کے تختے عمداً وسیع بنائے جاتے تھے تاکہ اُنپر کشتی کھینے والے اور لڑنیوالے دونوں بآسانی کھڑے ہوکر اپنا کام کرسکیں۔ لہذا فی تختہ دو نفر کے حساب سے سپاہی بھرتی کئے جاتے تھے۔ اُنکی تنخواہ کارگزاری پر منحصر تھی۔ کوئی جہاز پکڑتے تو تنخواہ پاتے۔ ورنہ کچھ حق خدمت نہ ملتا صرف کھانیکو حسب ضرورت بسکٹ اور سرکہ انگور اور کچھ روغن دیا جاتا تھا۔ یہی خوراک غلام خلاصیوں کو دیجاتی تھی۔ اسطرح کہ ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی ملا ہوا سرکہ اور اسمیں کسی قسم کے روغن کے چند قطرے ٹپکا کر بجائے ترکاری کے دیتے اور تین روٹیاں۔ اور کبھی کبھی بھگائے ہوئے بسکٹ اور آٹے کی لپسی بناکر دیتے۔ لیکن محنت مشقت کے موقع پر اُنکو عمداً بھوکا رکھتے تھے کیونکہ خلو معدہ بدون کشش وکوشش ممکن نہ تھی۔ اِن کا ذمہ دار تو کپتان ہوتا تھا۔ لیکن سپاہیوں کیلئے اُنھیں کا ایک افسر الگ نوکر رکھنا پڑتا تھا جسکو آغا کہتے تھے کشتی پر یہی اُنکے قول وفعل کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ کپتان کو آغا پر یا اُسکے ماتحت سپاہیوں پر ساویاں حق سے زیادہ اور کوئی حق حاصل نہ تھا۔

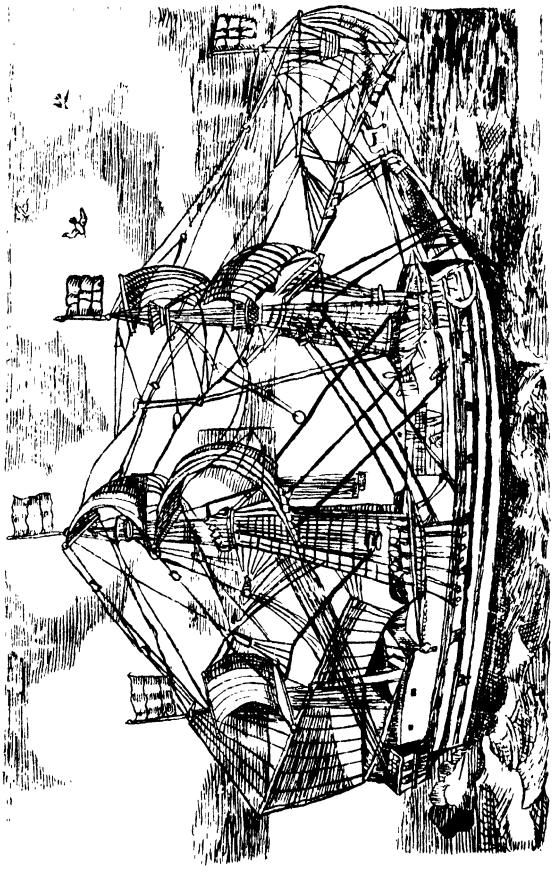
غلام خلاصی کی خوراک

سپاہیوں کا آغا

یورپین گیلے جہاز پر حسب فہرست آدمی ہوتے تھے۔ خلاصی قریبًا ۷۰، کپتان ایک پادری ایک۔ ڈاکٹر ایک کبھی کبھی جہاز کا مالک۔ جلاد ۲۔ معلم جہاز ایک۔ سکّان گیارہ ۱۲ جہاز کی پیشانی کے سب سے بالائی حصہ پر جسکو عرشہ کہنا چاہیئے ۴ شخص جنکا یہ کام تھا کہ دن رات باری باری کھڑے ہوکر دوربین آلوں سے وقت موسم موقع دیکھتے رہتے تھے اور بتلاتے تھے کہ جہاز کو کیا پیش آنیوالا ہے۔ دس پندرہ سفید پوش متلاشی معاش۔ کپتان کے

گیلیز

یہ جہاز سترھویں صدی میں مستعمل ہوتا تھا



احباب جو کھانے کی میز پر اور زریں چتر کے سایہ میں ہر جگہ اُسکے دائیں بائیں لگے رہتے تھے قیدیوں کی حفاظت اور خدمت کیلئے ۱۰ آدمی۔ معمولی ملّاح ۱۲۔ بندوقچی ۴۔ بڑھئی نُما پیپہ و بلّی ساز ایک ایک۔ باورچی ۲۔ جنگ آزما سپاہی ۵۰۔۶۰۔ اور ایک آغا۔ گویا کل ملاکر چار سو آدمی ہوتے تھے۔

فال دیکھنا

جب کوئی جہاز ملّاحوں اور خلاصیوں سے آراستہ اور سپاہیوں اور سامان جنگ و آذوقہ سے طیار ہوکر سطح آب پر جم جاتا تھا تو لنگر اُٹھانے سے پیشتر فال دیکھنا بھی ضروری تھا۔ قوم مرابطین جب معتوب زمانہ ہوکر بربر کے ایوان حکومت سے نکالی گئی تو دنیا کی متنزل قوموں کیطرح رفتہ رفتہ پھر اپنے اُسی قدیم مذہبی گروہ کی شکل میں بدل گئی تھی۔ چنانچہ فال دیکھنے کی خدمت اُنہی کے سپرد تھی۔ اسکے صلہ میں اُنکو لوٹ کے مال سے کچھ حصہ ملجاتا تھا۔

سفر کا دن

سفر کیلئے جمعہ اور اتوار عموماً نہایت مبارک دن سمجھے جاتے تھے۔ فرض کرو کہ دن اور وقت مقررہ پر ایک جہاز بالکل مترتب اور مستحکم۔ آراستہ و پیراستہ۔ ساحل کے قریب لنگر انداز ہے۔ ساحل پر کپتان اور دیگر اہالی جہاز کے عزیز و اقارب۔ دوست و آشنا اور عام تماشائیوں کا ہجوم ہے۔ رخصتی سلام اور مصافحے ہو چکے ہیں۔ وداعی معانقے اور دعائیہ جملے بھی ہو چکے ہیں۔ لنگر بردار لنگر اُٹھاتا ہے۔ اور معاً ایک وداعی بندوق سر ہوتی ہے۔

الوداع

اِدھر سے ایک بیک شور اُٹھا کہ "خدا ہمیں تیز قدمی دے"۔ اُدھر سے جواب ملا کہ "خدا تمھیں برکت دے"۔ اور اِسکے ساتھ ہی ہلکی کشتی یا سبک رفتار کشتی نما جہاز سطح آب پر کچھ دیر سانپ کیطرح لہراکر تماشائیوں کی نظر سے غائب ہوجاتا ہے۔

جب دور سے کوئی شکار (یورپین تجارتی جہاز) آتا دکھائی دیتا ہے تو کپتان دھوکہ دینے کی غرض سے بلا تکلف کسی غیر ملک کا نشان بلند کر دیتا ہے۔ شکار اپنی پیشانی سے بیخبر رفتہ رفتہ زد پر آتا ہے تو کشتی کے بندوقچی حیرت انگیز سرعت سے باڑھیں مارنا شروع کرتے ہیں۔ اُدھر ملاح اور جہازراں۔ غلام خلاصیوں کو زنجیروں میں جکڑ دیتے ہیں کہ مبادا حب وطن اور قومی پاسداری سے مجبور ہو کر دشمن سے جا ملیں۔ کشتی کے باقی جنگجو سپاہی ننگی تلواریں بلند کئے قرابینیں سادھے اور چمکتے ہوئے خنجر جھکائے طیار کھڑے ہیں۔ کہ اگر بندوقچی دور سے فیصلہ نہ کر سکیں تو یہ دشمن کے جہاز پر بآن واحد نازل ہو کر خود تصفیہ کر لیں۔

سندر میں کسطرح شکار کھیلتے تھے

ایک خوفناک سین

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس جہان آشوب زمانہ میں برائے نام بربر کی ترکتاز کشتیاں یورپین کاریگروں کے ہاتھ سے بنکر یورپین خلاصیوں کی قوت بازو کے سہارے بیشتر یورپین شجاعوں کی تلواروں کے سایہ میں اور اکثر یورپین کپتانوں کے ظل حمایت میں۔ الجزائر سے صرف اور محض اسلئے لنگر اُٹھاتی تھیں کہ کسی یورپین تجارتی جہاز یا یورپین تجارت پیشہ قوم کے ساحل کو تاخت تاراج کر ڈالیں۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرن وسطےٰ کا یورپ اپنی مبارک جان پر کسطرح آپ ہی حملے کرتا تھا تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ حیرت و تعجب کریں اور اگر ممکن ہو تو ہمدردی بھی کریں۔ اسلئے کہ خود کردہ را درماں چیست ؟

خود کردہ را درماں چیست

جہازوں اور کشتیوں پر جو غلام۔ خلاصی کا کام کرتے تھے اُنکے حالات مجاریہ تو یورپ اور افریقہ میں ہر جگہ یکساں طور پر خوفناک تھے اور خوفناک ہونا بھی چاہئیں تھے

عام غلاموں کے حالات مجاریہ

اسلئے کہ ایک پورے شہر یا قصبہ کو سمندر کے سطح پر صدہا میل کھینچنا سخت ترین مشقت تھی لیکن اگر اسکو نظر انداز کرکے دیکھیں تو عام غلاموں کی حالت چنداں خراب نہ تھی[۱]۔ مثلاً

غلاموں کے مشاغل زندگی

جو پبلک اور پرائیویٹ کارخانوں میں صنعت وحرفت کے کام کرتے تھے۔ گھرانوں میں خدمتگار یا میونی سپل خدمات پر مامور تھے۔ سقے بنکر کچھالوں میں پانی لئے بیچتے پھرتے تھے سبزی اور میوہ فروش، چرواہے، معمار سنگتراش، مزدور، حمال تھے یا کھیت کیارکا کام کرتے تھے۔ ان سب کو نومسلموں سے زیادہ قومی اور مذہبی حقوق حاصل تھے۔ مراکش۔ الجزائر

غلاموں کے حقوق

ٹیونس وغیرہ بڑے بڑے مقامات میں ایک ایک پادری خاص اس کام کیلئے متعین تھا کہ اُنکے باہمی تنازعے فیصل کرے اور مذہبی تعلیم بھی دے۔ اسکو القاضی کہتے تھے بعض مسیحی غلام بڑے بڑے تاجر اور کارخانہ دار تھے۔ کارواں سراؤں کے مالک اور مہتمم تھے۔ مسیحیوں کیلئے بسطرح عبادتگاہیں الگ تھیں اسیطرح مسافرخانے بھی جدا تھے جنمیں مسلمانوں کو ٹھہرنے کی ممانعت تھی۔ شاید اسلئے کہ مبادا وہ اُنکو دق کریں۔ اگر بیمار ہوتے تو مسیحی شفاخانوں میں بھیجے جاتے جہاں اسپین کے فرائر (مسیحی فقیر) اُنکی تیمارداری کرتے۔ یورپین ممالک میں تو مسلمان غلاموں کو درجہ برابر بھی، مثل حقوق نہ تھے۔ مگر افریقہ میں مسیحی غلام صنعت وحرفت کے سہارے نمایاں ترقی کرکے۔ اور صاحب دولت۔ صاحب قصر و بارگاہ بنکر بجائے خود غلام رکھتے۔ تب بھی گورنمنٹ کو اُن سے کچھ تعرض نہ تھا[۲]۔

---

[۱] تاریخ مراکو سولنہ پرتھیوٹ صفحہ ۲۴۳۔ سکریچ آف کرسچن ڈم (مسیحی دنیا پر عذاب الیم) مصنفہ سر آرایل پلیفٹ صفحہ ۹۰۔ مارگن بھی اسکی تصدیق کرتا ہے۔

[۲] لین پول کی باربری کورسیر صفحہ ۲۴۲

بردہ فروشی کا قاعدہ

جب کوئی بربری جہاز لوٹ کا مال اور بندی لیکر یورپ سے واپس آتا تو دستور تھا کہ اول مالک یا کپتان اپنے آنیکی رپورٹ مع تفصیل غنائم۔ گورنمنٹ میں بھیجتا۔ اُدھر سے ایک تاریخ مقرر کردیجاتی۔ اور اُس روز لوٹ کے تمام مال اور اسباب خاصکر غلاموں کا معائنہ ہوتا۔ اور تحقیقات کیجاتی کہ قیدیوں میں کتنے مسافر ہیں اور کتنے جہاز کے ملازم اور منصبدار مسافروں کو اُس مُلک یا ریاست کے توپخانوں کے سپرد کردیا جاتا۔ جہانکے وہ رہنے والے ہوتے۔ افسران وملازمان جہاز میں سے آٹھواں حصہ بطور محصول گورنمنٹ کیلئے منتخب کرلیا جاتا۔ اور باقی بربری جہاز کے مالک اور افسرون وملازموں کے درمیان آدھے آدھے بٹ جاتے۔ یہ اُنکو نخاس میں جو بستان کہلاتا تھا۔ لاکر دلالوں کی معرفت فروخت کردیتے لیکن بیع وشرٰی کی تکمیل اور رہن وہبیعہ کے مبادلہ کیلئے بائع اور اُسکے ساتھ مشتری کو ایک مرتبہ اور گورنمنٹ کے اُسی افسر کے پاس جانا پڑتا تھا۔ اگر یہاں اگر غلاموں کی قیمت پہلے سے بڑھجاتی تو بڑھوتری سرکاری خزانہ میں داخل کرلیجاتی۔ یورپ میں مسلمان غلام اسطرح نیلام نہوتے تھے۔ بلکہ معمولی طریق پر دست بدست فروخت ہوتے تھے۔ مگر خدمتگاری کے سوا کوئی کام نکرسکتے تھے۔ اِس سے واضح ہوگیا کہ غلاموں کی دو قسمیں تھیں۔ گورنمنٹ کے غلام۔ اور رعیت کے غلام۔

حق گورنمنٹ

یورپ میں بردہ فروشی

غلاموں کی قسمیں

گورنمنٹ کے غلام

گورنمنٹ کے غلاموں کی یہ علامت تھی کہ پیر کے انگوٹھے میں لوہے کا ایک چھلا پہنتے تھے۔ رات کو ایک بڑے مکان میں جو قلعہ کی شکل پر اسی مقصد کیلئے بنایا گیا تھا بند کردیے جاتے تھے۔ دن کو اکثر میونی پبل خدمتیں انجام دیتے تھے۔ رعیت کے غلاموں کے

علامت

حقوق

مقابلہ میں اُنکو کچھ زیادہ حقوق حاصل تھے۔ مثلاً جمعہ کو پورے دن کی اور باقی چھ روز غروب سے تین گھنٹہ پیشتر اُنکو معمولاً تعطیل ملجاتی تھی۔ اور کھلی اجازت تھی کہ حدود شہر میں

چوری کا پکا

جہاں چاہیں جائیں اور جو چاہیں کریں۔ بعض غلاموں کو چوری کا پکا پڑجاتا تھا۔ بڑی بڑی قیمتی چیزیں چُرا لیتے اور لطف یہ کہ کمال بیدردی سے اکثر اُسی چیز کے مالک ہی کے ہاتھ بیچدیتے۔ اور یہ بیچارہ گورنمنٹ کے خوف سے تین پانچ کئے بدون خرید لیتا۔ بعض تعطیل میں بھی بطور خود محنت مزدوری کرکے روپیہ پیدا کرتے۔ اور اُسکو جوڑ کر اپنی آزادی خرید لیتے کبھی گورنمنٹ بھی اُنکو ترکتاز اور غارتگر جہازوں کے ساتھ سمندر میں دورہ کرنے بھیج دیتی اس صورت میں اُنکو مال غنیمت میں سے کچھ حصہ ملجاتا۔ اور ان رقوم کو جمع کرکے وہ اپنی آزادی خرید لیتے[۱]۔ مگر پھر بھی یہ اتفاقیہ تھا۔ اکثر یہ نہ تھا۔ کیونکہ یورپ کی سوشل اور پولیٹیکل

بربر کے غلام اور یورپ کے غلام کا مقابلہ

حالت اٹھارھویں صدی کے نصف تک اسقدر ردی تھی کہ بربر کے یورپین غلام مسیحی حُر بنکر یورپ کو واپس آنے اور یہاں بھیک مانگنے پھرنیسے ہزار بلکہ کروڑ درجہ بہتر سمجھتے تھے کہ الجزائر میں اسلام کا غلام بنکر بے کھٹکے دولت و ثروت پیدا کریں۔ اور لطف و لذات زندگی سے دل

[۱] پادری ڈان صاحب جو سپین کی سولھویں صدی کی تعصب خیز آب و ہوا سے متاثر ہوکر ۱۶۳۴ء میں الجزائر سیر کرنے گئے تھے۔ اُنھوں نے وہاں کے حالات لکھتے ہوئے غلاموں کے روزمرہ کی ہیبناک تصویر کھینچی ہے۔ مگر تاریخانہ نظر میں اُس کی وقعت کا کس کی تاریخ ہند سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ ہمکو اس سے مخالفت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایک یورپین مورخ خود اُس بیان کی تردید کرتا ہے۔ دیکھو لین پول باربری کورسیر صفحہ ۲۴۱۔

کھولکر مسرور الوقت ہوں اور کچھ شک نہیں کہ بربر میں یورپین غلاموں کیحالات عموماً ہر پہلو پر یورپ سے بدرجہا بہتر تھی۔ اگر وہ یہاں کوئی خطا کرتے تو زیادہ سے زیادہ یہ سزا تھی کہ دُرّے لگ جاتے تھے لیکن یورپ میں اتنے سے جرم کی پاداش میں گاڑی کے پہیوں کے نیچے کُچل ڈالے جاتے۔ یا گھوڑے کی باگ ڈور سے پھانسی دیدیے جاتے[1]۔

تاہم اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ بربر کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں دیہات اور کوہستانی آبادیوں میں یا جہاں کہیں جسقدر مسیحی غلام تھے وہ سب ایک سے اور ہر اعتبار سے ہر پہلو پر مرفہ الحال اور خوش و خرّم تھے۔ اول تو یہ کہ غلامی خواہ عزیز مصر ہی کی کیوں نہو۔ پھر بھی غلامی ہے۔ جسکا مفہوم ہے غربت و بیکسی۔ بندگی و بیچارگی۔ نفس کُشی اور رضا جوئی۔ فرض کرو کہ مسلمان غلاموں کو یورپ میں اور مسیحی غلاموں کو بربر میں یکساں طور پر نہ مسلسل عرقریز اور بیمیز محنتیں کرنا پڑتی تھیں۔ نہ جرموں اور خطاؤں کی پاداش میں کم و بیش سزائیں بھگتنا پڑتی تھیں۔ نہ کوئی اور جسمانی اذیت تھی۔ یہ سب کچھ سہی لیکن روحانی عقوبت سے رستگاری کسیطرح ممکن نہ تھی۔ وطن اور ہموطنوں سے اچانک جُدا ہوجانیکا رنج جو ایک تیز فولادی برمے کیطرح ہر وقت دلکو چھید تا رہتا تھا۔ غلامی کی آویزیں بندشوں سے جیتے جی رہائی ممکن نہونیکا صدمۂ یاس جو تمام جذبات کو مفلوج کر ڈالتا تھا۔ سرکش

[1] یہ پہیین کی کیتھولک گورنمنٹ کو اُس مجموعہ تعزیرات کا منشا تھا جو اُس نے کارڈینل رشیلیو جیسے مذہبی پیشواؤں کی رائے سے عربی قانون کے بجائے نافذ کیا تھا۔ آہ اسے پہین! تو نے اسلام کے ظل حمایت سے نکلکر دامن انسانیت کیسے کیسے دھبے لگائے!! دیکھو مارگن کا ترجمہ بربر کا سفر" بربر کے مسیحی غلاموں کے تفصیلی حالات، دیکھنا ہوں تو اس سے زیادہ اور کسی کتاب میں نہیں مل سکتے۔ سر آرایل جیسے فرنگی بھی یہی نقل کرتے ہیں۔ گو نیک نیتی (!) سے کہیں حوالہ تک بھی نہیں دیتے علاوہ ازیں دیکھو لین پول صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۳

مغرور اور حکمراں دلوں کا بربری مولاؤں کی ناگوار بندگی سے اندر ہی اندر سُلگنا۔ یہ وہ ناسور تھے جو آزادی کے مرہم بدون بھر ہی نہ سکتے تھے۔

دوسرے یہ کہ دارالحکومتوں اور بڑے بڑے شہروں کے باشندے مہذب و تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ اور قدرتی طور پر۔ روشِ بندہ پروری بھی جانتے تھے اور چارہ نوازی بھی۔ لہٰذا غلاموں کے فیلنگ کا پورا لحاظ کرتے تھے۔ لیکن دیہات خاصکر پہاڑی بستیوں کے ناتراشیدہ اور ناتربیت یافتہ باشندے جو طبعاً سخت کرخت بلکہ سنگلاخ مزاج رکھتے تھے۔ اپنی طبیعت کے مطابق غلاموں سے سلوک کرتے تھے۔ اسیطرح دُکانوں پر۔ گھرانوں میں کھیتوں میں ہر جگہ جہاں کہیں غلام اور مولا ہوتا ویسا ہی اُن کا آپس کا برتاؤ۔ اگر موافقت ہوتی تو بجز اسکے کہ غلام آزاد نہ تھا۔ باقی تمام حقوق گھر والوں کے سے رکھتا۔ اگر ناموافقت ہوتی تو ناگفتہ بہ[1]۔

شہروں اور دیہاتیوں کے غلاموں کیساتھ

علاوہ ازیں گورنمنٹ اپنے غلاموں سے گو کلیتہً بہ تشدد پیش نہ آتی تھی لیکن اس میں بھی مستثنیات تھے۔ یورپ کے خاص خاص فرقوں اور قوموں کے افراد جو لوٹ مار کے حملوں یا باقاعدہ لڑائیوں میں گرفتار ہوکر غلام بنائے جاتے تھے۔ اُنسے قومی تعلقات کی مناسبت پر سلوک کیا جاتا تھا۔ مثلاً مجاہدین بیت المقدس جو صرف مذہبی جوش کی بنا پر بربریوں اور ترکوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اِن کے قیدیوں کو عمداً تکلیف دیجاتی تھی اُسیقدر جسقدر یہ خود ترکی اور بربری غلاموں کو تنگ کرتے تھے۔ یا اسپین کے غلام جنسے اُندلس کے جلاوطن مُسلمان سخت متنفر تھے۔

گورنمنٹ کے اصول برتاؤ میں استثنا

---

[1] صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۸ باربری کورسیر مصنفہ لین پول۔

مالٹا کے مجاہدین کی کہانی

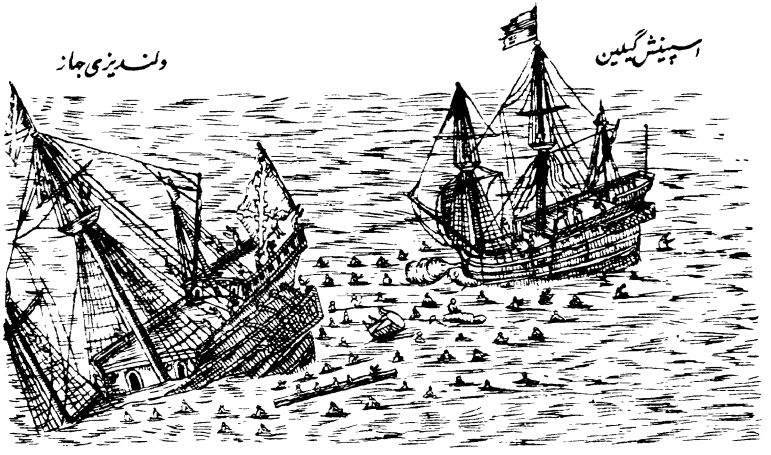
چنانچہ ۱۷۶۰ء میں شہر اوران کے محاصرہ سے اہل بربر نے بہت سے دشمن گرفتار کئے جنمیں چار مجاہدین بھی تھے جو مالٹا سے اپنی شجاعت کے جوہر دکھلانے آئے تھے بجائے اسکے کہ یہ الجزائر کے نخاس میں بک کر کسی مفید اور معزز پیشہ پر لگائے جاتے۔ یا (جیسی کہ شاید خود انکو توقع ہوگی) گورنمنٹ کے غلاموں میں داخل ہوکر چوریاں کرتے پھرتے۔ اُنکو الجزائر کے القصبہ نامی قلعہ میں ۱۲۰ پونڈ وزنی زنجیریں پہناکر قید کردیا گیا دو برس تک طرح طرح کے عذاب میں مبتلا رہکر بڑے جیلخانہ میں بھیجے گئے۔ اور یہاں شاید اُن بربری مسلمانوں کے قصاص میں جو مالٹا کے قلعہ سینٹ انگلو اور سینٹ میکائیل میں پابجولاں تھے۔ اُنکو آٹھ برس کامل شدید سے شدید اذیتیں جھیلنا پڑیں۔ جتنی مرتبہ سمندر سے یہ اطلاع ملی کہ بربری کشتی کو مالٹا گیلے سے شکست ہوئی اُتنی ہی مرتبہ گورنر نے غضبناک ہوکر مجاہدین کو پھانسی پر بھیج بھیج دیا۔ لیکن ہر مرتبہ فرانسیسی قونصل کی سفارش سے جاں بخشی ہوجاتی تھی۔ کیونکہ مجاہدین میں تین فرانسیسی تھے۔ ایک دفعہ اُنھوں نے مرابطہ فرقہ کے ایک مسلمان کی مدد سے بھاگنے کی کوشش بھی کی مگر پھر گرفتار ہوگئے۔ اور اس مرابطہ ہی کی سفارش سے عفو تقصیر ہوئی۔ بالآخر نویں برس فدیہ دیکر آزاد ہوئے۔

سروینٹیز کی سرگزشت

اسیطرح ایک مرتبہ سرونٹیز نامی ایک اسپین کا سپاہی جس نے اپنا بایاں بازو لپنٹو کے معرکہ کی نذر کردیا تھا نیپلز سے آتے ہوئے۔ گرفتار ہوگیا۔ اور الجزائر کے

---

۵۱ گو انکو ہر طرح کی اذیتیں دیجاتی تھیں لیکن مذہبی رسوم میں کبھی دست اندازی نہیں کی جاتی تھی۔ چنانچہ شہوار کے دن میونی پل صدر میں آزاد گھومنے کی اجازت تھی۔ گرجا میں یا قونصل کی کوٹھی پر جاسکتے تھے۔ اور یہ ان یورپین مورخوں یا وقائع نگاروں کو تسلیم ہے جو اُن کے بڑے حمایتی ہیں۔ دیکھو مارگن کا ترجمہ "سفر بربر" صفحہ ۵۸ تا ۶۵۔ باربری کورسیر صفحہ ۲۲۵۔



ولندیزی جہاز اور اسپینش گیلین میں زور آزمائی

نخاس میں اگر معمولی آدمیوں کے ساتھ بکا۔ ویلی میمی رئیس نے جو فی الاصل یونانی تھا اسکو خرید لیا۔ تلاشی لینے پر سرونٹینز کے پاس سے ڈن جان آو اسٹریا کے چند خطوط برآمد ہوئے جس سے رئیس کو یقین ہوگیا کہ یہ کوئی ذی اثر باشندۂ اسپین ہے۔ اور اُسکو قید کرکے فدیہ طلب کیا۔ اگلے برس یہ خبر رفتہ رفتہ سرونٹینز کے باپ کو ملی اور اُسنے فدیہ بھیجا۔ یہ رقم اُسکے چھوٹے بھائی راڈریگو کے لئے کافی سمجھی گئی اور وہ رہا کردیا گیا

سرونٹینز کی فراری

مگر وہ خود اسیطرح حلقہ بگوش اور پابزنجیر رہا۔ اسطرف سے مایوس ہوکر سرونٹینز نے بھائی کی مدد سے بھاگنے کا انتظام کیا اور بہت سے اسپینش جنٹلمینوں کو جو اُسکی طرح ڈن جان کی سفاکانہ خونریزیوں کی سزائیں بھگت رہے تھے رفاقت پر آمادہ کیا اور شہر سے باہر ایک تنگ و تاریک غار میں رفتہ رفتہ لیجاکر چھپا دیا۔ عین وقت پر جبکہ راڈریگو کا بھیجا ہوا جہاز کنارہ پر تیار تھا کسی شریر ماہی گیر نے الارم دیدیا اور سرونٹینز اپنی ذریات سمیت پکڑا گیا۔ مگر گورنر نے اُسکی مردانہ جسارت اور شجاعانہ انداز سے خوش ہوکر نہ صرف

ناکامی

جاں بخشی ہی کی بلکہ ویلی میمی سے پانسو گنی دیکر خرید لیا[1]۔ اسکے بعد بھی سرونٹینز نے کئی مرتبہ بھاگنے کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ پکڑا گیا اور ہر مرتبہ قید کی سختی بڑھی۔ پھر بھی سزائے تازیانہ کبھی نہیں دیگئی[2]۔ بالآخر ۱۵۸۰ء میں فدیہ دیکر آزاد ہوا۔

سرونٹینز کی آزادی

---

[1] لطف یہ کہ اسی سرونٹینز نے قید سے چھوٹ کر اور وطن پہنچکے جو ڈن کوئکزوٹ نامی ایک کتاب لکھی جسمیں ڈن جان کے حالات زندگی درج ہیں۔ اسی میں کہیں کہیں اپنی غم کی کہانی کے واقعے بھی لکھے ہیں۔ اور الجزائر کے اسی گورنر کو خونخوار بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ایک غلام کو ہر روز بلاوجہ پھانسی دلواتا تھا۔ لین پول، ۲۴۷۔

[2] مؤرخین یورپ اسکو سرونٹینز کے رعب اور وجاہت کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ گورنر کی چشم پوشی اور عفو گاری نہیں سمجھتے۔

مجاہدین جیسے مذہبی افراد اور سر ونیٹینر جیسے قومی ناموجب بند غلامی سے چھوٹ کر یورپ جاتے تھے تو اُنکے دُکھ درد کی کہانیوں سے خاص و عام میں جوش پھیل جاتا تھا پھر اُسقف اعظم کے سحر آفرین خطبوں سے پادریوں کے مقدس دلوں کو بیطرح حرکت ہوتی تھی۔ اور یہ مسیحی غلاموں کو نجات دینے کے لئے قافلوں کی شکل میں سواحل بربر پر اکثر جھک پڑتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے نجات دہندہ قافلہ کا سردار ایک فرانسیسی پادری تھا۔ جین ڈی میتھائے "تثلیث[۵۱] مقدس اور قیدیوں کی نجات" کے نام سے ایک مذہبی فرقہ قائم کرکے پوپ[۵۲] انوسنیٹ ثالث کی حمایت پر لیا۔ اور پھر ۱۱۹۹ء میں بربر میں وارد ہوا۔ اور ۲۸۶ غلام چھڑا کر لیگیا پھر سنین مابعد میں اور کتنے ہی قافلے آئے اور کُل ملاکر قریباً ۲ ہزار مسیحی غلاموں کو چھڑا کر لیگئے۔

مسیحی غلاموں کی نجات کا طریقہ

ایک مذہبی فرقہ

اسیطرح ۱۶۳۴ء میں ایک اور فرانسیسی پادری مارسیلز سے یہی احرام باندھکر چلا اور ۱۵ جولائی کو الجزائر میں وارد ہوا۔ چونکہ فرانس صلحاے ٹرکی میں تھا اسلئے الجزائر کے پاشا نے پادری ڈان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ دربار خاص و عام آراستہ کیا۔ امیروں اور وزیروں کو بھیجکر استقبال کرایا اور نہ صرف خود ہی بڑی عزت سے پیش آیا بلکہ منادی کرادی کہ جو شخص پادری اور اُسکے رفیقوں سے باادب پیش

فرانس اور الجزائر کا ربط

مہمان نوازی

---

۵۱ آرڈر آف دی ہولی ٹری نی ٹی اینڈ ریڈیمپشن اوکٹیوز۔

۵۲ پوپ نے پادری میتھا کو سلطان مراکو کے نام ایک خط بھی دیا تھا جسمیں سلطان کو "جلیل القدر اور گرامیشان" سے ملقب کیا ہے اور سفارش کی ہے کہ حال حظ کی اس کا خیر میں دستگیری کریں اس سے سچی اور مسلمانوں کے اُن دیرینہ تعلقات کا ثبوت ملتا ہے جو قرن وسطے کے طوفان غارتگری سے پیشتر تھے باربری کو رسیر صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۷

پادریوں کی ان تعصب

نہ آئیگا وہ قتل کیا جائیگا[۱]۔ حالانکہ خود پادری ڈان کا طریق عمل جوش انگیز تھا[۲]۔ مگر پاشا نے مہمان نوازی کے اصول کے مطابق جو مسلمانوں کا قومی خاصہ ہے اسکا خیال تک نہ کیا۔ اُنکے لئے فرانسیسی اجنٹ کی کوٹھی میں کمرے آراستہ کئے۔ اور تین ماہ تک مہمان رکھا۔ اور چلتے وقت ۳۴۲ فرانسیسی غلام آزاد کرکے ساتھ کئے[۳]۔

مسیحی غلاموں کی آزادی

یہی قافلہ اگلے برس ٹیونس سے ۲۴۲ فرانسیسی غلام اور چھڑا کر لایا۔ پھر ۱۶۱۹ء میں ایک اور فرانسیسی پادری کیمیلن نے ۹۰۸ ہموطنوں کو آزاد کرایا۔ اسیطرح اور پادریوں نے موڈرن ایج (قرن حال) تک اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں حاصل کیں۔ مگر پوری کامیابی اول سے آخر تک کبھی کسی کو نصیب نہ ہوئی[۴]۔ نجات دہندہ مشن کے دو مقصد ہونا چاہئیں تھے۔ ایک یہ کہ یورپین غلاموں کو بلا قید مذہب وقومیت آزاد کرادیں دوسرا یہ کہ اہل بربر سے آیندہ کے لئے ایسی باہمی قرارداد کریں کہ ان ممالک میں بردہ فروشی اور غلاموں کی گیرودار قطعاً مسدود ہوجائے۔ مگر ان دونوں مقاصد کے حصول میں خود یورپ ہی کے پادریوں کا مذہبی تعصب اور یورپ ہی کے فرمانرواؤں کی ناعاقبت اندیشی سدراہ تھی۔

اِس دعوی کا ثبوت یہ ہے کہ یورپ کی کوئی قوم کوئی سوسائٹی ایسی نہ تھی جسکے دولتمند اور جلیل القدر افراد کے حلقۂ خدام میں بربر کے حلقہ بگوش غلام موجود

---

[۱] یہ وحشیانہ اخلاص مہمان نوازی تھی! لین پول کو رسیر صفحہ ۲۵۲ [۲] اس زمانہ کی رسم کے مطابق پاشا نے چاہا کہ دوستانہ ارتباط اور اتحاد کے اظہار میں۔ الجزائر کے ہلالی جھنڈے کو پادری کے فرانسیسی علم سے مس کیا جائے مگر ڈان نے سختی سے انکار کردیا اسلئے کہ ناپاک جھنڈا علم مقدس کو مس نہ کرسکتا تھا! باربری کورسیر صفحہ ۲۵۲ [۳] لین پول صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳
[۴] بربر کا سفر مترجمہ مارگن۔

نہ تھے ۔ حتےٰ کہ فرانس جو دوستی کا دم بھرتا تھا اُسکے جنگی جہاز اور سوشل خدام خانے بھی ۔ خاندان ڈوریا کی غارتگری کی بدولت بربری غلاموں سے معمور[1] تھے ۔ اسکے

فرانسیسیوں کی لوٹ مار

علاوہ فرانسیسیوں کو موقع ملتا تو ساحل بربر پر علانیہ لُوٹ مار کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے ۔ چنانچہ ۱۶۰۷ء میں چند فرانسیسی لُٹیروں نے جنکو کپتان بتلایا جاتا ہے فلورنس کی چھ کشتیاں لیکر بوجیہ پر حملہ کیا ۔ بوجیہ اسوقت گھٹکر تیسرے درجہ کی بندرگاہ بنگیا تھا اسلئے قلعہ اور شہر جنگی سامان سے محفوظ نہ تھا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حملہ آوروں نے بے تکلف لوٹ مار کی اور اٹھارہ سو مرد عورتیں اور بچے بیرحمی سے پکڑ کر لیگئے[2] ۔

مراکو سے دول یورپ کا اتحاد ۔

علاوہ ازیں شروع میں تمام دول میں سے صرف فرانس کا قونصل الجزائر میں رہتا تھا یا اُسقف اعظم اپنا ایک سفیر سلطان مراکو کے دربار میں رکھتے تھے ۔ اسکی وجہ غالباً یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب یہ خود اہل بربر کے تجارتی جہازوں اور سیاحتی کشتیوں کو لُوٹ لیتے تھے تو اپنے قونصلوں کو اُنکے دربار میں کس مُنھ سے متعین کرتے ۔ اور جب اُنکے ملک میں صدہا مسلمان غلام تھے تو وہ کیا کہکر مسیحی غلاموں کو آزاد کراتے ۔ اسیطرح ان ممالک کے پادریوں کو بھی جرأت نہ تھی کہ نجات دہندہ بنکر آتے ۔ صرف ایک فرانس ایسا ملک تھا جو سلطان قسطنطنیہ کا صلیح ہونے کی وجہ سے کسیقدر استحقاق رکھتا تھا اسکے پادری بھی مسیحی غلام آزاد کرانے میں قومیت اور ملّت کا لحاظ کرتے تھے چنانچہ ٹیونس میں ایک مرتبہ ایک فرانسیسی مشن نے ۳۰۰ سکے دیکر

[1] لین پول ۲۵۳ [2] لین پول ۲۵۴ ۔

کیتھلک تعصب کی مثال

تین فرانسیسیوں کو آزاد کرایا۔ پاشا نے فدیہ بڑھائے بدون انمیں ایک اَور فرانسیسی غلام کو شامل کرنا چاہا لیکن پادریوں نے اسکے لینے سے صرف اِس بنا پر انکار کر دیا کہ یہ بیچارہ بدنصیبی سے پروٹسٹینٹ تھا۔ کیتھلک نہ تھا۔[۱]

جب یورپ اور بربر کے باہمی تعلقات کی یہ حالت تھی۔ اور ایک دوسرے کی رعایا کو زبردستی پکڑ کر غلام بنانا اور اُنسے خلاصیوں کا کام لینا اِس قرن کی رسم تھی تو مسیحی غلاموں کی آزادی کے دو ہی طریقے تھے۔ ایک یہ کہ جسقدر بربری غلام نجات دہندہ قافلے والوں کے ملک میں ہوں اُدھر وہ اُنکو چھوڑ دیں اور اِدھر اہل بربر اُنکے غلاموں کو آزاد کر دیں۔ اور اِس بات کا لحاظ نہ کریں کہ معاوضہ کی تعداد برابر ہے یا کم وبیش۔ چنانچہ پادری ڈان نے ۳۴۲ غلام اسی شرط پر رہا کرائے تھے کہ معاوضہ میں اُن تمام بربریوں کو جو فرانسیسی جہازوں پر بازنجیر خلاصی ہیں رہا کر دیا جائیگا[۲] حالانکہ انکی تعداد۔ فرانسیسی غلاموں کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی یا شاید پادریصاحب نے مصلحتًا تھوڑی بتلائی تھی اسلئے کہ تصدیق کا کوئی سہل ذریعہ نہ تھا اَور نہ بربر کے مسلمان بدظن اور بہانہ جو تھے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ فدیہ دیکر آزاد کرالیں جیساکہ ایک واقعہ تمثیلًا اوپر درج کیا گیا ہے۔ یورپ کے مؤرخ جو کنایۃً ایک تیسرے طریقہ کا تقاضا کرتے ہیں اور شاید اُس زمانہ کے پادری بھی صراحتًا کرتے ہونگے۔ یہ کہ مسیحی غلام تبادلہ کیے یا فدیہ لیے بدون یوں ہی چھوڑ دیے جایا کرتے یہ کسیقدر بحث طلب مسئلہ ہے۔ آج صدیوں

---

[۱] لین پول صفحہ ۲۵۵ [۲] لین پول صفحہ ۲۵۲۔

بعد ہمارے اور اُن مؤرخوں کے قلم اسکا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اسکا فیصلہ اُس زمانہ کی تلواروں نے آپ کر لیا تھا۔ لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ قرنِ وسطے میں ذلیل بردہ فروشی کی اسدرجہ کثرت زیادہ تر یورپ کے ہاتھ میں تھی جبتک اُسنے چاہا رہی۔ اور جب نہ چاہا مِٹ گئی۔ پس پادری ڈان اور اُنکے رفیق بجاے اسکے کہ بربر کے تمام اندرونی اور بیرونی مقامات میں بڑی سرگرمی سے مسیحی غلاموں کے لئے شفاخانے مسافرخانے۔ گرجے بناتے پھرتے۔ اگر وہ یورپ کے ممالک میں اس سے آدھی سرگرمی سے غلاموں کی گیرودار کے انسداد کا وعظ کرتے تو شاید سنین مابعد میں یورپ کو بربریوں کے ہاتھوں جو ذلتیں نصیب ہوئیں ہرگز نہوتیں[۱]

بردہ فروشی یورپ کے مجمعہ میں تھی

[۱] یورپ پر کیا منحصر ہے۔ بردہ فروشی سے مہذب امریکہ بھی خالی نہ تھا۔ اٹھارویں صدی کے اخیر سے انگلش پارلیمنٹ میں آزادی کی تائید میں آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ اور ۱۸۰۷ء تک یہ زبون رسم پٹ گئی۔ اول ولیم ولبرفورس نے ۱۹۔ مئی ۱۷۸۹ء کو انسداد بردہ فروشی پر ایک پُرجوش تقریر کی۔ مگر اسکا کوئی نمایاں اثر نہوا۔ پھر مئی ۱۷۹۲ء کو پارلیمنٹ میں ۵۱۷ درخواستیں مختلف انگریزی تاجروں اور باشندوں نے گذاریں کہ یہ رسم مسدود کیجائے۔ اسپر ولیم ولبرفورس نے پھر ایک تقریر کی اور اسکی تائید مسٹر ولیم پٹ نے کی۔ بالآخر ۱۸۰۶ء میں ایک قانون پیش ہوا جسکی رو سے یکم جنوری ۱۸۰۸ء کو اعلان کر دیا گیا کہ بردہ فروشی جُرم سمجھا جائیگا۔ اسیطرح امریکہ میں ۱۸۰۸ء میں پھر ۱۸۹۳ء میں بردہ فروشی ناجائز قرار دیگئی اور ۱۸۱۸ء میں ایک بل پاس ہوا کہ اگلی جنوری سے قلمرو امریکہ میں رسم مذکور قطعاً مسدود ہووے ۱۸۲۰ء سے بردہ فروشی اور غارتگری ایک جُرم سمجھا جانے لگا۔

اس سے پیشتر یہ حالت تھی کہ جزیرہ جمیکا میں ڈھائی برس کے عرصہ میں ۲۰ ہزار غلام کھپے۔ غلام کے مارڈالنے کا ۴۰ پونڈ قصاص تھا۔ افریقہ سے ۸۰ ہزار غلام سالانہ یورپ کو منتقل ہوتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۱۰ء میں انڈریو ٹامسن نے اپنی تقریر میں امریکہ کی نوآباد بستیوں کی آبادی کی حسب ذیل تفصیل کی ہے۔

غلام (۸۰۰۰۰۰) آزاد (۱۴۴۰۰۰) یورپین (۱۱۹۰۰۰)

ڈانیل اوکونل نے ۱۸۳۱ء کی تقریر میں پارلیمنٹ میں بیان کیا تھا کہ امریکہ کے قدیم باشندوں کی تعداد ۴ انواآبادیوں میں دس برس کے اندر بقدر ۱۰۱۴۵ کے گھٹ گئی۔ اسلئے کہ اسقدر آدمی غلام بنا کر منتقل کر دیے گئے۔

گیارھواں باب

کھلے لیٹروں کا دَور۔ "یورپ پر عذاب الیم"

تنزل کے اسباب

یوں تو جب سے دولت علویہ فاطمیہ مصر میں منتقل ہوگئی تھی۔ تب ہی سے بربر کی گورنمنٹ اور سوسائٹی کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوگیا تھا۔ چنانچہ مرابطین اور موحدین کا اجزاء منفرد ہوکر ایک دوسرے کے بعد خروج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بربر وحدت سے کثرت کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ قوت کی تقسیم اور اعضا کا تفرقہ ہمیشہ ضعف اور تنزل پر ختم ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی اخیر میں بنی حفص کی دو سو برس کی حکومت جو صوبہ ٹیونس میں محدود تھی۔ ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کا سا سنبھالا لیا جسکے بعد تاریکی شروع ہوگئی اور یہ تین سو برس کا زمانہ جو سولھویں صدی سے شروع ہوکر انیسویں کے آغاز پر ختم ہوجاتا ہے۔ تمام تر تنزل کا دَور معلوم ہوتا ہے۔ بربر کے پولٹیکل اور خاصکر سوشل جسم میں مادۂ فساد صریحاً سرایت کرنے لگا مجلسیں برہم ہوگئیں۔ علوم وفنون کی ترقی مسدود ہوگئی تعلیمگاہوں اور کارخانوں پر قفل پڑ گئے۔ لیکن باایں ہمہ بربر کی آب وہوا میں ابھی تک چند اعلیٰ خاصیتیں باقی تھیں یعنے نامورانہ شجاعت۔ فیاضی۔ اور جاطلبی۔ اس سے کہا جاسکتا ہے کہ دَور تنزل کے ابتدائی حصہ یعنے سولھویں صدی کی حکومت گو کیسی ہی تھی۔ لیکن بربر میں مسلمانوں کی بزم آخر تھی۔ یہ درست ہے کہ قلم ٹوٹ گیا تھا۔ سوشل چہرہ بھی بدنما ہوگیا تھا۔ مگر تلوار میں ابھی تک وہی آب وتاب تھی

بربری حکومت کا تنزل

پولٹیکل اور سوشل تنزل

بربر میں مسلمانوں کی بزم آخر

ابھی رزمیانہ انداز نہ بگڑا تھا۔ سترھویں صدی کے ساتھ یہ صفتیں بھی رخصت ہونے لگیں قومی چہرہ کے دونوں رُخ مسخ ہو گئے۔ نکبت و ادبار کی گھٹا چھا گئی۔ اور ملک بربرد و سو برس کامل اسی ظلمت میں ملتبس رہا۔ لیپنٹو کی جنگ کے ساتھ نامورانہ شجاعت اور رزمیانہ نیکنامیوں کا دَور بھی ختم ہو گیا۔ الوالعزم خیرالدین اور طرغد کے ثانی پیدا ہونا بند ہو گئے۔ اور اُنکی بجائے اب طامع بے اصول۔ خونریز۔ غارتگر اسٹیج پر نمودار ہوئے۔

مسلمانان بربر کے رزمیانہ صفات کا خاتمہ

اصل یہ ہے کہ اس عالم حادث میں کوئی شے ایک حالت پر نہیں رہتی۔ یہ ایک ایسی بدیہی صداقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ روزمرہ کے مشاہدات گو معمولی ہونے کی وجہ سے نظرانداز ہو جائیں۔ لیکن جب ذرا تجسس اور غائر نظر سے دیکھینگے تو قدم قدم پر بیّن ثبوت ملیگا۔ ہم کہتے ہیں کہ کوئی شے ایک حالت پر نہیں رہتی یعنے نفس شے میں تو کچھ فرق نہیں آتا۔ البتہ اُس شے کی حالت بدلجاتی ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک حالت کی جو علّت یا عِلَل ہیں۔ دوسرے وقت انمیں کمی بیشی یا ردّ و بدل واقع ہو جاتا ہے۔ اور اسلئے معلول یعنی حال بھی متغیر ہو جاتا ہے یہ کہ علّت یا عِلَل کیوں بدلتی رہتی ہیں وہ پُر پیچ مسئلہ ہے جسکو انسان ابتدائے آفرینش سے آجتک حل نہیں کر سکا۔ یہ بھی فطرت کا ایک راز سربستہ ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ انسان ایک حالت پر نہیں رہتا تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان جو مختلف قابلیتوں اور استعدادوں کا بنڈل اور مختلف افعال کا مصدر ہے۔ اسکے افعال میں تغیر واقع

ہوجاتا ہے۔ افعال کیا ہیں؟ صرف خیالات اور جذبات کے اظہار کا نام ہے۔ جب جذبات اور خیالات بدلجاتے ہیں تو انسان کا فعل اور حالت بھی بدلجاتی ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض خاص خیالات اور جذبات کے زور سے انسان سے ایک خاص فعل سرزد ہوتا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اپنی علل (وہی جذبات) میں تغیر واقع ہونے کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ کچھ عرصہ بعد اُس فعل کی اصلیت کا پتہ ملنا دشوار ہوجاتا ہے۔ اور کبھی کبھی مطلق نہیں معلوم ہوتا کہ ابتداء فعل کیوں ہوئی تھی۔ انسان کا لباس۔ غذا۔ رسم و رواج۔ اور اسطرح کی اور ہزاروں چیزیں مرکز اصلیت سے بہت دور معلوم ہوتی ہیں حتّٰی کہ مذہب بھی اِس قانون تغیر کے اثر سے نہ بچ سکا۔ کبھی ایک فعل کی علت اولیٰ خودغرضی یا قومی ہمدردی یا کوئی اعلیٰ خیال ہوتا ہے۔ مگر امتداد زمانہ اور سلسلۂ تناسُل کے ساتھ اُسمیں کُھلی نفسانیت کا اثر آجاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی اُس فعل میں بھی نمایاں فرق معلوم ہونے لگتا ہے۔ عروج اور خیرالدین باربروسہ کے جانشینوں کی بھی یہی حالت ہوگئی تھی۔ اب اُنمیں باربروسہ کی سی نامورانہ شجاعت نہ رہی تھی

باربری ترقی و تنزل کی اجمالی کیفیت

ناظرین کو یاد ہوگا کہ کپتان عروج کو عنفوان شباب کی اُمنگیں جزیرۂ لزبس سے نکال لائی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُسوقت بحری غارتگری یورپ بھر میں عام طور پر ایک جائز پیشہ سمجھی جاتی تھی۔ اسلئے اتباعاً عروج نے بھی اِن مشاغل کو پسند کیا۔ بہرحال اِس خطرناک زندگی کی علت اولی۔ ذاتی قوت اور خارجی تحریص تھی۔ لیکن کچھ دنوں بعد جلاوطن اُندلسیوں سے ہمدردی کرنے کا خیال اسمیں اور شامل ہوگیا

جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ مجمع الجزائر یونان سے بحر روم میں چلا آیا۔ پھر اسمیں جاہ و جلال حاصل کرنے کی آرزو شامل ہوئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ عروج نے الجزائر میں ایک مستقل حکومت قایم کی۔ خیر الدین کی تخت نشینی پر بابعالی کی مساعدت نے اُس علت اولے میں ایک اَور نئی تبدیلی پیدا کردی۔ خیر الدین نے گو اندلسیوں سے پوری ہمدردی کی مگر اخیر میں جاہ و حشمت اور تاج و تخت کا خیال غالب ہوگیا۔ اور اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ اُسنے الجزائر کے ایوانِ حکومت کو محفوظ و مستحکم کرنے کی طرف خصوصیت سے توجہ کی اور اُسکے ساتھ اہل اسپین اور مجاہدین روڈس پر انتقاماً اور عداوتاً حملے کیے اور یورپ کی بعض قوموں پر رسماً اور جواباً ترکتازیاں کیں۔ خیر الدین کے انتقال پر سلطنت کا استحکام تو مکمل ہوگیا تھا مگر ملک گیری کی ہوس بدستور سابق رہی۔ اسکے جانشین اگرچہ وہ اخلاص اور نیک نیتی نہ رکھتے تھے لیکن کچھ شک نہیں کہ سچے اور نامور شجاع تھے اور اعلےٰ درجہ کا رزمیانہ مذاق رکھتے تھے۔ انکا دَور یوں تو سولھویں صدی کے بعد تک رہا مگر جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں شجاعانہ صفات میں لپنٹو کے معرکہ سے تنزل شروع ہوگیا اس سے ٹرکی اور بربر کی متحدہ بحری قوت کو اسقدر سخت صدمہ پہنچا کہ پھر آخر تک تلافی مافات جیسی کہ چاہیئے تھی ممکن نہوئی۔ یہ درست ہے کہ جنگی جہاز اور جنگجو سپاہی پھر میسّر ہو گئے۔ اہل وینس پر اس متحدہ بیڑے نے پھر حملے کیے اور پھر حسبُ لخواہ شرائط صلح پر مجبور کیا۔ علی العلوجی کے بعد اَور نامور کپتان بھی ہوئے مثلاً داماد علی پاشا جنسے موریا کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اور اپنا زور مند بیڑا الیکزیون کے ساحل کو بھی

متحدہ بیڑے کی قوت کا زوال۔

گھیر گھیر لیا۔ مگر باایں ہمہ وہ عظمت و اقتدار اور وہ سطوت و جبروت جو لپانٹو کے معرکہ سے پہلے متحدہ یورپ کو حاصل تھا پھر کبھی میسّر نہوا اس لئے کہ عظمت کا طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ دول یورپ متحدہ یورپ کو مغلوب نہ ہونے والی طاقت سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔ اور گو علانیہ مقابلہ پر آنے کی جرأت اُنمیں کہیں سترھویں صدی کے اخیر پر جا کے پیدا ہوئی۔ مگر یورپ کی حکمراں اور تجار قومیں گھروں میں بیٹھکر ترکی بربری عظمت کو تسلیم نہ کرتی تھیں۔ اور سمجھتی تھیں کہ جو آج مغلوب ہو چکے ہیں وہ کل پھر مغلوب ہو سکتے ہیں۔

ترکی بحری قوت کے اسباب زوال

تنزّل کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ اب ٹرکی کی شمالی حد پر روسی کھٹکا لگ گیا تھا روسیوں نے سالہا سال کی خونریز لڑائیوں کے بعد وحشی ترکمانوں کے بندِ غلامی سے آزاد ہو کر اور اپنی قومیت الگ قایم کر کے بحیرۂ اسود کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ شاہ ایوان اور ملکۂ کتھرائن کی ڈپلومیٹک چالبازی اور فوجی پیشقدمی کی روک تھام سے بابعالی کو اب اسقدر فرصت نہ تھی کہ بحر روم اور اُسکے آس پاس کے قطعوں میں ترکی عظمت و اقتدار کو قایم رکھنا ضروری سمجھتا۔ اور اس شمالی دیوتا کے پولٹیکل منتروں کو نظر انداز کر دیتا۔ اہل بربر کے حق میں یہ بات بہت مضر ہوئی۔ کیونکہ اُنکو ابتک سلطان روم کی قوتِ بازو علانیہ کجی کی طرف مائل ہونے سے روکتی رہی تھی۔ لیکن ابتداء سترھویں صدی سے جیسے جیسے ترکوں کا ظلِّ حمایت اُٹھتا گیا۔ ویسے ویسے یہ نومسلم یورپین کھلے لٹیرے بنتے گئے۔

ہم ابتک ناظرین کو زیادہ اقصائے مغرب کی حدود سے باہر بحر روم یا یورپ کے

جنوبی قطعۂ آب میں سیر کراتے پھرے ہیں۔ خاص پایۂ تخت اور ملک کے حالات کو ۱۵۴۱ء کے بعد سے تقریباً نظر انداز رکھا ہے اور نہ فرمانرواؤں کا سلسلہ وار کچھ ذکر کیا ہے۔ اسکے دو سبب ہیں۔ اول یہ کہ ملک کا تمامتر زور ترکی قوت میں مدغم ہو کر خارجی مہمات میں مصروف رہتا تھا۔ اور ملک و قلب سلطنت میں مقامی گورنروں کے لئے نہایت معمولی مشاغل رہجاتے تھے۔ مثلاً نظم و نسق کرنا۔ ہمسر و ہمسایہ ریاستوں سے چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑنا۔ یورپ کے ساحلوں پر انتقاماً یا جواباً تاراج کشتیاں بھیجنا۔ یا بحیرۂ روم میں دورے کر کے مخالف جہازوں کو گرفتار کرنا۔ وغیرہ۔ اور چونکہ انمیں سے ہر قسم کے واقعات تمثیلاً ہدیۂ ناظرین ہو چکے ہیں۔ اسلئے قلم انداز کیے گئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اُنیسویں صدی کے فن تاریخ نویسی میں وہ واقعات لینا جائز نہیں جو فرمانروائے وقت کی ذات اور اُسکے مجلسرا تک محدود تھے۔ بلکہ جن واقعات کا اثر ایوانِ حکومت سے نکلکر قوم و ملک اور ہمسایوں پر پڑتا تھا صرف وہی تاریخ کی حد میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ کہ فرمانروا نے شخصی حیثیت سے کیا کیا اور کیا کہا۔ غیر متعلقہ واقعات ہیں۔

الجزائر کے نامی گورنر

الجزائر کے گورنر۔ پاشا۔ یا بگلر بیگ کہلاتے تھے۔ جیسا کہ نویں باب کے خاتمہ پر اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔ علی العلوجی یہاں کا سترھواں پاشا تھا۔ اسکے متقدمین میں سے عروج کے بعد چند ہی گورنر ممتاز گذرے ہیں۔ مثلاً حسن بن خیر الدین جو مالٹا کے محاصرہ میں شریک تھا۔ صالح بن صالح رئیس جسنے فیض اور بوجیہ کو فتح کیا۔ اکثر کی خدمات قسطنطنیہ میں منتقل ہو گئیں جنمیں سے بعض کے نام فہرست مندرجہ باب ۱۰ میں

وج ہیں۔ اُنھوں نے ترکی امیرالبحر ہونے کی حیثیت سے یورپ میں فتوحات کیں۔ باقی ملک کی چھوٹی چھوٹی مہمات میں مصروف رہے۔ ۱۵۷۲ء میں جب علی العلوجی گورنر الجزائر سے ترکی امیرالبحر ہوکر گیا تو اسکے بعد ۲۴ برس میں ۹ گورنر ایک دوسرے کے بعد مقرر ہوئے۔ انمیں بکثرت نومسلم یورپین تھے۔ مثلاً رمضان ۱۵۸۲ء سے ۱۵۷۶ء تک حسن ۱۵۸۰ء تک۔ جعفر ۱۵۸۲ء تک۔ حسن بار ثانی ۱۵۸۳ء تک میمی رئیس ۱۵۸۶ء تک۔ یہ سب باستثناء حسن پاشا۔ دانشمند۔ رحمدل۔ اور منصف مزاج تھے۔

گورنری اور سپہ سالاری جدا ہوگئیں۔

۱۵۸۶ء سے گورنمنٹ میں ایک نئی تبدیلی واقع ہوئی۔ یعنی ابتک رزم و بزم ایک ہی شخص کی ذات میں جمع تھیں جسکو اہل الجزائر خود منتخب کرکے باعالی میں اطلاع بھیجدیتے تھے اور وہاں سے سند و علامات گورنری عطا ہوجاتی تھیں۔ مگر اب سے فوجی سردار تو بدستور سابق منتخب ہونے لگے۔ اور عامل قسطنطنیہ سے منتخب ہوکر آنے لگے اخیر پر یہ نوبت پہنچی کہ جسطرح اُس زمانہ میں انگلستان میں ڈیوک اور ارل کے خطابات بکا کرتے تھے اسیطرح الجزائر کی گورنری بکنے لگی۔ جو بڑھکر قیمت دیتا گورنر بنجاتا۔ اِس طریقۂ انتخاب میں نہ تو قابل ہونے کی شرط تھی اور نہ ملکی ہونے کی۔ ترک بھی منتخب ہوسکتا تھا۔ اور بربری یا نومسلم یورپین بھی۔ گورنری کے اہم منصب پر اسکا اچھا اثر نہیں پڑا۔ علاوہ ازیں عامل اور سپہ سالار میں اکثر اَن بَن رہتی تھی۔ اور اہل ملک کو بیجا تشدد سہنا پڑتے تھے۔

۱۵۸۶ء سے جب الجزائر کی گورنمنٹ کے دو حصے ہوگئے۔ تو تاریخ بھی دو

حصّوں پر تقسیم ہوگئی۔ خارجی اور ملکی۔ پہلے میں امیر البحر۔ سپہ سالار۔ اور عام جہازرانوں اور کپتانوں کے کارنامے ہیں۔ اور دوسرے میں عاملوں اور مدبّروں کے عہد کے مشہور واقعات مذکور ہیں۔ سپہ سالاروں میں دو شخص نہایت الوالعزم اور دلیر گذرے ہیں یعنی امیر البحر مراد اعظم اور جرنیل علی۔

مراد اعظم اور اسکے کارنامے

مراد رئیس الجزائر کے آخری زمانہ کے غارتگر کپتانوں میں سب سے زیادہ خوفناک تھا اسکی بڑی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ متقدمین کی طرح اُسکی رگوں میں یورپین خون موجزن تھا یہ البانیا کے ایک معزز عیسائی خاندان سے تھا[1]۔ بچپن میں اسیران جنگ کے ساتھ الجزائر کے نخاس میں بکنے آیا۔ اور یہاں مصطفےٰ پاشا نے اُسکو خرید لیا۔ ابھی بارہ برس کا تھا کہ نامور آقا کو اپنی دلیری اور جرأت کا ثبوت دینے لگا چنانچہ مالٹا کے محاصرہ میں یہ مصطفےٰ کے بہت کام آیا۔ دوران جنگ میں یہ جاسوس بنکر سمندر میں ادھر اُدھر تاک میں پھر رہا تھا کہ اسکی چھوٹی سی کشتی کسی چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ مراد کو اسبات سے غیرت آئی کہ واپس جاکر آقا سے اپنی نالائقی اور ناتجربہ کاری کا اعتراف کرے۔ اسلئے یہاں سے افتاں وخیزاں بالا بالا الجزائر آیا اور پندرہ بلیوں کا ایک ہلکا سا بگنٹین لیکر شکار کی تلاش میں چلا۔ بربر کے نوآموز قزاق اکثر اسپین کے ساحل کو تختۂ مشق بنایا کرتے تھے۔ کچھ تو اسلئے کہ یہ الجزائر کے ساحل سے قریب تر تھا۔ اور کچھ اسلئے کہ مالٹا والوں کی طرح اہل اسپین بھی ہمیشہ بربریوں کے درپے رہتے تھے۔ الغرض مراد نے

[1] دیکھو لین پول صفحہ ۱۹۲۔

اس چھوٹی سی کشتی سے تین کیتھلک جہاز اور قریبًا ڈیڑھ سو آدمی گرفتار کئے۔ اسیطرح جب علی العلوجی نے مجاہدوں کے امیر البحر سینٹ کلیمنٹ پر حملہ کرکے اُسکے جہاز گرفتار کیے تھے تو مراد اِس معرکہ میں اسکا شریک تھا۔[1]

ایک مرتبہ ۱۵۷۸ء میں مراد رئیس آٹھ شکاری کشتیوں سمیت صوبۂ کلیبریا کے قریب منڈلاتا پھرتا تھا کہ دور سے سسلی کا پھریرا اُفق پر نمودار ہوا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ علم بردار معہ ایک اَور جہاز کے آتا ہے۔ اسمیں ڈیوک (نواب) ٹیرانووا اپنے خواص سمیت غالبًا بارگاہ روم کو بغرض اظہار عبودیت جا رہا تھا۔ بربری گیلی کو دیکھتے ہی سسلی کے علم بردار نے سراسیمہ ہوکر پشت دی۔ مگر مراد نے حیرت انگیز عجلت سے بڑھکر عقب جہاز کو گھیر لیا۔ ادھر ڈیوک بھی اسکو غنیمت سمجھا اور ہراول میں جان بچاکر بھاگا

ڈیوک ٹیرانووا کی شکست

ابتک بربر کے کسی کپتان نے سمندر کے اندرونی حصّوں میں سفر نہ کیا تھا۔ بلکہ عام طور پر خشکی کے آس پاس لگے رہا کرتے تھے۔ لیکن مراد رئیس ایک مرتبہ بحر ظلمات میں اسقدر دور نکلگیا کہ زمین نظر سے غائب ہوگئی۔ راستہ میں اسنے جزیرۂ لنزاروٹ پر جو افریقہ کے مغرب میں جزائر کینری میں سے ہے حملہ کیا اور شہر اور گورنر کے محلسرا کو لوٹ لیا۔ اسیطرح ۱۵۸۹ء میں ایک مرتبہ مالٹا کے قریب دورہ کرتے ہوئے اُسنے کسی یورپین قوم کے دو تین تجارتی جہاز گرفتار کیے اور اُنکو لیکر الجزائر کو پلٹا۔ اُدھر سے مالٹا کے غارتگر دو تر کی جہاز پکڑکر مالٹا کو لیے آتے تھے۔ راستہ میں دونوں فریقوں کے

مراد رئیس بحر ظلمات میں

جزائر کینری پر تاخت

[1] ایک یورپین مورخ لکھتا ہے کہ علی العلوجی کو یہ نمایاں کامیابی مراد ہی کی چابکدستی اور جرأت سے حاصل ہوئی تھی۔ لین پول صفحہ ۱۹

مقابلہ ہوا۔ ہرچند کہ مجاہدین کا صلیبی جھنڈا اس زمانہ کے جہازرانوں کے لئے تصویر گرتھی۔ بربری قزاق بھی بعض وقت انکو طرح دیجاتے تھے۔ لیکن مراد رئیس اس دل گردہ کا آدمی نہیں تھا کہ ڈر کر بھاگ جاتا۔ اسنے مقابلہ کو بخت واتفاق پر موقوف نہیں رکھا بلکہ خود پیشدستی کی۔ اور ذرا کا واکاٹ کر سیرینا نامی جہاز کو ایک ہلکی سی کشتی سے اسطرح اچانک جالیا کہ کپتان اور سپاہی سنبھلنے بھی نہ پائے۔ صرف آدھ گھنٹہ کی کشمکش میں سیرینا کے مسطول پر ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ ان تینوں چاروں جہازوں کو سنبھالکر فتحمند کپتان دو تین ہی فرسنگ بڑھنے پایا تھا کہ جزیرہ مجورکا کے ایک لٹیرے سے دوچار ہوئی۔ یہ بھی بحیرۂ روم سے ایک تجارتی جہاز گرفتار کرکے مجورکا کو لئے جارہا تھا۔ مراد نے اسکو بھی لے ڈالا اور لوٹ کے جہازوں کا یہ مختصر بیڑا جلو میں لئے بندرگاہ الجزائر میں داخل ہوا۔ اُس روز شہر میں بڑی خوشی منائی گئی۔ اور مراد رئیس کو "اعظم" کا خطاب دیکر الجزائر کا امیر البحر منتخب کرلیا گیا۔

جہاز سیرینا کی گرفتاری

مراد کی کامیابی اور اعظم کا خطاب

امیر البحر بنکر مراد اعظم نے جہازرانی اور غارتگری دونوں فنوں میں بڑا کمال پیدا کیا ۱۵۹۴ء میں اسنے چار ہلکے کشتی نما جہاز لیکر سمندر کا دورہ کیا۔ راستہ میں فلورینس کے چند غارتگر دو جہاز لئے آتے تھے۔ مراد اعظم نے اِس شکار کو دُور سے تاکا اور فی الفور یہ چال چلی کہ اپنے دو جہازوں کے مسطول گرا کر اُنکو علیحدہ کردیا۔ فلورینس والے جو شکار کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے۔ سمجھے کہ یہ تجارتی جہاز ہیں اور خوشی خوشی اُنکی طرف بڑھے۔ زیادہ قریب نہ پہنچنے پائے تھے کہ مراد اعظم نے اپنے باقی دو جہازوں

سمیت یک بیک برابر سے نکلکر ایک ہی بیڑہ میں دونوں کو لے ڈوالا۔ اِن جہازوں پر غلام خلاصی۔ ترک تھے۔ پس مراد نے انکو تورہا کیا اور جہازوں کے کپتانوں اور افسروں کو پابزنجیر کرکے اُنکی جگہہ خلاصی بنایا[1]۔

جرنیل علی کی ترکتازیاں

مراد اعظم کے بعد سترھویں صدی کے وسط میں علی رئیس نامی ایک اَور مشہور کپتان گذرا ہے جو جہازرانی اور جنگ آزمائی میں باربروسہ کا ہم پلّہ تھا۔ یہ ایک نومسلم کپتان کا بیٹا تھا جو یورپ کے ایک عیسائی خاندان سے تھا۔ اور بچپن میں گیرودار کے ذیل میں آکر غلام بنالیا گیا تھا۔ اور بربر کے نومسلم غارتگروں کے اصولِ ترقی کے موافق رفتہ رفتہ ایک نامور کپتان بنگیا تھا۔ ۱۶۳۹ء میں علی رئیس نے سولہ جہازوں کا ایک بیڑا لیکر اٹلی کے مشرقی ساحل پر حملہ کیا اور صوبۂ اپولیا کے اُس حصّہ کو جو نکوٹرا کہلاتا ہے سخت بیرحمی سے لُوٹ لیا۔ یہاں سے پلٹ کر بحراڈریاٹک میں وارد ہوا اور خلیج کیٹرو کے قریب سے اسپین کا ایک تجارتی جہاز پکڑا۔ اور تمام قطعۂ آب میں گھوم کر وینس کے کئی تجارتی جہاز گرفتار کئے۔ جب اِن عالمگیر ترکتازیوں کی خبر وینس میں پہنچی تو سنیٹ نے ایک زبردست بیڑا بسرکردگی امیرالبحر کیپیلو علی رئیس کی سرکوبی کو بھیجا۔

یہ ظاہر ہے کہ علی رئیس بابعالی کے اشارہ سے ترکتازیاں نکرتا تھا۔ بلکہ اُس مانہ کی رسم ہی یہ تھی۔ ہر قوم اور ہر سلطنت کے لُٹیرے تمام سمندر میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے اور جب تعاقب سے مجبور ہوتے تھے تو اپنی گورنمنٹ کے دامن میں آچھپتے تھے۔ یہ اسی

[1] دیکھو تاریخ مارگن صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۵۹۔ و ۵۸۵ و ۵۹۷ و ۶۰۷۔

حمایت عہد شکنی یا معاندت کی علامت نہ سمجھی جاتی تھی اور نہ اشتہار جنگ کا مرادف خیال کیجاتی تھی۔ لیکن باایںہمہ جب علی رئیس نے عروسی جرنیل سے بچکر صوبۂ البانیا کے بیلونا نامی ترکی قلعہ میں پناہ لی۔ تو جرنیل نے باوجودیکہ بابعالی اور عروس البحر میں دوستی تھی قلعۂ مذکور پر حملہ کرکے سخت کشت وخون کیا اور بربری کشتیوں کے ساتھ اُن چند ترکی جہازوں کو بھی تباہ کرڈالا جو قلعہ کی محافظت کرتے تھے۔ اسپر ایک زورمند ترکی بیڑے نے سنیٹ کی سخت گوشمالی کی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ سنیٹ کو پانچ لاکھ ڈوکیٹ بطور تاوانِ جنگ ادا کرنا پڑے اور جرنیل کو سخت سرزنش کی۔

جرنیل علی کے بیڑے کی تباہی

وینس کی گوشمالی

اگرچہ اس معرکہ میں جرنیل علی کے بیڑے کا بیشتر حصہ غارت ہوگیا تھا مگر اسنے ایک جدید بیڑا تیار کرلیا جسمیں نئے پُرانے کل ملاکر ۶۵ جہاز اور چھ سو غلام خلاصی تھے اس بیڑے کی بدولت اُسنے تمام بحر وبر میں بڑی شہرت پیدا کی۔ خاصکر جنوبی یورپ میں اپنے نام کا سکہ جمادیا۔ جنرل علی گو ایک یورپین نومسلم کا بیٹا تھا مگر اس بات سے سخت جلتا تھا کہ یورپین بربر میں آکر اور نومسلم بنکر نام اور وضع بدل ڈالے چنانچہ ایک مرتبہ کسی فرانسیسی نے مذہب بدلکر حسب معمول نام اور وضع بھی بدل ڈالی جنرل علی نے اسکو یہاں تک تنگ کیا کہ آخرکار بیچارے کو مصطفےٰ چھوڑکر پھر جان بننا پڑا۔

جرنیل علی کی اصلیت

اسنے اپنے جہازوں کے لئے ایک الگ اسٹیشن بناکر اسی کے قریب غلام خلاصیوں کے لئے ایک بڑا مکان سرائے کی قطع کا بنایا۔ یہ "جرنیل علی کی خان" مشہور تھا۔ اور الجزائر کے سب سے بہتر اور فرحت افزا موقع پر تھا۔ اسکے گرد سیب کے ہرے ہرے

جرنیل علی کی خان

درختوں کا ایک حلقہ تھا جنکی بار ور ٹہنیاں جُھک جُھک کر بالاخانوں کی کھڑکیوں میں پہنچتی تھیں۔ ایک مرتبہ علی نے اُس سرائے میں ایک بڑی بھاری ضیافت دی اور الجزائر کے تمام جنگی اور ملکی افسروں۔ شہر کے رئیسوں اور گورنر تک کو بُلایا۔ کھانے شہر میں جرنیل کے مطبخ میں پکتے تھے جو سرائے سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور غلاموں کے دست بدست سرائے تک پہنچتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس بُعد کے باوجود مہمانوں کو اسقدر گرم کھانا پہنچتا تھا کہ قابوں میں سے بھاپ اُٹھتی تھی۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسیحی غلاموں کو چوری کا کسقدر چسکا تھا۔ چنانچہ راستہ میں اتنا کھانا چُرا کر کھا گئے کہ اگر میوہ جات کی مدد نہ ملتی تو مہمان ہی بھوکے رہجاتے۔

جرنیل علی کا مسیحی غلاموں سے برتاؤ

جرنیل علی کہا کرتا تھا کہ میرے غلاموں کی اُنگلیوں میں کُنکیں لگی ہیں جو چیز انمیں ایک مرتبہ آجاتی ہے وہ سلامت نہیں رہتی[1]۔ یہ اپنے غلاموں کو اَوروں کی طرح مقررہ روزینہ نہ دیتا تھا بلکہ بجائے اسکے دن بھر میں دو گھنٹہ کی چھٹی دیکر کہدیتا تھا کہ اگر اس عرصہ میں تمنے اگلے دن تک کے کھانے سے فراغت نہ پالی تو تمسے بڑھکر شاید دنیا میں کوئی بیوقوف نہوگا۔ ایک مرتبہ ایک غلام کو علی کا چھلّا پڑا ملگیا۔ اس بیچارے نے دیانتداری میں آکر بجنسہ دیدیا۔ جرنیل نے اسے انعام میں آدھا ڈوکیٹ دیکر کہا کہ تم بڑے احمق ہو کہ جس چیز سے تمھارا فدیہ ادا ہوسکتا تھا وہ تمنے یوں ہی ہاتھ سے کھودی۔ ایک اَور غلام نے خاص جرنیل کے جہاز کے لنگر کی

[1] لین پول صفحہ ۱۹۵-۱۹۶۔

زنجیر چرائی اور کسی لوہار سے اُسکا سودا ٹھیرایا۔ مگر خبر ہوگئی اور غلام مال مسروقہ سمیت پکڑا گیا۔ جرنیل نے اُسکو بہت شاباشی دی اور کہا کہ تم پورے غلام ہو اسواسطے کہ کھانا جانتے ہو۔ اِن حرکتوں سے علی کے غلام انتہا درجہ کے چورٹے اُچکے بنگئے تھے۔ یہاں تک کہ اُسکا کمرۂ عدالت نیلام گاہ بنگیا تھا جہاں ہر روز لوگ اپنی گم شدہ چیزیں خود آکر بذریعۂ نیلام خریدتے تھے اور جرنیل اُنسے کہا کرتا تھا کہ جب تم چیز کی حفاظت کرنا نہیں جانتے ہو تو لازم ہے کہ کچھ جرمانہ دو۔ علی کو دوسروں کے بھید معلوم کرنے میں بلا کا ملکہ تھا۔ نئے قیدیوں سے انتہا درجہ کی تہذیب اور خُلق سے پیش آتا تھا۔ معمولی مسافروں کو نواب صاحب! نواب صاحب! اور الجناب عالی کہکر۔ اور کم درجہ کے پادریوں کو "حضور اقدس" اور "جناب مقدس" کہکر اسطرح مخاطب کرتا کہ یہ بیچارے اپنا کچا چٹھا سُنا دیتے اور اپنے مرتبہ و حیثیت سے آگاہ کرکے اپنا فدیہ آپ ہی مقرر کر لیتے اور عزیزوں کو خط بھیجکر اطلاع دیدیتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ علی جو اقرار کر لیتا اُس سے کبھی منحرف نہوتا تھا اُسکا قول تھا کہ "میرا قول میرا فعل ہے"۔ علی کے مذہبی خیالات بھی آزادانہ تھے۔ ایک مرتبہ پادری اینجلو نامی ایک قیدی سے اِس نے مزاحاً کہا کہ "میرا کیا انجام ہوگا؟" پادری جلا ہوا تو تھا ہی۔ بولا کہ "تجھے مرکر شیطان کا حوالہ ہوگا"۔ علی مُسکرا کر چُپ ہوگیا۔ ایک اَور نومسلم نے جو اتفاقاً فقہ پڑھکر شیخ ہوگیا تھا۔ علی سے ایک غلام مانگا تاکہ اُسکی قربانی دے۔ علی نے ایک مضبوط اور قوی ہیکل غلام کو ہر طرح مسلح شیخ کے پاس بھیجدیا اور کہلا بھیجا

جنرل علی کے خصائل صفات

کہ اگر تمسے ہوسکے تو اسکو بھینٹ میں دیدو۔ شیخ نے شکایت کی تو جواب دیا کہ قربانی کا ثواب تو تمہیں یوں ہی مل سکتا ہے۔ ولیم ثالث شاہ انگلستان علی کو سلطانوں کی طرح مخاطب کرتا تھا اور خطوں میں اپنے آپ کو "آپ کا (لونگ فرینڈ) محبت والا دوست" لکھتا تھا۔

حکومت ٹیونس

ٹیونس کی قوت بھی اگرچہ الجزائر کے ہم پلہ نہ تھی مگر فی الجملہ کافی تھی اسکی حکومت بحر روم کے دروبست مشرقی حصہ پر تھی۔ یہاں کے قزاق عام طور پر مالٹا کے راستہ میں اور اُسطرف بحر اڈریاٹک میں شکار کھیلتے تھے۔ ٹیونس میں ۱۵۹۰ء سے ۱۸۰۵ء تک تیس گورنر قسطنطنیہ سے مقرر ہوکر آئے جنمیں سے ہر ایک نے بحساب اوسط چار برس حکومت کی۔ اکثر تخت سے برطرف ہوئے بعض قتل ہوئے۔ بعض کو زہر

گورنروں کا عزل ونصب

دیا گیا۔ ۱۸۰۵ء میں جنگی قوت بالکل برگشتہ ہوگئی اور الجزائر کی طرح اپنا جرنیل آپ مقرر کرنے لگی جسکو بالآخر بابعالی نے منظور کیا۔ اسوقت سے اٹھارھویں صدی کے ختم تک گیارہ گورنروں نے ایک دوسرے کے بعد حکومت کی۔ اسکے بعد فرانسیسی دخل شروع ہوگیا۔ اس زمانہ کی خارجی اور ملکی تاریخ میں وہی غارتگری اور بدنظمی کے واقعات پائے جاتے ہیں جو الجزائر کی حالت میں بیان ہوچکے۔ چھوٹی چھوٹی ترکتازیاں کرنا یا ہمسایہ ریاستوں سے حدبندی کی بنا پر جھگڑ بیٹھنا۔ تجار ریاستوں سے محصول آمد و رفت وصول کرنا۔ وغیرہ واقعات سے زیادہ اور کوئی خاص بات نہیں پائی جاتی تمام گورنروں کے حالات بیان کرنا کچھ طول اہل معلوم ہوتا ہے۔ اٹھارھویں

صدی کے شروع میں جو گورنر تھے۔ انمیں سے بعض کے حالات مناسب ہونگے
مثلاً حسن چاوش جو ۱۷۱۸ء میں برطرف ہوا اور سپاہیوں کا آغا۔ مصطفےٰ مقرر ہوا۔
اسکے زمانہ میں اہل ٹیونس نے سرحدی علاقہ کے باشندوں پر بیجا تشدد کیے۔ اسلئے
مصطفےٰ نے ٹیونس پر فوجکشی کرکے اسکو فتح کیا اور مراکو پر بھی جا چڑھائی کی ۱۷۰۶ء میں
عزّین خواجہ تخت نشین ہوا اسنے ایک سال کی حکومت میں اوران فتح کیا ۱۷۰۸ء میں
بختاش خواجہ مقرر ہوا اور جلوس کے تیسرے سال دربار میں قتل ہوا۔ پھر ایک نومسلم
یورپین ابراہیم دیلی مقرر ہوا مگر اسکے اطوار نہایت ناپسندیدہ تھے۔ تنگ چشم۔ ذلیل
دنی الطبع۔ رعایا میں بہت جلد بدنام ہوگیا اور ہیوقوف کہلانے لگا۔ صرف چند ماہ
حکومت کرنے پایا تھا کہ اہل شہر نے باغی ہوکر قتل کرڈالا اور اُسکی لاش منظر عام پر
لٹکادی۔ ۱۷۱۰ء میں علی نامی ایک شخص گورنر ہوا۔ یہ کسیقدر پولیٹکل آدمی تھا اسوقت
تک ملک میں جسقدر سازشیں۔ مفسدے۔ یا طوائف الملوکی ہوتی تھی اُسکی علت اولے
کسی نہ کسی طرح اسکے سوا اَور کچھ نہ تھی کہ الجزائر کے ترکوں اور یورپین نومسلموں میں
نہ بنتی تھی۔ اور اگر اتفاقاً ایک فریق کا آدمی سپہ سالار ہوتا اور دوسرے کا عامل تو سخت
طوفان برپا رہتا تھا۔ علی نے اِس اعلیٰ منصب پر جکر سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اپنے مقابل
گروہ کو ضعیف کیا اور آٹھ برس کی حکومت میں قریباً تین ہزار ترکوں کو بغاوت کے
جرم میں ماخوذ کرکے قتل کرڈالا۔

سپہ سالار اور گورنری کا تقابل

اِن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے الجزائر میں عامل اور سپہ سالار

الگ الگ منتخب ہونے لگے تھے تب سے حکمراں قوت کے گویا پر نچے اُڑ گئے تھے اور چونکہ سپہ سالار کا انتخاب اور تقرر جاں نثاری فوج میں سے اور جاں نثاریوں میں سے عمل میں آتا تھا اور اس فوج کی قوت اور اختیارات خاص قسطنطنیہ کی طرح الجزائر میں بھی نہایت وسیع تھے۔ اسلئے ملک میں سپہ سالار کا اثر روز بروز بڑھتا گیا۔

گورنری کی شکست

یہانتک کہ رفتہ رفتہ گورنری بھی اسی میں مدغم ہوگئی۔ ابتک پاشا لوٹ مار اور ڈاکہ زنی ضرور کرتے تھے مگر کپتانوں کے ذریعہ سے کرتے تھے جو رئیس کہلاتے تھے۔ اور اس قسم کے مشاغل کا علانیہ اعتراف نہ کرتے تھے۔ لیکن جاں نثاریوں کے منتخب کیے ہوئے گورنر نہ اپنی اصلیت چھپاتے تھے اور نہ اپنی بے اصول زندگی کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ محمد پاشا نے جو ۱۷۲۰ء میں الجزائر کا حاکم تھا ایک فرانسیسی قونصل کو کسی بات پر بگڑ کر جواب دیا کہ "میری ماں بھیڑوں کے پائے بیچا کرتی تھی اور باپ گائے کی جیب بیچا کرتا تھا۔ لیکن تمھارے جیسی لغو اور بیہودہ جنس بیچنے سے اُسکو بھی عار ہوتا"۔ اسیطرح ایک مرتبہ گورنر مذکور نے اسی قونصل سے اقرار کیا کہ "اہل الجزائر درحقیقت ٹھگوں اور لٹیروں کی ایک کمپنی ہے اور میں اُسکا سردار ہوں"۔

محمد پاشا

طرابلس

الجزائر اور ٹیونس کے علاوہ ٹریپولی یعنے طرابلس ایک اور چھوٹا سا مامن غارتگری تھا جسکی بحری قوت اگرچہ اتنی مضبوط نہ تھی مگر خطرناک اُتنی ہی تھی۔

مراکو

سلطنت مراکو ریاستہائے بربر میں شمار نہیں ہوسکتی۔ اسلئے ہم اُسکو اس

تین سو برس کے زمانہ کی تاریخ میں شامل نہیں کر سکتے ۔ پھر بھی سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی غارتگروں سے خالی نہ تھی ۔ الجزائر کے قزاقوں کے حملے تو آبنائے جبل الطارق کے اندر ہوتے تھے اور ان کے باہر ایک زمانہ میں شہر تیتوان جو تجارت کی بڑی منڈی تھی قزاقوں کے لئے نہایت مشہور تھا ۱۵۴۶ء میں فلپ ثانی شاہ اسپین نے حملہ کر کے اسکو تباہ کر ڈالا ۔ مراکو میں غارتگری کے تین بڑے مرکز تھے ۔ سیوطہ ۔ تنجیر یا طنجہ ۔ اور سیلی ۔ سیوطہ پر مختلف قوموں کا قبضہ رہا اول اسپین کا ۔ پھر اہل جنیوا کا ۔ پھر ۱۴۱۵ء میں پرتگال کا ۔ آخر ۱۵۷۰ء میں اسپین نے پھر فتح کر لیا اور آجتک اسی کے قبضہ میں چلا آتا ہے ۔ تنجیر جو چارلس ثانی کی بی بی کتھرائن ملکہ پرتگال کو جہیز میں ملا تھا اور عرصۂ دراز تک انگریزوں کے قبضہ میں رہا ۔

مراکو کے اجمالی حالات

بندرگاہ سیلی اگرچہ شروع میں کوئی مشہور مقام نہ تھا ۔ مگر اخیر زمانہ میں نہ صرف مشہور بلکہ ہر طرف بدنام ہو گیا تھا ۔ اسکے چاروں طرف سنگلاخ بلندیاں اور ریت کے بڑے بڑے تودے حلقہ باندھے ہوئے تھے ۔ یہاں تک کہ مغربی کنارہ پر ہلکے سے ہلکا جہاز بھی آسانی سے لنگر انداز نہو سکتا تھا ۔ علاوہ ازیں خاص خاص اوقات پر شمال مغربی سمت سے تیز آندھی چلتی تو سڑکیں بھی محفوظ نہ رہتی تھیں ۔ اسکا یہ نتیجہ تھا کہ سیلی کے غارتگروں کے پاس کبھی کوئی جنگی بیڑا نہیں رہا بلکہ نہایت چھوٹی چھوٹی کشتیاں رہتی تھیں اور انہیں سے وہ سمندر میں لوٹ مار کرتے تھے ۔ چنانچہ ۱۶۳۴ء تک یہاں ایک بھی پورا جہاز نہ تھا ۔ اور سو برس سے پہلے کے حالات پڑھنے سے

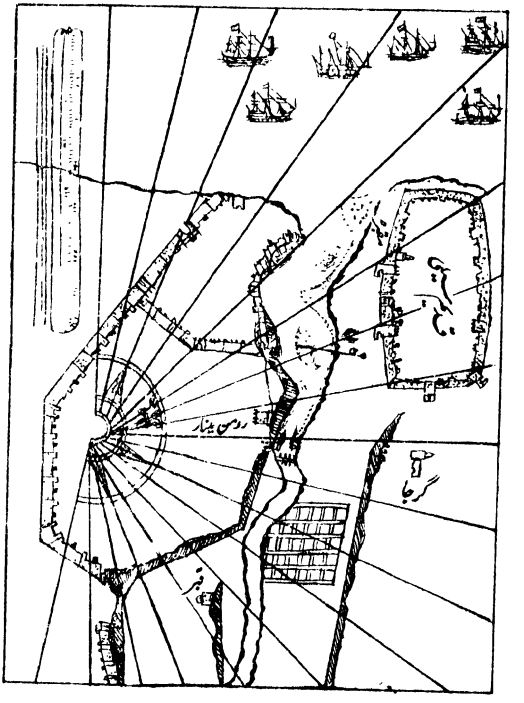


طرابلس الغرب

(سنة ١٦٤٧)

سیلی

شہر اور بندرگاہ



سنہ ۱۶۳۷ء

معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی ابتر حالت تھی۔ البتہ الجزائر و ٹیونس وغیرہ ہمسایہ ریاستوں کو دیکھکر اسنے بھی کروٹ لی اور صدی کے اخیر میں سخت بدنام ہوگئی۔ پھر بھی بڑے بڑے جنگی جہاز انکو کبھی نصیب نہیں ہوئے۔ چنانچہ ۱۷۷۳ء میں جب انھوں نے ایک دفعہ ریاست پرووینس کے چند تجارتی جہاز لوٹ لئے تو چیومیرا یکمن نامی کپتان نے صرف ایک بڑے جہاز سے انپر حملہ کیا اور انکے تین منجملہ پانچ جہاز غارت کر ڈالے۔ ۱۷۸۸ء میں مراکو اور اُسکے مضافات کی جنگی قوت چھ یا آٹھ جہاز دو دو سو ٹن وزنی تھے۔ اور اسلحہ میں سولہ توپیں تھیں جنمیں صرف چھ چھ پونڈ کا گولہ آتا تھا۔ انکے علاوہ چند گیلے جہاز بھی تھے۔

شروع میں سیلی کے لٹیروں نے باہم ملکر سلطان سے ایک معاہدہ کرلیا تھا جسکی رو سے غنیمت اور غلاموں کا دسواں حصہ خزانہ میں داخل کر دیتے تھے اور سلطان اسکے عوض میں اُنکی حتی الوسع حفاظت کرتا تھا۔ لیکن پھر گورنمنٹ کو ایسا چسکا پڑا کہ رفتہ رفتہ تمام لوٹ کے مال پر قبضہ کرنے لگی اور غارتگری کا چراغ ٹمٹمانے لگا۔ اخیر کو سلطان نے یورپ کی بڑی بڑی تاجر قوموں سے براہ راست معاہدے کرلئے جنکی رو سے گرانبہا تحائف اور نذرانوں کے بدلے غارتگری مسدود ہوگئی[1]

[1] ۱۸۱۶ء میں جو انگلستان نے کموڈور اسٹیوارٹ کے ذریعہ سے ایک سفارت مراکو کو بھیجی تھی اور جسکی رو سے ۲۹۶ انگریزی غلام آزاد ہوئے تھے۔ اور تجارتی جہازوں کی تلاشی لینے اور پکڑنے کی رسم مسدود ہوگئی تھی اس سفارت کے حالات جان ڈنڈس نامی ایک شخص نے "میکنز کا سفر" کے نام سے ۱۸۲۰ء میں شائع کئے۔ یہ کتاب قابل دید ہے۔ اسیطرح کپتان جان بریتھوٹ کی تاریخ سلطنت مراکو بڑی عمدہ کتاب ہے

ریاستہاے بربر کے اندرونی حالات نظرانداز کرکے دیکھیں تو یہ دو ڈیڑھ سو برس کا زمانہ یورپ کے لئے عذاب الیم کا دور تھا۔ ہرچند کہ لیپنٹو کی جنگ کے بعد اہل بربر میں وہ شجاعت نہ رہی تھی مگر بار بروسہ اور اسکے ابتدائی جانشینوں نے یورپ کے دل پر وہ سکہ جمایا تھا کہ مغربی دنیا کی کسی قوم۔ نہ تجارت پیشہ۔ اور نہ حکمراں کو یہ حوصلہ ہوا کہ باہم ملکر انکی بیخکنی کر ڈالتے۔ انھوں نے اپنی تجارت۔ اپنی حکومت۔ اپنی آزادی بلکہ عزت کو ان لٹیروں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ حالانکہ اگر تمام بربری جہازات اکٹھا ہوکر آتے تو یورپ کے ایک پورے اور باقاعدہ جنگی بیڑے کا مقابلہ نہ کرسکتے۔ یورپ ضعیف نتھا۔ نہ بزدل تھا۔ مگر کچھ شک نہیں کہ چالباز ضرور تھا۔ اور ہمیشہ خانہ جنگیوں میں اپنی قوت صرف کرتا رہتا تھا یہ چالبازی ہی تھی کہ فرانس نے گر پڑکر الجزائر کو دوست بنایا تاکہ اسپین نیچا دیکھے اور بحری قوت میں ضعیف ہوجائے لوئیس شاہ فرانس کہا کرتا تھا کہ اگر الجزائر نہوتا تو اسپین کو زک دینے کے لئے مجھے کوئی اور الجزائر بنانا پڑتا۔ یہ چالبازی ہی تھی کہ سولھویں صدی میں ڈنمارک نے خود آگے بڑھکر الجزائر سے دوستی کی تاکہ یورپ کی چھوٹی چھوٹی تجارت پیشہ ریاستیں مثلاً وینس وجنیوا وغیرہ پامال ہوجائیں۔ انگلستان بھی چالبازی کے خیال سے خالی نتھا۔ اور عرصۂ دراز تک بربر کی ریاستوں کو سالانہ خراج دیتا رہا تاکہ اسکا غارتگرانہ گوشۂ چشم انگلستان کے دشمنوں کی طرف پھرا رہے۔ اگر خانہ جنگی دیکھنا ہو تو انگلستان کی تاریخ میں اس زمانہ کے حالات پڑھو۔ اسوقت تمام برطانیہ میں بادشاہ اور رعایا کی باہمی لڑائیوں سے ایک طوفان برپا تھا۔ دلندیزوں میں بھی یہی پھوٹ پڑرہی تھی

اور فرانس کے انقلابِ عظیم کے اسباب بھی اسی زمانہ سے مہیّا ہونا شروع ہو گئے تھے

صرف پچاس ساٹھ برس سے یورپ نے ریاستہائے بربر کو نذرانہ دینا بند کیا ہے ابھی تک یورپ میں ایسے آدمی موجود ہیں جنکو اچھی طرح یاد ہے کہ یورپین قونصل فرمانروایان بربر کی نظروں میں کسقدر ذلیل ہوتے تھے اور گورنر کے دربار میں گھٹنوں کے بل چلکر ایک نیچی جگہہ بیٹھا کرتے تھے[1] شاید ۱۷۴۰ء میں ایک فرانسیسی قونصل دربار ٹیونس میں حاضر ہوا تو اُسکو گورنر کا ہاتھ چومنے کا اشارہ ہوا۔ اُسنے انکار کیا مگر پھر موت کے خوف سے ہاتھ چُومنا پڑا۔ اسیطرح ۱۷۶۲ء میں انگریزی قونصل کو یہی واقعہ پیش آیا۔ کسی یورپین سلطنت کی یہ مجال نہ تھی کہ خلاف ورزی کرے۔ آسٹریا نے ۱۷۸۴ء میں کچھ حجت کی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بحر روم میں اسکے جہازوں کے لئے قفل پڑ گیا۔ آخر طوعاً کرہاً اسنے سالانہ خراج دینا منظور کیا۔ ولندیز اسقدر ذلیل ہوئے کہ ٹیونس میں جو انکی رزیڈنسی کی کوٹھی تھی اُسپر ملکی جھنڈا لگانے کے لئے اُنکے ایک قونصل نے گورنر سے باضابطہ اجازت مانگی اور گورنر نے اس حق کے معاوضہ میں پندرہ ہزار سیکوئن (آدھا پونڈ یا سات روپیہ کا ہوتا ہے) لئے۔ اہل وینس ہر چند کہ آئے دن برسرِ مقابلہ رہتے تھے مگر سالانہ خراج ادا کئے بدون بحر روم سے صحیح و سلامت نہ گذر سکتے تھے حتّٰی کہ اسپین جسکو جلاوطن اُندلسیوں کی وجہ سے بربر کے ساتھ قلبی عداوت تھی وہ بھی آخر کار سالانہ خراج ادا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا اور

[1] دیکھو تاریخ براڈلے صفحہ ۱۵۔

ایک لاکھ پیاسٹر پیشکش کرتا تھا۔ اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ ۱۷۹۹ء میں امریکا کی ریاستوں نے ایک عہدنامہ کے ذریعہ سے دوستی خریدی اور بڑی سخت قیمت دی۔ یعنی پچاس ہزار ڈالر ایک۔ آٹھ ہزار ایک۔ اٹھائیس توپیں۔ دس ہزار گولے۔ بارود جہاز کے رسّے۔ جواہرات۔ اتنا خراج سالانہ دیتی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ ہالینڈ۔ سویڈن ڈنمارک۔ اسپین۔ امریکا میں سے کوئی ریاست نہ تھی جسکی پیشانی پر الجزائر نے قشقۂ اطاعت نہ کھینچا ہو۔ ہرچند کہ الجزائر کا بیڑا ۱۸۱۹ء میں ۲۵ جہازوں سے زیادہ کا نہ تھا۔ مگر ڈنمارک نے ۱۸۲۲ء میں ایک جدید معاہدہ کے بموجب حسب ذیل خراج دینا منظور کیا۔ پانچہزار ڈالر نقد۔ دس توپیں ہر ایک ۲۴ پونڈ وزنی گولہ کی۔ پچیس بڑے مسطول۔ پانچ لنگر کی زنجیریں۔ ۵۰۰ پیپے بارود کے۔ پچیس سو بڑے گولے۔ پچاس پیپے بندوق کی بارود کے۔ اور کچھ تلواریں اور بندوقیں۔ اگر اسپر بھی کبھی الجزائر کا گورنر بگڑ جاتا تو ڈنمارک کو خراج کے بڑھانے میں تامّل نہوتا۔ اہل ونیس حمودہ پاشا گورنر الجزائر کو چالیس ہزار سیکوئن اور گرانبہا تحائف سالانہ ادا کرتے تھے۔

یورپین سلطنتوں کے قونصل بھی یہاں آکر بہت ذلیل رہتے تھے۔ اسکی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ دول یورپ ان عہدہ داروں کے انتخاب میں وجاہت اور قابلیت وغیرہ کا لحاظ نکرتی تھیں۔ اور کچھ اہل بربر کا برتاؤ بھی اچھا نہ تھا۔

لہ دیکھو لین پول صفحہ ۲۵۷ تا صفحہ ۲۵۹

بعض قونصل نالائق ہوتے تھے - بعض انتہا درجہ کے شرابخوار، کوئی چالباز، اور تمام تجارت پیشہ - جو اس عُہدہ کی مصلحتوں کے خلاف تھا - اگر سفلہ مزاج اور حد سے زیادہ اطاعت گزین ہوتے تو اپنے حقوق کی حفاظت نہ کر سکتے - اور اگر دلیر اور آزادمنش ہوتے اور گورنر کے احکام کی تعمیل کرنے میں تامل کرتے تو اپنی ہی گورنمنٹ کے معتوب ہوتے - اسکے علاوہ اِن بیچاروں کو اَور بہت دقتیں تھیں مثلاً انگریزی قونصل سیکنوں ہزاروں انگریزی قیدیوں کو اپنی ضمانت پر رہا کراتے مگر برٹش گورنمنٹ سے فدیہ میں کوڑی وصول نہوتی - اگر سمندر سے ذرا سی مخالفت کی خبر آتی تو اہل الجزائر قونصل کے بنگلہ کو آکر گھیر لیتے اور اکثر اُسکو اور ساتھ میں اسکے ہموطن اور ہم مذہب باشندوں کو قید خانہ میں ڈالدیتے - اُنکے گھر لُوٹ لیتے جب کوئی ایک قونصل مقرر ہوکر آتا تو لازم تھا کہ تمام فوجی اور ملکی افسروں کو جُدا جُدا قیمتی تحفے دے - اور چونکہ اہلِ بربر ایک شخص کو اس خوف سے کہ مبادا اسکا اثر و اقتدار حد سے بڑھجائے بہت دنوں تک اس منصب پر نہیں رہنے دیتے تھے

دول یورپ کا ہر نیا انداز اطاعت قدرتی طور پر عاملان الجزائر کے حوصلے بڑھاتا تھا - الجزائر کے کسی قونصل کے پاس مالٹا کا ایک باورچی تھا - مالٹا والوں سے اہل الجزائر سخت نفرت کرتے تھے اور چڑتے تھے - گورنر نے اسپر اعتراض کیا - اور باورچی کو جبراً قونصل کی کوٹھی سے پکڑوا کر قید کردیا - اسیطرح ۱۸۰۳ء میں مسٹر فالکن نامی ایک قونصل ایک جرم میں ماخوذ ہوئے اور اُنکی گورنمنٹ سے استخراج

مالٹا کے باورچی کا حشر

گئے بدون قید خانہ میں بھیجدیے گئے۔ ۱۶۱۸ء میں ولندیزوں (اہل ہالینڈ)
کی طرف سے سالانہ خراج میں دیر ہوئی۔ اور اسکی پاداش میں اُنکے قونصل کو
محبس کی سیر کرنا پڑی۔ اسپر تمام یورپین قونصل متفق ہوکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور
اُسکو جبراً قید سے رہا کرنا چاہا۔ اور گو یہ مقصد بالآخر گورنر کی رضامندی سے حاصل
ہوگیا۔ مگر قونصل مذکور کی قید کے صدمہ سے اُسکی بی بی مرگئی۔ یہی حشر ایک
فرانسیسی قونصل کا ہوا۔

ولندیزوں کے قونصل کی گرفتاری

جسطرح بربر کی حدود میں غیر ملک والوں پر دست تظلم دراز ہوتا تھا۔ اسیطرح
حدود سے باہر سمندر میں لُوٹ مار کرنے میں بھی کوتاہی نہ کیجاتی تھی۔ سیکنوں مسافر
اور تجار آئے دن گرفتار ہوتے رہتے تھے۔ لیکن جہانتک اُس زمانہ کے سفرناموں سے
یا تاجرانہ تعلقات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُنکے مطالعہ سے۔ یا اور اس سے
بھی بڑھکر دول یورپ اور اہل بربر کے باہمی تجارتی عہدناموں کے دیکھنے سے
نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ نہیں کہ ان دست درازیوں میں ہمیشہ انہی کی طرف سے ابتدا
ہوتی تھی بلکہ بسا اوقات یورپ والے آپ اپنی غلطی سے لُٹتے تھے اور گرفتار
ہوتے تھے۔ مثلاً فرض کرو کہ یورپ کی کسی بحری قوت مثلاً اسپین یا مالٹا سے یا
کسی تجار ریاست مثلاً وینس وجنیوا سے الجزائر کی لڑائی چھڑ رہی ہے اور ایک
فرانسیسی اُنکے کسی جہاز پر نوکر ہے۔ جب یہ جہاز الجزائر والوں کے ہاتھ آئیگا تو وہ
فرانسیسی بھی گرفتار ہوگا۔ اور اُسپر بھی وہی تشدد کیا جائیگا جو ایک دشمن پر کرنا لازم ہے

سمندر میں لُوٹ مار

لُوٹ مار کا سبب

اکثر جہاز جھنڈے بدلکر بحیرۂ روم سے گذرتے تھے۔ یا اگر اُس ملک کے ہوتے جو الجزائر سے برسرِ جنگ ہوتا تو اُن ملکوں سے پاس (پروانۂ راہداری) خرید کر بحیرۂ روم کا قصد کرتے جو الجزائر کے دوست ہوتے۔ دونوں صورتوں میں جب وہ گرفتار ہوجاتے تو اُنکی بُری گت بنتی اہلِ بربر اور خاصکر الجزائر والے دوست بنانے میں کچھ ایسے فراخدل نہ تھے اور اُنکا عذر بھی معقول تھا۔ یہ کہ۔ اگر تمام ملکوں اور قوموں سے دوستی کرلیجائے تو اسکے دوسرے معنے یہ ہونگے کہ گویا قزاقی سے دستکش ہوگئے چنانچہ ایک دفعہ گورنر الجزائر نے شاہ سویڈن سے بیشبہا نذرانہ لیکر معاہدہ کرلیا کہ سویڈن کے تمام جہاز بحرِ روم سے صحیح سلامت گذر جایا کرینگے۔ اسپر الجزائر کے تمام ملاح اور جہازراں جو قزاق پیشہ تھے متفق ہوکر محلسرا پر چڑھ آئے اور اُسکو لوٹنے کی دھمکی دی اور یہ حجت کی کہ اگر یوں ہی دوست بڑھتے رہے تو یورپ کے قزاقوں پر ہمارا کچھ بھی رعب نہ رہیگا۔ ہمارے جہاز بھی لُٹ جایا کرینگے اور بسا اوقات کے ذرائع بھی مسدود ہوجائینگے۔ آخر کار دیوان عام میں ایک کمیٹی ہوئی جسمیں بڑے بڑے مُلکی اور فوجی افسروں نے اس بات پر بحث کی کہ کس قوم سے دوستی رکھی جائے اور کس سے مخالفت[1] نتیجہ یہ ہوا کہ دول یورپ میں صرف اُن ایک دو سلطنتوں سے دوستانہ تعلقات قایم رکھنا قرار پایا جو باب عالی کے صلحا میں تھیں اِن کے علاوہ اور یورپین جہاز تاجرانہ مقاصد کے لئے جب کبھی بحرِ روم کا قصد

[1] تاریخ مارگن۔ مقدمہ باب ۵ و ۶۔

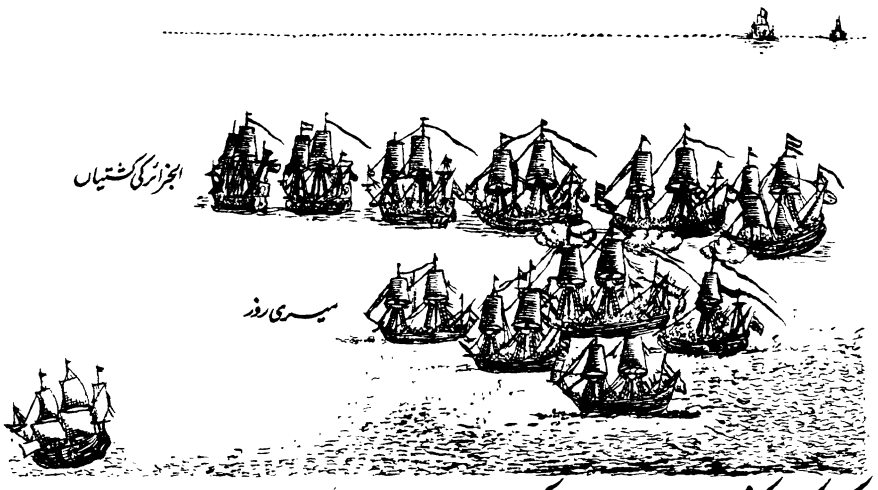
کرتے تو اپنے جہازوں پر انہی کے جھنڈے لگا کر اور انہی سے پروانۂ راہداری خرید کر چلتے[1]۔ پس اگر اہل الجزائر پر یہ فریب کھلجاتا اور وہ ان دوستدار دشمنوں کو لوٹ کر اور گرفتار کر کے تشدد کرتے تو کچھ ایسا نازیبا اور خلاف محل نہ تھا۔ الجزائر والے کہا کرتے تھے کہ "فلینڈرز کے جہازراں تو بیشک بہت خوش معاملہ اور راستباز ہیں۔ ہمسے جھوٹ نہیں بولتے۔ مگر فرانسیسی اور ہالینڈ والے بڑے پاجی اور مکار ہیں۔ اپنے پاس (پروانۂ راہداری) اُن قوموں کے ہاتھ بیچدیتے ہیں جب سے انسے دوستی ہوئی ہے تب سے سویڈن۔ ڈنمارک۔ یا ہمبرگ کے جہازہی سمندر سے اُڑ گئے ہیں۔ سب کے پاس ہالینڈ کے پاس ہوتے ہیں۔ اور جھنڈوں کا رنگ بھی اُن ہی کا سا ہوتا ہے جس سے ہم دھوکے میں آجاتے ہیں اور شکار ہاتھ سے نکلجاتا ہے"

یوں تو مسیحی دنیا کی تمام سلطنتیں فرداً فرداً اور مجموعتاً دل سے آرزومند تھیں اور کوشش بھی کرتی تھیں کہ کسی طرح اہل بربر کے قشقۂ اطاعت کو پیشانی سے دھوڈالیں اور کبھی کبھی عملی ثبوت بھی دیتی تھیں۔ مگر تین قوتوں نے جان توڑ کر کوشش کی۔ یعنے امریکا۔ انگلستان۔ اور فرانس۔ پہلے دو ملکوں کے حملوں سے اہل بربر کی قوت مضمحل ہوئی۔ اور تیسرے کے حملہ سے منتشر ہو کر بالآخر اُسی میں مُدغَم ہوگئی۔

امریکا امداد ستانے بربر

شروع میں امریکا نے دول یورپ کے ساتھ بربر کو خراج دینا مرض لاعلاج سمجھکر قبول کر لیا تھا۔ لیکن ۱۸۱۵ء کے بعد انگلستان کے بندِ غلامی سے آزاد ہو کر ترقی

[1] لین پول صفحہ ۲۷۰ و ۲۷۱



الجزائر کی ترکتاز کشتیوں اور یورپ کے میری روز بیڑے کا مقابلہ (۱۶۷۰ء) عیسوی۔

شروع کی اور تجارت میں بھی علم یکتائی بلند کیا تو الجزائر کے گورنر نے اسکو ایک نیا شکار سمجھکر دوست بنالیا تھا چنانچہ الجزائر کے ارادتمندوں میں امریکا سب سے زیادہ عزیز و مبارک تھا۔ اسلئے کہ جہاز رانی اور جہاز سازی میں انکو جسقدر ملکہ تھا اُسیقدر بحری حرب کے سامان سے عدم توجہی تھی۔ اور گورنران الجزائر انسے سخت شرائط پر دوستی کیا کرتے تھے۔ اور ۱۰ لاکھ ڈالر نقد اور کچھ سامان سالانہ لیتے تھے۔ اخیر پر ایک مرتبہ اہل امریکا میں جوش پھیلا۔ کیونکہ الجزائر میں دوستی کے باوجود امریکن غلاموں کی تعداد بہت زیادہ بڑھگئی تھی تو گورنر نے شرطیں فوراً ڈھیلی کردیں اور اس ترکیب سے اہل امریکا کو موقع نہ دیا کہ جنگی بیڑے کی ضرورت کو زیادہ محسوس کریں۔ اُدھر امریکا والوں نے بھی اسکو غنیمت سمجھا اور ایک بڑی رقم بطور پینشن سالانہ ادا کرنے کی شرط پر گورنر سے صلح کرلی۔ یہ دیکھکر بربر کی اور ریاستوں نے بھی سر اُٹھایا سب سے اول یوسف پاشا گورنر طرابلس نے بڑے زور سے دھمکی دی کہ اگر امریکا کی متحدہ ریاستیں انگلستان۔ فرانس۔ اور اسپین کی طرح گرانبہا تحائف و خراج ادا نہ کرینگی تو اُنکے جہازات اسقدر بیرحمی سے لوٹ لیے جائینگے کہ دولتمند و نامی تاجروں تک کا دیوالہ نکلجائیگا۔ یوسف نے مراسلہ میں یہ شکوہ بھی کیا کہ جب ٹیونس اور الجزائر جیسی ہمسر و ہمسایہ ریاستوں کو بیدریغ پینشن دیے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس سے محروم رہیں۔ کم از کم ایک تجارتی جہاز تو بطور نذرانہ ملنا چاہئے۔ امریکا کے پریسیڈنٹ نے اسکے جواب میں مہذب طریقہ سے اطمینان دلایا اور خشک وعدے کئے

الجزائر

اسپر گورنر نے پھر لکھا کہ آپ اپنے قول کو فعل سے ثابت کریں اور اس چاپلوسی کو چھوڑ کر چھ مہینے کے اندر وعدہ کو پورا کریں ورنہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ جو مناسب و مفید سمجھے کرے[1]

نپولین کا طریق عمل

اسیطرح گورنر ٹیونس نے بھی مطالبہ کیا اور مراسلہ میں لکھا کہ جب ڈنمارک۔ اسپین۔ سسلی۔ اور سویڈن نے پیشکش دینا بطیب خاطر گوارا کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ امریکا ساکت ہے۔ اہل مراکو ہر چند کہ بہت ہی کم آزار تھے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن وہ بھی اس خوانِ یغما میں شریک ہونے سے نہ چوکے۔

اہلِ مراکو

الجزائر

اُدھر سے الجزائر نے پھر سر اُٹھایا اور بقایا رقم خراج کا تقاضا کیا۔ سب سے زیادہ ڈانٹ یوسف پاشا نے دی تھی اسلئے افتتاح بھی اُسی کی طرف سے ہوئی چنانچہ جب چھ ماہ بلا جواب گذر گئے تو اُسنے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور امریکن قونصل کی کوٹھی سے جھنڈا اُکھاڑ کر پھینکدیا اور ۱۴ مئی سنہ ۱۸۱۴ء کو اشتہار جنگ دیدیا۔

اِدھر اہلِ امریکا نے بھی قومیت کا نیا نیا سبق پڑھا تھا۔ اُنکے دل جوانی کی اُمنگوں سے لبریز تھے اور حق یہ ہے کہ وہ بیچارے برسوں خراج کی سختیاں سہتے سہتے اُکتا بھی گئے تھے۔ پہلے سے تو انگلستان کے ساتھ خونریز لڑائیاں لڑنے سے اُنھیں فرصت نہ تھی۔ مگر اب کہ وہ اپنے انگریزی بھائیوں کی کمندِ عنایت سے آزاد تھے اور ایک مختصر سا بیڑا جہازات معہ سامانِ حرب بھی تیار ہو گیا تھا۔ اُنھوں نے طرابلس کے اشتہار جنگ کے جواب میں صاف صاف لکھ بھیجا کہ "قومی عزت اور قدرتی حق کی حمایت میں

[1] لین پول صفحہ ۲۷۰۔

لاکھوں کروڑوں پھینکدینگے لیکن نذرانے کے نام کا ایک حبّہ نہ دینگے" باایں ہمہ امریکانے کوئی نمایاں کوشش نہیں کی۔ بلکہ تین حملوں میں سے دو مرتبہ تو سخت ناکامی ہی ہوئی۔ تیسری مرتبہ ۱۸۰۳ء میں بسرکردگی کمودور پریبل کسیقدر کامیابی ہوئی جسکی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے۔

طرابلس پر ابلغار

کمودور کا منشاء تو یہی تھا کہ طرابلس پر چڑھائی کرکے قزاقوں کو ایسا سبق دے کہ وہ آیندہ غارتگری سے باز آجائیں اور اِسطرح مغربی دنیا کو جو بوجہ پالیسی یا بزدلی کے ذلتوں پر ذلتیں اُٹھائے چلی جاتی تھی "عذاب الیم" سے ایک حدتک نجات ملے مگر آبنائے جبل الطارق میں لنگرانداز ہوکر امریکن البحر کا خیال غالباً تھوڑی سی دیر کے لئے بدلگیا۔ قرنِ وسطی کے بحیرۂ روم کی آب وہوا ہی کچھ اس قسم کی ولولہ انگیز تھی کہ بڑی آزادمنش مہذب۔ اور حق شناس قوموں کو بھی لوٹ مار کی طرف مائل کردیتی تھی۔

۳۶ توپوں کا فلاڈلفیا نامی ایک کوہ پیکر جنگی جہاز جو ساحل اسپین کی طرف بظاہر اس مقصد کے لئے بھیجا گیا تھا کہ اگر کوئی طرابلس کی غارتگر کشتی ملے تو اُسکو پکڑ لائے مگر حقیقت میں اس سے یہ منشا تھا کہ کوئی شکار ہاتھ لگجائے۔ یہ جہاز مراکو کے مشبہ نامی ایک جہاز کو گرفتار کرکے لایا۔ مشبہ کے ساتھ سیر یا نامی ایک اور جہاز جو بوسٹن کے ایک دولتمند تاجر کا تھا اور مشبہ والوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا تھا۔ وہ بھی پکڑا آیا مشبہ کے کپتان ابراہیم رئیس سے جواب طلب کیا گیا تو اُس سے معلوم ہوا کہ مشبہ دراصل تنجیر کا جہاز تھا۔ اسپر کمودور نے تنجیر پر حملہ کیا۔ اور گورنر کو ہر طرف سے گھیر کر مجبور کیا

کہ ۱۸۰۵ء کے عہد نامہ کی پابندی کرے۔ جسکی رو سے امریکن جہازوں پر دست درازی ممنوع تھی۔ اس حجت کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ کمودور نے دونوں جہاز بھی اپنے بیڑے میں داخل کر لیے۔ اور اکتوبر (۱۸۰۵ء) میں چند جہاز بسرکردگی کپتان ہیمبرج طرابلس پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ ہمنے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ مغربی بحر روم کی خاصیت اور سواحل بربر کے نشیب و فراز سے اجنبی جہازراں کبھی واقف نہ ہو سکتے تھے۔ طرابلس والوں کو جب اس چڑھائی کی خبر ہوئی تو اُنھوں نے دھوکا دینے کی غرض سے ایک چھوٹا سا جہاز امریکن امیرالبحر کی حد نظر میں مشرق کی جانب ایسے مقام پر بھیجدیا جہاں عُمق کم تھا۔ امریکا والے اس جہاز کو دوسرا شبہ سمجھکر خوشی خوشی فلاڈلفیا سمیت اُسطرف بڑھے۔ اِدھر طرابلس کے جہاز نے فلاڈلفیا کو قریب تر ہونے کا موقع دیکر ایک بیک حرکت کی اور نہایت تیزی سے طرابلس کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ فلاڈلفیا نے آتشباری شروع کردی اور تعاقب بھی کرتا رہا یہاں تک کہ شہر طرابلس سامنے دکھلائی دینے لگا۔ ساتھ ہی عُمق کم ہونا شروع ہوا۔ ساحل طرابلس کے قریب سمندر میں اکثر پہاڑیاں ہیں انمیں سے ایک میں فلاڈلفیا ٹکرا کر رہ گیا۔ اسکے ٹکراتے ہی طرابلس سے آتشبار کشتیاں فی الفور موقع پر پہنچگئیں۔ اُنھوں نے فلاڈلفیا پر کچھ دیر آگ برساکر اُسکو گرفتار کر لیا جب کپتان ہیمبرج نے بجز اسکے چارہ نہ دیکھا کہ خود ملازموں سمیت خط غلامی لکھدے اور جہاز کو دشمن کے حوالہ کردے تو اُسنے یہ چالاکی کی کہ جہاز سپرد کرنے کے قبل تمام سامان جنگ اور آذوقہ پانی میں پھینکدیا اور فلاڈلفیا میں جا بجا

سوراخ کردیے جس سے جہاز مذکور کچھ عرصہ میں وہیں غرقاب ہوگیا۔ لیکن اہل طرابلس نے جنکو جہازرانی میں اہل امریکا سے زیادہ مشق تھی جہاز کو صرف ایک ہفتہ کی کشش وکوشش میں پانی سے نکالکر اور آراستہ کرکے سطح سمندر پر جما دیا۔ فلاڈولفیا کے ہاتھ سے نکلجانے کا پرنیل کو بڑا صدمہ ہوا اسلئے کہ یہ اکیلا کل بیڑے کی دو تہائی قوت تھا۔ پھر بھی اسنے ہمت نہیں ہاری اور ۳۔ فروری ۱۸۰۴ء کو فلاڈولفیا کی جگہ تین اور جہاز شامل کرکے پھر طرابلس کی طرف بھیجے۔ انمیں ایک تو انٹرپیڈ نامی جہاز تھا جو تھا تو اصل میں فرانسیسی۔ مگر مصر کے قریب انگریزی قزاقوں نے گرفتار کرلیا تھا اور سالانہ خراج میں طرابلس والوں کو دیدیا تھا۔ اور اب امریکا کے کپتان ڈیکیٹر نے بحر روم سے پکڑکر اپنے بیڑے میں شامل کرلیا تھا۔ اسکے علاوہ ایک سائرین نامی اور چند اور جہاز تھے۔

امریکن بیڑا چھٹے روز طرابلس کے حوالی میں پہنچا۔ شہر سامنے دکھلائی دیتا تھا مگر طوفان کی شدت اور ہوا سامنے کی تھی اسلئے خلیج میں داخل نہوسکا۔ رات کو اور زیادہ تیز ہوا چلی یہانتک کہ امریکن بیڑا سنبھلتے سنبھلتے مشرق کو ہولیا اور خلیج سدرہ میں جا پڑا۔ بالآخر ۱۶۔ تاریخ کی سہ پہر کو کشاں کشاں پھر طرابلس کی حوالی میں داخل ہوئے ہوا ہلکی۔ موسم خوشگوار۔ آسمان کا چہرہ بالکل صاف۔ اور سمندر کی سطح تلاطم امواج سے خالی تھی۔ اسلئے ڈیکیٹر نے قصد کیا کہ رات کو چھاپا مارے۔ حسب قرارداد جہاز سائرین کو دن بھر حد نظر سے باہر رکھا اور اسکی وضع قطع کو حتی الوسع بدلدیا تاکہ طرابلس والوں میں سے

کوئی پہچان نہ لے۔ ہوا ہلکی ہونے کے سبب جہاز مذکور دُور سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا رات ہونے سے پہلے بندرگاہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اہالی جہاز تمام نیچے کے درجہ میں آ گئے۔ عرشہ پر صرف ایک دو آدمی اور اسیطرح ڈک (تختہ) پر چند سپاہی مالٹا والوں کا سا لباس پہنکر کھڑے ہو گئے۔ بندرگاہ طرابلس کے قریب پہنچکر ڈیکیٹر کو دُور سے فلاڈلفیا دکھائی دیا جسکے مسطول پر ہلالی پرچم ہوا میں لہرا رہا تھا۔ یہ قلعہ کی توپوں کی زد کے اندر لنگر انداز تھا اور آس پاس تین کشتی نما جہاز اور قریبًا بیس آٹھ بار کشتیاں لنگر انداز تھیں۔

ادھر دمبدم اندھیرا ہوتا جاتا ہے اور اُدھر انٹریپڈ خشکی کے قریب آتا جاتا ہے بندرگاہ پر پہنچکر مغربی راستہ میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح تیز و تند موجیں محسوس ہوئیں۔ اسلئے شمالی راستہ سے داخل ہونا مصلحت سمجھا گیا جو سنگلاخ بلندیوں اور بالوریت کے ٹیلوں کے درمیان پیچ و خم کھاتا ہوا شہر کی طرف بڑھتا ہے۔ اب رات کے دس بجے ہیں اور امریکن جہاز جیسے جیسے مشرق کی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے تھپیڑ کھا کھا کر سطح آب پر ڈگمگاتا ہوا بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے اہالی جہاز کے دل امید و بیم سے اُٹھتے بیٹھتے جاتے ہیں۔ رات نہایت خوشنما۔ چاند کی نورانی چادر سمندر کی بلوریں سطح پر بچھی ہے۔ سامنے ایک طرف قلعہ کے فصیل و بروج سے اور دوسری طرف شہر کے بلند مکانوں سے صدہا چراغ ٹمٹما ٹمٹما کر اپنی شعاعیں سمندر کے انتہاء عُمق تک ڈال رہے ہیں۔ اِدھر ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے انٹریپڈ کو لوریاں دیدیکر

سنگلاخ ٹیلوں کے بیچ سے اندر کی جانب آہستہ آہستہ اور بیخبر داخل کر رہے ہیں
ہر طرف خاموشی کا عالم طاری ہے۔ صرف کبھی کبھی پال کے ڈنڈے گرانبار ہوکر
بول اُٹھتے ہیں یا لوہے کی کیلیں بوجھ کی شکایت کر بیٹھتی ہیں۔ یا جہاز کے مستک
پر پانی کی چھوٹی چھوٹی لہریں دمبدم تھپیڑ دیتی ہیں یا جہاز کے سینہ کے نیچے کی چرخیاں
پانی کے زور سے گھوم گھوم کر ایک قسم کی سُریلی آواز پیدا کرتی ہیں۔ اسکے سوا ہر طرف
سناٹا ہے۔ سامنے فلاڈلفیا کے ڈک پر چند آدمی کھڑے ہیں۔ پیچھے قلعہ کی سفید
دیوار کا سلسلہ کھنچا دکھلائی دیتا ہے۔ اور اُور پیچھے ہٹکر اُفق پر آسمان کی نیلگوں دیوار
بلند ہے جسکو اس خوشنما تصویر کا پشتہ کہنا چاہئے۔ جہاز انٹرپیڈ پوری تیز قدمی سے مگر
نامعلوم فلاڈلفیا پر قبضہ کرنے کے لئے برابر بڑھتا آتا ہے۔ چونکہ اسکا مسطول طرابلس
کی وضع پر آراستہ کیا گیا ہے۔ اور ناخدا بھی مسلمی کا رہنے والا اور طرابلس کے انداز
ناخدائی سے واقف ہے۔ اسلئے کسی کو شُبہ نہیں ہوتا۔ امریکا والوں کا منشاء تھا کہ
اسیطرح رفتہ رفتہ اور بے معلوم بڑھکر فلاڈلفیا پر قبضہ کرکے اہلِ طرابلس کا قلع قمع کر ڈالیں
مگر جیسے ہی اُسکے قریب پہنچے فوراً خبر ہوگئی اور اسکے ساتھ "امریکا والے! امریکا والے!"
کا شور بلند ہوا۔ الارم دینا تھا کہ سامنے قلعہ میں فالن ہوگیا۔ توپچی فلیتے لیکر توپوں
کی طرف بڑھے۔ رات کی خاموشی کا سلسلہ یک بیک منقطع ہوگیا۔ بم کے گولوں کے
چلنے اور پھٹنے سے تمام شہر اور مجلسرا میں کھلبلی مچگئی۔ امریکا والوں نے بڑی جرأت
اور اولوالعزمی سے دشمن کی آتشباری کا مقابلہ کیا اور فلاڈلفیا کے قریب کے دونوں

جہازوں کو آگے بڑھکر تھام لیا۔ اور تمام اہلِ جہاز کو تہ تیغ کر ڈالا اور پھر فلاڈلفیا کو لیکر پلٹ آئے۔

ادھر ۲۵ جولائی تک کموڈور پربل بیس جنگی جہازوں کا ایک زور مند بیڑا لیکر طرابلس کے حوالی میں آموجود ہوا اور شہر کو گھیر کر پیامِ صلح کا انتظار کرنے لگا۔ بڑی قیل و قال کے بعد بالآخر ۳۔ اگست کو اہلِ طرابلس نے صاف جواب دیدیا۔ اور لڑائی چھڑ گئی۔ ۳۔ ستمبر تک محاصرین نے پانچ بڑے حملے کئے جنمیں کموڈور اور اُسکے رفیقوں نے بڑھ بڑھکر دادِ مردانگی دی۔ مگر محصورین کا اس سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔ صرف قلعبندی کو کسیقدر صدمہ پہنچا۔ محاصرہ ۱۸۰۵ء تک برابر جاری رہا اور جب طرابلس کا بال تک بیکا نہوا تو اہلِ امریکا نے اسکو ناقابلِ تسخیر سمجھکر چھوڑ دیا۔ اور ویرنا نامی ایک چھوٹے سے قصبہ پر حملہ کیا۔ اہلِ طرابلس کی ناعاقبت اندیشی اور سوءِ تدبیری سے یہاں کوئی جنگی سامانِ حفاظت نتھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امریکا والے خشکی اور تری دونوں طرف سے چڑھ گئے۔ اہلِ قصبہ نے بھی فوجی قوت کے ساتھ فولادی دیوار بنکر مقابلہ کیا مگر دشمن کی آتشباری کے سامنے کچھ نہ کرسکے اور مغلوب ہوگئے ویرنا پر قبضہ ہونے سے طرابلس میں گویا خنہ پڑ گیا۔ اخیر بر گورنر کو اس شرط پر صلح کرنا پڑی کہ آیندہ سے امریکا کے جہازات بحر روم سے چنگی دیے بدون گذر جایا کرینگے۔ اہلِ امریکا نے بربری غلاموں کو اور اہلِ طرابلس نے امریکن غلاموں کو ایک ایک کرکے آزاد کردیا۔ اور کموڈور نے بیڑے سمیت معاودت کی۔

معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ امریکا کو اس نمایاں کامیابی اور مفید عہد نامہ پر زیادہ ناز کرنا نصیب نہوا۔ چنانچہ اگلے ہی برس طرابلس نے پھر خراج طلب کیا اور امریکا نے طوعاً نہیں تو کرہاً ادا کیا۔ ایک انگریزی مؤرخ اسکی تعداد ۶۰ ہزار ڈالر لکھتا ہے[1] چونکہ اسی زمانہ میں انگلستان اور امریکا کی مشہور لڑائی ختم ہی ہوئی تھی اور ابھی تک صلح متشکل بھی نہیں ہوئی تھی اسلئے امریکا والوں نے فی الحال اسطرف زیادہ توجہ نکی۔ مگر ۱۸۱۵ء میں عہد نامہ گینٹ کی تحریر و تکمیل کے بعد جب امریکا مسٹر جان بل[2] کے "حالا کشیدند" سے آزاد ہو گیا تو پھر اہلِ بربر کی طرف متوجہ ہوا۔ جنگی بیڑے کے بجائے اس مرتبہ ایک معزز ڈیپوٹیشن گورنر الجزائر کی خدمت میں بھیجا گیا جسمیں مسٹر ولیم شیلز قونصل۔ کپتان بیمبرج۔ اور کپتان ڈیکٹیٹر شریک تھے۔ انھوں نے گورنر کو بآشتی صلح پر راضی کر لیا۔ اور ۳۰ جون ۱۸۱۵ء کو ایک عہد نامہ لکھا لیا جسکی رو سے یہ قرار پایا کہ اہلِ امریکا کوئی محصول ادا نہ کریں۔ فریقین ایک دوسرے کے غلام آزاد اور لوٹ کا مال واپس کر دیں اور آئندہ ہمیشہ دوست رہیں۔ لیکن ریاستہائے بربر سے پوری مصالحت اُسیوقت ہوئی جبکہ اہلِ امریکا نے اپنے ساحل کے شہروں میں بردہ فروشی کے بازار بند کیے اور غارتگروں کو سخت سزائیں دیں۔

امریکا ڈیپوٹیشن

امریکا اور ریاستہائے بربر سے صلح

انگلستان اور بابعالی کی دوستی سب سے اول ۱۵۸۲ء میں ہوئی اور تقریباً سوا دو سو

---

[1] ین پول صفحہ ۲۹۰۔

[2] جان بل سے انگلستان مراد ہے۔

اسکاٹلینڈ کے دو قیدی امیرزادے

برس تک یہ تعلقات مسلسل قایم رہے۔ اُسوقت انگلستان کے اعلیٰ خاندانوں کے لئے بھی بحر روم کا سفر خطرناک ہونے سے خالی نتھا۔ اسکاٹلینڈ کے دو امیرزادے مارٹن اور ولیفنٹ الجزائر میں برسوں قید رہے۔ سرطامس روجب انگریزی سفیر مقرر ہوکر قسطنطنیہ گئے تو انھوں نے اپنی گورنمنٹ پر متواتر ظاہر کیا کہ "اگر الجزائر کی غارتگری مسدود نہ کیگئی تو دول یورپ کی بڑی سے بڑی فوجی قوت کے دھوئیں اُڑجائینگے اور ساحل بر برایک ایسا خوفناک مقام بنجائیگا کہ وہاں سے کبھی کوئی مسافر پھر کر نہ آئیگا"

سرطامس کی رپورٹ

سرطامس نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا کہ "آخری غارتگرانہ حملوں میں ۴۹۔ انگریزی جہاز پکڑے گئے ہیں۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ الجزائر کے نخاس میں انگلستان کے سوا اور کسی ملک کے غلام دکھلائی نہ دینگے۔ اسلئے کہ بربر کے لٹیرے بڑھ بڑھکر کہتے ہیں کہ اسپین کی طرح ہم انگلستان کے اندرونی مقامات میں گھسکر انگریزوں کو سوتے سے پکڑلائینگے اور غلام بناکر بیچڈالینگے"۔ چنانچہ خاص حدتک انھوں نے اس وعدہ کو پورا بھی کیا۔

بربری غارتگروں کی انگلستان پر ترکتازیاں

یعنے اس رپورٹ کے چند ہی برس بعد یہ سُنا گیا کہ چند بحری قزاق علاقہ صوبہ کارک[۵۱] کے شہر بالٹیمور میں رات کے وقت گھس آئے اور اُسکو تاخت تاراج کرڈالا۔ اور یہ تو اُس زمانہ میں ایک نہایت معمولی بات تھی کہ ہارٹلینڈ[۵۲] اور پلائیموتھ[۵۳] کے کسی اونچے مقام

---

۵۱ آئرلینڈ کا جنوبی صوبہ اور مشہور بندرگاہ۔

۵۲ ہارٹلینڈ انگلستان کے جنوب میں صوبۂ سومرسٹ کا ایک شہر جو سمندر میں نکلے ہوئے گوشہ پر واقع ہے۔

۵۳ پلائیموتھ انگلستان کے صوبہ ڈیون کی مشہور بندرگاہ۔

پر کھڑے ہو کر جب چاہتے بربری قزاقوں کی کشتیوں کو سامنے سمندر میں سانپ کی طرح لہراتے دیکھ لیتے۔ اسیطرح برسٹل[1] کے سوداگر جو گویا تجارتی دنیا کے شہزادے تھے قزاقوں کو سامنے آتا دیکھکر اپنے تجارتی جہازوں کو بلا تامل غرقاب کر ڈالتے تھے کہ مبادا وہ لوگ حملہ کریں اور مال کے ساتھ جان بھی جاتے ایک مرتبہ ریورینڈ ڈیویریو نامی ایک مشہور پادری سے صرف اتنا قصور ہوا کہ کارک سے برسٹل کو پانی کے راستہ جاتے تھے یوگیل کے مقام پر پکڑے گئے اور ایک پلک جھپکنے میں سرزمین انگلستان سے الجزائر پہنچگئے۔

پادری ڈیویریو کی گرفتاری

حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی تھی ۱۶۲۲ء کے بعد تین چار برس میں الجزائر والوں نے چار سو انگریزی جہاز گرفتار کیے جس سے تجارتی طبقہ میں ایک غلغلہ پڑ گیا اور دیوالیوں کی فریاد سے پارلیمنٹ کے کان بہرے ہونے لگے ادھر مسٹر فریزل انگریزی قونصل متعینہ الجزائر نے مسلسل درخواستیں بھیجکر برٹش گورنمنٹ کو اسطرف توجہ دلائی۔ الجزائر کے انگریزی غلاموں نے درخواستیں بھیجیں مگر بیس برس تک کچھ شنوائی نہیں ہوئی۔ بیچارے سوداگر برسوں کی محنت کے بعد مال و دولت کما کر گھر لا رہے ہیں اور راستہ میں الجزائر کے قزاق آن پڑے اور کپڑے تک اُتار کر لیگئے

چار سو انگریزی جہازوں کی گرفتاری

سترھویں صدی کے چوتھے عشرہ کی مردم شماری کے بموجب تین ہزار انگریز الجزائر میں حلقہ بگوش تھے۔ اس عرصہ میں گورنمنٹ نے کبھی کبھی ایک خفیف سی رقم بطور فدیہ

تین ہزار انگریز غلام

[1] صوبہ گلوسسٹر کا ایک شہر جو تجارت کی بڑی منڈی ہے۔

بھیجکر غلاموں کو آزاد بھی کرایا چنانچہ ایک مرتبہ مجلس امراء نے تین ہزار پونڈ چندہ کرکے دیا تھا۔ اسیطرح سترھویں صدی کے رُبع اول میں دوسو چالیس انگریزوں کو ۱۲ سو پونڈ فدیہ دیکر آزاد کرایا۔ ایڈنبرا کی ایک لیڈی جسکا نام ایلس ہیز تھا ۲ سو فرانک دیکر آزاد ہوئی۔ سیرارپلے نامی ایک اور لیڈی جو لندن کی رہنے والی تھی ۸ سو دیکر۔ اور ڈنڈی کی دو اور عورتیں دوسو اور ۱۳۹۰ دیکر آزاد ہوئیں۔ مردوں سے عموماً ۵۰۰ سو فرانک سے زیادہ نہ لئے جاتے تھے[1]۔ اسکے علاوہ اکثر یورپین غلام موقع پاکر بھاگ بھی جاتے تھے۔ جیساکہ ۱۶۳۹ء میں چار انگریز لڑکے اور قریباً ۷۰ اور یورپین جنمیں بکثرت مجور کا کے رہنے والے تھے بھاگ گئے تھے۔ لیکن بھاگ کر یا فدیہ دیکر جتنے آزاد ہوتے تھے اُتنے ہی پھر گرفتار ہوجاتے تھے۔ غرضکہ سلسلہ بندھا رہتا تھا۔ اسمیں صرف اہل بربری کا قصور نہ تھا بلکہ یورپ والوں کا بھی تھا۔ کیونکہ یہ لوگ ایکطرف تو معاوضہ کی رقمیں طے کرتے۔ اور آیندہ کے لئے عہدنامے لکھتے۔ اور دوسری طرف حملے بھی کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۶۵۵ء میں جب انگریزی امیرالبحر بلیک ٹیونس سے حسب دلخواہ شرائط صلح طے نہ کرسکا تو ۳۔ اپریل کو پورٹو فارنیا (بندرگاہ فرنیہ) میں بزور شمشیر گھسگیا۔ اور شاہی بیڑے کو جسمیں ۹ جہاز تھے تباہ کرکے الجزائر آیا اور پاشا کو مجبور کیا کہ تھوڑا سا فدیہ لیکر تمام مسیحی غلام آزاد کردے۔ کچھ دنوں بعد ارل آف انچیکوئن جو سخت خطرناک اور جنگجو جرنیل تھا اور اُسکا بیٹا لارڈ اوبرائن دونوں الجزائر

انگریزی لیڈیوں کی گرفتاری اور رہائی۔

انگریز غلاموں کی فراری

انگریزی امیرالبحر کا بندرگاہ فرنیہ پر حملہ

ارل آف انچیکوئن اور لارڈ اوبرائن کی گرفتاری

[1] دیکھو سر آرایل پلے فیر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۴۷۔

پر حملہ کرنے بھیجے گئے مگر گرفتار ہو گئے اور سات آٹھ ماہ قید رہ کر ۷۵ سو کرون (ایک کرون پندرہ روپیہ کا) کے بدلے آزاد ہوئے۔

جو جہاز بھیس بدلکر یا صلحائے بربر سے پاس (پروانہ راہداری) خرید کر بحر روم سے گذرتے تھے اُنمیں اکثر کے ملّاح انگریز ہوتے تھے۔ اور چونکہ اُس زمانہ کے بحری سفر کے قواعد کے بموجب یہ ایک جُرم تھا۔ لہذا اہالی جہاز کے ساتھ وہ بھی پکڑ کر غلام بنا لئے جاتے تھے۔ اِس طریقہ سے انگریزی غلاموں کی الجزائر میں اِس درجہ کثرت ہوئی کہ ہر چند کہ ۱۶۹۴ء میں انگریزی قونصل کی رپورٹ کے مطابق کوئی انگریزی غلام آزاد ہونے سے نہیں رہا تھا۔ لیکن جب کچھ دنوں بعد مسٹر بیٹن نامی ایک مستطیع اور فیاض منش انگریز نے ۲۱ ہزار پونڈ سے ایک سرمایہ غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے قائم کیا اور یہ خبر رفتہ رفتہ بربر کے بڑے بڑے شہروں میں پہنچی تو وہاں سے صدہا انگریزوں نے درخواستوں کے ذریعہ سے استمداد[1] کی۔

انگلستان کے نجات دہندہ قافلے

انگلستان سے آئے دن جہازوں کے چھوٹے چھوٹے بیڑے بھیجے جاتے تھے ہمدرد اور دلسوز نجات دہندہ قافلہ کی شکل میں اجل بربر پر نازل ہو کر گورنران الجزائر وٹیونس سے حجت کرتے تھے۔ ڈراتے اور دھمکاتے تھے کہ بردہ فروشی بند کرو۔ غلاموں کی گیر و دار موقوف کرو۔ اور بحر روم سے گذرنے والے انگریزی جہازوں کی تلاشی نہ لیا کرو۔ مگر چونکہ اقوام یورپ خود ان شرائط کی پابندی نہ کرتی تھیں اور

[1] لین پول صفحہ ۲۷۰ و ۲۷۱۔

یورپین جہازوں کا فریب

جہازوں کے جھنڈے بدلکر بحر روم سے گذرنا ایک عام رسم تھی اسلئے اہل الجزائر یا ٹیونس مجاز تھے کہ ہر جہاز کی تلاشی لیکر مخالف ممالک کے تاجروں کو گرفتار کرلیں اور انکا اسباب لوٹ لیں۔

سرابرٹ مینسل کا حملہ چالیس انگریزی جہازوں کی گرفتاری

سنہ ۱۶۲۱ء میں سر رابرٹ مینسل ۱۸ جنگی جہاز جنمیں ۵ سو بندوقچی اور ۴ سو جوان تھے لیکر الجزائر والوں کی گوشمالی کے لئے آئے مگر خود سبق لیکر واپس گئے۔ انکے پہنچتے ہی قزاقوں نے ۴۰۔ انگریزی جہاز گرفتار کئے۔ پھر سر طامس رو بیڑا اٹھاکر آئے۔ انھوں نے ایک عہدنامہ بھی تحریر کرایا لیکن بالآخر وہ ایک سادہ کاغذ ثابت ہوا جنرل بلیک اور لارڈ سینڈیج نے ایک دوسرے کے بعد الجزائر پر چڑھائی کرکے گولہ باری کی مگر کچھ نہوا۔ سر طامس ایلن ایک مضبوط جنگی بیڑا لیکر چار مرتبہ خلیج الجزائر میں داخل ہوئے اور چاروں مرتبہ ناکام واپس آئے۔ انکے آنے کی خبر سنکر علی پاشا نے اپنے سرداروں سے کہا تھا کہ "کیا یہ لوگ عقل سے خارج ہیں یا نشہ میں ہیں کچھ اسطرح باتیں کرتے ہیں کہ گویا ہمکو مجبور ہی کرڈالینگے اور اپنے ملک کے غلاموں کو فدیہ دیے بدون چھڑا کر لیجائینگے۔ انسے کہدو کہ اپنا راستہ لیں[1]" اس پچاس برس کے عرصہ میں صرف ایک معتدبہ کامیابی ہوئی۔ یعنی سر ای اسپرگ نے ایک جنگی بیڑے سے الجزائر پر حملہ کیا اور شاہی بیڑے کو بوجہ کے قریب بالکل تباہ کرڈالا۔ اس سے اتنا ہوا کہ شاہی فوج کے سرداروں نے غصہ میں اپنے آغا کو قتل کرڈالا اور اسکا سر گورنر کے

جنرل بلیک۔ لارڈ سینڈیج اور سر طامس ایلن کے ناکام حملے

ان حملوں کی نسبت گورنر کا خیال۔

سر ای اسپرگ کا حملہ اور بربری بیڑے کی تباہی

آغا کا قتل

[1] پلے فیر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۹۴۔

سامنے لیجاکر درخواست کی کہ انگریزوں سے صلح کرلیجائے۔ چنانچہ صلح کیگئی مگر صرف

سرجان نابارو کا حملہ

پانچ سال بعد سرجان نابارو کو پھر الجزائر پر فوجکشی کرنے کی ضرورت ہوئی۔ یہ جسقدر جوش میں بھر کر گئے تھے اُسیقدر تحمل ۶۰ ہزار پونڈ بطور فدیہ غلامان دیکر چلے آئے

امیرالبحر ہربرٹ کا حملہ

۱۶۸۱ء میں امیرالبحر ہربرٹ نے جو بعد کو لارڈ ٹارنگٹن سے مخاطب ہوئے کئی مرتبہ الجزائر پر چڑھائی کی لیکن خراج معاف نہ کراسکے۔ اِس سے تیسرے سال سرڈبلیو سوم نے بڑی مشکل سے لڑجھگڑ کر ٹیکس کی طرح یہ حق وصول کیا کہ انگلستان کے شاہی

انگلستان کے علمبردار کی سلامی

علمبردار کو اہل الجزائر ۲۱ توپ کی سلامی دیا کریں۔ ۱۶۶۹ء میں امیرالبحر کیپٹل نے اور ۱۶۶۳ء میں انگریزی قونصل جیمس بروس نے انگلستان اور الجزائر کے دوستانہ

انگریزی سفیروں کی کوشش صلح

تعلقات کو مستحکم کرنے کی کوشش کی لیکن نمایاں کامیابی نہوئی۔ بالآخر انگلستان۔ اسپین۔ پرتگال۔ نیپلز۔ مالٹا۔ نے متفق ہوکر سخت تر تدابیر عمل میں لانے کا ارادہ کیا

دول یورپ کا مشترک حملہ اور ناکامی

اور ۱۶۸۴ء میں ایک زورمند بیڑا اکٹھا کرکے غارتگران الجزائر کی گوشمالی کے لئے بھیجا مگر سخت ناکامی ہوئی جسکی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ جہاز چھوٹے تھے اور فوج کارآزما نہ تھی۔ مگر سچ یہ ہے کہ باربروسہ اور اُسکے الوالعزم جانشینوں نے اپنی مردانگی اور دلیری کا وہ سکہ جمایا تھا کہ دول یورپ کو فرداً فرداً اور مجموعتاً اُنیسویں صدی سے پہلے کبھی یہ بات نصیب نہوئی کہ اہل بربر کی اطاعت کا قشقہ اپنی پیشانی سے دھوڈالیں۔

ابتداء اُنیسویں صدی میں لارڈ نیلسن بحر روم میں موجود تھا لیکن بربری غارتگروں کے مُنھ آنے کی اُسے بھی جرأت نہوئی۔ اسیطرح کالنگوڈ بھی بجزا سکے کچھ

گورنر الجزائر کو ہدیہ

نہ کر سکا کہ ایک معزز سولین کے ہاتھ ایک قیمتی گھڑی بطور نذرانہ گورنر الجزائر کی خدمت میں بھیجکر اظہار ارادت کرے۔ حتی کہ ۱۸۱۲ء میں جب اہل پرتگال اور گورنر الجزائر میں کچھ اَن بن ہوئی اور پرتگیز تاجروں کا دیوالہ نکلنے لگا تو مسٹر اے کورٹ نے جو بعد کو لارڈ ہیٹسبری سے مخاطب ہوئے بیچ میں پڑکر گورنر کو بمنت اس بات پر راضی کیا کہ دس لاکھ ڈالر فدیہ لیکر تمام پرتگیز غلاموں کو آزاد کر دے اور آیندہ کیلئے پرتگال کے جہازات اور مضافات پر دست درازی نہ کرے۔ اور شاہ پرتگال اسکے عوض میں

پرتگال کا خراج

۲۴ ہزار پونڈ سالانہ خراج ادا کیا کرے۔ خلاصہ یہ کہ اُنیسویں صدی کا عشرۂ اول بھی اسی کشمکش میں ختم ہو گیا مگر انگلستان کو اہل بربر کی طرف سے جیسا چاہئے اطمینان نہوا۔ بالآخر امریکا کی کامیابی سے انگلستان کا حوصلہ بڑھا اور ۱۸۱۶ء میں لارڈ ایکس موتھ کو سفیر بناکر بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ معاملہ کو جسطرح ممکن ہو یکسو کرے۔

ہمارے نزدیک اسمیں کسیقدر قصور انگلستان کا بھی تھا۔ یہ کہ اپنے ساتھ دوسروں سے بھی اہل بربر کا رشتۂ مؤدت قایم کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اور چونکہ مؤدت کے دوسرے معنی تھے بحر روم سے ہر قسم کے جہازوں کو محصول لئے بدون گذرنے دینا اسلئے اہل بربر اسکو بطیبِ خاطر منظور نہ کرتے تھے۔ چنانچہ اب جو لارڈ ایکس موتھ بھیجا گیا اُسکا بھی یہی مقصد تھا کہ جزائر آئی اونین انگلستان کے ہم پلہ سمجھا جایا کرے۔ گورنر

نیپلز اور سارڈینیا کے محصولات میں تخفیف

الجزائر نے کچھ خفیف ردوقدح کے بعد منظور کر لیا کہ اہل نیپلز کم محصول ادا کیا کریں۔ اسیطرح اہل سارڈینیا کا محصول بھی گھٹا دیا اور جزائر آئی اونین کو تاجرانہ حقوق

میں انگلستان کے برابر تسلیم کرلیا۔ پھر لارڈ موصوف نے ٹیونس اور طرابلس میں جاکر
وہاں کے گورنروں سے مسیحی بردہ فروشی کو قطعاً مسدود کردینے کا وعدہ لیا۔ ان میں
ٹیونس کے حالات کی تفصیل خالی از دلچسپی نہوگی۔ ٹیونس کے لٹیروں نے سارڈینیا
والوں کی چند جہازات لوٹ لئے تھے۔ لارڈ ایکس موتھ کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے
جوش ہمدردی میں آکر اہل ٹیونس کی گوشمالی کا قصد کیا اور ۱۲ اپریل ۱۸۱۶ء کو حلق الوید
میں لنگر انداز ہوئے۔ اور گورنر کو صاف کہلا بھیجا کہ یا تو مسیحی بردہ فروشی قطعاً مسدود ٹیونس کو دھمکی
کرو ورنہ گولہ باری کرکے ہم شہر کو تباہ کردینگے۔ اور مزہ یہ کہ حسن اتفاق سے اسی
زمانہ میں شہزادی کیرولائن[1] محمود پاشا ٹیونس کی مہمانی سے مسرور الوقت تھی۔ اب شہزادی کیرولائن کی مہمانی
ادھر تو انگریزی افسر نے تننا شروع کیا اور ادھر اہل ٹیونس کشیدہ ہوئے معاملہ دن
بہ دن خطرناک صورت اختیار کرنے لگا۔ شہزادی بیچ میں پڑی لیکن پھر بھی مصالحت
نہوئی۔ لارڈ ایکس موتھ نے شہزادی کی عزت اور جان کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور اسکو
لٹیروں کے بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دیا۔ نوبت بانجا رسید کہ شہزادی نے ہر طرف سے کیرولائن کی بیچارگی
مایوس ہوکر اپنا اسباب حلق الوید کی طرف چلتا کیا۔ تمام انگریزی تاجر جو ٹیونس میں
مقیم تھے اثاثہ سمیت جہازوں میں سوار ہوکر چلدیے۔ ادھر لارڈ ایکس موتھ نے
جہازوں کو ترتیب دیکر بڑھنے کا سگنل دیا۔ ادھر محمود پاشا نے اپنا بیڑا استقبال کے

[1] پرنس آف ویلز یعنے ولیعہد انگلستان جو بعد کو جارج چہارم کے نام سے تخت نشین ہوا۔ کیرولائن اُسکی بی بی تھی۔

لئے بڑھایا۔ اہل ٹیونس میں سخت جوش پھیلگیا۔ کیرولائن بہت پریشان تھی کہ اب کوئی دم میں پاشا کے سپاہی آتے ہیں اور ولیعہد انگلستان کی بی بی کو پاجو لال کرکے لیجاتے ہیں۔ شہزادی کو لارڈ ایکس موتھ کا اسطرح مخل ہونا ویسے بھی سخت ناگوار گذرا تھا۔ مسلمانوں کی فیاضانہ مہمانی۔ پاشا کے چھ گھوڑوں کی گاڑی میں صبح شام سوار ہونا جسکے ارد گرد ساٹھ مملوک زرق برق وردیاں پہنکر اور خوبصورت گھوڑوں پر سوار ہوکر حلقہ باندھکر چلتے تھے۔ اور کارتھج کے کھنڈرات کی سیر کرنا ٹیونس کے سرسبز و شاداب حاشیہ کی سیر سے مسرور الوقت ہونا۔ وغیرہ۔ اس قسم کی تفریح نہ تھی جسکو شہزادی کیرولائن جلد بھول جاتی۔ مگر افسوس لارڈ ایکس موتھ کو اسپر ذرا بھی رحم نہ آیا۔ اور عین اُسوقت جبکہ شہزادی گرفتاری اور بیعزتی کے خوف سے کانپ رہی تھی محمود پاشا ہی کو اُسپر رحم آیا اور اُسنے کہلا بھیجا کہ آپ ذرہ برابر فکر نہ کریں۔ مجھپر جاہے جو کچھ گذرے۔ اسلام کے قانون مہمان نوازی کی خلاف ورزی کرنا میرا شعار نہیں[1]۔ باایں ہمہ لڑائی کی نوبت نہیں پہنچی۔ ایک معمولی عہد نامہ سے فیصلہ ہوگیا اور یہ قرار پایا کہ حدود ٹیونس میں غلام نہ بکا کرینگے بشرطیکہ انگلستان بھی اپنے مضافات میں بردہ فروشی مسدود کردے[2]۔

کیرولائن کی ملاقات

کیرولائن سے گورنر کا غایت درجہ نا برتاؤ

انگلستان اور الجزائر کی مصالحت

یہاں سے لارڈ ایکس موتھ پھر الجزائر آئے تاکہ یہاں کے گورنر سے بھی اسیطرح کا ایک عہد نامہ لکھائے چنانچہ دو انگریزی افسر اس مقصد کے لئے

[1] تاریخ براڈلے صفحہ ۸۵ و ۸۶ [2] لین پول صفحہ ۲۹۵۔

بھیجے بھی گئے مگر اہل الجزائر نے سفیروں کی بہت بُری گت بنائی۔ سربازار خاکہ اُڑایا
انکو گھوڑوں سے کھینچکر نیچے گرادیا۔ اور مشکیں کسکے باندھ دیں۔ شہر میں تشہیر کیا پھر
سفیروں کی توہین اور بیعزتی۔
مسٹر مکڈانل انگریزی قونصل کو قید کردیا۔ اور انگریزی رزیڈنسی کو لوٹ لیا[۵۱]۔ اسی اثنا
میں الجزائر کی اطالین رعایا میں بغاوت پھیلگئی۔ گورنر کو فوجی قوت سے مدد لینا
پڑی جسمیں بہت سے باغی قتل ہوئے۔ انگریزی جرنیل نے دست اندازی کے
لئے کافی حجت دیکھکر اس مرتبہ سخت تر تدابیر عمل میں لانا ضروری سمجھا اور ایک بڑا
بیڑا اکٹھا کیا جسمیں ۲۵ جنگی جہاز تھے۔ اُدھر سے اہل ہالنڈ نے اپنا جنگی بیڑا بسرکردگی
اہل ہالنڈ اور انگریز کا حملہ
امیر البحر ہبرن بھیجا۔ یہ دونوں ۲۷۔ اگست ۱۸۱۶ء کو الجزائر میں داخل ہوئے۔ لارڈ ایکس موتھ
نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے ایک جہاز کپتان ڈاشوڈ کے ساتھ مسٹر مکڈانل
کے خاندان کو لینے کے لئے بھیجا۔ کپتان نے رزیڈنسی کے سامنے ٹھیرکر اور رات کے
وقت ایک چھوٹی سی کشتی لیکر قونصل کے بی بی بچوں کو لانے کا قصد کیا۔ مکڈانل کی
بی بی اور ایک بیٹی تو بخیریت جہاز پر پہنچا دیگئیں۔ لیکن ایک شیر خوار بچہ اور شاگرد پیشہ
جو رہگئے تھے جب اُنکو لانے لگا تو اتفاق سے بچہ رو پڑا۔ سنتریوں نے الارم دیدیا
گورنر کی انسانیت
اور یہ تمام قافلہ گورنر کے روبرو پیش ہوا۔ اور ہمکو یہ دیکھکر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ اُن
لٹیروں کے سردار نے جو نہایت قسی القلب اور بیرحم بیان کئے جاتے ہیں ان
سب کو چھوڑ دیا اور بچہ کو ایک شاہی کشتی میں بحفاظت تمام اُسکی ماں کے پاس بھجوادیا[۵۲]۔

---

[۵۱] پلے فیر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۲۵۶ [۵۲] لین پول صفحہ ۲۹۰۔

مگر مسٹر مکڈانل بدستور مقید رہے۔

۲۸ کی صبح کو بڑے سویرے انگریزی علمبردار خلیج کے اندر داخل ہوکر بندرگاہ کے عین دروازہ میں لنگرانداز ہوا۔ متحدہ بیڑے کے باقی جہاز اپنے اپنے قرینہ سے پیچھے جمائے گئے۔ ادھر سے شاہی جنگی بیڑا بھی ساحل کے سامنے جمایا گیا اور پیچھے بندرگاہ کے تمام بالائی حصوں پر پشتوں اور سنگین سدوں پر۔ اور آور پیچھے ہٹکر قلعہ کی فصیل و برج پر جابجا اُن توپوں کے دہانے سُوجھتے تھے جو شاید ابھی کچھ دن ہوئے کہ یورپ والوں نے سالانہ خراج میں نذر کی تھیں۔ الجزائر میں عام طور پر جوش پھیلا تھا۔ گورنر رات بھر لڑائی کے اہتمام میں مصروف رہا۔ ٹھیک ۱۱ بجے ساحل سے ایک توپ سر ہوئی جو انگریزی علمبردار کے بالمقابل تھی۔ اور اسکے ساتھ ہی دونوں طرف سے آگ برسنے لگی۔ اور رات کے ۱۰ بجے تک لگاتار برستی رہی۔

جنگ کا خوفناک سین

گولے توپوں سے نکل نکل کر رات کے دامن تیرگی کو دمبدم منقطع کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آج تمام ساحل پر جابجا آتشیں ناگنیں قابض ہیں جنکے ہر سانس سے شرارے جھڑ رہے ہیں۔ بم کے گولے ہر طرف سے ہوا میں بلند ہوکر اور ایک ذرا چمک کر پھٹتے تھے تو گمان ہوتا تھا کہ آسمان سے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ ادھر محاصرین کی توپوں کی شدت آتشباری سے ہر جہاز پر کوہ آتش فشاں کا دھوکا ہوتا تھا۔ ۱۱ بجے کے قریب الجزائر کے جہازوں میں آگ لگ گئی اور پھر گودام اسٹیشن۔ تمام بندرگاہ اور ساحل پر ایک خوفناک آتشیں سین پیش نظر ہوگیا۔ ابھی تک

ارضی آفات تھے آسمان کے تیور نہ بدلے تھے مگر اب اُسکے چہرہ پر بھی کدورت آنا شروع
قدرتی حوادث ہوئی۔ سیاہ بادل فوجوں کی طرح حرکت کرنے لگے۔ بجلی کی چمک اور گرج مینھ اور آندھی کی
شدت سے بحر و بر میں اسقدر تہلکہ مچا کہ گویا وہ قدرتی طاقتیں جو ۱۵۴۱ء میں اہل الجزائر
کی طرف سے لڑی تھیں آج انکے خلاف ہیں۔ ہوا کے تھپیڑ اور پانی کے چھینٹوں سے
آگ اور زیادہ بھڑک اُٹھی۔ انگریزی توپخانہ نے اسی حالت میں پھر اپنا کام شروع کیا
الجزائر کی تسخیر اور اگرچہ ۲ بجے کے قریب الجزائر کی توپیں بالکل مدھم پڑ گئیں اور لڑائی بھی ختم ہوگئی لیکن
متحدہ بیڑے کو سخت صدمہ پہنچا۔ خاصکر امپرگ نبل نامی انگریزی جہاز اور ڈچ بیڑے کے
یورپین بیڑوں کا نقصان عقب کا ایک جہاز بالکل تباہ ہوگیا ایک انگریزی وقائع نگار[1] لکھتا ہے کہ اس رات کو انگریزی
بیڑے نے ۱۱۸ ٹن باروت۔ ۵۰ ہزار گولیاں اور ایک ہزار گولے خرچ کئے تھے۔ ۱۱سو
آدمی کام آئے۔ امیر البحر ایکس موتھ سخت زخمی ہوا۔ اور نتیجہ بجز اسکے کچھ نہوا کہ اُسی قدیم
صلح اور شہ اللہ عہد نامہ عادت کے بموجب حملہ آوروں نے چند شرائط کے ساتھ صلح پیش کی اور اُنھوں نے
منظور کرلی۔ یہ کہ آئندہ سے اسیرانِ جنگ بدل لئے جایا کریں غلام نہ بنائے جائیں
الجزائر میں جو ۱۶۴۲ یورپین غلام ہیں وہ فوراً آزاد کردیے جائیں۔ امسال جو کچھ خراج
اٹلی کے مضافات سے وصول کیا ہے وہ بجنسہ واپس کریں۔ آیندہ کے لئے اپنا
انگریزی سفیر کی رہائی چال چلن درست رکھیں۔ اور انگریزی قونصل مسٹر مکڈانل کو فی الفور قید سے رہا کر کے
حتی الوسع اسکی تلافی مافات کریں۔ گورنر الجزائر نے نہایت خوشی سے اِن سب شرائط

[1] پلے فئر کی "مسیحی دنیا پر عذاب الیم" صفحہ ۲۶۹ تا ۲۷۲۔

کو قلمبند کرا کر عہد نامہ پر دستخط کر دیے مگر بااینہمہ جو پہلے عہد ناموں کا حشر ہوا تھا وہی اسکا ہوا۔ چنانچہ ۶ برس بعد ۱۸۲۴ء میں جب سر ہیری نیل سفیر بنکر الجزائر بھیجے گئے تو "ہموں آش درکاسہ" کا مضمون تھا۔ اور ۱۸۲۷ء میں ڈنمارک کو ۱۲۵ توپوں کی نذر دینا پڑی۔

بارھواں باب

فرانسیسیوں کا حملہ۔ شیر دل عبدالقادر کی خونریز کشمکش۔ الجزائر کا الحاق ٹیونس میں فرانسیسیوں کی مداخلت بیجا۔ محمد صادق پاشا کا عہدنامۂ قصرالسعید

اور خاتمہ

امریکا اور انگلستان کے مسلسل حملوں سے الجزائر کی قوت گو مضمحل ہوگئی لیکن غائر نگرانہ جذبات ہنوز اُسی شد و مد پر تھے چنانچہ پچھلے محاصرہ سے صرف تین برس کے عرصہ میں شہر اور بندرگاہ الجزائر اسکی سدیں اور دمدمے۔ پہلے سے دوچند مستحکم ہو گئے۔ شکاری کشتیاں بحیرۂ روم میں اُسیطرح بیباکانہ دورے کرنے لگیں اور ساحل کے قریب سے صحیح سلامت گذر جانے کے لئے وہی شرطیں پیش ہونے لگیں۔ باایں ہمہ وہ طلسم جو باربروسہ نے برسوں کی عرقریز محنت سے بنایا تھا ٹوٹ چکا تھا اور ساعت ناگزیر سر پر تھی۔ اپریل ۱۸۲۷ء میں گورنر اور فرانسیسی قونصل کے درمیان ایک خفیف سی بات پر نزاع لفظی کی نوبت پہنچی۔ قونصل نے خلاف مراسم شاہانہ برسردربار بدزبانی کی۔ گورنر نے غصہ سے بیتاب ہوکر ایک پنکھے کی ڈنڈی سے قونصل کی خوب گت بنائی قونصل نے اسکی شکایت اپنی گورنمنٹ سے کی۔ اور گورنمنٹ نے ایک مضبوط جنگی بیڑا گورنر کی گوشمالی کے لئے بھیجدیا۔ دو برس تک فریقین میں سخت کشمکش ہوا کی۔ اور گو اخیر پر پالا اہل الجزائر ہی کے ہاتھ رہا لیکن مغربی دنیا کی سربرآوردہ سلطنتیں جو

فرانس کی مہم جوئی

فرانسیسی قونصل اور گورنر میں نزاع۔

پہلا حملہ

عہد نامہ ایکسلاچیپل کی پابند تھیں آمادۂ پرخاش ہوگئیں۔ علاوہ ازیں اثنائے جنگ
میں اُس زمانہ کی رسم جنگ کے بموجب فریقین نے ایک دوسرے کی رعایا پر جو
دل کھولکر ہاتھ صاف کئے جس سے معاندت کی آگ دونی بھڑک اُٹھی۔ اسپر طرہ
یہ ہوا کہ ۱۸۲۹ء میں ایک فرانسیسی سفیر تصفیۂ معاملات کے لئے الجزائر آیا۔ گورنر نے
اُسکو سخت جواب دیکر ناکام رخصت کردیا اور بندرگاہ سے نکلتے وقت اسکے جہاز
پر گولہ باری کی۔ یہ بدسلوکی مراسم سفارت کے خلاف تھی لہذا فرانسیسی گورنمنٹ
الجزائر کی بساط اُلٹنے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی اور ۱۴ مئی ۱۸۳۰ء کو ایک نہایت
مہیب جنگی بیڑا جو مقدار اور اثر میں چارلس پنجم کے بیڑے سے کہیں زیادہ تھا بسرکردگی
امیر البحر ڈوپرے بندرگاہ تولون سے چلتا کیا۔ اسمیں کئی سو قلعہ شکن توپیں۔ وافر سامان
جنگ بحری و بری۔ چالیس ہزار پیادے اور کئی رسالے تھے۔ اگرچہ ساحل بربر کی
طوفان خیز خاصیت اور پُر پیچ راہ و رسم منزل نے حسب عادت حملہ آورین کی مزاحمت
کی مگر فرانسیسی بیڑا بالآخر ۱۳ جون کو الجزائر کی حد نظر میں داخل ہوکر اگلے دن خلیج شیدی فرج
میں اطمینان کے ساتھ لنگر انداز ہوگیا۔ پانچویں روز یعنے ۱۹ کی صبح کو فوج جہازوں سے
اُتر کر شہر کی طرف بڑھنا شروع ہوئی۔ اِدھر سے بربری اور عربی قبیلوں نے چھوٹے
چھوٹے دستوں میں مرتب ہوکر جا بجا مزاحمت کی۔ مگر یہ آہنی دیوار سے سر ٹکرانا تھا
سخت نقصان کے بعد پسپا ہوئے محاصرین کی تعداد ۵۰ ہزار سے زیادہ تھی اور
الجزائر والوں کی قوت برسوں دول یورپ کے تھپیڑے سہتے سہتے نہایت مضمحل ہوگئی تھی

برانگیختگی کے اسباب

دوسرا حملہ

غنیم کی قوت

محاصرہ

اہل الجزائر کا مقابلہ

پھر بھی انھوں نے اپنی صدیوں کی آزادی کو۔ اُس میراث کو جو اولوالعزم عربوں سے سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آتی تھی۔ ایک آخری خونریز کشمکش کئے بدون ہاتھ سے نہیں دیا۔ فرانسیسی غاصبوں کے گھوڑے انکی لاشوں کو روندروندکر شہر کی طرف بڑھنے پاتے تھے جو شخص جسجگہ مقابلہ کرتا تھا وہیں کٹکر ڈھیر ہوجاتا تھا[1]۔ اگر الجزائر والوں کی فوجی طاقت فرانسیسیوں سے تہائی چوتھائی بھی ہوتی تو الجزائر کا محاصرہ آج اُسی نظر سے دیکھا جاتا جس نظر سے کہ ویانا کا محاصرہ دیکھا جاتا ہے۔ جب یہ لوگ باہر بندرگاہ اور میدانوں میں محاصرین کے قدم نہ روک سکے تو بالآخر سمٹکر شہر میں محصور ہوگئے۔ وہ شہر جو اس منحوس صدی کے آغاز سے لیکر آجتک صدہا مرتبہ یورپین توپوں کی زد پر رہچکا تھا۔ ۴ جولائی کو بڑی صبح شہر پر آگ برسنا شروع ہوئی اور شام تک لگاتار برستی رہی۔ اہل شہر نے قلعہ کی فصیل و برج سے دلیرانہ جواب دیے مگر ۱۵۴۱ء کے معرکہ کی طرح دندان شکن نہ تھے اخیر کو قلعہ ہاتھ سے نکلگیا۔ مگر ساتھ ہی میگزین کے پھٹنے سے جسمیں محصورین نے چلتے وقت آگ لگادی تھی ہزاروں فرانسیسی کھیت رہے۔ قلعہ کے بعد شہر کی ساعت ناگزیر آئی۔ اہل شہر طوفان زدہ مچھلیوں کی طرح سراسیمہ ہوہوکر کسی خیرالدین اور طرغد کو تلاش کرتے پھرتے تھے گو گورنر نے جہانتک ہوسکا داد مردانگی دینے میں دریغ نہیں کیا لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے جب فصیل و برج میں رخنے پڑگئے تو ہر طرف سے مایوس و مجبور ہوکر اُسنے بالآخر صلح کا پیام دیدیا۔ اور یہ قرار پایا کہ گورنر اور اہل شہر جان و مال کی حفاظت

ایک تاریخی نظیر

شہر میں قلعہ بند ہونا۔

گولہ باری

قلعہ کی تسخیر

پیام مصالحت

[1] لین پول صفحہ ۳۰۲۔

شرائط

کی شرط پر شہر اور قلعہ خالی اور سپرد کردیں چنانچہ ۵ جولائی کی صبح محشر کو عہد نامہ پر دستخط

عہد نامہ

کرکے اور قلعہ کی کنجیاں فاتحین کو سونپ کر گورنر ہمیشہ کے لئے بارِ عظمت سے سبکدوش

بارِ عظمت سے سبکدوشی

ہوگیا۔ شہر پر قابض ہوتے ہی فرانسیسیوں نے بدعہدی کی اور گورنر کو عشیرہ اور متعلقین سمیت

فرانسیسیوں کی بدعہدی

اپنے جہاز میں سوار کرکے نیپلز میں لیجا کر قید کردیا[1]۔

ایک ریمارک

فرانسیسی دَور کے آغاز پر الجزائر کے قدیم فرمانرواؤں کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے اور اسکے ساتھ ہی تاریخ اقصائے مغرب بھی تمام ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر تتمہ کے طریق پر الجزائر کے حالات مابعد ہدیۂ ناظرین کئے جائیں تو گو اُنکے مطالعہ سے رقیق القلب اور رحمدل ناظرین کو حزن اور ملال کے سوا اور کچھ نہیں ملیگا۔ مگر ساتھ ہی اس بات کا اندازہ بھی ہوجائیگا کہ مسیحی دنیا جو آج ترکوں کے طرزِ حکومت پر نکتہ چینی کرنے کے پیرایہ میں اسلام کے کیرکٹر اور پولیٹکل اصول پر دھبہ لگانے کی کوشش کرتی ہے اُسکی ایک جلیل القدر اور مہتم بالشان قوم کا نیشنل کیرکٹر اور اندازِ حکمرانی کہانتک اچھا تھا۔

تسخیر کے حالات مابعد

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ فرانسیسیوں نے فوجکشی اور تسخیر کے وقت اہل الجزائر پر وہ ظلم و ستم نہیں کئے جو اسپین کی کیتھلک گورنمنٹ نے کمبخت اندلسیوں پر کئے تھے۔ کاش مابعد کا طریق عمل بھی یہی ہوتا۔ لیکن افسوس کہ یہ ایک نہایت تلخ حقیقت ہے کہ مغربی

ایک تلخ حقیقت

دنیا میں صدہا برس رحم و عفو سے حکومت کرنے کے بعد جب اسلام معتوب زمانہ ہوکر ایوانِ حکومت سے نکلا تو باستثناء چند مقامات اُسکو حریفوں کا ظلِّ حمایت دنیا میں کہیں نہیں

[1] پلے فیئر کی "عذاب الیم" صفحہ ۳۱۰ تا ۳۲۲۔

فرانسیسی کی رفا

نہیں آیا۔ فرانسیسیوں نے صرف شہر الجزائر کو اس غرض سے لیا تھا کہ اُسکو ایک بحری مقام گردانکر غارتگری قطعاً مسدود کریں۔ لیکن اگلے ہی برس مظفر و منصور فوجیں صوبہ کے اندرونی مقامات کی طرف بڑھنا شروع ہوئیں تمام الجزائر تسخیر کرکے ۱۸۳۱ء تک صوبۂ ٹیونس کو بھی خونریز تلوار اور غاصبانہ پالیسی کا شکار کر ڈالا۔

الجزائر کے فرمانروا

اِن پچاس برس کے واقعات کی تفصیل سے پائے قلم میں آبلے پڑتے ہیں مدبّر۔ عفو گار۔ اور بندہ نواز سویلین کے بجائے۔ الجزائر پر سخت احمق۔ کور عقل اور نارشید ملٹری افسروں کی حکومت کا "عذاب الیم" نازل رہا۔ یہ تلوار کی آب بدون پولیٹکل عوارض کا ازالہ نکر سکتے تھے۔ انکے ظلم آفرین تہدید سے صدہا شریف بیبیوں کو طلاقیں ملگئیں۔ ہزاروں عہد و پیمان ٹوٹ گئے۔ رعایا پر دستِ تظلّم دراز کرنے میں یہ نہ مرد و عورت کا لحاظ کرتے تھے اور نہ بچّہ اور بڈھے کا۔ نہ انکو تشدد میں باک تھا اور نہ سیاست میں

ظلم آفرین تہدید اور اُسکے نتائج

اسباب بغاوت

معقولیت[1]۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تسخیر کے تیسرے ہی برس تمام صوبہ اس آہنی شکنجہ سے بلبلا اُٹھا اور عربی اور بربری قبیلوں میں یک بیک بغاوت کی آگ بھڑک گئی۔ فرانسیسی گورنمنٹ آئے دن نئے نئے جرنیل بھیجتی تھی جو اپنی نالائقی اور سفاکی کا ثبوت دیکر ناکام چلے جاتے تھے۔ تسخیر اور الحاق تاریخی دنیا کا نہایت معمولی واقعہ ہے لیکن الجزائر کی تسخیر سے فرانس کے دامنِ تہذیب پر اسقدر گہرا دھبہ لگتا ہے کہ اُندلس کے سوا شاید اور کہیں اُسکی نظیر نہیں ملیگی۔ کاش فرانس کے آہنی پنجہ جرنیل حکومت شروع کرنے کے ساتھ محکوم کے قومی کیرکٹر

سوء تدبیری

[1] لین پول صفحہ ۳۰۳

کو سمجھنے کی کوشش بھی کرتے۔ اگر ذرا بھی فاتحانہ تحمل۔ فرزانگی اور حسن تدبیر۔ رحم اور انصاف سے کام لیا جاتا تو جو بات چالیس برس کی مسلسل سختیوں کے بعد حاصل ہوئی وہ صرف چار برس میں ممکن تھی۔

بغاوت کے چھوٹے چھوٹے حملوں اور بے ترتیب لڑائیوں سے صوبہ میں ایک طوفان بے تمیزی برپا رہا۔ بوگیڈ۔ پیلیسیر۔ کانروبرٹ۔ سینٹ ارناڈ۔ میکماہن۔ جیسے فرانسیسی جرنیلوں نے ناحق خون بہانے۔ لوٹنے اور جلا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اگر کسی قوم کی مردانہ جسارت۔ استقلال اور اولوالعزمی ہمکو حیرت و استعجاب میں ڈالتی ہے تو وہ عربی اور بربری قبائل تھے۔ مانا کہ قضاؤ قدر سے لڑنا عقلمندی نہ تھا لیکن جس دلیری اور جانبازی سے انھوں نے اپنے سے دس گنی قوت کا مقابلہ کیا ہمکو مجبوراً اسکا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ انھوں نے فرانس کی عظیم الشان فوجوں کو شکستوں پر شکستیں دیں۔ بڑے بڑے شہر انسے چھین چھین لئے اور اسقدر آڑے ہاتھوں لیا کہ کارآزما جرنیلوں کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے۔ اور فرانسیسی ایوان حکومت جڑ سے ہل گیا۔ لیکن ان شہر آشوبیوں کا باعث کون تھا؟ اہل الجزائر؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ خود فرانس۔ اسلئے کہ اگر سب سے پہلا فرانسیسی جرنیل کلاسل ذرا بھی مذاق ملکداری رکھتا تو لوگ رفتہ رفتہ اس جدید انقلاب کو بطیب خاطر گوارا کر لیتے لیکن افسوس کہ اس کور عقل شخص نے اپنے جابرانہ طریق عمل سے ہر طرف مخالفت کی آگ بھڑکا دی اہل ملک کے دلوں کو جوش انتقام سے بھر دیا۔ اور فاتح و مفتوح کو ایک دوسرے کے

عربوں کا استقلال اور شجاعت

شہر آشوبیوں کا اصلی سبب

خون کا پیاسا بنا دیا[1]۔

عبد القادر اور اسکے مختصر حالات زندگی

ان خانہ جنگیوں کا رگیولیٹر الجزائر کا ایک مشہور و معروف ہیرو تھا یعنی عبد القادر یہ شہر مسقارا کے ایک قدیم شریف خاندان سے تھا جسکے ممبر الجزائر میں ہمیشہ سے دینی پیشوا چلے آتے تھے۔ عبد القادر خود بھی فقیہ۔ پکا دیندار۔ اور حاجی تھا۔ اسمیں تمام باتیں قدیم عربوں کی سی تھیں۔ مہمان نواز۔ فیاض منش۔ راستباز۔ آزاد رو۔ اور مزید برین فن سپہگری میں پورا مذاق رکھتا تھا۔ اعلیٰ درجہ کا شہسوار اور دلیر معرکہ آرا۔ اور ان سب سے بڑھکر قوم پرست اور جاں نثار ملک تھا چونکہ عبد القادر بچپن ہی سے ہونہار تھا اور تمام عربی قبائل میں خاص نظر سے دیکھا جاتا تھا اسلئے گورنر الجزائر اُسکے درپے تخریب ہوگیا اور یہ تھوڑی سی عمر میں ترک وطن کرکے مصر کی طرف چلا گیا۔ چوبیس برس کی عمر میں جب عبد القادر پھر وطن آیا تو اُسنے دیکھا کہ بساط اُلٹ گئی ہے ملک پر ایک غیر قوم قابض ہے اور اُسکے ہموطن سخت مایوس ہیں۔ اُسکا اور اُسکے باپ دادا کا نام ملک میں طلسمی اثر رکھتا تھا۔ چنانچہ اُسکے آتے ہی تمام قبیلے ایک مقناطیسی قوت سے اُسکی طرف کھنچ گئے۔ اور جب اسطرح اُسکی قوت بڑھتے بڑھتے ایک اوسط درجہ کی ریاست کے ہم پلہ ہوگئی تو فرانسیسیوں نے

ترک وطن

معاودت

وقع الوقتی کے طور پر ۱۸۳۳ء میں اُسکو مسقارا کا خودسر حاکم تسلیم کرلیا۔ مسقارا میں جمکر عبد القادر نے ایک بڑے جنگ کی تیاری شروع کی اور صرف ایک سال کے عرصہ میں اپنی جنگی قوت کو اسقدر مستحکم کرلیا کہ جب ۱۸۳۵ء میں فرانسیسیوں سے حسب عادت

صوبۂ مسقارا کی حکومت

استحکام قوت

[1] لین پول صفحہ ۳۰۴۔

فرانسیسیوں کی دلجمعی اور ہزیمت

ایک پولیٹیکل حیلہ نکالکر مسقار پر حملہ کیا تو انکو اسی نام کے دریا پر سخت نقصان اُٹھاکر پسپا ہونا پڑا۔ پھر ۱۸۳۶ء میں اسنے فرانسیسیوں کی ایک ٹڈی دل فوج کو مطیجہ کے میدان میں ایک اور شکست دی۔ اس روز افزوں ترقی سے ذکر بیس ہزار کی ایک اور تازہ فوج مسقار کا قلع قمع کرنے کے لئے بھیجی گئی مگر اسکو بھی عربی سردار کا لوہا ماننا پڑا۔ پھر تو عبدالقادر کی دلیری اور کاردانی کا ہر طرف شور مچگیا حتّٰی کہ ڈیوک آف ولنگٹن بھی حیرت و استعجاب کیے بدون نہ رہ سکا۔ فرانسیس ہر مرتبہ حملہ کرتے تھے اور ہر مرتبہ ہزیمت اُٹھاتے تھے۔ تمام شہر اور قلعے ایک دوسرے کے بعد ہاتھ سے نکلگئے اور اخیر کو دو تین مقامات کے سوا در وبست صوبۂ الجزائر پر عبدالقادر قابض ہوگیا۔ اسوقت کی حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا قدرت نے اہل الجزائر کی تمام پچھلی خطائیں معاف کرکے پھر ایک مرتبہ باربروسہ کو بھیجدیا ہے۔ لیکن افسوس کہ الجزائر کے زوال کا فتوے لکھا جاچکا تھا۔ باربروسہ کے بلند کیے ہوئے ایوانِ حکومت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ اور یہ عروج کی سی کیفیت صرف ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کا سا سنبھالا تھا چنانچہ ۱۸۴۰ء کے اخیر میں فرانسیسی گورنمنٹ نے اسّی ہزار سپاہیوں کا ایک ٹڈی دل بسرکردگی مارشل بوجیڈ بھیجدیا۔ یہ گویا سنگ آمد و سخت آمد کا مضمون تھا۔ عبدالقادر کیا بوناپارٹ سا اولوالعزم جرنیل بھی اس خدائی قوت کا جنگ آزمایانہ تدابیر سے مقابلہ نہ کرسکتا تھا اور نہ کرسکا۔ مارشل پوری قوت سے ہر شہر پر طوفان کی طرح جھکتا تھا اور اُسکو پامال سفاکی کرکے

مطیجہ کا میدان

عبدالقادر کا عروج

فتوائے زوال

آخری ایلغار

الجزائر کی فتح

[1] لین پول صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶

دوسرے شہر کا رُخ کرتا تھا حتّٰی کہ عبد القادر کا پایۂ تخت تقیدمہ بھی تباہی سے بچ سکا
شہروں پر شہر اور قبیلوں پر قبیلے مطیع ہونے لگے ۱۸۴۱ء میں مستقار ابھی مسخر ہوگیا۔
مگر عربی جرنیل نے اطاعت قبول نہ کی اور وہاں سے نکلکر مراکو میں چلا گیا۔ اور مراکو سے
۱۸۴۳ء میں اور پھر ۱۸۴۴ء میں متواتر دو مرتبہ فوجیں لیکر پلٹا لیکن کامیابی نہوئی۔
۱۸۴۴ء سے ۱۸۴۷ء تک پورے تین برس الجزائر پر قیامت نازل رہی۔ خاصکر جرنیل
پیلیسیر نے بڑے بڑے وحشیانہ ظلم کئے۔ اور پانسو مرد و عورت بچّوں اور بوڑھوں کو جو قتل عام
سے بچکر کوہستانی غار میں جا چھپے تھے دھوئیں سے گھونٹکر مار ڈالا۔ جب عبد القادر نے
دیکھا کہ تمام تدبیریں اُلٹی پڑتی ہیں۔ قومی ادبار روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ مایوسی کے سوا کوئی
شکل نہیں۔ تو ناچار صلح کرلی۔ اور ۱۸۴۷ء میں اس شرط پر اپنے تئیں ڈیوک آمیل کے حوالہ
کردیا کہ اسکندریہ یا نیپلز میں چلے جانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن عہد کی پابندی فرانس کے
قومی قانون کی شرط نہیں۔ ڈیوک نے اس نامور شخص کو فرانس کے قید خانہ میں پانچ
برس تک قید رکھا اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آخر لوئیس نپولین نے اتفاقاً یہ حالات سُنکر
ترس کھایا اور اُسکو رہا کرکے بروسہ میں چلے جانے کی اجازت دیدی۔ تیس برس اسیطرح
اِدھر اُدھر دھکّے کھانے کے بعد عبد القادر ۱۸۸۳ء میں دمشق میں مرگیا۔ ناظرین کو یہ پڑھکر
حیرت ہوگی کہ وہی عیسائی جنھوں نے اسکی صدیوں کی قومی آزادی کو پامال سفاکی۔ اسکے
ہزاروں برادرانِ اسلام کو تہ تیغ۔ اور خود اُسکو خانہ برباد اور جلاوطن کردیا تھا۔ اس نامور اور
سچّے شجاع نے مرتے مرتے بھی اُنکی خدمت سے دریغ نہیں کیا اور دمشق کے ۱۸۶۰ء

نقیدمہ کی تسخیر

عبد القادر کی آخری کشمکش اور ہزیمت

مظالم

صلح

عہد شکنی

عبد القادر کی موت

کے قتل عام میں انکو بڑی مدد دی[1]۔

بغاوت کا فوری انسداد

گو عبد القادر گرفتار اور قید ہو گیا تھا مگر آتش بغاوت اُسی شد و مد پر تھی۔ عربی قبائل رہ رہ کر بغاوت کرتے تھے۔ گرتے تھے اور پھر سنبھلکر مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تھے لیکن ہر مرتبہ فرانسیسی جرنیلوں کے پامال ظلم ہوتے تھے۔ آخر جب لوئس نپولین ۱۸۶۵ء میں الجزائر آیا تو اُسنے عربی قبیلوں کو اطمینان دلایا کہ شخصی جاگیرات اور ریاستوں میں گورنمنٹ کسی قسم کی دست اندازی نکریگی تب کہیں جا کے مُلک کو تسکین ہوئی۔ لیکن یہ حالت

سرکشی

نپولین ہی تک قایم رہی چنانچہ اسکے برطرف ہوتے ہی فرانس کی گورنمنٹ میں ضعف آگیا۔ قبیلوں پر پھر وہی ظلم ہونے لگے اور اُنھوں نے پھر وہی سرکشی اور طغیانی اختیار کی۔ اور جوش سے مبہوت ہو کر اپنے پہاڑی مقامات سے بلائے بے درماں کی طرح فرانسیسیوں پر آپڑے۔ اِدھر جنرل ڈوریو نے پھر وہی خون آشام تلوار ہاتھ میں پکڑی اور پھر وہی قتل عام اور غارتگری شروع ہوئی۔ اور پانچ برس تک الجزائر ایک ظلمستکدہ بنا رہا۔ آخر کار جب ۱۸۷۰ء میں فرانس کا پولیٹکل اسٹیج منقلب ہوا اور جمہوری گورنمنٹ قایم ہوئی اور الجزائر میں انگھڑ سپاہیوں کے بجاے مدبر اور تہذیب یافتہ سولین بھیجنا شروع ہوئے تب کہیں جا کر ملک میں امن ہوا۔ شروع سے آخر تک فرانسیسیوں کے پچاس ہزار آدمی کھیت رہے۔

فرانس کی پالیسی پر ایک سرسری نظر۔

جب الجزائر میں فرانس کا دخیل ہوا تو برٹش گورنمنٹ نے عہدنامہ ایکسلا چیپل کے مطابق اُس سے باز پرس کی تھی۔ اور اُدھر سے یہ جواب ملا تھا کہ صرف شہر الجزائر پر برائے

[1] لین پول صفحہ ۳۰۰ اور تاریخ مارگن۔

چندے قبضہ کیا جاتا ہے تاکہ مسیحی دنیا کو "عذاب الیم" سے نجات ملے لیکن اسکے تھوڑے ہی دن بعد مستقل اور دائمی قبضہ کا اعلان دیکر فرانس نے فوجی حکومت قایم کرلی۔ پھر بھی اس بات کا یقین دلایا کہ فرانسیسی مداخلت صوبۂ الجزائر کی حدود سے متجاوز نہوگی لیکن افسوس کہ زبان سے اقرار کرکے پھر جانا اور اطمینان دلاد لاکر آشفتہ کرنا یورپ کا قدیم شعار ہے۔ آج ۱۸۹۰ء میں چین میں جو غاصبانہ انداز روس کا ہے۔ وہی بیس برس پہلے فرانس کا طریق عمل بربر میں تھا۔ اور ابھی تک ہے۔

الجزائر پر قابض ہوکر بھی فرانس کی حرص بیجا کو تسکین نہوئی۔ ۱۸۸۱ء میں اسکا غاصب ہاتھ رفتہ رفتہ ٹیونس کے عنانِ حکومت کی طرف بڑھنا شروع ہوا حالانکہ ٹیونس میں کوئی معقول وجہ دست اندازی نہ تھی۔ لیکن جہاں پرخاش کے لئے کوئی معقول حجت نہیں ہوتی وہاں یورپ کے مدبر پولیٹکل حجت نکال لیا کرتے ہیں چنانچہ ایم تھیوڈور روسٹن نے اسی قسم کی حجتوں سے ٹیونس کے ایوانِ حکومت کے گرد جالا تننا شروع کیا۔ اور ترکی گورنر محمد الصادق کو ایسی شرائط کا پابند کرنا چاہا جو بالعالی کے شاہانہ حقوق کے لیے مضر تھیں۔ گورنر نے اس سے انکار کیا اور اسکا وہی نتیجہ ہوا جو قدرتی طور پر ہونا چاہیئے۔ اگر ایک تیز نوکیلا فولادی برما کسی نرم لکڑی پر مسلسل اور بے روک چلتا رہے تو انجام کار لکڑی میں رخنہ پڑجائیگا۔ اسیطرح اگر کوئی زبردست مگر بے اصول گورنمنٹ کسی زیردست مگر استوار ریاست پر اپنی غاصبانہ پالیسی کا عمل چپکے چپکے جاری رکھے۔ اور کوئی ہمسر طاقت مزاحمت نہ کرے تو بالآخر اسکو لے ڈالیگی۔ ٹیونس کا بھی یہی حشر ہوا۔ مواد تو پہلے سے نضج پا رہا تھا

ٹیونس میں مداخلت بیجا

نوآبادی کا مسئلہ

۱۸۱۱ء میں صوبۂ مذکور کے اُن سرحدی اضلاع میں جو الجزائر سے ملتے تھے کچھ خفیف سی شورش ہوئی اور ایم اوسٹن اپنی پوری فوجی قوت لیکر فی الفور ٹیونس پر چڑھ گیا۔ مظلوم محمد الصادق نے ہر چند یقین دلایا کہ "فساد فرو ہوگیا ہے۔ اب آپ کی دست اندازی کی ضرورت نہیں" اخیر پر دول یورپ سے فریادیں کیں۔ لیکن ایک پیش نہ گئی۔ برٹش گورنمنٹ نے گو فرانس سے باز پرس کی مگر اُدھر سے وہی ڈپلومیٹک جواب ملا کہ "الجزائر اور ٹیونس کے درمیانی اضلاع میں جو لڑائی چھڑنیوالی ہے اُس سے صرف یہ مقصود ہے کہ ٹیونس کے سرکش قبیلے جو آئے دن الجزائر کی سرحد پر ترکتازیاں کرتے رہتے ہیں اُنکی قرار واقعی سرکوبی کیجائے۔ محمد الصادق کے نیم خود مختارانہ حقوق اور صوبۂ ٹیونس کے حدود کا ہر طرح لحاظ رہیگا" اور مزہ یہ کہ لارڈ گرنیول وزیر دول خارجہ اس جواب پر نازاں ہی رہے اور فرانسیسی فوجیں ٹیونس کی طرف بے تکلف بڑھکر ۲۶۔ اپریل تک کیف اور تبارکہ پر قابض ہوگئیں جھیل بزرطہ پر فرانسیسی جھنڈا لہرانے لگا۔ جنرل بریرٹ نے تمام علاقہ آگ اور تلوار سے برباد کرکے اور گورنر کے محلسرا پر گولہ باری کرکے ۱۲ مئی کو عہد نامہ قصر السعید پر جبراً دستخط کرا لئے[1]۔

الصادق کی معذرت

کورنمنٹ فرانس کا جواب

ٹیونس کا حشہ

اگرچہ محمد الصادق اور اسکے انتقال پر سیدی علی دونوں ایم اوسٹن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنگئے۔ لیکن اہل ٹیونس نے اطاعت قبول نہ کی۔ اور تمام جنوبی اضلاع میں کھلی بغاوت پھیلگئی۔ اور کچھ دنوں وہ طوفان بدنظمی برپا رہا کہ فرانسیسی منتظم مایوس ہوکر

ٹیونس میں بغاوت

[1] مسٹر اے ایم براڈلے کی تاریخ ٹیونس میں نہایت تفصیلی حالات درج ہیں۔

فرانسیسیوں کے مظالم

بیٹھ رہے۔ لیکن پھر کچھ سنبھلکر اُٹھے اور سفاکس پر بلائے بیدرمان کی طرح ٹوٹ پڑے۔ شہر پر بیدریغ گولہ باری کی۔ گھروں کو لُوٹ کر جلا دیا۔ یا سرنگیں لگاکر گھر والوں سمیت باروت سے اُڑا دیا۔ کوچہ و بازار بذبح سے بدتر بنگئے۔ اخیر پر اہل سفاکس کی آتش انتقام بھی بھڑک اُٹھی اور اب دونوں طرف سے مظالم شروع ہوئے۔ فریقین نے وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر رہ رہ کر حملے کیے۔ سیکڑوں ہزاروں بیگناہ مردوں عورتوں کو فوج کر ڈالا۔ قلعبند چوکیوں سے باہر تمام علاقہ تلوار کا کھیت۔ بیرحم لُٹیروں کا جولانگاہ۔ اور میدان قیامت کا نمونہ بنگیا۔ مگر اگلے برس ٹیونس والوں کی خوش نصیبی سے گورنر اوسٹن واپس بُلالیا گیا۔ اُسوقت سے کسیقدر امن ہے۔ ایم ہنری ڈی راجیفورٹ نے بغاوت کے خاتمہ پر اپنی رپورٹ میں درست لکھا تھا کہ "فرانسیسیوں نے ٹیونس کی مہم کو ایک بات سمجھا تھا مگر یہ غلط فہمی تھی۔ ٹیونس کی فتح حقیقت میں کھلی رہزنی اور خونریزی تھی۔ اہل ٹیونس اسکو کبھی نہ بھولینگے"

زشرح قصۂ من رفتہ خواب از چشم خاصاں را
شب آخر گشتۂ و افسانہ از افسانہ سیخیزد

حامد علی صدیقی سہارنپوری

بقلم احقر العباد غلام رسول کاپی نویس پنجابی غفرلہٗ

ضروری اطلاع

اقصاے مغرب کا حق تالیف پانچ برس کے
واسطے مطبع روزانہ اخبار دہلی نے خرید لیا ہے۔
اِس عرصہ میں اصل مؤلف کو کتاب ہذا کے
بجنسہ یا کسی تغیّر و تبدل سے خود چھاپنے یا کسی
کو اجازت دینے کا حق نہیں ہے۔ جس کسی کو خریداری
منظور ہو دفتر روزانہ اخبار دہلی سے طلب کر لے۔

منیجر روزانہ اخبار
مقام دہلی

جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری اضابطہ محفوظ ہیں

محاربہ فرانس و پرشیا

جسکو

محمد مصباح الدین خلف حافظ محمد یوسف صاحب رئیس قلعۂ رہتک مالک مونع

بہنیسوال تحصیل پانی پت ضلع کرنال نے ایک انگریزی تاریخ سے برائے واقفیت عام

اردو میں ترجمہ کرکے شایع کیا

سنہ ۱۸۹۸ء

روزانہ اخبار پریس دہلی میں بسعی و اہتمام منشی میر احمد

صاحب منیجر طبع ہوکر شایع ہوئی

طبع اول ایک ہزار جلد

قیمت فی جلد ایک روپیہ عہ علاوہ محصول ڈاک

ڈیڈیکیشن

یہ ناچیز ترجمہ جب مرتب ہوچکا تو مجکو خیال ہوا کہ کسی ایسے نامور اور مربّی علوم و فنون کے نام کے ساتھ اسکو منسوب کیا جاوے جو بلحاظ اس خصوصیت کے شہرۂ آفاق ہو

بناءً علیہ

یہ حقیر ترجمہ

محض ازراہ عقیدت مُستمندانہ وخلوص محبّت غائبانہ عالی جناب مُستطاب معلّے القاب نواب علی یارخاں بہادر مؤتمن جنگ عمادالدولہ عمادالملک مولٰنا سیّد حسین صاحب بلگرامی ڈایرکٹر سررشتہ تعلیمات ریاست حضور نظام وکن دام اقبالہٗ کے نام نامی کے ساتھ صرف جناب موصوف کے عام شہرت فضائل و برگزیدگی اخلاق کے باعث مُعنوَن اور منسوب کیا جاتا ہے

مصباح الدین احمد

فہرست مضامین جنگ فرانس و پرشیا

مضمون	صفحہ
تمہید	۳
فصل اوّل	
آغاز جنگ	۱۵
جنگ ویسمبرگ	۱۶
جنگ ووارتھ	۱۷
جنگ فورباچ	۲۱
فصل دوم	
فرانسیسیوں کی اور شکستیں	۲۶
جنگ ویان ویلی	۳۰
جنگ مگریولٹ	۳۴
فصل سوم	
اسٹراسبرگ کا محاصرہ جنگ بیوسونٹ اور جنگ گرن	۴۰
فصل چہارم	
شہنشاہ فرانس کا جنگ سیڈان میں اسیر ہونا	۴۹
فصل پنجم	
پیرس کیجالت۔ تقرر سلطنت جمہور اور اسٹراسبرگ کا محاصرہ	۶۰
فصل ششم	
شہر ٹرنہ کا محاصرہ۔ اور شہر اڈل کی سپردگی	۶۷
فصل ہفتم	
پیرس کیجانب جرمنی فوج کا بڑھنا۔ پیرس کے قلعوں کا بیان۔ اسٹراسبرگ کی سپردگی	۷۰
فصل ہشتم	
پیرس کے سامنے لڑائی۔ شہنشاہ نپولین کا تحریر کی اعلان۔ کروہ وبجزیں لڑائی	۸۴
فصل نہم	
شہر پیرس کا محاصرہ۔ اور جنگ آرلینز	۹۱
اول جنگ آرلینز	۹۶
فصل دہم	
پیرس کے آگے خفیف معرکے۔ شہر مٹز کا محاصرہ اور اسکا فتح ہوجانا	۹۷
فصل یازدہم	
پیرس میں جوش۔ دوم جنگ آرلینز۔	۱۰۳
فصل دوازدہم (الف)	
دریائے لوائر کی لڑائیاں	۱۰۹
فصل دوازدہم (ب)	
دریائے لوائر پر چند دنوں تک لڑائی رہنا اور شہر بورجنسی کی فتح۔ پیرس سے فوج کا دوبارہ نکلکر دشمن	

مضمون	صفحہ
پرحملہ کرنا	۱۱۸
جنگ پونٹ نویلیس	۱۲۵
فصل سیزدہم	
ناموز کے قریب لڑائی ہونا	۱۲۷
جنگ باپام	۱۳۱
فصل چہاردہم	
شہر ہلی مانس پر جنگ عظیم	۱۳۶
فصل پانزدہم	
جنگ بلفورٹ	۱۴۱
فصل شانزدہم	
فرانس کی شمالی فوج کی شکست	۱۴۶
جنگ ڈیچون	۱۵۰
فصل ہفدہم	
پیرس کی سپردگی	۱۵۵
فصل ہژدہم	
صلح کا ابتدائی عہدنامہ۔ پیرس میں حالت جوش اور اختتام	۱۶۱
ضمیمہ جات	
تفصیل اسیران جنگ وغیرہ	۱
مجروحین جنگ ٹورس اور زخمیان شہر آرلینز۔	۲
ایک فرانسیسی عبارہ کی گرفتاری	۳
شاہ پرشیا کا درجہ شہنشاہت قبول کرنا	۴

مضمون	صفحہ
جنگ سے بربادی ہونا	۴
تعداد عباروں کی جو دوران محاصرہ میں پیرس سے روانہ ہوئے	۷
باشندگان پیرس کی مضبوطی	۸
شہر ہلی مانس کا فتح ہونا	۹
جنگ سیڈان کے بعد کا احوال	۱۰
تمام دنیا میں سب سے کم عمر کا ایک جرمنی سپاہی	۱۱
سچی قدردانی یا خوش اخلاقی کا نتیجہ	۱۱
تعداد فوج مشترکہ جو فرانس اور پرشیا کے جنگ میں ماری گئی اور تعداد زر جو طرفین کا دوران جنگ میں صرف ہوا۔ معہ موازنہ جنگ ہائے	۱۲
یورپ	۱۳
خاتمہ۔	۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب پاک کے میرے والد ماجد کو صد و سی سال کی عمر عطا فرمائی اُنہوں نے مجھ کو زمانہ حال کی ضرورت کے موافق بڑی محنت و جانفشانی سے تعلیم دلائی۔

میرے والد معظم جو وقت میں میر منشی ریاست ٹونک المخاطب بہ دبیر الملک تھے میں ہمچو ان چند سال تک پرائیویٹ سکریٹری ہز ہائینس نواب صاحب بہادر ٹونک کا رہا اُس وقت سے اب تک میں اپنی تعلیم انگریزی اور معلومات تجربہ کو بڑھاتا رہا ایک روز والد بزرگوار نے مجھ خاکسار سے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کسی تاریخ انگریزی کتاب کا ترجمہ عام فہم سلیس اُردو زبان میں کروں تو اصحاب اُردو خواں کو اُس کے مطالعہ سے بڑا فائدہ اور اُس کے مضامین سے عام واقفیت حاصل ہو گی میں نے بموجب ارشاد آنجناب کسی عمدہ کتاب کو ترجمہ کے لئے تلاش کیا۔ انقلابات و تغیرات زمانہ پر لحاظ کر کے مجھ کو کوئی کتاب اس جنگ فرانس و پرشیا سے بہتر ترجمہ کے لئے پسند نہ آئی۔ یہ جنگ ان ہر دو ممالک میں ۱۸۷۰ء و ۱۸۷۱ء میں ہوئی تھی بلحاظ اُس کثرت فوج کے جو میدان کارزار میں لائی گئی اور اُن پُر واقعات مختلف لڑائیوں کے جو اس معرکہ میں ہوئیں یہ ایک ایسی عظیم الشان جنگ ہوئی ہے کہ اگر تمام دنیا کی تاریخ کے ورق گردانے کی جائے تب بھی اس جنگ کی نظیر بہت ہی کم ملے گی اس مشہور عالم جنگ میں پرشیا ۱۰ لاکھ اور فرانس ۵ لاکھ فوج میدان کارزار میں لایا فاتحان نے پانچ لاکھ سے زاید اسیران جنگ گرفتار کئے ۲۴ جنگ اور ۱۰ چھوٹے چھوٹے معرکے اس جنگ کے دوران میں واقع ہوئے فرانس کے ۲۳ قلعے جبھی دنیا کا سب سے پہلا بنا ہوا قلعہ یعنے پیرس کا قلعہ بھی شامل تھا فتح کئے گئے اور بیشمار سامان جنگ اور توپیں اور بندوقیں اور

نشان وجھنڈے وغیرہ وغیرہ مال غنیمت فاتحان کے ہاتھ لگا مزید براں تقریباً تین ارب ۳۰ کروڑ ۴۳ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ خرچہ جنگ علاوہ اُس ملک مفتوحہ کے جو کہ دوام کے لئے سلطنت جرمن میں شامل ہو گیا اور جسکی آبادی ۱۵۹۰۱۴۵ کی ہے سلطنت فرانس کو ادا کرنا پڑا نپولین شہنشاہ فرانس نے معہ اسی ہزار فوج مسلح کے اپنے تئیں سپرد کر کے شاہ پرشیا کے قدموں پر اپنی تلوار رکھدی اس جنگ کے واقعات مثل قصہ کے پیچ در پیچ ہیں اس کے مطالعہ سے بڑی عبرت اور خداوند تعالےٰ کی قدرت نظر آتی ہے کہ ادھر چند ہی روز میں ایک شاہ کا نام اوّل درجہ کے شہنشاہوں کی فہرست میں اُس کے حکم سے بڑھا کر لکھا گیا اور اُدھر ایک زبردست سلطنت کے شہنشاہ کا درجہ ذلت و گمنامی سے بدل کر شہنشاہی تاج اُس سے چھین لیا گیا سچ ہے وہ چاہے جسکو عزت دے چاہے جسکو ذلت دے

یہ کتاب دلپر بڑا اثر پیدا کرتی ہے اور حقیقتاً بڑا ہی عبرتناک سچا فسانہ ہے۔

یکم نومبر ۱۸۹۶ء
مطابق
۱۶ جمادی الثانی ۱۳۱۴ ہجری قمری

نیازمند محمد مصباح الدین متوطن قلعہ رہتک
خوش باش شہر پانی پت
شہر پانی پت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

آغاز ۱۸۳۳ء میں یورپ کی کل سلطنتوں کی گورنمنٹوں میں کسی قسم کا عناد اور فساد نہ تھا اور تمام ملکوں میں دوستانہ تعلقات سے امنیت اور اتحاد کل براعظم میں پھیلا ہوا تھا۔ ایسے پُرامن زمانہ کی خوشنما تصویر میں ایک تاریک دھبہ نظر آتا تھا اور یہ ملک ہسپانیہ تھا۔ ۱۸۳۳ء میں ہسپانیہ والوں نے اپنے فرمانروا ملکہ ایسابلا کو معزول کر دیا تھا اور یہ ملکہ اسپین سے بھاگ کر کسی دوسرے ملک میں چلی گئی تھی۔ اُس وقت سے اسپین میں طوائف الملوکی ہو رہی تھی۔ سازشوں کا بازار گرم تھا۔ ایسے پُرآشوب زمانہ میں نظام ملک کے واسطے جو گورنمنٹ قایم ہوئی اس میں ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ مجھ کو ہی سرکاری عہدہ ملے اور نہ ملنے پر فساد اور شورش مچا دی جاتی تھی یہاں تک کہ اگر موقعہ ملجاتا۔ تو حریف عہدہ دار کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جاتا تھا[۱]۔ ایسے پرخطر زمانہ میں اسپین کی بادشاہت پر کسی غیر ملک کے شہزادے کو تخت پر بٹھانے کی تجویز ہوئی اور کئی لائق لائق شہزادوں سے درخواست کی گئی کہ وہ تخت ہسپانیہ پر جلوہ افروز ہوں۔ لیکن ہر ایک شہزادہ نے تخت پر بیٹھنے اور بادشاہ بننے سے انکار کر دیا۔ آخر کار جون ۱۸۳۰ء میں ہوہنزولرن کے شہزادہ لیوپولڈ نے جو شاہ پرشیا کا بھتیجا تھا اسپین کی بادشاہت منظور کر لی۔ جونہی کہ اس شہزادہ کے تخت اسپین کے منظور

[۱] جنرل پرم عارضی گورنمنٹ کے پریزیڈنٹ کو میڈرڈ کے شارع عام میں ۲۸ دسمبر ۱۸۷۰ء کو گولی مار دی گئی جو دو دن کے بعد ۳۰ دسمبر کو زخم شدید کی وجہ سے راہی ملک بقا ہوئے ۱۲

کر لینے کی خبر فرانس کی گورنمنٹ کو پہنچی تو وہاں کے سربرآوردہ لوگوں کو بڑا غصہ آیا۔ ڈیوک ڈی گرمیونٹ اور ایم اولیویر نے دوران بحث میں نہایت سخت الفاظ زبان سے نکالے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ سلطنت پرشیا کو دھمکی بھی دی گئی کہ اگر شہزادہ لیوپولڈ آف ہوہنزولرن کو تخت اسپین کے منظور کرنے کی اجازت دیگئی تو بہتر نہیں ہوگا۔ فرانس کے اس مخاصمانہ رویہ نے تمام یورپ میں ایک بے انتہا جوش پھیلا دیا۔ اور یہ بات زبانزد عام ہوگئی کہ فرانس اور پرشیا میں اب کھٹکنے والی ہے۔ مگر برٹش گورنمنٹ کی عاقلانہ اور معقول صلاح سے یہ معاملہ اصلاح پر آگیا یعنے پرنس ہوہنزولرن نے تخت اسپین سے کنارہ کشی اختیار کرلی[۵] - اور عوام کو اطمینان ہوگیا کہ اب یورپ میں جنگ کے خطرہ کا احتمال جاتا رہا۔ مگر افسوس یہ اُن کو دھوکا ہوا۔ فرنچ گورنمنٹ کے ایک جلسہ میں جس میں شہنشاہ نپولین والئے فرانس بھی شریک تھے یہ رائے قرار پائی کہ بادشاہ پرشیا سے اسبات کا اقرار لیا جاوے کہ وہ شہزادہ لیوپولڈ کے تخت اسپین کی آمیدواری کو آئندہ بھی کبھی منظور نہ کرے گا۔ ایم بینی ڈیٹی فرانسیسی سفیر متعینہ دربار پرشیا کو اسبات کی ہدایتیں فوراً روانہ کی گئیں کہ وہ مفصلہ بالا تجویز کو شاہ پرشیا کے حضور میں گذرانے۔ ایم بینی ڈیٹی نے ہدایتوں کے بموجب یہ تجویز شاہ پرشیا کے حضور میں پیش کی۔ بادشاہ موصوف اس درخواست کو سنکر نہایت غصہ ہوا اور ایسی درخواستوں کے منظور کرنے سے بالکل انکار کردیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایم بینی ڈیٹی دوبارہ بادشاہ کے حضور میں گیا اور بادشاہ کو اس درخواست کے قبول کرلینے کی ترغیب دی۔ اس پر شاہ پرشیا کو بے انتہا غصہ آیا اور اُس نے فرانسیسی سفیر کو حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے چلا جائے۔

ایم بینی ڈیٹی نے اپنی فضول کوششوں کے نتیجہ سے فرانسیسی گورنمنٹ کو اُسیوقت فوراً اطلاع دی اور ۱۵ جنوری ۱۸۷۰ء کو فرانس نے پرشیا کے برخلاف اعلان جنگ دیدیا۔

برٹش گورنمنٹ نے نہایت کوشش کی اور دونوں سلطنتوں کو ہر ایک طور سے سمجھایا کہ کسیطرح سے جنگ نہ ہو اور آپسمیں سمجھوتہ ہوجاوے۔ مگر اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ دونوں سلطنتوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی عموماً خیال کیا جاتا تھا کہ یہ ایک بھی خوفناک جنگ ہوگی یہ لڑائی ایسی ہی ثابت ہوئی۔

---

[۵] ماہ دسمبر ۱۸۶۹ء میں اسپین کی (کورٹس) پارلیمنٹ نے شہزادہ اموڈیس پسر بادشاہ اٹلی کو اسپین کا بادشاہ منتخب کیا اور یہ نیا منتخب بادشاہ ۲ جنوری ۱۸۷۰ء کو میڈرڈ میں داخل ہوا۔ عوام نے نہایت جوش اور تپاک سے اُس کا استقبال کیا۔

۱۹- جولائی سنہ ۱۸۷۰ء کو شاہ ولیم نے نارتھ جرمن پارلیمنٹ افتتاح کیا اور تخت کی جانب سے مفصلہ ذیل اسپیچ خود ادا کی -

" شمالی جرمنی تعہد کے معزز جنٹلمین -

جبکہ تمہارے گذشتہ جلسہ میں متعہدہ گورنمنٹ کی جانب سے ہم نے تمہارا خیر مقدم کیا تھا - اُس وقت بڑی خوشی اور شکر کا مقام تھا - چونکہ یورپ کے امن و امان میں کسی قسم کی خلل اندازی ڈالے بغیر تہذیب کے پھیلانے میں اور ہماری رعایا کے خواہشات کے مطابق جو دلی کوششیں ہم نے کی تھیں اُسکے صلہ میں کامیابی کا انعام ہم کو خداوند کریم کی مدد سے ملگیا تھا - باوجود ایسی طمانیت کے اب متحدہ گورنمنٹوں کو جنگ کا خوف اور اُنپر اُسکا بار ڈالا گیا ہے - آپ کو ایک غیر معمولی اجلاس کے لئے طلب کیا گیا ہے اس سے آپ کو مثل ہمارے اس بات کا یقین ہو جاوے گا کہ شمالی جرمنی تعہد نے قومی فوجوں کی درستی اسقدر محنت سے جو کی ہے تو اس سے کسی کو خطرہ اور خوف میں ڈالنے کا منشا نہیں تھا بلکہ ایک امن عام کی زیادہ تر حفاظت کی وجہ سے ایسا کیا گیا تھا - اور اب جبکہ ہم اپنی قومی فوجوں کو اپنی آزادی کے بچاؤ کے لئے طلب کرتے ہیں تو یہ صرف ہم اپنی عزت اور فرض کے احکام کی تعمیل کے بموجب کرتے ہیں - ایک جرمنی شہزادہ ہسپین کے تخت کے لئے نامزد ہونے سے جسکی نامزدگی اور کنارہ کشی سے متحدہ گورنمنٹوں کو کوئی تعلق نہیں ہے شہنشاہ فرانس کو جنگ کرنے کیلئے ایک بہانہ ہاتھ لگ گیا ہے - اور یہ معاملہ سفراء کے ذریعہ سے اس طرح سے کہلایا گیا کہ سفارت کی تاریخوں میں آجتک ایسی کوئی نظیر نہیں ملسکتی ہے اور جبکہ یہ باعث جنگ ہی جاتا رہا یعنے اُس شہزادہ نے کنارہ کشی بھی کرلی تب بھی امن عام میں خلل اندازی ڈالنے کی نیت سے اُسی کے متعلق گفتگو جاری رکھی اور اسی طرح فرانس کے ایک حاکم سابق کے امن میں خلل اندازی کرنے کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں - اگر جرمنی نے گذشتہ صدیوں میں اپنے حقوق کے تلف ہونے پر خاموشی اختیار کرلی تھی تو اُس کا سبب یہ تھا کہ جب جرمنی کی طاقت بنی ہوئی تھی - اور منتشر ہو رہی تھی اب جبکہ آجکل جرمنی کی کل قومیں آزادی کے جنگ کے زمانہ سے متفق ہوتی جاتی ہیں اور اب جرمنی کی فوج ہر طرح سے مکمل اور تیار ہے اور دشمن کے آنے کے لئے کوئی گوشہ فوج سے خالی نہیں چھوڑا ہے لہذا جرمن قوم کی یہ خواہش ہے کہ فرانس کے حملے کی پوری مدافعت کرے - یہ الفاظ ہم نے ازروئے تکبر اور گھمنڈ نہیں کہے ہیں - تمام متعہدہ گورنمنٹوں اور ہم کو اس بات کا یقین کامل ہے کہ فتح اور شکست اسی واحد کے ہاتھ میں ہے جو لڑائیوں کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے "

* حاکم سابق نپولین اوّل -

حشر کے دن خداوند کریم اور تمام مردمان کے روبرو وہ شخص اس بات کا ذمہ وار ہوگا جس نے کہ یورپ کے درمیان دو ملکوں کی صلح جو قوموں کو آپس میں ایک خونریز جنگ میں بھڑوا دیا ہے۔ اُمید ہو کہ شمال اور جنوب کی سب گورنمنٹیں حفظ حقوق اور آزادی کے لئے پورے طور سے اور جانبازی سے حملہ آوروں سے مقابلہ کرینگی۔ خداوند کریم ہمارے ساتھ ہوگا جسطرح کہ اُس نے ہمارے بزرگان کی مدد کی تھی۔" مفصلہ بالا تخت کی اسپیچ کے جواب میں شمالی جرمن پارلیمنٹ نے جو ایڈریس دیا وہ حسب ذیل ہے۔

"جس مبارک زبان سے حضور نے ہم کو مخاطب کر کے تقریر فرمائی اُس تقریر نے جرمن قوم میں ایک گونج پیدا کر دی ہے اور تمام جرمنیوں کے دلوں میں ایک خیال دوڑ گیا ہے۔ فرانس کی متکبرانہ درخواست کو حضور نے جسطور سے مسترد فرمایا اُس سے تمام قوم کو بڑی خوشی اور بڑا فخر حاصل ہوا۔ جرمن قوم کو اُسی قوم کے ساتھ اس سے رہنا چاہیئے کہ جو ہماری آزادی کی عزت کرے۔ فرانس جو خراب بیج بو رہا ہے اُسکا اثر فرانسیسی قوم کو بعد میں معلوم ہوگا۔ ہم اپنے فوجی بھائیوں کی بہادری پر بھروسہ کر کے کہتے ہیں کہ وہ ایک غیر حملہ آور کے آگے کبھی سر نہیں جھکائینگے۔ ہم اپنے بہادر بادشاہ پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ جسطرح سے وہ اپنے ایام جوانی میں لڑا ہے۔ خدا کی مرضی یہی ہے کہ وہ اپنی ضعیفی عمر میں اس جنگ کو اختتام پر پہنچائے۔ آخر میں ہم کو خداوند کریم پر بھروسہ ہے کہ وہ حملہ آور کی اس خراب جرأت کا اُسکو بدلہ دیگا۔ عوام میں بڑا جوش ہے اور تمام دنیا نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ حق بجانب ہمارے ہے۔ کل جرمن قوم میدان جنگ میں ایک دل ہو کر لڑیگی۔ اور عزت اور آزادی اور یورپ کا امن اور عوام کی خوشحالی اسی پر منحصر ہے۔"

۲۰۔ جولائی کے پیرس کے اخبار آفیشیل جرنل میں ہفتہ وار ملکی معاملات پر مفصلہ ذیل آرٹیکل شائع ہوا جس کے پڑھنے سے فرنچ گورنمنٹ کے سرکاری رویہ کا اندازہ معلوم ہوتا ہے۔

"ہمارے شہنشاہ اور چیمبر اور وزارت اور ملک میں جسقدر دلی اتحاد اور اتفاق ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ کسی قوم کو اپنے شہنشاہ پر اسقدر بھروسہ نہ ہوگا اور نہ شہنشاہ کو اپنی رعایا سے ایسی وابستگی ہوگی جیسے کہ بحال ہمارے ملک میں ہے۔ فرانس اپنے حقوق سے واقف ہے اور حب الوطنی کی خوشی میں اُسنے اپنی قسمت اپنی بہادر فوج کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ وزیر صیغہ خارجہ نے ۱۴ جولائی کو جو بیان سینٹ کے روبرو کیا اور وزیر عدلت عامہ نے جو بیان مجلس واضعان قانون کے روبرو کیا۔ اُس سے بڑا اثر ہوا۔ عوام کی رائے نے ایک لحہ کے واسطے بھی اس امر کی تمیز کرنے میں تامل نہیں کیا کہ اس جنگ کی ذمہ داری اُن لوگوں پر

نہیں ہے جنہوں نے اپنی عزت کے بچاؤ کے لئے اعلان جنگ دیا ہے۔ بلکہ اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں کہ جو بوجہ حرص کے غیر قوم کو خطرہ میں ڈالتے ہیں اور جنہوں نے کہ گورنمنٹوں اور قوموں کے عام فائدوں میں خرابی ڈالی ہے۔ شاہ پرشیا نے اس بات کا خود اقرار کر لیا تھا کہ اُس نے شہزادہ ہونہزولرن کو تخت اسپین قبول کر لینے کے لئے اختیار دیدیا تھا۔ اُس نے اس خفیہ طور سے ایک ایسا اتحاد کرنا چاہا تھا جو ہمارے اقتدار اور آئندہ حکمت عملیوں کا منافی ہوتا۔ چمبر کی رائے ہی کہ ہمارے اعتراضات جائز تھے۔ پرشیا کا رویہ جو ڈنمارک کے ساتھ رہا ہے کہ ابتک اضلاع شلیسوگ طلب کر رہا ہے۔ اُس پر بھی ہم نے اعتراض نہیں کیا اور جو بموجب عہدنامہ پریگ ڈنمارک کو ملنے چاہئیں اور گذشتہ چار سال سے وہ جنوبی جرمنی سلطنتوں میں جسطرح سے دخل دے رہا ہے اُس پر بھی ہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم میں جو سلامت روی کی عادت ہے اس وجہ سے ہم ایسی بحث کو نہیں چھیڑتے ہیں جس سے دوسری قومیں دق ہوں۔ گو عہدنامجات اور شرائط کے بموجب ہم کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہم ملک اسپین سے کچھ نہیں چاہتے اور نہ اُس کی آزادی میں دخل دینا چاہتے ہیں۔ ہم نے تو صرف پرنس آف ہونہزولرن کے بارہ میں جسکو ہم جانتے ہیں کہ شاہ پرشیا کا مطیع ہے گفتگو کی تھی اور شاہ پرشیا کو اس بارہ میں ہمارے سفیر نے جائز درخواست دی تھی۔ اور ہمارے مطالبہ زائد نہ تھے۔ ہم نے تو صرف اس بات پر قناعت کر لی تھی کہ پرنس آف ہونہزولرن نے تخت اسپین سے جو کنارہ کشی کی ہے اُس کی ضمانت دیدیجاوے اور جس حادثہ نے کہ ہم کو واجبی طور سے ایسا مشتعل کر دیا تھا اُس کا آئندہ وقوع نہ ہووے۔ چونکہ ڈنمارک کی ڈچیوں[1] (جاگیرات) کے بارہ میں جو معاملہ گذرا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ فراموش کیا جا سکے۔ فرنچ فورٹ میں ۳۰۔ نومبر ۱۸۵۲ء کو جو عہدنامہ ہوا تھا اُس کے ذریعہ گلکسٹنبرگ خاندان کے سرگروہ نے ایک شہزادہ کے ایمان اور عزت پر بعوض پندرہ لاکھ ڈالر کے جو ڈنمارک سے اُس نے وصول پائے ڈچیوں کے تمام حقوق چھوڑ دئے تھے۔ مگر چند سالوں کے بعد اس شہزادہ کے بیٹے نے ان ڈچیز کی وراثت کا دعویٰ کیا لیکن جو روپیہ اس حقوق چھوڑنے کے عوض میں لیا تھا اُس کو واپس دینے کیلئے کچھ نہیں کہا

[1] ۔ شہنشاہان آسٹریا خاندان گلکسٹنبرگ سے ہیں۔ اسی خاندان کے ایک شہزادہ نے یہ ڈچی ڈنمارک کو بیع کر دی تھی۔ مگر قاعدہ ہے کہ شہنشاہوں میں ہوش زیادہ ہوتی ہے شہنشاہ آسٹریا نے پرشیا کی معاونت سے ۱۸۶۴ء میں ہرسچی ڈنمارک سے اُلجھ فتح کر لیا۔ پرشیا کی نیت بدلگی اُنہوں نے قبضہ کرنا چاہا۔ مگر جنابت نے یہ آسٹریا ہی کو دلائیں اسباب سے آئندہ ہو کر پرشیا نے ۱۸۶۶ء میں آسٹریا کو شکست دیکر اُس سے یہ صوبے لیلئے۔ اس تمثیل کو بیان کر کے فرنچ والے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پرشیا بڑا غاصب اور بدعہد ہے۔ مصباح مترجم۔

خلاصہ یہ کہ تنازعہ حال اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ایک غیر طاقت نے اپنی عزت و قوت بڑھانے کیلئے جس سے ہماری عزت اور ہمارے فوائد کو نقصان پہنچے۔ یورپ کی موازنہ قوت میں خلل اندازی کرنا چاہا۔ ہم نے تو صرف ایک چیز چاہی تھی۔ کہ ہمارا اس بات سے اطمینان کر دیا جاوے کہ آئندہ پھر یہ بات نہ ہوگی۔ ہمارے شہنشاہ کا ابتدائے سے یہی خیال ہے اور اس سے زیادہ بالکل نہیں ہے۔ ہمارے سفیر کو جو مراسلہ بھیجا گیا جو مقام ایمس میں شاہ پرشیا سے گفتگو کرنے گیا ہوا تھا اُس کا آخری فقرہ یہ تھا۔ تاکہ کنارہ کشی ہو ترہوا سلئے یہ ضروری ہے کہ شاہ بھی اس میں شامل ہوں اور تم کو اس قسم کا اطمینان دلادیں کہ وہ آئندہ بھی ایسی نامزدگی کا اختیار نہ دینگے۔ اسطرح سے یہ سوال جو ابتدا ہی میں بیان کر دیا گیا تھا۔ چلئے اس سوال کا جواب کیا دیا گیا۔ یہی کہ کانفرنس یعنے سفارتی گفتگو بند کر دیگئی۔ کوشی بینی ڈیٹی نے مراسلہ ہدایات پر عمل کرکے ایک لفظ بھی زبان سے ایسا نہیں نکالا تھا کہ جو پرشیا کے لئے مزیل حیثیت ہو۔ نہایت ادب سے اُس نے شاہ ولیم سے صرف یہ درخواست دی کہ اگر تخت آپکی سیکو پھر دیا جاوے تو آپ پرنس ہوہنزولرن کو اُس کے منظور کرنیکا اختیار نہ دیں۔ شاہ نے اسبات کو نامنظور کرکے فرانس کی عزت کو نقصان پہونچایا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اپنے ایک ایڈیکانگ کی معرفت ہمارے سفیر کو کہلا دیا کہ ہم سفیر فرانس کو رکھنا نہیں چاہتے اور اس طرح سے ہماری عزت کو صدمہ پہنچایا۔ علاوہ ازیں شاہ پرشیا نے جنگی تیاری شروع کر دی ہے اور برلن کی کیبنیٹ نے اپنے تمام سفیران ممالک غیر کو اس مضمون کے تار بھیجے اُس میں فرانس کی نسبت سخت توہینی کلمات استعمال کئے ہیں۔ غصے سے لرزتے ہوئے فرانسیسیوں نے اب اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا ہے۔ سینٹ اور مجلس وضعان قانون نے اپنی حب الوطنی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے جسطرح سے کہ سینٹ کے پریزیڈنٹ نے کہا تھا فرانس اب صرف خدا ہی سے امید رکھتی ہے اور اپنی بہادری سے اپنی فتحمندی کی اُمید ہے"۔

۲۱۔ جولائی کے آفیشل جرنل اخبار میں مفصلہ ذیل شہنشاہی اعلان تمام فرانسیسی قوم کے نام شایع ہوا۔

"اے فرانسیسی قوم"

"انسان کی زندگی میں کچھ ایسے موقع بھی ہوتے ہیں جبکہ قوم کی عزت کو نقصان پہنچایا جاوے تو تمام فوائد کو نظر انداز کرکے جان و مال سے ملک کو فائدہ پہنچانا چاہئے اور وہ موقع اب فرانس میں آگیا ہے سلطنت پرشیا نے جسکی جانب ہم نے دوران جنگ ۱۸۶۶ء سے اور بعد ختم جنگ سے ہم نے نہایت دوستی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہماری عمدہ خواہشوں اور تحمل کی کچھ قدر نہیں کی۔ اور خوفناک رویہ اختیار کر لینے

اسے اُس نے ہر چہار جانب بے اطمینانی پھیلادی ہے اور اپنی حفاظت کے لئے اسوجہ سے ہر سلطنت کو اپنی فوج زیادہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور اپنی طرز عمل سے یورپ کو اُس نے لشکر گاہ بنا دیا ہے۔ جہانتک ہر روز غیر قابل اطمینان حالت ہے اور ہر روز آئندہ کا خوف کیا جاتا ہے کہ خدا جانے کل کیا ہوگا۔ یہ آخری واقعہ جو ہوا ہے اس سے بین الاقوام تعلقات کی کمزوری ظاہر ہے اور اب حالت نازک ہوگئی ہے۔ پرشیا کے اس آخری طرز عمل پر ہم نے اعتراض کیا۔ ہمارے عذرات کی پرشیا نے کچھ پروا نہیں کی۔ اور ہمارے واسطے حقارت آمیز کارروائی شروع کی۔ ہمارے کل ملک کو اس رویہ پر بہت غصہ ہے اور فرانس کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک ایک ہی آواز جنگ جنگ کی گونج رہی ہے۔ اب ہمارے لئے صرف یہ بات باقی ہے کہ ہم اپنی قسمتوں کو تمہیاں کے فیصلے پر چھوڑ دیں"

"ہم جرمنی سے جنگ نہیں کرتے۔ جسکی آزادی کا ہم ادب کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جنکو قوم جرمنی کہا جاتا ہے اُنہیں اختیار رہے چاہے وہ اپنی قسمتوں کا فیصلہ کسیطرح کریں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے تئیں مضبوط اور اپنی آئندہ حفاظت کو زیادہ مستحکم کریں۔ عوام کے فوائد مدنظر رکھکر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ کو امن نصیب ہو جاوے اور اُس خطرہ کی حالت کا خاتمہ ہو جاوے جسکے خوف سے تمام قومیں اپنی تمام آمدنی کو فوج اور ہتھیار کی درستی پر صرف کر رہے ہیں"

"اُے فرنچ قوم۔ ہم اب اپنے تئیں اپنی بہادر فوج کی اعلےٰ افسری پر مقرر کرتے ہیں جو اپنے فرض کی ادائگی اور حب الوطنی کے جوش سے بھری ہوئی ہے۔ وہ اپنی قدر خود خوب جانتی ہے چونکہ دنیا کی ہر چہار جانب جدھر اُس نے رُخ کیا فتح اُسکے ساتھ ساتھ رہی ہے۔ گو ہمارا فرزند ابھی نوعمر ہے لیکن ہم اُسکو بھی اپنے ہمراہ رکھینگے وہ اپنے فرائض سے بخوبی واقف ہے جو اُسکے نام نے اُسپر مقرر کئے ہیں اور جو لوگ کہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے لڑتے ہیں اُن کے خطروں میں شریک ہونے کا اُس کو فخر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری کوششوں میں برکت دیوے۔ وہ بڑی قوم جو اپنے وجہی حق کی حفاظت کرتی ہے وہ کبھی شکست نہیں پاتی"

راقم۔ نپولین

شاہ پرشیا کی جانب سے ۲۱۔ جولائی کو اسٹاٹس انزیگر اخبار میں حسب ذیل شاہی اعلان مشتہر ہوا۔

"ہم معہ کل جرمنی افواج کے ایک خود غرضانہ حملہ کے مدافعت کے لئے تلوار کھینچنے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں۔ خداوند کریم اس بات سے خوب آگاہ ہے اور عوام الناس بھی جانتے ہیں کہ ہم نے اپنی جانب سے جنگ

نہیں چھیڑتا ہے اور اس خیال سے ہم کو بڑی تسلی ہوتی ہے۔ ہمارا دل طمانیت دیتا ہے کہ خداوند کریم واہی حق کو سچ کر دیگا۔ گو لڑائی بڑے پیمانہ پر ہوگی اور جرمنی کے بہت آدمی ضایع ہونگے اب ہم اُس عالم الغیب کے بھروسہ پر میدانِ جنگ میں جاتے ہیں اور اُس سے بعاجزی التجا کرتے ہیں کہ وہ ہماری مدد کرے۔ ہم خداوند کریم کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنگ کا اعلان ہوتے ہی تمام جرمنی قوم کے دلوں میں جوش بھر گیا اور اس خود غرضانہ حملہ پر اُنہوں نے علانیہ اپنی ناراضگی ظاہر کی اور خداوند کریم پر اُن کو خوشی کے ساتھ یہ بھروسہ ہے کہ وہ فتح اُسی قوم کو دیگا جو راہ راستی پر ہوگی۔ ہماری رعایا ہمارے ساتھ ہمراہ ہو کر اُسیطرح لڑے گی جسطرح کہ ہمارے والد مرحوم کے زمانہ میں لڑی تھی یقین ہے کہ رعایا ہمارے ہمراہ ہو کر جانبازی سے لڑکر قوم کے لئے امن کا زمانہ پھر کر دیگی۔ ہم کو اپنے بچپن ہی کے زمانہ سے اس بات کا یقین ہوتا گیا ہے کہ تمام امور کا انحصار اور اختتام خداوند کریم کی مدد پر موقوف ہے۔ ہم کو اُسی پر بھروسہ ہے اور ہم اپنی رعایا سے بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی اپنا بھروسہ اُسی معبود پر رکھیں۔ ہم خداوند کریم کے آگے اُس کے رحم کے لئے سر جھکاتے ہیں اور اپنی رعایا اور ہم وطنوں سے ہم کو اُمید ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرینگے۔ اس لئے ہم حکم دیتے ہیں کہ ۲۷۔ جولائی بُدھ کا دن ہم نے دُعا اور عبادت کیلئے مقرر کیا ہے اُسدن سرکاری اور خانگی سب امور سے الگ ہو کر ہمارے ملک کے تمام گرجاؤں میں دعا مانگی جاوے اور جب تک جنگ جاری رہے ہمیشہ عبادتوں میں فتح کے لئے دُعا مانگی جایا کرے۔ اور یہ کہ ہم اپنے دشمنوں سے بھی مثل سچے عیسائیوں کے سلوک کریں۔ اور ہم کو خداوند کریم ایک ہمیشہ کے امن کا زمانہ نصیب کرے جسکی بنیاد جرمنی کی عزت اور آزادی پر مبنی ہو۔

دستخط۔ ولیم

مقام برلن۔ مورخہ ۲۴۔ جولائی۔ ون موہلر۔

۲۲۔ جولائی کو پرشیا والوں نے شہر کیل کے قریب جو پُل تھا اُس کو بارود سے اُڑا دیا اور پل پر جو برجیاں بنی ہوئی تھیں وہ اُڑکر دریائے بیدن کے پرلے کنارے پر فرانسیسی علاقہ میں جا گریں۔

۲۷۔ جولائی کے اسپیزگزٹ میں ایک معاہدہ کا مسودہ شایع ہوا جو کچھ عرصہ گذرا کونٹ بنی ڈیٹی نے کونٹ بسمارک کو دیدیا تھا۔ اخبار مذکور کو اس معاہدہ کے شایع کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ اصل مسودہ جو کونٹ بنی ڈیٹی کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ وہ اب برلن کے سرکاری دفتر میں موجود ہے۔ وہو ہذا۔

"شاہ پرشیا اور شہنشاہ فرانس کو یہ بات قرین مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ ان ہر دو سلطنتوں میں جو رشتہ اتحاد

اور دوستی ہے وہ اور زیادہ مستحکم کیا جاوے اور ماسوا اس کے دنیا کے امن و امان کے قیام کی حفاظت کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ دونوں ملکوں میں آپس میں ایسا سمجھوتہ ہو جاوے کہ اُن کے درمیان جو امر آئندہ رشتہ تجارت میں واقع ہو بآسانی فیصلہ ہو جایا کرے۔ اس غرض سے دونوں سلطنتوں نے ایک معاہدہ کرنے کی خواہش کی ہے اور اس امر کے کرنے کے لئے چند آدمیوں کو اپنی جانب سے ہر ایک سلطنت نے اپنا مختار باختیار کامل مقرر کیا ہے اور اُن کے اتفاق سے حسب ذیل شرائط معاہدہ کے ٹھیرے ہیں:۔

"شرط اوّل۔ آسٹریا اور اُس کی مددگار سلطنتوں سے پرشیا نے جسقدر قطعات ملک جنگ میں حاصل کئے ہیں شہنشاہ فرانس اُسکو منظور کرکے اُس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور شمالی جرمنی تعہد کے قیام کے لئے اُن مفتوحہ ممالک میں جو محکمجات یا انتظامات کہ شاہ پرشیا نے تعمیر یا مقرر کرے ہیں یا آئندہ مقرر کرینگے۔ اُس کو شہنشاہ فرانس منظور کرتے ہیں۔ اور اُس کے قیام کے لئے بوقت ضرورت شہنشاہ فرانس شاہ پرشیا کی مدد کے لئے اقرار کرتے ہیں"

"شرط دویم۔ شاہ پرشیا اقرار کرتے ہیں کہ فرانس اگر صوبہ لکسمبرگ کو فتح کرے یا اپنی سلطنت میں ملا دے تو شاہ پرشیا اُس کی مدد کرینگے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے شاہ پرشیا شاہ نیڈرلینڈ سے عہد و پیماں کرکے شاہ نیڈرلینڈ کو اس بات کی ترغیب دینگے کہ وہ ڈچی مذکور کے شاہانہ حقوق شہنشاہ فرانس کو دیدیں اور اُس کے عوض کوئی معقول معاوضہ لیلیں۔ اس کارروائی میں جسقدر روپیہ صرف ہوگا وہ شہنشاہ فرانس ادا کرنے کا اقرار کرتے ہیں"

"شرط سوم۔ اگر شمالی جرمنی تعہد کا جنوبی جرمنی ریاستوں سے پھر دوبارہ اتحاد ہو جاوے تو بشرطیکہ اس اتحاد سے آسٹریا الگ رہے۔ شہنشاہ فرانس کو اس اتحاد پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس اتحاد کے بعد ایک مشترک پارلیمنٹ سب ریاستوں کی ہوگی اور ریاستہائے مذکورہ کے شاہی اختیارات کا پورا لحاظ ہوگا"

"شرط چہارم۔ اگر شہنشاہ فرانس ملک بلجیم پر قبضہ کرنا یا اُس کو فتح کرنا چاہینگے تو شاہ پرشیا فرانس کو اپنی فوج سے مدد دینگے۔ اور ایسی حالت میں اگر کوئی دیگر سلطنت فرانس سے جنگ کریگی تو شاہ پرشیا فرانس کو برخلاف ایسی کسی دوسری سلطنت کے بحری اور بری فوج سے مدد دینگے"

"شرط پنجم۔ شاہ پرشیا اور شہنشاہ فرانس آپسمیں معاہدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی ملک پر حملہ کرینگے تو شامل ہو کر حملہ کرینگے اور اگر کوئی حملہ کرے تو ہر دو سلطنتیں شامل ہو کر اُس حملہ کی مدافعت کرینگی اور اس معاہدہ کے قیام کیلئے

اقرار کرتے ہیں اور فصلہ بالا معاہدہ کے بموجب وہ اپنی اپنی سلطنتوں کے اغراض کی حفاظت باہم ملکر کیا کرینگے"

اس مسودۂ معاہدہ کے شایع ہونے سے۔ انگلینڈ اور دوسری یورپین سلطنتوں میں بڑا جوش عظیم پھیل گیا اور برٹش وزیر صیغۂ خارجیہ نے ایک یادداشت اپنے ہر دو سفیران متعینہ پیرس اور برلن کے پاس ارسال کی اور اس میں دریافت کیا کہ کونسی سلطنت نے اول یہ مسودۂ معاہدہ لکھا ہے۔ مگر اس بات کا ٹھیک پتہ نہ لگ سکا کیونکہ فرانس نے کہا کہ پرشیا نے اسے اول شایع کیا اور پرشیا نے یہ بیان کیا کہ کونٹ بینی ڈیٹی نے اس کو تحریر کیا تھا۔

جرمنی فوج کی تقرری خاص حسب ذیل ہوگئی۔

شاہ پرشیا کل فوجی اختیار شاہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ گویا اپنی فوج کا کمانڈر انچیف مقرر ہوا اور جنرل مولٹکی کو اپنے ہمراہ رکھا۔ اور ملک کی کل فوج کو تین بڑے بڑے حصوں میں منقسم کرکے ایک حصہ پر اپنے ولیعہد کو افسر اعلےٰ مقرر کیا اور دوسری فوج پر ہز رائل ہائنس پرنس فریڈرک چارلس کو افسر اعلےٰ متعین کیا اور تیسرے حصے پر جنرل شائن مٹز کو افسر اعلےٰ مقرر کیا۔ اور شمالی جرمنی تعہد کی کل ریاستوں کی فوجیں اس میں شامل تھیں۔

جولائی کے تیسرے ہفتے کے ختم پر ایک بڑی مضبوط فرانسیسی فوج سرحد پرشیل محراب کے تھیون ویلی سے نیشی سولی اور بلفورٹ ہوتی ہوئی وسجز کے جنوبی پہاڑیوں تک مقیم ہوگئی۔ اول فوج جو زیر کمان مارشل میکمہن کی تھی اور جسمیں خاصکر الجیریا کی فوج تھی وہ کچھ عرصہ پہلے ہی جنوب سے روانہ ہوگئی تھی اور اسٹراسبرگ میں اور اس کے نواح میں جمع ہوگئی تھی۔ پانچویں اور دوسری (کورز) فوجیں جو زیر کمان جنرل فیلی اور جنرل فروسارڈ کی تھیں جنمیں سے پہلی ٹورس سے آئی تھی اور دوسری چالنز سے آئی تھی لیبچی اور سینٹ اوائڈ پر مقیم تھیں۔ جو ویش پراونسز کے کنارہ کنارہ پر ہے۔ چوتھی کورز کا کمانڈر لاڈیرالٹ تھا اور تیسرے کورز کا کمانڈر ربزن تھا جو مٹز کے قلعہ کے پاس مقیم تھا پہلی کو بذکز ورٹ کے ماتحت تھی جو چالنز سے نانسی کو آرہی تھی اور امپیریل گارڈ کی فوج پیرس سے سرحد کو آرہی تھی۔ اور جنوب مشرق میں جو ساتویں کورز تھی وہ زیر کمان ڈوئے شہر بلفورٹ کے قریب مقیم تھی اور اجگہ فرانس کی طاقت بہت کم تھی۔

فرانس کی فوجوں کی یہ حالت تھی اور جسطریقہ سے کہ وہ جمع ہوئیں سرحد جرمن کی جانب تدریج

بڑھی جارہی تھیں ۔ اور بعض جگہ تو ماہِ جون کے ختم سے پہلے ہی جمع ہوگئی تھیں اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اعلان جنگ سے پیشتر ہی فرانس نے پیشدستی حملہ کرنے کا ارادہ کر رکھا ہوگا ۔ دن پہ دن گذرتا گیا مگر فرانسیسی فوج اُسی طرح خامیش رہی اور فوج کے ڈویژن بھی حملہ کرنے کے لئے باہم نہیں ملیں اور ابھی تک یہ سوچا ہی جارہا تھا کہ کس طرح اور کہاں پر حملہ کیا جاوے ۔ اس بات کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ شہنشاہ فرانس کو اب معلوم ہوا کہ فرانس کی فوج جیسا کہ اُس کو خیال کیا گیا تھا اُس سے بہت کمزور پائی گئی اور کمسریٹ اور رسد رسانی کا انتظام نہایت ناقص اور خراب تھا یہی وجہ تھی کہ جنگ کا اعلان دیئے ہوئے تین ہفتے گذر گئے اور کوئی حملہ نہیں کیا گیا اور اس عرصہ میں دشمن کو خاصی مہلت سرحد تک آنے کی ملگئی ۔ جبکہ شہنشاہ فرانس تیسار کے کنارے پر آرام میں پڑا ہوا تھا اُس کے دشمن لڑائی کے لئے خوب تیاری کر رہے تھے ۔ جنگ کا اعلان ہوتے ہی تمام جرمنی ریاستوں کو یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ وہ اپنی اپنی فوجوں کو لڑائی کے لئے تیار رکھیں اور تمام فوجیں حب الوطنی کے جوش میں لڑائی کے لئے تیار ہوگئیں ۔ بویریہ شمالی سے دریائے ڈینوب تک اور رائن سے نیمن تک پرانے دشمن کے مقابلہ کیواسطے کل فوج اور عوام لوگ بڑی خوشی سے لڑنے کیلئے تیار ہوگئے ۔ اور غیر ممالک میں جو جرمنی آباد تھے ۔ وہ بھی لڑائی میں شامل ہونے کو آمادہ بخوشی ہوگئے ۔ اور ہر دیہہ اور شہر میں عام لوگ مسلح ہوکر تجربہ کار افسروں کی ترتیب میں قواعد وغیرہ کرنے لگے اور لڑائی کے لئے سب تیار ہوگئے ۔ اور اسطرح سے باقاعدہ فوج کی مدد کو ایک اور بڑی فوج تیار ہوتی گئی اور مغرب کی جانب تمام فوج سرحد فرانس پر ریلوں میں جلد جلد جانے لگی عینی شاہد کا بیان ہے جولائی کے دوسرے ہفتے سے اخیر جولائی تک جرمنی کی ریلوے لائن پر لے شمار جرمنی فوجیں ہر روز برابر چلی آتی تھیں ۔ اور ہر فوج کے لئے جو جو مقامات مقرر کر دیئے گئے تھے وہاں باقاعدہ فوج چلی جارہی تھی ۔ اور اسیطرح سے جرمنی کے صوبہ رہائن کے قلعوں میں برابر فوج قلعہ بند الگ ہوتی جاتی تھی ۔ دمدمے اور فصیلوں کی مرمت کی جاتی تھی ۔ خندقیں پانی سے بھری جاتی تھیں ۔ اور توپیں قلعوں کے برجوں پر چڑھائی جاتی تھیں تاکہ حملہ آور کا خوب مقابلہ ہوسکے ۔ اگست کے اوّل دنوں میں ان تینوں بڑی بڑی جرمن فوجوں نے اُس قطعہ ملک پر قبضہ کر لیا جو رہائن اور موسلی کے درمیان واقعہ ہے اور جو مدتوں تک جرمنی اور فرانسیسی قوم کے درمیان جنگ گاہ رہا ہے ۔ اوّل وہ فوج جس میں ساتویں اور آٹھویں اور کچھ حصہ دسویں کور کا شریک تھا اور جو زیر کمان جنرل شاتن مٹز تھے ۔ شمال سے روانہ ہوکر وادی موسلی کی جانب چلی گئی تھی اور شہر ٹرچن سے جو ریلوے لائن آئی تھی اُس کے متوازی ہتوازی مقیم تھی اور اب وہ سارنک خیمہ زن ہوگئی تھی جہاں سے اُس کا پچھلا

ڈویژن کچھ دور فاصلہ پر تھا۔ فوج دوم جسکے افسر پرنس فریڈرک چارلس تھے اور جو برائے نام شاہ کے زیر کمان تھے۔ اُس نے دریائے رہائن کو سینہیم اور مینیس پر عبور کر کے۔ اُس قطعہ ملک پر قبضہ کر لیا جو شمالی وسجز اور ہوچ وڈلٹ کے درمیان واقع ہے مگر جسقدر فوج اوّل بڑھگئی تھی یہ تمام فوج اس قدر ملک کے اندر نہ بڑھی تھی۔ مگر اس کا مقدمہ الجیش شائن مٹز کی فوج کے ساتھ شریک ہوگیا تھا اور رہائن لینڈ کا راستہ فوج دوم کے قبضہ میں تھا۔ اس فوج میں سات کورز شریک تھیں۔ یہ فوج دوم جرمن افواج کی مرکز تھی اور حملہ کرنے اور حملہ روکنے دونوں باتوں کیلئے یہ تیار تھی تیسری فوج ولیعہد کے زیر کمان تھی جس نے بھی دریائے رہائن کو عبور کر لیا تھا اور اُسمیں تین کورز تھیں اور اُس کے ہمراہ بویریا کی دو کورز اور ورٹبرگ کی کنٹنجنٹ بھی تھیں۔ اور یہ فوج لاٹر تک پہنچ گئی تھی معلوم ہوتا ہے کہ آل ساس کی سرحد پر فرانسیسی فوج بہت کمزور تھی۔ جنگ کے اعلان کے وقت فرانسیسی فوج کی آٹھ کورز کی تعداد تین لاکھ پچاس ہزار آدمیوں کی بتلائی جاتی تھی اور توپوں اور گھوڑوں کی تعداد بھی مناسب تناسب سے ظاہر کیگئی تھی۔ مگر کہتے ہیں کہ ان آٹھ کورز میں مشکل سے تین لاکھ جوان ہونگے۔ ایڈمنیش پراولنز کے قریب صرف ۷ کورز ہی قابل جنگ تھیں۔ چونکہ ڈوئے اور کنروبرٹ کی فوجیں ابھی بہت فاصلہ تھیں۔ اسلئے یہ بات مشتبہ ہے ہی کہ فرانسیسی فوج جو ہیون ویلی۔ سٹرا اور اسٹراسبرگ کے درمیان خیمہ زن تھی اُس کی تعداد آیا دو لاکھ بیس ہزار جوان کی ہوگی۔

لیکن یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچگئی کہ ۲ اور ۳ تاریخ تک جرمنی کی دو لاکھ فوج دریائے سار اور لاٹر کے پیچھے سرحد فرانس پر پہنچگئی تھی اور ایڈمنیش پراولنز سے جو شارع عام ملک فرانس میں آتے ہیں اُس راہ سے اور دو لاکھ جرمنی فوج سرحد فرانس پر آرہی تھی اور اگلی فوج اور اس فوج میں ہر بات کے متعلق گفتگو ہوا کرتی تھی۔ فرانس کی جانب سے جو توقف ہوا اس سے جرمنی نے فائدہ اُٹھا کر رہائن لینڈ میں اپنی اس قدر فوج لا ڈالی کہ فرانس کی فوج سے اُسکا تناسب ۲ اور ایک کا ہوگیا۔ یہ بات فرانسیسی کمانڈروں کی غفلت اور جرمن کمانڈروں کی ہشیاری اور چالاکی سے عمل میں آئی کہ جرمن کی فوج اور زیادہ مضبوط ہوگئی۔ نقشہ پر اگر نظر ڈالی جاوے تو معلوم ہو کہ ہیون ویلی سے اسٹراسبرگ کے شمال تک جو فرانسیسی فوج بطور مقدمہ الجیش پڑی ہوئی تھی وہ بالکل منتشر اور بکھری ہوئی تھی اور مٹز سے جو مدد موقع پر ملتی یہ اُس سے بھی الگ ہوگئی تھی۔ پس اگر دشمن اُسپر آپڑتا۔ تو اس فوج کا ایک آدمی بھی جاں بر نہ ہوتا۔ دوسری جانب جرمنی کی فوج سار لوس اور ولسبرگ کے درمیان جمع تھی اور اُسکی مدد کے لئے دیگر فوجیں بہت قریب مقاموں میں موجود تھیں

اور نین ریلوے لائن اور بے شمار سڑکوں پر مقیم تھیں۔ اور حملہ کرنے کیوقت اس طرح بہت جلد ایک بڑی فوج جرمنی کی فرانس میں داخل ہوسکتی تھی۔ اس بات سے جرمنی کمانڈروں کی لیاقت اور بہادری اور قوت اور عزم کا پتہ لگتا ہے جو کہ فوجی کارروائیوں میں ضروریات سے ہیں۔

ناظرین کو مختصر طور سے دونوں قوموں کے حالات سے آگاہ کرکے آئندہ اُن لڑائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو دونوں قوموں میں ہوئیں۔ اور اُن کے کیا کیا بڑے نتیجے نکلے۔ اس سے آگاہی دی جاوے گی۔

فصل اوّل

آغاز جنگ

۲۔ اگست ۱۸۷۰ء کو فرانسیسوں کی جانب سے جنگ کا آغاز ہوا۔ جنرل فروسارڈ کے کورز کے ایک دستہ فوج نے شہر سار بروک سے ایک چھوٹی سی پرشیا کی فوج کو ہٹا دیا۔ فرنچ فوج نے پہاڑیوں پر قبضہ کیے جہاں سے سار بروک نیچے کی جانب عین اُن کی زد میں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں پرشیا کی فوج کو پسپا کیا۔ تقابلہ بھی بہت ذرا سا ہوا۔ اور حملہ آور کیونکہ آگے نہیں بڑھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بس اُنہوں نے صرف حملہ کا آغاز کر دیا اور نوین کرچن کی اس مفید جنگ قضیہ کو قضیہ کرکے اُن کی یہ خواہش تھی کہ جگہ جو شرق اور مغرب سے ریلیں آتی ہیں اُن دونوں لائن کا سلسلہ توڑ دیا جائے اور زیادہ تر یہ بات تھی کہ پرنس امپیریل (ولیعہد فرانس) کو جو شہنشاہ فرانس کے ہمراہ اس لڑائی کے اخیر میں یہاں موجود تھا جنگ کی نقل یعنے چھوٹی سی لڑائی کرکے دکھا دیجاوے۔ فرنچ فوج کی جانب سے اس موقعہ پر خواستہ آلہ حرب میٹریلیوز سے بھی اول ہی اول کام لیا گیا میٹریلیوز ایک قسم کی کئی نال والی توپ تھی جس میں سے گولی اور گولیاں مثل بوچھاڑ کے نکلتی تھیں) اور پرنس امپیریل نے ایکدم اپنے ہاتھ سے اس خونخوار توپ کو فیر کیا۔ تو شہنشاہ فرانس نے شہنشاہ بیگم یوجین کو ایک تار بھیجا اور اسمیں تحریر کیا کہ لوئس (نام ولیعہد فرانس) نے توپ چلانے کا بیتمالے لیا ہے (مجازاً ابتدائی کام یا آغاز کرنے کو کہتے ہیں)

دوسرے روز اس فرنچ لائن میں بالکل خاموشی رہی۔ فوجیں اپنی سابقہ جگہوں پر ہی مقیم رہیں اور کہتے ہیں کہ فرنچ فوج نے سار بروک اور سار لاؤس کے درمیان قطعہ ملک کے ایک حصہ میں دشمن کی فوج کی دیکھ بھال بھی کی مگر کسی فرانسیسی جنرل کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ دشمن کے تینوں لشکروں کے کمانڈر سامنے سرحد پر چند میل ہی کے

فاصلہ پر پڑے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے روز اُن کو اُس کا خمیازہ اُٹھانا پڑا۔

جنگ ولیمبرگ

۴۔ اگست کی صبح کو ولیعہد پرشیا کی فوج نے دریائے لاٹر کو عبور کر کے جنرل میکمن کی فوج کے ایک حصہ پر جو اپنی کل فوج سے آگے بڑھ آیا تھا اور ولیمبرگ کے پرانے شہر کے نزدیک خیمہ زن تھا حملہ کر دیا۔ شہزادہ پرشیا نے مثل ایک عاقل کمانڈر کے کل فوج اکٹھی کر کے حملہ کیا اور اُسکی خواہش تھی کہ دشمن پر یہ ایسا حملہ کیا جاوے کہ قطعی ہوا اور دشمن کو کامل شکست ہو۔ کیونکہ جنگ کے موقعہ پر ایسا ہونا بہت مفید ہوتا ہے شاہزادہ نے ریاست بیڈن کی فوج کے ڈویژن کو اپنے میسرہ پر مقرر کر کے تین ڈویژن فوج سے فرانسیسی فوج پر حملہ کر دیا۔ فرنچ فوج بالکل بیخبر تھی اور اُسکو دشمن کے یکایک پڑنے سے تعجب ہوا۔ پرشیا کی فوج چالیس ہزار تھی اور فرانسیسی فوج دس یا بارہ ہزار ہوگی۔ اور نتیجہ وہی ہوا جو ایسی حالت میں ہونا چاہئے تھا یعنی جبکہ تین گنا زیادہ فوج یکایک دشمن پر حملہ کر دے جو لڑائی کے لئے تیار نہو۔ فرانسیسی فوج بے پرواہی سے اپنے کیمپ میں اِدھر اُدھر پڑی ہوتی تھی اور کہتے ہیں کہ صبح کا ناشتا کھا رہی تھی کہ یکایک پرشیا کی فوج نے جنگل میں سے برآمد ہو کر جہاں کہ وہ چھپی ہوئی تھی فرانسیسیوں پر حملہ کر دیا۔ اور فرانسیسی فوج کو بالکل منتشر کر دیا۔ اور گو فرانسیسی فوج نے تھوڑی دیر تک دلیری سے حملہ کو روکا اور ولیمبرگ کے قریب احاطوں اور مکانوں کی آڑ میں سے لڑتی رہی لیکن دشمن کی فوج کی زیادتی کی وجہ سے وہ گھبرا گئی اور جبکہ پرشیا والوں نے گیس برگ کو اُڑا دیا تو بہت سی فرانسیسی فوج گھبراہٹ میں بھاگ نکلی اور جبکہ جنرل ڈوئے اس فوج کا کمانڈر بھی مارا گیا تب باقیماندہ فوج نے بھی راہ گریز اختیار کی۔ اور بھاگتے ہوئے ایک توپ بھی چھوڑ گئے۔ جو پرشیا والوں کے ہاتھ لگی اور پانچسو فوج فرانسیسی قید ہو کر پرشیا والوں کے پاس مقید ہوئے۔

گو ولیمبرگ کی لڑائی سے کوئی مفید نتیجے تو نہیں نکلے لیکن فاتح قوم کے ہتھیاروں کو کامیابی کا وہ خطاب ملگیا جو ابتدائی معرکہ میں بڑے شوق سے دیکھا جایا کرتا ہے۔ ۵۔ اگست کا تمام دن ولیعہد نے اُن فوجوں کے جمع کرنے میں گذارا جو ولیمبرگ سے آگے بڑھ گئی تھیں اور شام ہونے سے پہلے پہلے ایک لاکھ بیس ہزار پرشیا کی فوج ایک جگہ جمع ہو گئی اور سرحد سے اسٹراسبرگ کو جو سڑک اعظم جاتی تھی اُسکے قریب یہ فوج جمع تھی اور بیڈن کی فوج اُس سڑک پر خیمہ زن تھی جو پہلی سڑک کے متوازی لاٹربرگ سے جاتی ہے۔ اگر ڈی فیلی پانچویں فرانسیسی کور

کے ساتھ دیگر فرانسیسی فوج کو ملا کر جو سامنے پڑی ہوئی تھی جرمنی کی فوج پر حملہ کرتا تو پرشیا کی فوج کو آگے بڑھنے سے روک ہو جاتی۔ مگر ڈی فیلی سے صرف ایک ڈویژن فوج پہاڑیوں کی پرلی طرف بھیجی جس سے بہت کم فائدہ ہوا اور اپنی تمام فوج لئے ہوئے ایک ہی جگہ پڑا رہا۔ اور اُدھر جرمنی فوج سب ایک جگہ جمع ہو گئی۔

اس اثنا میں مارشل سکیھن نے جو اول فوج کور کے ساتھ جسمیں تھوڑی سی کمک آکر شریک ہوئی جاتی تھی۔ شہر ہیگناؤ کے قریب مقیم تھا اور لڑ جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ولیمبرگ میں فرانسیسی فوج کی شکست سُنکر۔ اپنی تمام فوج کو بغیر توقف کے جمع کر لیا اور لڑائی کے لئے تیار ہو گیا۔ اُس نے ایک مضبوط اور بلند مقام تلاش کر کے اپنی فوج کو دریائے سار کے کنارے کنارے شہر ریچ شوفن سے الساس شاس تک پھیلا دیا۔ فرانسیسی میمنہ کی فوج قصبہ ریچ شوفن پر متیم تھی جو قرب شہر اور پہاڑیوں کی وجہ سے محفوظ جگہ تھی۔ اور قلب کی فوج اُس مقام میں خیمہ زن تھی جو فروش ویلر اور شہر دوارتھ کے درمیان واقع ہے اور میسرہ الساس ہاسن تک پھیلی ہوئی تھی اس کے قریب ایک گاؤں اور ایک پہاڑی تھی ان پہاڑیوں کی مغرب کی جانب جو میدان پڑا ہوا تھا سیکھن کا مقدمۃ الجیش یہاں بہت مضبوط تھا اور میمنہ اور میسرہ کی فوج محفوظ جگہ پر تھی اور سیکھن کی فوج ایسی جگہ مقیم تھی کہ اگر دشمن حملہ کرتا۔ تو ہر ایک قسم کی روک اُس کو حاصل ہوتی مثلاً احاطہ اور دیہات اور باغات اور ندیاں وغیرہ۔ پس سیکھن اسی مقام پر دشمن کے حملہ کرنے کا منتظر ہو کر مقیم ہوا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ بندوبست جنگ کے واسطے لائق کمانڈر کو کرنے چاہئیں وہ اُس نے سب کر لئے سیکھن کی فوج سینتالیس ہزار تھی اور اُس نے اس فوج کو دو قطاروں میں صف آرا کیا۔ اور سواروں کی فوج الگ فوج محفوظ کے طور پر علیحدہ رکھی۔

ولیعہد پرشیا کے پاس بھی دشمن پر حملہ کرنے کے لئے بہت فوج موجود تھی۔ اُس نے قلب میں دو کور بوبریا کی فوج کے اور دو کور زپرشیا کی فوج کے رکھے۔ اور ایک ڈویژن ولٹمبرگ کی فوج کی تھی۔ غرضکہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج اور چار سو توپیں لیکر ولیعہد پرشیا۔ فرانسیسی سپہ سالار سیکھن کے مقابلہ کے واسطے روانہ ہوا۔ پرشیا کی فوج نے مجبوراً اپنا رُخ اب دہنی جانب پھیرا اور اسٹراسبرگ کو جو سڑک جاتی ہے اُس سے وہ ذرا علیحدہ کر دئے گئے۔ اس وجہ سے ۴۔ اگست کی صبحکو جرمنی کی فوجیں ذرا دور دور ہو گئی تھیں۔ اور جبکہ پرشیا کی قلب اور میمنہ فوج کی فرانسیسی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ پرشیا کی فوج کے بہت سے ڈویژن بہت فاصلہ پر دور تھے۔

جنگ وَوارتھ

۶۔ اگست کو دن نکلے کے دو گھنٹے کے بعد پرشیا کی قلب اور میمنہ کی سپاہ نے لڑائی شروع کردی فرانسیسی فوج نے بھی اسکا سختی کے ساتھ جواب دیا جسکی وجہ سے پانچویں پرشیا کو رزنے اپنی توپیں بغرض حفاظت آگے کیں۔ جرمنی کے کمانڈر ابھی تک اپنی فوج کے بڑھکر حملہ کرنے کے منتظر تھے۔ بوربایکی فوج نے آگے آگے بڑھکر فرانسیسی میسرہ فوج پر حملہ کرکے انہیں پریشان کردیا مگر دس بجے کے قریب یہ بوربایکی فوج واپس ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ جب یہ فوج پیچھے ہٹ گئی تو پرشیا کی پانچو کورز فرانسیسی فوج کی زد میں آگئی۔ میکمہن نے اس موقع کو پاکر اپنی فوج سے دشمن کی اس تنہا فوج پر حملہ کرکے اس کو نیست و نابود کرنا چاہا اور ووارتھ کے قریب دو گھنٹے تک نہایت خونریز لڑائی رہی۔ دونوں فوجیں نہایت بہادری سے لڑیں لیکن پرشیا کی گیارہویں کورز کے آجانے سے۔ فرانسیسی فوج جو اب کم تعداد تھی مجبور ہوکے اپنے مرکز پر ہٹ آئی۔ اب جرمنی فوج کے آگے بڑھنے کی باری آئی اور پرشیا کی دو کورز نے فروش ویلر کے نزدیک بلندیوں پر بہادری کے ساتھ حملہ کیا اور بوربایکی ایک فوج نے فرانسیسی میسرہ فوج پر حملہ کردیا۔ حملہ اور اس کی مدافعت دونوں بڑی بہادری سے کی گئی۔ جرمنی کی فوج جبکہ وہ پہاڑیوں پر چڑھنے کا ارادہ کرتی تھی کئی دفعہ بہاری نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹادی گئی۔ فرانسیسی فوج گو تعداد میں بہت کم تھی مگر اپنی بلند جگہ کی وجہ سے بہت فائدے میں رہی۔ دو بجے جرمنی کی کل فوج لابن میں آگئی اور اب ویلھمد پرشیائے دشمن کے قطعی مقابلہ کی ٹھان لی۔ ویلھمد کی فوج میکمہن کی فوج سے ادھر لڑتی رہی ادھر بوربایا کی فوج کو فرانسیسی میمنہ کی فوج پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ اور بوربایکی دوسری فوج اور ورٹمبرگ کی فوج کو دشمن کی میسرہ فوج پر روانہ کیا۔ فرانسیسوں نے جرمنی کی فوج قلب پر نہایت دلیری سے حملہ کیا کہ جرمنی کی فوج کچھ منتشر ہوگئی لیکن آخر کار فرانسیسی فوج ویلر پر پسپا ہوئی میکمہن نے اب سب حصہ فوج کو اپنی قلب فوج میں ملایا۔ مگر جرمنی فوج اب حملہ کرتی ہوئی بڑھی آتی تھی یہاں تک کہ فرانسیسی قلب اور میمنہ فوج کی دو دو الگ الگ حصے ہوگئے۔ جرمنی فوج نے فرانسیسی میسرہ فوج بھی پیچھے ہٹادی یہاں تک کہ شام کے چھ بجے سے پہلے پہلے وہ فرانسیسی فوج جو ووارتھ کے قریب پہاڑیوں پر بڑی مضبوطی سے مقیم تھی اب جی چھوڑ کر بھاگنے لگی۔ اور نیڈربرون اور سیدان اور اسٹراسبرگ کو جو ٹکریں جاتی ہیں۔ ان سے کونیجر ہوکر فرانسیسی

فوج نے راہ گریز اختیار کی۔ جب یہ فرانسیسی فوج بھاگ نکلی تو جنرل ڈی فیلی کی فرانسیسی فوج نے جو پیچھے سے آگئی تھی جرمنی فوج کا تھوڑی سی دیر تک مقابلہ کیا۔ لیکن فرانسیسی فوج کو یہ کامل اور فاحش شکست ہوئی۔

بیس ہزار سے زیادہ فرانسیسی فوج مقتول اور مجروح اور قیدی ہونے سے کم ہوگئی۔ تیس توپیں اور چھ مٹریلیوز جرمنیوں کے ہاتھ آئیں۔ اور تھوڑے عرصہ کے لئے میکمہن کی فوج گویا بالکل معدوم ہوگئی۔ لڑائی کا نقشہ اور فرانسیسی اول کورز کا خزانہ فاتح فوج کے ہاتھ لگا اور بہت سا مال نقد اور لیڈیوں کی پوشاکیں اور زیورات جرمنی فوج کو ہاتھ لگے جنکو فرانسیسی فوج بھاگتے ہوئے چھوڑ گئی تھی۔ ایک روزنامہ اخبار کے نامہ نگار نے لڑائی کے ایک دن کے بعد یہ موقع جنگ جاکر دیکھا اور وہ حسب ذیل حالات بیان کرتا ہے۔

"میں نے یہ جنگ گاہ ایسے وقت میں دیکھا کہ مقتول ابھی تک دفن نہیں کئے گئے تھے اور اُن کی تعداد دیکھ کر یہ خیال ہوسکتا ہے کہ لڑائی کیسی خونخوار ہوئی ہوگی۔ شہر ووارتھ ایک زرخیز وادی میں واقع ہے اور اس کے قریب جہاں فرانسیسی فوج مقیم تھی ایک بڑا جنگل ہے جسمیں درخت کثرت سے ہیں۔ دریائے بروڈر قصبہ ووارتھ میں ہوکر بہتا ہے جسکے کناروں پر بھی بہت درخت اُگے ہوئے ہیں اور یہ دریا وادی کے مشرق کی طرف ہے۔ اس جگہ جرمنی فوج مقیم تھی جو چپ وراست بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ سڑک کے کنارے پر سپاہیوں کی نوکدار ٹوپیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور ایک درخت کے نیچے بندوقوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ فرانسیسی توپخانہ نے اس لڑائی میں خوب کام دیا۔ اور گو مختلف جماعتیں جرمنی کشتگان کو دوارتھ کے مشرقی جانب دفن کرنے میں مصروف تھیں۔ مگر اُس کے مغربی جانب بندوقوں کی آواز دو ایک دفعہ آئی۔ یہاں پر شیا اور بوبریا کی فوج بہت مضبوطی سے آگے بڑھتی چلی گئی اور فرانسیسوں کا بہت نقصان ہوا۔ فرانسیسی فوج دشمن کو آگے بڑھنے سے جب روکنے آتی تو اُس کی تمام کمپنیاں کٹ جاتی تھیں۔ اس مقام پر جرمنی کی فوج بہت ضایع ہوئی کیونکہ جرمنی کشتگان بھی بہت پڑے ہوئے تھے۔ مگر فرانسیسی مقتولان بکثرت تھے۔ جس راہ سے فرنچ فوج بھاگ کے گئی تھی وہاں فولادی سینہ بند اور برنجی کلاہ کثرت سے پڑی ہوئی تھیں اور ہر طرف سینکڑوں گھوڑوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور مغربی جانب جنگل کی طرف یہ خوفناک نظارہ اور زیادہ مہیب تھا۔

افسروں اور سپاہیوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں۔ خون کے گڑھے بھرے ہوئے تھے۔ قبور اور اسفل اور کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ فرانسیسی بہت گھبراہٹ سے بھاگے تھے کیونکہ جدھر سے وہ بھاگے تھے وہاں گاڑیاں اُلٹی ہوئی پڑی ہوئی تھیں اور اسباب سڑک پر پڑا ہوا تھا اور سپاہیوں کے تھیلے پڑے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ اس جگہ فرانسیسی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ گو اس وقت تک بہت سے زخمی اُٹھا کر لے گئے تھے تاہم ٹھیک ٹھیک نقصان کا پتہ لگانا ناممکن ہے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس لڑائی میں دس ہزار فرانسیسی اور سات ہزار جرمنی فوج مارے گئی اور جرمنی والوں نے سات ہزار فرانسیسی فوج کو گرفتار کیا۔ چار ہزار کو لڑائی میں اور تین ہزار کو تعاقب کر کے اسیر کر لیا۔ علاوہ ازیں بہت سی توپیں اور جھنڈے جرمنی والوں کے ہاتھ لگے۔ غرضکہ یہ جنگ دو ارتھ فرانس کے حق میں بہت خراب ہوئی۔ جب ولیعہد جرمنی اس میدان میں سے گذرا۔ تو جرمنی کے زخمی بخوشی اُٹھے اور خوشی سے چلائے کہ ملک جرمنی ہمیشہ محفوظ رہے۔"

یہ لڑائی فاتح اور مفتوح دونوں کے لئے قابل فخر تھی۔ جرمنی کی فوج تو بے شمار تھی۔ لیکن دوپہر تک اس کو کچھ زیادہ فائدہ نہ ہوا اور کئی گھنٹوں تک فرانسیسیوں کی جگہ بہت مضبوط رہی۔ فرانسیسوں نے نہایت بہادری اور استقلال سے مقابلہ کیا اور باقاعدہ اور چست اور اعلےٰ درجہ کی فوج ہونے کا ثبوت دیا لیکن ختم لڑائی پر اُنہیں خوف کے آثار پائے گئے اور دشمن کی فوج کی بے شمار تعداد دیکھ کر وہ بڑی گھبراہٹ میں بھاگ نکلے۔ شروع شروع میں جرمنی فوج کا حملہ اچھے طور سے نہ تھا۔ فوج الگ الگ ہو گئی تھی اور اگر ڈی فیلی کی فوج بھی آکر تیکمن کی فوج کی شریک ہو جاتی۔ تو تیکمن کو جرمنی کی قلب فوج پر دو دفعہ حملہ کرنے کا موقع ملگیا تھا اگر وہ حملہ کر دیتا تو اس لڑائی کا نتیجہ اور ہی طرح کا نکلتا۔ اس بات کو جرمنی والوں نے بھی مان لیا ہے۔ کہ اگر جرمنی کے سواروں کے رسالے اُس وقت اور بہادری سے لڑتے جس وقت کہ فرانسیسی فوج نے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا تو تیکمن کی تمام فوج برباد ہو جاتی اور اگر یہ نہ ہوتا تو بیشک ماری بہت جاتی اور تو پخانہ تو بالکل ہی برباد ہو جاتا۔ جس طریقہ سے ولیعہد نے اپنی فوج کو دو طرفہ فرانسیسوں سے لڑایا وہ طریقہ بیشک قابل تعریف ہے گو خطرہ سے خالی نہیں تھا اور گو یہ بات تامل سے کہی جاتی ہے کہ اُس نے احتیاط سے عمل کیا اور اغلباً اُس کو اتنی بڑی فتح کی اُمید نہ تھی مگر تاہم اُس نے مثل اصلی جرنیل کے مضبوطی اور جرأت سے عمل کیا۔ تیکمن نے نہایت ہشیاری اور چستی اور قواعد دانی سے اپنی فوج کو لڑایا

لیکن اُس کو ذرا پہلے بھاگنا چاہئے تھا جبکہ اُس کی دیگر دستہ فوج لڑ رہی تھی تاکہ اتنا نقصان نہ ہوتا۔ سٹر بلیوز کا میکمہن نے اس موقع پر استعمال نہیں کیا۔ یہ شاید اس وجہ سے تھا کہ درختوں اور جنگل کی وجہ سے اُس کا موقع نہیں ہو سکا۔ ورنہ اگر موقع ہوتا تو یہ ہشیار جرنیل موقع کو کب ہاتھ سے جانے دیتا۔ مگر آخری حصہ دن میں فرانسیسوں سے ایک غلطی ہوئی کہ چھٹی کورز کے کاریسیر بریگیڈ کو بڑھتے ہوئے جرمنی فوج سے اسی جگہ مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو جگہ رسالہ کے لئے بالکل خراب تھی۔ اور اس وجہ سے یہ اعلیٰ درجہ کا رسالہ بالکل تباہ اور قتل ہو گیا۔

جنگِ فورباچھ

جبکہ مفصلہ بالا خونخوار لڑائی فرانسیسی لائن فوج کے سینہ پر ہو رہی تھی۔ ایک اور لڑائی اُس کی فوج قلب کے قریب دوسرے پہلو پر ہو رہی تھی۔ ۵۔ اگست کو فرانسیسی دوسری کورز نے ساربروک کی بلندیوں کو خالی کرنا شروع کیا جس پر تین دن پہلے سے قبضہ کئے ہوئے تھی اور شام ہوتے ہوتے یہ فوج اُس وادی کے قریب جو اس مقام سے فورباچھ کو جاتی ہے پھیل گئی۔ اس لڑائی کا سرکاری بیان حسب ذیل ہے۔

۶۔ اگست کی سہ پہر کو، کورز ڈی آرمی کا ایک دستہ فوج ہرچن باچھ تک بڑھ گیا جو ساربروک سے بجانب شمال و مغرب سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور دریائے سار تک جگہ جگہ اپنی تھوڑی تھوڑی فوج ڈالدی دشمن نے اس سے پہلی رات کو سار بروک کی قواعد کی جگہ خالی کر دی تھی۔

دوپہر کے قریب سواروں کی ڈویژن فوج زیر کمان جنرل رہیں ہین اس قصبہ میں سے گذری۔ سواروں کے دو ہلکو اڈن آگے گئے تھے جبوقت کہ وہ پریڈ کے سب سے بلند موقع پر پہنچے اور جنوب سے جبوقت وہ نظر آئے۔ تو اسپیچرن کے نزدیک پہاڑیاں ہیں دشمن اُنپر فیر کئے گئے۔

یہ قواعد کی پہاڑی ایک وادی کے سر پر ہے جو فورباچھ اور اسپیچرن تک پھیلی ہوئی ہے اور دوسری جانب اس کے وہ بلندی ہے کہ جو اسپیچرن قصبہ کی وجہ سے اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ پہاڑیاں عمودی طور سے اس وادی سے کئی سو فیٹ بلند ہیں اور ایک قدرتی قلعہ کے طور پر ہیں۔ جو ناممکن الفتح ہے بہت سی برجوں کے طور پر یہ پہاڑ چاروں طرف نکلا ہوا ہے اور بہ حالت محصور ہونے کے یہ ناقابل التسخیر ہے۔ جو

فرانسیسی افسران کہ اسجگہ گرفتار ہوئے تھے وہ خود یہ بیان کرتے تھے کہ پرشیا والوں کی اس جگہ پر حملہ کرنیکے خیال پر ہم ہنستے تھے۔ فرانسیسی ۲ کور زمیں ہر ایک کا یہ خیال تھا کہ اگر اسپیچرن پر حملہ کیا گیا تو تمام محاصرین بالکل تباہ ہو جاوینگے۔

ایک بجے اور ۱۲ بجے کے درمیان ۱۴ ڈویژن ساربروک پہنچے۔ فوراً جنوب کی طرف روانہ ہو کر اس وادی میں جو ساربروک اور اسپیچرن کے درمیان واقع ہے ایک مضبوط فرانسیسی فوج سے اسکی مڈبھیڑ ہوئی اور فوراً فیر کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت جنرل فرو سارڈ پھر لوٹا اور اپنی کل فوج سے اسپیچرن پہاڑی پر پھر قابض ہو گیا۔ ۳ کور کا ایک ڈویژن زیر کمان جنرل ہیزین برسوقع اس کی مدد کو آگیا۔ ۱۴۔ ڈویژن کو اول اول تو بڑی تعداد فوج سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اس وجہ سے دشمن سے صرف سامنے سے ہی لڑنا بے فائدہ تھا۔ جنرل وان کیمکی نے اس لئے دشمن کی میسرہ فوج پر شہر استرنگ کی جانب سے الگ حملہ کرنا چاہا لیکن پانچ پلٹن فوج جو اس نے اس مقصد کے لئے علیحدہ کیں وہ فرانسیسی مضبوط فوج پر کسی قسم کا اثر ڈالنے کے لئے بالکل کمزور تھیں۔ دو دفعہ فرنچ فوج میسرہ پر حملہ کیا گیا لیکن جنرل فرو سارڈ نے ہر دفعہ حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔ ۳ بجے کے قریب جبکہ کل فوج ڈویژن مصروف کارزار تھی لڑائی بڑی تیزی سے جاری رہی۔

توپوں کے برابر شلک سے پرشیا کی فوج کے دیگر دستے جو فاصلہ پر تھے ادھر متوجہ ہوئے۔ جنرل بارینکو کے ماتحت جو ڈویژن تھا وہ سب سے اول آپہنچا۔ اس کی فوج کے دو توپخانی اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے بہت تیزی سے آپہنچے۔ اس کے بعد ہی ۴۰ پیدل فوج زیر کمان کرنل رکس اور ۹۔ ہنزار کے تین اسکوڈرن آپہنچے۔ اس وقت ۵۔ ڈویژن کا مقدمۃ الجیش وٹنبرگ پہاڑی پر مقیم نظر آیا۔ جنرل سٹوپ نگل جو اس روز سلٹ باچھ پر مقیم تھے حسب الحکم جنرل آلون سلبین معہ اپنے کل ڈویژن فوج کے توپوں کی آواز پر یہاں پہنچگئے۔ دو توپخانی سڑک اعظم پر روانہ ہو کے تیزی سے یہاں آئے۔ ساربروک سی نوتن کر چن تک کچھ پیدل فوج بذریعہ ریل بھیجی گئی۔

۳½ بجے جنرل گبن کی فوج نے سعد جنرل کیمکی کے کمکی فوج کی دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ پہاڑی پر جہاں جنگل زیادہ تھا وہاں پر کیا گیا۔ ۴۰ پیدل نے جسکے داہنی جانب ۱۵۔ ڈویژن فوج کی اور بائیں جانب چار پلٹنیں ۵۔ ڈویژن کی تھیں۔ حملہ شروع کیا۔ فوج کے پانچویں اور ۱۶۔ ڈویژنوں کو محفوظ رکھا گیا۔

حملہ نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔ جنگل پر قبضہ کر لیا گیا اور فرانسیسی وہاں سے ہٹا دیتے گئے۔ حملہ آوروں

نے اور زیادہ بلندی پر آگے بڑھ کر فرانسیسی فوج کو جنگل کی جنوبی حد تک ہٹا دیا۔ یہاں پر فرانسیسیوں نے مقیم ہو کر توپخانہ اور سوار اور پیدل ملا کر پھر مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر جرمنی کی پیدل فوج بالکل نہیں ہٹی اس مقام پر۔ ڈویژن کے توپخانہ نے بڑی بہادری سے کام کیا توپخانہ کی دو بٹریاں ایک تنگ اور خراب پگڈنڈی سے اسپیچرن کی پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ اُن کی مدد سے دشمن کا ایک اور نیا حملہ پسپا کیا گیا۔ جرمنی کی میسرہ فوج پر السنگن اور اسپیچرن کی جانب سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ لیکن ۵۔ ڈویژن نے جو بطور محفوظ فوج کے مقیم تھی اس حملہ کو روک دیا۔ یہ لڑائی جو کئی گھنٹے تک دونوں جانب سے نہایت تہوّرانہ طور سے ہو رہی تھی اب اس نے اور سخت پہلو اختیار کیا۔ فرانسیسی فوج نے جو تعداد میں بھی زیادہ تھی اب کے کل فوج سے پھر حملہ کرنا چاہا جب سے کہ ہم نے جنگل پر قبضہ کیا تھا فرانسیسی فوج کا یہ تیسرا حملہ تھا۔ لیکن ہماری پیدل اور توپخانہ کے استقلال سے یہ حملہ بھی رد ہوا۔ جس طرح کہ لہر کسے پہاڑ سے ٹکر کھا کر پیچھے ہٹ جاتی ہے اسی طرح سے فرانسیسی پلٹنیں ہماری بہادر فوج نے منتشر کر دیں۔ اس آخری ناکامیابی پر فرانسیسی فوج میں واپس لوٹنے کا بگل ہوا۔ اس لڑائی میں فرانس کی ۲۰ پلٹنیں تھیں اور ایک پوری کورز کا توپخانہ تھا اور ایک قابل التسخیر مقام پر مقیم تھی اور پرشیا کی ۱۰ پلٹنیں تھیں اور ایک ڈویژن کا توپخانہ تھا۔ اسپر بھی فرانس کو شکست ہوئی اور پرشیا والوں کے ہاتھ میں میدان رہا یہ ایک بڑی بہادری فتح ہوئی کیونکہ جرمنی والوں کی نسبت فرانس کی سب چیز زیادہ تھی۔ فوج زیادہ تھی۔ توپیں زیادہ تھیں فوج بہت مضبوط جگہ پر مقیم تھی لیکن تاہم جرمنی کی فتح ہوئی رات ہو جانے سے فرانسیسی فوج کو بھاگنے میں زیادہ سہولیت ہو گئی۔ تاکہ بھاگ جانا فوج کا معلوم نہ ہو اسلئے فرانسیسی توپخانہ میدان جنگ کے جنوب میں پہاڑیوں پر مقیم رہا۔ جہاں کہ وہ بہت عرصہ تک متواتر توپیں چلاتا رہا مگر اُس سے فوج جرمنی کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔

یہ میدان جنگ سواروں کے رسالہ کے حملہ کے لئے بالکل کام کا نہ تھا۔ اس لئے وہ اسمیں شریک نہیں ہو سکے۔ تاہم یہ فتح بڑی مشہور فتحوں میں سے ہوئی۔ جنرل فروساڑ کے ماتحت جسقدر فوج تھی اُسکی ہمت ٹوٹ گئی تھی۔ اس لئے وہ بالکل منتشر ہو گئی۔ جس راہ سے کہ یہ فوج جلدی سے بھاگی تھی اُس راہ کا پتہ بے شمار گاڑیوں اور سامان اور کپڑے وغیرہ سے جو وہاں پڑا ہوا تھا ملتا تھا۔ فوجی بگوڑوں سے تمام جنگل بھرا ہوا تھا۔ بہت سا سامان رسد اور ہر قسم کی چیزیں جرمنی والوں کے ہاتھ آئیں۔

جبکہ اسپیچرن پہاڑی پر لڑائی ہو رہی تھی ۱۳- ڈویژن پرشیا کی فوج نے دریائے سار کو قصبہ ورڈن پر عبور کرکے فوربا چھ پر قبضہ کیا۔ خوراک اور رسد اور کپڑوں کے بڑے بڑے انباروں پر قبضہ کیا جنرل فروسارڈ جو اپنی فوج کو پیچھے ہٹائے لے جاتا تھا اور جس کی مدد کے لئے جنرل بیزین کی دو ڈویژن فوج پہاڑی پر آگئی تھیں۔ اس فوج ۱۲- ڈویژن نے فروسارڈ کو جنوب مغرب کی جانب ہٹنے پر مجبور کیا اور جو سڑک کہ شہر بینٹ اوالڈ کو جاتی ہے وہ بالکل صاف کرالی۔

اس لڑائی میں دونوں جانب کا نقصان عظیم ہوا۔ صرف ۵- ڈویژن کے ۲۳۰۰ سپاہی مارے گئے اور ۱۸۰۰ زخمی ہوئے۔ ۱۲ پیدل کے ۱۳۲۷ اور ۸۰۰ سپاہی قتل اور زخمی ہوئے اس کے بعد چالیسویں اور آٹھویں اور ۴۸- اور ۲۹ اور ۲۷ پلٹنوں کا بہت نقصان ہوا۔ اور توپخانوں کو بھی بڑا نقصان پہنچا توپخانوں کے مقتول اور مجروحوں کی تعداد دونوں جانب برابر تھی۔ غیر مجروح قیدی جو جرمنی والوں نے گرفتار کئے وہ ۲۰۰۰ سے زاید تھے اور ہر گھنٹے بڑھتے جاتے تھے۔ علاوہ اسکے چالیس پل پیپوں کے اور بہت سے خیمے جرمنی والوں کو ملے۔

اس فتح سے جرمنی فوج کی بڑی تعریف ہوئی کیونکہ وہ دن بھر اپنے سے زیادہ تعداد دشمنوں سے لڑتی رہی اور ایک مضبوط جگہ سے دشمن کو مار کر ہٹا دیا۔ گو فرانسیسی بھی تھوڑے عرصہ تک بہت بہادری سے لڑے لیکن وہ بہت قتل ہوئے اور لڑائی کے آخر میں اُن کی ہمت ٹوٹ گئی اور پیچھے ہٹ جانا اُن کے لئے شکست ہو گیا۔ اوّل جرمن ڈویژن کا آگے بڑھنا ذرا وقت سے پہلے تھا لیکن جب لڑائی شروع ہو گئی اُسوقت جنرل کمانڈروں کی تقسیم فوج بالیاقت تھی معلوم ہوتا ہے کہ حملہ کے لئے انہوں نے اچھے موقع تلاش کر لئے تھے بعض عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ جنگل کی آڑ لے کر انہوں نے بڑی عقلمندی سے فرانسیسی میمنہ فوج کو پریشان اور برباد کر دیا۔ دوسری جانب فرانسیسی فوجیں بہت بری طرح صف آرا ہوئی تھیں۔ اُنہوں نے موقع نکل جانے کے بعد حملہ کیا۔ ۱۰- تاریخ کی دو لڑائیاں جنکو کہ جرمنی والوں نے دو وارتھ اور فوربا چھ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان کے نتیجے سے وہ فاحش غلطی ظاہر ہوتی ہے جو فرانسیسی کمانڈر انچیف نے علم جنگ کے قاعدہ سے کی تھیں اور فرانسیسی فوج کو ایسی خراب جگہ مقیم کر رکھا تھا۔ فرانسیسوں کا اگلا دستہ فوج دو حصے کر دیا گیا تھا۔ اور اُس کے پھر آپس میں ملکر دوبارہ دشمن کی فوج سے مقابلہ کرنے کا شبہ کیا جاتا تھا۔ فرنچ فوج میمنہ زیر کمان سیکمن کو وہ دو سجر کے پیچھے بحالت انتشار

ایک بد دلی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ ڈی فیلی کی فوج اُن دو فوجوں کے درمیان تھی جنکو وہ وارتھ اور فوربا چھ پر شکست ہوئی تھی اور وہ اب دشمن کی زد میں تھی۔ فرانسیسی قلب اور میسرہ کی فوج بڑی دور اور ایک دوسری سے فاصلہ پر تھی۔ وہ اور فرو سارڈ کی فوج جو قریب تھی مگر شکست یافتہ یہ سب اس قابل نہ تھیں کہ جرمنی کی فوج کو جو اب مثل سیل آب کے آگے بڑھی چلی آتی تھی کامیابی سے روک سکیں۔ جرمنی کی فوجیں اب دریائے سار کو عبور کرکے بڑھی جاتی تھیں اور وسجز کی گھاٹیوں میں سے آگے گذر رہی تھیں۔

فرانسیسی فوج کی اس بربادی کی خبر نے تمام قوم میں اور خصوصاً پیرس میں جوش عظیم پیدا کر دیا لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ لیکن کسی قسم کا فساد نہیں ہوا معلوم ہوتا تھا کہ حب الوطنی کے جوش نے تمام لوگوں کے دلوں کو بھر دیا ہے۔ ۷ اگست کی دوپہر کو شہنشاہ بیگم نے مفصلۂ ذیل اعلان پیرس میں شایع کیا:۔

"اے فرانسیسی قوم"

جنگ کے شروع سے اب تک ہماری کوئی فتح نہیں ہوئی۔ ہماری فوج نے بہت نقصان اُٹھایا ہم کو استقلال کے ساتھ اب جلدی سے دشمن کو شکست دینا چاہیے۔ اور ہم میں ایک پارٹی ہو وہ کون۔ پارٹی فرانس۔ اور ہم میں ایک جھنڈا ہونا چاہیئے وہ کون سا۔ ہماری قومی عزت کا جھنڈا۔ میں تم لوگوں کے درمیان میں ہوں۔ اور میں اپنا فرض ادا کرنے کو موجود ہوں۔ جہاں کہیں کہ خطرہ کا خوف ہوگا وہاں تم سب مجھکو فرانسیسی علم کی حفاظت کرنے کو سب سے پہلے موجود پاؤ گے میں تمام معززین شہر سے کہتی ہوں کہ وہ انتظام کو برپا رکھیں۔ اور جو شخص کہ مخل انتظام ہوگا تو وہ گویا ہمارے دشمنوں کا سازشی ہوگا۔

راقم یوجین۔

پیرس میں ایک حالت محاصرہ کا اعلان کر دیا گیا اور وزارت نے ایک اعلان شایع کیا جس کے آخری فقرے حسب ذیل ہیں:۔

جو خبریں کہ جنگ گاہ سے موصول ہوتی ہیں اُن کے دیکھتے اب ہم سب کا فرض ہے کہ ملک کی حفاظت کریں ہم تمام لوگوں کو از راہ حب الوطنی آگاہ کرتے ہیں کہ اب وہ ہمت سے کام لیں۔ چیمبرز کے جمع ہونے کا حکم دیدیا گیا ہے۔ اب ہم کو چاہیئے کہ پیرس کو محاصرہ کی حالت میں کر دیں تاکہ فوجی تیاری

کے عمل درآمد میں آسانی ہو جاوے۔ کوئی کمزوری کا نشان یا آپس میں تفرقہ نہ ڈالا جاوے۔ ہمارے وسائل بہت ہیں ہم کو قوت سے لڑنا چاہیئے اور تب ملک محفوظ رہے گا۔

۸ اگست کو پیرس میں ایک حکم جاری ہوا کہ نیشنل گارڈ نامی فوج جو یہاں تیار کیگئی ہے اُس میں تیس سے چالیس برس کی عمر والے آدمی جن کے جسم صحت ور ہیں اور جو اس سے پہلے شریک نہیں ہوئے ہیں شریک ہو جاویں۔

۱۹ اگست کو یہ خبر آئی کہ پرشیا والوں کا ایک لشکر دریائے سار کے کنارہ جمع ہو رہا ہے اور فرانسیسی فوج شہر مٹز کے سامنے جمع ہونی شروع ہوئی ہے۔ اس تاریخ کو پرشیا کے سفیر نے انگلستان کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کئے اور فرانسیسی سفیر کو دستخط کرنے کی اجازت پہنچ گئی۔ اس معاہدہ کا منشا یہ تھا کہ بلجیم جو اس جنگ میں فریقین جنگجو سے علیحدہ رہا ہے اگر اُس پر کسی نے حملہ کیا تو انگلستان دوسرے فریق سے ملک بلجیم کی حفاظت کے واسطے فریق مخالف سے لڑے گا۔ لیکن جنگ کی عام کارروائیوں میں شریک ہونے کا انگلینڈ ذمہ وار نہیں ہے۔ اس روز فرانسیسی چیمبر میں بڑا تماشہ ہوا سخت سخت الفاظ بولے گئے اور بعض ممبروں میں تو گھونسہ بازی تک کی نوبت آگئی۔ ایک ووٹ پاس ہوا کہ وزارت قابل بھروسہ نہیں ہے۔ ایم اولیوئر اور اُسکے ساتھیوں نے اسپر استعفا داخل کیا اور کومٹی ڈی پالیکاؤ کونسی وزارت کے بھرتی کرنے کا کام سپرد ہوا۔

۱۰۔ اگست کو پرشیا والوں نے اسٹراسبرگ کا اوّل محاصرہ کیا اور ریلوں پر جو وہاں سے اطراف میں جاتی تھیں قبضہ کر لیا۔ باشندگان شہر نے شہر کو حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۱۔ اگست کو شاہ پرشیا نے فرانسیسوں کے نام ایک اعلان شایع کیا جس کا یہ مضمون تھا کہ ہم صرف سپاہیوں اور فوج سے جنگ کر رہے ہیں اور فرانسیسی شہری آدمیوں سے جو لڑائی میں شامل نہیں ہم جنگ نہیں کرتے۔ بلکہ اُنکی عزت مدنظر رکھی جاویگی۔

فصل دوم

فرانسیسوں کو اور شکستیں

جنگ ووارتھ میں خوفناک شکست پاکر میکمہن کی فوج منتشر ہو گئی تھی اور اُس کی فوج سیمنہ کا ایک

بڑا حصہ شکستہ دل ہو کر ہیگنا اور اسٹراسبرگ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ باقیماندہ فوج اُس کی اُن سڑکوں پر پھیل گئی تھی جو کہ وسنجز میں سے گذر کر جنوب کی جانب جاتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مارشل نے بسچی میں پہنچکر ڈی فیلی کی فوج سے شامل ہو جانے کا ارادہ کیا تھا اور شہر نینڈ بر دون پر مقیم ہو جانے کا عزم کر لیا تھا۔ لیکن اُس کی فوج جرمنی والوں کی شکل دیکھتے ہی بھاگ گئی اور وہ جلدی سے سیورن واپس چلا آیا۔ یہاں اپنی بھاگی ہوئی فوج کو جمع کر کے اُس نے جلدی سے مغرب کی جانب کوچ کیا۔ اس عرصہ میں باقیماندہ فرانسیسی فوج نے لورین پر باہمی شریک ہونے کی کوشش کی۔ دشمن کے خوف سے یہ فوجیں اِدھر اُدھر بھاگی بھاگی پھرتی تھیں۔ مگر بوجہ فاصلہ بعید کے جو درمیان اُن کی پہلی لائن کے جو سارپر مقیم تھی اور دوسری لائن کے جو مٹز پر مقیم تھی۔ تھا۔ اس وجہ سے وہ لورین کے راہ پر سے ہٹ گئی۔ ڈی فیلی جو کہ سب سے الگ بسچی میں پڑا ہوا تھا۔ اب اُس لشکر میں پہونچنے کے ناقابل تھا۔ اب اُس نے جنوب کی طرف اس اُمید میں رُخ کیا کہ شاید میکمہن سے ملجا وے۔ بہت خوش قسمتی کی بات ہوتی اگر وہ پانچویں کور کو جو خطرہ میں تھی بچا سکتا۔ فرو سارڈ تو فوربا چھ میں شکست پا کر اپنی باقی فوج کے ساتھ مٹز کی طرف چلا گیا تھا۔ اور سینٹ ادالڈا اور دوسرے اچھے مقاموں کو خالی چھوڑ گیا تھا۔ جنرل لا اڈمیرلٹ کی فوج پر ابھی تک کوئی حملہ نہیں ہوا تھا وہ بھی مصیبت میں تھا وہ بھی معہ ۴۰ کور زکے تھیونویلی کو خالی کر کے چلا آیا تھا اور دریائے موزل کے کنارے کنارے مٹز کی جانب جا رہا تھا۔ بے زین کو ۳۰ کور زکے ساتھ مٹز سے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا تھا تاکہ وہ مقابلہ کے لئے لشکر کو جمع کرے اور وہ شہر نینڈ پر ایک جگہ مقیم ہوا یہ ایک ایسا مقام تھا کہ فرانسیسی فوج کو بڑا نقصان پہنچتا۔ اگر دشمن آ کر اُس پر حملہ کر دیتا۔ ایپیرل گارڈ فوج مٹز کے قریب اپنی جگہ پر مقیم تھی۔ کروبرٹ کی ۱۰ کور کا ایک حصہ بڑے قلعہ مٹز کی طرف جا رہا تھا اور باقی ماندہ فوج شہر نانسی پر مقیم تھی۔ ۷۔ کور زیعنے ڈوئے کی فوج اپنی جگہ پر مقیم رہی۔ سوائے اُس ڈویژن کے جو وارتھ میں لڑا تھا اور وہ یہاں سے بہت فاصلہ پر تھا۔

فوربا چھ اور وارتھ کی لڑائیوں کے تین دن کے بعد فرانسیسی فوج کی مفصلہ بالا کیفیت تھی میکمہن اپنی شکست خوردہ میمنہ فوج کے ساتھ جسکی جانب اب ڈی فیلی آ رہا تھا اصل فوج سے بہت فاصلہ پر تھا اور اُس کی میسرہ اور قلب کی فوجیں بھی آ ملیں شریک نہ تھیں اور مٹز پر جمع ہوتی جاتی تھیں۔ یہ فوج جو یہاں مقیم تھی اور جس پر فرانس کی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اس میں تین کور شامل تھیں یعنی دو شکست یافتہ

کورزار اور کچھ حصہ ۶- کونز کا جس کی تعداد غالباً ایک لاکھ پچاس ہزار کی تھی اور جس میں چار سو یا پانسو توپیں تھیں اور یہ خوب معلوم تھا کہ بمقابلہ دشمن کی بیشمار فوج کے جو اس سے پہلے سرحد پر فتح پا چکی ہے یہ فوج دشمن کی فوج کے مقابلہ کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ اس عرصہ میں جرمنی کی فوج نے میکمہن کی منتشر شدہ فوج کے دستوں کو شکست دی اور قید کیا۔ جرمنی فوج جو تعداد میں دو لاکھ تھی سارے نیڈ کو بڑھی جا رہی تھی اور میسرہ پر دیمعد جرمنی تھا جو وسجز کی گھاٹیوں میں سے گذر کر اس سڑک پر جا رہا تھا جو چیم پگنی کو جاتی ہے۔ ان حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اگر شہنشاہ فرانس جنہوں نے نیڈ میں بہت سی فوج جمع کر لی تھی بہت جلد مٹز کو واپس لوٹ آتی اور قلعہ کی پناہ میں اپنی باقیماندہ میسرہ اور قلب کی فوج کی صف آرائی کرتے اور یہ بات بہت ہی اچھی ہوتی اگر وہ واپس بہت جلد لوٹ آتی۔ لیکن بد شگونی سے شہنشاہ اپنی تلون مزاجی اور کاہلی سے جلد نہیں لوٹے۔ اور خطرہ جو جلدی سے لوٹ آنے کی حالت میں رفع ہو جاتا پھر سر پر آموجود ہوا۔ ۱۰- اور ۱۱- اگست تک مٹز پر تمام فرانسیسی فوج سوائے میکمہن۔ ڈی فیلی اور ڈوئے کی فوج کے جمع ہو گئی۔ اور اس جگہ قلعہ میں فوج رکھ کر باقی فوج کو براہ ڈوڈن چالنز پر بھیج دینا چاہئے تھا جہاں کہ شکست یافتہ میسرہ کی فوج اس فوج سے مل جاتی اور اگر اچھے طور سے صف آرائی کی جاتی تو مارنی اور سین کی لائن کی بھی حفاظت ہو سکتی تھی تین دن بیکار کھو دیئے۔ اس عرصہ میں شہنشاہ مٹز میں پڑے رہے۔ کبھی فوجوں کا معائنہ کرتے کبھی جنگ کے لئے کونسلیں کرتے اور کبھی لڑائی کے نقشے کی تجویزیں سوچتے رہتے۔ ۱۴- اگست تک کل فوجیں اپنی جگہ پر مقیم رہیں۔ صرف ۱۴- کو حکم دیا گیا کہ موزل کو عبور کر کے آگے بڑھیں۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس توقف کا ذمہ دار کون تھا آیا شہنشاہ تھے یا جنرل بے زین تھا جو کہ کمانڈر انچیف ہو گیا تھا۔ یہ کہدینا کافی ہو گا کہ اس توقف سے فرانس پر بڑی مصیبت پڑی اور فوجوں کی بڑی بربادی ہوئی۔ اس عرصہ میں جرمن کی فوجیں بڑی تیزی سے بڑھی آ رہی تھیں اور مٹز پر ولیعہد کی بے شمار فوج جمع ہو گئی۔ ۱۳- اگست کو اسٹائن مٹز کی فوج بھی آ گئی اور پرنس فریڈرک چارلس کی فوج نے موزول کو پانٹا موسن پر عبور کر لیا اور شمال کی جانب بڑھا آ رہا تھا اور اگر فرانس کی فوج اب براہ وردن چالنز پر پیچھے بھی ہٹتی تو پرنس چارلس کی فوج اس کو روک سکتی تھی۔ غرضکہ جرمنی کی دو لاکھ پچاس ہزار فوج معہ آٹھ سو توپوں کے لورین کے قلعہ کے چاروں طرف ملک میں پھیلی پڑی تھی۔

فرانس کی فوج مٹز پر چاروں طرف سے دشمن کے بیچ میں تھی اور اگر چالنز کی طرف اب واپس ہٹتی تو بھی دشمن کا خوف تھا اور اگر مٹز کے آگے روانہ ہوتی تو بھی بے شمار دشمنوں کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ ۱۴۔ اگست کو فرانسیسی مقدمۃ الجیش نے ورڈن جاتے ہوئے دریائے سوزل کو عبور کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے افسروں کو اس بات کا کچھ خیال نہیں رہا کہ جرمنی کی فوج پہلے ہی سے واپس ہٹنے کو روکنے کے لئے پڑی ہوئی ہے۔ شہنشاہ فرانس اس فوج کے ہمراہ تھا اور بغیر کسی قسم کے نقصان کے اس فوج نے مٹز کو خالی کر دیا۔ لیکن مٹز سے تھوڑی دور آگے جاکر قیام کر دیا۔ اور شہنشاہ دوسرے روز آگے روانہ ہوکر چالنز میں پہنچ گئے۔ اور اس چلے جانے سے اُنہوں نے فوج کی کمانڈ چھوڑ دی۔ جو فرانس کی حالت دیکھتے یہ کہنا چاہتے کہ اُن کو یہ کمانڈ نہیں لینی چاہتے تھی مگر کل فرانسیسی فوج ۱۴۔ تاریخ تک سوزل پر نہیں پہنچی۔ فوج کی تیسری کور زینی لا اڈمیریلٹ کی کور زار اور فرد سا کی اور ۳ کور جو بجائے بے زین کے اب جنرل ڈنکین کے زیر کمان تھی۔ یہ سب مٹز کی شرقی جانب مقیم رہیں اور ۱۴۔ اگست کی سہ پہر تک ان فوجوں نے کوچ نہیں کیا۔ اس فوج پر پرشیا کی ۷ کور ز اور لشکر دوم کی ایک کور ز نے زیر کمان جنرل اسٹائن مٹز حملہ کر دیا۔ فرانسیسی فوج نے دو چار دیہات کے پیچھے قیام کیا اور اپنے گرداگرد خندقیں کھود لیں۔ فرانسیسی بہت بہادری سے لڑے۔ دمدمے بنا کر اور گڈھے کھود کر اُن کی آڑ میں سے پرشیا والوں کا مقابلہ کیا۔ مگر جرمن والے جو بتدریج آگے بڑھے جاتے تھے اُنہوں نے نہایت عمدہ طور سے آگ برساتی یعنی بندوقیں اور توپیں بہت جلد اور نشانہ باندھ کے فیر کرتے تھے جس کا ثبوت اس سے ہو سکتا ہے کہ جب ایک گڈھا اور دمدمہ پرشیا والوں نے فتح کر لیا تو باوجود اس آڑ کے وہاں پر سات سو کیا سی فرانسیسی مقتول پائے گئے۔ تین یا چار گھنٹے تک نہایت خونخوار لڑائی رہی حملہ آوروں کا بھی بہت نقصان ہوا چونکہ وہ تو پخانہ قلعہ کی زد میں آگئے تھے اور دوسری جانب فرانسیسی بہادری سے لڑے تھے مگر شام ہوتے ہی فرانسیسی فوج پسپا ہوئی اور قلعہ کی آڑ میں پناہ لی۔ اس سے حملہ آوروں کا مقصد پورا ہو گیا یعنے فرانسیسی فوج اپنی سابقہ جگہ پر مقیم ہو گئی اور ہر گھنٹے جرمنی کی فوج برابر چلی آتی تھی۔

دوسرے روز اور پرشیا کی فوجیں ورڈن کی سڑک پر سے برابر چلی آرہی تھیں اور شہر مٹز

کی چاروں جانب پھیل گئیں ۔لیکن شاہ کے مراسلوں سے یہ بات ظاہر معلوم ہوتی ہے کہ ابھی تک پوری کامیابی مشتبہ معلوم ہوتی تھی۔ اور فرانسیسی فوج کا واپس ہٹ جانا ناممکن نہ تھا۔ اس اثنا میں بے زین جس کو اب تمام کارروائیوں کا ذمہ وار سمجھنا چاہیے دریائے موزل کو عبور کرکے سٹر کی جانب آرہا تھا اور آگے روانہ ہونے کے لئے فوج کا سامان آگے روانہ کردیا تھا اور فوج مقدمۃ الجیش سے ملکر شام کے قریب فوج کے دستے مارس لاٹور اور ڈون کورٹ تک پھیلا دئے تھے۔ یہ دونوں ٹھہراؤ دو سڑکوں پر ہیں جو وردن اور ایٹین کو جاتی ہیں باقی فوج بے زین کے پیچھے کی جانب سٹنز کی طرف پھیلی پڑی تھی۔ ایک ایسے جرنیل کو جس نے پوری لیاقت کا ثبوت دیا ہو الزام دینا نازیبا ہے کہ وہ استقلال کے ساتھ آگے نہیں بڑھا۔ حالانکہ اس نے ایسے خطرناک موقع پر فوج کا کمانڈ لیا تھا درحقیقت فرانس کے لئے یہ وقت بڑا خطرناک تھا اور اس جرنیل کو اس بات سے واقف ہونا چاہتے تھا کہ پرشیا کی فوج اس کی جانب چلی آرہی ہے اور اس کی فوج کے پیچھے ہٹ جانے کو وہ قطعی طور سے روک سکتی ہے اور بے زین جو ۱۲ یا ۱۵ میل اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے چلا تو یہ فاصلہ اس کی مقصد برآری کے لئے بہت کم تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو خطرہ واقع ہونیوالا تھا اس سے بے زین آگاہ نہ تھا چونکہ ۱۵ تاریخ کی شب کو یا دوسری صبح اس نے یہ پیغام بھیجا کہ وہ معہ اپنی کل فوج کے ۱۶۔ تاریخ کو ایٹین میں پہونچ جاویگا یعنے وہ اپنے دشمن کی پہنچ سے باہر ہوجاوے گا۔

جنگ ویان ویلی

۱۶۔ اگست کو مٹز کے قریب یہ لڑائی واقع ہوئی۔ اور مفصلہ ذیل بیانات اس شخص نے تحریر کئے ہیں کہ جو اس لڑائی میں موجود تھا:۔

آج صبح لشکر دوم دشمن کی دیکھ بھال کے لئے نکلا تھا کہ یکایک اس کو جنگ پیش آگئی۔ صبح کے پانچ بجے ہم خیمان کورٹ سے روانہ ہوئے اور ہم نے خیال کرلیا تھا کہ شکست کھانیکے بعد ہمارا یہ معمولی کوچ ہے کہ یکایک توپخانہ کی چند باڑیاں اور سواروں کا ایک سکواڈرن ہم سے الگ ہوا اور ہم کو معلوم ہوا کہ سٹر کی جانب دشمن کی دیکھ بھال کے لئے یہ جاتا ہے۔ پرشیا کی فوج

کے محافظ سوار کچھ فاصلہ پر نظر آئے۔ ہم جلدی سے کوچ کر کے ۶۔ ڈویژن کے سواروں کے کیمپ پر پہنچگئے جو جنرل کین بارن کے زیر کمان تھی وہ بھی تیار ہو گیا اور ہم سب ایک چھوٹے سے گاؤں دیان ویلی کی جانب بڑھے تھوڑی دیر بعد سواروں کی بندوق کے فیر ہونے کی آوازیں آنے لگیں اور سوا نو بجے توپ کے چلنے سے معلوم ہوا کہ لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ پرشیا کی فوج نے لڑائی شروع کر دی اُس وقت اُس کی تعداد یہ تھی کہ ۶۔ رسالہ تھا اور ایک پیدلوں کا بریگیڈ تھا اور چھ باٹریاں توپخانہ کی تھیں۔ اور ہماری فوج پرشیا کی فوج سے چار گُنا زیادہ تھی۔ توپوں کا چلنا اب متواتر شروع ہو گیا اور پرشیا کی فوج نے بشکل نصف دائرہ کے آگے بڑھنا شروع کیا۔ فرانسیسی فوج اپنی میسرہ کی جانب سے ذرا پیچھے ہٹ گئی اور معلوم ہوا کہ دیان ویلی پر مقیم ہو گی جہاں بلندیوں پر اُن کا توپخانہ موجود تھا اس کا جواب پرشیا والوں نے یہ دیا کہ وہ بھی پیچھے ہٹنے لگے۔ گیارہ بجے پیدلوں کے اول بریگیڈ کی آٹھ پلٹنیں زیر کمان جنرل لعین ہٹر لیوز کی برستی ہوئی آگ کے سامنے بڑھیں پرشیا والوں کی نسبت فرانسیسی توپیں بہت جلد چلتی تھیں۔ لیکن اس سے نقصان کم ہوتا تھا ایک موقع پر فرانسیسی اور پرشیا کے توپخانوں کا مقابلہ ہو گیا۔ اور فرانسیسی توپخانہ سے سات گولے جتنی دیر میں چلتے اُتنی دیر میں پرشیا کے توپخانہ سے تین گولے چلتے تھے۔ لیکن اس تین بار کے فیر ہی سے فرانسیسی توپخانہ بالکل خاموش ہو گیا۔ میں نے بعد ختم لڑائی اس امر کا ایک توپخانہ کے افسر سے ذکر کیا اور اُسنے میری کلام کی سن وعن تصدیق کی۔ میمنہ اور میسرہ سب جانب کے پیادے لڑائی میں مصروف تھے کہ ہزار کی ایک رجمنٹ سواران سمیت توپخانہ کے ایک باٹری کے گھوڑے دوڑاتی ہوئی آئی اور گاؤں کا چکر دے کر میسرہ کی جانب پیادگان سے لڑائی میں مصروف ہو گئی یہ ایک بہت خوشنما نظارہ تھا مگر جبکہ یہ جوش اور گرد و غبار جاتا رہا تو بہت سے لال کوٹ اور گھوڑوں کی لاشیں زمین پر نظر آنے لگیں اور مجھے اس بات کا یقین ہوا کہ آج کل رسالہ سواران کو بغیر پیادگان اور توپخانہ کی مدد کے پیادوں کی لڑائی کے لئے بھیجنا گویا اُن کو موت کے مُنہ میں بھیج دینا ہے۔

فوج ڈریگون رسالہ کا ایک اسکوڈرن زیر کمان پرنس وچن اسٹائن لڑائی میں شریک تھا اور اُس میں سے نصف سے زیادہ سوار میدان جنگ میں کام آئے۔ پرشیا کے توپخانہ نے ایک

چھوٹی سی پہاڑی پر تقسیم ہو کے فرانسیسی فوج پر بہت صحیح نشانہ سے گولہ باری شروع کی اُس سے گھبرا کر فرانسیسی میمنہ فوج نے پھر پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ لڑائی کے آغاز سے اسوقت تک یہی معلوم ہوتا رہا کہ ہماری فوج دشمن کے مقابلہ کے لئے بہت کم ہے۔ ہماری ایک فوج اسوقت تک نہیں آئی اور اُس کا بہت انتظار تھا۔

اس وقت تک ہر سپاہی کی یہ رائے تھی کہ فرانسیسوں نے نہایت قابل تعریف طور سے آگ سائی اور بمقابلہ جنگ حال کے گولہ باری کی ۱۸۶۶ء کی جنگ کی آتشباری مثل بچوں کے کھیل کی تھی۔ اور علاوہ ازیں وہ کہتے تھے کہ فرانسیسی جسقدر آج جمے ہیں۔ اتنے استقلال سے آجتک نہیں لڑے تھے۔ لیکن بوجہ پیادوں کی کمی کے سواروں کو جو پیدلوں اور توپخانہ سے لڑنا پڑا۔ اس وجہ سے سواروں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی۔ ایک رجمنٹ یعنے ۷۔ کیرلیسر فوج کو توپخانہ کی ایک باٹری پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ توپخانہ کے اوپر جا پڑی اُس میں ایک جوان انگریز بھی تھا جس نے پرشیا کی فوج میں نوکری کرلی تھی اور ابھی اُس کو لفٹنٹی کا عہدہ ملا تھا وہ سب سے پہلے توپخانہ پر جا پڑا۔ رجمنٹ میں کل آدمی تین سو تھے لیکن نتیجہ بہت خراب رہا۔ جبکہ میں نے دوبارہ اس رجمنٹ کو دیکھا تو اُس میں مشکل سے سو آدمی ہی باقی رہے تھے۔ ۲½ بجے محفوظ توپخانہ بھی بُلا لیا گیا اور اب توپوں کا بہت جلد جلد چلنا شروع ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت آفتاب بھی آدمیوں کا فوج ہونا دیکھنے کے لئے ہمارے بہت قریب آ گیا تھا کیونکہ گرمی کی وہ شدت تھی کہ بیان سے باہر ہے اور ہر جانب سے یہی آواز کان میں آتی تھی کہ پانی۔ پانی۔ خدا کے لئے رحم کر کے پانی پلاؤ۔ بیماروں کے اُٹھانے کے لئے جسقدر آدمی مقرر تھے وہ اپنا کام نہایت جلدی اور عجلت سے کر رہے تھے۔ لڑائی کے میدان سے فوج کے بڑھنے یا اور کسی سبب سے آگ کے برسنے کے کم ہوتے ہی یہ لوگ اپنے رحم والے کام پر جاتے تھے اور بیمار کو گاڑی میں ڈالکر لاتے تھے ایک گھنٹہ تک لڑائی اور برابر جاری رہی اور اس عرصہ میں بہت سی فوج گرفتار بھی ہو گئی تھی۔ پونے چار بجے پرشیا والوں نے اپنے حملہ کو بلا اور میسرہ سے حملہ موقوف کر کے میمنہ فوج کی جانب سے ۵ پلٹنیں ایک پہاڑی کے پیچھے چلی گئیں اور تھوڑی سی دیر کے لئے دونوں جانب آتشباری موقوف ہو گئی۔ اور گیارہ گھنٹے کے کچ اور لڑائی کے بعد یہ کوئی عجب کی بات نہیں معلوم ہوتی۔ ۵ بجے کے قریب سویں کور لڑائی کے لئے پھر بڑھی۔

اب دونوں جانب سے پھر آگ تیزی سے برسنی شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ پاؤ میل تک فرانسیسی فوج پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن لڑائی کے آخر تک وہ وہاں مقیم رہی۔ شام کے وقت جرمنی رسالہ کو پیدلوں پر حملہ کرنے کا پھر حکم دیا گیا۔ لیکن اس حملہ میں سواروں کا بہت نقصان ہوا۔ چونکہ آٹھ بج چکے تھے اور کچھ نظر نہ آتا تھا جب رسالہ واپس آیا تو بہت سے گھوڑوں پر سوار موجود نہ تھے۔ ۱۶۔ اگست کی یہ لڑائی ہے جس پر مارشل بے زین نے فرانسیسوں کی فتح کا دعویٰ کیا۔ گو یہ بات ضرور ہے کہ فرانسیسوں کی نسبت جرمنی والوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ لیکن فرانس کے دو جھنڈے اور سات توپیں جرمنی والوں کے ہاتھ لگیں اور دو ہزار فرانسیسی قید ہوئے اور یہ سب باتیں فتح ظاہر نہیں کرتیں۔ علاوہ اس کے فرانسیسوں کا پسپا ہونا روک دیا گیا تھا اور وہ قصبات ویان ویلی اور ڈون کورٹ سے جو ورڈن اور ایٹین کی سڑک پر واقع ہیں ہٹنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے اور مجبوراً ان کو مٹز کی جانب جانا پڑا اور جرمنی کی فوج کے لئے اب چالنز جانے کا رستہ صاف تھا۔ مارشل مذکور نے اپنے لفٹنٹوں کو بھی یقین دلایا کہ ۱۶۔ تاریخ کو ہماری فتح ہوئی اور فرانسیسی فوج جو واپس پیچھے ہٹی تھی تو اس کے پاس گولا اور بارود سامان جنگ ختم ہوگیا تھا اس وجہ سے ہٹی تھی یہ الفاظ مارشل نے کہکر سپاہیوں کی ڈھارس بندھائی۔ اس کی پاس فوج کی ۴۔ کور تھی جنکی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی اول اس کو یہ چاہئے تھا کہ کوئی مضبوط جگہ تلاش کرکے باستقلال دشمن سے لڑتا تاکہ چالنز جانے میں اس کو آسانی ہوجاتی۔ اس کو ایسی جگہ آن میدانوں میں ملی جہانکہ نالے کثرت سے تھے اور تھوڑی دور پر جنگل تھا اور یہ جنگل ایگ گاؤں گریولٹ نامی سے شمال مشرق کی طرف شہر پراویٹ لامان گینی تک اس سڑک کے برابر پھیلا ہوا تھا جو شہر مٹز سے سرحد کو جاتی ہے۔ ۱۷۔ اگست کو مارشل اپنی فوج کو اس لائن پر مقیم کرنے میں مصروف رہا اور نہایت عقلمندی سے فوج کی حفاظت کے انتظام کرتا رہا۔ فرانسیسی فوج میسرہ نے گریولٹ گاؤں پر اسجگہ قبضہ کیا تھا کہ جہاں ایٹین اور ورڈن کی سڑکوں کا اتصال ہوا ہے اور جہاں سے مٹز کو سڑک اعظم جاتی ہے اس جگہ ایک بلند مقام پر فرانسیسی فوج مقیم ہوئی۔ جس کے نیچے جنگل تھا اور چاروں طرف کا ملک اس بلندی پر سے دکھتا تھا اور سامنے خندقیں کھودلی تھیں اور توپخانہ مقیم تھا اور پیچھے ایک فرانسیسی قلعہ موسوم بہ سینٹ کوئینٹن تھا۔ ان وجوہات سے یہ مقام ناممکن الفتح معلوم ہوتا تھا۔ فرانسیسی فوج قلب گو اس قدر مضبوط نہ تھی مگر بلند مقام پر مقیم تھی اور اس کے سامنے دشمن کے

آنے کے لئے بہت سی رکاوٹیں تھیں اور اُس کے بھی چاروں طرف خندق کھودی گئی تھی۔
بے زین نے اس مضبوط مقام گریولٹ پر ایک لاکھ دس ہزار فوج ٹھیرائی اور مٹز کے قریب بیس ہزار فوج محفوظ رکھی۔

اس انتظام سے فرانسیسی کمانڈر کی ہشیاری اور چالاکی معلوم ہوتی ہے اور بیشک اور دوسرا شخص بھی اس سے زاید بندوبست نہ کرسکتا۔ جبکہ بے زین یہ تیاریاں بچاؤ کی کر رہا تھا جرمن کمانڈر حملہ کرنے کا بندوبست کر رہے تھے۔ ۱۷۔ اگست کو تمام فوج پونٹ اے موسون سے روانہ ہوکر ایک لائن میں آگئی تھی اور ورڈن اور ایٹین کی سڑکوں پر شہر روزن ویلی سے شمال کی جانب ڈون کارٹ تک قبضہ کئے ہوئے تھی اور اس کے علاوہ جو فوج مٹز پر تھی وہ اس کی مدد پر اور تھی جرمنی کے جرنیلوں کے پاس اب ۹۔ کورز تھیں اور ایک حصہ ۱۔ کورز کا تھا اور اور فوج کمک کے لئے آگئی تھی اس وجہ سے جرمنی کی کُل فوج کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار کی تھی اور یہ فرانسیسی فوج سے مقابلہ کرنے کو آئی تھی۔ کیونکہ گریولٹ پر فرانسیسی فوج میسرہ بہت مضبوط جگہ مقیم تھی۔ اور پرشیا والوں کو یہ جگہ فتح کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اس وجہ سے پرشیا والوں نے اپنے لشکر عظیم کا ایک بڑا حصہ بے زین کی فوج کے مقابلہ کے لئے بھیجا تاکہ حملہ کرکے اُس کو دوسری جانب لوٹا دیں اور اس عرصہ میں میسرہ پر بھی حملہ جاری رکھکر فرانسیسی فوج پر دباؤ ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ فرانسیسی اس دباؤ سے اگر ایٹین اور ورڈن کی سڑکیں چھوڑکر شہر مٹز کی جانب بڑھیں تو وہاں جو پرشیا کا توپخانہ مقیم ہے وہ گولہ باری کرکے فرانسیسی فوج کو بالکل تباہ کردے۔ جرمنی کمانڈروں کی یہ تجویز تھی۔ اور بے زین کی فوج کے مقابلہ کے لئے اُنہوں نے ۵ کورز بھیجیں اور ۳ کورز فرانسیسی میسرہ فوج سے لڑنے کے لئے رکھیں۔ اور ایک کورز سالم اور دوسری کورز کا ایک حصہ فوج سرحد سے خط و کتابت جاری رکھنے کے لئے مٹز کی مشرق میں محفوظ رکھا۔

جنگ گریولٹ

اس خونریز جنگ کی بابت جرمنی سرکاری بیان حسب ذیل ہے:۔

۱۸۔ اگست کی صبح کو ہمارے دونوں لشکروں کا مقام اس طرح تھا کہ ۷۔ کورز تو قصبہ گریولٹ کے جنوب میں مقیم تھی اور ۸۔ کورز اور اوّل رسالہ سواران کا ڈویژن قصبہ ریزن ویلی کے جنوب میں تھا

اوّل کور نز اور تیسرے رسالہ سواروں کا ڈویژن شہر مٹز کے مقابل دریائے موزل کے داہنے کنارے مقیم تھے۔ یہ کل فوجیں لشکر اوّل کہلاتی تھیں اور شہر بوے ڈی واکس سے گریولٹ تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس لشکر اوّل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اگر لشکر دوم پر دشمن حملہ کرے تو یہ اُس کی مدد کرے۔ لشکر دوم جس کا ایک حصّہ لشکر اوّل کے قریب رہا کرتا تھا وہ ورڈن کی سڑک کے شمال کی طرف جا کر تھا اور اُس کی فوجیں حسب ذیل مقاموں پر متعین تھیں۔ ۱۲۔ کور ز ڈی آرمی کو قصبہ مارس لاٹور سے قصبہ جارنی تک کارروائی کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور فرج گارڈس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ مارس لاٹوس اور ویان ویلی کے بیچ میں سے ڈون کورٹ کی جانب بڑھے۔ اور نویں کور نز کو یہ حکم تھا کہ سڑک اعظم کو شہر ریزدن ویلی پر عبور کر کے شہر کالری فرم کی جانب کوچ کرے جو شہر سینٹ مارسل کے شمال میں ہے۔ یہ تینوں کور نز اوّل لائن میں تھیں اور ان مقامات متذکرۂ بالا پر قبضہ کرنے سے سڑک اعظم پر اُن کا قبضہ ہو جاتا اس فوج کی روانگی سے پہلے سکینی اور پرشیا کے رسالوں نے کوچ کیا۔ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ اگر دشمن نے اپنے مقام سے کوچ نہ کیا ہو تو اُس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ دشمن مٹز کے سامنے مقیم ہو گیا ہے اور پھر تینوں کور نز داہنی جانب پھر جاویں اور اول اور دوم دونوں لشکر حملہ کرنے کو بڑھ جاویں۔ دوسری لائن میں ۳۔ اور ۱۔ کور نز ڈی آرمی کی فوج تھی جو شہر پونٹ اسی موسن سے رات کے دو بجے روانہ ہو گئی تھی اور شہر بگر زیز کی جانب بڑھی جا رہی تھی۔ ½ ۱۰ بجے صبح کے ہم کو معلوم ہوا کہ دشمن نے کوچ نہیں کیا اور شہر مٹز کے سامنے جو آخری سلسلہ پہاڑیوں کا ہے اُس پر مقیم ہے۔ اُس وقت لشکر دوم کو یہ حکم دیا گیا کہ داہنی جانب سے ذرا ہٹ کر اور تھوڑی دور لشکر اوّل سے رہ کر اپنی قلب فوج کو شہر ورنی ویلی اور اومان ویلرز کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے۔ جب یہ فوج اُس جانب چلی جاوے اُس کے بعد دشمن کی فوج میمنہ پر اور سامنے کی فوج پر حملہ کر دیا جاوے۔

سب سے پہلے نویں کور نز ڈی آرمی کو دشمن کی فوج کا مقدمۃ الجیش ملا۔ بارہ بجے کے قریب شہر ورنی ویلی کے قرب و نواح میں توپیں چلنے کی آوازیں آنے لگیں اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ فوج لڑائی میں مصروف ہے اس لئے لشکر اوّل کو حکم دیا گیا کہ اپنے توپخانہ سے دشمن کے سامنے کی فوج پر گولہ باری کرے۔ لشکر اوّل نے سوا بجے کے قریب اپنے آہستہ مگر پورے نشانہ والے گولوں سے لی پاوٹ ڈی جور پہاڑی پر دشمن کی فوج پر گولہ باری شروع کی۔ فرانسیسوں نے اس کا جواب اپنے بے شمار توپخانہ سے دیا۔ توپوں

کی گرج میں شرلیوز کی آواز صاف طور سے خوب پہچانی جاتی تھی۔ درمیان دو اور ۳ بجے کے پیادوں کی لڑائی میں بلایا گیا۔ اب یہ معلوم ہو گیا کہ دشمن کی تمام فوج اُن پہاڑیوں پر مقیم ہے جو قصبہ سینٹ سیری آچینی سے قصبہ سینٹ ایل تک پھیلی ہوتی ہیں اور قصبہ بوس لاکسی سے قصبہ پاونٹ ڈی جوڑ کی سڑک اعظم کے متصل تک برابر چلی گئی ہیں۔ دشمن کی یہ جگہ بڑی مضبوط تھی۔ پہاڑیوں کی بلند چوٹیوں پر قلعے تھے اور دمدمے اور گڈھے کھود کر فوج اُن میں بٹھا دی تھی اور ایک کے ذرا اوپر آگے ایک دمدمے اس طور سے بنائے تھے جیسے کس کے تماشے میں جگہیں بنائی جاتی ہیں۔ ہم ان پہاڑیوں پر اوّل سے قبضہ نہیں کر سکے کیونکہ ہم کو شمال اور مشرق دونوں جانب لڑائی کی تیاریوں میں مصروف رہنا پڑا۔ اور ہماری بہت سی فوج مشرق کی جانب بھی جب بڑھی جب ہم کو معلوم ہو گیا کہ فرانسیسی بھی بجانب شمال نہیں جاوینگے اور اسی وجہ سے فرانسیسی فوج کے میمنہ والے دستہ کو ہم چاروں طرف سے نہیں گھیر سکے۔ اب سوائے اس کے کہ اس مضبوط جگہ پر حملہ کر دیا جاوے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ یہ لڑائی بڑی دیر تک ہوتی رہی اور بہت سخت لڑائی تھی پہلے پہل فرانسیسی میسرہ فوج پر حملہ کیا اور فوج گارڈ قصبہ سینٹ سیری آچینی کے پاس لڑتی رہی اور بعد اس کے سینٹ پریوٹ لامانگینی کی پہاڑی پر اور بعد ان اسی نام کے قصبہ پر اور ڈون کارٹ پر فرانسیسوں سے لڑی۔ علاوہ ازیں قصبہ سینٹ ایل کی داہنی جانب قصبات ہوبن ویلی۔ بوس ڈی لاکسی اور برنی ویلی کے شمال کی جانب جو سڑک سٹرسے وردن کو جاتی ہے۔ ان سب مقامات پر فوج گارڈ کا کچھ حصہ اور نویں کور زمشغول کارزار رہی۔ قصبہ گریولٹ اور بوس ڈی واکس سے دریائے موزل کے کنارے تک ۷۔ اور ۸۔ کور زلڑتی تھیں اور اوّل کور زکا ایک بریگیڈ اس دریا کے پرلے کنارے سے فرانسیسوں پر گولہ باری کر رہا تھا۔ فرانسیسوں کی تمام فوج سوائے سیکھن اور ڈی فیلی کی تھوڑی سی فوجوں کے یہاں جمع ہو گئے تھے۔ ہماری لاثانی بہادر فوج نے آخر کار یہ پہاڑیاں فتح کر لیں۔ رات کے ہوتے ہی ہماری فوج نے تمام فرانسیسی فوج کو پسپا کر دیا۔ ہماری فوج میسرہ یعنے دو کور زڈی آرمی جو گذشتہ رات کے دو بجے سے کوچ کرتی ہوئی آئی تھی اور آتے ہی لڑائی میں شریک ہو گئی۔ اس فتح میں اس فوج سے بڑی مدد ملی۔

½ ۸ بجے رات کے جبکہ بالکل اندھیرا ہو گیا یہ لڑائی ختم ہوئی۔ رات کو شکست خوردہ فرانسیسی اپنے اُس لشکر گاہ میں شہر متز کو چلے گئے جہاں خندقیں کھود رکھی تھیں۔ لیکن بے شمار فرانسیسی ننھی ہتھیار

اور فوج کے دستے میدان کارزار میں موجود تھے۔ شاہ پرشیا نے جو اس لڑائی میں فوج کی کمان کرتے تھے اور آخری حصہ لڑائی کے وقت ایک پہاڑی پر سے جنگ کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ ریزن ویلی کو اب اپنا ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) مقرر کیا۔ ہمارا نقصان اس جنگ میں بہت ہوا۔ اس لڑائی میں فرانسیسی گرفتار بھی کم ہوئے جس کی یہ وجہ ہوئی کہ قلعہ کے قریب کی وجہ سے تعاقب کرنا ناممکن تھا۔ اس لڑائی میں فرانسیسی فوج کا پیرس سے تعلق خط و کتابت چھوٹ گیا۔ یہ ایک بڑی مشہور فتح ہے اور ہم کو زیادہ تر خوشی یہ اور ہوئی کہ اس لڑائی میں پرشیا اور سیکسنی اور ہنیا کی فوج شانہ بہ شانہ ہو کر دشمنوں سے لڑے۔ جرمنی فوج کی یہ تجویز تھی کہ جنرل بے زین کی فوج میسرو پر چند گھنٹے تک حملہ جاری رکھا جاوے تاکہ نویں اور بارہویں کو اور فوج گارڈ شامل ہو کر فرانسیسی ہیمنہ فوج پر حملہ کر دیں۔ اس وجہ سے فرانسیسی میسرو فوج کے مقابلہ پر بہت فوج روانہ کی گئی۔ بارہویں کور زنے فرانسیسی ہیمنہ فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ دوپہر کے بعد قصبہ ورنی ویلی کے دونوں جانب جو فرانسیسی فوج مقیم تھی وہاں سے ہٹ گئی اور جرمنی کی فوج نے ان دونوں گھوبلوں پر قبضہ کر لیا اور اسی عرصہ میں ۷ اور ۸۔ کور زنے جو فرانسیسوں سے لڑتی ہوئی جنوب میں بہت بڑھ گئی تھی قصبہ گرپولٹ پر قبضہ کر لیا شام ہونے کے قریب جرمنی فوج کی دوسری کور زنے گرپولٹ کی شرقی جانب سے فرانسیسوں پر آخری حملہ کر دیا۔ اور اس وقت فرانسیسی فوج اپنے قلعوں کی آڑ میں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ اور جرمنی فوج آگے بڑھی گئی۔ ۱۸۔ اگست کی یہ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ اس میں فرانسیسی فوج کے اُنیس ہزار آدمی ضایع ہوئے اور جرمنی فوج کا جس قدر نقصان ہوا۔ اُس کے سُننے سے جرمنی میں ماتم ہو گیا۔ چونکہ اس لڑائی میں جرمنی کے پچیس ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ اس سے فرانسیسی فوج کی بہادری اور بے زین کی عقلمندی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ فرانس کی فوج بمقابلہ فوج جرمن کے تعداد میں بہت کم تھی اور کئی دفعہ شکست پا چکی تھی مگر یہاں اُس نے اپنے دشمنوں کو سخت صدمہ پہنچایا۔ اس مارشل نے اپنی فوج کو بالکل مدافعانہ کارروائی پر محدود رکھا۔ اور فرانسیسوں نے از خود کوئی حملہ جرمنی کی فوج پر نہیں کیا۔ اس لئے فرانسیسوں کو ہر دفعہ شکست ہی ہوئی تھی جرمنی فوج نے جو لمبے لمبے کوچ کئے۔ گو موقع تو ایسا ہی تھا مگر یہ بات خطرہ سے خالی نہ تھی۔ فرانسیسی فوج پر گرپولٹ میں جو حملہ کیا گیا۔ اس حملہ میں جانوں کا بیحد نقصان ہوا۔ اور خاصکر رسالہ سواراں کا تو ناس ہو گیا۔ گو جرمنی کی فتح ہوئی۔ مگر جنرل اشاتن میٹز کا جو جرمنی فوج کی کمانڈ پر تھا۔ بوجہ اس قدر نقصان جانوں کے شکریہ اس فتح کا ادا نہیں کیا گیا۔

مارشل بے زین نے یہ لڑائی ایسی عاقلانہ تدبیر سے کی کہ جرمنی والوں کا بیحد نقصان ہوا۔ اب تمام فرانسیسی فوج متز کی جانب پسپا ہو گئی۔ اور جرمنی فوج نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ چالنز کے جانے کا رستہ اور ایٹین اور ورڈن کی سڑکیں اب سب جرمنی فوج کے قبضہ میں تھیں۔ فرانسیسی فوج جو اب چاروں طرف سے گھر گئی تھی اب اُس کو نکلنے کا صرف ایک چارہ تھا کہ اپنے دشمن پر جسکی تعداد بہت زیادہ تھی فتح پاکر نکل جائے۔ بے زین کی فوج اب اسطرح گھر گئی تھی کہ فرانس کی دوسری اور فوج سے اُس کے خط و کتابت وغیرہ سب بند ہو گئے تھے اور متز کے قلعہ میں یہ فوج محصور ہو گئی۔ اب اُس کے لئے صرف دو چارہ کار تھے۔ یا تو وہ دشمنوں میں سے راستہ چیر کر نکل جاوے اور یا اپنے تئیں جرمنی فوج کے حوالہ کر دے۔

اخبار کولون گزٹ کے مشہور نامہ نگار ہانس وبچن ہوزن نامی نے اس ۱۸۔ اگست کے معرکہ کارزار کا حال میدان جنگ سے مفصلہ ذیل تحریر کیا تھا۔

یہ لڑائی بڑی خوفناک ہوئی اور جہاں کہیں ہماری جرمنی فوج بڑھی اُس کے پیچھے بربادی ہی کے آثار نظر آتے تھے۔ میدان جنگ گویا قبرستان ہو گیا تھا۔ نعشوں سے تمام میدان بھرا ہوا ہے فرانسیسی فوج کے لال پاجامے اور سفید اور چمکدار ٹوپیوں سے میدان بھرا ہوا تھا۔ فرانسیسی دفتر فوج سے سفید کاغذ کے سیکڑوں ورق میدان میں اُڑتے پھرتے تھے اور شل بگلوں کے معلوم ہوتے تھے جبکہ وہ ہوا میں اُڑتے تھے۔ ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے لیکن جنکے ہتھیار تھے وہ موت کے منہ میں چلے گئے تھے۔ مقتول سپاہیوں کی آنکھیں جلی ہوئی تھیں اور سینے کھلے ہوئے پڑے تھے معلوم ہوتا تھا گویا خدا سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آدمی کی ہاتھ میں ہمارے قتل کے لئے بجلی کیوں دیدی تھی فشمر کورز کی جانب جو سڑک جاتی ہے جب میں اُس پر مڑا۔ تو مجھے بہت خوفناک نظارہ نظر پڑا۔ فرانسیسوں کی نعشوں کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں فرانسیسی ایک ایک انچ زمین کیواسطے نہایت بہادری سے لڑ لڑ کر پیچھے ہٹتے تھے۔ ہماری جرمنی سپاہیوں کی نعشیں بھی ان میں کہیں کہیں پڑی ہوئی تھیں۔ گھوڑوں کی نعشوں اور ٹوٹے ہوئے ہتھیاروں۔ خیموں۔ چوبوں۔ قبروں۔ بندوقوں اور توپوں اور سپاہیوں کی نعشوں سے میدان جنگ بالکل بھرا ہوا تھا۔ مقتول سپاہیوں کی آنکھیں خوفناک طور سے کھلی ہوئی تھیں جنکو کسی مجبتی ہاتھ نے بند نہیں کیا تھا۔ گذشتہ سب لڑائیوں

سے یہ لڑائی سخت تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ایسے خوفناک ہتھیار نہ تھے جو اب آدمی کی تباہی کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں۔ سوئی دار کارتوسی بندوق نے بہت جانوں کا نقصان فرانسیسی فوج میں کیا اور جیسا پو بندوق سے جرمنی کی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ جرمنی فوج کے نقصان کی جو فہرست تیار ہوئی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی کا بیحد نقصان ہوا۔ مٹر سے ورڈن کو جو سڑک جاتی ہے اُس پر سخت معرکہ ہوا۔ مُردوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں اور اُن کی وردی سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ سپاہی فلاں فوج کا تھا۔ گاڑیاں بہت سی ٹوٹی ہوئی پڑی تھیں۔ تھیون ویلی اور ریزن ویلی دیہات میں بھی نقصان جانوں کا ہوا تھا۔ یہاں پر فرانسیسی اور جرمنی ڈاکٹر اپنے کاموں میں مصروف دیکھے جاتے تھے۔ زخمیوں کی گاڑیوں اور پلنگوں سے سڑک بھری ہوئی تھی۔ خون کے گڈھے کے گڈھے بھرے ہوئے تھے اور گاڑیوں میں سے زخمیوں کے چہرے زرد اور سفید نظر آتے تھے۔ مُردہ سپاہیوں کو گلیوں میں سے بیجا رہے تھے۔ گو ہم کو فتح حاصل ہوتی ہے لیکن جرمنی کو یہ گراں فتح بے انتہا خون کے عوض ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ جنگ کب ختم ہوگی۔ گو اب جنگ سے دونوں قومیں نفرت کرتی ہیں۔ مگر لڑے برابر جاتی ہیں اور کسی کی جانب سے جنگ کا اختتام نہیں کیا جاتا ہے۔ بندوق ابھی کامل طور سے آدمی کی جان لے لیتی ہے جنگ کے بعد ان ہتھیاروں میں اور بھی زیادہ ترقی کی جاویگی تاکہ انسان کی جان کی اور زیادہ جلدی سے بربادی ہوا کرے۔ اُس وقت خدا جانے یہ ہتھیار اور کیا غضب ڈھاویں گے۔ جرمنی کے سپاہی بڑی بہادری سے لڑے۔ شروع شروع میں تو وہ اس لڑائی کو کچھ خیال ہی نہیں کرتے تھے۔ اُن کا مقولہ تھا کہ یہ صرف ذرا سا سخت کام ہے لیکن اب جبکہ اُن کو روزمرہ لڑائی کرنا پڑی تو اُن کا مقولہ ہے کہ ہر لڑائی میں موت یقینی ہے اور صرف موت ہی سے فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ افسران فوج جب ایک دوسرے سے دوستانہ طور پر ملا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ آہا ابتک آپ زندہ ہیں۔ خدا جانے یہ لڑائی کب ختم ہوگی جبکہ ابھی سے رجمنٹ کم ہوتی ہوتی پلٹنیں رہ گئی ہیں اور پلٹنیں کم ہوتی ہوتی کمپنیاں رہ گئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دونوں قومیں خوب تھک نہ جاویں گی یہ لڑائی ختم نہ ہوگی۔ ہماری بہادر فوجیں فرانسیسی فوج کو روز شکست دیکر مقاموں پر مقام چھینے جاتی ہیں۔

فصل سوم

اسٹراسبرگ کا محاصرہ۔ مختلف حالات جنگ۔ جنگ بیومونٹ اور جنگ کارگنن

معلوم ہوتا ہے کہ ۴۔ اور ۱۶۔ اور ۱۹۔ اگست کو فرانسیسی فوج کو جو فاش شکستیں ہوئیں۔ اس سے مارشل بے زین کو بڑا صدمہ ہوا۔ کیونکہ ۱۸۔ تاریخ کی لڑائی کے خونخوار نتیجے کی پیرس میں کوئی اطلاع نہیں پہونچی۔

۱۹۔ اگست کو پرشیا والوں نے شہر اسٹراسبرگ پر گولہ باری شروع کردی۔ اس شہر کے قلعہ کی فوج نے جو زیر کمان جنرل اُہرچ تھی محاصرین پر گولہ باری کرکے اُن کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

۲۰۔ اگست کو شہر فالسبرگ کے قلعہ نے جو وسجز کی پہاڑیوں میں ہے۔ اپنے تئیں پرشیا والوں کو بچند شرائط سپرد کردیا۔ شہر مٹز اور چالنز کے درمیان خط و کتابت کا راستہ فرانسیسیوں کے لئے بالکل مسدود اور بند ہوگیا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ شہر چالنز کو شہنشاہ فرانس نے اپنا ہیڈکوارٹر بنا رکھا تھا۔ اور شہنشاہ معہ پرنس امپیریل (ولیعہد فرانس) کے وہاں اب مقیم تھے۔ کونٹ ڈی پالیکاؤ وزیر اعظم فرانس نے مجلس پارلیمنٹ فرانس کو یہ اطلاع دی کہ ۱۸۔ اگست کو پرشیا والوں کو فرانسیسی فوج پر حملہ کرکے کچھ ایسا بہت زیادہ فائدہ نہیں ہوا اور پرشیا کی فوج کو شہر جاؤمونٹ کی کھانوں (معدن) کی جانب بھگا دیا گیا ہے چونکہ فرانسیسی میمنہ کی فوج قتل ہونے سے بچ گئی تھی اور اب از سر نو جمع کی جارہی تھی گو یہ فوج میسرہ اور قلب فرانسیسی فوج میں مقام مٹز پر شامل نہ ہوسکی۔ اسی اثنار میں ولیعہد پرشیا کی فوجیں کوہ وسجز کے دروں میں سے گذر رہی تھیں۔ بتاریخ ۱۳۔ اگست اس شاہزادہ کی فوج کو وسجز کو عبور کرکے اُس سڑک اعظم پر پہونچی جو شہر سرے برگ کو جاتی ہے لیکن پیدل فوج شاہزادہ کی ابھی نہیں آئی تھی اور ۱۷۔ اگست تک دریائے موزل کے کنارے شہر نانسی پر مقیم رہی گو شاہزادہ کی فوج کا رسالہ سواران آگے بڑھ کر چیم پکنی کے میدانوں سے بھی آگے بڑھ گیا تھا۔ ۲۱۔ اگست کو سکیمن جسکے ساتھ ڈی فیلی کی فوج شریک ہوگئی تھی اپنی فوج کے ہمراہ یکایک چالنز سے روانہ ہوکر شہر گورسلیز میں آگیا جہاں کہ ایک کونسل جنگ منعقد ہوئی تھی۔ اور اس بات کے مقرر کرنے میں کہ مارشل سکیمن کی رگ جیت

تھی کہ اُس نے اپنے ساتھی بے زین کو مصیبت سے چھٹکارا دلانے کا ارادہ کرلیا ہوگا یا یہ بات ہوگی کہ اُس کو خفیہ طور سے اطلاع ملی ہوگی کہ اگر معہ فوج پیچھے ہٹ کر پیرس کو واپس آنا پڑا تو بڑا خوف ملک میں پھیل جائے گا اور یہ بھی خوف تھا کہ کہیں اس پیرس میں واپس جانے سے قوم فرانسیس شہنشاہ کو معزول نہ کردے۔ اسلئے اس کو یہ ترغیب دی گئی کہ شہر مٹز کو جاکر بے زین کی فوج کے ساتھ شریک ہوکر جو ۱۸۔ اگست سے محصور ہے جرمنی کی فوج پر حملہ کردے۔ ۱۷۔ اگست کو میکمہن کے لشکر نے بجانب شمال کوچ کرنا شروع کردیا اور شہنشاہ فرانس نے معہ پرنس امپیریل کے اس لشکر کے پیچھے پیچھے کوچ کیا جرمنی کے کمانڈروں کو اسبات کا پورا یقین تھا کہ میکمہن جرمنی فوج کے حملہ کا انتظار کررہا ہوگا یا پیرس میں واپس جانے کا ارادہ کررہا ہوگا لیکن جبکہ اُن کو یہ اطلاع ملی کہ وہ شہر ریم کی طرف شمال کی جانب جارہا ہے تو کچھ عرصہ تک اُنہوں نے اس بات کا یقین نہیں کیا مگر کچھ عرصہ بعد جب اس خبر کی تصدیق ہوگئی تو دن موٹکی کمانڈر انچیف جرمنی نے مارشل کے ارادہ کو فوراً تاڑ لیا اور اُس کے تدارک کی تیاریاں کرنے لگا۔ کہ اگر ولیعہد میکسنی کی فوج دریائے میوز کے کنارہ کنارہ جاوے تو اُس کے راستہ میں میکمہن کی فوج سے ضرور مڈبھیڑ ہوگی اور بر تقدیر اگر ولیعہد پرشیا کی فوج بھی میکمہن کی فوج کے قریب آجاوے تو اس صورت میں سرحد پر فرانسیسی فوج چاروں طرف سے جرمنی فوج سے گھر جاوے گی۔ اسلئے افواج جرمنی کو یہی حکم دیا گیا کہ وہ شمال کی جانب بڑھیں اور ۲۶۔ اگست کو ولیعہد میکسنی دریائے میوز کی جانب شہر سٹنی کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ بڑھا جارہا تھا اور ولیعہد پرشیا اپنی فوج کے ساتھ بڑے بڑے کوچ کرکے شہر کلرمونٹ۔ اور گرینڈ اور سنی آپ سے بھی گذر گیا تھا اس اُمید میں کہ میکمہن کی فوج کے پچھلے حصہ پر جبکہ وہ مشرق کی جانب جارہا ہو حملہ کردیا جاوے۔ جبکہ ولیعہد میکسنی حسب الحکم شاہ جرمنی کے شہر بار لی ڈیوک کی طرف ولیعہد پرشیا کی فوج کی داہنی جانب ہوکر جارہا تھا تو میکمہن نے اس بات کا ضرور خیال کیا ہوگا کہ اب جرمنی کی تمام فوج کو چیر کر نکلنا ناممکن ہوگیا ہے میکمہن جو شہر واڈزیر اور گرینڈپری اور وارنیس کی جانب جارہا تھا۔ اس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ شہر وردن میں جاکر مقیم ہوجائے لیکن مٹز میں جو فوج محصور تھی اُس فوج کا اس کو بہت خیال تھا جبکہ ولیعہد پرشیا معہ اپنی فوج کے شہر سٹون کے سامنے میکمہن سے لڑائی کرنے کے لئے خیمہ زن ہوا تو میکمہن نے اپنی فوج کو ایسی ہشیاری سے

صف آرا کیا تھا کہ جرمنی کی ۵ کور کے کمانڈر نے یہ رپورٹ کی کہ چونکہ میرے سامنے دشمن کی فوج کے تین ڈویژن صف آرا ہیں اسلئے میری فوج حملہ کرنے کے لئے پوری نہیں ہے لیکن نپکسن اُس وقت درحقیقت شہر ریڈان کے قریب جانے کے لئے اپنی فوج کو دریائے میوز سے جلدی جلدی پار اُتار رہا تھا اور اگر وہ توپخانہ اور میٹریلیوز کو آگے رکھکر ہشیاری سے اپنی یہ کارروائی نہ چھپاتا اور دشمن کو دھوکہ نہ دیتا تو اُس وقت اُسپر وہی مصیبت پڑتی جو چند دنوں کے بعد اُس پر پڑی اور جسمیں بے انتہا جانوں کا نقصان ہوا نپکسن کا ارادہ مغرب کی جانب جانے کا تھا مگر جرمنی کی فوج دباؤ ڈالتے ڈالتے اُس کو مشرق اور جنوب کی جانب ہٹاتی جارہی تھی اور اس طرح سے وہ شہر مٹز سے دور ہوجاتا تھا۔ اب اُس نے ایک مضبوط جگہ پسند کرکے دریائے میوز کے جنوبی کنارہ پر قیام کرلیا لیکن اُسکے اس قیام سے چار روز پہلے جرمنی جنرل ہلموتھل نے نقشہ پر اُنگلی رکھکر یہ بتلا دیا تھا کہ اگر نپکسن نے اس جگہ پر قیام کرلیا تو اُس کی تمام فوج برباد ہوجاوے گی اور درحقیقت ایسا ہی ہوا۔ اُس لڑائی کی خوفناک کیفیت اور اُس کے نتیجوں سے آئندہ فصل میں اطلاع دیجاویگی۔

۲۲۔ اگست کو جرمنی کی فوج نے شہر مٹز کو بالکل گھیر لیا اور تھیون ویلی اور جونٹ میڈی اور مٹز کے درمیان آمدورفت کا راستہ بالکل مسدود کردیا۔

۲۴۔ اگست کو یہ بات سرکاری طور پر مشتہر کی گئی کہ جرمنی کی فوج جو اسٹراسبرگ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے اُس میں سے فوج پیدل نے شہر کہل کے توپخانہ کی مدد سے قلعہ اسٹراسبرگ سے ہزار گز کے فاصلہ پر ۴ مورچے بناکر اُس میں قیام کرکے اپنی اس کارروائی میں کامیاب ہوگئی ہے اور ریلوے اسٹیشن پر بغیر کسی قسم کے نقصان کے قابض ہوگئی ہے۔ شہر کی داہنی جانب کی فصیل پر گولے برساکے اُسکو توڑ ڈالا ہے اور اسلحہ خانہ برباد کردیا گیا ہے۔ شہر کہل میں قلعہ سے آگ برساکر بہت سے گھر جلادئے گئے ہیں۔ ۲۵۔ اگست کو جرمنی فوج اور آگے بڑھی اور قلعہ اسٹراسبرگ سے چار سو یا پانسو گز کے فاصلہ پر پہونچ گئی ہے۔ شہر میں بہت سی عمارتیں جلاکر خاکستر کردی گئیں۔

۲۵۔ اگست کو جنرل ٹروچو نے پیرس میں یہ حکم جاری کیا کہ تمام مفلس لوگ جنکے پاس کھانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے پیرس سے نکلجاویں اسلئے کہ اُن کی موجودگی سے عوام کی ذلت اور مال کو خطرہ ہے وزیر داخلیہ فرانس کے پاس ۲۵۔ اگست کو شہر ورڈن کے حاکم کی جانب سے مفصلۂ ذیل اطلاع پہونچی

۲۵۔ اگست کو صبح کے نو بجے پرشیا کی ایک فوج نے جسکی تعداد آٹھ ہزار یا دس ہزار ہوگی اور جو زیر کمان ولیعہد سیکسنی کی تھی شہر وڈن پر حملہ کیا۔ توپخانہ اور پیدل جنکی تعداد چار ہزار ہوگی مصروف کارزار رہی۔ تین گھنٹے تک مقابلہ رہا۔ اس عرصہ میں تین سو شل (ایک قسم کا گولہ) شہر میں پھینکے گئے۔ ہمارے توپخانہ سے پرشیا والوں کا بہت نقصان ہوا۔ بعد ازاں پرشیا والے پیچھے ہٹ گئے۔ ہماری جانب سے پانچ آدمی مارے گئے۔ بیماروں کے لئے جو شفاخانہ گاڑیوں میں تھا پرشیا والوں نے اُس پر بندوقیں چلائیں۔ ہمارے دو آدمی مارے گئے اور تیسرا آدمی زخمی ہوا۔

ایک شخص نے جو اسٹراسبرگ میں مقیم تھا ۲۶۔ اگست کو شہر اسٹراسبرگ کے جو محصور ہوا تھا مفصلہ ذیل حالات لکھے ہیں:۔

آج صبح جب میں فوج میں گیا تو معلوم ہوا کہ تین بجے سے نو بجے صبح تک توجرمنی فوج نے ذرا سرگرمی سے حملہ نہیں کیا تھا مگر اب بڑی تیزی سے حملہ کیا جارہا تھا اور ریاست بیڈن کی توپیں پرشیا کی توپوں سے بھی تیز چلتی تھیں اور اُن میں آواز بھی زیادہ تھی رات سے توپخانہ کی چار پاتریوں نے حملہ میں اور شرکت کرلی ہے اور ۱ بجے سے شام کے ۷ بجے تک برابر توپیں چلتی رہیں اور تمام رات یہ توپیں حملہ کئے جاویں گی اور فرانسیسوں کو پانچ منٹ بھی آرام سے نہیں بیٹھنے دینگی جرمنی کی فوج میں اسوقت ایک سو چھپن توپیں ہیں جو شہر اور قلعہ پر بربادی برسانے کے لئے تیار ہیں اور تین سو توپیں اور دوسری فوج میں ہیں جو یہاں سے قریب پڑی ہے اور اسی طرح سے جرمنی فوج کا بے انتہا گولہ بارود موجود ہے۔ پرشیا کے توپخانہ کے یہاں پر چھ ہزار گولنداز ہیں اور اسی قدر ریاست بیڈن کے توپخانہ کے ہیں۔ جنرل اُبرچ کی جتنی قلعہ بند فوج ہے اُس کے مقابلہ میں فوج محاصرین بہت زیادہ ہے۔ باشندگان اسٹراسبرگ کا خوف اور مصیبت ہر روز بڑھتی جاتی ہے۔ قلعہ کہل کا جس میں جرمنی کی فوج مقیم ہے گولوں سے اُڑا دینا گو شہنشاہی فوج کے کمانڈروں کے لئے توچاہے کہیل ہی ہو مگر باشندگان اسٹراسبرگ کی تو یہ موت ہے کیونکہ ہر روز شہر پر جرمنی کی جانب سے گولے برسائے جاتے ہیں جس سے غریب باشندگان کی جان و مال کا بہت نقصان ہوتا رہتا ہے کہل کی مقیم فوج نے اب اسکا یہ بدلہ لیا ہے کہ اسٹراسبرگ کی فصیل گولوں سے توڑ ڈالی ہے اور شہر میں گولوں سے آگ لگ گئی اس سے بہت سخت نقصان ہوا۔ آج دوپہر کو ایک بجے گولوں کی وجہ سے

اسٹراسبرگ میں دس جگہ آگ لگ رہی تھی - چھ بجے شام کے اُن شعلوں سے جو جلے ہوئے گھروں میں سے اُٹھتی تھی تمام آسمان پر شفق سی پھیلی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور محلہ روپرٹ سجا کی جانب اسقدر دھواں تھا کہ ریاست بیڈن کے پہاڑ جو وہاں سے نظر آتے تھے بالکل دکھائی نہیں دیتے تھے اور جرمنی فوج سے اس دھوئیں میں جو لال لال گولہ آکے پڑتا تھا وہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا شبِ یلدا میں تیر شہابی معلوم ہوا کرتا ہے - فرانسیسی گولوں سے آج کوئی گانوں نہیں جلا کیونکہ اُن کی زیادہ توجہ اُس توپخانہ پر رہی جو رات میں جرمنی کی فوج نے دمدمے بنا کر فرینچ قلعہ کی دیوار سے اٹھارہ سو گز کے فاصلہ پر بنائے تھے اور اُسی پر فرانسیسی گولے برسائے رہے لیکن اُن کے گولے اُن پر بھی باقاعدہ نہیں پڑتے تھے اور جرمنی والے متواتر فرانسیسوں پر گولہ باری کئے جا رہے تھے میرے سامنے جو گولے کہ جرمنی والوں نے شہر اور قلعہ پر دو منٹ کے عرصہ میں چلائے اور جو بوجہ قریب ہونے کے مجھے بہت اچھی طرح نظر آتے تھے اُن کی تعداد ایک سو دو تھی یعنی ایک منٹ میں چھ توپخانوں سے سات سے زیادہ گولے چلتے تھے - اس گولہ باری سے جو تباہی اور بربادی رعایا پر ہوتی ہے اُس کا اندازہ ناظرین اس بات سے کر سکتے ہیں کہ اسٹراسبرگ سے ملا ہوا شہر سینٹ میری لی بون ہے اور یہ اسٹراسبرگ سے بڑا ہے - اس شہر پر ایک گھنٹہ میں پانسو گولے برسائے گئے جنکی وجہ سے مکانوں کی چھتیں پاش پاش ہو گئیں بازار اور مکانوں کے قریب گولہ گر کے جب اُڑتا تھا تو بہت سارے مکانات اور عمارات منہدم ہو جاتے تھے - عورتیں اور بچے اپنے بستروں پر مُردہ پڑے پائے جاتے تھے - عمارات جل کے خاکستر ہو جاتی تھیں اور عورتیں اور مرد خواہ جوان ہوں یا بوڑھے یا بچہ جو اُس کی چھپٹ میں آتے تھے اگر وہ مرتے نہ تھے تو لنگڑے اور زخمی ضرور ہو جاتے تھے - اس سے بھی سخت باشندگان اسٹراسبرگ پر یہ مصیبت پڑی ہوتی تھی کہ کھانے کی تمام اشیا گراں ہوتی جاتی تھیں - قصائی گوشت دس روپیہ فی سیر کا دیتے تھے - باورچی دس یا بارہ آنے سے کم میں ایک روٹی نہ دیتے تھے - دودھ - گھی - پنیر اور ترکاریوں کے لئے سیر بھر وزن کی قیمت میں اگر سیر بھر سونا بھی دیا جاتا تھا تب بھی یہ چیزیں نہ ملتی تھیں - نہایت سادہ خوراک کی قیمت بھی چھ گنی بڑھ گئی تھی اور ان چیزوں کی قیمتیں ہر روز بلکہ ہر گھنٹے گراں ہوتی جاتی تھیں - مبتلا باشندگان اسٹراسبرگ کی مصیبت بیان نہیں ہو سکتی ناظرین اس مصیبت کو خود قیاس کر سکتے ہیں - آج ہیڈ کوارٹر میں یہ افواہ اُڑ رہی ہے کہ اسٹراسبرگ کے معزز باشندوں کا ایک گروہ جس کا سرگروہ

اسٹراسبرگ کا میئر (حاکم) تھا جنرل اُہرچ کے پاس کل ایک پیغام لے کے گیا تھا کہ اب آپ قلعہ کو جرمنی والوں کے سپرد کردیں کیونکہ باشندگان پر بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے اسپر جنرل نے اپنی میز پر سے ایک ریوالور (تپنچہ) اُٹھا کر میئر کو دیا اور کہا کہ یہ تمہاری غداری کی سزا ہے۔ لیکن ایک فرانسیسی افسر سے ایسے حادثہ کا ہونا قابل یقین نہیں ہے مگر مجھے یہ خبر ایک معتبر آدمی کی زبانی معلوم ہوئی ہے۔ لیکن ایک بات یقینی ہے کہ باشندگان شہر جنرل اُہرچ اور اُس کی فوج سے اس قدر ناراض ہیں کہ جنرل مذکور کو جتنا خوف اپنی بیرونی دشمن فوج پر شیا سے ہے اُسی قدر خوف باشندگان اسٹراسبرگ سے ہے۔ کل علی الصباح اسٹراسبرگ کا بشپ (پادری اعظم) جرمنی کی فوج میں آیا اور جنرل ورڈر کمانڈر فوج سے ملاقات کی خواہش یہ کہکر ظاہر کی کہ گرجا کی طرف سے خصوصاً اور باشندگان اسٹراسبرگ کیطرف سے جو لڑائی میں شامل نہیں ہیں عموماً آپ سے صلح کی گفتگو کرنے آیا ہوں۔ لیکن جنرل ورڈر نے بشپ کی ملاقات سے انکار کردیا اور اپنے ایڈیکانگ کی معرفت کہلا بھیجا کہ جرمنی فوج کو ہدایت کردی جاویگی کہ وہ حتے الامکان کیتھڈرل (گرجا اعظم) کو نقصان نہ پہنچاویں اور سہر کو بھی ضرورت سے زیادہ نقصان نہ پہنچایا جاوے گا۔ بعد ازاں بشپ کی اردلی میں دو سوار مقرر کرکے اُس کو شہر کے دروازہ تک پہنچوادیا اُسی اثنار میں ایک ایسی درخواست جنرل اُہرچ کے پاس بھیجی گئی تھی اور فرانسیسی فوج کے جو جو نقصانات شہر مٹز پر ہوئے تھے وہ سب اُس میں مفصل طور سے لکھے گئے تھے اور درخواست کی گئی تھی کہ قلعہ کو آپ جرمنی کی فوج کے سپرد کردیں زیادہ محصور رہنے سے سوائے اس کے کہ سینکڑوں جانوں کا نقصان ہو اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جنرل نے اُس کا صرف یہ زبانی جواب دیا کہ جب تک میرے زیر حکم ایک آدمی بھی رہے گا تب تک میں اسٹراسبرگ نہ چھوڑوں گا اور اس کے بعد ہی فوراً فرانسیسی فوج نے جرمنی کی فوج پر گولہ باری شروع کردی۔ افسوس باشندگان اسٹراسبرگ۔ تم کو بشپ کی مداخلت سے بھی کوئی فائدہ نہ پہنچا۔

۲۷۔ اگست کو پرشیا کا ایک جاسوس مسمی چارلس ہارڈٹ پیرس میں گرفتار کیا گیا اور اُسکے گولی مار دی گئی۔ پیرس میں اب ہر قسم کی رسد غلہ وغیرہ کی جمع کرنا شروع کردیگئی۔

۲۸۔ اگست کو یہ خبر پہونچی کہ پرنس امپیریل شہر سیڈان میں آگیا ہے اور اسی تاریخ کو ۱۳۰۰۰۰ آرمی کور زمیں پچاس ہزار آدمی تھے مارشل میکمہن کی فوج میں شامل ہونے کو پیرس سے روانہ کیگئی۔ آج کی

تاریخ چالیس ہزار فرانسیسی گرد و نواح سے آکر پیرس میں داخل ہوئے۔

۲۹۔ اگست کو پیرس کے تمام باشندگان کو یہ حکم دیا گیا کہ بہ طور پیشبندی تمام قسم کی رسد و خوراک وغیرہ جمع کرلیں تاکہ اگر محاصرہ ہو تو کام آوے۔ اور جنرل ٹروچو نے ایک اعلان شایع کیا کہ پیرس میں جو شخص اصلی باشندہ فرانس کا نہ ہو یا اُن ممالک کا رہنے والا ہو جنسے آجکل فرانس برسرِ جنگ ہے وہ شہر پیرس اور ضلع سین سے تین دن کے عرصہ میں سب نکل جاویں۔ اب اس بات کی تیاریاں ہونے لگیں کہ اگر پرشیا کی فوج بڑھتی چلی آوے تو پیرس کے گرداگرد نوّے میل اور ایک سو بیس میل تک مقابلہ کرکے پرشیا کی فوج کو روکا جاوے۔

۲۹۔ اگست کو پرشیا کی فوج نے موضع ورزی پر حملہ کرکے جو دریاں شہر زیرس اور رائیگنی کے واقع ہے اُس پر قبضہ کرلیا۔ اسی تاریخ کو پرنس ہیریڈیل شہر مزیریس میں پہنچگیا۔

اسٹراسبرگ، بٹز۔ اور ٹول ان سب محصور شہروں پر اب بڑی سختی سے حملہ کیا گیا۔ اسٹراسبرگ میں تو بہت نقصان ہوا۔ تمام بڑے بڑے بازار برباد ہوگئے۔ ایک گولہ لڑکیوں کے مدرسہ کی چھت پر جاکر گرا جس سے سات لڑکیاں مرگئیں اور چار زخمی ہوئیں۔ بہت سے لوگ تہ خانوں میں رات کو سونے لگے۔ آلو کی قیمت نیس روپے فی سیر ہوگئی اور دوسری خوردنی اشیاء کی قیمت بھی اسی نسبت سے بڑھ گئی تھی۔ صرف گھوڑے کا گوشت کھانے کو ملتا تھا۔ باشندوں نے جنرل اُہرچ سے التجا کی کہ وہ محاصرین سے صلح کرلے مگر اُس نے یہی جواب دیا کہ جب تک شہر راکھ کا ڈھیر جلکر نہ ہوجائیگا میں اپنے تئیں سپرد نہ کروں گا۔

۳۰۔ اگست کو یہ خبر پہنچی کہ مارشل میکمہن نے اب اپنا صدر مقام سیڈان کو مقرر کرلیا ہے میکمہن لمبے لمبے کوچ کرکے شہر مونٹ میڈی کے قرب و جوار میں پہنچا اور ولیعہد جرمنی بھی اُس کا تعاقب کرتے ہوئے اُس کے قریب جا پہنچا۔ ۲۹۔ اگست کی شام کو میکمہن کی فوج کا بڑا حصہ قصبہ وائس میں مقیم تھا جو شہر کارگنن کے قریب ہے اور شہر مونٹ میڈی سے تو گویا ملا ہوا تھا شہنشاہ نپولین بھی یہاں آپہونچے تھے اور اُن کے قیام کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ ۳۰۔ اگست کو کارگنن پر ایک لڑائی ہوئی جس میں فرانسیسی فوج کو شکست ہوئی اور کئی مٹریلیوز جرمنی والوں کے ہاتھ لگیں۔ یہ لڑائی بڑی سرگرمی سے ہوئی اور دونوں فوجوں کا بہت نقصان ہوا۔ اس لڑائی

کا جرمنی سرکاری بیان حسب ذیل ہے:-

"ہم نے سیکھن کی فوج پر شہر بیومونٹ کے نزدیک حملہ کیا۔ فرانسیسوں کو شکست ہوئی اور حدود بلجیم کی طرف وہ بھگا دیئے گئے۔ فرانسیسوں کے لشکر گاہ پر ہمنے قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن کا چند میل تک تعاقب کیا گیا۔ رات ہو جانے کی وجہ سے تعاقب ختم کیا گیا"

دوسرے دن ۱۳۔ اگست کو لڑائی پھر شروع ہوئی اور اس لڑائی کے چند حالات اخبار ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے حسب ذیل لکھے ہیں:-

۱۳۔ اگست کو علے الصباح یہ حکم دیا گیا کہ گاڑیاں اور بیل جو باہر فصیل کے کھڑے ہوئے ہیں وہ تمام شہر میں بلا لئے جاویں۔ اس وقت شہر میں تمام فوجیں موجود تھیں جو شہر میں رات کو داخل ہوئی تھیں۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کے محلہ پورٹی ڈی پیرس میں جانا چاہا جہاں کہ یہ گاڑیاں اور بیل ٹھیرائے گئے لیکن راستوں اور گلیوں میں فوج اور گھوڑوں کی ہجوم کی وجہ سے مجھے پیدل جانا پڑا۔ جبکہ میں وہاں پہونچا تو دیکھا کہ گاڑیاں تیز تیز وہاں جا رہی تھیں اور بیل بھاگے ہوئے جا رہے تھے۔ اور خوف زدہ دہقانوں کے رونے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جو اپنے گاؤں چھوڑ کر یہاں شہر میں پناہ لینے کے لئے آئے تھے۔ مگر اُن بیچاروں کو کیا خبر تھی کہ یہاں جو وہ پناہ لینے آئے تھے یہاں پر بھی سخت مصیبت پڑی ہوئی تھی۔ اُس طرف کے شہر کے دروازے فوراً بند کر لئے گئے اور فوجیں دوسرے دروازہ سے موضع ڈوئی ذی کی جانب قطار در قطار جا رہی تھیں جہاں کہ سیکھن کی فوجیں مقیم تھیں اور پرشیا کی فوج کے حملہ کا انتظار کر رہی تھیں جو فرانسیسی فوج کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ صبح کے دس بجے کے قریب چھ یا سات میل کے فاصلہ پر توپوں کے چلنے کی آواز سنائی دی جو موضع بنرلیس کی جانب سے آ رہی تھی۔ میں فصیل شہر پر چڑھ کر اُس جانب دیکھنے لگا وہاں سے مجھے پرشیا کی فوج خوب نظر آتی تھی اور دوربین سے اُن کو گولہ باری کرتے ہوئے میں صاف دیکھ سکتا تھا مگر مجھ کو فرانسیسی فوج کی لائن اچھی طرح نظر نہ آتی تھی وہ ذرا درختوں کی آڑ میں تھی جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر تھی۔ دوپہر کے قریب میں شہر سے باہر نکلا اور اُس بلندی پر کھڑا ہو گیا جو شہر کے قریب ہے میں نے دیکھنا شروع کیا۔ جبکہ میں شہر سے آدھ میل ہی گیا ہوں گا کہ مجھے فرانسیسی پیدل فوج محفوظ کی رجمنٹیں ملیں۔ اُن کے ہتھیار ایک جگہ جمع تھے اور آگ میں سے دھواں

نکل رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کھانا کھا کے بیٹھے ہیں۔ میں آگے بڑھے چلا گیا اور ہر جگہ توپخانہ اور پیدل کی محفوظ فوجوں میں سے گذرتا رہا۔ موضع بیزیس میں جسکو جرمنی والوں نے جلا دیا تھا اب شعلے اٹھ رہے تھے۔ کچھ عرصہ تک آپسمیں فریقین میں توپیں چلتی رہیں۔ دو بجے کے قریب پرشیا کی پیدل فوج پل کو عبور کر کے موضع ڈوزی کی جانب بڑھی اور فوراً بندوقیں بڑی تیزی کے ساتھ چلنا شروع ہوئیں اور یہ کارروائی ۱۰ منٹ تک جاری رہی۔ میں نے خیال کیا کہ فرانسیسی اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے ہوں گے چونکہ درختوں کی وجہ سے میں اُن کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن چھ مٹریلیوز کی ایک باٹری نے آگے بڑھ کر درختوں میں سے جرمنی کی فوج پر گولہ باری شروع کر دی۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چھ باڑھیں ایک دفعہ چلی ہیں۔ چار بجے کے قریب گولہ باری ہر جگہ بند ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ پرشیا کی فوج بڑی گھبراہٹ سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ فرانسیسی اپنی اُسی جگہ پر قایم رہے۔ آج کی لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا مگر کل آئندہ کے عجب حادثہ کی وجہ سے اس کا بیان کر دینا ضروری تھا۔

اخبار "ملیٹر وچن بلاٹ" جو برلن کا ہفتہ وار فوجی خبروں کا اخبار ہے ۱۳۔ اگست کا حسب ذیل بیان کرتا ہے۔

"آج صرف دونوں فوجوں کی تھوڑی سی دیر لڑائی ہوئی اور ہماری فوج دریائے میوز کو چند جگہوں سے عبور کر گئی ہے اسلئے فرانسیسی فوج جو سیڈان پر واپس لوٹ گئی تھی وہ گویا گھر گئی ہے بشرطیکہ وہ رات ہی رات میں شہر مینریس کی جانب نہ چلی جاوے"

فرانسیسی فوج مینریس کی جانب نہیں گئی بلکہ سیڈان پر ہی پیچھے ہٹ گئی جہاں کہ پرشیا کی دو فوجوں کے بیچ میں وہ مثل شکار کے گھر گئی۔

فصل چہارم

فرانسیسوں کی اور شکست۔ شہنشاہ نپولین کا اپنے تئیں سپرد کر دینا۔ بہت سے آدمیوں کی رائے میں فرانسیسی فوج حکام نے علم جنگ کے اصول سے جو غلطی کی تھی اُس کی تصدیق۔

جنگ سیڈان

سے ہو گئی جو یکم ستمبر ۱۸۷۰ء کو واقع ہوئی۔ اس جنگ کی بابت سرکاری جرمنی بیانات حسب ذیل ہیں:-
شہزادہ فریڈرک چارلس۔ ۲۔ ستمبر۔ ۳۰۔ اگست کی لڑائی کے بعد یہ بات غالب معلوم ہوتی تھی کہ اب فرانسیسی فوج آرمی ڈی نورڈ پر آخری تباہی پڑنے والی ہے۔ ۳۰۔ کی شام کو فرانسیسی فوج نے پرشیا کی فوج ۴۔ کورز ڈی آرمی اور بویریا کی فوج پر گولہ باری کی اور شہر موسن کی جانب پیچھے ہٹ گئی اس روز جرمنی فوج کا بہت بڑا حصہ دریائے میوز کے بائیں کنارے پر مقیم رہا لیکن جو فوج زیر کمان ولیعہد سیکسنی تھے اُس نے کئی جگہ سے دریا کو عبور کر کے موسن سے آگے کارگنن اور سیڈان کی جانب کوچ کر دیا تھا۔ اور ہمارے تیسرے لشکر نے ۳۱۔ اگست کو حسب ذیل حرکت کی۔ اوّل بویریا کی کور نے رنکورٹ کی راہ ریمیلی کی جانب کوچ کیا۔ پرشیا کی ۱۱۔ فوج سٹون سے شہر ہائے جیمیری اور چی یوز کی طرف بڑھی اور اُس کو یہ حکم تھا کہ دریائے میوز کے بائیں کنارے پر ٹھیر جاوے اور ڈونچری کے مقابل خیمہ زن ہووے جو دریا کے اُس پار ایک چھوٹا سا شہر ہے ۱۱۔ کورز کے بعد پرشیا کی ۵۔ کورز نے کوچ کیا اور فوج پہلی بویریا کورز کے بعد دوسری کورز روانہ ہوئی ریاست ورٹمبرگ کی فوج بھی شہر نڈرلیسی اور بوڈن کورٹ کی راہ دریائے میوز کی جانب بڑھی۔ یہ سب فوجیں جن جن سڑکوں پر تھیں یہ سب سڑکیں سیڈان پر آکر ملتی تھیں۔ ہم کو یہ حکم تھا کہ فرانسیسی فوج کو گھیرے رہیں یہانتک کہ وہ اپنے تئیں سپرد کر دیں یا ملک بلجیم کی حدود میں گھس جاویں اور چونکہ یہ آخر الذکر کارروائی زیادہ ممکن معلوم ہوتی تھی تو فوج جرمنی کو ۳۰۔ تاریخ کے حکم کا آخری فقرہ یہ بھی تھا کہ اگر اُس حد پر بھی فرانسیسی فوج ہتھیار نہ ڈالے تو بلجیم کے ملک میں فوج اُنپر حملہ کرتی چلی جاوے۔

۳۱۔ اگست کو کوئی مشہور معرکہ نہیں ہوا۔ صرف شہر ریمیلی میں اوّل بویریا کور نے فرانسیسی فوج پر حملہ کر دیا اور بڑی دیر تک گولہ باری کر کے فرانسیسی فوج کو پیچھے بھگا دیا اور دوپہر کو دریائے میوز کے کنارے پہنچ گئی۔ ولیعہد پرشیا معہ اپنے اسٹاف کے ۳۱۔ اگست کی یہ مفید کارروائی اُس بلندی سے دیکھ رہے تھے جو موضع اسٹون کے گرجا کے قریب ہے ولیعہد پرشیا نو بجے صبح کے اپنے لشکر گاہ پریونٹ سے یہاں آ گئے تھے اور ریمیلی کی وادی کا انہوں نے ایک حصہ دیکھا جب یہ لڑائی ختم ہو گئی تو ولیعہد

پرشیا شہر چمپیری کو گئے اور وہاں اپنی فوج میں رات بسر کی۔ بویریا کی دو کورز اور ورٹمبرگ کی فوج کو جو احکام دئے گئے تھے اُن کے پورا کرنے میں کسی قسم کی دقت اُن کو نہیں ہوئی۔ پرشیا کی ۵ کورز جو براہ چمپیری جارہی تھی اور کمانڈر انچیف فوج جرمنی کے سامنے سے گذری تھی وہ اپنی منزل مقصود پر ذرا شام سے دیر ہوتے پہونچی۔ یکم ستمبر کی صبح ہونے سے پہلے پہلے جرمنی کی فوج میں ہر قسم کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ جو افواج دریائے میوز کے بائیں کنارہ پر تھی اور خاصکر فوج گارڈس وہ دریا کے عبور کرنے کے لئے تیار کھڑی تھی اور جو افواج دریا کے داہنے کنارہ پر زیر کمان ولیعہد سکسنی تھی وہ حملہ کرنے کے لئے صرف حکم کی منتظر تھی اور ہماری فوج ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس قدر تیار تھی کہ اگر ذرا سا بھی اشارہ پائی تو شہر سیڈان کو چاروں طرف سے گھیر لیتی۔

اوّل اوّل یہ ارادہ کیا گیا تھا کہ ۲ ستمبر تک حملہ ملتوی کر دیا جائے کیونکہ یہ مناسب معلوم ہوا کہ سکسنی کی فوج کو ایک دن کا آرام دیا جاوے اسواسطے کہ اس فوج نے ۳۱ اور ۱ تاریخ کو جو لمبے لمبے کوچ کئے تھے اس سے یہ بہت تھک گئی تھی لیکن جبکہ شاہ پرشیا اور ۲ بجے شام کے درمیان شہر ونڈریسی کو جانے کے لئے شہر چمپیری میں سے گذرے تو وہاں شاہ پرشیا نے ولیعہد پرشیا۔ جنرل ون مولٹکی اور جنرل بلومنتھل سے مشورہ کرکے یہی ارادہ کر لیا کہ شہر سیڈان اور فوج پر جو درمیان دریائے میوز اور کوہ آرڈینس کے پڑی ہوئی ہے کل یکم ستمبر ہی کو حملہ کر دیا جاوے۔ یکم ستمبر کو ایک بجے رات کے ولیعہد سکسنی کے پاس حکم پہونچا کہ یکم ستمبر کو آگے بڑھ جاؤ اور صبحکے ۵ بجے ہی گولہ باری شروع کر دو۔

ہماری فوج لڑائی کے لئے اس طرح صف آرا تھی۔ کہ ہماری یمینہ کی جانب سکسنی کے ولیعہد کی فوج تھی اُسکی مقدمۃ الجیش فوج میں ۱۲۔ کورز ڈی آرمی تھی اُس کے بعد ۴۔ کورز اور گارڈس تھی اور پیچھے ۴۔ ڈویژن رسالہ سوار ان تھا اور اُن کی پشت پر شہر ریمیلی تھا۔ ولیعہد سکسنی کی وہ فوجیں جو دریائے میوز کے بائیں کنارہ پر تھیں وہ دریائے میوز کو موضع ڈوزلے پر عبور کر آئی۔ اس فوج کی بائیں جانب اوّل بویریا کی کورز مقیم تھی اور اُس کے پیچھے دوسری کورز تھی۔ بویریا کی فوج نے اپنا پل دریا پر موضع بیزیلس کے مقابل ڈال لیا تھا۔ ۱۱ پرشیا کورز نے اپنا پیپوں کا پل رات ہی رات میں شہر ڈونچری سے اکہتر قدم ورے ڈال لیا تھا۔ اُسکے تھوڑی سی دور بائیں جانب ۵۔ کورز نے ایک اور پل سے دریا کو عبور کر لیا۔ اور اُسی جانب تھوڑے سے فاصلہ پر موضع ڈوم لی منزل کے قریب ورٹمبرگ کی فوج نے دریا کو

عبور کرا۔ ۔کورز بطور فوج محفوظ کے انگینی اور لاجینی کے درمیان مقیم تھی۔ اس فوج کے مقابلہ میں مسکمن فیلی کروبنرٹ۔ اور دوئے کی باقیماندہ فوج اور نئی بارہویں کورز جو جنرل لہرن کے ماتحت تھی یہ سب فرانسیسی فوجیں تھیں۔ فرانسیسی فوج کا مرکز قلعہ سیڈان تھا اور بائیں جانب فرانسیسی فوج موضع گیودن تک اور داہنی طرف موضع میزیریس تک پھیلی ہوئی تھی اور اس فرانسیسی لشکر گاہ کی عقب میں کوہ آرڈینس کی پہاڑیاں تھیں۔

ولیعہد پرشیا شہر چیمری سے ۴ بجے صبح کے گھمی میں روانہ ہوا۔ ڈونچری کی سڑک پر شہر چیونیز ولیعہد مذکور گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور شہر ڈونچری کے نزدیک دریائے میوز کی وادی میں ایک پہاڑی پر مقیم ہوا اُسکے قریب ہی ایک مختصر محل جو بنام شانٹو ڈونچری موسوم تھا واقع تھا اس جگہ سے تمام جرمنی فوج نظر آتی تھی اور چاروں طرف جو لڑائی ہوئی وہ بھی نظر آسکتی تھی۔ شہر سیڈان دریائے میوز کی وادی میں ایک بہت دلفریب جگہ پر آباد ہے اور دریا کے ہر دو جانب پہاڑیوں پر قلعہ جات بنے ہوئے ہیں دریا کے داہنے کنارہ پر پانی کے قریب ایک تھوڑا سا قطعہ چراگاہ کا ہے اور سیڈان کی بائیں جانب تھوڑے سے فاصلہ پر ایک کشادہ میدان ہے جسکے بیچ شہر ڈونچری واقع ہے۔ اسکی دائیں جانب دریائے میوز نے دو چکر کاٹے ہیں اُن کے بیچ میں ایک قطعہ زمین ہے جس پر موضع ایگس آباد ہے اور اُس کی بائیں جانب موضع ویلٹ اور داہنی جانب موضع گلیزی آباد ہے۔ ایگس اور سیڈان کے بیچ میں موضع فلونگ ہے اور اس کی داہنی جانب دریا کے داہنے کنارہ پر قصبہ گیودن ہے ڈونچری سے ایک پل پر ہو کر سیڈان کو سڑک اعظم جاتی ہے اور دونوں شہروں کے بیچ میں سڑک پر موضع فرنچی آباد ہے موضع میزیلس جسکے مقابل بویریا کی فوج پڑی ہوئی تھی وہ سیڈان سے جنوب مغرب کی طرف ہے اور موضع ڈورے جہاں سے فوج گارڈس نے دریا کو عبور کیا تھا سیڈان سے ذرا دور داہنی جانب ہے۔

صبح کے وقت ایک گہرے کہر نے تمام وادی اور پہاڑیوں کو چھپا رکھا تھا ۱/۲ ۷ بجے صبح کے بادلوں میں سے آفتاب نکلا اُس وقت بڑا حبس اور گرمی ہو گئی۔ ولیعہد سیکسنی کی فوج نے ۸ بجے کے تھوڑی دیر بعد حملہ کرنا شروع کر دیا۔ ۹ بجے ہماری داہنی جانب سیڈان کے پیچھے سے توپوں کی متواتر آواز آنے لگی اس سے معلوم ہوا کہ ہماری فوج نے دشمن پر حملہ کر دیا ہے لیکن فرانسیسی

فوج پہاڑیوں پر مضبوط جگہ پر مقیم تھی اور اُن کو اُن کی جگہ سے ہٹانا دشوار تھا جبکہ یہ لڑائی اس جانب ہو رہی تھی ہماری فوج میسرو نے اپنے تئیں میدانوں کی بلندیوں پر تیار کر لیا تھا اور وہ۔ کورز سیدھی چلی گئی تاکہ دشمن کے پچھلے حصہ فوج پر حملہ کرے۔ لڑائی کے نقشہ کے موافق ہماری داہنی جانب میمنہ سے آپسیس مل جائے کا ان فوجوں کو حکم تھا اور یہ بھی حکم تھا کہ دشمن کو چاروں طرف سے بالکل گھیر لیا جاوے تاکہ وہ کوہ آرڈینس کی جانب پیچھے نہ ہٹ سکے۔ ورٹمبرگ کی فوج اور رسالہ کا چوتھا ڈویژن اس فوج کی مدد کے لئے میدان کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا کہ شاید اگر دشمن اِدھر سے پیچھے ہٹے تو یہ فوج اُس کو روکے گو یہ بات غالبات سے معلوم نہیں ہوتی تھی چونکہ دشمن کو معلوم تھا کہ اس جانب سے دریائے سیوز کا عبور کرنا مشکل ہوگا اور ڈونچری اور سیڈان کے درمیان میں جو ریلوے پل تھا وہ دشمنوں نے خود ہی توڑ ڈالا تھا۔ سوا نو بجے گیارہویں آرمی کور نے فرانسیسی دستہ فوج پر یہاں تک حملہ کیا کہ اُس کو فرانسیسی لشکر گاہ کے قریب تک ہٹاتے ہوئے چلی گئی۔ اس وقت تو پخانے بڑی سرگرمی کے ساتھ اپنی کارروائی میں مصروف تھے سیکسنی کی فوج جو اسی وقت کے لئے محفوظ رکھی گئی تھی اب وہ آگے بڑھی اور اُس نے حملہ کرنا شروع کر دیا تھوڑی ہی دیر میں فرانسیسی میمنہ فوج نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ لیکن اُنہوں نے پرشیا کی دو فوجوں کو اپنے پیچھے مقیم پایا۔ اُس مقام پر جہاں کہ پرشیا کی ۱۱ کور نے پہاڑیوں پر سے اُتر کر دشمن پر حملہ شروع کر دیا تو ½ ۱۰ بجے کے قریب فرانسیسی فوج نے حملہ کے جواب میں فیر کرنا کم کر دئے۔ بعض جگہوں میں اور خاصکر ایگیس اور اُن میدانوں میں جو سیڈان کی جانب جاتے ہیں لڑائی سختی سے ہو رہی تھی۔ چونکہ ہماری جانب سے توپخانہ سے گولہ باری ہو رہی تھی اسلئے فرانسیسوں نے اپنے سواروں کو توپخانہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ فرانسیسی رسالہ نے دو دفعہ بہت بہادری سے حملہ کیا لیکن اُن کی پیدل فوج بھاگ نکلی اور بارہ بجے سے پہلے پہلے بہت سی فرانسیسی پلٹنوں نے اپنے تئیں ہمارے سپرد کر دیا۔ ہماری ۵ کورز بھی اب ایک دور کے رستہ سے پہاڑیوں پر چڑھ گئی اور بڑی سخت لڑائی کے بعد فرانسیسوں کو کوہ آرڈینس کی طرف بھگانے میں کامیاب ہوئی۔ ½ ۱۲ بجے یہ خبر معلوم ہوئی کہ فرانسیسی محفوظ توپخانہ جسکو شہنشاہ نے ہماری ۵ کورز کے مقابلہ کے واسطے مقرر کیا تھا اُسکو پیچھے ہٹا دیا گیا ہے اور یہ کہ فرانسیسی پیدل فوج کے صرف چند دستے بھاگ کر سرحد کے پار ہو گئے ہیں۔ اب اسطرح سے فرنچ فوج کا بھاگنا مسدود کر کے اب ہم

کو میدان کارزار کی درمیانی فوج سے کام رہ گیا یعنے اُس فوج کو پہاڑیوں سے بھگا دیا جاوے تو صرف یہ قلعۂ سیڈان اُن کے آخری پناہ لینے کی جگہ رہجاتا ہے۔ سوا ایک بجے پرشیا کے توپخانوں نے داہنی اور بائیں طرف سے فرانسیسی فوج پر اس قدر تیزی سے گولہ باری شروع کردی اور دونوں آپسمیں قریب آتے گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ فرانسیسی فوج بالکل گھر جاوے گی۔ فوج گارڈس بغیر رُکے بڑھی چلی جاتی تھی اور یہ فوج ۱۲- کورز ڈی آرمی کے کبھی پیچھے اور کبھی برابر برابر فرانسیسی فوج میسرہ پر بڑھی جاتی تھی۔ سوا دس بجے کے قریب فوج گارڈس جسکے آگے اُس کا توپخانہ تھا سیڈان کی بائیں جانب جنگل کی جانب چلی جارہی تھی اُن کے فیروں سے جو وہاں آگے بڑھ بڑھ کے اُٹھتا تھا تو ہم خیال کرتے جاتے تھے کہ وہ فرانسیسی فوج کو پیچھے ہٹا کر کیسی جلدی جلدی زمیں پر قبضہ کررہے ہیں۔ فوج گارڈس کی مدد بویر کی فوج نے اچھی طرح کی۔ فرانسیسوں کی بڑی تیز مدافعت کے بعد بویر یا والوں نے موضع بیزیلس فتح کرلیا جو جل رہا تھا۔ بعد اس کے سیڈان کے جنوب مغرب میں موضع بلنکو اُنہوں نے فتح کرلیا اور وہاں ایک تنگ درہ میں بویریا کی فوج کو بہت تکلیف پہونچی۔ اس جگہ سے اُنہوں نے موضع ویلیٹ پر آگ برسانی شروع کی۔ جسکا مینار شعلوں سے فوراً جل گیا۔ چونکہ فرانسیسی توپخانہ کو اب خاموش کردیا گیا تھا۔ اسلئے اب فوج ۱۱- اور ۱۲- کورز کی سیڈان کی جانب بڑھنے میں اب کوئی چیز مانع نہیں رہی فرانسیسی فوج نے پسپا ہوکر اب جلد جلد قلعہ میں واپس جانے کا سامان کرلیا تھا۔ لڑائی ابھی تک جاری ہی تھی کہ بہت سارے فرانسیسی قیدیِ جنگ پہاڑیوں پر سے میدان میں لاتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔

فوج گارڈس دو بجے سے ذرا پہلے پانچویں کورز فوج کے ساتھ شامل ہوگئی تھی۔ اب جرمنی فوج نے فرانسیسوں کو بالکل بطور دائرہ کے گھیر لیا۔ فرانسیسوں کو معلوم ہوا کہ اب ہم زندہ دیوار (فوج) کے بیچ میں گھر گئے ہیں اور سیڈان کے چھوٹے سے قلعہ میں پسپا ہونے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں۔

فوج کے چاروں جانب کہیں یہاں کہیں وہاں بہت سے گاؤں جلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ فوجوں کے دستے کہیں کہیں آپسمیں لڑ رہے تھے اور توپوں کا چلنا ابھی تک بند نہیں ہوا تھا تھوڑی دیر کے بعد بالکل خاموشی ہوگئی۔ اور ہم نے اس بات کا انتظار کیا کہ دیکھیں اب فرانسیسی اپنے

اس خطرناک حالت میں کیا کارروائی کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ برابر مقابلہ پر اور حملہ کی مدافعت پر اڑی رہی تو لاحاصل ہے۔ سیڈان کی قسمت پر اب آخری مُہر لگ چکی ہے۔

۴ بجے کے قریب ولیعہد پرشیا نے ہیڈ کوارٹر میں یہ پیغام بھیجا کہ ہماری کامل فتح ہوگئی ہے۔ اور فوراً اس کے بعد معہ ڈیوک آف کوبرگ۔ اور دیگر شہزادگاں اور افسران کے شاہ پرشیا سے ملنے کو روانہ ہوا جو اُس دن شہر ڈونچری کی داہنی جانب ایک پہاڑی پر مقیم تھے۔ چونکہ قلعہ سیڈان کے برج پر کوئی سفید جھنڈا نہیں اُڑا گیا۔ اس لئے ۱/۲ ۴ بجے ہم نے فیر کرنا پھر شروع کر دیا۔ بوریا کے توپخانوں نے قلعہ پر گولے برسائے۔ سوا بجے کے قریب ہمارے ایک گولہ سے قلعہ میں آگ لگ گئی۔ ایک بھوسی کے انبار میں آگ لگ گئی تھی اور آناً فاناً میں دھوئیں سے تمام آسمان تاریک ہوگیا۔ اس وقت فرانسیسوں نے عہد و پیمان کی گفتگو شروع کی۔ ولیعہد ابھی تک شاہ پرشیا کے پاس ہی تھے کہ وہاں یہ اطلاع دیگئی کہ شہنشاہ نپولین بھی سیڈان ہی میں موجود ہیں۔ اسپر ہم آگاہ ہوئے کہ ہم نے فرانس کی اصلی فوج کو صرف شکست ہی نہیں دی ہے بلکہ بارہ گھنٹے کی لڑائی کے بعد جنگ کے محمدانہ نتائج کی ضمانت بھی ہم نے حاصل کر لی ہے۔ یعنے شہنشاہ نپولین کو بھی ہم گرفتار کر لینگے۔

ہماری جانب سے پرشیا کی فوج کے نفشنٹ کرنل ون بروسارٹ فرانسیسوں سے عہد و پیمان کرنے کے لئے معتمد مقرر کئے گئے۔ اُسیدن شام کے وقت کرنل ون بروسارٹ شاہ پرشیا کے پاس شہنشاہ فرانس کا (جو اب اسیر جنگ ہوگئے تھے) ایک خط لائے وہ خط شہنشاہ فرانس نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور اُس میں صرف یہ چند لفظ تھے "میں اپنی فوج کا سرگردہ ہو کر اب نہیں مر سکتا اسلئے میں اپنی تلوار یو میجسٹی (حضور) کے قدموں پر رکھتا ہوں"

یہ امر واقعی ہے کہ نپولین اس لڑائی کے غالب نتیجے سے اوّل ہی آگاہ ہو کر موضع اگیکے قریب ۴ گھنٹے تک ہماری گولہ باری کا حتے الامکان جواب دیتا رہا اور آگے روانہ ہوا رات کو شہنشاہ سیڈان ہی میں رہے۔ سپردگی کے شرائط کل تک ختم ہو جاوینگے۔

۸ بجے کے قریب رات کو ولیعہد پرشیا اپنے ہیڈ کوارٹر میں آئے اور ہیڈ کوارٹر کے تمام افسران اور فوج نے اپنے اس تیسرے لشکر کے کمانڈر کا خوشی کی وجہ سے مناسب موقعہ تہوار کی طرح خوشی منا استقبال کرنا چاہا۔ موضع کے بڑے بڑے بازاروں اور محلوں میں روشنی کی گئی اور سپاہیوں نے

رستہ میں دو رویہ کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں میں موم بتیاں لے کر روشنی کی۔ جبکہ ہز رائل ہائینس ولیعہد قریب پہونچے تو بڑے زور سے نعرہ ہائے خوشی مارے گئے۔ بینڈ باجہ نے نیشنل انتھم (قومی گیت) بجایا اور پھر شکست خوردہ فوج کے لئے ڈیڈ مارچ (ایک قسم کا سوگ گیت) گایا۔

جبکہ میدان کارزار سے ہماری فوج واپس آئی تو سپاہیوں نے آج کی لڑائی کے نتیجہ معلوم کرنے کی بڑی خواہش ظاہر کی۔ یہ تو ظاہر ہی تھا کہ آج اُنہوں نے بڑا مفید کام کیا ہے۔ اور سپاہی ایک ایسی فتح میں شامل ہونے سے جو دنیا کی تواریخ پر اثر ڈالے گی اور ہمارے مُلک کی تاریخ میں بھی شاید ہی کوئی لڑائی اس لڑائی کے برابر ہو۔ مغرور معلوم ہوتے تھے۔

۲۔ ستمبر کو صبح کے دس بجے شاہ پرشیا ڈوبنچری اور چھیڑی کے بیچ میں سڑک اعظم پر ولیعہد پرشیا سے ملے۔ ہز میجسٹی (شاہ پرشیا) گھبی میں سے اُتر کر جنرل موٹکی سے ملے جو اسواسطے آیا تھا کہ سپردگی کے بارہ میں جو عہد و پیمان ہو رہے ہیں اُن سے شاہ کو مطلع کرے۔ چونکہ ابھی تک ابتدائی معاہدہ کا کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔ اس لئے جنرل موٹکی واپس چلا گیا اور اُس سے پھر ملنے کے لئے شاہ پرشیا نے وہ پہاڑی مقرر کی جو موضع فری نوئس اور ڈوبنچری کے درمیان واقع ہے جہاں سے کہ گذشتہ روز ولیعہد پرشیا نے لڑائی کی کمان کی تھی۔ اُسی جگہ بارہ بجے کے بعد سپردگی کے شرائط کا خلاصہ شاہ پرشیا کو پیش کیا گیا اور اُسپر شاہ پرشیا نے دستخط کر کے ولیعہد اور افسران ہیڈ کوارٹر کو جو گرداگرد جمع تھے۔ باآواز بلند پڑھکر سنا دیا۔ شہنشاہ فرانس سیڈان سے صبح کے پانچ بجے ہی روانہ ہو گئے اور قلعہ سے جو سڑک ڈوبنچری کو جاتی ہے اُس سڑک پر شہنشاہ نے کونٹ بسمارک سے ملاقات کی۔ شہنشاہ نے اب سیڈان جانا نہیں چاہا۔ اسلئے سیڈان کی سڑک کی بائیں جانب موضع ویلٹ اور فری نوئس کے درمیان ایک محل موسوم بہ ویلا بلیو میں شہنشاہ کو پہنچا دیا گیا۔ شہنشاہ کے ہمراہ ایک بڑا مضبوط دستہ سواران کا کر دیا گیا تھا اور اب شہنشاہ کی بابت شاہ پرشیا کے حکم کا انتظار تھا۔ اس پُر واقعات جنگ میں یہ ایک بہت مشہور نظارہ تھا جبکہ ایک بجے کے قریب شاہ پرشیا معہ ولیعہد پرشیا اور ڈیوک آف سیکس کوبرگ اور پرنس ولہلم آف ورٹمبرگ اور معہ دیگر شہزادگان اور افسران کے محل ویلا بلیو کے باغ میں شہنشاہ فرانس سے ملاقات کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ شہنشاہ

نپولین نے اس فاتح سیڈان کا محل کے زینہ تک نیچے اُتر کر آگے بڑھکر استقبال کیا۔ شہنشاہ نے اپنی فوجی ٹوپی اُتار لی اور ادب سے جھک گیا۔ پھر وہ شاہ اور ولیعہد پرشیا کو لے کر محل کے اندر آیا جہاں اُن میں آدھے گھنٹے تک گفتگو رہی۔ بادشاہ پرشیا نے ریاست کیسل کے نزدیک جو محل ولہلشو ہی ہے وہ شہنشاہ فرانس کے رہنے کے لئے شہنشاہ سے کہا اور قیدی شہنشاہ نپولئن سوم نے یہ بات شکرگذاری کیساتھ منظور کی۔ شہنشاہ فرانس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے اُس حصہ سفر کے راستہ میں جو فرانسیسی علاقہ میں ہو کر گذرتا ہے ایک بڑا مضبوط فوجی دستہ میری اردلی میں ہونا چاہئے۔ شہنشاہ فرانس نہایت متاثر ہوا جبکہ ملاقات کے اختتام پر شاہ اور ولیعہد پرشیا سے اُس نے رخصتانہ اجازت لی۔ شہنشاہ فرانس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جنکو شہنشاہ نے اپنے جیبی رومال کے پیچھے چھپانے کی کوشش کی۔ شاہ پرشیا نے اپنی وضع سنجیدہ اور بادبدبہ قایم رکھی۔ ۳ ستمبر کو صبحکے نو بجے شہنشاہ فرانس ڈونچری سے بلجیم کی حدود کی طرف روانہ ہوا۔ ۲ بلیک ہزار رسالہ کا ایک اسکوڈرن شہنشاہ کی گاڑی کے آگے آگے تھا۔ شہنشاہ جنکے چہرے پر رنج سے زردی چھا گئی تھی سب سے اگلی گاڑی میں تھے۔ اُن کے ہمراہ اُسی گاڑی میں جنرل کاسل نابیٹھا تھا۔ قیدی جنرل اور افسران اور درباریان اور نوکر چاکران سب کی گاڑیا شہنشاہ کی گاڑی کے پیچھے تھیں۔ شہنشاہی نشانات تمام گاڑیوں پر تھے اور شہنشاہی اصطبل کے گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ سب سے پیچھے رسالہ حضار کا ایک دستہ سواران تھا اور یہ تمام قافلہ بلجیم کے شہر ورٹین کی جانب روانہ ہوا۔ ایک متعجب گروہ فرانسیسوں کا یہ روانگی کا تماشا دیکھ رہا تھا مگر اُسنے کسی جوش کا بیرونی اظہار نہیں کیا۔ پرشیا کا جنرل ون بونن شہنشاہ کے ہمراہ جرمنی تک گیا۔ جس جرمنی فوج نے شہنشاہ کو حدود بلجیم تک پہنچایا وہ فوج زیر کمان کونٹ لی نارتھی۔

مفصلہ ذیل نقل اُن شرائط کے ہیں جن پر مارشل میکمہن کی فوج نے اپنے تئیں سپرد کر دیا:-

"سیڈان۔ ۲ ستمبر۔ جرمنی کے کمانڈر انچیف کو ہز میجسٹی شاہ پرشیا کی طرف سے اور شہنشاہ فرانس کی طرف سے جنرل کمانڈنگ انچیف کو عہد و پیمان کے جو اختیار دئے گئے ہیں اُن دونوں نے مفصلہ ذیل عہدنامہ منظور کیا ہے۔

"شرط اول۔ وہ فرانسیسی فوج جو زیر کمان جنرل ومپفن کے ہے اور جو سیڈان میں درحقیقت چاروں جانب سے بے انتہا فوج میں گھر گئی تھی۔ اس فوج کے تمام سپاہیان و افسران

اسیران جنگ ہیں۔

شرط دویم۔ چونکہ یہ فوج نہایت بہادری سے مدافعت حملہ کرتی رہی اسلئے اس فوج کے سب جنرل اور افسران سے یہ رعایت کی جاتی ہے کہ اُن کی عزت کا لحاظ کرکے یہ تحریر لے لی جاوے کہ وہ موجودہ جنگ میں جرمنی کے برخلاف نہ تو ہتھیار اُٹھاوینگے اور نہ موجودہ جنگ کے دوران میں قوم جرمن کے فائدوں کے برخلاف کوئی عمل کرینگے۔ جو افسر کہ اس شرط پر راضی ہیں وہ اپنے ہتھیار اپنے پاس رکھینگے یعنے اُن سے ہتھیار نہیں لئے جاوینگے اور اُن کا ذاتی مال و اسباب بھی وہی رکھینگے۔

شرط سوم۔ اور تمام فوج کے ہتھیار اور فوجی سامان جھنڈے اور علم اور توپیں اور گھوڑے اور سامان جنگ اور گولہ و بارود اور گاڑیاں وغیرہ وغیرہ سیڈان میں جرمنی کے محکمہ کمسریٹ کو فوراً سپرد کردینی چاہئیں۔

شرط چہارم۔ شہر سیڈان جرمنی کے قبضہ میں فوراً دے دیا جاوے۔ اُسی حالت موجودہ میں جیسے کہ اب ہے اور ۲ ستمبر کی شام سے پہلے پہلے شاہ پرشیا کا قبضہ اُس پر کردینا چاہئے۔

شرط پنجم۔ جو افسران کہ شرط دوم پر رضامند نہ ہوں گے وہ اور دیگر تمام فوج فرانس یہ سب اسیران جنگ ہونگے۔

یہ تجویزیں ۲ ستمبر سے شروع ہونگی اور ۳ ستمبر تک ختم ہوجاویں گی۔ تمام سپاہی قصبۂ ڈیزنے کے نزدیک دریائے میوز سے اُتارے جاوینگے اور جرمنی افسران کے سپرد کردئے جاوینگے مگر اسمیں استثنا یہ ہے کہ فوجی ڈاکٹر پیچھے رکھے جاویں گے تاکہ وہ زخمیوں کا علاج کریں۔

شاہ پرشیا نے شہنشاہ فرانس کے اپنے تئیں سپرد کردینے اور شہنشاہ فرانس کی ملاقات کے دلچسپ احوال اور شہر سیڈان کی سپردگی کے احوال سے ملکۂ پرشیا کو مفصلۂ ذیل خط میں اطلاع دی:۔

"میں نے گولہ باری کے بند ہونے کا حکم دیا۔ اور لفٹنٹ کرنل ون بروسارٹ کو صلح کا جھنڈا دیکر اس درخواست کے ساتھ فرانسیسی فوج میں بھیجا کہ قلعہ سیڈان اور فوج کو اب ہمارے سپرد کردو۔ ایک بویریا کا افسر اُسکو راستہ میں ملا اور اُس سے کہا کہ تمہارا انتظار قلعہ میں ہورہا ہے کرنل بروسارٹ

قلعہ میں داخل ہوا اور وہ بے خبر شہنشاہ فرانس کے روبرو لایا گیا۔ شہنشاہ نے ایک خط میرے نام کا اُس کو دیا۔ شہنشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ کرنل بروسارٹ نے کہا کہ قلعہ اور فوج کا سپرد کر دینا ہم چاہتے ہیں۔ اس پر شہنشاہ نے جواب دیا کہ اس معاملہ میں جنرل ڈی وپفن سے کہو جس نے جنرل سیکمن کے زخمی ہونے پر فوج کی کمان لے لی ہے۔ پھر شہنشاہ نے کہا کہ میں اپنے ایڈجوٹنٹ جنرل ریلی کو خط دیکے تمہارے پاس تمہارے ہمراہ بھیجوں گا۔ سات بجے ریلی اور بروسارٹ میرے پاس آئے۔ بروسارٹ ذرا پہلے آگیا تھا اور بروسارٹ کی زبانی یہ مجھے تحقیق طور پر معلوم ہوا کہ شہنشاہ فرانس بھی قلعہ سیڈان میں موجود ہے۔ تم خیال کر سکتے ہو اس بیان سے ہم سب اور خاصکر مجھ پر کیسا کچھ اثر ہوا۔ ریلی اپنے گھوڑے سے کودا اور شہنشاہِ فرانس کا خط مجھے یہ کہتے ہوئے دیا کہ مجھکو اس سے زیادہ گفتگو کا حکم نہیں ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں نے خط کھولا میں نے اُس سے یہ کہا کہ اوّل شرط یہ ہے کہ فوج فرانسیسی اپنے ہتھیار رکھدے۔ خط اس طرح سے شروع ہوا تھا کہ میں اپنی فوج کا افسر ہو کر اب نہیں مر سکتا۔ اسلئے میں یوجینی کے قدموں پر اپنی تلوار رکھتا ہوں اور باقی سب آپ کو اختیار ہے۔" میں نے اس خط کا یہ جواب دیا کہ ہماری تمہاری ملاقات کے اسطرح ہونے پر مجھے بڑا رنج ہے اور آپ اپنی جانب سے کسی کو مختار کر کے بھیجیں تاکہ اُس سے سپردگی کے شرائط کئے جاویں۔ جبکہ میں نے جنرل ریلی کو خط کا جواب لکھ کے دے دیا تو چونکہ جنرل ریلی سے اور مجھے پرانی شناسائی ہے میں نے اُس سے دو چار باتیں کیں۔ اور اسطرح سے یہ کام ختم ہوا۔ میں نے مولٹکی کو عہد و پیمان کرنے کے اختیارات دے دئے ہیں اور بسمارک کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ بھی اُس کے ہمراہ رہے اور اگر کوئی پولیٹکل سوال اُٹھے تو اُس کا جواب دے۔ چونکہ ۲ ستمبر کی صبح تک مولٹکی کے پاس سے عہد و پیمان کے بارہ میں کوئی خبر نہیں آئی اور یہ عہد و پیمان سپردگی کے ڈونچری میں ہو رہے تھے۔ اسلئے مطابق قرارداد کے میں میدان کارزار میں گیا اور آٹھ بجے مولٹکی سے میری ملاقات ہوئی جو شرائط سپردگی پر میری منظوری لینے آیا تھا۔ اُس نے مجھے اطلاع دی کہ شہنشاہِ فرانس ۵ بجے صبح کے سیڈان سے چلے گئے ہیں اور ڈونچری میں آئے ہیں چونکہ وہ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے قریب ہی ایک باغ اور محل تھا اور میں نے وہ جگہ ملاقات کیلئے پسند کری۔ سیڈان کے آگے جو پہاڑی ہے میں دس بجے وہاں پہونچا۔ مولٹکی اور بسمارک ۱۱ بجے میرے پاس

شرائط عہد و پیمان پر دستخط کرا کے لے آئے۔ ایک بجے میں معہ ولیعہد اور دیگر افسران اور سوار ان کے روانہ ہوا اور محل کے سامنے میں گھوڑے سے اُتر پڑا جہاں شہنشاہ فرانس میرے استقبال کو آئے اور مجھ سے ملاقات کی۔ ہماری ملاقات پاؤ گھنٹہ تک رہی۔ ہم دونوں اس حالت میں ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ میں نے تین برس ہوئے جب نپولین کو اُس کے پورے عروج پر دیکھا تھا۔ اور اس موقع پر دیکھ کر جو کچھ مجھے عبرت ہوئی میں اُس کا بیان نہیں کر سکتا۔ بعد اس ملاقات کے ۱½ بجے سے ۲½ بجے تک میں تمام فوج میں گھوڑے پر سوار پھرتا رہا جو سیڈان کے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ میری فوج نے جس طرح سے میرا استقبال کیا اور جس طرح فوج گارڈس سے میں ملا جو فرانسیسی فوج سے کٹ کر اب دسواں حصہ رہ گئی ہے یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ میں آج بیان نہیں کر سکتا۔ فوج میں اسقدر محبت اور عقیدت دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ اب زیادہ خدا حافظ میرے دل میں اس خط کے اخیر میں بہت جوش ہے اور دل متاثر ہو رہا ہے۔ اور مجھے جوش رقت ہو رہا ہے۔

راقم۔ وللہم۔

جبکہ جرمن لشکر گاہ میں یہ بات معلوم ہو گئی کہ شہنشاہ نے اپنے تئیں سپرد کر دیا تو کونٹ بسمارک کے لئے بڑی خوشی کے نعرے لگائے گئے۔ کونٹ بسمارک کو جب فوج نے مبارکباد دی تو بسمارک نے اُسکا حسب ذیل جواب دیا۔

"جنٹلمین"

اس جنگ میں جو فتحیابی ہوئی ہے۔ اس میں میری کوئی کارروائی نہیں ہے۔ ہاں تم شاہ اور ون مولٹکی کو مبارکباد دو۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ لیکن ایک لمحہ کے لئے آپ توقف کریں۔ میں نے صرف ایک کام کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میری کوششوں سے کل جنوبی ریاستہائے جرمنی نے ہماری فوج کی اپنی کل فوج سے مدد کی ہے۔ اور یہ اُنہیں کی مدد اور بویریا اور ورٹمبرگ کی بہادر فوجوں کی مدد سے ہوا ہے کہ ہم نے آج فتح پائی ہے

سیڈان کے اس واقعہ کے متعلق ایک غمناک اور دل توڑنے والا حادثہ موضع بیزیلس میں ہوا جسکا ذکر ایک عینی شاہد حسب ذیل بیان کرتا ہے:

جو لڑائی کہ اس قصبہ کے باہر ہوئی اُس میں فرانسیسی بہت بہادری سے لڑے۔ اور وہ جنگل میں

ہو کر چلے جاتے مگر وہ اس قصبہ کی گلیوں میں بھگا دئے گئے۔ اور اس موقع پر طریقہ جنگ زمانہ حال کا ایک بڑا افسوسناک حادثہ واقع ہوا۔ فرانسیسی وضیں پسپا ہوتے ہی گھروں میں گھس گئیں اور کھڑکیوں میں سے فوج جرمنی پر فیر کرنا شروع کیا۔ فرانسیسی فوج یہاں بڑی بہادری سے لڑی اور اپنے تئیں سپرد کرنا نہیں چاہتی تھی اور فوج جرمنی بھی استقلال سے حملہ کئے جاتی تھی۔ اور شہر میں کوئی ایک سو جگہ کے قریب آگ لگ رہی تھی۔ اور عورتوں اور بچوں اور بوڑھے آدمیوں کو جلتے گھروں میں سے کوئی نہیں نکالتا تھا۔ اور برابر لڑے جاتے تھے۔ افسوس اس تہذیب کے زمانہ میں اپنی ہمدردی اس قصبہ کی آبادی قریب تین ہزار کے ہے۔ اور یہ قصبہ ہی ہے مگر بہت سی باتیں اسمیں شہر کی سی ہیں۔ بہت سے آدمی رات کو تہ خانوں میں مکانوں کے جلکر گر جانے سے سوتے تھے۔ اور دھوئیں سے دم گھٹ کر وہ سب مر گئے۔ خاص قصبہ میں زخمیوں اور ڈاکٹروں پر جبکہ وہ زخمیوں کا علاج کر رہے تھے گولیاں چلا کر ان کو مار ڈالا گیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ظلم کی بات ہو سکتی ہے۔

فصل پنجم

پیرس کی حالت۔ اعلان سلطنت جمہوری۔ اور اسٹراسبرگ اور تول کا محاصرہ۔

شہنشاہ نپولین سوم نے اپنے تئیں شاہ پرشیا کو ۲ ستمبر ۱۸۷۰ء کو سپرد کیا اور دوسرے دن شاہ پرشیا نے اس واقعہ سے ملکۂ پرشیا کو بذریعہ تار اطلاع دی اور شکست یافتہ شہنشاہ کی رہائش کے لئے جو مقام مقرر کیا تھا اُس سے بھی ملکۂ پرشیا کو آگاہی دی۔

سیڈان میں فرانسیسی فوج پر جو مصیبت پڑی تھی اور شہنشاہ فرانس نے اپنے تئیں سپرد کر دیا اس خبر کے سنتے ہی شہر پیرس میں بڑی دہشت چھا گئی۔ ۴ ستمبر کی رات کے ایک بجے جنرل ڈی پالیکاؤ وزیر اعظم فرانس پارلیمنٹ فرانس میں گیا اور ممبران کو اطلاع دی کہ مارشل میکمہن کی فوج سیڈان میں واپس بھاگ آئی ہے اور باقی فوج نے اپنے تئیں دشمنوں کو سپرد کر دیا اور شہنشاہ بھی اسیر جنگ ہو گئے ہیں۔ پھر اس لئے یہ کہا کہ اس خبر کے سننے سے اس واقعہ کے نتائج پر بحث کرنے کے لئے ہاؤس (پارلیمنٹ) ابھی تیار نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی تک جلسہ وزرا میں اس بات پر گفتگو نہیں ہوئی ہے اور اس لئے میری رائے میں کل آئندہ تک بحث کرنا ملتوی

کر دیا جاوے۔

ایم جولیس فاور نے ایک تحریک پیش کی کہ شہنشاہ اور اُس کے خاندان کے تمام حقوق دربارہ حکومت فرانس کے ضبط کر لئے جاویں اور ایک پارلیمنٹری کمیٹی کو مقرر کر کے اُسکو اختیار حکومت دیدئے جاویں اور اُس کا یہ بھی فرض ہو کہ دشمن کو فرانسیسی علاقہ سے باہر نکالدے! ورجنرل ٹروچو کو گورنر پیرس کے عہدہ پر مستقل کر دیا جاوے۔

ایم جولیس فاور کی تجویز کو سب ممبروں نے نہایت خاموشی سے سُنا اور کچھ جواب نہ دیا۔ تمام مجلس میں سناٹا رہا۔ چیمبر نے دنیس اجلاس کرنے کی تجویز کی اور یہ جلسہ برخاست ہوا۔

چند اخبارات میں یہ بات مشتہر ہوئی کہ پرنس امپیریل مُلک بلجیم کو بھاگ گیا ہے۔ ۴ ستمبر کے اخبار جرنل آفیشیل میں مفصلۂ ذیل اعلان جلسۂ وزراء کی جانب سے شایع ہوا۔

"اُے فرنچ قوم"

مُلک پر بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ تین دن کی بہادرانہ لڑائی کے بعد مارشل سیکمن کی فوج میں سے چالیس ہزار فوج اسیر جنگ ہو گئی ہے۔ مارشل کی فوج کے مقابلہ میں پرشیا کی تین لاکھ فوج تھی۔ جنرل ومپفن نے۔ جس نے کہ مارشل سیکمن کے زخمی شدید ہو جانے کے باعث فوج کی کمان لی تھی سپردگی پر دستخط کر دئے ہیں"

اس سپردگی سے ہم بے ہمت نہیں ہوئے ہیں۔ پیرس کو اب محاصرہ میں سمجھنا چاہئے ملک میں فوجیں بھرتی کی جارہی ہیں۔ تھوڑے عرصہ میں ایک نئی فوج پیرس میں داخل ہوگی اور ایک اور نئی فوج دریائے لوائر کے کنارے بھرتی کی جارہی ہے۔ تمہاری حب الوطنی۔ تمہارا اتفاق۔ اور تمہاری قوت وہمت ہی سے فرانس محفوظ رہے گا"

شہنشاہ اس لڑائی میں اسیر جنگ ہو گئے ہیں۔ تمام حکام کے ہمراہ ملکر گورنمنٹ کارروائی کریگی اور وقت کی مناسب تدبیریں کیجاوینگی"

۴ ستمبر کو اتوار کی شام کو مجلس واضعان قانون جمع ہوئے اور جنرل ڈی پالیکاؤ نے "ایک بل پیش کیا جسکا منشا یہ تھا کہ ایک کونسل آف گورنمنٹ مقرر کیجاوے اور نیشنل ڈیفنس (قومی حفاظت) مقرر کی جاوے جسمیں پانچ ممبر مقرر ہوں جس کو لیجسلیٹو باڈی (مجلس واضعان قانون) منتخب کریں

اور ممبران کونسل کی منظوری سے وزرا مقرر ہوا کریں اور جنرل پالیکاؤ کونسل کے لفٹنٹ جنرل مقرر رہیں "

ایم تھیئر نے ایک تحریک پیش کی جس پر رامست اور چپ کے مرکزوں (ضلع) کے ۵۰ ممبروں کے دستخط تھے۔ اُس نے کہا کہ باہم قومی اتفاق ہونے کے لئے یہ پیش کی جاتی ہے۔ اُس تحریک کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"موجودہ حالت کی وجہ سے چیمبر ایک گورنمنٹ اور نیشنل ڈیفنس کے کمیشن مقرر کرتی ہے"

جنرل پالیکاؤ نے یہ تجویز پیش کی کہ جونہی کہ موجودہ مصیبت سے ملک آزاد ہو تو عوام سے بھی مشورہ لیا جاوے۔

چیمبر نے اس تمام تجویزوں کو بڑا ضروری خیال کیا اور ان تجویزوں کو منظور کر کے مجلس وزارت کو لکھا کہ ایک کمیشن مقرر کی جاوے۔ اسکے بعد جلسہ ملتوی ہوا۔

مجلس کے ملتوی ہونے پر محکمہ لیجلیٹو باڈی کے سیٹرہیوں پر عوام کا ایک بڑا مجمع ہوا اور سلطنت کے زوال اور جمہوری حکومت کے قیام کی خوشی میں بڑے زور شور سے نعرہ ہائے خوشی لگائے کہ خدا سلطنت جمہوری کو تا ابد قایم رکھے۔ محلہ پانٹ کنکارڈ میں جو لوگ تھے یہ نعرے سنکے اُنہوں نے بھی خوب خوشی کے نعرے لگائے نیشنل گارڈ فوج اور دیگر تمام فوج نے عوام الناس سے بھائی چارہ کر لیا۔ نیشنل گارڈ کی مسلح اور غیر مسلح جماعت جسکی ایک بڑی تعداد تھی باوجود دربانوں کے سخت روک ٹوک کی حالت کے احاطہ میں گھس گئی اور احاطہ میں تل رکھنے کو جگہ باقی نہ تھی اس قدر انبوہ کثیر آدمیوں کا تھا (نیشنل گارڈ عوام الناس تھے جو اب قومی حفاظت کے لئے بغیر تنخواہ بطور والینٹر کے اپنے ملک کے بچاؤ کے لئے فوجی خدمات کے لئے تیار ہوئے ہیں) نیشنل گارڈ جو پل پر مقیم تھے وہ بھی چلاتے ہوئے چیمبر کیطرف دوڑے اور اُن کے عقب عوام الناس کے گروہ در گروہ چلے آتے تھے۔ نہایت ہی وحشیانہ جوش تھا۔ اور سب کی آواز یکساں تھی جبکہ وہ خوشی میں غل مچا کے کہتے تھے کہ خدا جمہوری سلطنت کو تا ابد قایم رکھے۔ شہنشاہ کا کوئی نام نہ لیتا تھا۔ جمہوری کی تعریف میں مارسلیز (ایک قسم کا مداحی گیت) گایا گیا۔ اور جمہوری سلطنت مقرر ہونے کی خوشی میں لوگ خوشی میں آپس میں معانقہ کرتے اور بغلگیر ہوتے تھے۔ کسی قسم کی بدانتظامی یا بلوہ اور فساد نہیں ہوا۔

عوام کے ہاتھوں میں تین رنگ کے بہت سے جھنڈے بھی تھے۔

نیشنل گارد کے سپاہی ہر جانب سے محلہ لا کنگارڈ کی جانب آرہے تھے۔

تین بجے کے بعد نیشنل گارڈ کی ایک بڑی جماعت اور ساکنان شہر پیرس چیمبر کے بالاخانوں میں داخل ہوئے اور جبکہ پریزیڈنٹ بعد ختم جلسہ اُٹھ گیا تب یہ سب لوگ کمرہ میں آئے۔ اضلاع چیپ کے ڈپٹی ہوٹل ڈی ولی میں اپنی جائے قیام پر گئے۔ ایم پگارڈ اور ایم گیٹا کو عوام الناس مارے خوشی کے اپنے کندھوں پر چڑھا کے لے گئے۔

ایم راچفورٹ ہوٹل ڈی ولی میں موجود تھا جو کہ اب عوام الناس سے بھر گئی تھی اور کھڑکیوں میں سے ٹکٹ پھینک رہا تھا تاکہ عوام اُنپر ووٹ (رائے) دیں۔ اس مجمع نے شہنشاہی علامات ہر جگہ سے توڑ ڈالے اور سپاہیوں نے بارک کی کھڑکیوں میں سے عوام سے بھائی چارہ کا عہد کیا۔ ٹولیریز (شہنشاہی محل) کا دریا کی جانب کا دروازہ توڑ ڈالا۔ ۴ ستمبر کو شہنشاہ کی معزولی اور خاندان بوناپارٹ کی حکومت کا اختتام مشتہر کیا گیا اور یہ سب کارروائی (محل) لیجسلیٹو باڈیس کی سیڑھیوں پر سے مشتہر کی گئی

۵۔ ستمبر کو اخبار "جنرل آف ڈی نیشنل ریپبلک" میں مفصلہ ذیل اعلان شایع ہوا۔

اے فرانسیسی قوم:

عوام الناس نے چیمبر کو اب موقوف کر دیا ہے جو اس خطرہ کی حالت میں مُلک کے بچانے میں تساہل کرتی ہے۔ اور جمہوری سلطنت کی ضرورت ہے ۱۷۹۲ء کی بغاوت بھی تقرر سلطنت جمہور سے فرو ہوئی تھی۔ اسلئے اب سلطنت جمہوری کا اعلان کیا جاتا ہے۔ یہ گردش سلطنت احقاقِ حق اور حفاظت عامہ کے لئے کیجاتی ہے۔

اے ساکنین شہر تمہاری حفاظت میں یہ شہر پیرس ہے اسکی حفاظت کرو کل تم فوج کے ہمراہ ہوگے تاکہ اپنے ملک کے دشمنوں سے بدلہ لو۔

نئے وزرا اس طور سے مقرر کئے گئے۔ جنرل ٹروچو۔ معہ کامل فوجی اختیارات اور نیشنل ڈیفنس کے پریزیڈنٹ آف گورنمنٹ مقرر کئے گئے۔ ایم جولیس فاور۔ وزیر صیغۂ خارجیہ مقرر ہوا۔ ایم گیٹا وزیر داخلیہ جنرل ڈی فلو وزیر جنگ۔ ایم فورچن وزیر بحریہ۔ ایم کریمو وزیر عدلت عامہ۔ ایم پگارڈ وزیر مال۔ ایم جولیس سیمون وزیر تعلیم عامہ اور مذہب۔ ایم میمن وزیر زراعت۔ اور ایم ڈوریاں وزیر تعمیرات

وزرا کے حکم سے مجلس اضعان قانون موقوف کی گئی جو از سر نو پھر مقرر ہوگی اور مجلس سینٹ اور کونسل آف اسٹیٹ کی پریزیڈنسی بالکل موقوف کر دیگئی۔

ہتھیاروں کی ساخت اور فروخت کیلئے بالکل آزادانہ طور سے اجازت دے دیگئی۔

ایم ایٹین ارگیو شہر پیرس کا میئر (حاکم) نامزد ہوا اور ایم فلوکے اور ایم برلیو اُسکے مشیر مقرر ہوئے۔

تمام پولیٹیکل اور دیگر جرایم جو ہو چکے تھے اُن کے مرتکبوں کو معافی دیدی گئی۔

سلطنت جمہوری کا تقرر شہر لیون۔ بورڈو اور دوسرے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں مشتہر کیا گیا۔ فرانسیسی اخباروں سے معلوم ہوا کہ ۴ ستمبر کو شہنشاہ بیگم پیرس سے روانہ ہو گئیں اور اُسی دن شام کو ملک بلجیم میں پہونچ گئیں۔

۵ ستمبر کے اخبار ٹائمس میں یہ خبر چھپی کہ ہر دو ولیعہد پرشیا اور سیکسنی معہ ایک بڑی فوج کے پیرس کی جانب بڑھے جا رہے ہیں۔ شاہ پرشیا اور کونٹ بسمارک بھی فوج کے ہمراہ ہیں۔ ۵ ستمبر کے ایک تار سے واضح ہوا کہ پرشیا کی فوج نے شہر مونٹ میڈی پر ۴ ستمبر کو گولہ باری کی لیکن فرانسیسیوں نے بہادرانہ طور سے مدافعت کی۔ شہر کا ایک حصہ گولہ باری کر کے تباہ کر دیا گیا۔

۶ ستمبر کو پرنس امپیریل شہر ڈوور (ملک انگلینڈ) میں پہونچ گیا اور لارڈ وارڈن ہوٹل میں ٹھیرا۔ ٹوک ڈی گرمیونٹ جو پیشتر ہی انگلینڈ میں آگیا تھا اُس کی ملاقات کے لئے ڈوور گیا یہ پرنس کچھ عرصہ ڈوور میں رہکر معہ اپنے نوکر چاکروں کے شہر ٹینگز کو چلا گیا۔

۷ ستمبر کو وکٹر ہیوگو (اس کا زمانہ شہنشاہی میں پولیٹکل جرم میں فرانس سے اخراج ہو گیا تھا) بھی پیرس میں داخل ہوا۔ جب کہ وہ ریلوے اسٹیشن پر اُترا۔ عوام نے اُس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ میں فرانس میں جمہوری تقرر ہوتے ہی واپس آیا ہوں تاکہ پیرس کو جو تہذیب کا دارالخلافہ ہے دشمن سے بچاؤں اور وحشیانہ حملہ جو اُس پر کیا جاوے اُس کو ہم سب مل کے رد کریں۔ پیرس جب فتح پاویگا کہ کل لوگ آپسمیں اتفاق کرلیں اور تمام کینہ و حسد دل سے دور کریں۔ آپسمیں بھائی چارہ کرنے سے آزادی محفوظ رہے گی۔ جس دن وکٹر ہیوگو فرانس میں آیا اُسی دن ایم نوئی بلنگ (اخراج شدہ) بھی پیرس

میں آگیا تھا۔

۷ ستمبر کو جنرل ٹرچو نے ایک اعلان شایع کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ۔ دشمن پیرس کی طرف بڑھا آرہا ہے۔ پیرس کی حفاظت سے تو اطمینان ہے۔ قرب وجوار کے اضلاع میں بچاؤ کے لئے تیاریاں کرنے کے احکام جاری کردئے گئے ہیں۔ گورنمنٹ کو تمام لوگوں کی حب الوطنی اور بہادری پر اعتبار ہے۔

۷ ستمبر کو ایم جولس فاور۔ فرانسیسی سفیر صیغۂ خارجیہ نے تمام ممالک کے فرانسیسی سفیروں کے نام ایک سرکلر بھیجا کہ ہم نے امن کی حکمت عملی پر کارروائی جاری رکھی ہے اور شاہ پرشیا نے اپنی طرف سے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ فرانس سے لڑائی نہیں کرتے بلکہ خاندان نپولین سے لڑائی کرتے ہیں۔ تو اب وہ خاندان شہنشاہ کا معزول کردیا گیا ہے اور فرانس آزاد ہوگیا ہے۔ اگر شاہ پرشیا اس ناپاک جنگ کو اب بھی جاری رکھنا چاہتے ہیں تو وہ تمام دنیا کے روبرو اسکے ذمہ وار ہیں۔ اگر اُنھوں نے یہی رائے قایم کرلی ہے تو ہم بھی جنگ کو قبول کرتے ہیں۔ ہم اپنے ملک کی ایک انچہ زمین اور اپنے قلعوں کا ایک پتھر بھی اُن کو نہیں دینگے۔ اگر ہم ایسے صلح کرلیں جو بعزتی کی صلح ہو اُس صلح سے تو برباد ہوجانا بہتر ہے۔ ہمارا سب سے بڑھکر یہ منشاء ہے کہ ایک پائدار صلح ہوجاوے۔ جو کچھ ہمارے اغراض اور فوائد ہیں سب متفق یورپ کے اغراض کے ہیں۔ علاوہ اسکے ہمارے پاس مضبوط فوج ہے اور فوج کے علاوہ تین لاکھ آدمی بطور والینٹر لڑنے کیلئے موجود ہیں جو اخیر وقت تک لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ پیرس میں اول تو لڑنے کے لئے قلعے ہیں اور قلعوں کے بعد فصیلیں اور بُرج ہیں اُن کے بعد وہ مضبوط دمدمے ہیں جو دشمن کی روک کے لئے بنائے گئے ہیں جو تین ماہ تک کارآمد ہوسکتے ہیں اگر بتقدیر پیرس بھی دشمنوں کے ہاتھ میں چلا جاوے تو پھر تمام ملک بدلہ لینے کو تیار ہوجاوے گا۔ ہم نے تمام باشندگان فرانس اور ساکنان پیرس کی مرضی سے حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے اور اب ہم صلح چاہتے ہیں۔ لیکن اگر یہ بادی کرنے والی جنگ ہی ہمارے مقابلہ میں جاری رکھی جاوے گی تو ہم آخیر دم تک اپنا فرض انجام دینے کے لئے تیار ہیں اور ہم کو کامل یقین ہے کہ سچائی اور انصاف ہی آخر میں فتح پاویں گے۔

۸۔ ستمبر کو شہنشاہ بیگم یوجین انگلستان پہنچ گئیں اور فوراً شہر ہیٹنگز کو روانہ ہوگئیں تاکہ شہزادہ امپیریل

اپنے بیٹے کے ساتھ رہیں۔

اخبار ڈیلی نیوز کے خاص نامہ نگار نے ۸۔ ستمبر کو شہر کارلسروہ سے مفصلہ ذیل احوال تحریر کیا ہے۔

اس وقت اس فوج جرمنی کی تعداد جو شہر اسٹراسبرگ کے سامنے زیر کمان جنرل ورڈر ہے ستر ہزار ہے یہ ظاہر ہے کہ اس قدر مضبوط فوج اسٹراسبرگ کے محاصرے کو صرف ایک کامیاب نتیجہ پر لانے ہی کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اور فوج اسٹراسبرگ کے چھڑانے کے لئے بھی آوے تو اس کی مدافعت کیلئے بھی کافی ہے اسٹراسبرگ کی کمزوری بہ سبب اسکے جائے وقوع کی ہے۔ اگرچہ وہ برائے نام دریائے رہائن پر آباد ہے لیکن درحقیقت دریا سے تین میل کے فاصلہ بستا ہے۔ دریا اور قلعجات کے درمیان ایک میدان وسیع پڑا ہوا ہے جو محاصرین کے توپخانہ کے ورمے بنانے کے لئے کافی جگہ ہے۔ زمین وہاں ایسی ہے جو کہ محاصرین کو بہت فائدہ دے سکتی ہے۔ شہر اسٹراسبرگ بھی ایک کھلے میدان میں آباد ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جرمنی کی جنیں فرانسیسی توپخانہ کی عین زد میں جا رہی تھیں لیکن بوجہ زمین کی ہمواری کے وہ بالکل پناہ میں تھیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ محاصرین یہاں کسی قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ محاصرین کے لئے ایک اور یہ فائدہ ہے کہ شہر سنڈوس ہیم سے اسٹراسبرگ کو جو سڑک جاتی ہے اس کی داہنی جانب جو پہاڑیاں ہیں اسپر سے شہر کا اندرونی حصہ محاصرین کی عین زد میں ہے۔ یہاں سے شہر کی اندرونی فوج کی ہر ایک حرکت معلوم ہو سکتی ہے اگر کوئی نیا ورمہ بناتے ہیں یا پرانے کام کی مرمت کرتے ہیں تو ان کا کام روکنے کے لئے فوراً تدابیر اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو نگہبان سپاہی کے اس بلند زمین پر اندرونی شہر کے حالات دیکھنے کے لئے متعین ہیں وہ اشاروں کے ذریعہ سے سب احوال جرمنی فوج سے کہہ دیتے ہیں جو ورموں اور خندقوں میں مقیم ہے رات کے وقت تو بیشک محصورین اور محاصرین کی ایک سی حالت ہو جاتی ہے کیونکہ محاصرین بہ سبب تاریکی کے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ فرانسیسی فوج نے بہت دفعہ قلعہ سے نکلکر دشمن کا مقابلہ کیا اور اس کو حیران کیا اور اس کے توپخانہ کو نقصان پہونچایا۔ اگر محاصرین کی بہت بڑی تعداد نہ ہوتی تو بیشک فرانسیسی فوج کامیاب ہو جاتی۔ اس قلعہ سے نکلکر حملہ کرنے کا سوائے چند سپاہیوں کے خون بہانے کے اور کوئی فائدہ اس سے نہیں ہے کہ آپسمیں دشمنی بڑھتی جا رہی ہے۔

جنرل اُبرچ کمانڈر فوج اسٹراسبرگ نے ۹ ستمبر کو یہ تار بھیجا کہ اب حالت بہت خراب ہو گئی ہے۔ میرا ارادہ

آخر وقت تک لڑنے کا ہے جو وقت کہ اب بہت دور نہیں ہے۔ آج صبح فوج نے قلعہ سے نکلکر خوب بہادری سے مقابلہ کیا اور اسمیں بہت سے آدمی کام آئے مگر کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا" توپخانوں کے فیروں سے کان بہرے ہوئے جارہے ہیں۔ تیسرا دستہ جرمنی کی فوج نے ۱۱۔ ستمبر کی رات کو قلعہ سے دو سو گز کے فاصلہ پر بنالیا ہے۔

۱۰۔ ستمبر کو شہر ٹول پر بمباری شروع کی گئی اور نو گھنٹے تک جاری رہی شہر کا بہت نقصان ہوا اور فوج قلعگیر نے بہت دلیری سے مقابلہ کیا لیکن پرشیا کی فوج اور توپخانہ اپنی جگہ پر مقیم رہا۔ پیچھے نہیں ہٹا۔ محاصرہ کے لئے اب بڑی بھاری توپیں لائی گئیں ہیں اور ٹول کے قلعہ کو سمجھ لینا چاہئے کہ گویا اس کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے شہر لاؤن کی سپردگی کے بعد جب فوج شہر میں داخل ہوئی تو اس نے فصیل کو بارود سے اڑا دیا بچاس آدمی جرمنی کی فوج کے قتل ہوئے۔ اور تین سو آدمی فرانسیسی فوج کے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے ڈیوک ولیم آف میکنبرگ شویرن (جرمنی) بھی زخمی ہوا۔

فصل ششم

شہر سٹرنکا محاصرہ۔ پرشیا اور فرانس کے سرکاری کاغذات شہر

ٹول کی سپردگی

۱۸۔ اگست کی اس خونریز لڑائی کے بعد جس سے فرانسیسی فوج کی اس قدر بربادی ہوئی جنرل بے زین نے ایک لاکھ فرانسیسی فوج کے ساتھ میٹز کے مشہور مضبوط قلعہ میں پناہ لی پرنس فریڈرک چارلس نے جسکے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار جرمنی کی فوج تھی میٹز کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔

جب کہ دشمن کی فوج نے میٹز کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا تو مارشل بے زین نے اپنی فوج کو حسب ذیل ایڈریس دیا:۔

"اوّل کام جو اب ہم سب کو کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ دشمن کو برابر حیران کرتے رہیں۔ اور یہ بات اس طرح ہوسکتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے فوجی کالم دشمن پر حملہ کرنے نکالکریں۔ اس صورت میں ان کو فوجی کالم کو شکست کبھی نہیں ہونے کی کیونکہ حملہ کرکے جب وہ دیکھیں کہ دشمن قابو پانا معلوم ہوتا ہے تو وہ فوراً قلعہ میں چلے

آیا کریں جو اُن کے لئے مضبوط جائے پناہ ہے اس طرح سے حملہ کرنے رہنے میں دشمن کی فوج کی تعداد اور جائے قیام سب اچھی طرح معلوم ہوتا رہے گا اور موقع پڑجاوے تو سامان رسد خوراک وغیرہ اور نیز دشمن کی توپیں بھی ہاتھ آسکتی ہیں۔ اور اس طرح سے ہماری فوج چستی اور چالاکی رہے گی اور قواعد جنگ کی مشق بھی ہوتی رہے گی یہ نتیجے جب حاصل ہوسکتے ہیں کہ ہمارے سپاہی رات کی روانگی میں مشق ہم پہنچائیں اور اس میں بھی محالت ہم پہنچائیں کہ اسباب کے لئے زیادہ باربرداری کی ضرورت نہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر سپاہی اپنے ساتھ ایک بڑی تعداد کارتوسوں کی رکھا کرے اور ایک یا دو بسکٹ جیب میں ڈال لیا کرے۔ اس سے زیادہ تیاری فضول ہے کیونکہ اُس کو اپنی جائے قیام سے بہت عرصہ الگ نہ ہنا نہیں پڑا کرے گا اُن تمام باتوں کے حاصل ہونے کے لئے ہم ایک کتاب کی جسکا نام "آرمی آف ڈی فیلڈ" ہے اور جس کو جنرل بیگو ڈنے تصنیف کیا ہے۔ سفارش کرتے ہیں کہ تمام سپاہی وہ کتاب جو علم جنگ کی ہو دیکھا کریں۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک یہ بات ہے کہ وقت بڑی دولت ہے۔ اس کی قدر کرنا چاہئے"

چند روز تک تو فرانسیسی فوج محصور بالکل خاموش رہی۔ جرمنی فوج جو اُن کو گھیرے ہوئے تھی اُس سے لڑکر نکل جانے کا کوئی ارادہ نہیں کیا گیا۔ لیکن ۳۱ اگست کو فرانسیسی فوج نے یہ ارادہ کیا کہ اب آج جرمنی فوج پر حملہ کرکے اور اُن کو چیر کر شمال کی جانب شہر تھیون ویلی کی طرف چلی جاوے۔ یہ ارادہ ظاہر ہے کہ مہن سے صلاح کرکے کیا کیا ہوگا کیونکہ یہ عام خیال تھا کہ قلعہ مٹز سے شہر سیڈان تک زمین کے اندر اندر ایک تار لگا ہوا ہے اور اُس میں سے بے زین اور میکمہن کے آپس میں صلاح اور مشورے ہوا کرتے ہیں۔ مگر فرانسیسی فوج کو اپنی اس کوشش میں اور اسی طرح اگلے دن کی کوشش میں بھی محض ناکامی ہوئی اور محصورین بڑے بھاری نقصان کے ساتھ قلعہ میں واپس بھگا دئے گئے۔

چند دنوں کے بعد جنرل وسپفن جس نے کہ لڑائی سیڈان میں مارشل میکمہن کے زخمی ہونے کے بعد فوج کی کمان لے لی تھی ایک صلح کا جھنڈا لئے ہوئے مٹز میں آیا اور محصورین کو یعنے فوج قلعہ گیر کو اطلاع دی کہ میکمن کی فوج کو جو بیزین کی فوج کی مدد اور اُس کو رہائی دلانے آرہی تھی کامل شکست ہوگئی ہے اور اُس فوج نے اپنے تئیں دشمن کو سپرد کر دیا ہے اور وسپفن نے یہ بھی کہا کہ اب زیادہ مدافعت کرنا بالکل لاحاصل ہے۔ بے زین کے چال چلن میں یہ ایک مشہور خوشنما نشان ہے کہ اُس نے اپنے تئیں اور اپنی فوج

کے سپرد کردینے سے بالکل انکار کردیا۔ اگرچہ وہ بالکل گھر گیا تھا اور تنہا رہ گیا تھا اور کسی قسم کی مدد کی امید نہیں ہی تھی اور گو ایسے کرنے میں اُس کو اپنی کامیابی کا بھی یقین نہ تھا۔

جرمنی کی توپوں سے قلعہ سٹرز میں مؤثر گولہ باری کرنے کے لئے اچھے طور سے جگہ توپوں کے لئے بنانے میں بہت عرصہ لگا۔ لیکن آخر کار ۹۔ ستمبر کو فوج جرمنی نے گولہ باری شروع کردی۔ مگر اس گولہ باری سے کچھ فائدہ فوج جرمنی کو نہیں ہوا۔ جبکہ یہ نئی جگہ توپیں رکھنے کے لئے بنگئی۔ تو ایک ذرا سی غلطی ایک ہزار گز کی ہوگئی یعنے جرمنی کی توپیں پانچ ہزار گز پر گولہ باری کرسکتی تھیں اور اب جس جگہ وہ رکھی گئی تھیں وہاں سے قلعہ سٹرز چھ ہزار گز کے فاصلہ پر تھا۔ یہ بات سچ ہے کہ موضع فراسکائی پر جو جرمنی توپخانہ مقیم تھا تو وہ فرانسیسی توپخانہ مقیم مون ٹگنی کی عین زد میں تھا اور فرانسیسوں نے جو اپنا توپخانہ اس جگہ سے ہٹا لیا یہ پرشیا کی فوج کی گولہ باری کی وجہ سے نہیں ہٹایا بلکہ دریائے موزل کی طغیانی کی وجہ سے ہٹایا گیا تھا چونکہ دریا کی طغیانی سے وہاں کے تمام ممدے وغیرہ بہ گئے اور فرانسیسی گولندازوں کو مجبوراً وہاں سے ہٹنا پڑا۔ علاوہ ازیں جرمنی فوج نے جو گولہ باری کی اُس سے سوائے اس کے کہ مواضعات لیسی اور لونگ ویل کے مکانوں میں چند سوراخ ہوگئے اور بارود جرمنی فوج کی ضایع ہوئی جرمنی فوج کو اور کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

شہر سٹرز کا محاصرہ آٹھ ہفتہ تک رہا بعد اُس کے جرمنیوں نے اُس کو فتح کرلیا۔ اس کے متعلق جو جو کارروائیاں ہوئیں وہ ترتیب وار لکھی جاتی ہیں۔

ایم بسمارک (وزیر خارجیہ جرمنی) نے شمالی جرمنی تعہد کے سفیران متعینہ ممالک ہائے غیر کو اب وسط ستمبر کے قریب دوسرکلر بھیجے جس میں سے ایک حسب ذیل ہے:۔

مقام شہر ورسیس۔ ۱۳ ستمبر۔ جو تعلقات کہ ہمارے ملک فرانس سے ہیں۔ اُن کے سمجھنے میں دوستانہ ممالک میں بھی غلط فہمی ہوئی ہے اسلئے حسب الہدایت اس بارہ میں شاہ پرشیا کے جو خیالات ہیں اور جس رائے سے جرمنی کی تمام گورنمنٹیں متفق ہیں آگاہی کے لئے روانہ کئے جاتے ہیں۔ فرانسیسی قوم نے اپنے شہنشاہ کو معزول کرکے جو جمہوری سلطنت قایم کی اور تمام قوم نے اسبات پر نہایت خوشی کا اظہار کیا تھا تو ہمارا خیال ہوا تھا کہ فرانسیسی قوم حامی امن ہے اور اب فرانسیسی امن کی بابت خیالات ظاہر کرینگے۔ مگر واقعات مابعد نے ہمارا یہ شبہ رفع کردیا اور ہم پر ظاہر ہوگیا کہ فرانس کی قوم کے امن پسند خیالات بھی نہایت آسانی سے دشمنی میں متبدل ہوجاتے ہیں۔ فرانس کے پارلیمنٹ کے ڈپٹی اور سینیٹر اور ٹنک

کے اخبارات۔ یہ سب یکزباں ہو کر جنگ کے اوپر اصرار کر رہے ہیں تاکہ جرمنی پر کسی عنوان فتح پاویں اور ان لوگوں کا جوشِ غضب اس قدر تیز تھا کہ چند اشخاص جو حامی امن اور امن دوست تھے وہ بھی ان کی مخالفت نہ کر سکے اور شہنشاہ نپولین نے غالباً یہ بات شاہ پرشیا سے جھوٹ نہ کہی تھی کہ عوام کی رائے سے وہ جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ یہ واقعات یاد کر کے ہم کو فرانسیسی قوم کے خیالات پر یقین نہیں ہو سکتا کہ وہ ضامن امن و امان ہو سکتی ہے ہم اسبات سے بھی واقف ہیں کہ موجودہ جنگ کی وجہ سے فرانس کی ہمیشہ یہی خواہش رہے گی کہ وہ ہم پر پھر حملہ کرے۔ اور اس بات کا اُس کو کچھ خیال نہیں ہو گا کہ ہم نے اُس سے کیا کیا شرائط کرائے ہیں۔ اپنی شکست اور ہماری فتح فرانسیسی قوم کبھی نہیں بھولیگی اگر ہم اب فرانس کو بغیر کسی حصۂ ملک حاصل کئے خالی کر دیں اور تاوان جنگ بھی نہ لیں اور کوئی دوسرا فائدہ سوائے لشکر کی عظمت کے حاصل کریں تب بھی فرانسیسی قوم ہم سے ہمیشہ اُس دن کی تلاش میں رہا کرے گی جبکہ اُن کو اُمید ہو گی کہ اب کامیابی سے جرمنی سے بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ ہماری قوت جب ۱۸۷۰ء میں بڑھ گئی تھی اسی وجہ سے ہم پر ۱۸۷۰ء میں بھی جنگ کی گئی تھی اور ہم کو پھر فتح حاصل ہوئی تھی اُسکی وجہ سے ہم نے فرانس کو کسی قسم کے جوش دلانے کی ترکیب نہیں کی نہ ہمارا یہ ارادہ تھا کہ اب ہماری جانب سے سنین جنگ شروع آ جاویں، اگرچہ ہم کو اب بھی اُمید ہے کہ احتیاط اور صبر کے ساتھ اگر دونوں ملکوں کے رشتۂ اتحاد ظاہر کئے جاویں تو دونوں قوموں کو فارغ البالی حاصل ہو سکتی ہے اور زمانہ امن و امان شروع ہو جاوے۔ لیکن چونکہ اب ہم تلوار کھینچنے پر مجبور کر دئے گئے ہیں جسکو کہ ہم میان میں رکھنا چاہتے تھے اس لئے اب ہماری یہ خواہش ہے کہ امن و امان ہونے کے لئے ہم صرف فرانس کے اپنی جانب دوستانہ اظہارات ہی نہیں چاہتے بلکہ امن و امان کے قیام کے لئے اب زیادہ ضمانت چاہتے ہیں تاکہ وہ اب ہم پر حملہ نہ کر سکے۔ ۱۸۱۵ء میں یورپ کے دول نے جو قیامِ امن یورپ کے لئے فرانس کے برخلاف ایک اتحاد قایم کیا تھا جو بنام "پاک اتحاد" مشہور ہے اور دیگر تدابیر فرانس کے برخلاف کی تھیں کیونکہ فرانس کو اُس زمانہ میں یہ لالچ ہو گئی تھی کہ سب ملک فرانس ہی فتح کرلے۔ اُن تدابیر کا کرنا بھی اب قرینِ مصلحت نہیں ہے اور اب جرمنی نے فرانسیسی حملوں کو تنہا ہی روکنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور اس لئے اب ہم یہ بات کرنے کے لئے مجبور ہوئے ہیں کہ جرمنی کی آئندہ حفاظت اور فرانس کے آئندہ حملہ کی روک کے لئے فرانس سے پوری ضمانت لیں۔ چونکہ جرمن قوم ایک امن پسند قوم ہے کہ جسکی وجہ سے تمام یورپ

کے اس کی بھی ضمانت ہو سکے۔ یہ ضمانت ہم کسی فرانسیسی عارضی گورنمنٹ سے نہیں چاہتے بلکہ یہ ضمانت ہم خود فرانسیسی قوم سے ہی چاہتے ہیں۔ چونکہ چاہے فرانس کی کسی قسم کی حکومت ہو۔ فرانس کی عادت جرمنی پر ہمیشہ حملہ کرنے کی ہو گئی ہے۔ اس لئے ہماری جانب سے صلح کے شرائط اس قسم کے مترتب کئے جاویں گے جس کی وجہ سے فرانس کو حدود جرمنی پر اور خصوصاً جنوبی جرمنی حدود پر کوئی اور حملہ کرنا بہت ہی مشکل ہو جاوے اور یہ ترکیب عملی یوں ہو سکتی ہے کہ ہم فرانس کا کچھ ملک لیکر اپنی سرحد کو مغربی جانب اور بڑھا دیں گے۔ اور ہم فرانسیسی قلعوں پر قبضہ رکھیں گے اور اُن کو جرمنی کے نہایت مضبوط قلعہ بنا دینگے جہاں سے کہ اور حملہ کی حالت میں پوری مدافعت ہو سکے۔

تم سب کو ہمارا منشاء معلوم ہو گیا ہے اگر کوئی اندریں بارہ سوال کیا کرے تو اسی منشا کے موافق جواب دیدیا کرو۔"

دوسرا سرکلر پرنس بسمارک کا حسب ذیل تھا:۔

۱۶۔ ستمبر شہر ریمس۔ موجودہ گورنمنٹ فرانس نے جو خواہش صلح ظاہر کی ہے اُس کے خالص ہونے پر ہم یقین نہیں کر سکتے ہیں چونکہ موجودہ گورنمنٹ فرانس کے ممبران اپنی زبان اور اپنے عمل سے عوام کے جوش کو ابھار رہے ہیں اور عوام پر جنگ کی وجہ سے جو مصیبتیں اور تباہیاں پڑ رہی ہیں اُن کے اوپر اُن کو جوش دلا کر اُن کو ہم سے اور زیادہ نفرت انگیز کر رہے ہیں۔ جب یہ حال ہے تو ہم خواہش صلح کو خالص کس طرح تصور کریں۔ اس طریقہ سے تو صلح اور ناممکن ہوتی جاتی ہے صلح کے لئے تو نہایت خاموش اور سنجیدہ الفاظ میں حالت ملک ظاہر کیجانی چاہئے تاکہ ہم کو اس بات کا یقین ہو کہ بیشک عوام ایمان سے صلح چاہتے ہیں۔ یہ درخواست کہ ہم چند روز کے لئے لڑائی موقوف رکھیں اور اگر یہ بات ہم بلا ضمانت شرائط صلح کے منظور کر لیں تو یہ بات ایسی ہو گی جس سے ظاہر ہو کہ ہم میں فوجی اور پولیٹکل قوت فیصلہ نہیں ہے یا ہم جرمنی کے اغراض و فوائد سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ فرانس کے موجودہ حکام کو جو یہ اُمید ہے کہ دیگر دول یورپ اب فرانس کی جانب ہو کر مداخلت کرینگے معلوم ہوتا ہے اسی اُمید پر فرانسیسی قوم صلح کی طلبگار نہیں ہوئی ہے جبکہ فرانسیسی قوم کو یہ معلوم ہو جاوے گا کہ انہوں نے خود غرضی سے لڑائی اکیلے ہی شروع کر دی تھی اور جرمنی نے بھی اکیلے ہی اُن کے مقابلہ کا ارادہ کر لیا ہے اور یہ کہ اب جرمنی سے وہ عہد و پیمان بھی اکیلے ہی کر سکتی ہے۔ تب فرانسیسی قوم لڑائی کا جاری رکھنا موقوف

کردے گی جس سے اب بھی اُس کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ دول یورپ کی مداخلت کی اُمید پر فرانسیسی قوم کا لڑائی کو جاری رکھنا۔ باوجودیکہ اُن کی یہ اُمید بر نہیں آسکتی۔ یہ فرانسیسی قوم کے لئے ظلم ہے" بعد اس کے بسمارک نے اسبات کا اشارہ کرکے کہ ہم شہنشاہ کی گورنمنٹ ہی تا ہنوز سرکاری طور پر تسلیم کرتے ہیں اور اسٹراسبرگ اور میٹز کے فرانس کے قبضہ میں رہنے سے جرمنی کو خوف رہا کریگا۔ کونٹ بسمارک نے اس کے آگے اُسی مراسلہ مذکورۂ بالا میں حسب ذیل اور تحریر کیا ہے :-

"اس بیس برس کے عرصہ میں ہم نے فرانس پر کبھی حملہ نہیں کیا اور وہ ہمارے ملک پر ہمیشہ حملہ کرتا رہا ہے اسلئے ہم فرانس سے اس کے سوا اور کچھ ضمانت نہیں چاہتے کہ ہم آئندہ اپنے ٹیک میں حفاظت سے رہیں۔ فرانس سے اب اگر یونی بغیر ملک لئے صلح کرلیجاویگی تو وہ اُس کو مہلتِ جنگ سمجھیگا اور تاکہ اپنی موجودہ شکست کا ہم سے بدلہ لے جب کبھی اُس کی طاقت کافی مضبوط ہوجاویگی یا بیرونی ممالک سے اتحاد ہوجاوے گا تو وہ ہم پر پھر اُسی خودسری سے حملہ کردے گا جیسا کہ اس سال میں حملہ کردیا تھا فرانس کے لئے ہمارے ملک پر آئندہ حملہ کرنا مشکل کرنے کے لئے۔ چونکہ اب بھی اُسی کی جانب سے حملہ شروع ہوا تھا جس سے یورپ کے امن میں خلل ہورہا ہے۔ اور اُس کے حملہ کی آئندہ مدافعت کرنے کے لئے ہم اب یورپ کے اغراض پر لحاظ کرکے عمل کرینگے اور یورپ کے اغراض بھی صلح ہے۔ ہم فرانس سے اپنی حفاظت کی ضمانت چاہتے ہیں۔ ہمارے اس اعتدال پر اور ہمارے اس حق بجانب اور صاف درخواست پر کوئی شخص اعتراض نہ کرسکے گا"

۱۴۔ ستمبر کو ایم تھیئرز لنڈن میں وارد ہوا اور ارل گرینوائل نے اُس سے ملاقات کی ایم تھیئرز کے لنڈن آنے کا اصلی حال ظاہر نہیں کیا گیا لیکن یہ کہا جاتا تھا کہ وہ ایک اہم کام کے لئے آیا ہے اور پیرس کے اخباروں نے یہ اشارۃً بیان کرنا شروع کیا کہ اس ملاقات کی غرض یہ تھی کہ اب دول متمدنہ یورپ کی مداخلت کا وقت آگیا ہے۔

۱۷۔ ستمبر کو فرانسیسی بیڑۂ جہازات جو چند ہفتے سے بحیرۂ جرمن میں پڑا ہوا تھا اور جس نے تمام دیگر جہازوں کی آمدورفت بند کررکھی تھی واپس بلا لیا گیا اور جہازوں کو آزادانہ طور سے آمدورفت کی اجازت ہوگئی۔

لارڈ لائنس۔ برٹش سفیر متعینۂ فرانس کی کوششوں سے کونٹ بسمارک۔ فرانسیسی سلطنت

جمہور کے وزیر خارجہ ایم جولیس فاور سے ملاقات کرنے پر رضامند ہو گیا۔ ایم فاور کی جانب سے اس ملاقات کا مطلب یہ تھا کہ مہلت جنگ ہو کر پھر شرائط صلح کئے جاویں چنانچہ ۱۹ ستمبر کو ایم جولیس فاور نے کونٹ بسمارک سے پرشیا کی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں ملاقات کی۔ اور پھر کئی ملاقاتیں ہوئیں لیکن دوستانہ تعلقات قایم ہونے کے اور اب یہ سمجھ لیا گیا کہ ابھی صلح ہونے کا زمانہ بہت دور ہے۔

۱۷۔ اور ۱۸۔ ستمبر کو فوج محاصرین نے اسٹراسبرگ پر حملہ کرنا شروع کیا اور آگے بڑھی لیکن فوج جرمنی کا بہت نقصان ہوا اور وہ پسپا ہوئی۔ اسٹراسبرگ سے جو لوگ بھاگ کر چلے آئے تھے وہ بیان کرتے تھے کہ شہر میں خوراک کافی موجود ہے۔

گورنمنٹ فرانس نے اب اپنا صدر مقام پیرس سے شہر ٹورس میں منتقل کر لیا اور تمام غیران ممالک غیر نے اُس شہر میں سکونت اختیار کی۔

متز کے سامنے ۲۳۔ ستمبر کو ایک بڑا تیز حملہ ہوا۔ فرانسیسی فوج نے جرمنی فوج کو چیر کر تھیون ویلی کی جانب جانے کا ارادہ کر لیا تھا اور اس ارادہ کی تکمیل کے لئے اُنہوں نے قصبہ مرسی لا ہانٹ پر ایک مصنوعی حملہ بھی کیا تاکہ جرمنی فوج کی توجہ اُدھر مبذول رہے اور یہ اِدھر حملہ کر دیں۔ چار گھنٹے تک بڑی سخت گولہ باری جاری رہی آخر کار فرانسیسی فوج پسپا ہوئی۔ یہ لڑائی کئی میل تک ہوئی۔ فرانسیسی فوج کا بہت نقصان ہوا پرشیا کی فوج کے جتنے آدمی گرفتار ہوئے۔ بے زین نے اُن کو پرشیا کی فوج میں واپس بھیجدیا۔

فرانس کی عارضی گورنمنٹ کی جانب سے مقام ٹورس سے ۷ ستمبر کو ایک سرکلر دربارۂ گذشتہ معاہدۂ صلح شایع ہوا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

"ایم جولیس فاور کی رپورٹ مورخہ ۲۱۔ ماہ حال سے۔ جو دربارہ گفتگوئے صلح کی ہے جو فوج پرشیا کے ہیڈ کوارٹر میں ہوئی۔ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فرانس کی گورنمنٹ حال کے قایم ہونے کے دوسرے روز پیرس میں اُسکے تمام سفیران ممالک غیر سے ملاقات ہوئی۔ شمالی امریکہ۔ سوئٹزرلینڈ۔ اٹلی۔ اسپین اور پرتگال نے سرکاری طور سے فرانسیسی جمہوری سلطنت تسلیم کر لی ہے۔ دوسرے دیگر ممالک نے اپنے سفیروں کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ نئی گورنمنٹ فرانس سے نیم سرکاری تعلق قایم کر لیں۔ ایم جولیس نے بیان کیا ہے کہ اس جنگ کے حل ہونے کے لئے بہت سی تجویزیں بتلائی گئیں مثلاً دوسری طاقتوں سے اتحاد وغیرہ کر لینے کا۔ مگر چونکہ وقت گذرا جاتا تھا اور دشمن قریب آتا جاتا تھا اس لئے میں نے خود

براہ راست تدبیر اختیار کی۔ اسلئے ۱۰ ستمبر کو میں نے ایم ڈی بسمارک سے دریافت کیا کہ آیا تم صلح کرنے پر راضی ہو۔ اوّل تو اُس نے جواب دیا کہ وہ ایسی تجویز کو پسند نہیں کرتا چونکہ ہماری گورنمنٹ کو اس نے ٹہلایا کہ ابھی باترتیب اور قاعدہ سے قایم نہیں ہوئی ہے لیکن اُس نے یہ دریافت کیا کہ جو صلح کہ ہم کرنا چاہتے ہیں اُس کی کیا ضمانت دیسکتے ہو۔ اُس دولت کے سفیر نے کہ جس کی معرفت ہماری گفت گو ہوئی تھی مجھ سے کہا کہ اب مجھکو پرشیا کی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں جانے سے تامل نہیں کرنا چاہیئے میں نے وہاں جانا چاہا لیکن میں نے اپنا افسوس بھی ظاہر کر دیا کہ حسب قرار داد یہ شرائط صلح خفیہ نہیں رکھی گئیں۔ میں پرشیا والوں کے ہیڈ کوارٹر میں گیا اور بسمارک سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ظاہر کیا کہ فرانسیسی لوگ آزادی کی بہت قدر کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ فرانسیسی ایسی کوئی شرط نہیں کرینگے جسکی رو سے صلح مجوزہ ایک ناپائدار مہلت جنگ ہی ثابت ہو۔ بسمارک نے جواب دیا کہ "اگر مجھکو پائیدار اور دائمی صلح کے ممکن ہونے کا یقین ہو جاوے تو فوراً ابھی صلح کر لی جاوے گی" اُس نے بیان کیا کہ فرانس کی موجودہ گورنمنٹ کی حالت قابل اطمینان نہیں ہے اور اگر چند دنوں میں پیرس پر قبضہ نہ کیا جاویگا تو عوام الناس اُس کو تباہ کر دینگے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ فرانس سیڈان کی سپردگی بہت کم بھولیگا جس طرح سے کہ وہ واٹرلو وغیرہ کی بھولا نہیں ہے اور جسکا ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ پھر کونٹ بسمارک نے یہ کہا کہ "فرانسیسی قوم کا جرمنی پر حملہ کرنے کا مستقل ارادہ معلوم ہوتا ہے"۔ میں اُس کے بیانات کے جوابات دیتا رہا اور جنگ کے سبب اُس کو بتلائے اور میں نے اُس سے یہ کہا کہ تم صلح کی بابت جو شرائط چاہتے ہو وہ ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دو۔ اس کا بسمارک نے یہ جواب دیا کہ "جرمنی کی حفاظت کے لحاظ سے یہ امر ضروری ہے کہ جرمنی فرانس کے کسی حصہ پر قبضہ رکھے تاکہ جرمنی کی حفاظت کی ضمانت ہو جائے۔ اور اسلئے اضلاع بالائے رہائن اور شیبی رہائن اور اضلاع موزل معہ قلعہ سلینس اور سموسون کے جرمنی کے قبضہ میں رہنا ضروری ہیں اور ان کو اب جرمنی چھوڑنا نہیں چاہتے"۔ جبکہ میں نے یہ اعتراض کیا کہ اس امر کے لئے کل فرنچ لوگوں کی منظوری ہونا چاہیئے جیسا کہ یورپ کے کل عوام کا قانون ہے اور بغیر اُن کی منظوری کے اُن اضلاع کا قبضہ ناجائز ہوگا۔ اس پر بسمارک نے کہا کہ "وہ خود اس بات سے اچھی طرح سے آگاہ ہے لیکن چونکہ جرمنی والوں کو فرانسیسیوں سے تھوڑے ہی عرصہ میں اور جنگ کرنا پڑے گا اسلئے جرمنی اپنے تمام فائدوں کے ساتھ ان اضلاع پر قبضہ رکھے گی"۔ میں نے

(ایم فاور) اُس پر یہ جواب دیا کہ یورپ حدِ اعتدال سے گذر جانے کا بہانہ رکھکر پرشیا کے قبضہ کی مخالفت کرے گا اور علاوہ ازیں ہم کو یہ شرائط ہی منظور نہیں ہیں۔ ہم بطور ایک قوم کے مر سکتے ہیں مگر ہم اپنے تئیں بے عزت ہونا پسند نہیں کرتے۔ تمام عوام فرانس کے صرف اسبات کے مجاز ہیں کہ وہ اپنے ملک کا کوئی حصہ دے سکیں۔ بہرحال ہم ملک کی رائے اس بارہ میں لینگے۔ آخر میں میں نے یہ بھی کہا کہ پرشیا توفیجابی کے نشہ میں فرانس کے برباد کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ بسمارک نے اس بات سے انکار کیا میرے اس کہنے پر کہ سلطنت جمہوری کے اجلاس تک وقت ملنا چاہیئے تاکہ ان شرائط پر غور کیا جاوے اس پر بسمارک نے کہا کہ اسبات کے لئے مہلتِ جنگ کی ضرورت ہوگی اور پرشیا والے مہلتِ جنگ ہرگز منظور نہیں کرتے۔ ۱۹۔ ستمبر کی شام کو قصبہ فیریریس میں بسمارک سے میری دوسری دفعہ پھر ملاقات ہوئی اب کی دفعہ بسمارک نے مہلتِ جنگ دینا منظور کی جو میں نے کہا کہ پندرہ دن کی ہونی چاہیئے اور دوسرے دن سبحے صبحکے اُس نے میرے پاس مفصلہ ذیل شرائط منظور کرکے بھیجیں

جس کا مضمون یہ تھا کہ مہلت جنگ کی ضمانت کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ اسٹراسبرگ۔ ٹول اور نخالسبرگ پر جرمنی کا قبضہ ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ میں نے اُس سے یہ کہا تھا کہ اسمبلی (مجلس جمہوری) کا پیرس میں اجلاس ہوگا۔ اُس حالت میں بطور ضمانت اُس نے قلعہ مونٹ ویلیرین مانگا جس کی زد میں عین پیرس آباد ہے۔ میں نے اس بات پر اعتراض کیا اور کہا اس سے بھی آسان تو یہ بات تھی کہ تم پیرس ہی مانگتے۔ میں نے اُس سے کہا کہ اسمبلی کا شہر ٹورس میں اجلاس ہوگا اس حالت میں پیرس کے برخلاف اب ضمانت کی کیا ضرورت ہے۔ بسمارک نے پھر یہ درخواست کی کہ قلعہ اسٹراسبرگ میں جو فوج محصور ہے وہ اپنے تئیں بطور اسیرانِ جنگ سپرد کردیوے۔ میں نے اس تجویز پر ناراضی ظاہر کی بسمارک شاہ پرشیا سے صلاح ومشورہ کرنے گیا۔ شاہ نے بھی یہی اصرار کیا کہ اسٹراسبرگ کی محصور فوج اپنے تئیں بطور اسیرانِ جنگ سپرد کردیوے۔ مجھے جو اختیارات تھے وہ اب ختم ہوگئے تھے میں وہاں سے اُٹھا اور میں نے رخصت چاہی اور بسمارک سے یہ ظاہر کردیا کہ جب تک پیرس میں سامان جنگ اور فوج موجود ہے ہم برابر تم سے لڑتے جاوینگے۔ ایم فاور بیان کرتے ہیں کہ میں صلح کے لئے گیا تھا اور جرمنیوں میں فتح کا جوش اور اُن میں جنگ کا ارادہ پایا۔ اسلئے یورپ کی تمام سلطنتوں پر یہ واقعات ظاہر کردئے جانے میں

۲۱۔ ماہِ حال کو ایم فاور نے ایک سرکاری مراسلہ بسمارک کے پاس بھیجا کہ نیشنل ڈیفنس کی گورنمنٹ تمہارے

پر صلح کے لئے تیار نہیں ہے۔ ایم فاور بیان کرتے ہیں کہ میرا یہ کام بے فائدہ نہیں ہوا کیونکہ پرشیا کی دھوکہ دہی سب پر ظاہر ہو گئی ہے۔ سلطنت پرشیا نے وقت جنگ یہ اعلان دیا تھا کہ وہ نپولین اور اُس کی سپاہ سے جنگ کریگی۔ اور فرانسیسی قوم کا پرشیا ادب ملحوظ رکھتی ہے۔ لیکن آج سب پر ظاہر ہو گیا کہ پرشیا والوں کا کیا ارادہ ہے۔ اخیر میں ایم فاور نے تمام ملک فرانس کے کل باشندگان کو یہ ترغیب دی ہے کہ یا تو جملہ فنون کو موقوف کر دیا جاوے یا کل قوم کو چاہئے کہ اخیر دم تک دشمن سے لڑائی جاری رکھے۔

سرکاری بیان جرمنی کا متذکرۂ بالا واقعہ کی بابت حسب ذیل ہے:۔

"ایم جولیس فاور نے شمالی جرمنی لیگ کے صدر نشین (بسمارک) سے اپنی ملاقات کی جو رپورٹ شائع کی ہے وہ کچھ درست ہے لیکن بالکل صحیح نہیں ہے۔ صرف مہلت جنگ کا سوال زیر بحث تھا کسی حصہ ملک کے لینے کی بابت کونٹ بسمارک اپنے خیالات تب ہی ظاہر کرینگے جبکہ حصہ ملک کے جرمنی کو دینے کا اصول منظور کر لیا جاوے۔"

۲۴۔ ستمبر کو چھ گھنٹے کی گولہ باری کے بعد شہر ٹول نے اپنے تئیں سپرد کر دیا۔ فوج فلگیر کو اسیران جنگ نہیں شرائط پر کر لیا گیا جو شرائط کہ سپردگی سیڈان پر کی گئی تھیں۔ اس شہر کا محاصرہ ۱۴۔ اگست کو شروع ہوا تھا۔ ۱۶۔ اگست کو اُس جانب حملہ کیا گیا جس طرف توپیں نہ تھیں۔ مگر یہ حملہ پسپا کر دیا گیا اور کئی سو جرمنی فوج ماری گئی۔ بعد ازاں ایک بے ترتیب گولہ باری ہوتی رہی جس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا یہ گولہ باری ۲۳ تاریخ کو شروع ہوئی۔ جو توپخانہ کہ اس محاصرہ میں موجود تھا اُس میں پرسلئے زمانہ کی سیدانی توپیں تھیں۔ بویریا کی ریلوے کمپنی نے جس کی لائن شہر ولیمبرگ۔ نانسی۔ اور پیرس تک ہے اُس نے پندرہ دن کے عرصہ میں شہر ٹول کے گرداگرد ایک شاخ ریلوے کے بنا دینے کا ادعا یہ خواہش کیا۔ لیکن سولٹکی نے جواب دیا کہ نہیں ہمیں ریل کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم پندرہ دن سے پہلے ہی اس شہر کو فتح کر لینگے۔ جرمنی کے حملہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ اس قلعہ کی دوہری فصیل تھی اور دوہری خندق تیس فیٹ چوڑی تھی اور بے شمار برج تھے اور پچھتر توپیں قلعہ پر چڑھی ہوئی تھیں جن میں سے ۳۶ بھاری بھاری توپیں رفل کی تھیں جو فرانسیسی اسٹراسبرگ سے لائے تھے جبکہ اُنہوں نے ٹول کو سرگرمی سے بچانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ بڑی بھاری توپیں محاصرہ کی جرمنی سے یہاں پہنچیں اور کوہ مچل کی ایک پہاڑی پر جانب شمال اُن کو جما یا گیا اور جنوب مغرب کی جانب پہاڑی پر دوسرا توپخانہ

مقرر کیا گیا اور جنوب مشرق میں ایک تیسرا توپخانہ مقرر کیا گیا۔ ۲۲ تاریخ تک جرمنیوں کی سفید کار روائی نہیں ہوئی۔ ۲۲۔ تاریخ کی صبح ہوتے ہی تیسرے اور چوتھے توپخانہ کی باڑیوں نے ایک دم سے گولہ باری شروع کر دی اور تمام فوج نے بلکر حملہ کر دیا جو زیر کمان گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ شورین کے تھے۔ تمام دن گولہ باری رہی فوج قلعگیر بھی گولہ باری کرتی رہی مگر اس کی گولہ باری کسی کام کی ثابت نہیں ہوئی۔ شام کو بسبب گولہ باری کے شہر میں ۳ جگہ آگ لگ رہی تھی۔ تمام باشندوں نے جمع ہو کر اب کمانڈنٹ فوج فرنچ کو یہ ترغیب دی کہ وہ قلعہ پر سفید جھنڈا نصب کر دیں اور قلعہ کو سپرد کر دیں۔ کرنل مانٹفل کمانیر فوج محاصرین نے یہ درخواست صلح فوراً قبول کر لی اور جرمنی کی فاتح فوج اسی شام کو سات بجے شہر میں داخل ہو گئی۔ شرائط سپردگی بالکل وہی تھیں جو شیڈان پر ہوئی تھیں۔ میونسپلٹی کی ایک کونسل نے سپردگی سے ناراضگی ظاہر کی لیکن باشندگان شہر نے بے فائدہ بربادی کا اسقدر خوف دلایا کہ سول اور فوجی حکام سپردگی پر رضامند ہو گئے۔

قلعگیر فرنچ فوج کی تعداد بہت ہی کم نکلی۔ کل دو سو فوج تھی اور دو ہزار عام آدمی تھے جو لڑائی کے لئے حب الوطنی سے آ گئے تھے۔ اور کوئی باقاعدہ گولنداز نہ تھا۔ ہیجر بک ایک پنشنر بوڑھا افسر رسالہ اس فوج کا کمانڈنٹ تھا۔ محاصرہ کے دوران میں ۵۰۰ عوام کی نئی فوج کو توپوں کا فیر کرنا سکھلایا گیا تھا۔ جو توپخانہ سے گولہ باری کرتے تھے لیکن ۱۹۔ تاریخ کے حملہ کے پسپا کرنے میں تمام سرو باشندگان شہر جن کے پاس ہتھیار تھے شامل ہوئے تھے۔ اس لڑائی میں نقصان فریقین کا بہت کم ہوا۔

فصل ہفتم

پیرس کی طرف جرمنی فوج کا بڑھنا۔ دارالخلافت کے قلعہ و حفاظتوں کا بیان

شہر اسٹراسبرگ کی سپردگی

اب جرمنی کی فوج نے بتدریج مگر باستقلال پیرس کی جانب کوچ شروع کر دیا۔ سیڈان اور بیزونٹ کی خونریز لڑائی کے بعد کہ جو معزول شہنشاہ اور اس کی فوج کے واسطے اس قدر بربادی بخش ثابت ہوئیں کھلے میدان میں پھر بہت ہی کم جنگ ہوئی۔ فرانس کی فوج جس طرح شکست پر شکست کھاتی

کھاتی تھک گئی تھی اسی طرح جرمنی کی فوج بھی فتح پر فتح کرتی تھک گئی تھی اور فاتح لشکر جرمنی کو یہ فتح بہت ہی گراں پڑی یعنے جرمنی فوج کا بھی بہت ہی سخت نقصان ہوا۔ اب جرمنی والوں کو اپنی اس ضایع شدہ فوج کے عوض دوسری فوج بھرتی کرکے کمی پورا کرنے کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔ لیکن تاہم جرمنی کی فاتح فوج نے استقلال سے مگر آہستہ آہستہ فرانسیسی دارالخلافہ کیطرف کوچ کردیا۔

جرمنی کی فوج کے تین لشکروں نے اب بتدریج پیرس کی جانب کوچ کردیا۔ اس فرانسیسی فوج نے جو نیر پریس میں تھی اور جنرل ویونوئی کے کوٹنے جو ابھی تک جرمنی فوج سے نہیں لڑی تھی راہ گریز اختیار کی۔ ۱۰ ستمبر اور ۱۸ ستمبر کو جرمنی فوج کا ایک بڑا حصہ پیرس تک پہنچ گیا ۱۹ ستمبر کو ولیعہد پرشیا کی فوج کے مقدمتہ الجیش اور کچھ فرانسیسی فوج سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ فرانسیسی فوج نے اچھی طرح مقابلہ کیا۔ لیکن فرانسیسیوں کی کچھ بے قاعدہ فوج نے جرمنی کی فوج کی شکل دیکھتے ہی بھاگنا شروع کردیا اسلئے فرانسیسیوں کو مجبوراً اپنی جگہ چھوڑ کر پسپا ہونا پڑا اور اُن کے بہت سے آدمی گرفتار ہوئے اور بہت سی توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں۔

۱۹ ستمبر کو مقام وارسلینز سے ولیعہد پرشیا نے ملکہ پرشیا کو ایک تار اس مضمون کا بھیجا کہ شہر اسلینز سے شہر ونسنس تک پیرس کا محاصرہ کرلیا ہے اور فرانسیسی فوج کو ان دونوں شہروں کے بیچ میں سے پیرس کی جانب واپس بھگا دیا ہے۔ ایک مضبوط و مدمہ اور سات توپیں ہمارے ہاتھ لگیں اور ہمارا نقصان بہت خفیف ہوا۔ شاہ پرشیا نے اُسی تاریخ کو ملکہ پرشیا کے پاس جو تار بھیجا اُس کا مضمون یہ تھا کہ جب شاہ پرشیا کے کورز اور ۲ بویریا کی کورز نے وریائے سین کو قصبہ ویلی نوسینٹ جارج پر عبور کرلیا تو جنرل ویونوئی کی فوج کے تین ڈویژنوں نے سیکاکس کی پہاڑی پر سے ہماری فوج پر حملہ کردیا۔ لیکن آخرکار فرانسیسی فوج قلعہ جات پیرس کے پیچھے بھگا دی گئی۔ سات توپیں اُن کی ہمارے ہاتھ آئیں اور بہت سی فرانسیسی فوج گرفتار ہوئی۔ ہماری نئی رجمنٹ کے سپاہی بہت کام آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پیرس کے تمام باشندوں نے باستثنار چند یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ مرجاویں گے مگر دشمن کو اپنے تئیں سپرد نہ کریں گے۔ غالباً یہ بات یوں معلوم ہوتی ہے کہ پیرس کے چاروں طرف جو مضبوط قلعے بچاؤ کے لئے ہیں اُس پر اُن کو اپنی کامیابی کا پورا اعتماد ہے اور درحقیقت بہت ہی مضبوط ہیں جنکا بیان حسب ذیل ہے:-

پیرس کا خاص قلعہ پنج گوشہ ہے اور اُسمیں ۹۳ برج ہیں اور اُن کے آگے دمدمے بنے ہوئے ہیں اور قلعہ کے اندر کا احاطہ شمالاً جنوباً آٹھ ہزار پانسو گز کا ہے اور شرقاً غرباً اس سے بھی تھوڑا سا زیادہ ہے۔ وہ فصیل خورد جس دشمن چڑھکر فصیل کلاں تک پہنچتا ہے ۳۰ فیٹ بلند ہے۔ اور اس قلعہ سے بیرونی قلعہ جات پیرس کا فاصلہ کسی کا دو ہزار گز ہے اور کسی کا تین میل کا ہے۔ ان قلعجات کا سلسلہ شہر پیرس سے شمال اور شرق اور جنوب کیجانب پھیلا ہوا ہے۔ یہ قلعے اندر سے شرقاً غرباً اُنیس ہزار اور شمالاً جنوباً پندرہ ہزار گز رقبہ کے ہیں شہر سینٹ ڈینس معہ اپنے تین قلعوں کے پیرس کے سب سے اخیر شمالی مدافعت کی جگہ ہے اس شہر کے ایک حصہ پر بھی دمدمے وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ سینٹ ڈینس کے شمال کی جانب قلعہ ڈی لابرچ ہے۔ اور اس قلعہ سے میل بھر آگے قلعہ وٹبل کورن ڈیونورڈ ہے جو شہر ڈینس کے بالکل شمال میں ہے۔ شہر ڈینس کے جنوب مشرق میں قلعہ ڈی ایسٹ ہے یہ قلعہ مربع ہے اور اُسمیں برج بھی ہیں۔ اس سے اور تین میل آگے جنوب مشرق کی طرف قلعہ ڈی آبرو ولیئرز بھی پنجگوشہ قلعہ ہے اور اسمیں برج بھی ہیں۔ ان سب متذکرہ بالا قلعوں میں سینٹ ڈینس کی نہر جاری ہے۔ اور ان مرسہ قلعجات کے درمیان جو میدان پڑا ہوا ہے اُسمیں نہر کے کناروں پر تین جگہ تین چھوٹے قلعے اور بنے ہوئے ہیں۔ پیرس کی یہ تمام حفاظتی (قلعجات) تو میدان میں ہیں۔ لیکن قلعہ ڈی آبرو ولیئرز اور نہر اورق کے جنوب میں بہت بلند ہے اور اس بلند میدان کی وجہ سے مشرقی پیرس خوب محفوظ ہے اور یہ میدان شہر ون سنس تک چلا گیا ہے پیرس سے بہت آگے جاکے یہ میدان مائل بہ نشیب ہوتا جاتا ہے اور اس میدان کے اس تار پر قلعجات بنے ہوئے ہیں۔ انمیں سے اوّل قلعہ ڈی رومن ویلی ہے یہ مربع قلعہ ہے اور اس میں بھی برج ہیں اور اس کے آگے دمدمے بنے ہوئے ہیں جو اُس سڑک تک پھیلے ہوئے ہیں جو پیرس سے سینٹ اورنہر اورق کو جاتی ہے۔ اور میدان پر جو قلعے ہیں اُن کے نام یہ ہیں۔ قلعہ ڈی نوئزی۔ قلعہ ڈی رورنی۔ اور قلعہ ڈی نوجنٹ یہ سب مربع قلعہ ہیں اور ان کے باہر دمدمے علیحدہ بنے ہوئے ہیں۔ شہر رومن ویلی اور قصبہ نوئزی کے درمیان ایک چھوٹا سا قلعہ موسوم بہ نوئزی ہے۔ قلعجات نوئزی اور روزنی کے درمیان چھوٹے قلعے مانٹرل اور لابائسیر ہیں۔ روزنی اور نوجنٹ کے درمیان قلعہ فونٹنی ہے۔ نوجنٹ سے ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ایک قلعہ اور ہے جس کا نام قلعہ چارنٹن ہے اور یہ قلعہ سب قلعجات متذکرہ بالا سے بڑا ہے۔ یہ پنج گوشہ قلعہ ہے اور دریائے سین اور دریائے مارن کے اتصال سے جو گوشہ بنا ہے اُس پر یہ قلعہ بنا ہوا ہے۔ دریائے سین کے بائیں کنارہ پر جو قلعجات ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے۔ اوّل تو قلعہ آبوری ہے جو قلعہ چارنٹن سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ

پر ہے۔ اور اس قلعہ کی زد میں شہر لانس کی ریلوے اور سڑک اور دریائے سین اور دریائے مارن کے گھاٹ وغیرہ ہیں یہ قلعہ قصبہ آبوڑی اور وٹری کے درمیان بلند میدان پر بنا ہوا ہے اور آرلینز کو جو ریلوے جاتی ہے وہ اس کے قریب ہے گویا ریلوے لائن کا یہ محافظ ہے۔ دوسرا قلعہ لہٹری ہے اور یہ بھی بلند میدان پر ہے۔ لہٹری کا قلعہ شہر پیرس کے خاص قلعے سے ایک میل سے کچھ کم ہے اور شہر اورسی کو جو ریل جاتی ہے وہ اور شہر فونٹین بلیو کو جو سڑک جاتی ہے یہ سب اس کی زد میں ہیں اورسی کی ریل کی سڑک کی دوسری جانب قلعہ مونٹروگ ہے جو شہر ڈولوس کی سڑک کے قریب ہے پھر اس کے آگے ایک اور قلعہ ہے جس کا نام ڈی ونوس ہے اور جو شہر چیورو زا اور شہر وار سلیز کی ریلوے کا محافظ ہے اور سب سے اخیر قلعہ "ڈی ایسی" ہے جو بلند میدان کی مغربی اُتار کی طرف ہے اور وار سلیز کو جو ریل اور سڑک جاتی ہے وہ دونوں اس کی زد میں ہیں۔ اور پیرس سے نکلکر دریائے سین کا جو پلا موڑ ہے وہ بھی اس قلعہ کی زد میں ہے یہ آخری پانچ قلعے ایسے عمدہ جگہ پر بنے ہوئے نہیں ہیں جیسے وہ قلعے ہیں جو پیرس کے مشرق کی طرف اُس کی حفاظت کے لئے ہیں۔ چونکہ جس میدان میں یہ بنے ہوئے ہیں وہ جنوب کی جانب بہت دور تک چلا گیا ہے اور وہ میدان بعض جگہ سے اتنا بلند ہو گیا ہے کہ اُس بلندی سے یہ قلعے عین زد میں ہو گئے ہیں۔

مغربی جانب شہر پیرس جو قصبہ ایسی سے قصبہ سینٹ ڈینس تک شمالاً دریائے سین کے دوبارہ واپس لوٹ آنے سے محفوظ ہے یعنے دریائے سین مغربی جانب پیرس کے بطور خندق کے اسطرح ہو گیا ہے کہ جبتک دشمن یہ دریا عبور نہ کرلے مغربی جانب سے پیرس میں دخل نہیں ہو سکتا ہے یہاں آکر دریا سے ایک دوسرا موڑ بنجاتا ہے اور کچھ قطعہ زمین مثل جزیرہ نما کے پانی سے محدود ہو جاتی ہے۔ اس جزیرہ نما میں جو پیرس کے مرکز سے عین مغربی جانب ہے ایک اور قلعہ بنا ہوا ہے اور اُس کا نام مونٹ والیرین ہے۔ یہ قلعہ اُس ریلوے کے قریب ہے جو شہر کلاؤڈ کو جاتی ہے۔ جنرل ٹروچو نے اس قلعہ کی توپوں کی عین زد میں ایک میدان لشکر گاہ کے لئے بنا کے اُس کی چاروں جانب خندقیں گھروا دی تھیں اور اُس کا یہ خیال تھا کہ جب دشمن سے لڑتے لڑتے پیرس میں غلہ و خوراک وغیرہ بالکل نہ ملے گی اور پیرس کے باشندے جب سپردگی کے لئے حیران کرنے لگینگے۔ تب یہاں آجاؤنگا۔ یہ قلعہ بذات خود ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اور اس پر گولہباری نہیں ہو سکتی تھی شہر پیرس اس قلعہ کی عین زد میں ہے۔

۱۵ ستمبر کی رات وہ جرمنی فوج جس نے اسٹراسبرگ کا محاصرہ کر رکھا تھا دریائے رہائن کے بائیں کنارہ پر

قلعہ کہل کے مقابلہ میں اپنے توپخانہ کی باڑیاں جانے میں کامیاب ہوئی ۱۷ ستمبر کو ۱۶ سو فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر اس توپخانہ پر حملہ کیا اور اُن کے مقابلہ میں ریاست بیڈن کے چار سو سپاہی تھے۔ بیڈن والے اپنی جگہ پر قایم رہے اتنے میں پرشیا کی اور فوج اُن کی مدد کو آگئی۔ اور فرانسیسی فوج کو واپس بھگا دیا۔ اس مصاف میں فرانسیسی بہت قتل و زخمی ہوئے اور بہت سے دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ اور تین توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں۔ جرمنی فوج کی گولہ باری سے فصیل قلعہ میں ایک شگاف ہو گیا تھا دریائے رہائن کے بائیں کنارے پر جو مدمے اور قلعے تھے اب اُن سب کو جرمنی توپخانہ نے گھیر لیا تھا جنہوں نے اب متواتر اور برابر دی بخش گولہ باری جاری رکھی۔ فرانسیسی فوج بھی اس گولہ باری کا جواب دیتی تھی اور اُن کی گولہ باری سے بعض اوقات جرمنی فوج بہت ضایع ہو جاتی تھی۔ شہر اسٹراسبرگ رات دن گولہ باری کی وجہ سے دھوئیں میں چھپا رہتا تھا۔ قلعوں کا بہت بڑا حصہ اب ملبہ ہو ہو کر گر رہا تھا۔ ۱۷ ستمبر کو یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ اگر جنرل ورڈر اپنے دو ہزار آدمی کو جان کے خطرہ میں ڈال کر حملہ کرے تو وہ شہر کو فتح کر سکتا ہے۔ جرمنی فوج نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ غبارہ پر چڑھ کے قلعہ میں جو بارود کا میگزین ہے اُس میں غبارے سے اُڑنے والے مادّہ کا گولہ پھینک دیا جائے فوج محاصرین نے جو مدمے اپنی حفاظت کے لئے بنا لئے تھے اُن سب میں آپس میں تار لگا ہوا تھا اور سب جگہ سے یہ تار جرمنی ہیڈ کوارٹر میں پہونچتا تھا۔

۱۸ ستمبر سے ۲۶ ستمبر تک اسٹراسبرگ پر برابر گولہ باری جاری رہی اور جان اور مال کا بہت نقصان ہوا۔ بعض اوقات قلعہ میں سے فرانسیسی فوج نکل کر جرمنی فوج پر حملہ کیا کرتی۔ مگر ہمیشہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دی جاتی تھی۔"

آخر کار ۲۷ ستمبر کی صبح کو ایک سفید جھنڈا جسکو ایک فرانسیسی افسر پکڑے ہوئے تھا قلعہ کی فصیل پر سے اُڑتا ہوا دکھائی دیا۔ گولہ باری فوراً بند کر دی گئی۔ اور محاصرین اور محصورین کی گفتگو ہو کر شرائط پر لڑی تحریر کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر ہوئی۔ شہر کے چھوڑ دینے کا ابتدائی معاہدہ جب مکمل ہو گیا تو فرانسیسی فوج نے ۲۷ ستمبر کی دوپہر کو شہر اسٹراسبرگ چھوڑنا شروع کر دیا۔ اس کی بہادر محافظوں میں سے اوّل جنرل اُبرچ قلعہ سے نکلا۔ اُس کے پیچھے افسران اسٹاف تھے۔ اور جرمنی فوج کے کمانڈر جنرل ورڈر سے ملنے گیا جنرل ورڈر اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور آگے بڑھکر جنرل اُبرچ سے ملا اور اُس سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد جنرل بیرل اور تمام افسران فوج قلعہ میں سے نکلے اور بعد ازاں تمام قواعد داں اور بقاعدہ فوج جھنڈے لئے ہوئے

اور کندھوں پر ہتھیار رکھے ہوئے نکلے۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ سوائے معدودے چند سپاہ کے اس فوج کا برتاؤ نہایت خراب تھا۔ اور شرائط سپردگی کے خلاف اس طرح سے عمل کرتے تھے جنسے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ فوج اپنے افسران کی مطیع نہیں ہے۔ اور جنرل اُہرچ کی سپردگی کا سب سے بڑا سبب یہی ہوا (یعنے سپاہیوں کی نافرماں برداری) ووتہائی سے زیادہ فوج شراب پیئے ہوئے تھی۔ اور شراب پی کے نہایت مدہوش ہورہی تھی۔ جبکہ یہ فوج شہر کے برباد شدہ دروازہ سے باہر نکلنے لگی تو سینکڑوں فرانسیسی سپاہی بوجہ نشۂ شراب کے لڑکھڑا کر گر پڑے اور اُن کی رفلیں اور ہتھیار پتھروں کی دیواروں سے لگ لگ کر چکنا چور ہوگئے اور بعضوں کے ہتھیار خندق میں گر پڑے۔ ایک پلٹن نے صرف یہ خوشی کا نعرہ مارا کہ خدا سلطنت جمہوری کو قایم رکھے اسلطنت پرشیا کو قایم رکھے اور شہنشاہ کو قایم رکھے۔ فرنچوں نے بھی ان سپاہیوں کو باقاعدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی نہ اُن کو اُن کے ہتھیار برباد کرنے سے روکا اور جو کہ سپردگی کے شرائط کے بموجب جرمن فاتحان کو دینے چاہئیں تھے۔ پرشیا اور ربٹین کی فوجوں نے جو فتح کا بینڈ باجہ بجایا بہت سے فرانسیسی سپاہی اُس پر ناچنے ہی لگ پڑے۔ بعض سپاہی گھانس لوٹ گئے اور نا قابل فہم الفاظ نکالنے لگے۔ بعضوں نے جرمنی سپاہیوں سے معانقہ ہی کرنا چاہا اور جرمنیوں نے اُن کو جھڑک کر الگ کردیا۔ یہ تمام نظارہ بہت ہی تکلیف دہ اور نفرت انگیز تھا اور ان کے چال و چلن سے فرانسیسی فوج سے نفرت ہوتی تھی۔ جنرل اُہرچ بھی جنرل ورڈر سے ملاقات کرنے کے دوران میں اس فرانسیسی فوج کے طرز عمل سے بہت دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا تھا۔

سپردگی کے بعد شہر اسٹراسبرگ کی جو حالت تھی وہ بیان نہیں ہوسکتی۔ اسٹراسبرگ کے مغربی اور شمالی مغربی مضافات تو بالکل ویران ہوگئے تھے محلہ فابرگ نیشنل تو جلکے بالکل جلا ہوا ملبہ پڑا ہوا معلوم ہوتا تھا اور محلہ پیری جس جگہ آباد تھا وہ بالکل ویران ہوکر وہاں میدان نکل آیا تھا۔ اس میں نہایت بلند نوساختہ بڑے خوبصورت خوبصورت مکانات اور عمارات تھیں جنپر سینکڑوں روپے صرف ہوئے تھے۔ اُس کی بجائے اب صرف یہ رہ گیا تھا کہ کہیں کہیں کوئی دیوار کھڑی نظر آجاتی تھی یا لوہے کے جلے ہوئے ٹکڑے نظر آتے تھے یا راکھ کے ڈھیر نظر آتے تھے فصیل شہر پر اگر کوئی دیکھتا تو فابرگ اس طرح سے نظر آتا تھا گویا کوئی وبا ہوا شہر معلوم ہوتا ہے اور اُس کا ملبہ اوپر کھود کھود کے ڈالا جارہا ہے۔ اس قدر کامل اور پوری بربادی اسکی ہوئی تھی کہ اگر کوئی یہ کہتا اب سے چھ ہفتہ پیشتر یہ شہر نہایت

خوبصورتی سے آباد تھا اور یہاں بڑے معزز لوگ رہا کرتے تھے اور روپے کے لین دین کا کاروبار یہاں خوب ہوا کرتا تھا تو شاید کسی کو بمشکل یقین آتا۔ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھتے سوائے بربادی اور تباہی کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بڑے بڑے برج اور مکانات جو گر گئے تھے یا اب گر رہے تھے۔ مکانات گرجا۔ امیر کبیر خانجات اور قلعہ کی فصیلیں یہ سب گر گر کے خاک ہوتے جاتے تھے اور درختوں کا یہ حال تھا کہ کوئی بالکل ہی گر گیا تھا اور کوئی گرنے کی حالت میں تھا۔ اُنیسویں صدی کا یہ کیسا غمگین نظارہ تھا۔ ہمارے زمانہ میں تہذیب کو جو ایسا مکمل سمجھ لیا گیا ہے اور سائنس (علم) کی ہر شاخ میں ترقی ہو رہی ہے اس بربادی کو سوائے اس کے اور کیا کہا جاوے کہ یہ بربادی بھی ایک ضمیمہ تہذیب ہے۔ ہماری فخریہ ترقی کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں روپوں پر پانی پھر گیا اور لاکھوں کی لاگت اور بڑی محنت اور عقل سے جو جو اشیاء مہیا کی گئیں تھیں وہ یوں برباد کر ڈالی گئیں۔ اصلی بات تو یہ ہے کہ درحقیقت جنگ تمام بے وقوفیوں سے بڑھ کر بیوقوفی اور تمام جرموں سے بڑھکر جرم ہے۔ ہمیں اس جگہ اس بحث سے کیا غرض۔ اب ہم اپنے کام کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں۔ اسٹراسبرگ کا قلعہ بالکل راکھ کا ڈھیر نظر آتا تھا۔ شہر کا اندرونی حصہ گو اس قدر برباد تو نہیں ہوا تھا جتنا کہ اسٹراسبرگ کے مضافات اور دیگر قرب وجوار کی عمارات ہوئی تھیں لیکن چونکہ یہ درمیانِ شہر میں تھا اس کا بھی بہت نقصان ہوا۔ محلہ کلیبرپلیٹ میں جو نہایت مشہور کتب خانہ تھا وہ مٹیا دے چھت تک بالکل برباد ہو گیا تھا۔ گرجا اور شہنشاہی محل اور اعلےٰ اعلےٰ عمارات تمام چکنا چور ہو رہی تھی۔ نہر کے تین یا چار پل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گئے تھے اور بعض عالیشان مکانات ایسے شکستہ ہو گئے کہ مجبوراً اُن کو اُسی وقت گرا دینا پڑا۔ شہر میں تمام سڑکیں بوجھ گولوں کے گرنے کے اُکھڑی ہوئی تھیں اور گڈھوں پر گڈھے ہو رہے تھے۔ شہر کا باغ دوران محاصرہ میں قبرستان بنا لیا گیا تھا اور اب وہاں تمام سپاہیوں اور سولین اور مرد و عورت اور بچے وغیرہ کی قبریں بنی ہوئی تھیں۔ بالمختصر یہ ہے کہ اس مشہور زمانہ شہر اسٹراسبرگ پر جو جو صیبتیں نازل ہوئیں۔ اُس کے بیان کرنے کے لیئے کافی الفاظ نہیں ہیں۔

گولہ باری سے اسٹراسبرگ میں جو نقصان ہوا اُس نقصان کی میزان بہت زیادہ ہے۔ شہر کے چار سو مکانات برباد ہوئے اور ستر سو شہری آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ اور آٹھ ہزار آدمی بے گھر ہو گئے۔ اسٹراسبرگ کے نقصان کا اندازہ اٹھارہ کروڑ فرانک یا ستر لاکھ پونڈ اور اسّی لاکھ پونڈ کے درمیان

کیا گیا تھا۔ یہودیوں کے محلہ میں اور ماہی گیروں کے محلہ میں اور محلہائے سینٹ نکولاس اور فشمن سیٹ اور برو گلی میں اور اسٹین اسٹریسی کے قریب بہت ہی سخت نقصان جان و مال ہوا۔

فصل ہشتم

پیرس کے سامنے لڑائی۔ شہنشاہ نپولین کا تحریری اعلان

وسجنز میں لڑائی

جرمنی فوج اب پیرس کی جانب بڑھی جا رہی تھی اور اُس کے روکنے کے لئے اب ایسی کوئی فرانسیسی فوج نہیں رہی تھی کہ جو قواعد دان فوج کہی جا سکے۔ اس لئے ستمبر کے اخیر میں جرمنی فوج نے پیرس کا پورا محاصرہ کر لیا اور بیرونی دنیا سے پیرس کے تمام تعلقات مسدود ہو گئے۔ بے شمار قواعد دان سپاہی کہ جنہوں نے گذشتہ خونریز لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ اس شہر کے چاروں جانب پڑی ہوئی تھی اور فوج کے آٹھ یا ۸½ کور بتیس جن کی تعداد دو لاکھ دس ہزار سے دو لاکھ چالیس ہزار تک تھی اور شمال شرق سے جنوب مغرب تک پیرس کو گھیرے ہوئے تھی۔ ریل کی سڑکوں پر رسالہ سوار ان محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

۳۰۔ ستمبر کو فرانسیسی فوج نے زیر کمان جنرل ویئنوئی اور جنرل ڈوکروٹ فوج محاصرین پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔

قلعجات آوری اور مان ٹروگ سے اُن پہاڑیوں کی چوٹیوں پر گولہ باری کی گئی جو قصبہ چوزی لی روئی سے قصبہ لاہے تک پھیلے ہوئے ہیں تاکہ جرمنی فوج کی توجہ ایدھر منعطف کرا کے لانگ بو یو کے میدان پر حملہ کر دیا جاوے۔ دریائے سین کی وادی اور اوس وادی کے درمیان جس پر شہر بیوری آباد ہے ایک پہاڑی حائل ہے جسکی چوٹی بہت چوڑی ہے اور یہ ½ ۲ میل تک عریض ہے۔ اس کے مشرق کی طرف دریائے سین کی جانب قصبہ جوزی لی روئی سے ذرا اوپر موضع تھیاس آباد ہے۔ اور شمال کی طرف شہر بیوری کی جانب لاہے آباد ہے۔ ویئنوئی کی غرض یہ تھی کہ شہر چیویلی پر قبضہ ہو جائے۔ اس لئے وہ پچیس ہزار فرانسیسی فوج ہمراہ لے کر سامنے بڑھا۔ اور جنرل ڈوکروٹ مغرب کی طرف شہر بوکیوال کی جانب دشمن

کی دیکھ بھال کے لئے چلا۔ اور جنرل ڈایکسی نے شہر نوجنٹ کے سامنے اسی غرض سے کوچ کیا۔ نوجنٹ پر دریائے سین اور مارن کے اتصال پر اور فرانسیسی فوج بھی پڑی ہوئی تھی شہر ڈینس سے آگے شمال کی جانب بھی فوج کو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے کوچ کرنے کا حکم بھی دیا گیا تھا۔ علاوہ پچیس ہزار فوج متذکرۂ بالا کے ۲۰۔ اور ۲۱۔ اور ۱۰۔ اور ۲۷۔ اور ۵۰۔ اور ۵۱۔ اور ۹۰۔ فوجیں بھی سٹریلیوز اور توپوں کے ساتھ اس حملہ میں مصروف تھیں اور بہت سی نئی بھرتی شدہ فوج کے سپاہی بھی اس میں شریک تھے اور یہ سب فوج قلعہ ایسی کے عقب سے قلعہ منٹروگ تک پھیلی پڑی تھی۔ فوجی رپورٹ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جنرل وینوئی کا یہ ارادہ تھا کہ اگر ممکن ہو سکے تو قصبات۔ لاسے اور چیولی۔ تھیاس اور چونیلی وغیرہ پر قبضہ کر لیا جاوے۔ چونکہ اس قبضہ کرنے سے شہر وارسلیز کے ساتھ آمد و رفت کی راہ جاری ہو سکتی تھی۔ اوّل اوّل تو اُس فرانسیسی فوج کو جو ایک شب پہلے قلعجات آیوڑی بٹیٹری۔ اور منٹروگ کے پیچھے جمع ہوئی تھی پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ فوج گلہیم برگیڈ ۳۵۔ اور ۴۲۔ نے چیولی پر قبضہ کر لیا اور مڈھوئی کے ڈویژن فوج نے تھیاس پر قبضہ کر کے تھوڑے عرصہ کے لئے جرمنی توپخانہ کی ایک باڑی پر قبضہ کر لیا مگر توپوں کو نہیں بچا سکے اس فوج پر اب پرشیا کی تیس ہزار فوج نے حملہ کیا۔ جنرل ڈایکسی جو شہر کرپیٹل کی طرف لڑ رہا تھا اُس کو بھی اب پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن جنرل ٹروچو فوج کے اس طرح لڑنے سے خوش ہوا اور اُس نے فوج کے طرزِ عمل کی تعریف کی۔ فرانسیسی بائیس ہزار فوج دشمن کی دیکھ بھال کے لئے نکلی تھی لیکن پرشیا والے زیادہ تعداد بتلاتے ہیں۔ جرمنی کی فوج کے نوّسو یا ایکہزار آدمی مارے گئے اور فرانسیسی فوج کے بارہ سو آدمی قتل و گرفتار ہوئے۔ یہ لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ صبح ہوتے ہی قلعوں سے گولہ باری شروع ہو گئی اور پھر پیدل فوج نے آگے بڑھنا شروع کیا اور میدانی توپخانہ نے شہر چیولی کے سامنے گولہ باری شروع کی اور پیدل فوج تین لائن میں ہو کر آگے بڑھی۔ اس پیدل فوج کا میمنہ حصہ سڑک پر ہوتا ہوا اُس پہاڑی کی چوٹی تک گیا جو وادی بویری میں ہے اور جو درمیان قلعہ ہاٹس بروری اور قلعہ لاسے کے واقع ہے۔ اور پیدل فوج کا میسرہ شہر فانٹن بلیو کی سڑک پر ہو کر شہر لاسے کی طرف گیا۔ باوجودیکہ جرمنی فوج کے ۹۔ کورز نے چیولی میں سے گھر اور دیواروں کی آڑ میں سے فرانسیسی فوج کی مدافعت کی لیکن ۳۵۔ فرانسیسی فوج نے آٹھ بجے شہر چیولی لے لیا۔ فوج میسرہ جو زیرِ کمان جنرل مڈھوئی تھی اُس کو کامیابی کم ہوئی۔ چونکہ اس فوج پر لاسے سے بیٹریوں نے سخت گولہ باری کی۔ جب فوج میمنہ موضع تھیاس میں پہنچی تو وہاں پر جرمنی کی بہت فوج دکھائی دی اور چونکہ

جنرل وینوئی کو اور زیادہ حملہ کرنے کی ہدایت نہیں کی گئی سوائے اس کے کہ دشمن کی دیکھ بھال کرکے فوج پرشیا کی تعداد معلوم کریں اور ان کو ذرا سی بھڑکا دے۔ اس لئے جنرل وینوئی پیچھے ہٹ آیا۔

یکم اکتوبر کو شہنشاہ نپولین کا اعلان شایع ہوا۔ یہ بعنوان "خیالاتِ شہنشاہِ فرانس" طبع ہوا تھا۔ اور اس کا دیباچہ اس طور سے شروع ہوا ہے کہ ایم جولیس فاور نے جو گفت گو کونٹ بسمارک سے صلح کے لئے کی تھی اور اس میں ناکامیابی ہوئی۔ بسمارک نے اس بات کی ٹھیک رپورٹ ولہلمشوہی میں شہنشاہ کے پاس فوراً بھیجدی تھی۔ شہنشاہ نے اس پر غور کرکے ایم ڈی کاسلنا کے ہاتھ مفصلہ ذیل نوٹ خود اپنے ہاتھ سے لکھکر پرشیا کے میدان کو اڑیں بھیجا جسکا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

"بسمارک نے جب سے قدرت نے مجھ کو اپنی تلوار شاہ پرشیا کو سپرد کردینے پر مجبور کردیا۔ شاہ پرشیا مجھ اپنے قیدی کو ہر مصیبت سے جو فوج جرمنی ملک فرانس پر برپا کر رہی ہے اور جسکو شاہ مذکور جرمنی کے فوائد کہتے ہیں مطلع رکھتے ہیں یا جیسے میری رائے ہے اور جسکی کہ اب کونٹ بسمارک کے خطوط سے اور تصدیق ہوگئی ہے مجھ کو مطلع رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم ستمبر تک تو میں نے اپنے خیالات یوں محفوظ رکھے تاکہ شہنشاہ بیگم کو ملک کی خواہش کے موافق عمل کرنے کی پوری آزادی رہے۔ لیکن ہم ستمبر سے میں ہمیشہ یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ فرانس اپنے اصلی حدود سے اپنے دشمنوں کو نکال دے۔ گو فرانس نے میرے خاندان کے حقوق زائل کردیئے ہیں۔ فرانس بے شک ایسے کوئی شرائط قبول نہیں کرے گا جس سے اس کے ملک کی آبرو جاوے۔ اور شاہ جرمنی نے بھی بروقت ملاقات یہ تذکرہ کیا تھا کہ وہ بہ نسبت فرانس کی بربادی کی اس سے اتحاد ہونے کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ اگر شاہ کے درحقیقت یہ خیالات ہیں تو ان کے عملدرآمد کے لئے کوئی شئے مانع نہیں ہوسکتی۔ فرانس اور جرمنی کے حدود پر جو قلعہ تھے اور جو اب برباد ہوگئے ہیں۔ فرانسیسی بیشک عقلمندی کا ثبوت دینگے اگر ان کے رکھنے پر اصرار نہ کرینگے۔ اور صلح اور اتحاد ہر حال میں بہتر ہے ورنہ دوسرے حال میں تو اس قسم کی جنگ سے جیسا آج کل فرانس اور جرمنی میں ہو رہا ہے سوائے اس کے اور کوئی انجام نہیں ہوتا کہ ایک ملک بالکل برباد ہوجاوے۔ فرانس پر جو مصیبت پڑ رہی ہے اس کا تمام سبب یہ ہے کہ فرانسیسیوں میں پولیٹیکل اتفاق نہیں ہے۔ اور اگر اب صلح نہ کرلی گئی اور جنگ ہی جاری رکھا گیا تو یہ بات جرمنی اور فرانس دونوں کے لئے بہت ہی بربادی بخش ثابت

ہو گی۔"

نپولین

مقام دلملشوہی۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۰۶ء۔

وجُر کے پہاڑوں میں لڑائی

سیڈان کی لڑائی کے بعد چند فرانسیسیوں نے جرمنی فوج سے لڑنے کیلئے اپنا ایک دستہ فوج بنا لیا تھا جو فرنکس ٹیرئر کہلاتا تھا۔ اس دستہ فوج میں خاصکر وہ آدمی تھے جو فرانسیسی لشکروں میں سے بھاگ گئے تھے یا جو فوج سے بچھڑ کر پیچھے رہ گئے تھے۔ اور ان فرنکس ٹیرئر کی لڑائی کا طریقہ وہ تھا جس کو گوریلا کہتے ہیں (گوریلا اُس قسم کے حملہ کو کہتے ہیں کہ کمینگاہ میں بیٹھ کر دشمن کی بمبخبری میں اُس پر حملہ کر دینا) رفتہ رفتہ یہ دستہ فوج بڑھتا گیا اور آخر کار اُس کی کئی پلٹنیں مقرر کی گئیں۔ جرمنی کمانڈروں کو ان کے اس طریقہ جنگ پر نہایت غصہ آیا۔ اور بیڈن کی ایک بڑی مضبوط فوج پرنس ڈیجن فیلڈ کو افسر اعلےٰ مقرر کر کے ان فرنکس ٹیرئر کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ تاکہ وہ ملک کو اُن کے وجود سے بالکل پاک اور اُن کا بالکل انتشار ہو جاوے۔ یہ جرمنی فوج تین حصہ ہو کے روانہ ہوئی اور یہ قرار ہوا تھا کہ یہ تینوں ڈویژن شہر راؤن لی اٹیپ اور شہر اٹوال کے درمیان آپس میں جمع ہوں۔ ان پہاڑوں کے درست بہت دور تک بشکل عبور ہوئے اور اُن میں سے بہت سے درخت وغیرہ کاٹے گئے تاکہ گاڑیوں کے لئے راستہ ہو جاوے ان دروں کے بچاؤ کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی سوائے اس کے کہ قصبہ سینٹ ایلیس اور بلوال کی سڑک پر موضع چیپنی پر ۲۰ اکتوبر کو فرانسیسی فوج نے مقدمۃ الجیش جرمنی پر حملہ کیا۔ لیکن فرانسیسی بڑی آسانی سے ہٹا دیئے گئے۔ اُسی دن جرمنی کی اُس فوج نے جو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے گئی ہوئی تھی قصبہ کاسل اور بروچی کے درمیان فرنکس ٹیرئر سے مقابلہ کر کے اُن کو کامل شکست دی۔ ۲۱۔ اکتوبر کو قصبہ ہاں پر کچھ خفیف لڑائی ہوئی جس پر فرانسیسی قابض تھے لیکن جبکہ جرمنی کی فوج کے تینوں ڈویژنوں کے افسر ایک ساتھ ہی آ گئے تو فرانسیسیوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ شہر کے ایک کنارے اور جنگل اور مضافات کے مکانوں سے آگ برسانے کے بعد فرانسیسی منتشر کر دیئے گئے۔ ۲۲۔ اکتوبر کو تیسرے ڈویژن کی میمنہ فوج پر ایک فوا عدا سے فرانسیسی دستہ فوج نے حملہ کیا جو شہر بروریس اور راسبر دلیر کے جنوب میں سے جلدی سے آ گئی تھی۔

منہدم کر ڈالیں۔ ان دیہات پر قبضہ کر کے اُس نے ایک بڑی فوج دہنی جانب دریائے موزل کے قریب بھیجی اور یہ فوج وادی موزل تک پہنچی اور پرشیا کے توپخانوں نے دریا کے دونوں جانب سے گولہ باری کر کے یہاں اس فوج کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اور جرمنی فوج کی ۱۰۔ آرمی کور زلینڈوہیر کے دو بریگیڈ نے آگے بڑھکر اس فرانسیسی فوج کا نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۵۸۔ لینڈوہیر رجمنٹ کے فیوزیلیر بٹالین جرمنی کی فوج کے تو گویا تمام کے سپاہی ہی مارے گئے۔ اس رجمنٹ کی دوسری پلٹنوں اور ۵۹۔ لینڈوہیر رجمنٹ کے بھی بہت سے آدمی کام آئے۔ آخر کار ۴ بجے کے قریب ۱۰۔ آرمی کور زاور لینڈوہیر رجمنٹ نے برابر بڑھتے جاکر فرانسیسی فوج کو بھگا دیا جرمنی اور فرانسیسی فوج کے ان گاؤں میں بندوق کی نوکوں سے بہت دور تک دست بدست لڑائی رہی۔ ۵۔ لینڈوہیر ڈویژن کا کمانیر جنرل ون برانڈ اسٹائن بھی زخمی ہوا۔ جرمنی فوج کی کامل فتح ہوئی۔ جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ کثرت سے سپاہی مارے گئے اور بہت ہی مجروح ہوئے فرانسیسی فوج کا نقصان اس سے بھی زیادہ ہوا۔ فرانسیسی فوج کا تمام میدانی توپخانہ اور فوج پیدل لڑنے کے لئے کھل آئی تھی اس کے علاوہ قلعہ سینٹ جولین اور قلعہ سینٹ الائی سے بھی گولہ باری ہوتی تھی۔ جرمنی کی کل ۱۰۔ اور ۳ آرمی کور زاور لینڈوہیر ڈویژن مصروف کارزار تھی۔ ۱۰۔ آرمی کور زکا جنرل ون ووٹ ان سب فوج کا افسر اعلیٰ تھا۔ فرانسیسیوں نے اس طرح شہر وینی۔ شہر پیس۔ اور چارلی۔ اور لاورمی پر حملہ کیا تھا جو قلعہ سینٹ جولین کے شمال مشرق کی طرف آباد ہیں مگر وہاں سے فرانسیسی فوج رات ہوتے ہی پسپا ہوئی۔

۵۔ اکتوبر کو فرانسیسی جنرل ریان نے سفتین بریگیڈ سوار ان اور پیدل اور ۳ بیٹری توپخانہ کے شہر توڑے کی جانب کوچ کیا۔ سات بجے صبح کے وہ موضع چاسیس کے پاس پہنچا۔ سوار ان کے ایک اسکوڈرن نے اس گاؤں کو گھیر لیا اور ایل بودین رجمنٹ کے پانچ سپاہی گرفتار کر لئے۔ باوجودیکہ جرمنی توپخانہ سے گولہ باری ہو رہی تھی اور جس کی گولہ باری سے کئی فرانسیسی توپیں ناکارہ بھی ہو گئیں تھیں لیکن تاہم یہ فرانسیسی فوج آگے بڑھی چلی گئی۔ اور جنرل ریزاری کے بریگیڈ نے دہنی جانب سے اس قصبہ کے گرد چکر لگایا۔ جرمنی فوج کے ۴ سو پانچ سو سوار تھے اور وہ نہ اپیدل تھے ان کو مجبوراً آپیرس کی جانب بہت جلدی جلدی واپس آنا پڑا۔ فرانسیسیوں نے توڑے کے باہر جاکر تین یا چار گھنٹے تک جرمنی فوج کا تعاقب کیا۔ بعد اس کے فرانسیسی فوج بوجہ تھک جانے کے مقیم ہو گئی جنرل ریان نے دیکھ بھال کر کے دشمن کی پوری طاقت معلوم کر لی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ اس فوج کے ہمراہ پرنس البرٹ آف سکس سینجن اور پرنس سکس آلٹن برگ بھی ہیں۔ اس لڑائی میں جنرل ریان نے جرمنوں سے

ایک گلہ مویشی بھی چھینا۔ جس میں ۷۴ گائیں اور ۲۵ بھیڑیں تھیں اور یہ گلہ شہر آنچینی کو بھیجا گیا۔

فصل نہم

محاصرہ ہائے شہر پورٹ آرتھر۔ شہر سوئی سنس اور شہر تسی چی۔ اور جنگ آر لینز۔

شروع اکتوبر میں جبکہ پورٹ آرتھر محصور ہو رہا تھا باشندگان پیرس میں بڑا جوش اور استقلال تھا کہ عوام کی صدا یہ تھی کہ جنگ کو جاری رکھا جاوے اور ہم اپنے تئیں ہرگز سپرد نہ کریں گے۔ جبکہ پیرس کا محاصرہ اول ہی اول ہوا تو شہر میں نہایت ہی بدانتظامی پھیل گئی لیکن پھر انتظام ہو گیا۔ غلہ خوراک اور سامان جنگ لینے کو دوبارہ کا تخمینہ لگایا گیا تھا کہ یہ سب سامان اس قدر موجود ہے کہ وہ مہینے تک باشندگان پیرس کو کافی ہو گا۔ اور پیرس میں کم سے کم چار لاکھ پچاس ہزار مسلح آدمیوں کی فوج موجود تھی اور اسی قدر آدمی اور بھی تھے جنسے فوج بھرتی ہو سکتی ہے قلعوں کی دیوار پر اگر یہ ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ جرمنی فوج ہے تو قلعوں سے فوراً گولہ باری ہوتی تھی اور دریائے سین میں چوبگی کشتی توپ دار تھی وہ کسی جرمن توپخانہ کی باڑی کو بلند میدان سیورس میڈون پر نصب نہ ہونے دیتی تھی۔ لیکن جس کا نام محاصرہ ہے وہ یہاں پورا نہیں ہو سکا چونکہ یہاں سے بیرونی دنیا کو خطوط وغیرہ بھیجنے کے بہت سے وسائل تھے اور بعض بڑے عجیب تھے بخلاف ان کے سب سے عجیب ذریعہ آمد و رفت کا غبارے تھے جن میں مسافر اور خطوط پیرس سے بیرونی دنیا کو آتے جاتے تھے۔ نامہ بر کبوتروں کے ذریعے سے بھی بیرونی دنیا سے خط و کتابت جاری تھی۔ اور پیرس کے باہر جرمنی فوجیں بڑی مصروفیت سے بھاری بھاری توپیں قلعوں کے مقابلہ پر چڑھانے میں مشغول تھیں۔ فرانسیسی قلعجات پر کل توپیں ۷۰۰ تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

قلعہ چارنٹن پر ۱۰۰ توپیں تھیں اور قلعہ ون سنس پر ۱۱۷ اور نوجنٹ پر ۵۳۔ اور روزنی میں ۵۶ اور رومینی لی میں ۵۷۔ رومن ویلی میں ۴۹۔ اربوا یئر میں ۶۶ سینٹ ڈینس میں ۵۲۔ لارچ سینٹ ڈینی میں ۶۲۔ سونٹ ویلیر میں ۷۹۔ ایسی میں ۶۴۔ ونوئیس میں ۵۵۔ مانٹروگ میں ۴۳۔ بیسٹری میں ۴۰۔ اور قلعہ آبوڑی میں ۷۰ توپیں تھیں۔

۱۹ ستمبر کو شہر سوئی سنس کا محاصرہ شروع ہوا۔ پرشیا کی فوج سے شہر پیرس سے آگر تمام دیہات پر قبضہ کر لیا گیا بلندی پر قبضہ کر لیا جس کی زد میں ریلوے اسٹیشن تھا۔ اس فوج میں بہت سے رسالہ سوار ان اور کئی ہزار فوج پیدل تھی اور توپخانہ بہت کم تھا۔ فصیل شہر سے پرشیا کی فوج درختوں اور خندقوں کی آڑ میں ریلوے اسٹیشن کی جانب

بڑھتی ہوئی دکھائی دی۔ فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکل کر اس فوج پر شیا کا مقابلہ کیا اور اپنے توپخانہ سے سڑک کے آن تمام درختوں کو گرا دیا جو دشمن پر گولہ باری سے روکتے تھے۔ یہ لڑائی ایک بجے دوپہر سے صبح کے چھ بجے تک رہی۔ لڑائی کے شروع ہوتے ہی فرانسیسی فوج پندرہویں لائن کا کمانڈر ڈینس ٹانگ میں گولی لگنے سے مجروح ہوا ابھی لڑائی جاری ہی تھی کہ جرمنی فوج کے ایک دستہ نے جس میں تین سو آدمی تھے ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے دن ۲۵ ستمبر کو پھر لڑائی شروع ہوئی اور فرانسیسی توپخانہ کی گولہ باری سے فوج پر شیا کا بہت نقصان ہوا اسی تاریخ اور بہت سے دیہات پر حملہ کیا گیا اور شہر ریمس کی سڑک پر قبضہ ہو جانے سے پر شیا کی فوج پیرس کی سڑک تک قابض ہو گئی۔ ۲۶ ستمبر کو پر شیا کی فوج نے کٹے ہوئے درختوں کی آڑ میں اور تھوڑا تھوڑا آگے بڑھنا شروع کیا اور اُن کا ارادہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے ایک توپخانہ کی باٹری موضع ویلونیو کے سامنے نصب کرنا چاہتے ہیں۔ جو دریائے ایزن کے بہت خوبصورت پل کے قریب ہے اور افسوس کہ جس پل کو تین ہفتے ہوئے بارود سے اُڑا دیا تھا۔ فرانسیسی فوج نے اس جگہ سے پر شیا کی فوج کو ہٹانے کا ارادہ کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور جرمنی فوج جہاں مقیم تھی یہ جگہ اس قدر بلند تھی کہ قلعہ کی فصیل کے تمام فرانسیسی گولنداز نظر آتے تھے اور جرمنی کی فوج اُن پر گولہ باری کرتی تھی۔ فوج پر شیا آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی کہ اُن کے درمیان اُڑنے والے گولوں اور گرآب کی ایک بوچھار آ کے پڑی اور پڑ کر اڑی۔ ڈیڑھ گھنٹہ سے کم عرصہ میں قلعجات سینٹ جین اور سینٹ واسٹ اور گیٹ سینٹ مارٹن سے ڈیڑھ سو گولے جرمنی کی فوج پر برسائے گئے۔ اس کے بعد قلعہ گیٹ سینٹ مارٹن سے ایک فوج نے نکلکر اُس پر حملہ کر دیا۔ فرانسیسی فوج بہت بہادری سے لڑی۔ لیکن جرمنی فوج جس جگہ مقیم تھی وہ بڑی مضبوط جگہ تھی اور اُس کے گرد خندقیں کھودی ہوئی تھیں۔ اس لئے فرانسیسی فوج جرمنی فوج کو اس جگہ سے ہٹا نہیں سکی اور اس لئے ایک گھنٹے کی لڑائی کے بعد فرانسیسی فوج مجبوراً سوے سنس میں پھر داخل ہو گئی۔ فرانسیسی فوج کے ۲۰۰ آدمی مارے گئے اور بارہ یا تیرہ زخمی ہوئے شہر ریمس کے باہر جو آبادی ہے چونکہ اس میں پر شیا کی فوج پناہ لیتی تھی اسلئے فرانسیسیوں نے اس آبادی کو بالکل جلا ڈالا۔ ۲۷ ستمبر کو یہ خفیف جنگ شروع ہوئی تھی اور دوسری شام کو ختم ہوئی شہر ریمس کے باہر دو سو گھر تھے اور وہ ایک تھوڑے سے عرصہ میں بالکل جلا ڈالے گئے۔ اس آبادی میں کئی کارخانہ تھے اور ایک لوہے کا کارخانہ۔ ایک چکی اور بہت سے نہایت عالیشان مکانات تھے۔ افسوس جس جگہ دو گھنٹے پیشتر خوشی اور اُمید اور محنت اور ہنر فیاضی اور دولت تھی وہ جگہ دو تین ہی گھنٹے کے عرصہ میں یوں تباہ ہو گئی۔

قلعہ سے گولہ باری کر کے فرانسیسی فوج نے ایک کارخانۂ قالین اور اُن تمام مکانات کو جو ریلوے اسٹیشن کے نزدیک تھے بالکل ویران کر دیا۔

۱۳۔ اکتوبر کو چار دن کی گولہ باری کے بعد گرینڈ ڈیوک آف سیکلنبرگ (افسر فوج جرمنی) نے شہر اور قلعہ سوئی سنس پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ کی تمام فوج جس کی تعداد چار ہزار تھی گرفتار ہوئی اور ۱۳۰ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ لگیں۔

شہر پیرس کا محاصرہ وسط ماہ اگست میں کیا گیا۔ اور جرمنی فوج نے ۱۹۔ اگست کو قلعہ پر ۵ باٹری توپخانہ سے گولہ باری شروع کر دی۔ جرمنی کی فوج محاصرین میں ۴۔ ورٹمبرگ فوج اور ۸ بویرین فوج کی دو پلٹنیں تھیں۔ ۴ ستمبر کو فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر جرمنی فوج پر حملہ کر کے پھر قلعہ میں لوٹ گئی۔ ۱۱۔ اگست کو اور پھر ۲۹۔ اگست کو قلعہ سے فوج نے نکلکر پھر خفیف جنگ کی۔ فرانسیسی فوج ہر حملہ میں پسپا ہو کر قلعہ میں لوٹ جاتی تھی اور دونوں جانب نقصان بہت کم ہوتا تھا۔ ۱۱ تاریخ سے ۲۰۔ تک بڑی سخت گولہ باری رہی جس کی وجہ سے کئی توپیں بھی ناکارہ ہو گئیں اور شہر کے ایک سو بیس گھر جل کے خاکستر ہو گئے اور قلعہ کا بڑا محل بھی گر پڑا۔ بیس ہزار گولے چلانے کے بعد جرمنی توپخانہ بیکار ہو گیا اور شہر جرسٹل کو بھیجدیا گیا۔ ورٹمبرگ کی فوج بھی واپس بھیجدی گئی اور بویریا کی فوج نگہبانی اور دیکھ بھال کے لئے مقیم رہی۔ ۵۔ ۲۰۔ اور ۳۰ ستمبر اور یکم اکتوبر کو فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر جسمیں سوار اور پیدل شامل تھے محاصرین پر حملہ کر دیا اور جرمنی کے توپخانہ کی باٹری اور ردمدے سب کو توڑ گئے۔ اس قلعہ کی شکل جبرالٹر کے عمودی ہے۔ ۲۰۰ فیٹ بلند ہے اور برج پر توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور قریباً ناقابل تسخیر ہے۔ اس میں دو ہزار فرانسیسی فوج مقیم تھی۔ اس شہر کے نواح میں دہقانوں کی زبان جرمنی ہے۔ لیکن اُن کی رگوں میں فرانسیسی خون اور جوش بہت بھرا ہوا ہے۔

۲۔ اکتوبر کو فوج پرشیا نے مختلف اطراف سے آکر شہر ہیوانس پر اس عجلت سے قبضہ کر لیا کہ جو نگہبان گرجا اعظم کے مینار پر اس غرض سے مقیم تھا کہ دشمن کے دیکھتے ہی خوف کا بگل بجا دے وہ بھی خوف کا بگل تک نہ بجا سکا اور حکام میونسپلٹی فوج پرشیا کا بڑھنا نہ روک سکے۔ پرشیا کی فوج نے فوراً مکان ہوٹل ڈی ویلی پر قبضہ کر کے فرانسیسی جھنڈا جو اُڑ رہا تھا نیچے گرا دیا۔ مگر شہر کے حاکم کی درخواست پر ۳۰۔ فرانسیسی سپاہیوں کے ہتھیار اس سبب سے نہیں لئے گئے تاکہ شہر میں بدانتظامی نہ ہو جاوے۔ فوج پرشیا کے جنرل نے کہا کہ میں شہر ہیوانس کو صرف رسد رسانی کے لئے مرکز فوج بنانا چاہتا ہوں تاکہ یہاں سے حسب ضرورت گروہ نواح میں فوج کیلئے بھیجتا ہوں

اور اُس نے باشندہ گلاؤ شہ سے درخواست کی کہ اپنی حدود کا ہمیں کھلی رکھیں چونکہ جرمنی فوج کو حکم دیدیا گیا ہے کہ جو سامان خریدے اُسکے دام فوراً ادا کرے۔

۴۔ اکتوبر کو جرمنی کی فوج نے شہر اپرن پر قبضہ کرلیا۔ اور ایک سخت لڑائی کے بعد فرانسیسی فوج کو بھگا دیا۔ فرنیکس ٹیرئیر اور گارڈس سوبائل فوج فرانس نے اس جنگ میں بڑی بہادری دکھائی۔ جانبین کا بہت خفیف نقصان ہوا۔

۹۔ اکتوبر کو فرانسیسی عارضی گورنمنٹ کے دارالخلافہ شہر ٹورس میں گریبالڈی داخل ہوا۔ گریبالڈی ایک محب الوطن اٹلی کا باشندہ تھا۔ اُس نے فوج جمع کرکے ۱۸۶۰ء میں جزیرہ سسلی کو فتح کرلیا تھا اور وہاں کا اعلےٰ حاکم بھی ہوگیا تھا لیکن اُسی سال اُس نے استعفاء دیدیا۔ بعد اُس کے وہ جزیرہ کیپریا میں چلا گیا اُس کے بعد ۱۸۶۲ء میں سسلی میں پھر آیا اور روم پر حملہ کرنے کیلئے ایک فوج جمع کی۔ لیکن اُسی سال شہر اسپرومنٹی میں اسکو شاہی فوج نے شکست دی جس میں گریبالڈی زخمی ہوگیا۔ ۱۸۶۴ء میں وہ پوپ کے علاقہ میں داخل ہوتا ہوا گرفتار کیا گیا اور بطور قیدی کے جزیرۂ کیپریا کو بھیجدیا گیا۔ (از مترجم) یہ اٹلی کا محب وطن کیپریا سے اس غرض سے آیا تھا کہ فرانسیسی سلطنت جمہور کو مدد دے کے جرمنی حملہ آوروں کو ملک فرانس سے نکالدے۔ گریبالڈی اس طرح بلا خبر آگیا کہ ریلوے اسٹیشن پر کوئی اُس کے استقبال کو بھی نہ جاسکا۔ فرانسیسی فوج کا ایک لفٹنٹ اُس وقت اسٹیشن پر موجود تھا اُس نے گریبالڈی کو پہچانکر اس اطالین جنرل کو اردلی میں بطور محافظ چلنا چاہا لیکن گریبالڈی نے جواب دیا کہ مجھ کو تو اردلی میں کسیکو رکھنے کی عادت نہیں ہے۔ اور اب تم جاؤ ہم تم میدان جنگ میں ملیں گے تاکہ فرانسیسی جمہوری سلطنت کو حملہ آوروں سے بچاویں۔ گریبالڈی جنرل ہیرٹ کے ساتھ شہر کے حاکم اعلےٰ کے مکان پر گیا اور باوجودیکہ بہت تھکا ہوا تھا اور اسپرومنٹی میں جو زخم لگا تھا اُس سے ابھی تک مجروح اور تکلیف میں تھا لیکن شہر کے حاکم اعلےٰ اور فرانسیسی عارضی گورنمنٹ کی ممبر سے اُس نے ملاقات کی۔ فرنیکس ٹیرئیر اور عوام کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ گریبالڈی یہاں آیا ہے تو وہ سب شہر کے حاکم اعلےٰ مکان کے باغ میں جمع ہوئے اور درخواست کی کہ گریبالڈی ہماری قواعد دیکھے۔ اور چلائے کہ خدا گریبالڈی کو ہمیشہ قایم رکھے۔ یہ اٹالین جنرل ایم کریمو اور ایم گلاس بزدے کے ہمراہ مکان کی کھڑکی پر آیا اور اُن سب کو دیکھا لیکن چونکہ بیمار تھا اسلئے نیچے اُن کے پاس نہ جاسکا لیکن ایم کریمو اور ایم گلاس نیچے اُترے اور فرنیکس ٹیرئیر کی قواعد دیکھی اور پھر گریبالڈی کے پاس آگئے۔ فرنیکس ٹیرئیر کی درخواست پر ایم گلاس نے

منجانب آن کے گریبالڈی سے معانقہ کیا۔ گریبالڈی اور ایم کریمیو نے فرنکس ٹیئر یہ کو کچھ کلمات بہادرانہ جوش کے تایم رسٹے لے لئے کہے اور پھر فرنکس ٹیئر یہ چلاتے ہوئے منتشر ہو گئے کہ گریبالڈی ہمیشہ سلامت رہے جمہوری ہمیشہ سلامت رہے اکریمیو ہمیشہ سلامت رہے۔

۹۔ اکتوبر کو ایم گمبیٹا۔ فرانسیسی وزیر داخلہ نے مفصلہ ذیل ہمت دلانے والا اعلان شایع کیا ہے۔

"حسب الحکم گورنمنٹ جمہور میں پیرس سے یہاں اس قدر مقصد سے آیا ہوں کہ پیرس کے لوگوں کی اُمیدیں ہیں۔ جنہوں نے خزاں سے بشموں کے نکالدینے کی ٹھان لی ہے۔ اُن سے میں آپ سب لوگوں کو واقف کردوں کہ آج سترہ دن سے پیرس کا محاصرہ ہو رہا ہے۔ اور بیس لاکھ آدمی جو وہاں آباد ہیں سب نے آپس کے رنج وعناد دور کرکے اور سلطنت جمہور کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر دشمن کی یہ اُمید کہ باشندگان پیرس میں آپس میں خانہ جنگی ہو جاوے گی۔ مایوسی سے متبدل کردی ہے جبکہ سلطنت جمہور قایم ہوئی اُس وقت پیرس میں کوئی توپ اور ہتھیار نہ تھا۔ اور اب اسوقت فوج نیشنل گارڈس چار لاکھ موجود ہے اور ایک لاکھ فوج اور جمع کیجا رہی ہے اور ساٹھ ہزار قواعد داں فوج جمع ہو گئی ہے۔ کارخانوں سے اب رات دن توپیں ڈھل کے نکلتی ہیں اور عورتیں دس لاکھ کارتوس روزانہ بنالیتی ہیں نیشنل گارڈ کی ہر ایک پلٹن میں دو دو مٹریلیوز موجود ہیں۔ اور محاصرین پر قلعہ سے باہر نکلکر حملہ کرنے کے لئے میدانی توپیں بھی ڈھالی جا رہی ہیں قلعجات میں فوج بحری بھی مقیم کردیگئی ہے اور نہایت عمدہ توپخانہ وہاں موجود ہے۔ ابتک تو اُن کی گولہ باری کی وجہ سے دشمن اپنا ذرا سا بھی مورچہ یا دمدمہ نہیں بنا سکا۔ بہرحال پیرس کے خاص قلعہ میں صرف پانسو توپیں تھیں اور اب بیس ہزار آٹھ سو ہیں اور ہر ایک توپ کیلئے چار چار سو دفعہ چلائے جانیکا گولہ اور بارود موجود ہے۔ جو گولے کہ دشمن پر پھینکے جاتے ہیں اور وہاں گر کے اُڑتے ہیں وہ بھی بڑی سرگرمی سے بنائے جا رہے ہیں۔ ہر شخص اُس جگہ پر مقیم ہے جو لڑائی کے لئے اُسکو بتلا دی گئی ہے۔ پیرس کے قلعہ میں نیشنل گارڈیں برابر مقیم رہتے ہیں اور از صبح تا شام حب الوطنی اور استقلال سے قواعد سیکھتے ہیں۔ اور ان نو بھرتی شدہ سپاہیوں کا روز بڑھتا جاتا ہے۔

قلعہ پیرس کے عقب میں تیسری لائن دمدموں کی ہے جو پیرس والوں نے حفاظت جمہوری کے لئے بنائے ہیں۔ یہ تمام کارروائی نہایت سنجیدگی۔ خاموشی اور اتفاق سے ہو رہی ہے۔ یہ کوئی بیہودہ خیال

نہیں ہے کہ پیرس ناقابل التسخیر ہے۔ پرشیا والوں کے لئے اب صرف دو ذریعے پیرس پر فتح پانے کے ہیں اوّل تو پیرس میں بغاوت ہو جاوے یا قحط پڑ جاوے۔ لیکن پیرس میں نہ بغاوت ہو گی نہ قحط پڑے گا۔"

۱۰۔ اکتوبر کو ولیعہد پرشیا کی فوج نے شہر آرلینز پر حملہ کیا جو شہر آرلینز کے قریب ہے جس فرانسیسی فوج نے یہاں مقابلہ کیا وہ جنرل ریان کے ماتحت تھی اور ۲۰ رجمنٹیں اور بہت سی پلٹنیں تھیں۔ اور جرمنی فوج زیر کمان جنرل ون ڈر ٹین تھے۔ پانچ گھنٹے تک لڑائی ہوتی رہی۔ اس لڑائی میں فرانسیسوں کو شکست فاش ہوئی۔ ایک ہزار فرانسیسی فوج قید کی گئی اور اُن سے تین توپیں چھینی گئیں شکست یافتہ فرانسیسی فوج بڑی بے ترتیبی سے بھاگی۔

۱۰۔ اکتوبر کو پرشیا کی ایک اور فوج نے جس میں چھ اسکوڈرن سواروں کے تھے اور دو رجمنٹیں فوج پیدل تھیں اور توپخانہ کی ایک باٹری تھی شہر ڈورے کے نزدیک جو قصبہ چرپری ہے اُس پر حملہ کیا۔ باشندگان نے بازاروں اور گلیوں میں دستے بنا کر مقابلہ کیا اور بہت عرصہ تک جرمنی فوج کو حیران رکھا۔ لیکن پرشیا کا توپخانہ اپنی جگہ قایم رہا اور باشندگان پر گولہ باری کرتا رہا۔ چرپری کا ایک حصہ اور دیہات چیولی نینچری اور برو سار ڈ جلا دئے گئے اور پرشیا کی فوج جو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے گئی ہوئی تھی اُس نے میدان بائس میں جو شہر دوس تک چلا گیا ہے کئی جگہ آگ لگا دی۔

اوّل جنگ آرلینز اور اُس کی فتح

یہ جنگ ۱۱۔ اکتوبر کو ہوئی۔ جرمنی فوج زیر کمان پرنس فریڈرک سنگجن تھے اس فوج کی کل تعداد ۳۵۰۰۰ تھی۔ اور توپخانہ کی باٹری اور میر پلیوز اس فوج میں بہت تھیں۔ اور یہ فوج بہت قواعد داں اور ہشیار تھی۔ فرانسیسی فوج کی تعداد ۴۰۰۰۰ تھی اور یہ زیر کمان جنرل ریان تھے لیکن اس فوج کا توپخانہ کمزور تھا۔ اور اس فوج کے خاص احکام جنرل ڈی لاموٹ روگ صادر کرتا تھا۔ اس فوج میں کئی ڈویژن پیدلوں کے تھے اور سواران کی تین رجمنٹ تھیں اور دو کمپنی فرنکس ٹیرٹر کی تھیں اور آٹھ سو ایسٹر زیر کمان کرنل چارٹ کے تھے۔

صبح کے ۱۱ بجے فوج جرمنی کا مقدمۃ الجیش موضع لاکروئی بریکو میں تھا جو شہر آرلینز اور چیولی کے بیچ میں واقع ہے

اور ریلوے لائن اور سڑک اعظم کے قریب اور دیگر فوجیں شہر آرٹینی کی طرف مقیم تھیں جو شہر آرلینز کے جنگلات کے سرے پر آباد ہے۔ فرانسیسی فوج شہر چوبلی اور سرکوٹس سے روانہ ہوئی اور فوج کی ایک لائن قائم کرتی رہی تاکہ اگر ضرورت پیش ہونے کی ہوئی تو اس لائن کی آڑ میں جنگل اور گاؤں میں پسپا ہو کر چلے جاویں اور یہ لائن آرلینز کی طرف چلی گئی تھی۔ اس لائن فوج نے سواضعات ویکس۔ سرکوٹس۔ سرن اور چاٹولیس کا ٹری جمینی اور لاویلی پر قبضہ کر رکھا تھا۔ تین بجے تک جرمنی اور فرانسیسی فوج میں لڑائی ہوتی رہی لیکن پرشیا کا توپخانہ آگے بڑھتا گیا اور وہ زمین پر قبضہ کرتا گیا اور کچھ جرمنی فوج نے سرکوٹس پر حملہ کر دیا چند گھنٹے کے بعد جرمنی فوج نے فتح حاصل کی اور فرانسیسی فوج اپنی جگہ سے ہٹ دریائے لوا ٹر کے بائیں جانب پسپا ہو گئی۔ بعد اس کے پرشیا کی فوج شہر آرلینز میں داخل ہوئی۔ تین توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ لگیں اور بہت سے فرانسیسی گرفتار ہوئے۔ شہر لیس آربیاس اور آرلینز کے ریلوے اسٹیشن جلکر خاک ہو گئے۔

جانبین کا بہت سخت نقصان ہوا۔ اور خاصکر فرانس کے والنٹیر فوج بہت ماری گئی۔ ان والنٹروں میں فرانس کے شریف خاندان کے جوان آدمی بہت تھے اور وہ بڑی بے رحمی سے ذبح کئے گئے شام کے قریب لڑائی خاص شہر آرلینز کے قریب ہوئی تھی۔ گولے باشندوں کے گھروں تک پہنچے تھے اس وجہ سے شہر میں بڑا خوف اور دہشت پھیل گئی تھی۔ فرانسیسی توپخانہ اور سپاہی شکست یافتہ بھاگے جا رہے تھے۔ باشندگان شہر بہت ہی خوف زدہ تھے اور بحالت خوف دوڑتے تھے اور پکارتے تھے کہ وہ پرشیا کی فوج آگئی وہ پرشیا کی فوج آگئی۔

فصل دہم

پیرس کے آگے خفیف معرکے۔ دیگر احوال جنگ۔ شہر مٹز کا محاصرہ اور اس کا فتح ہو جانا

ان لوگوں کی خاص توجہ کہ جنکو جنگ فرانس اور پرشیا میں دلچسپی تھی اب اس وقت یعنے وسط اکتوبر میں دونوں محصور شہر پیرس اور مٹز کی جانب لگی ہوئی تھی۔ پیرس کا محاصرہ تو چند ہفتے تک جاری غالباً رہے گا چونکہ وہاں کے باشندوں نے ابھی تک کوئی نشان اطاعت ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ برعکس اس کے اپنی جگہ پر قایم رہکر دشمن سے برابر لڑنا چاہتے ہیں جسکی بے شمار فوج شہر کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن شہر مٹز کا حال ان لوگوں کی زبانی سنا جو اس کے اندرونی حالات سے واقف ہیں سننے یہ رائے قایم ہو گئی ہے کہ وہ بہت جلد

محاصرین کی اطاعت قبول کریگا۔

۱۳ اکتوبر کو ایک بہت بڑی فرانسیسی فوج زیر کمان جنرل دینوئی۔ دشمن کی دیکھ بھال اور قواعد کیلئے پیرس کے قریب اُس بلند میدان میں مجتمع ہوئی۔ جہاں شہر بیگنی اور چٹلن آباد ہیں جنرل سبسیل کی ڈویژن فوج نے جسکو چٹلن پر حملہ کرنے کا کام سپرد ہوا تھا۔ اس قصبہ کے دروازہ پر اپنے تئیں جرمنی فوج کے دستوں کے پاس پایا مگر ایک بہادرانہ لڑائی کے بعد فرنچ فوج نے جرمنی فوج سے یہ جگہ چھین لی۔ اور شہر بیگنی پر حملہ کرنے کا کام ضلع کوئی ڈی اور۔ اور ضلع آبی کی فوج سوبائل کو سپرد ہوا تھا اور اس فوج نے بڑی بہادری سے اپنا کام انجام دیا اور اس فوج کا کمانڈر کونٹ ڈی ڈیمپئر اُس وقت مارا گیا جبکہ وہ اپنی فوج کو حملہ کرنے کیلئے بڑھا رہا تھا۔ یہ لڑائی پانچ گھنٹے تک جاری رہی۔ اس عرصہ میں فرانسیسی فوج نے دیکھ بھال کرکے اور قواعد کرکے باترتیب پسپا ہونا شروع کر دیا۔ جرمنی کی فوج اُن پر آگ برساتی رہی اور قلعجات مانٹروگ۔ وین ولیس اور ایسی سے جرمنی فوج پر گولہ باری ہوتی رہی۔ فوج بحری نے بہادری سے جرمنی فوج سے لڑائی جاری رکھی اور اس فوج کی آڑ میں فرانسیسی فوج پسپا ہوئی۔ اس لڑائی میں جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا کیونکہ صرف شہر بیگنی پر جرمنی کے تین سو سپاہی مرے ہوئے پڑے تھے اور پنجم فوج کے تیس آدمی قتل اور ۸۰ زخمی ہوئے۔ فرانسیسی فوج نے پرشیا کے ایک سو سے زاید آدمی گرفتار کئے اور سہ پہر کے وقت ان قیدیوں کو پیرس بھیج دیا۔ ان قیدیوں میں بعض بہت ہی نوجوان تھے مگر بہت دُبلے ہو رہے تھے اور اُن کی وردی بھی پھٹی ہوئی بہت خراب حالت میں تھے۔ یہ قیدی جیلخانہ لاروکے میں بھیجے گئے۔ اُسی تاریخ یعنے ۱۳۔ اکتوبر کو ایک اور فرانسیسی فوج نے قلعہ مونٹ ویلیرین سے نکلکر فوج پرشیا پر شہر بوجیول کے قریب حملہ کیا۔ بوجیول دریائے سین کے بائیں کنارے شہر ویلیرین اور سینٹ جرمن کے بیچوں بیچ آباد ہے۔ بوجیول سے آگے بڑھکر دریائے سین نے جہاں موڑ کھایا ہے جرمنی فوج وہاں مقیم تھی۔ فرانسیسی فوج کی تعداد ۲۵ ہزار آدمیوں کی تھی اور بڑی بڑی چالیس توپیں تھیں۔ ان کے علاوہ میدانی توپیں بے شمار تھیں۔ لڑائی شام تک ہوتی رہی لیکن اس کے بعد فرانسیسی فوج پسپا ہو گئی اور اُس نے قلعہ مونٹ ویلیرین کی توپوں کی زد میں پناہ لی۔ فرانسیسی توپخانہ کی آدھی باٹری جرمنی فوج کے ہاتھ لگی۔ اس لڑائی میں پرشیا کی فوج نے اپنا توپخانہ بہت کم استعمال کیا۔ جرمنی کا نقصان فرانسیسی نقصان کی نسبت نصف تھا۔ جرمنی فوج کے تین سو یا چار سو آدمی مارے گئے اور ایک سو گرفتار کئے گئے۔ شاہ پرشیا نے اس لڑائی کو مارلی کی پہاڑی پر سے دیکھا جہاں سے اردگرد کا ملک بہت اچھی طرح نظر آتا ہے۔ جرمنی فوجکی

۴۔ آرمی کور زکے توپخانہ نے ۵۔ کور فوج کے ڈویژن کی مدد جو آکر اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ پیرس کے محاصرہ میں جرمنی فوج کتنی قریب قریب پڑی ہوئی تھی۔ پرشیا کی فوج کا یہ مقولہ تھا کہ اس لڑائی میں ہماری کامل فتح ہوئی کیونکہ فرانسیسی فوج اپنے قلعوں کے توپوں کی زد سے آگے بڑھکر ہم سے نہیں لڑی اور جبکہ فرانسیسی پسپا ہوئے تب بھی اُنہوں نے اپنے قلعوں کے توپوں کی زد میں جگہ لی اور پسپا ہوتے ہوئے فرانسیسی دو توپیں چھوڑ گئے جو پیرس میں ہر روز بے شمار بنا کرتی تھیں اور یہ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں۔ چند دنوں کے بعد جانب مشرق پیرس کے دریا مارنی کے پار قصبۂ جون ویلی پر فرانسیسی فوج نے جرمنی فوج پر اور حملہ کیا لیکن فرانسیسی فوج بہت آسانی سے پسپا کر دیگئی۔

۱۳۔ اکتوبر کی شام کو قلعہ مونٹ ویلیرین سے چند گولے قصبۂ سینٹ کلاؤڈ کی جانب پھینکے گئے جن سے اُس قصبہ کے ایک محل شاہی میں آگ لگ گئی اور جو کئی گھنٹے تک جلکر بالکل راکھ ہو گیا اس محل کا تمام سامان فرش و فروش وغیرہ محاصرہ سے پہلے ہی اُٹھا لیا گیا تھا۔

۱۳۔ اکتوبر کو جرمنی کی فوج نے ضلع آیرایٹ لواٹر کے صدر مقام شہر چارٹرس پر قبضہ کر لیا یہ شہر ملک فرانس میں غلّہ کی سب سے بڑی منڈی تھی۔

۱۵۔ اکتوبر کو قلعہ روزنی اور رومن ویلی سے گولہ باری کر کے جرمنی فوج کو مواضعات گرنیلے اور بیسے کے میدان میں سے بھگا دیا گیا اور اُسی وقت قلعہ نوئزی سے جرمنی فوج پر گولہ باری ہوئی جو موضع پونٹ ڈی لا پوڈریٹ کے قریب میدان پر اُس کے گرد خندقیں کھود کر قابض تھی۔ جرمنی فوج کا یہاں بہت نقصان ہوا۔ دریائے سین کی بے قاعدہ فوج فرنچ نے اس گولہ باری سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کر کے موضع بونڈی سے نکل کر اُس جرمنی فوج پر حملہ کر دیا۔ جو نہر اورق کے کنارے کمین میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور جرمنی فوج کو واپس ہٹا دیا۔

۱۶۔ اکتوبر کو چھ دن کی گولہ باری کے بعد قلعہ شیٹس ڈٹ کی فرانسیسی فوج نے جسکی تعداد دو ہزار چار سو ۲۴۰۰ تھی سمعہ ۱۲۰ توپوں کے اپنے تئیں جرمنی والوں کے سپرد کر دیا۔

۱۷۔ اکتوبر کو جنرل بوئر جو مارشل بے زین کا ایڈیکانگ تھا سمعہ ایک پرشیا کے افسر کے سترسے شہر وارسیلز میں وارد ہوا۔ گیارہ بجے دوپہر کے قریب اُس نے کونٹ بسمارک سے ملاقات کی اُس کے بعد کونٹ بسمارک شاہ پرشیا کے پاس گیا۔ جنرل بوئر کے اس شاہی ہیڈ کوارٹر میں آنے کی غرض خفیہ رکھی گئی لیکن یہ عام طور سے خیال کر لیا گیا

کہ شہر متز کی سپردگی کے بارہ میں یہ جنرل یہاں آیا ہے۔ کیونکہ اس بارہ میں کوئی بات پھر ظاہر نہیں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اس بارہ میں کوئی عہد و پیمان ابھی نہیں ہو سکا۔ اُس نااندیشانہ اصول جنگ کے نتیجے جسکی وجہ سے فرانسیسی فوج متز میں محصور ہو گئی تھی اور فرانس سے اُس کا تعلق خط و کتابت تک کا بالکل جاتا رہا تھا۔ وہ قابل اصلاح نہ تھے۔ مارشل بے زین جرمنی فوج سے لڑکر اور اُس کو چیر کر نکل بھاگنے کے ناقابل تھا اور کسی قسم کی کمک فوج کی بھی اُس کو اُمید نہ رہی تھی اسلئے اُس کو مجبوراً فاقہ کشی کرنی پڑی۔ اور ۲۸ اگست کے بعد سے بلحاظ اصول جنگ اُس کی تقدیر کی بابت جو خیال کر لیا گیا تھا آخر کار بعد کچھ عرصہ کے وہی بات ظہور میں آئی ۷ ۔ اکتوبر کو یعنے اپنے محصور ہونیکے ستر دن کے بعد کُل فرانسیسی فوج نے جو متز میں محصور تھی معہ کُل تعداد فوج موبائل اور نیشنل گارڈس کے جو بے شمار تھے مجبوراً اپنے تئیں پرشیا کی فوج کے سپرد کر دیا اور فرانس کی یہ آخری باقاعدہ عظیم الشان فوج اس طرح سے اسیر جنگ ہو گئی۔ اس بارہ میں مارشل بے زین کے چال و چلن پر چاہے کسی قدر تنقید کیجاوے لیکن اسمیں شک نہیں کہ جب تک ممکن ہو سکا بے زین نے فوج کو سپرد نہیں کیا۔ اگرچہ یہ بات بڑی تعجب انگیز ہے کہ باوجودیکہ اُس کے پاس خوراک وغیرہ بہت کم تھی وہ کس طرح اتنے دنوں تک قلعہ میں قایم رہا۔ اور یہ یقین کر لینا بڑی ہی افسوس کی بات ہو گی کہ یہ شیر دل جنرل متز کا مُلک فرانس کا غدار آدمی تھا جیسا کہ ایمگبیٹا نے اُس پر الزام لگایا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایک ہشیار جنرل تو کسی نہ کسی طرح اس قلعہ سے نکل ہی بھاگتا شاید وہ اس بات کا خیال نہیں کرتے ہونگے کہ فوج محاصرین کی کیا تعداد تھی اور کیسے مضبوط و مدمے وغیرہ اُنہوں نے بنا لئے تھے اور نہ وہ اُس بربادی کا خیال کرتے ہونگے کہ جو اُس وقت غالباً واقع ہوتے اگر بے زین متز سے بھاگ جاتا تمام بے تعصب آدمی خیال کر سکتے ہیں کہ مارشل بے زین نے اپنی بہادری کی وجہ سے ایک اس قدر بڑی جرمنی کی فوج کو اتنے دنوں تک سرحد پر ہی مقیم رکھا۔ یہ کچھ کم ہشیاری کی بات نہیں ہے۔ اصل امر یہ ہے کہ جس حالت میں بے زین کی فوج تھی یعنے اُس کے پاس خط و کتابت اور فوج کی کمک اور غلہ وغیرہ آنا بالکل مسدود ہو گیا تھا ایسی فوج کا اپنے تئیں سپرد کر دینا لازمی ہی ہوتا ہے صرف ایسی حالت میں وقت کا خیال ہوتا ہے کہ کس قدر عرصہ میں ایسا کیا گیا۔ چنانچہ یہ امر ظاہر ہے کہ سپردگی صرف بوجہ فاقہ کشی کی گئی۔ جرمنی فوج جو متز کا محاصرہ کئے ہوئے تھی اُس کے صبر و استقلال پر بھی آفرین ہے کہ باوجود فاقہ کے وہ بھی اپنی جگہ قایم رہی۔ جب کہ اس قدر عظیم الشان فوج سے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا جاتا ہے تو اکثر ایسی جگہ فاقہ بھی ہو جایا کرتا ہے۔ اور اس امر سے جرمنی فوج کے افسران کی پوری لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔

شہر کا محاصرہ اور اُس کی فتح کی بابت چند خیالات ظاہر کرکے اب سپردگی کے مفصل احوال سے ناظرین کو مطلع کیا جاتا ہے۔

۲۶۔ اکتوبر کو مارشل بے زین نے پرنس فریڈرک چارلس کو یہ کہلا بھیجا کہ شرائط سپردگی کے سوچنے کے لئے دوبارہ ایک کانفرنس پھر منعقد کیجاوے۔ جرمن کی جانب سے اس کانفرنس میں جرمنی کے دونوں لشکروں کی جانب سے جو زیر کمان پرنس فریڈرک چارلس تھے۔ جنرل اسٹیبل اور جنرل کونٹ وائرسلبن کمشنر مقرر کئے گئے۔ اور فرانسیسی فوج کی جانب سے جنرل چیراس معہ دو افسروں کے جو کمانڈر قلعہ "چوفینیز" کی جانب سے تھے کمشنر مقرر ہوئے۔ یہ کانفرنس قصبہ فرسکاٹی کے محل میں منعقد ہوئی۔ جو مٹز کے قریب ہے اور اُسی تاریخ سہ پہر کو یہ کانفرنس تین گھنٹے تک مجتمع رہی۔ فرانسیسی کمشنر اوّل تو بہت دیر تک رضامند نہ ہوئے لیکن آخر کار جرمنی کے اصلی شرائط مان گئے۔ اول مشکل تو اس بارہ میں ہوئی کہ مارشل بے زین نے یہ اصرار کیا تھا کہ افسروں کے ہتھیار نہ لئے جاویں وہ ہتھیار لگائے رہیں۔ یہ اختلاف بحث آخر شاہ پرشیا کی رائے پر چھوڑ دی گئی اور ہنز بیجسٹی نے ایک مراسلہ کے ذریعہ سے جو ۲۷۔ اکتوبر کو تین بجے رات کے پہنچا افسروں کے ساتھ یہ رعایت منظور کرلی۔ ۲۷۔ کے علی الصباح کو کانفرنس موافق اقرار کے پھر منعقد ہوئی اور رات کے آٹھ بجے تک رہی اور شرائط سپردگی پر ہستخط ہو گئے جسکی رو سے شہر مٹز اور اُسکے تمام قلعجات معہ توپ گولہ بارود اور کل ہتھیاروں کے جرمنی فوج کے سپرد کر دیئے گئے اور بے زین کی کل فوج اُنہی شرائط پر سپرد کر دی گئی جو سیڈان کی سپردگی پر شرطیں ہوئی تھیں۔ بے زین کی اس سپرد شدہ فوج میں ۶۶ جنرل اور ۳ مارشل (سپہ سالار) اور ۶۰۰۰ افسران اور ایک لاکھ ۷۳ ہزار اور نو نعدد سپاہیان کی تھی۔ یہ سپردگی ۲۹۔ اکتوبر کے سپہر کو زیر عمل لائی گئی اور قلعجات سینٹ کونٹن۔ بلیٹ ویلی۔ سینٹ جولین۔ کوئی لک۔ اور سینٹ پریویٹ جرمنی فوج کو سپرد کر دیئے گئے اور شہر کا دروازہ مزل گیٹ جس طرف سے اسٹراسبرگ کو سڑک جاتی ہے یہاں سے بھی فرانسیسی فوج ہٹ گئی اور ان سب قلعجات اور دروازہ شہر پر جرمنی کی ۷۔ آرمی کور نے تو پہنچ کے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد فوراً پرنس فریڈرک چارلس نے ایک جرمنی فوج کے ڈویژن کو ملاحظہ کرکے اُس کو پیرس روانہ کر دیا اس کے بعد امپیریل گارڈ جو فرانس کی سب سے اعلیٰ فوج تھی وہ اپنے ہتھیار لگائے شہر سے باہر نکلی اور پرنس کے روبرو سے گذر کر اپنے ہتھیار شہر فراسکاٹی میں جرمنی فوج کو سپرد کر دیئے (یہ امپیریل گارڈ شہنشاہ فرانس کا بطور باڈی گارڈ تھا) یہ عزت صرف فوج امپیریل گارڈ ہی کو ملی باقی تمام فرانسیسی فوج سے مٹز کے اسلحہ خانہ پر ہتھیار رکھا لئے گئے اور پھر اس فوج کو شہر کے باہر چھاؤنی میں بھیجدیا گیا تاکہ جب تک اُن کو جرمنی کو روانہ کیا جاوے وہیں ٹھیرے رہیں

اپیرل گارڈ کا فوج پر شیائے بڑا ادب اور لحاظ کیا اور کوئی لفظ ہتک کا زبان سے نہ نکالا نہ اپنی خوشی اُنکی گرفتاری پر ظاہر کی۔ اس سے پہلی دوسری فرانسیسی فوج کو دیکھکر اُنھوں نے بڑی خوشی کے نعرے متواتر لگائے تھے نہ بجز سہ پہر کو جرمنی فوج نے شہر میں جاکر اُس فرانسیسی فوج کو سبکدوش کیا جو اب تک شہر کے مختلف دروازوں پر اور سلحخانہ وغیرہ پر بطور محافظ مقیم تھی جرمنی فوج پیدل کی دو رجمنٹیں اور ایک رجمنٹ سواران شہر میں داخل ہوئے۔ جرمنی کے فوجی گورنر جنرل ون زسٹرؤنے جو ۷۔ کور فوج کا کمانڈر تھا شہر مٹز اور قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ مارشل بے زین نے جو یہ شہر سپرد کردیا تھا اس پر مارشل سے باشندگان شہر بہت ہی ناراض تھے۔ مارشل جرمنی کو روانہ ہوگیا اور فرانسیسوں نے اُس کو روک کر اُس کے ساتھ بدسلوکی کا جو ارادہ کیا تھا اُن سے وہ بال بال بچگیا جرمنی جاتے ہوئے اُسنے فرانسیسی فوج سے مخاطب ہوکر یہ گفتگو کی کہ جس قدر خیر خواہی اور وفاداری سے لڑنا ممکن تھا یہ سب آپ لوگوں نے کیا۔ جرمنی فوج کو چیر کر نکل بھاگنے کا دوبارہ ارادہ کرنا بالکل فضول ہوتا اور بے فائدہ ہزارہا جانیں ضایع ہوتیں یاد رکھو کہ آپ لوگوں پر صرف بوجہ قحط کے فتح حاصل ہوئی ہے کیونکہ ہم سب قلعہ میں فاقہ مرنے لگے اس وجہ سے ہم نے اپنے تئیں سپرد کردیا ہے اور آپ اُسی بہادری سے لڑے ہو جس طرح آپ کے پہلے فرانسیسی بہادر بھی سے لڑتے تھے اور تاریخ فرانس جسکے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ سپردگی کے جو شرائط کئے گئے ہیں اُن کا آپ ہر طرح سے لحاظ کریں اور فرانس کی عزت کا خیال کرکے اُن کی خلاف ورزی ہرگز نہ کریں۔ اور نہ ہتھیار اور نہ سامان کو بگاڑیں۔ فرانسیسی فوج میں اُنیس ہزار آدمی بیمار تھے اور شروع جنگ سے اب تک شہر مٹز میں یا اُسکے قریب ۳۵ ہزار فوج موت سے مرچکی تھی۔

پرشیا کی فوجیں جو اب تک مٹز کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں اب وہ علیحدہ علیحدہ کردی گئیں دو آرمی کور کے جسمیں سے ہر ایک میں تیس تیس ہزار فوج تھی پیرس کی فوج محاصرین میں شامل ہونے کو پیرس بھیجدیگئیں اور ۲ آرمی کور کو پرنس فریڈرک چارلس اپنے ہمراہ وسط فرانس کی جانب لے گیا۔ اور باقی فوج شمال کیجانب بھیجدیگئی۔

جرمنی میں بھیجنے کے لئے فرانسیسی اسیر فوج کے دو حصے کردیئے گئے۔ ستر ہزار کے قریب بذریعہ ریلوے شہر سار بروک سے جرمنی کی جنوبی ریاستوں میں بھیجدیئے گئے اور پچاسی ہزار زیر حراست فوج پرشیا کے شہر سار لوس لے جائے جاکر ریلوے میں براہ شہر ٹریوس ملک پرشیا اور شمالی جرمنی میں بھیجدیئے گئے۔ مارشل بے زین ۳۱۔ اکتوبر کو شہر کاسل میں وارد ہوا اور قیدی شہنشاہ نپولین سے ملاقات کی

مٹز کی سپردگی کی خبر نے افسران سلطنت جمہور کے دل میں بڑا غصہ پیدا کر دیا اور ایم کیمبیٹا نے سلطنتِ جمہور کی جانب سے شہر ٹورس سے ایک اعلان شایع کیا جس میں بے زین کو نکھرام اور غدار ظاہر کیا۔

۲۸۔ اکتوبر کو چند گھنٹے کی بہادرانہ مدافعت کے بعد شہر ڈیجون بھی فتح ہو گیا جرمنی کی دس یا بارہ ہزار فوج اس شہر کی جانب بڑھی اور اس شہر کے مضافات میں ساڑھے چار بجے تک لڑائی ہوتی رہی اور بعد ازاں جرمنی فوج نے گولہ باری شروع کر دی فرانسیسی کمانڈر فوج یہ دیکھکر کہ مقابلہ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا شہر سے معہ فوج چلا گیا۔

۲۹۔ اکتوبر کی شام کو ایک مضبوط فرانسیسی فوج نے قلعہ سے نکلکر قصبہ بورگٹ پر جو سینٹ ڈینس کے مشرق میں ہے جہاں جرمنی فوج مقیم تھی حملہ کر دیا۔ دوسرے دن پرشیا والوں نے سخت لڑائی کر کے اس جگہ کو پھر لے لیا جسمیں پرشیا والوں کے ۵۰۰ آدمی قتل و مجروح ہوئے۔

اس لڑائی میں تیس فرانسیسی افسر اور بارہ سو سپاہی قید کئے گئے۔

۳۱۔ اکتوبر کو ایم تھیئرس پیرس میں معہ اُن شرائط تجاویز کے آیا جو کونٹ بسمارک نے دربارہ مہلت جنگ اُس کو بھیجی تھیں۔ مگر فرانس کی عارضی گورنمنٹ نے یہ تجاویز منظور نہ کیں اس لئے یہ تجاویز نامنظور کر دی گئیں۔

فصل یازدہم

پیرس میں جوش۔ فرانسیسوں کا آرلینز پر دوبارہ قبضہ۔ دیگر حالات جنگ۔

پیرس کے باشندگان میں جو لوگ صلح پسند تھے اور جنگجو نہ تھے اب اُن کی اُمیدیں مایوسی میں تبدیل ہو گئیں۔ ایم تھیئرز اور کونٹ بسمارک میں دربارۂ مہلت جنگ جو گفتگو ہو رہی تھی کہ آپسمیں عہدنامہ مہلت جنگ تحریر ہو جاوے۔ اُس میں بالکل ناکامیابی ہوئی۔ اور جس کا باب گذشتہ کے اختتام پر بطور اختصار ذکر کیا گیا ہے۔

ہر چہار دول متمدنہ یعنے انگلستان، روس، آسٹریا اور اٹلی نے اب اس وقت یہ تجویز پیش کی کہ تاوقتیکہ ملک فرانس میں نیشنل اسمبلی (دباقاعدہ مجلسِ حکومت قومی) کا انتخاب نہ ہو لے جب تک ہر دو ملک مہلت جنگ

منظور کرلیں نیشنل ڈیفنس (فرانس کی عارضی موجودہ گورنمنٹ) گورنمنٹ نے اس مہلت جنگ کے منظور کرنے کے لئے یہ شرطیں ظاہر کیں کہ ایک تو پیرس میں اس عرصہ میں سامان خوراک ورسد وغیرہ بھرتی جمع کرلیا جاویگا اور دوسرے نیشنل اسمبلی کی تقرری کے لئے یہ ضروری ہے کہ کل فرانسیسی باشندگان کے ووٹ لئے جاویں۔ پرشیا نے پیرس میں غلہ ورسد وغیرہ کا جمع کیا جانا تو بالکل صریح طور سے منظور نہیں کیا۔ صرف صوبہ السس اور لورین کے فرانسیسی باشندگان کو بچند شرائط ووٹ دینے کی اجازت دی۔ گورنمنٹ نیشنل ڈیفنس فرانس نے بالاتفاق اس مہلت جنگ کو نامنظور کرکے یہ تجویز مسترد کردی۔ اخیر اکتوبر میں پیرس میں صرف دو واقعات قابل تذکرہ تھے اول تو یہی مہلت جنگ کی نامنظوری۔ اور دوسرا یہ امر کہ فرانس کے ایک فرقہ نے جو آزاد اور جمہوری خیالات کا تھا۔ فرانس کی عارضی گورنمنٹ کو تہ و بالا کرنا چاہا۔ گو فرانس کی خوش نصیبی سے وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہوا۔ مارشل بے زین کی شکست اور قلعہ متز کے دشمن کے قبضہ میں چلے جانے سے فرانس کی گورنمنٹ اور باشندگان پیرس کا جوش تھوڑا نہ اور ہمت اور بہادری اور زیادہ بڑھ گئی۔ جیسا کہ اول ہم بیان کرآئے ہیں۔ بے زین کی فوج کی بربادی کی خبر پیرس میں ۳۱۔ اکتوبر کو پہنچی اور اسی وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ پرشیا والوں نے سینٹ ڈینس کے قریب قصبہ بورگٹ پر پھر قبضہ کرلیا ہے جسکو فوج والینٹروں نے دو تین دن پہلے پرشیا والوں سے لے لیا تھا۔ پیرس کے باشندے یہ سنکر نہایت غضبناک ہوئے اور اسی فرقہ ریڈ ریپبلکن (آزاد اور جمہوری) کی سازش سے بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ اس فرقہ کی یہ خواہش تھی کہ جنرل ٹروچو اور ایم جولیس فاور اور باقی تمام ممبران عارضی گورنمنٹ کو موقوف کردیا جاوے اور کمیون (کمیون اس بغاوت کا نام ہے کہ جس میں ہر ضلع کو باختیار خود اختیار حکومت حاصل ہو اور بالکل ہر ایک ضلع اپنے کاروبار میں کسی کا ماتحت نہ ہو) کو مقرر کرنا چاہتے تھے گویا کہ ۱۸۹۲ء کی بغاوت کا نمونہ قایم کیا چاہتے تھے۔ اس فرقہ کو اس بات کا یقین تھا کہ عارضی گورنمنٹ کے تمام ممبران ملک فرانس کے غدار نمکحرام ہیں اور پیرس کو بھی دشمنوں کے عنقریب ہی سپرد کردینے کو ہیں چونکہ ایم تھیر زپرشیا والوں کے ساتھ پیرس کے باہر مہلت جنگ کیلئے بات چیت کرنے گیا ہے"۔ اسکے بعد ان باغیوں کا ایک گروہ محلہ ہوٹل ڈی ویلی کے سامنے جمع ہوا جہاں کہ عارضی گورنمنٹ کی مجلس کا انعقاد ہوا کرتا تھا اور باغی زبردستی کمرۂ اجلاس میں چلے گئے۔ اور جنرل ٹروچو اور ایم جولیس فاور اور گارنیر پیجس اور جولیس فری اور جولیس سیمن وغیرہ وزراء کو خوب ڈرایا دھمکایا اور خوب گالیاں دیں اور اس باغی جمع نے اپنی موجودگی سے گویا وزراء کو کئی گھنٹے تک قید رکھا۔ اور فوج نیشنل گارڈس کو ایک میجر سی

ایم گسٹوافلورنس نے کمیشن آف پبلک سیفٹی (حکومت برائے حفاظت عامہ) کا اپنے آپ کو افسر مشتہر کیا اور بیان کیا کہ عوام نے یہ کمیشن حکومت ملک کیلئے قایم کی ہے۔ آخر کار ۳۱۔ اکتوبر کی آدھی رات کو ایم ارنسٹ پیکارڈ نے جو عارضی گورنمنٹ کا ایک ممبر تھا اپنے ساتھیوں کی خلاصی کے لئے نمک حلال فوج نیشنل گارڈس کا ایک مضبوط دستہ بھیجا۔ اور اس فوج کے آنے سے یہ بدانتظامی اور زبردستی فرو ہوئی۔ بغیر ایک قطرہ خون بھی یہ گروہ منتشر کر دیا گیا اور چند سرغنے جو نہایت درجہ باغی تھے دوسرے روز گرفتار کئے گئے۔

اس مہلت جنگ کے عہد و پیمان کی ناکامیابی پر شروع نومبر میں پیرس میں تین لشکر علیحدہ علیحدہ مقرر کئے گئے۔ لشکر اوّل جس میں ۶۲ پلٹنیں نیشنل گارڈس کی تھیں وہ زیر کمان جنرل کلیمنٹ تھامس تھا۔ لشکر دوم جس میں دو کور زدی آرمی اور ایک ڈویژن رسالہ سواران تھا وہ زیر کمان جنرل ڈوکرٹ تھا۔ لشکر سوم جس میں فوج پیدل کی ۷ ڈویژن اور رسالہ سواران کے دو بریگیڈ تھے وہ بذات خاص جنرل ٹروچو کے زیر کمان تھا۔

نومبر کے شروع میں جنرل آرلیس پی لیڈائن معہ پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار فرانسیسی فوج کے شہر آرلینس اور شہر ٹورس کے بیچوں بیچ مقیم ہوا اور یہ فوج دس یا بارہ میل میں پھیلی ہوئی تھی اور یہ درمیان ان دو سڑک اعظم اور ریلوے لائن کے تھی جو شمال مشرق کی جانب سے آکر شہر ٹورس میں ملتی ہیں۔ اور یہ ریلوے لائن جنوب اور مشرق تک یعنے شہر آرلینس سے ٹورس کی جانب۔ دریائے لوائر کے برابر برابر جاتی ہے اور شہر میننگ بوجنسی اور شہر مرکے درمیان ہو کر گذرتی ہے اور اس ریلوے کی دوسری لائن جو ذرا مغرب بجانب پڑی ہے وہ شہر شاٹوڈون۔ فرٹوال اور وندوم میں سے گذرتی ہے۔ چونکہ جرمنی کی فوج نے شہر بانی شاٹوڈون اور آرلینز پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اس لئے دریائے لوائر کی یہ فرانسیسی فوج نہ پیرس کے بچانے کو بڑھ سکتی تھی اور نہ جنرل ٹروچو کے ساتھ ملکر کوئی کارروائی کر سکتی تھی۔ فرانسیسی گورنمنٹ جو شہر ٹورس میں مقیم تھی اس لئے اب اُس کا یہ ارادہ ہوا کہ اب یہ کارروائی کرنی چاہیئے کہ جنرل ڈی آرلیلس پی لیڈائن معہ اپنی فوج کے شہر آرلینز پر جاوے اور پیرس اور آرلینز کے درمیان اپنی فوج جا بجا مناسب جگہ پر مقیم کر کے بویریا کی فوج کو جو زیر کمان جنرل وان ڈرٹین شہر آرلینز میں مقیم ہے اُس کو محصور کر لے۔ اور آرلینز کی مشرقی جانب سے جنرل پی لیئر معہ فوج لوائر کے اُس کی مدد کو آجاوے۔ لیکن بویریا کی فوج کے کمانڈر کو فرانسیسوں کا یہ ارادہ معلوم ہو گیا اور وہ معہ اپنی فوج کے ۹۔ نومبر کو آرلینز سے فوراً بسرعت تمام روانہ ہو گیا اور شمالی سڑک پر ہو کر بجانب پیرس پسپا ہو گیا مگر

موضع کولمیئر پر جو دریا کے کنارے واقع ہے فرانسیسی فوج نے اس فوج جرمنی کو ہٹا لیا۔ دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی مگر جرمنی کی فوج کو بوجہ کمی تعداد کے شکست فاش ہوئی۔ اس لڑائی کی بابت فرانسیسیوں کا بیان حسب ذیل ہے:۔

"دریائے لوائر کی فوج نے جو زیر کمان جنرل ڈی آریلیس پی لیڈائن تھی۔ دو دن کی لڑائی کے بعد ۹ نومبر کو شہر آرلینز کو فتح کر لیا ہے۔ مقتول اور مجروح ملا کر ہمارا نقصان دو ہزار سے کم ہوا ہے اور دشمن کی فوج کا بہت ہی نقصان ہوا ہم نے ایک ہزار فوج جرمنی کی گرفتار کی اور تعاقب سے اُن کی تعداد قیدیوں کی اور زیادہ بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارے ہاتھ پر شیا کی دو توپیں آئیں اور کوئی بیس گاڑیوں سے زیادہ گولہ بارود اور کارتوس کی گاڑیاں معہ اُن کے گھوڑوں کے ہم نے گرفتار کیں اور علاوہ ازیں ایک بڑی تعداد رسد اور غلّہ کی گاڑیوں کے ہم نے جرمنی والوں سے چھین لی۔ ۹۔ نومبر کو موضع کولمیئر میں لڑائی ذرا زیادہ جمکر ہوئی گو موسم خراب تھا مگر ہماری فوج نہایت بہادری سے لڑے۔

۱۰۔ نومبر کو فرانسیسی کمانڈر فوج نے مفصلۂ ذیل حکم اپنی فوج کے نام شایع کیا:۔

افسران و سپاہیان فوج دریائے لوائر۔

"کل کی لڑائی میں ہم فتحمند ہوئے۔ دشمن جس جگہ مقیم تھا وہ ہم نے چھین لیں اور اب دشمن پسپا ہو رہا ہے۔ میں نے گورنمنٹ کو تمہاری کارروائی سے اطلاع دی۔ اور گورنمنٹ نے بذریعہ میرے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے۔ اور اب میں تم کو نہایت خوشی سے اُس کا شکریہ پہنچاتا ہوں۔ گورنمنٹ کی اس مصیبت کے زمانے میں تمام مُلک کی آنکھیں تمہاری جانب لگی ہوئی ہیں۔ فرانس کو تمہاری بہادری پر بھروسہ ہے۔ اب ہم سب کو ایسی کارروائی کرنی چاہیئے جس سے فرانس کی اُمیدیں بر آئیں۔"

ہیڈ کوارٹر۔ ۱۰۔ نومبر ۱۸۷۰ء

"دستخط۔ جنرل کمانڈ انچیف۔ آریلیس ڈی پی لیڈائن"

لڑائی کے احوال کو مفصل پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسی فوج کی لائن شہر ونڈوم سے شہر وجنسی تک پھیلی ہوئی تھی۔ اول ہی اوّل شہر مارچن آئر کے جنگل میں معرکہ ہوا۔ یہاں ایک جرمنی فوج نے شہر بیکون سے آکر فرانسیسی فوج پر قصبۂ سینٹ لارنٹ ڈی بوئی کے قریب حملہ کر دیا۔ لیکن پسپا ہوئی۔ دوسرے روز خود فرانسیسی فوج نے جرمنی فوج پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی ۹ نومبر کی صبح کو شروع ہوئی اور رات تک ہوتی رہی۔ فرانسیسی فوج نے

کامیابی کے ساتھ قصبات بیکون اور کولمبیر پر قبضہ کرلیا۔ جنرل چیسنیری اب بسرعت تمام شہر جنیوا کی جانب بڑھا جہاں فوج جرمنی نے جمکر اُس کے حملہ کی مدافعت کی۔ اور اسی وقت جنرل ریان ذرا بائیں جانب شہر سینٹ پریوی لاکولمب کی جانب بڑھا۔ جنرل ون ڈرٹین۔ اس بات سے بروقت آگاہ ہوگیا اور اپنی فوج کو شہر آرلینز خالی کرنے کا حکم دیا اور اپنی تمام فوج کو لیکر براہ شہر آرٹینی اور ہیٹی کے پسپا ہوا۔ اس اثناء میں پرشیا کی فوج کے ایک مضبوط دستے نے شہر وجنیسی سے کوچ کرکے جنرل ریان کا شہر سینٹ پریوی پر بڑھنا روک دیا۔ یہانتک جنرل ریان جرمنی فوج کی کثرت دیکھکر شہر جنیوا کیطرف پھر آیا۔ جنرل ہیلیئر نے بھی اپنی فوج سمیت کوچ کیا اور جنرل ون ڈرٹین کی فوج کے بہت سے سپاہی گرفتار کئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کی فوج کی بے شمار تعداد نے جنرل ون ڈرٹین کو بغیر اس کے شہر پر حملہ ہوئے شہر چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ اور فرانسیسی فوج مسرہ و جوا چن آیئر کی جانب پھیل گئی اس لئے بوئیریا کی فوج کو یہ خوف ہوا کہ فرانسیسی فوج کہیں ہم کو محصور نہ کرلے اور اس طریقہ سے پیرس سے ہمارا خط وکتابت جاتی رہی۔ اسی غرض سے فرانسیسی فوج سالہ کی کئی جمعیتیں زیر کمان جنرل ہیلیئر دسمند کے کنارے سے آئی تھیں۔ جنرل ون ڈرٹین نے اپنے تئیں اس قدر مضبوط نہ پایا کہ شہر پر قابض رہ کر فرانسیسی حملہ کی مدافعت کرتا اور اسی وجہ سے وہ معہ اپنی فوج کے شمال کی جانب شہر پیرس کی طرف براہ شہر جیویلی اور شہر ہیٹی کے پسپا ہوگیا۔ شہر ہیٹی کے قریب اُس کی فوج کے پچھلے حصہ پر کئی بار سخت حملہ ہوا۔ نو نومبر کو ہوا اور ان تمام حملوں میں فرانسیسی ہی فتحیاب رہے۔ گو شہر ٹورس میں ایک فعہ یہ بات بیان کی جاچکی تھی کہ فرانسیسی ۱۸ کور کو اس جگہ ذرا سی دیر کے لئے پسپا ہونا پڑا تھا اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنرل ون ڈرٹین شہر ڈوری کی جانب پسپا ہوگیا۔ شہر آرلینز سے اس شہر تک دو دن کی راہ ہے اور جرمنی فوج کے دو ہزار پانسو سپاہی فرانسیسوں نے گرفتار کئے اور دو توپیں فرانسیسوں کے ہاتھ آئیں اور ان کل معرکوں میں جرمنی کی پانچ ہزار فوج ضایع ہوئی۔ اس لڑائی کی بابت جو جرمنیوں کا بیان ہے وہ فرانسیسی بیان کے مطابق نہیں ہے۔ شاہ پرشیا نے ۱۱۔ نومبر کو کوئیں آگسٹا کو جو سراسلہ بھیجا وہ حسب ذیل تھا۔

"جنرل ون ڈرٹین کل کی تاریخ دشمن کی بے تعداد فوج دیکھ کر پیچھے ہٹ آیا۔ وہ لڑتا ہوا آلینز سے شہر ٹوری میں آگیا ہے اور یہاں اُس کی اور جنرل وٹچ کی فوج شامل ہوگئی اور شہر چارٹرس سے پرنس البرکٹ بھی معہ اپنی فوج کے اُن میں آکر شریک ہوگیا۔ گرینڈ ڈیوک آف مکلنبرگ بھی معہ اپنی فوج کے جنرل ون ڈرٹین سے آج ملکر اُسکی فوج میں شامل ہوجاویگا۔"

ایک اور جرمنی مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسوں نے جس قدر حملے کئے وہ ہر حملہ میں بڑے نقصان کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے۔ اور بعد ازاں جرمنی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔ ایک دستہ فوج نے جسکے ہمراہ توپخانہ کی محفوظ فوج کے لئے سامانِ جنگ تھا اُس نے اپنا راستہ گم کر دیا اور اُس کے ہمراہ وہ توپیں بھی تھیں اور یہ سب سامان فرانسیسوں کے ہاتھ آیا۔ فرانسیسوں کا بیان ہے کہ جرمنی فوج کا پسپا ہونا بالکل باقاعدہ تھا۔ جنرل ون ڈرٹین نے اپنے نقصان کا صرف مفصلہ ذیل بیان کیا کہ ۲۴ افسران اور ۶۶۰ سپاہیان مقتول اور مجروح ہوئے جنرل فنچ اور پرنس البرکٹ اور گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کے آنے سے جو جنرل ون ڈرٹین کی کمک کو آئے تھے جنرل ون ڈرٹین کی فوج کی تعداد اب ستر ہزار ہو گئی تھی اور اسکے مقابلہ میں فرانسیسی فوج لوائر کی تعداد غالباً کچھ زیادہ تھی لیکن قواعدان فوج صرف بارہ ہزار تھی۔

فرانسیسی فوج کی اس کامیابی اور فتح پر شہر ٹورس میں بڑی خوشی ہوئی اور ایم گیمبٹا نے اس فوج لوائر کے نام ایک اعلان شایع کیا جسمیں اس فوج کی بڑی تعریف کی اور ہمت بندھائی کہ تمہاری بہادری سے آئندہ بھی اُمید ہے کہ تم دشمن پر فتحیاب ہو گے۔

سٹرز کے قریب سرحد پر جو شہر تھیون ویلی ہے ۲۴۔ نومبر کو اُس نے بھی اپنے تئیں جرمنیوں کے سپرد کر دیا اور دوسرے دن سپردگی کی بالکل تکمیل ہو گئی۔ اس شہر پر ۲۰ نومبر کو ۷ توپوں سے گولہ باری شروع کی گئی تھی۔ شہر میں کئی جگہ آگ لگ گئی اور دو دن تک آگ لگی رہی۔ کئی ہزار فرانسیسی قید ہوئے اور کئی سو توپیں محاصرین کے ہاتھ آئیں۔ اُسی دن یعنے ۲۴۔ نومبر کو فرانسیسی فوج سوبائل گارڈس کو جو شہر روئی اور اسینز کے بیچوں بیچ مقیم تھی جرمنی فوج نے جو زیرکمان جنرل لوڈر شر تھی شکست دی۔ فوج سوبائل اپنا سب سامان میدان کارزار میں چھوڑ کر شہر بری کی جانب مفرور ہو گئی۔ ایک فرانسیسی فوج کو جس میں چھ پلٹنیں اور توپخانہ تھا جرمنی کی ایک فوج نے جو دشمن کی دیکھ بھال کے لئے نکلی تھی اور جس میں فوج پیدل کی دو کمپنیاں اور چار اسکوڈرن رسالہ کے اور دو توپیں تھیں قریب سینز پریس کے شکست دی۔ اس لڑائی میں جرمنی والوں کا نقصان بہت کم ہوا۔

۲۵-۱ و ۲۶۔ نومبر کی راتوں کو جرمنی فوج نے شہر بلفورٹ کے قلعوں پر دو حملے کئے لیکن فرانسیسی قلعہ گیر فوج نے جرمنی فوج کو مضبوطی کے ساتھ پسپا کر دیا۔ جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔

۲۶۔ نومبر کی شکو گریبالڈی کی فوج نے زیرکمان گریبالڈی۔ جرمنی فوج ۱۳۔ رجمنٹ کی ۱۷ ایفل پلٹن پر تین سخت حملے کئے۔ اس جرمنی فوج کی مدد پر ایک جرمنی فوج انگر پلٹن تھی۔ گریبالڈی کی فوج پسپا ہوئی اور بڑی بے ترتیبی

سے بھاگی اور بھاگتے ہوئے اپنے ہتھیار پھینک گئی۔ ۲۷۔ نومبر کو جنرل ورڈر تین بریگیڈ فوج کے ہمراہ فوج گریبالڈی پر حملہ کرنے کو بڑھا اور شہر پکوس کے نزدیک شہر پاومیئر کا چکر کاٹ کر گریبالڈی کے پچھلے حصہ فوج پر حملہ کر دیا۔ جرمنی کے ۵۰ سپاہی مارے گئے اور فوج گریبالڈی کے تین سو یا چار سو مقتول و مجروح ہوئے۔ ۳۰۔ نومبر کو صبح کے نو بجے مشرقی کوہ پر نیز کے فرنکس تیرئیر اور پرشیا کے دو دستہ فوج میں جنہیں توپخانہ بھی تھا شہر جیورلی پر لڑائی ہوئی۔ دوپہر کے دو بجے کے قریب یہ لڑائی شہر نوئیٹس تک پھیل گئی جہاں کوہ وجز کے فرنکس تیرئیر کی ۱۳ کمپنیوں نے جنکے ساتھ شہریان کی فوج گارڈ موبائل بھی شامل ہو گئی تھی پرشیا کی فوج پر حملہ کر دیا اور فرانسیسوں کی کامل فتح ہوئی۔ پرشیا والوں کا سخت نقصان ہوا۔ پرشیا کی فوج کے مقتولین سے تمام سڑک بھری ہوئی تھی۔ اور پرشیا کے پندرہ سپاہی گرفتار ہوئے۔

فصل دوازدہم (۱)

دریائے لوائر پر بڑی بڑی لڑائیاں۔ پیرس سے نکلکر فرانسیسی فوج کا دشمنوں سے بہادرانہ مقابلہ

۹ اور ۱۰۔ نومبر کی فتح کے بعد جس فتحکو اُس کی بزدلانہ حیثیات نے غیر مفید کر دیا جنرل ڈی آرلیئس شہر آرلینس میں لوٹ آیا شہر کے قریب جنگل تھا اور یہاں فوج کو خیمہ زن کر کے اس مقام کو اپنے لشکر کا مرکز بنانا چاہا۔ اس مقام کو اُس نے مورچوں اور دمدموں سے بہت مضبوط بنا لیا۔ اور گو یہ مقام بوجہ قریب ہونے دریائے لوائر کے زیادہ خطرہ سے خالی نہ تھا مگر جنگل کی آڑ میں فوج پسپا بھی ہو سکتی تھی۔ اور اس جگہ مقیم ہو کر اُس نے اپنی محفوظ فوج اور دیگر کمک کو جسکے آنے کی اُس کو اُمید دلائی گئی تھی۔ دریا کے جنوبی کناروں کی جانب بلایا۔ ایگمیڈیا کی کوشش اور عوام کی سرگرمی سے یکلکی فوج ایک بے شمار تعداد میں وہاں پہنچگئی اور اول لڑائی کے ۱۵ دن کے بعد جنرل ڈی آرلیئس کی فوج جو اول تین کور تھیں اب چھ کور ہو گئیں اور اب اس کی فوج میں دو لاکھ آدمی ہو گئے اور اس فوج ۸۰ یا ۹۰ توپیں تھیں۔ یہ تین نئی کور اُس کی پہلی فوج کی نسبت عمدہ کم تھیں۔ اس فوج میں چھوٹی عمر کے لڑکے بہت تھے اور افسران اور سامان اور ترتیب وغیرہ ناقص تھیں۔ جنرل مذکور نے کئی دن تک اس فوج کی درستگی اور قواعد سکھلانے میں اپنی اوقات صرف کی۔ اور پھر اس طریقہ سے اُس فوج کو جا بجا مقیم کر دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو علم جنگ سے پوری وقفیت ہے۔ اُس نے اپنی فوج قلب کو آرلینز اور شاٹوینف تک پھیلا دیا جو جنگل اور اُسکے لشکر گاہ کی پناہ میں تھی اور اپنی فوج میسرہ کو اُس سڑک

تک پھیلا دیا جو شہر جین سے شہر مونٹ آرجس تک جاتی ہے اور فوج میمنہ کو شہر مارچن آئر تک پھیلا دیا۔ ان تمام انتظامات سے وہ اس قابل ہو گیا کہ یہاں سے دشمن پر حملہ کرنے کیلئے بڑھے اور پیرس کو جو تمام سڑکیں جاتی ہیں اُن پر اسکا اس طرح قبضہ ہو گیا کہ دشمن بغیر خوف یہاں سے نہیں گذر سکتا۔ اس اثناء میں اُسکے دشمن بھی تیاریوں میں مصروف تھے۔ پرنس فریڈرک چارلس کے لشکر کا مقدمۃ الجیش جو شہر فانٹن بلیو سے شہر نیمورس اور پتھیو ویئر تک پھیلا ہوا تھا ۱۹۔ نومبر کو یا اُسکے قریب جنرل ون ڈرین کی فوج سے جا ملا۔ اور جنرل ون ڈرین کی فوج قلب اُس سڑک پر پھیلی ہوئی تھی جو شہر انگرویلی سے شہر ٹوری تک ہے اور گو پرنس فریڈرک چارلس کی اصلی فوج بھی ون ڈرین کی شریک نہیں ہوئی تھی تاہم فرانسیسی فوج لوائر کے لئے اب یہ فوج بڑی روک ہو گئی۔ لیکن جرمنی نے اپنی فوج کو جو مثل نصف دائرہ کے ڈال رکھا تھا۔ اس فوج کے چلے آنے سے اُس نصف دائرہ کا ایک گوشہ خالی ہو گیا اور فرانسیسی جنرل ڈی آریلیس کو اب اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہئے تھا۔ گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ جسکے خط و کتابت ون ڈرین کے ساتھ جاری تھی اور جس کی فوج مغرب جانب شہر ڈیکس تک پھیلی ہوئی تھی اُس کو شہر لی مانس کی جانب روانہ کر دیا گیا تاکہ وہ مغرب کی فرانسیسی فوج کا تعاقب کرے جسکی حس و حرکت سے شہر وارسلینز میں خوف کیا جاتا تھا۔ گرینڈ ڈیوک نے اس فوج کا شہر سارتھی تک تعاقب کیا اور گو اب اُس کو واپس بلا لیا تھا لیکن تاہم وہ ون ڈرین کی فوج سے بہت فاصلہ پر تھا اور نومبر کے آخری ہفتہ تک وہ درمیان شہر نوجنٹ لی روٹرو اور شہر چارٹرس کے تھا۔ اس فوج کی حس حرکت بھی بتری کے ساتھ نہیں تھیں اور فوج کو ایک گروہ فرانسیسی موسوم فری شوٹرز نے بہت ستایا اور اُس کی فوج جناہ اور پچھلے حصہ فوج پر حملہ کرتی رہی جس سے اُس کی فوج بہت ضایع ہوئی۔

۲۶۔ نومبر کو اُن دونوں فوجوں کے کہ جسمیں سے ایک فوج پیرس کو محاصرہ سے خلاصی دلانے اور دوسری فوج محاصرہ میں مدد دینے آتی تھی۔ یہ حالت تھی جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے۔

فرانسیسوں کو بلحاظ وقت جنگ اس جگہ سے بڑا فائدہ تھا۔ کیونکہ شہر مارچن آئر سے شہر آرلینز ہوتے ہوئے مونٹ آرجس کی سڑک تک کے یہ محرابی لین اُن کے قبضہ میں تھی۔ اور یہ لین شہر نوجنٹ لی روٹرو چارٹرس اور توڑے ہوتی ہوئی شہزادہ فریڈرک چارلس کی فوج میسرہ تک یہ لین پھیلی ہوئی تھی اور شہر مونٹ آرجس کے کچھ مشرقی جانب بھی تھی۔ اور فرانسیسوں کے قبضہ میں وہ سب بڑی بڑی سڑکیں تھیں جو پیرس کو جاتی ہیں۔ اور وہ اپنی فوج کو بہ نسبت دشمن کی نہایت جلد ایک مقام پر جمع کر سکتی تھی۔ اور بہ نسبت فوج جرمنی کے یہ فرانسیسی

فوج ڈگنی تھی۔ چونکہ بعد اس کے کہ پرنس فریڈرک چارلس نے اپنی کچھ فوج محاصرہ پیرس میں شریک ہونے کیلئے بھیجی اُس کے پاس پچپن ہزار یا ساٹھ ہزار فوج سے زیادہ نہ تھی۔ اور جنرل ون ڈر ٹین اور گرینڈ ڈیوک آف مکلنبرگ کی فوج کی تعداد ۵۰۰۰۰ ہزار سے زائد نہ تھی اور گو درحقیقت فرانسیسی فوج اپنے دشمن کے مقابلہ کی تو نہ تھی لیکن اُس کی نصف فوج میں کل سپاہی بہت عمدہ اور بہادر تھے۔ ان انتظامات سے جنرل ڈی آرلیس کی جنگی لیاقت اور فرانسیسیوں کی حب الوطنی اور سرگرمی معلوم ہوتی ہے اور ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو جرمنی فوج کمانڈروں نے دریائے لوائر کی فرانسیسی فوج کو کم تعداد سمجھا تھا یا دشمن نے جرمنی فوجوں کو اتنا دبا رکھا تھا کہ وہ اس جگہ زیادہ فوج روانہ نہ کر سکے۔ اور گو انہوں نے فرانسیسیوں کو پھر ایسا کوئی عمدہ موقع کامیابی کا نہیں دیا جیسا کہ فرانسیسیوں کو ۹ اور ۱۰۔ نومبر کو موقع ہاتھ لگا تھا لیکن ایک عمدہ کمانڈر اس تھوڑی سی فوج سے ہی بہت اچھی کارروائی کر سکتا ہے۔ اس اثناء میں گورنر پیرس نے بھی یہ خیال کیا کہ پیرس کی خلاصی کیلئے جو تدبیریں اُس نے سوچی تھیں اب اُن کی آزمائش عملی کا وقت آگیا ہے۔ اُس نے مدافعت اور بچاؤ کی تمام ترکیبیں مکمل کر لی تھیں اور محاصرین کی فوج کی لائن کو بہت پیچھے ہٹا دیا تھا اور ذرا اور آگے بڑھکر قصبات ویلی جوف اور اورن پر چوموریچ اور دو مدے بنائے تھے وہاں سے اُس کو یہ یقین تھا کہ دشمن کی فوج پہ کامیابی چیری جا سکتی ہے۔ اور اپنی فوج کو اُسنے نہایت عمدہ قواعد سکھائی تھی اور اس فرانسیسی فوج کی تعداد دو لاکھ تھی اور اسکی رائے میں منجملہ ان دو لاکھ کے ڈیڑھ لاکھ بہت عمدہ سپاہی تھے۔ اس تمام فوج کا یہ کام تھا کہ دشمن کی جمعیت کو چیرنے کی کوشش کرے اور دریائے لوائر کی فرانسیسی فوج جو پیرس کی طرف آرہی ہے وہ اس فوج میں آکر شریک ہو جاوے۔ ماہ نومبر کا آخری ہفتہ اس مشترک مہم کے لئے مقرر ہوا تھا لیکن اتفاق کے وقوع پر بھی بہت کام سپرد کر دیا گیا تھا اور رڈوچنے ڈی آرلیل کی فوج کی حرکت میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اُسکو اُسی کی رائے پر چھوڑ دیا۔

دریائے لوائر کی لڑائیاں

جنرل ڈی آرلیس نے اب وہ کارروائی شروع کر دی کہ جس سے فوج لوائر کا پیرس کی جانب بڑھنا ممکن ہو سکے۔ اُس نے براہ شہر لیڈن۔ میز بریس اور مونٹ آرجس کے اپنی فوج یمنہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور اپنی فوج قلب اور میسرہ کو آگے نہیں بڑھایا۔ اور ۲۸۔ نومبر کو اپنی دو کورز سے جسمیں غالباً ساٹھ ہزار سپاہ تھی جرمنی فوج کے ایک کور پر جسمیں تیس ہزار فوج تھی اور جو شہر بین لار ولنڈ کے قریب اُس سڑک پر پھیلی ہوئی تھی جو فانٹن بلیو

شہر سیلن کو جاتی ہے حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی نہایت خونریز تھی اور فوجیں بہت بہادری سے لڑیں اور جرمنی فوج کے ڈویژن کمانڈر میٹھی ویژر سے اور آگے اور فرانسیسی فوج بھاری نقصان کے ساتھ پسپا ہو گئی فرانسیسی فوج کے نوعمر سپاہی جیسا عموماً ہوتا ہے۔ خوف زدہ ہو کر سینکڑوں اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر پیچھے رہ گئے۔ لیکن جرمنی کی فوج بھی پیچھے ہٹ گئی اور ایک توپ اور چھ قیدی فرانسیسوں نے گرفتار کئے۔ جنرل ڈی آملیئس جس نے بلحاظ علم جنگ کے ایک بہت ہی بڑی غلطی کی تھی شہر آرلینز میں اپنی لشکر گاہ پر واپس آگیا اور دو دن تک بے کار پڑا رہا۔ اور یہ توقف اسکے لئے اور بھی مہلک ثابت ہوا۔

۱۷۔ نومبر کو فرانسیسی فوج شہر شاٹو دن سے سونٹ آرجس تک پھیلی ہوئی تھی اور ان دونوں شہروں کا فاصلہ ۲۰ میل کا ہے۔ اُس دن جرمنی کی فوج نے فرانسیسی فوج پر سونٹ آرجس میں حملہ کر دیا اور انہوں نے معلوم کر لیا کہ نہایت آسانی سے اس فرانسیسی فوج کی سب لائن کو بہم فتح کر سکتے ہیں۔ اس لئے جرمنی فوج آگے بڑھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر شاٹو دن سے فرانسیسی چلے گئے۔ دیگر چھوٹے چھوٹے معرکے قصبات آرٹینی۔ نیو لاباس سینٹ لوپ اور بیان رولنڈی اور جین پر ہوئے لیکن ان میں کوئی خاص بات قابل تذکرہ نہیں ہے۔ ۲۹۔ نومبر کو ایک بڑا معرکہ شہر امینز کے سامنے ہوا۔ اس لڑائی میں فرانس کی فوج نے شمال سے آکر جرمنی کی فوج اوّل آرمی پر جو زیر کمان مانٹیفل تھی حملہ کر دیا۔ شروع شروع میں تو یہ لڑائی فرانسیسوں کے حق میں بھی رہی جو ۴ بجے تک اپنی جگہ پر قایم رہی لیکن جرمنی کے طاقتور توپخانہ اور بے نہایت فوج کی وجہ سے فرانسیسی شہر بٹین نکس سے ہٹ گئے۔ فرانسیسی فوج کو قصبہ بووس پر شکست ہوئی لیکن قصبہ ڈوری میں فرانسیسی اپنی جگہ پر قایم رہے۔ اس لڑائی میں جس قدر جرمن فوج شریک تھی اُسکی تعداد تیس ہزار تھی۔

جرمنیوں کا بیان ہے کہ اول لڑائی درمیان فرانس کے شمالی فوج اور جرمن کی اوّل آرمی (فوج) کی شہر موریل میں واقع ہوئی۔ فرانسیسی فوج جو خوب مسلح تھی اور جرمنی فوج سے زیادہ بھی ضلع سوم کی جانب واپس بھگا دی گئی اور یہ فوج بھاگ کر شہر امینز کے سامنے اپنی لشکر گاہ میں مقیم ہوئی جسکے گرداگرد خندقیں کھدی ہوئی تھیں اس لڑائی میں فرانسیسی فوج کے کئی ہزار آدمی ضایع ہوئے۔ جرمنی ہزار کی ۹ بریگیڈ نے ایک فرانسیسی بریگیڈ پیدل فوج کو بالکل تباہ کر دیا۔ جرمنی فوج کا بھی کثرت سے نقصان ہوا۔ اس لڑائی میں جرمنی کی فتح ہوئی اور اس کا ظاہر ثبوت اس بات سے ہوا کہ لڑائی ختم ہونے کے تھوڑی دیر کے بعد ضلع سوم کے حاکم نے یہ اعلان شایع کیا:۔

"کرائے باشندگان شہر سوم - آزمائش کا دن آپہنچا ہے۔ باوجود ہماری کوششوں کے شہر آمینز کو اب دشمن عنقریب ہی فتح کر لینگے۔ کونسل جنگ کی یہ رائے ہے کہ فرانس کی فوج شمال کو پسپا ہو جانا چاہئے اور فوج فشنل گارڈس ہتھیار ڈال دے۔ میں فی الحال تمہارے درمیان سے جاتا ہوں لیکن اُمید ہے کہ جلد واپس آجاؤں گا۔ خاموشی اور صبر کے ساتھ پورا بھروسہ رکھو اُمید ہے کہ ملک فرانس محفوظ رہے گا۔ فرانس ہمیشہ قایم رہے۔ سلطنت جمہور ہمیشہ قایم رہے۔"

پرنس فریڈرک چارلس نے اب اپنی تمام فوج ایک جا جمع کر لی اور اب اُس نے دل میں یہ ٹھان لی کہ فرانسیسیوں کو ایک قطعی شکست دینی چاہئے۔ ۳۰۔ نومبر کو وہ شہر مونچی ویرزا اور بیان رولنڈ کے درمیان مقیم ہوا اور شہر فانٹن بلیو کو اپنی پشت کی جانب رہنے دیا اور شہر بیان پر جنرل ڈی آرلیئس نے جو حملہ کیا اُس کا بڑی بہادری سے جواب دیا اور ڈی آرلیئس کی فوج کو بہت سخت صدمہ پہنچایا۔ جرمنی ہیمنہ فوج نے زیر کمان گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ۔ جو شہر ٹوری سے ذرا نکلکر پیرس اور آرلینز کی سڑک پر دولائن میں مقیم تھی فرانسیسی فوج لوائر پر جو زیر کمان جنرل چینزی تھی حملہ کر دیا۔ اس جنرل نے جو ۲۸۔ نومبر کو شہر یٹی سے آیا تھا اس گرینڈ ڈیوک کے مقدمۃ الجیش لشکر کو جو زیر کمان جنرل ون ڈیٹین تھا واپس بھگا دیا لیکن دوسرے دن یہ گرینڈ ڈیوک اپنی کل فوج لیکر آگے بڑھا اور فرانسیسی فوج کو شہر لوگنی اور پوپری کی جانب بھگا دیا اور بہ آخری جگہ فرانسیسوں کا لشکر گاہ بھی فتح کر لیا جو شہر آرٹینی کے نہایت قریب واقع ہے جرمنی فوج کے ہاتھ گیارہ توپیں آئیں اور کئی سو فرانسیسی گرفتار ہوئے۔ پہلی دسمبر کا واقعہ صرف یہ ہے کہ پرنس فریڈرک چارلس جو شہر بیان میں مقیم تھا وہاں سے روانہ ہوا اور فرانسیسی فوج کو جو آرلینز کے جنگل میں تھی وہاں سے ہٹا دیا اور اُن کی دو توپیں گرفتار کیں۔ بعد اس کے اور بہت سے فائدے جرمنی فوج کو لوائر کی اس فرانسیسی فوج کی زک سے ہوئے اور ۲۔ اور ۳۔ دسمبر کو میکلنبرگ کی فوج نے اور جنرل میں اسٹائین کی فوج نے فرانسیسی فوج کو پسپا ہونے پر مجبور کر کے شہر آرلینز کا مضافات شہر سینٹ جین اور اُس کی ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر لیا ۳۰ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں اور ایک ہزار سے زیادہ فرانسیسی گرفتار ہوئے جرمنی فوج کا نقصان بھی بہت ہوا۔ جرمنی فوج کے جنرل ریگل کے ڈویژن کے بہت آدمی مارے گئے۔ ۴۔ دسمبر کی شام کو ایک سخت لڑائی کے بعد جس میں فرانسیسوں کی توپیں اور فوج بہت ضایع ہوئی جرمنی فوج نے شہر آرلینز کو پھر فتح کر لیا اور فرانسیسی فوج پسپا ہوئی اور جرمنی فوج نے تھوڑی دور تک اُن کا تعاقب کیا۔ ۳۔ دسمبر کو جرمنی فوج کی ۳۔ اور ۹۔ آرمی کور نے فرانسیسی فوج کو شہر چلی اور اُرلیس ہوئے اور شہر چیولی کی راہ بجانب آرلینز بھگا دیا۔ ۴ و ۵۔ دسمبر کو جرمن کی اسی فوج نے حسب الہدایت پرنس فریڈرک چارلس شہر فابرگ سینٹ جین ڈی لاریلی کی مضافات اور اُس کی ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر لیا۔ اور گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کے ماتحت جو فوج تھی وہ اور مغربی جانب اس شہر کے نہایت قریب چلی گئی۔ باوجود رات ہونے کے زیادہ تعاقب

نہیں کیا گیا۔ فرانسیسیوں کی چالیس توپیں ہاتھ آئیں اور ایک ہزار سے زائد فرنسیسی گرفتار ہوئے۔

فرانسیسی گورنمنٹ مقیم ٹورس نے اس لڑائی کا حال جرمنیوں کے بیان سے بالکل مختلف بیان کیا۔ فرنچ گورنمنٹ نے ۱۰۔ دسمبر کو ان لڑائیوں کی رپورٹ شایع کی وہ اس طرح پر ہے کہ چند لڑائیوں کے بعد جو پہلی اور ۲۔ دسمبر کو ہوئی اور جس میں جرمنیوں کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن ان لڑائیوں کی وجہ سے فرنسیسی فوج لوائر کا آگے بڑھنا موقوف ہو گیا ہے ۴۔ دسمبر کی رات کو جنرل آرلیئس نے ٹورس میں ایک تار بھیجا کہ اب آرلینز کو خالی کر دینا اور دریا کے بائیں کنارہ پسپا ہو جانا ضروری ہے۔ اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے اختیار میں اسوقت دو لاکھ فوج ہے اور پانسو سے زائد توپیں ہیں اور ایک مضبوط جگہ پر مقیم ہے جسکی حفاظت پر بھی تو پخانہ ہے۔ اور اس جگہ جنرل آرلیئس دشمن کے حملے کی مدافعت کے لئے تیار ہیں۔ جنرل مذکور نے اپنے پسپا ہونے کے اوپر اس دلیل سے اصرار کیا ہے کہ جنگ گاہ میں موجود ہونیکی وجہ سے میں معاملات سے بہ نسبت دیگر غیر موجودین کے زیادہ آگاہ ہوں۔

فرانس کی گورنمنٹ نے جو کونسل مشورہ منعقد کی اس کی یہ رائے ہوئی ہے کہ آرلینز پر اس کے مورچوں اور مددوں کی مدد سے پورے طور سے قبضہ رکھا جاوے اور یہ کہ جنرل آرلیئس پیرس سے بہت فاصلہ پر نہیں ہیں لیکن چونکہ جنرل کا یہ بیان ہے کہ پسپا ہونا ضروری ہے چونکہ پسپا ہونے سے فوج کا نقصان بہ نسبت خالی کر دینے آرلینز کے بہت کم ہوگا اسلئے اسکو پسپا ہونے کا اختیار دیا جاتا ہے۔

فرانسیسی گورنمنٹ نے فوج لوائر کے کمانڈر کو حکم مذکورہ بالا بذریعہ تار بھیجدیا اور ایم گمبیٹا نے اس میں یہ حکم اور زیادہ لکھا کہ "مینے سابق میں جو جو احکام درباره جمع ہونے فوج کے آرلینز میں اور دشمن کی مدافعت جاری رکھنے کے لئے دیئے تھے وہ اب منسوخ کر دیئے جاتے ہیں۔ ایم گمبیٹا نے جنرل ڈی آرلیئس کو یہ اوفتا دیا کہ اگر ضرورت ہو تو آرلینز کو خالی کر دیا جاوے اور شہر ٹورس میں جتنے جنرل فوج ہیں وہ تمہارے ماتحت کر دی گئی ہیں"

آخر کار جنرل آرلیئس نے ٹورس میں ایک اور مراسلہ بھیجا اور اس کے ذریعہ سے گورنمنٹ فرانس کو مطلع کیا کہ "مینے اپنی تجویز جنگ تبدیل کر دی ہے اور ۱۰۔ اور ۱۱۔ اور ۱۲ کو رنگ کو بھیجدیا ہے اور ۱۸۔ اور ۲۰۔ کو رنگ کو اپنے پاس بلا لیا ہے اور میں خود آرلینز میں مقیم ہو کر شہر کے بچاؤ کی تدبیریں کر رہا ہوں۔ بعد اس کے جنرل آرلیئس نے کامیابی کے ساتھ مدافعت کرنا ناممکن پایا اور شہر آرلینز کو خالی کر دیا اور ۴۔ دسمبر کی آدھی رات کو جرمنی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ ان لڑائیوں میں فرانسیسی فوج کا نقصان مقتولین مجروحین اور قیدیوں میں سولہ ہزار فوج کا ہوا جرمنی والے فرانسیسی نقصان کو اور بھی زیادہ بتلاتے ہیں۔

جبکہ یہ واقعات شہر آرلینز کے شمال اور جنوب میں ہو رہے تھے پیرس کی فوج نے ایک اور کوشش دشمن کی فوج کو پیرس سے نکل جانے کی کی۔ ۲۸۔ نومبر کی رات کو قلعجات پیرس نے اور خاصکر اُن قلعوں نے جو جنوب کی جانب تھے بڑے خوفناک طور سے گولہ باری شروع کر دی۔ اور شہر سینٹ جرمین سے دریائے سین اور مارنی کے اتصال تک گولوں اور گولیوں کی بوچھار برابر محاصرین کی لائن پر ہو رہی تھی۔ اس گولہ باری کی آڑ میں جو خاصکر اسی وجہ سے کی گئی تھی تاکہ فوج لوائر کو حملہ کر دینے کا حال معلوم ہو جبکا خیال کیا گیا تھا کہ وہ فوج بہت دور نہیں ہے۔ قلعجات مانٹروگ۔ بیٹسری اور آیوڈی سے بہت سی فوج نکل آئی اور بعد دو دریائے سین کی جنگی کشتیوں اور شہر ویلی جو لائف کے توپخانہ کی مدد اور اپنی خاص توپوں کی مدد سے اس فرانسیسی فوج نے فوج جرمنی سے شہر ولا لے۔ جیویلی۔ اور چوزی لی روئی کے فتح کرنے کی کوشش کی جو محاصرہ کے دائرہ کے قریب شہر آرلینز کی سڑک پر واقع تھے۔ یہ بھی ارادہ کر لیا گیا تھا کہ مشرق اور جنوب مشرق سے بھی فوج آکر اس مہم میں شریک ہووے لیکن اُس دن دریائے مارنی میں یکایک طغیانی ہو گئی۔ اور فرانسیسی فوج بغیر قطعی لڑائی کے قلعوں میں لوٹ آئی۔ دوسری ٹُب کو گولہ باری پھر شروع کی گئی۔ اور ۳۰۔ نومبر کو اعلیٰ افسر ایک لشکر عظیم زیر کمان جنرل ڈوکرٹ۔ جنوب مشرقی اور مشرقی قلعوں سے اُس جانب کی جرمنی فوج پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جنوب مشرقی پر جنرل ونیوئی کا حملا اور ایسا ہی شمال سے سینٹ ڈینس سے حملہ ہونا یہ کارروائی صرف جرمنی فوج کو دھوکہ دینے کے لئے کی گئی تھی ورنہ یہ درحقیقت حملہ نہ تھا۔ لیکن دوکرٹ کے جو حملہ کیا وہ بہت ہی سخت تھا۔ ساتویں فوج کور نے جرمنی کی مدد پر بہت سی محفوظ فوج بھی ڈوکرٹ قلعہ ولنس کے سامنے سے دریائے مارنی پر پیپوں کا پل ڈالکر دریا کو عبور کر لیا۔ اور ایک کالم فوج کو شہر بونیل میں اُتار دیا جو اُس قطعہ زمین پر آباد ہے جو دریائے سین اور دریائے مارنی کے بیچ میں بطور جزیرہ نما کے آگئی ہے۔ ڈوکرٹ نے اپنی تمام فوج کو چار دیہات نوئزی لاگرینڈ۔ برائی۔ دیلیئرز اور چیمپگنی کے سامنے لاکے ڈال دیا۔ فرانسیسی فوج پوری ترتیب سے آگے بڑھی اور ایک مختصر مگر خونخوار لڑائی کے بعد اُس نے دیلیئرز چیمپگنی اور برائی فتح کر لئے اور جرمنی فوج ان جگہوں سے بوجہ ہونے زائد فوج دشمن کے ہٹ گئی۔ موضع لاگرینڈ پر بھی فرانسیسی فوج نے حملہ کیا اور چند گھنٹے تک فرانسیسی فوج میدان کارزار میں فائدہ میں رہی۔ اور ان کی فوج اس سے زائد تھی کہ ان کی مدافعت ذرا مشکل تھی لیکن زمین سیدان کارزار کی ایسی تھی کہ تمام فوج فرانس کو اپنی پوری طرح باری کرنے کا موقع نہ ملا۔ آخکار جرمنی فوج کو امداد آگئی اور جرمنی خونخوار لڑائی کے بعد موضع دیلیئرز جرمنی والوں نے پھر لے لیا۔ لیکن مواضعات برائی اور چیمپگنی فرانسیسیوں ہی کے پاس رہے۔ اس لڑائی کے مفصل حالات حسب ذیل ہیں:

پیرس کے جنوب مشرق میں قلعہ ولسنس کے مقابل میں جو جنگل ہے اُس کے سامنے دریائے مارنی پر سخت لڑائی ہوئی دریائے مارنی اپنے مقام اتصال دریائے سین سے یعنے شہر چارنٹن سے شہر نیلی تک مثل سانپ کے چکر کھاتا ہوا بہتا ہے۔ اور ایک تقسیمی ضلع کی زمین میں سے گذرتا ہے جو اُن قلعجات کی زد میں ہے کہ جو خاص پیرس کے بچاؤ کے قلعے ہیں۔ جب کہ جرمنی فوج اوّل ہی اول حملہ کرتے ہوئے پیرس کے قرب وجوار میں پہنچی تو اس ضلع کے تمام بائیں کنارہ پر قابض ہو گئی، دریا کے قریب اور فرانسیسی آگ کی زد میں جرمنی فوج نے صرف موضع برائی اور چیمگنی پر تھوڑی تھوڑی فوج ڈال دی تھی۔ لیکن ان کے پیچھے مواضعات ویلیئرز۔ کوئیلی۔ نوئزی لی گرینڈ اور دیگر جگہوں میں اُنھوں نے اپنی فوج مضبوط اور مورچوں اور توپخانہ سے نہایت مستحکم کر رکھی تھی۔ پیرس کے قلعجات اور جرمنی فوج کے درمیان گویا کہ ایک زمین آزاد تھی جس پر کوئی قابض نہ تھا۔ اور اس آزاد زمین میں دریا تھا اور اُس بائیں کنارہ پر دو تین میل اور زمین بھی۔ اس قطعہ زمین پر فوج جنرل ڈوکرٹ نے اپنی فوج کو لا ڈالا اور ۲۸۔ نومبر کو اس پر قابض ہو گیا۔ اُس نے پیپوں کے پل کے ذریعہ سے معہ اپنی تمام فوج کے دریا کو عبور کیا اُس کی فوج کی تعداد کوئی ۸۰۰۰۰ ہزار بتاتا تھا اور کوئی ۱۵۰۰۰ بیان کرتا تھا۔ اور مواضعات چیمگنی اور برائی سے جرمنی فوج کو بھگا دیا۔ لیکن اپنے قلعوں کی زد سے باہر ہو کر اُس نے جرمنی فوج پر موضع ویلیئرز پر حملہ کر دیا اور یہاں جرمنی فوج نے پورے طور سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور ڈوکرٹ کو اب اُنہیں متذکرہ صدر دو دیہات میں لوٹ کے آنا پڑا۔ چار قلعوں کی توپوں کی زد میں ان دو دیہات پر قبضہ کر لینا صرف یہی کام تھا جو ۲۸۔ نومبر کو اس عظیم الشان فرانسیسی فوج نے کیا۔ اور ۲۹۔ نومبر کو نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کی بابت دنیا کے تمام حصوں میں خبر بذریعہ تار بھیجدی گئی۔ ۲۹۔ تاریخ کو لڑائی اس وجہ سے بند کر دیگئی تاکہ مقتولین کو دفن کر دیا جاوے۔ جرمنی والوں کا بیان ہے کہ فرانسیسوں کی درخواست پر ایسا کیا گیا اور فرانسیسی کہتے تھے کہ جرمنی والوں کی درخواست پر لڑائی ملتوی کر دیگئی ۳۰۔ نومبر کو لڑائی پھر شروع ہوئی۔ جرمنی فوج نے اپنے دشمنوں کو مواضعات برائی اور چیمگنی سے ہٹا دینے کی کوشش کی اور علی الصباح اُن کا یہ مقصد تھوڑا سا بائل حاصل ہو ہی گیا تھا کہ اس عرصہ میں فرانسیسی کل فوج لڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی آئی اور نہایت سخت اور خونخوار لڑائی واقع ہوئی جسکے آخر میں فوج جرمنی نے فرانسیسی فوج کو پیچھے ہٹا دیا۔ گو دریائے مارنی کے پار تو نہیں بھگا سکے لیکن دریا کے قریب چراگاہوں اور جنگلوں میں ہٹا دیا۔ اس لڑائی کی حالت گویا یکم دسمبر کی شام کو وہی تھی جو اس سے ۲۸۔ گھنٹے پیشتر تھی۔ فرانسیسی فوج ابھی تک دریائے مورنی کے بائیں کنارہ پر کئی جگہ قابض تھی اور یہ سب جگہ فرانسیسی قلعجات کی زد میں تھیں اور جرمنی فوج کی لائن بالکل نہیں ٹوٹی۔ اس کے بعد جنرل ڈوکرٹ اپنی فوجیں دریا کی دوسری جانب لے گیا اور اپنی فوج کے نام مفصلہ ذیل ایڈریس جاری کیا:۔

مقام ولنسس - ۴ - دسمبر -

"اے سپاہیان - دو دن کی شاندار لڑائیوں کے بعد میں نے تم کو دریا کے اس کنارے پھر ڈالا ہے کیونکہ مجھے یہ یقین ہو گیا تھا کہ دشمن نے اس جانب اپنی ساری فوج ایک جا جمع کر لی تھی اور لڑائی کی تیاریوں میں تھا اور اسجگہ ہماری کوششیں بے فائدہ ہوتیں - اگر میں وہاں پڑا رہتا تو ہزارہا بہادروں کی جانیں بے فائدہ ضایع ہوتیں - سمجھ لو کہ لڑائی تھوڑے عرصے کے لئے موقوف ہوئی ہے - بہادری سے لڑنے کے لئے تم پھر تیار ہو جاؤ - جلدی سے اپنا سامان جنگ تیار کر لو اور رسد جمع کر لو - تم جانتے ہو کہ ہم ملک کے بچانے کے ایسے پاک کام میں مصروف ہیں کہ بوقت ضرورت ہمکو اپنی جانوں سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے"

اپنی بڑی کوششیں کرنے سے پہلے جنرل ٹروچو اور جنرل ڈوکرٹ نے دو اعلان شایع کئے جن سے بڑا جوش پھیلا - جنرل ٹروچو نے اُس خون کی ذمہ داری جو عنقریب بہنے والا ہے اُن اشخاص پر ڈالی جنکی قابل نفرین خواہشیں زمانۂ حال کی تہذیب اور انصاف کو پامال کئے جاتی ہیں - جنرل ڈوکرٹ نے اپنے اعلان میں یہ شایع کیا کہ "میں تمام قوم کے آگے قسم کھاتا ہوں کہ اب کے پیرس میں یا تو فتحمند داخل ہوں گا یا مردہ ہو کر داخل ہونگا" شہر ٹورس میں اس خبر نے کہ پیرس سے فوج نکلکر دشمن سے لڑے سخت جوش پھیلا دیا اس بارے میں گورنمنٹ کو بڑے مبالغہ آمیز حالات پہنچے اور نہایت پرجوش طریقہ سے اُن کو بیان کیا گیا - ۳۰ - نومبر کے حکم میں جنرل آپلیئس پی لیڈائن نے فوج کو یہ لکھا "کہ پیرس کی فوج نے پرشیا کی فوج کی لائن کو توڑ ڈالا ہے - جنرل ڈوکروٹ معہ اپنی فوج کے ہماری جانب آرہے ہیں اب ہم کو بھی اُن سے ملنے کے لئے اُسی ہمدردی سے کوچ کرنا چاہئے کہ جسکی فوج پیرس نے ایک نظیر قایم کر دی ہے" فرانسیسوں کے اور بیانات اس قسم کے تھے کہ "پرشیا کی فوج دریائے سین کے بائیں کنارے کیجانب پسپا ہو گئی ہے" اور ڈوکرٹ ایک لاکھ سے زاید فوج کیساتھ فوج لوائر کے شریک ہو نیکو آرہا ہے"

پیرس سے ایک غبارہ چلا اور وہ ۲۵ - نومبر کو قصبہ پیتھیویر ضلع موربہین میں اُترا اور ٹورس میں اُس کے ذریعہ سے یہ خبریں تحریری آئیں - دربارۂ پیرس سے فوج کا نکلکر دشمن پر حملہ کرنے کے حال میں یہ تحریر کیا تھا کہ "جنرل ٹروچو جس نے فوج کی تعریف اپنی رپورٹ میں کی ہے اُس رپورٹ میں اپنی خدمات کا بیان کرنا بھول گیا تھا - یعنے جب پیدل فوج لڑتے لڑتے پیچھے رہ جاتی تو وہ اُن کو ہمت دلا کر آگے بڑھاتا تھا - اس لڑائی میں پیرس کی چاروں جانب کے قلعوں سے گولہ باری ہوتی رہی - جنرل رینالٹ جسکی زیر کمان فوج ہے کو زخمی ہوا اور جنرل لیچارئر بھی زخمی ہوا - جنرل ٹروچو نے کہا کہ تمام ملک کو جنرل ڈوکرٹ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے - جرمنی والوں کا بیان ہے کہ بیشک فرانسیسی تو یہ کہتے

بہت مضبوط تھا اور اُس سے برابر گولہ باری ہوتی رہی لیکن اُس سے جرمنی فوج کا بالکل بھی نقصان نہیں ہوا۔ شہر ٹورس میں عوام کا ایک جمِ غفیر حاکم شہر کے مکان پر جمع ہوا اور ایم گیمبٹیا کو پکارا۔ اس وزیر نے چھت کے اوپر سے اپنے تئیں عوام کو دکھایا اور عوام کو ایک ایڈریس دیا لیکن بوجہ جوش کے اکثر اُس کی آواز نہیں سنتی تھی اور وہ ٹھیر کر آواز درست کرتا جاتا تھا۔ اُس نے جنرل ٹروچو اور جنرل ڈوکرٹ کی بہت بہادری، استقلال اور تمام فوج کی بہادری کی تعریف کی۔ اُس نے بیان کیا کہ تمام بچاؤ کے ذریعوں سے کام لیا گیا تھا اور پیرس سے جس فوج نے نکلکر دشمن پر حملہ کیا تھا اُس کی مدد پر قلعجات پیرس، جنگی کشتیاں اور چکر دار، ریلوے آہن پوش گاڑیاں تھیں۔ تمام فوج اور فوج سیار اور فوج نیشنل گارڈس نے بڑی بہادری سے لڑائی کی ایم گیمبٹیا نے آخر ایڈریس میں یہ کہا کہ مجھے اُمید ہے کہ اب ہماری فوج فتحیاب ہوگی فتح ہمارے ہتھیاروں سے پھر ملاقات کرے گی۔ اور فرانس کے لوگوں کی بہادری گھوڑے عرصہ سے روپوش ہے لیکن اب وہ جلد فتح کی صورت حاصل کرکے جلوہ افروز ہونے والی ہے۔ پرشیا کی فوج ہماری فوج کی نئی ہمت اور بہادری دیکھ کر اب ہر جانب بے دل ہوگئی ہے اور اب وہ پسپا ہونے والی ہے۔ پرشیا کی فوج کو شہر اڑی پگنی پر شکست دی گئی ہے اور پیرس کی فوج کی فتح کی خبر سنکر فوج جرمنی نے شہر اسینز کو خالی کر دیا ہے ہماری فوج لوائر، پیرس کی فوج میں شریک ہونے کے لئے استقلال سے کوچ کر رہی ہے۔ اب نتیجہ پر کون شبہ کر سکتا ہے؟ اب ہم ایک مطلق العنان بادشاہ میں جو اپنے لالچ اور خواہش نفسانی کے لئے لڑتا ہے اور ایک قوم میں جو انصاف اور حق اور اپنی عزت کے لئے لڑتی ہے تمیز و فرق کر سکتے ہیں۔ یہ فتح صرف سلطنتِ جمہوری کی ہوئی ہے چونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جمہوری نے تمام سامان مکمل کر لیا ہے۔ فرانس کو سونپنے یکہ و تنہا چھوڑ دیا تھا لیکن فرانس نے اپنے تئیں مضبوط اور طاقتور بنا لیا ہے۔ یہی کام ہے جو ایک آزاد قوم کر سکتی ہے"

ایم گیمبٹیا کو اپنے ایڈریس میں اس آواز سے اکثر توقف کرنا پڑتا تھا جو سب لوگ یکساں پکارتے تھے کہ پیرس ہمیشہ قایم رہے! جمہوری سلطنت ہمیشہ قایم رہے۔

فصل دوازدہم (ب)

دریائے لوائر پر چند دنوں تک لڑائی رہنا۔ شہر بوجنسی کی فتح۔ پیرس سے دوبارہ فوج کا نکلکر دشمن پر حملہ کرنا۔ جنگ بلنٹ نویلس

فرانسیسی فوج نے پیرس کے محاصرہ توڑنے کی جتنی کوششیں کیں وہ سب بالکل فضول گئیں۔ اور جنرل ٹروچو کو

الزام دینے کی خواہش کئے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بات کے حصول کے لئے اس سے بہتر موقع اس کو پھر کبھی نہیں ملا۔ اور یہ بات غالب معلوم ہوتی تھی کہ اگر ذرا ہشیاری اور بہادری اور ہمت کی جاتی تو فرانسیسوں کا یہ مقصد برآتا۔ اس محصور شہر کے باہر وہ بربادی بخش واقعات جو فرانسیسی فوج لوائر کے سر پر منڈلا رہی تھی اب جمع ہونی شروع ہوگئی۔ لیکن تاہم فرانس کے مطلع تاریک پر ایک روشن دھبہ نظر آتا تھا۔ جبکہ فوج جرمنی نے آرلینز پر دوبارہ قبضہ کرلیا تو فرانسیسی فوج لوائر علیحدہ علیحدہ ہوگئی۔ فوج یمینہ اور قلب تو دریا کے پار بھاگ گئی اور فوج میسرہ دریا کے شمال کے کنارہ کیطرف شہر وجنسی میں مقیم ہوگئی۔ پرنس فریڈرک چارلس پچاس ہزار سپاہ کے ہمراہ فوج یمینہ کے تعاقب میں گیا۔ جو بغیر زائد نقصان ہونے کے شہر بورجس کی جانب چلی گئی اور یہاں یکایک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جسکی وجہ سے پرنس مذکور شہر ویرزن سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اسی اثنا میں ون ڈرٹین اور گرینڈ ڈیوک آف سیکلنبرگ چالیس ہزار فوج کے ساتھ فرانسیسی فوج میسرہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے لیکن فرانسیسی فوج نے اُن کے حملہ کی مدافعت اس طور سے کی کہ جسکی وجہ سے اس جنگ میں پیچ در پیچ دلچسپ واقعات نمودار ہوتے گئے۔ فرانسیسی فوج میسرہ میں دو کور تھے جنکی تعداد پچاس ہزار سپاہ کی تھی اور مصیبتوں کے پڑنے کی وجہ سے یہ فوج بے دل سی ہوگئی لیکن یہ فوج ایک ایسے جنرل کے زیر کمان تھی کہ جسنے اپنی تعجب انگیز غیر معمولی جنگی لیاقتوں کا پورا پورا ثبوت دیا۔ شہر وجنسی اور شہر مارچن آرئے کے درمیان آرلینز کے جنگلوں میں ایک مضبوط جگہ پر مقیم ہوکے جنرل چینزی نے ایک خونخوار لڑائیوں کا سلسلہ شروع کرکے فاتح فوج جرمنی نے جسقدر حملے کئے سب کو رد کرکے فوج جرمنی کو پسپا کیا اور ایک دفعہ سے زیادہ فوج جرمنی پر خود حملہ کیا۔ بعد ازاں پرنس فریڈرک چارلس نے کمک کے لئے ایک اور فوج بھیجی اور اس وجہ سے چینزی پیچھے ہٹ آیا لیکن اُس کا یہ پسپا ہونا نہایت باقاعدہ اور استقلال کے ساتھ تھا۔ شہر لی مانس کی مضبوط جگہ سے اس فوج کو بہت فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اور اگر چینزی اسجگہ پہنچ جاتا تو وہ مغرب کی فرانسیسی فوج کے شریک ہوجاتا اور پھر اُس کو بہت کمک پہنچ جاتی۔ اس لئے اُس نے لی مانس کی جانب کوچ کرنا شروع کردیا اور کئی جگہ اور خاصکر دریائے لوائر کے مضبوط دستوں اور مورچوں کو اُس نے فوج سے خوب مستحکم کیا اور بعض اوقات اپنے تعاقب کنندگان پر لوٹ کے حملہ کرکے اُن کو بہت نقصان پہونچاتا تھا۔ اور آخرکار ۱۷ دسمبر کو اُس نے شہر لی مانس لے ہی لیا اور اپنی فوج کو نقصان سے بچائے رکھا اور اپنی کمک سے جاملا۔

دریائے لوائر پر چند دن تک لڑائی رہنا

پہلی دسمبر سے ۵۔ دسمبر تک فرانسیسی فوج لوائر سے ایک بڑا خونریز سلسلۂ جنگ جاری رہا اور یہ لڑائیاں بیرس اور آرلینز کی سڑک پر شہر آرجیس سے شہر آنجنسی تک ہوتی ہوئی شہر جلورس تک جاری رہیں۔ جو آرلینز سے شمال کی جانب کئی میل پر ہے۔ جرمنی فوج میمنہ زیر کمان گرینڈ ڈیوک میکلنبرگ تھی اور جبکہ جرمنی فوج قلب اور میسرہ فرانسیسی فوج کو اُن کے مورچوں اور دستوں سے دریائے لوائر کی جانب واپس بھگا رہی تھی جرمنی کی فوج میمنہ مغربی جانب کوچ کر رہی تھی اور اس سے یہ خوف تھا کہ کہیں جنرل پلیئزا اور جنرل آرلیئس کو شہر ٹورس سے علیحدہ نہ کر دے۔

یکم دسمبر کو ہر دو افواج معاندین بمفصلۂ ذیل جگہوں پر مقیم تھیں:۔

شہر آرجیس کی داہنی جانب بویئر کی فوج پڑی ہوئی تھی۔ ۱۷۔ ڈویژن فوج قلب اور پہلی فوج مقرر کیگئی تھی اور ۲۲۔ ڈویژن شہر آرلینز کی سڑک پر بڑھکر آدھی رات کو درمیان شہر جیس ویلی اور آرٹینی کے مقیم تھی اور میسرہ پر چوتھی ڈویژن سواران تھی۔ پرنس فریڈرک چارلس کا ہیڈ کوارٹر شہر بیتھی ویئرزیں تھا اور تیسری آرمی کور زشہر زہ چرلیس گیٹر ینڈ سے شہر چیٹین تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور فرانسیسی فوج جو زیر کمان جنرل چینری تھی وہ شہر آرٹینی میں دمدمے اور مورچے بنا کے خوب مستحکم جگہ مقیم تھی اور اس فوج کی جناح۔ بویئر کی فوج کے سامنے مواضعات پوپری۔ ٹرمینیئن اور جیالن ویلی تک پھیلی ہوئی تھی۔ جرمنی کی ۳۔ کور کے مقابلہ میں فرانسیسی فوج پھیلی ہوئی نہیں تھی۔ درحقیقت اگر وہاں کوئی فوج ہوتی تو وہ غیر محفوظ ہوتی چونکہ اس کے پیچھے بیس میل تک گھنا جنگل تھا اور یہ جنگل دریائے لوائر کے شمال میں اور شہر آرلینز اور شاٹونیف کے بیچ میں واقع تھا۔

پہلی۔ دسمبر کی سہ پہر کو تین بجے کے قریب لڑائی شروع ہوئی لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ فرانسیسی فوج نے جس میں ۲۰ پلٹنیں تھیں فوج بویئر یا کے مقابلہ پر بڑھنا شروع کر دیا جس میں بویریا کی ۳۰ بریگیڈ فوج تھی اور فرانسیسی فوج نے بویئر یا کی فوج کو آرجیس پر واپس بھگا دیا۔ اور ان کی دو توپیں فرانسیسی فوج کے ہاتھ لگیں۔

۲۔ دسمبر کو علی الصباح لڑائی پھر شروع ہوئی۔ آرلینز کے شمال اور شمال مغرب میں جو قطعۂ ملک ہے وہ تیل تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک وسیع میدان چلا گیا۔ اس میدان میں بے شمار دیہات ہیں۔ دہاقین کے مکانات

مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور اُن پر چھپر پڑے ہوتے ہیں۔ جب فرانسیسی فوج نے بویریا کی فوج پر حملہ کیا جسکو چار و ناچار شکست دیکر پیچھے ہٹایا۔ اور بویریا کی فوج اب زیادہ تاب مقابلہ نہ لاسکی۔ اسلئے یہ ہٹ گئی اور اس کی جگہ ۱۷۔ ڈویژن کی ۱۲ رجمنٹ آسٹریا والوں کی آئی گئی (جرمنی میں تین شہر اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد ہیں ان کا نام ہمبرگ برمین اور لیوبک ہے اور یہ شمالی جرمنی میں واقع ہیں۔ از مترجم) اور فرانسیسی فوج نے اس رجمنٹ سے دوپہر کو قریب ۱۱ بجے کی لڑائی شروع کردی۔ یہ لڑائی مشرقی جانب بڑھتی جاتی تھی اور دو بجے کے قریب شہر آبٹینی سے بویریا کی فوج کی لائن تک ایک مسلسل بوچھاڑ گولے اور گولیوں کی ہو رہی تھی۔ فرانسیسی اپنی جگہ پر نہایت بہادری سے قایم رہے۔ جرمنی کی فوج نے جو بہت درماندہ ہوئی تھی اور لمبے لمبے کوچوں سے تھک گئی تھی اُس نے بہت ہی سخت کوشش کی تاکہ فرانسیسی فوج کو پسپا کردے جو جرمنی فوج سے تعداد میں زیادہ تھی اور توپوں اور سٹریلیز سے مسلح و مستحکم تھی۔ علاوہ ازیں تمام ۱۷۔ ڈویژن فوج۔ بڑے معرکہ میں بالکل نئی آئی تھی۔ میدان کارزار کی لائن میں تمام مکانات دیہات کے اُٹھنے والے گولوں کی وجہ سے جل رہے تھے اور جب رات ہوئی تو ایک طرف تو چاند چمک رہا تھا اور دوسری جانب مکانات اور دیہات کے جلنے سے زمین سے آسمان تک روشنی ہو رہی تھی اس میدان کارزار کی زمین حملۂ سواران کے لئے بہت مناسب تھی اور شہر آبٹینی کے مقابل میدان کارزار میں ۳۰۔ ڈویژن رسالہ بہت اچھی طرح لڑ رہا تھا۔ مگر فرانسیسی فوج نے اپنی سٹریلیز توپوں سے آگ برساکر اس ڈویژن کی ایک رجمنٹ کو بالکل نیست و نابود کردیا۔ اور سینکڑوں گھوڑے بلاسوار جنکے سوار قتل ہوگئے تھے اور بعض گھوڑے زخمی بھی ہوگئے تھے۔ چاروں جانب سے بڑے خوف سے ہنہناتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ آج کی لڑائی بھی مثل اُن تین خونریز لڑائیوں کے تھی جو ماہ اگست میں شہر متز کے آگے ہوئی تھیں اور مثل اُن لڑائیوں کے اس لڑائی سے بھی ظاہر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

میدان کارزار میں ہر جانب مقتولوں اور مجروحوں کی بے شمار تعداد پڑی ہوئی تھی اور کسی جانب یہ تمیز نہیں ہوسکتی تھی کہ کونسا فریق فائدہ میں رہا ہے جو نقصانات ہوئے تھے اُن کا تخمینہ صحیح طور سے نہیں ہوسکتا تھا۔ لفٹنٹ جنرل ون اسٹینفن کمانڈر اول ڈویژن فوج بویریا اور ۱۷ رجمنٹ کا کرنل نیومیں اور ۷۰ رجمنٹ کا میجر ون ہرچ فیلڈ یہ تینوں نہایت سخت مجروح ہوئے۔ جرمنی فوج نے ۱۸۰۰ اٹھارہ سو قیدی گرفتار کئے جن میں ایک جنرل بھی تھا۔ رات کو بڈھے آدمی اور عورتیں اور بچے اپنے جلتے ہوئے مکانوں سے نکلکر اِدھر اُدھر پھر رہے تھے اور افسوس اُن کی کوئی پناہ کی جگہ نہیں رہی تھی۔ فوجوں نے بھی تمام رات کھلے میدان

میں گذاری۔

۳۔ دسمبر کو گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کی فوج سے اور فرانسیسی باقیماندہ فوج لوائر سے جبیں شہر ٹورس سے اور لگی فوج آکر شریک ہوگئی تھی۔ شہر وجنسی کے پاس ایک جم کر لڑائی ہوئی اور اس میں افواج جرمنی کو کامیابی ہوئی اور شہر وجنسی کی فتح ہو جانے کا فرانسیسوں کو اندیشہ ہو گیا جرمنی کی فوج نے پندرہ سو قیدی گرفتار کئے اور چھ توپیں اُنکے ہاتھ لگیں۔ ۲۔ دسمبر کی لڑائی کے بعد ۱۷ اور ۲۲۔ ڈویژن فوج جرمنی نے سعہ اول کو رز فوج بوئربا کی بوجنسی کیجانب کوچ کر دیا۔ فرانسیسی فوج شہر مارچن آئر کے جنگل اور بوجنسی کے درمیان مقیم تھی۔ علاوہ اُس فوج کے جو اول دن کی لڑائی میں شریک تھی۔ فرانسیسی فوج لوائر کی دو کور جو شہر آرلینز سے بھگا دی گئی تھیں اُنہوں نے بھی اس جرمنی فوج کا کوچ روکنا چاہا۔ مگر جرمنی فوج مضبوطی کے ساتھ آگے بڑھی گئی اور دیہات کراونٹ ریسونٹ میساس پر قبضہ کر لیا اور آخر کار شہر وجنسی بھی لے لیا۔ چھ توپیں اور ایک ہزار سے زائد قیدی فوج جرمنی نے گرفتار کئے۔ ۴۔ دسمبر کو موضعات رونولیٹ۔ ویلر سا اور سرنی بھی فرانسیسی فوج سے چھین لئے۔ اور بہت سے فرانسیسی گرفتار ہوئے۔ شہر ویرزن کی ریلوے پر بھی جرمنی فوج نے قبضہ کر لیا۔ ۴۔ دسمبر کو گرینڈ ڈیوک کی تمام فوج نے فرانسیسوں پر پھر حملہ کر دیا اور اور ان کی تمام مضبوط جگہوں پر قبضہ کر کے فرانسیسی فوج کو مارچن آئر کے جنگل میں بھگا دیا اور بہت سے فرانسیسی گرفتار ہوئے۔

اس لڑائی کی بابت بھی فرانسیسی بیان جرمنی بیان سے قدرے مختلف ہے۔ جنرل چینزی کا بیان ہے کہ اگرچہ گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کی تمام فوج نے حملہ کر دیا تھا مگر فرانسیسی فوج ان تمام معرکوں میں اپنی جگہ پر قایم رہی۔ ۵۔ دسمبر کو ۹۔ جرمن کور کے ایک دستہ نے جو شہر بلوئس کی جانب بڑھ رہا تھا ایک فرانسیسی ڈویژن فوج کو جو اُن کے مقابلہ کے لئے آئی تھی بلوئس کے قریب موضع مونٹ الوالڈ پر شکست دیکر اُس کو پسپا کر دیا۔ اُس کور کے اور دیگر دستوں نے دیگر فرانسیسی فوج کو شہر چیمبورڈ کی جانب بھگا دیا اور آخر کار دریائے لوائر کے کنارہ بلوئس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ ریاست ایسی کی پلٹنوں نے ۵۔ توپیں فرانسیسی فوج سے چھین لیں۔ ۸۔ دسمبر کو ۲۔ آرمی کور نے ایک فرانسیسی فوج کا تعاقب کر کے اُس کو برانے کے آگے موضع نیوائی تک پیچھے ہٹا دیا۔ جو فرانسیسی فوج گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ کی فوج کا مقابلہ کرنے کو پڑی ہوئی تھی وہ پسپا ہو گئی اور بہت دور تک اُن کا تعاقب کیا گیا۔

شروع دسمبر میں شاہ پرشیا نے جرمنی فوج کے نام مفصلہ ذیل اعلان شایع کیا۔

"اے جرمنی متحدہ کے لشکر کی سپاہ۔

"ہم اب اسوقت جنگ کے قطعی نتیجے پر پہنچنے والے ہیں جب کہ میں نے تم کو گذشتہ ایڈریس دیا تھا اُسوقت دشمن کی آخری فوج جو شروع جنگ پر ہمارے مقابلہ میں تھی وہ بوجہ پسپا ہونے کے گویا بالکل برباد کردی گئی تھی مگر دشمن نے اب غیر معمولی کوششوں سے ہمارے مقابلہ کے لئے نئی فوج تیار کرلی ہے۔ اور باشندگان فرانس کے ایک بہت بڑے حصّہ نے اپنے آرام کا پیشہ چھوڑکر اور جنکو پیشہ سے ہم نے نہیں روکا تھا ہتھیار سنبھال لئے ہیں۔ اگرچہ دشمن بعض اوقات فوج بہ نسبت کی تعداد سے زیادہ تھا لیکن ہم نے اُن کو شکست دی ہے۔ اسلئے کہ بہادری اور قواعد دانی اور امر راست کا بھروسہ کرنے کی قوت۔ ہماری تعداد سے زیادہ ہوتی ہے۔ دشمن کے پیرس کے محاصرہ توڑ دینے کے تمام ارادے پسپا کردیئے گئے اور اکثر خونریزی کے ساتھ بھی دشمن کو پسپا کیا گیا جیسا کہ چیمپگنی اور لاابورگٹ کی لڑائی کے موقع پر ہوا ہے۔ لیکن یہ سب امور بوجہ تم لوگوں کی بہادری کے ہوئے ہیں دشمن کی تمام فوجیں جو ہر چہار جانب سے پیرس کی خلاصی کے لئے آرہی تھیں۔ اُنکو شکستیں دی گئی ہیں۔ ہماری فوجیں جنہیں سے بعض چند ہفتے ہوئے کہ مٹز اور اسٹراسبرگ کے آگے مقیم تھیں۔ اب شہر روئن آرلینز اور ڈیجوں تک پہنچ گئی ہیں اور ان چھوٹے چھوٹے معرکوں میں دو لڑائیاں بڑی مفید ہوئیں۔ ایک تو شہر امینز کی لڑائی اور دوسری وہ لڑائی جو چند دنوں تک شہر آرلینز میں ہوئی۔ ان لڑائیوں کی فتح سے ہماری سابقہ فہرست فتوحات میں اور اضافہ ہوگیا ہے۔ ہم نے دشمن کے کئی قلعجات فتح کرلئے ہیں اور بہت سامان جنگ ہمارے ہاتھ آیا ہے۔ اسلئے ہم کو بہت بڑی خوشی ہے اور ہم اپنی خوشی کا تم سے اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم تم سب لوگوں کا سچی سے لیکر جنرل تک کا شکریہ ادا کرتے ہیں اگر دشمن اب بھی جنگ کو جاری رکھے تو ہمیں یقین ہے کہ تم اپنی اسی قسم کی قوت اور ہمت اُسکو دکھاؤ گے جس کی وجہ سے تم کو اب تک فتح حاصل ہوتی رہی۔ تاوقتیکہ دشمن ایک باعزت صلح نہ کرلے۔ کیونکہ اس جنگ میں ہمارا بہت خون اور فوج ضایع ہوئی ہے۔"

دستخط - ولیم۔

ہیڈ کوارٹر۔ وارسلیز۔ ۶۔ دسمبر ۱۸۷۰ء

۲۱۔ دسمبر کو۔ انگریزی جہازوں کو جو شہر ڈنکلیر کے پاس دریائے سین میں خالی کھڑے ہوئے تھے پرشیا کی فوج نے گرفتار کرکے اُن کو دریا میں ڈبو دیا۔ کیونکہ فرانسیسوں کے دریائے سین میں کئی جنگی کشتیاں تھیں اور اُنہوں نے فوج پرشیا کو شہر روئن کی جانب کوچ کرتی ہوئی بہت حیران کیا تھا۔ ۲۱۔ دسمبر کو ایک جنگی کشتی شہر ڈنکلیر کے قریب تک چلی گئی جہاں کہ دریا کے داہنے کنارے پر کچھ پرشیا کی فوج مقیم تھی۔ ڈنکلیر ایک چھوٹا سا بندرگاہ

جو درمیان شہر کیو بلوف اور شہر روئن کے واقع ہے اور فوج پر شیا کو جب یہ معلوم ہو گیا تھا کہ فرانسیسی جنگی کشتیوں کا بیڑا ادھر آ رہا ہے تو انہوں نے دریا کا یہ راستہ مسدود کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے پانچ انگریزی کوئیلہ بھرنے کے جہاز اور ایک دیگر جہاز وہاں سے قریب ہی تھے اور دریائی راستہ روکنے کے لئے ان جہازوں کا ڈبو دینا ضروری تھا۔ اسلئے پرشیا والوں نے ان کو ڈبو دیا۔ اس سے مالکان جہاز کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ کیونکہ پرشیا والوں نے اُن کے تاوان کا ایک تمسک لکھ کے دیدیا۔ ۲۱۔ دسمبر کو پیرس سے ایک فوج نے نکلکر فوج محاصرین پر شمالی جانب حملہ کیا تاکہ جنرل فیڈہرب کی فوج کے شریک ہو جاویں جو بیرونی جانب شمال میں لڑائی کر رہا تھا۔ فرانسیسی فوج نے مواضعات نیلی سور مارنی۔ ویلی اور ارڈ اور مونٹین پلینٹی پر قبضہ کر لیا اور اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے اس جانب جرمنی آگ چاروں طرف سے خاموش کر دی۔ توپخانہ کی ایک سخت لڑائی کے بعد امیرالبحر لارون سیئر نے معہ فوج قلعہ سینٹ ڈینس کے قصبہ لابورگٹ پر حملہ کر دیا لیکن وہ اپنے تئیں وہاں قایم نہ رکھ سکا اور واپس چلا آیا۔ جرمنی فوج نے ایک سو فرانسیسی قید کئے۔ جنرل ڈوکرٹ نے مواضعات بونٹ ایلان اور بلینک سینرنل پر جرمنی کے توپخانہ پر سخت حملہ کر دیا۔ اور مغرب کی جانب جنرل نوئل نے مواضعات مانٹری ٹاوٹ اور بزن وال پر فوج لا ڈالی اور فوج گارڈس موبائل نے اس لڑائی میں پورا حصہ لیا۔ شب کو جنرل ڈوکرٹ نے مواضعات گرد سلی اور گرینڈ ڈرین سی کے میدانوں پر قبضہ کر لیا۔ ان معرکہ جات میں امیرالبحر لارون سیئر کی فوج بہت ماری گئی اور فوجوں کا نقصان کم ہوا۔ جرمنی فوج کا نقصان کم ہوا۔ معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں نے یہ غلط خیال قایم کر لیا تھا کہ فوج شمالی ہمارے قریب آ گئی ہے اور اسی لئے اُنہوں نے پیرس سے نکلکر حملہ کیا تھا اور جرمنی کی فوج نے اس فوج کو پسپا کر دیا اور جرمنی کی دو کورز اور فوج گارڈس کی فیوریلر پلٹنوں نے شہر سنٹیر پر قبضہ کر لیا۔ جنرل ٹرو چو بھی اس شب میدان کارزار میں رہا۔ شہر لابورگٹ پر توپخانوں سے سخت گولہ باری ہوئی۔ آخر کار فوج جرمنی نے ایر میتھ رجمنٹ کی ایک پلٹن اور آگسٹا رجمنٹ کی دو پلٹنوں سے اس شہر کو فتح کر لیا۔ جرمنی فوج نے کئی سو قیدی گرفتار کئے اور جرمنی فوج کا نقصان بہت کم ہوا۔ فرانسیسی فوج نے شہر بوگنی سے آکر موضع سیوین پر سیکستی کی فوج پر حملہ کیا اور دریائے مارنی پر جو قلعجات روزنی اور نوئیل ہیں وہاں سے موضع چلیس میں جرمنی فوج پر حملہ ہوا لیکن حملہ آور نہایت سخت نقصان اُٹھا کے پسپا ہوئے۔ ایک ہزار سے زائد فرانسیسی گرفتار ہوئے۔ اس حملہ کے دوران میں جرمنی فوج کے مورچوں پر پھٹنے والے گولے مسلسل پھینکے گئے۔ جرمنی کی صرف ۵۰ آدمی کو زد پر اس قسم کے تین سو پچاس گولے گرے اور اس فوج کا نقصان یہ ہوا کہ صرف ایک سپاہی مجروح ہوا۔ ۲۲۰۔ دسمبر کو

فرانسیسوں نے اُسی جانب مواضعات سیورن اور چلیس پر ظاہراً کم تعداد فوج سے حملہ کیا جرمنی فوج نے حملہ روکر کے فرانسیسی فوج کو نہایت آسانی سے پسپا کر دیا۔

جنگ پونٹ نویلیس

یہ لڑائی ۲۳۔ دسمبر کو واقع ہوئی۔ اس لڑائی میں پرشیا کی فوج کی تعداد ۴۰۰۰۰ سپاہی کی تھی جو زیر کمان جنرل مانٹ اُفل تھی اور فرانسیسی فوج کی تعداد ۴۰۰۰۰ تھی اور یہ زیر کمان جنرل فیڈہرب تھی اس لڑائی سے دو روز پیشتر فرانسیسی فوج اپنی چھاؤنی شہر کو ربائی میں مقیم تھی اور مواضعات بیو کورٹ۔ مونٹگنی۔ بچھن کورٹ۔ ڈرونشکیس۔ پونٹ نویلیس لبی وکیوئی مونٹ اور ڈوارس پر قابض تھی۔ لیکن جرمنی فوج نے ۲۳۔ دسمبر کو فرانسیسی فوج پر حملہ کر کے اُس کو ان مواضعات سے بھگا دیا تھا اور باوجود فرانسیسی فوج کے سخت حملہ کے فوج پرشیا ان پر قابض ہو گئی یہانتک کہ بوجہ رات ہونے کے یہ لڑائی ختم ہوئی۔ فرانسیسوں کے پاس اس جنگ میں اس قدر توپخانہ تھا اگر یہ توپخانہ کی لڑائی کہی جاوے تو زیادہ مناسب ہے۔ اور یہ لڑائی ختم اس طرح ہوئی کہ فرانسیسی فوج نے کُل میدان کارزار میں سنگین سے حملہ کرنا شروع کر دیا (سنگین اُس خنجر کو کہتے ہیں جو بندوق کے منہ پر لگایا جاتا ہے۔ از مترجم) جبکہ جرمنی کی فوج نے ان دیہات کو لے لیا تو فرانسیسی فوج سخت نقصان کے ساتھ وادی ہلو کی جانب بھگا دی گئی۔ اور بوجہ رات ہو جانے کے تعاقب نہ ہو سکا۔ جرمنیوں نے تو اس لڑائی کا یہی حال بیان کیا ہے جو ابھی بیان ہوا ہے لیکن اس لڑائی کی بابت فرانسیسیوں کا جو بیان ہے وہ اس بیان سے بہت مختلف ہے۔ فرانسیسوں کا بیان ہے کہ لڑائی کے دو روز پیشتر فرانسیسی فوج اپنی چھاؤنی شہر کو ربائی میں مقیم تھی اور دریائے لاہلو کے بائیں کنارے کے دیہات پر قابض تھی۔ لاہلو ایک چھوٹی سی ندی ہے جو مقام ڈوارس پر دریائے سوم میں ملجاتی ہے فرانسیسی فوج نے میدان کارزار کیلئے اس دریا کے بائیں کنارے پر جو بلند زمین ہے وہ پسند کی تھی اور وادی کے عبور کرنے کا کام پرشیائی فوج پر چھوڑ دیا تھا جو شہر بینٹ سے آتی تھی اور جو دریا کے داہنے کنارے ہو کر وادی میں پہنچکتی تھی۔ جنرل فیڈہرب نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا تھا کہ ان دیہات میں فوج جرمنی کا خفیف مقابلہ کرنا اور فوراً پیچھے ہٹ کر بلند جگہ پر آجانا۔ اس حکم کی پورے طور سے تعمیل کی گئی اور ۲۳۔ دسمبر کو ۱۱ بجے کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ پر آ گئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان صرف ایک تنگ مگر دُل دار وادی رہگئی اور اب دیہات کے مکانات پر گولہ باری شروع کر دی گئی جانبین کی طرف سے اس لڑائی میں ستر ستر یا اسی اسی توپیں گولہ باری کر رہی تھیں۔ جرمنی توپوں کے

گاؤں میں داخل ہوتے ہی فرانسیسیوں نے بھی گولہ باری شروع کردی۔ ۳½ بجے کے قریب دونوں جانب کے توپخانوں سے گولہ باری کم ہوئی اور فرانسیسی فوج پیدل کو حکم دیا گیا کہ وہ ذرا تیز قدمی کے ساتھ جرمنی فوج پر حملہ کرتی ہوئی بڑھی چلی جاوے اور ان تمام دیہات سے جرمنی فوج کو نکالدے۔ یہ حکم نہایت مستعدی اور بہادری سے عمل میں لاکر پورا کیا گیا جنرل سولاک کے ڈویژن فوج نے دیہات ڈوارس اور وائیکو سونٹ پر پھر قبضہ کرلیا۔ بیسل کے ڈویژن فوج نے مواضعات پونٹ ٹونیلس اور کوارکیس لے لئے۔ شمالی فوج کے ایک ڈویژن نے جو زیر کمان روبن تھی موضع بے ہن کورٹ پھر لے لیا۔ اور دہنی جانب ڈروجا کے ڈویژن فوج نے بولین کورٹ اور پرہین کورٹ پر قبضہ کرکے دور تک دشمنوں کا تعاقب کیا۔ شام کے پانچ بجے ہر چہار جانب ہماری کامیابی نظر آتی تھی اب رات آگئی اور دوست اور دشمن میں کچھ تمیز نہیں ہوسکتی تھی۔ فوج پرشیا نے ان واقعات سے فائدہ اٹھایا۔ کیونکہ اس لڑائی کا ابھی تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا اسلئے وہ بغیر لڑائی جاری رکھی مواضعات ڈوارس۔ کورکیس اور بے ہن کورٹ کی جانب پیچھے لوٹ گئی فرانسیسی فوج نے فوج جرمنی سے اب وہ سب جگہیں لیکر کہ جس پر وہ لڑائی سے پہلی شب کو قابض تھی۔ رات میدان کارزار ہی میں بسر کی اور دوسرے دن دوپہر کے دو بجے تک وہیں مقیم رہی اور اس بات کا انتظار کرتی رہی کہ فوج پرشیا اب پھر لڑائی شروع کرتی ہے یا نہیں مگر فوج پرشیا نے لڑائی دوبارہ شروع نہیں کی۔ صرف چند گولیاں اور وہ بھی فاصلہ سے دونوں فوجوں نے چلائیں۔ یہ فتح پاکر فرانسیسی فوج اپنی چھاؤنی میں واپس آئی جو شہر کولمبائی اور البرٹ کے بیچ میں ہے۔ فرانسیسی فوج میں جو نوجوان سپاہی تھی اُس کو موسم کی سختی کی وجہ سے اور بھوکے رہنے کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی اور یہ بھوکا رہ جانا ایسی بڑی لڑائیوں میں اکثر ہوجاتا ہے۔ میدان کارزار میں سپاہیوں کے لئے جو روٹی بھیجی گئی وہ منجمد ہوگئی اور کھانے کے قابل نہیں رہی۔ فرانسیسی نقصان کا تخمینہ یہ لگایا گیا ہے کہ دو سو سپاہی فوج کے قتل ہوئے اور ایک ہزار سے دو ہزار تک سپاہی زخمی ہوئے مگر یہ سب خفیف زخم تھے۔ پرشیا کی فوج کا بہت نقصان ہوا اور خاصکر فرانسیسی توپخانہ سے اُس کو سخت نقصان ضرور ہوا ہوگا اس دن کے ختم ہونے پر کچھ جرمنی زخمی اور کچھ جرمنی فوج گرفتار کی گئی۔

باوجود فرانسیسی شاندار بیان کے جو دربارۂ جنگ پونٹ نویلس فرانسیسوں نے بیان کیا۔ معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں کو اسقدر فخر کرنے کا کوئی موقع ملا ہی نہیں کیونکہ بعد کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل بیان میں فوج کی تعداد بہت بتلائی تھی۔ جو آخری بیچ بیان سے بہت کم ثابت ہوئی۔ آخری بیان کے مطابق پرشیا کی فوج کی تعداد

چونتیس ہزار تھی اور چالیس توپیں تھیں۔ اور فرانسیسی فوج کی تعداد ستر ہزار تھی اور اسمیں ساٹھ یا ستر توپیں تھیں۔ گویا جنرل فیڈہرب کے پاس جنگ نوبلیس میں جرمنی فوج سے تین گنا فوج زیادہ تھی۔ اس حالت میں جنرل مانٹ ایفل صرف حملہ کی مدافعت ہی کر سکتا تھا اور یہ مدافعت اُس نے نہایت لیاقت سے کی اور جب کبھی اُسکو موقع ملتا تھا بہت سی فرانسیسی فوج کو مار ڈالتا تھا۔ ۲۴۔ دسمبر کو تمام دن جنرل فیڈہرب نے اپنی فرانسیسی فوج کو بالکل بے کار رکھا۔ ۲۵۔ دسمبر کی صبح کو پرشیا کی فوج یہ معلوم کر کے بڑی متعجب ہوئی کہ وہ مضبوط فرانسیسی فوج جس نے پونٹ نوبلیس پر ایسی فائدہ مندی کے ساتھ قبضہ کر رکھا تھا۔ پونٹ نوبلیس کو خالی کر کے یکایک روانہ ہو گئی اور شہر آراس کی جانب واپس چلی گئی ہے۔ پرشیا کی فوج کا رسالہ سواراں فوراً تعاقب کرنے کے لئے تیار گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ جنرل فیڈہرب کی فرانسیسی فوج کے تعاقب میں مصروف ہوا۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ اس پسپا شدہ فوج کے آخری حصہ کو حیران کریں اور جو سپاہی فوج سے علیحدہ ہو جاوے اُس کو قتل کریں یا گرفتار کر لیں۔ سواران فوج جرمنی نے شہر البرٹ تک اس فوج کا تعاقب کیا اور جب یہ تعاقب کنندگان وہاں پہنچے تو اُن کو معلوم ہوا کہ جنرل رائن اس پسپا شدہ فوج کے آخری دستہ کے ساتھ ابھی یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ اس پر تعاقب کنندوں نے تعاقب موقوف کر دیا سیدان کارزار کے گرد اگرد بہت دور تک کشتوں اور مقتولوں کی نعشیں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔

فصل سیزدہم

ہادر کے قریب لڑائی ہونا۔ فرانسیسی قلعجات پر گولہ باری۔ بابام کے نزدیک لڑائی ہونا۔

مختلف واقعات جنگ۔

۱۸۷۰ء کے گذشتہ پانچ ماہ اب ختم ہونے کو ہیں اور ان مہینوں میں اُس قوم کو جو یورپ میں اب تک اوّل درجہ کی جنگی قوم سمجھی جاتی تھی بہت ہی بڑے بڑے واقعات پیش آئے ۱۸۷۰ء کے اختتام پر اب ملک فرانس کی یہ حالت ہے کہ اُس کا شہنشاہ ملک جرمنی میں قید ہے۔ شہنشاہ بیگم اور ولیعہد فرانس انگلستان کو بھاگ گئے ہیں۔ فرانس کی زرخیز زمین فاتح فوج کی لوہے کی ایڑیوں کے نیچے پامال ہو رہی ہے اور ملک کی کل آبادی فاتح فوج کی حقارت اور وصولی خراج کے باعث ماری ماری پھر رہی ہے اور کل ملک میں یہ فاتح فوج پھیلی ہوئی ہے ملک کے تمام تجارتی اور زراعتی پیشے کہیں کلی اور کہیں جزئی بند ہوئے پڑے ہیں۔ فرانس کا خوبصورت دارالسلطنت پیرس

تمام فرانسیسی قوم کو فخر ہے اور جس شخص نے کہ اُس کا خوش منظر سواد دیکھا ہے اُس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہا ہے وہ ایک بہت بڑا جیلخانہ ہو رہا ہے جسمیں لکھو کھا مردمان و مزارعان مقید ہو کر وہ وہ صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں جو عموماً محصور شہر پر نازل ہوا کرتے ہیں سچ ہے۔ جنگ تمام برائیوں سے بڑھکر بُرائی ہے۔

۲۳۔ دسمبر کو فوج ہاور کے ایک حصہ فوج نے پرشیا کی فوج پر قصبۂ بولیک کے نزدیک پہلا حملہ کیا یہ قصبہ شہر ہاور کے قریب واقع ہے۔ اُس دن کرنیل ڈی ہیومونٹ نے فرانسیسی فوج کا ہیڈ کوارٹر قصبہ میلاپیر میں مقرر کیا تھا۔ یہ مشہور ہو رہا تھا کہ پرشیا کی فوج کی ایک کور نے جس نے اپنی ساٹھ گاڑیاں فوج پیدل کے استعمال کے لئے روانہ کر دی ہیں۔ اُس میدان کی جانب بڑھی جا رہی ہے جو شہر نوئن لاٹ اور بولیک کے درمیان واقع ہے ۲۴۔ دسمبر کی صبح کو پرشیا کی فوج کے مقدمۃ الجیش نے بولیک کے قریب قصبہ رونچر یلیس پر جو فرانسیسی فوج تھوڑی سی پڑی ہوئی تھی اُس کو پسپا دیا۔ آٹھ بجے کے قریب لڑائی شروع ہو گئی۔ فرانسیسی فوج ہاور کے آٹھ سو سپاہی تھے اور اُنہوں نے جرمنی فوج کا تخمینہ تین ہزار سپاہ کا کیا تھا مگر جرمنی فوج درحقیقت اس کی نصف تھی۔ فرانسیسی فوج ایک بلند کھیت پر جسکا نام لاجولی تھا پیچھے ہٹ گئی اور فرانسیسی فوج کی دو توپوں نے پرشیا کی فوج کی ایک توپ کو بیکار کر دیا اور فرانسیسی گولہ باری سے جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ اسی میدان میں فرانسیسی فوج قلب بھی تھی اور فوج میمنہ بھی اُسکے شریک ہو گئی اور اس فوج نے دشمن پر اب بندوقوں سے خوب گولیاں برسائیں۔ فرانسیسی فوج میمنہ بہت بہادری لڑی اور ایم موچز فرانسیسی فوج کا کمانڈر اعلےٰ معہ بارہ توپوں کے اور ایک ہزار فوج اور آیا۔ فرانسیسی فوج اب جرمنی فوج کا ایک بہادرانہ تعاقب کرنے ہی کو تھی کہ یکایک ایک نامعلوم خوف کیوجہ سے اُن کی فتح فوج کے پسپا ہونے میں متبدل ہو گئی۔ کرنل ڈی ہیومونٹ جو اس فوج کا کمانڈر تھا اُس کو یکایک یہ خیال ہوا کہ پرشیا کی دس ہزار فوج اُس کی فوج بسیرہ پر حملہ کرنے کو ہے۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ یہ مجنونانہ خیال اُس کے دماغ میں کہاں سے آ گیا شہر سینٹ روین میں جو کونسل جنگ منعقد ہوئی اُس میں کرنیل مذکور نے بیان کیا کہ دس ہزار جرمنی فوج کے ہونے کا مجھے یقین تھا اور مینے شہر ہاور پر لوٹنے ہی میں مصلحت اور حفاظت فوج سمجھی۔ دیگر افسران فوج اپنے اس سردار کی غلطی میں شریک نہیں کر سکے اور فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیدیا گیا۔ شب کے آٹھ بجے ایک طولانی کوچ کے بعد ہزار فرانسیسی فوج جو ۲ ہزار فوج پرشیا کے مقابلہ پر بھیجی گئی تھی اُن مورچوں اور مدوں کے پیچھے آکر مقیم ہو گئی کہ جو شہر ہاور کی حفاظت کے لئے بنے ہوئے ہیں اور اس فوج نے اپنے گرداگرد خندقیں کھود لیں۔ ایم پریل حاکم شہر ہاور جو میدان کارزار میں گیا تھا اور جس نے فرانسیسی فوج کو بھاگتے ہوئے

دیکھا تھا اُس نے رات کا کچھ حصّہ فوج فرانس کو اِدھر اُدھر دشمن کی تلاش میں بھیجکر صرف کیا اور دشمن کی موجودگی کی تحقیقات کی۔ اُس مفروضہ دس ہزار جرمنی کی فوج کا کہیں پتہ بھی نہ تھا پھر حاکم مذکور شہر میں لوٹ آیا اور فرانس کی فوج کے پسپا ہونے پر اُسکو نہایت غصہ تھا۔ فوج ہا ذرا اپنے افسر کی نالائقی سے شرمندہ معلوم ہوتی تھی اور جرمنی کی فوج پر حملہ کرنیکو تیار رہتی تھی۔ کرنیل ڈی بیوسونٹ کیجگہ کرنیل بوسٹ افسر مقرر ہوا۔

۷۷۔ دسمبر کو پیرس کے شمال مشرق کی جانب قلعہ سونٹ اورن پر گولہ باری شروع کی گئی اور پرشیا کے توپخانہ نے اس قلعہ کو گرا دیا۔ صرف ایک روز تک فرانسیسی فوج نے لڑائی جاری رکھی اور پھر فرانسیسی فوج اس قلعہ کو چھوڑکر بھاگ گئی اور فوج پرشیا ۲۹۔ دسمبر کو اس قلعہ میں داخل ہوئی۔ بعد ازاں جو فرانسیسی فوج کہ پیرس کے باہر پڑی ہوئی تھی وہ پیرس کیطرف پسپا ہوگئی۔ اس لڑائی میں پرشیا کی فوج کا بہت کم نقصان ہوا۔ اس قلعہ میں فرانسیسی ۱۷۰ افسر مقتول پڑے ہوئے ملے اور بہت سا گولہ بارود اور بندوقیں پائی گئیں۔ یہ قلعہ ذرا کچھ بلند زمین پر واقع ہے۔ ۷۷۔ دسمبر کو پورے سو توپیں فصیلہ سونٹ فریسل کے مقابلہ میں توپوں کا چلنا شروع ہوا اور ہوا میں اُن کی آواز مثل رعد صاف معلوم ہوتی تھی تھوڑی دیر توپوں کی شلک سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ دن میں برف بھی برسنے لگ گیا۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے برف کے گرتے تھے اور تمام میدان سفید نظر آتا اور پاڈسیل سے آگے سوائے برف کے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی سے ایک دن پہلے جرمنی گولندازوں نے اس قلعہ کی شست باندھ لی تھی کیونکہ اُن کا گولہ ہمیشہ صحیح نشانہ پر پڑتا تھا۔ ۷۷۔ دسمبر کو تمام دن گولہ باری جاری رہی لیکن موسم کی سختی کی وجہ سے کسی شخص کو نتیجہ کی بابت کچھ یقین نہ تھا۔ شام کے ۵ بجے تک جرمنی توپخانہ کی ہر ایک توپ نے پچاس پچاس بار گولہ باری کی۔ فرانسیسی گولہ باری سے صرف بیس جرمنی گولنداز مارے گئے۔ ۲۸۔ دسمبر کو اس بات کا شبہ سا ہوا کہ فرانسیسی فوج اس قلعہ کو خالی کرکے چلی گئی ہے۔ لیکن اس پر بخوبی یقین ہوتا تھا۔ دوسرے دن تمام شکوک رفع ہوگئے اور فوج پرشیا نے اس خالی قلعہ میں جاکر اپنا قبضہ کرلیا۔

اس قلعہ کے فتح کرلینے کے بعد ۳۱۔ دسمبر کو فوج جرمنی نے قلعہ ہائے روزنی۔ نوژنی اور رونجنٹ پر گولہ باری جاری رکھی۔ باوجودیکہ موسم میں نہایت سختی تھی اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور برف اتنا گر رہا تھا کہ جرمنی گولندازوں کو سو گز سے زیادہ فاصلہ کی کوئی چیز نہیں دکھتی تھی۔ لیکن جرمنی کے توپخانوں نے یکم جنوری کی شام سے پہلے پہلے ان ہر سہ قلعجات کی گولہ باری کو خاموش کردیا اور فرانسیسی فوج ان شمال مشرقی قلعوں کو خالی کرکے چلی گئی۔ ان قلعجات کے لے لینے سے پرشیا کی فوج نے گرداگرد جو قلعوں کا سلسلہ پڑا ہوا تھا اُسمیں گویا رخنہ ڈال دیا لیکن باشندگان پیرس کی ویسی ہی ہمت

رہی جیسی کہ تھی اور قلعہ مونٹ اون کا حال وہ اس طرح سے بیان کرتی تھی کہ اس قلعہ پر فوج جرمنی نے جو حملہ کیا وہ پسپا کر دی گئی اور جرمنی کی فوج کی آٹھ ہزار یا سات ہزار سپاہ ماری گئی اور دربارہ خلوئے قلعہ مونٹ اون پریس والے یہ بیان کرتے تھے کہ چونکہ اس میں کوئی رچ نہیں تھا اس لئے حسب الہدایت جنرل ٹرو چو یہ قلعہ خالی کر دیا گیا ہے۔

۱۱۔ دسمبر کو جرمنی فوج اول ڈویژن کی پانچ پلٹنوں نے جو زیر کمان جنرل مانٹ الفیل تھیں اپنے سے زیادہ تعداد کی فرانسیسی فوج پر دریائے سین کے بائیں کنارے شہر روئن کے نزدیک حملہ کر دیا۔ یہ فرانسیسی فوج ضلع بریان سے آتی تھی اور قصبات سولینکس اور گرینڈ کورون کی جانب جا رہی تھی۔ فرانسیسی فوج کچھ تو منتشر ہو گئی اور کچھ قلعہ روبرٹ لی ڈائیل میں بھاگ گئی جو ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جرمنی فوج نے اس قلعہ پر بھی حملہ کر دیا۔ فرانسیسی فوج کی بہت سی توپیں دشمن کے ہاتھ آئیں اور ایک سو سے زیادہ فرانسیسی قید ہوئے جس میں فوج فرنکس ٹیرئر کا کمانڈر بھی تھا۔

یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو نئی سال کی خوش آمدید کے موقع پر شاہ پرشیا نے محل وارسلیز میں جو دعوت دی اُس میں اپنے مہمانوں کو حسب ذیل اسپیچ دی:۔

"بڑے بڑے واقعات گذر گئے ہیں کہ ہم اور آپ آج کے دن اس جگہ ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ ہمارا اس جگہ موجود ہونا تمہاری صرف بہادری اور استقلال کی وجہ سے ہے اور نیز ہماری فوج کی بہادری کی وجہ سے ہے کہ ہم کو اس قدر فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ بہتیر اسکے کہ ہم ایک باعزاز اور دائمی صلح پر پہنچیں ہم کو بہت بڑے بڑے کام کرنے باقی ہیں۔ ایسی دائمی صلح کا ہو جانا یقینی امر ہے بشرطیکہ آپ اُسی طور سے کارروائی کئے جاویں کہ جس کارروائی کی وجہ سے ہم اور آپ آج یہاں مقیم ہیں۔ آئندہ کیلئے ہم کو خداوند تعالےٰ پر بھروسہ کر کے اُسبات کا منتظر رہنا چاہیئے جو کچھ کہ اُسکی رحیمانہ مشیت نے ہماری تقدیر میں لکھ دیا ہے۔"

دعوت کے آخر میں شاہ پرشیا نے حسب ذیل تقریر پھر ادا کی:

"میں نئے سال کے خوش مقدم کیلئے اب اپنا جام اُٹھا کے پیتا ہوں۔ گذشتہ سال کا شکریہ ادا کر کے نئے سال سے ہر طرح کی اُمید رکھنا چاہیئے۔ ہماری فوج شکریہ کی مستحق ہے کہ جو فتح پر فتح پاتی چلی آئی ہے۔ مگر میں اُن شہزادگان جرمنی کا خاص مشکور ہوں کہ جو قبل جنگ فوج سے تعلق رکھتے تھے اور نیز اُن شہزادگان کا بھی کہ جو بعد میں فوج میں شریک ہو گئے ہیں ہم نے جو عمارت بنائی ہے اب اُس کی چوٹی کی جانب ہماری اُمیدیں لگی ہوئی ہیں یعنے ایسی صلح کی جانب جو باعزت ہو۔"

جنگ باپام

۲۔ جنوری کو ایک سخت لڑائی درمیان فرانسیسی اور جرمنی فوج کے واقع ہوئی۔ جرمنی فوج زیرکمان سونبثل تھی اور فرانسیسی فوج زیرکمان جنرل فیڈہرب تھی۔ یہ لڑائی شہر باپام کے نزدیک ہوئی اور متخاصمین میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ ہماری فتح ہوئی۔ ۲۔ جنوری کو دوپہر کو ایک فرانسیسی فوج عظیم نے قصبۂ ساپگنس کے قریب لڑائی شروع کردی جرمنی کی فوج شام تک یہ حملہ روکتی رہی۔ جس میں اُس کا نقصان کم ہوا اور فرانسیسوں کا نقصان زیادہ ہوا۔ دوسو پچاس ۲۵۰ سپاہی جرمنی فوج کے فرانسیسوں نے گرفتار کئے۔

۳۔ جنوری کو جنرل ون گوبٹن نے جو ۱۔ ڈویژن جرمنی فوج کا افسر تھا اور ایک دیگر دستۂ فوج نے جو زیرکمان پرنس البرٹ کے بیٹے کے تھا باپام کے نزدیک شمالی فوج فرانسیسی کے مقابلہ میں اپنی جگہ قایم رکھی اور دوسو ساٹھ فرانسیسی گرفتار کئے۔ فرانسیسی فوج کا خیر معمولی سخت نقصان ہوا اور شام کے قریب یہ فوج پسپا ہوگئی اور جرمن رسالہ نے اُس کا تعاقب کیا جرمنی فوج نے اپنی چند سابقہ جگہوں پر قبضہ کرلیا۔ جرمنی فوج کی اوّل آرمی کے جنرل ون بین تہیم نے ۳۔ جنوری کو علی الصباح دریائے سین کے بائیں کنارہ پر فرانسیسی فوج کو جو زیرکمان جنرل رولف تھی یکایک جا گھیرا اور تین جھنڈے اور دو توپیں اُن سے چھین لیں اور چار سو یا پانسو فرانسیسی گرفتار ہوئے۔

فرانسیسی فوج شمالی ۳۔ جنوری کو قصبۂ باریان سے جو شہر اراس کے قریب ہے روانہ ہوئی۔ اور اُسی دن فوج جرمنی سے لڑائی شروع کردی جسنے اپنی لائن فوج شہر کو سلیزر اور دیلرز اور مار کے مقابل ڈال رکھی تھی۔ یہ لڑائی بڑی خونریز ہوئی صبح کے نو بجے سے شروع ہوئی اور تمام دن ہوتی رہی۔ اس لڑائی کا نتیجہ فرانسیسی فوج میمنہ کے لئے بہت اچھا رہا لیکن فوج قلب اور میسرہ کا نتیجہ قطعی نہیں نکلا۔ ۳۔ جنوری کو ۷ بجے صبح کے لڑائی پھر جاری ہوئی اور نہایت سختی کیساتھ تمام دن جاری رہی۔ جرمنی فوج کو شکست فاحش ہوئی اور وہ شہر باپام کی جانب بھگا دی گئی۔ فرانسیسی فوج نے کئی دیہات سنگین سے حملہ کرکے فتح کرلئے۔ جرمنی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ فرانس کی فوج سوائل نہایت بہادری سے لڑی اور فرانسیسی فوج نے سخت سردی بہادری سے برداشت کی۔

جنرل فیڈہرب نے مفصلۂ ذیل حکم اپنی فوج کے نام شایع کیا

بونٹ نویلس کے جنگ میں تم مضبوطی سے اپنی جگہ قایم رہے اور جنگ باپام میں تم نے دشمن کو اُس کی سب جگہوں سے نکال باہر کیا اب دشمن بھی تمہاری فتح سے انکار نہیں کرسکتا۔ میدان کارزار میں جس بہادری سے تم لڑے

ہوا اور جس سخت موسم کی تم نے برداشت کی ہے۔ اس سے تمام ملک کو تمہارا مشکور ہونا چاہیئے۔ تمہارے کمانڈر تمہاری بہادری کی بابت اپنی رپورٹ میں انعام ملنے کے لئے تمہارے نام پیش کرینگے۔ سامان جنگ اور غلّہ وغیرہ تم اب بھیج کر سکتے ہو تاکہ لڑائی جاری رکھو"

جنگ باپام کی بابت اور دیگر حالات بھی موصول ہوئے۔ یہ بات سب سے زیادہ عقلمندی کی ہے کہ لڑائی کے مفصل احوال پر اُس وقت تک تشریح نہیں کرنی چاہیئے جب تک کہ اُن خبروں کی سرکاری طور پر رپورٹ موصول نہ ہو جائے جو ہر دو افواج متخاصمین پر افسر ہوتے ہیں۔ جنگ باپام کے متعلق جس قدر خبریں جرمنی ذریعہ سے معلوم ہوئیں وہ یا تو وہ خبریں ہوتی تھیں جو شاہ پرشیا کے ہیڈ کوارٹر یعنے دارسلیز سے آتی تھیں یا وہ تھیں جو شہر امینز سے جنرل مانٹ ایفل کے اسٹاف کے ذریعہ سے آتی تھیں۔ لڑائی کی جگہ جو افسر تھا وہ جنرل ون گوئین تھا اور اس وجہ سے اُس کی بابت خبریں دوسرے شخصوں کی معرفت موصول ہوتی تھیں۔ لیکن فرانسیسی ذریعہ سے جو خبریں موصول ہوتی تھیں وہ وہ ہوتی تھیں جو جنرل فیڈھرب نے تمام معرکوں کی بابت جو باپام کے نزدیک ہوئی اپنی فوج کو حکم میں لکھ کے دیں اور نیز حاکم اراس کے نام جو مراسلہ لکھا اُس میں اُن کی اطلاع دی۔ درحقیقت جنرل فیڈھرب ایک عمدہ سپاہی اور لایق جنرل ہے اور جس طرح سے کہ وہ بہادر ہے اسی طرح اُس کے الفاظ بھی غلط تصور نہیں کئے جا سکتے۔ تاہم ہر شخص اُسکے بیان کی سچائی کی بابت تو نہیں بلکہ اُس نتیجہ کی بابت جو اُس نے نکالا ہے چند سوالات پیدا کر سکتا ہے شہر امینز کے قریب پونٹ نویس یا کٹور لیکس کی لڑائی کی مشتبہ فتح کے بعد جنرل فیڈھرب اراس کے آگے شمالی قلعجات کے پیچھے واپس چلا گیا۔ اور یہاں اپنی شمالی فوج پھر جمع کی جس کی بابت یہ بیان کیا تھا کہ وہ بہادری سے اپنی جگہ پر قایم رہی مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ میدان کارزار میں قایم نہ رہ سکی۔ وہ یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو اراس سے ایک بار پھر روانہ ہوا اور پرشیا کی فوج کے مقابلہ کے لئے بڑھا جو باپام میں مقیم تھی۔ باپام شہر اراس سے جنوب مغرب کو چودہ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جس میں قلعہ بھی ہے اور سڑک ہائے اعظم جو اراس سے شہر کمبری۔ پیرون اور امینز کو جاتی ہیں اُن کے اتصال پر آباد ہے۔ ۲۔ جنوری کو فرانسیسی فوج جرمنی فوج کی مقدمۃ الجیش چوکیوں میں گھس آئی اور فوج جرمنی کو اپنی داہنی جانب اکیٹ لاگرینڈ کی جانب بھگا دیا۔ لیکن اپنی بائیں جانب موضع بی ہگینز پر وہ اسی طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن چونکہ فوج جرمنی موضع بی ہگینز سے راتوں رات پسپا ہو گئی اسلئے دوسرے دن علی الصباح ہر یہ فرانسیسی جنرل اس امر سے فائدہ اٹھا کر آگے بڑھا اور صرف قصبہ ہائے سیگنس۔ اور ویلرز۔ فاوریل بیف ویلرز۔ اوفنیس لاباپام اور باپام کے شمال میں تمام مقامات پر حملہ ہی نہیں کر دیا بلکہ مغرب کی جانب قصبہ گرپویلرز اور جنوب میں قصبہ لگنی۔ ٹلوئی پر بھی حملہ کیا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل فیڈہرب کی فتح امر یقینی ہے وہ سیدان کا نارکا مالک تھا اور اب اُس نے پرشیا کی تمام فوج کو باپام پر گھیر لیا تھا اور اب پرشیا کی فوج پر اُس کو صرف حملہ کرنے کا کام باقی تھا۔ مگر جنرل فیڈہرب نے حملہ نہیں کیا۔ اُس کا مقولہ تھا کہ اگر حملہ کر دیا جاوے گا تو شہر باپام تباہ ہو جائیگا اور شہر کو برباد کر کے وہ فتح کرنا نہیں چاہتا تھا اس لئے باپام کے نزدیک جو فرانسیسی فوج کہ پرشیا والوں سے لڑنے گئی تھی اُس فوج کو بھی اُس نے واپس بلا لیا چونکہ باپام کے اردگرد کے تمام دیہات بالکل برباد اور ویران ہو گئے تھے اسلئے فیڈہرب اپنی فوج کو باپام اور اراس کے درمیان جو دو فوجی چھاؤنیاں اڈنفرد بوئیس کی ہیں وہاں واپس لے آیا۔ اس فرانسیسی جنرل نے اپنی فوج کو جب یہ بہار کہا دی کہ اُنہوں نے باپام کے نزدیک کی تمام جگہیں جو جرمنی فوج سے فتح کر لیں ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ باپام کا حال بھول گیا تھا اور جرمنی والوں نے جو بیان کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنی سابقہ جگہیں پھر لے لیں۔ اس سے بھی اُس نے انکار نہیں کیا چونکہ باپام اور بوئیس کے درمیان اُس نے تمام قطعہ زمین فوج جرمنی کے لئے چھوڑ دیا تھا یعنے خود واپس چلا آیا تھا۔ اگر فیڈہرب نمود و جنگ ہی کے لئے یا اپنی نوجوان سپاہ کی بہادری آزمانے کیلئے لڑائی کرتا تو وہ یہ فخر کر سکتا تھا کہ گو فرانسیسی فوج کا بھی بہت نقصان ہوا مگر جرمنی فوج کو بہت ہی سخت نقصان پہونچا۔ اگر اُسکی یہی خواہش تھی کہ وہ پیرس کی جانب بڑھے اور انصاف اسبات کا مقتضی ہے کہ یہی خیال کرنا چاہئے کہ اُس کا یہی ارادہ تھا۔ اور اس وجہ سے اُس نے جرمنی فوج کو باپام سے ہٹانا چاہا اور اُس کی راہ میں جو یہ روک تھی اُسکو صاف کرنا تھا تو یہ با فسوس کہنا پڑتا ہے کہ فرانس کی شمالی فوج کی یہ فتح بالکل غیر مفید ثابت ہوئی۔ پیرس کو جو سڑک جاتی ہے اُس سڑک کی ایک انچ زمین پر بھی قبضہ کئے بغیر جنرل فیڈہرب تیسری دفعہ شہر اراس اور ڈوئی کی جانب واپس لوٹ آیا۔

۵۔ جنوری کو چھکے ۱/۲ ۸ بجے پیرس کے جنوب میں فرانسیسی قلعجات پر گولہ باری شروع کی گئی اوّل اوّل تو بخارات زمین سے آسمان کو چڑھ رہے تھے لیکن جوں جوں دن چڑھتا جاتا تھا دھوپ بھی تیز نکلتی آتی تھی اور ہوا اس قدر تیزی سے چل رہی تھی کہ جدھوئیں کے اڑا لیجانے کو کافی تھی چونکہ ہوا بہت تیز چل رہی تھی اسلئے توپوں کی شلک کی آواز دارسلیز میں اتنی نہیں آتی تھی کہ جتنی ہوا کے نہ ہونے کی حالت میں آتی۔ اور عموماً باشندگان دارسلیز کو اسبات کی بھی خبر تھی کہ بیرون شہر کیا ہو رہا ہے۔ قصبہ میڈون کے قرب وجوار میں برابر گرج کی سی آواز آ رہی تھی جس سے معلوم ہوا کہ جرمنی فوج گولہ باری کر رہی ہے۔ میڈون کے پیچھے جو سیدان ہے اور قصبہ جیٹی نے کے مغرب میں جو پہاڑی ہے وہاں بڑا شور ہو رہا تھا کیونکہ جو گولے وہاں آ کے گر کے پھوٹتے تھے اُن کی بڑی آواز ہوتی تھی اور توپوں کی شلک

کی آواز الگ آرہی تھی۔ اب فوج جرمنی نے قلعجات پر آگ برسانا شروع کردی اور اُن کی توپوں کے اور پر سفید دھواں اٹھتا نظر آتا تھا۔ فرانسیسی قلعجات سے بھی گولہ باری ہو رہی تھی اور اُن کے گولے اب پہاڑ کی چوٹی پر آکے گرتے تھے اور بڑا شور ہوتا تھا۔ سخت زمین پر جو گولے گر کر پھوٹتے تھے تو وہاں سے سیروں خاک اُڑ جاتی تھی اور قریب کے درختوں اور جھاڑیوں پر سے کہرا چڑھا ہوتا تھا اُس کی کئی بوندیں ٹپک پڑتی تھیں۔ پیشتر اس کے کہ اس گولے کی جھنجھاہٹ ختم ہوتی کہ دوسرا گولہ ہوا میں غل مچاتا ہوا آپڑتا تھا جرمنی گولے کی آواز فرانسیسی گولے سے بڑی تیز ہوتی تھی۔ تمام دن یہ لڑائی جاری رہی گو اس کا نتیجہ کوئی ظاہر نظر نہ آتا تھا مگر اس بات کا چرچا ہوتا رہا کہ قلعجات روزنی اور لونجنٹ کا بہت نقصان ہوا ہے۔ دوسرے دن یعنے ۹ جنوری کو جرمنی کو توپخانہ سے قصبۂ پونٹ ابجون سے قلعجات سینٹ ڈینیل اور ڈوبینی پر برابر آگ برستی رہی۔ کبھی کبھی ان قلعجات سے بھی ایک آدھ گولہ اس کے جواب میں آجاتا تھا اور اُس کے جنوب میں قلعجات روزنی اور لونجنٹ پر گولہ باری ہو رہی تھی۔ ان قلعوں سے بھی گولہ باری بہت آہستہ آہستہ ہو رہی تھی۔ ۵ تاریخ کو جرمنی فوج نے جو پیرس کے جنوبی قلعوں پر گولہ باری کی تھی اُس گولہ باری کے نتیجے سے جرمنی فوج نہایت خوش تھی۔

۷ جنوری کو قلعجات پیرس پر بڑی سرگرمی سے گولہ باری جاری رہی اور آج قلعہ کے اندر جس قدر گولے پڑے وہ تعداد میں اُن لوگوں سے زیادہ تھے جو ۶ تاریخ کو قلعوں میں گرے تھے۔ جنوب کے فرانسیسی قلعوں سے بھی سرگرمی سے گولہ باری ہو رہی تھی اور یہ عام رائے تھی کہ فرانسیسی گولہ باری جرمنی گولہ باری سے بہت جلد اور تیز ہوتی ہے۔ قلعجات اسی۔ وینوس اور مانٹروگ سے مسلسل گولہ باری ہوتی رہی جو بعض اوقات بہت سخت ہو جاتی تھی۔ مگر اس گولہ باری سے ان قلعوں کو بہت کم نقصان پہنچا لیکن اُن میں چار آدمی مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ آج جرمنی فوج کی گولہ باری ایسی اچھی ثابت نہیں ہوئی جیسی کہ سات تاریخ کو قلعجات کان ٹسٹ۔ بروبرس اور مولن سیڈویٹ پر ہوئی تھی۔ زخمیوں کی شمار میں فوج انجنیر کا کپتان انگوئین بھی تھا۔ ۸ تاریخ کو نوبزی کے قلعہ سے جرمنی فوج کی تمام باڑیوں پر تین بار ٹھیں گولوں کی چلائی گئیں اور اس کا بڑا خوفناک نتیجہ ہوا جرمنی فوج کے سپاہی کثرت سے مقتول اور مجروح ہوئے۔ فرانسیسی گولے جرمنی فوج کے مورچوں اور دستوں پر گر کے ٹوٹے اور اس سے

بہت نقصان ہوا۔

۹۔ جنوری کو پیرس کے جنوبی قلعوں سے گولہ باری نہیں ہوئی۔ موسم خراب تھا اور برف پڑ رہا تھا اور نشانہ کا شست لگانا بہت مشکل تھا۔ ظاہر اجرمنی گولنداز بہ نسبت فرانسیسی گولندازوں کے ذرا زیادہ صحیح نشانے لگاتے تھے کیونکہ گولہ باری کے دوران میں اُنہوں نے کئی دفعہ فرانسیسی قلعوں کی گولندازی کو خاموش کر دیا۔ ۹۔ تاریخ کو قلعہ اسّی گو بالکل بیکار تو نہیں ہوا۔ لیکن اُس کی بابت یہ خبر مشہور تھی کہ اس قلعہ کو نقصان بہت پہنچا ہے۔

۱۰۔ جنوری کو پیرس کے شمالی جانب ایک آگ لگ گئی جس سے بہت نقصان ہوا۔ کیونکہ ۹۔ تاریخ کو برف بہت پڑا تھا اسلئے گولہ باری آج برائے نام کچھ یونہی سی ہوئی۔ تمام زمین برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔

۱۰۔ جنوری کو قصبہ پردون نے اپنے تئیں جرمنی کی فوج کو سپرد کر دیا۔ اس قصبہ میں ایک اوّل درجہ کا قلعہ ہے اور قصبہ کی آبادی ۱۳۰۰ سو باشندوں کی ہے۔ یہاں جو مدمے اور مورچے تھے وہ مختلف زمانہ کے تھے اور بعض بہ وضع بھی تھے۔ ۲۷۔ دسمبر کو کرنیل کیمکی نے توپخانہ کی سیدانی ۹۔ بارڈیوں سے پردون پر گولہ باری شروع کر دی۔ چونکہ کوئی بھاری توپ یا محاصرہ کی توپ سر دست جرمنی فوج میں موجود نہ تھی اور تمام شہر پردون میں آگ لگ گئی۔ ۲۷۔ اور ۲۸۔ اور ۲۹۔ تاریخوں کی راتوں کو برابر گولہ باری جاری رہی اور بعض اوقات فرانسیسی فوج بھی اُس کے جواب میں بڑی بہادری سے گولہ باری کرتی رہی۔ تب کچھ بھاری توپیں قلعہ امینز سے منگائی گئیں لیکن جب وہ آئیں تو معلوم ہوا کہ یہ بالکل ناکارہ ہیں۔

اس اثنا میں جنرل فیڈھرب نے اپنی فوج کو آرام دے لیا اور اب یکایک اُس کو یہ خیال ہوا کہ پردون پر گولہ باری ہو رہی ہے اب اُس قصبہ کو بچانا چاہئے۔ چنانچہ ۲۔ جنوری کو اُسکی فوج کا مقدمۃ الجیش قصبۂ سی بگنیز میں پہنچا۔ جو شہر پاپام کی دہنی جانب اور ائیٹ کی بائیں جانب واقع ہے۔ اس فوج نے وہاں پر شیا کی تھوڑی سی فوج سے لڑائی جاری کر دی اور دو گھنٹے تک دونوں فوجوں میں گولیاں برستی رہیں۔ دوسری صبح یعنے ۳۔ جنوری کو جبکہ قصبۂ پردون پر گولہ باری ہونے کی آواز اُس کے کانوں میں آ رہی تھی جنرل فیڈھرب نے پاپام میں جنگ کرنا شروع کر دیا جسمیں چار ہزار تین سو فرانسیسی اور آٹھ سو جرمنی کی فوج ضایع ہوئی۔ اس جنگ میں جرمنی کی فوج کے ۱۵۔ ڈویژن کے ۱۶ بریگیڈ نے کل فوج فرانسیسی کا مقابلہ کیا۔

بعد اس کے کہ فرانسیسی جنرل نے مواضعات گریو یلرز اور بیف و یلرز اور اویسنس لی پاپام پر قبضہ کر لیا فرانسیسی فوج آگے بڑھکر شہر پاپام کی ایک مضافات فابرگ ڈی آراس میں مقیم ہو گئی لیکن کسی سبب سے فرانسیسی فوج نے آگ برسانا یکایک موقوف کر دیا۔ اور اس سے پرشیا کی فوج کو ایک جا جمع ہونے کا موقع مل گیا جنہوں نے اب تازہ دم ہو کر بڑی جرأت سے فرانسیسی فوج پر حملہ کر دیا اور اُس کو سب جگہوں سے بھگا کر اسپیگنیز کیمپ اور اُس کی سڑک پر پسپا ہونے

کیئے مجبور کر دیا۔ پرشیا کی فوج کا کرنیل اب ایک خطرہ کی حالت سے رہا ہو کر آزاد ہو گیا۔ اب اُس نے اپنی تمام توجہ پیرون کے فتح کرنے پر صرف کی اور ۱۰ جنوری کو پیرون نے اپنے تئیں فوج جرمنی کو سپرد کر دیا۔ گولہ باری سے اس قصبہ کو بہت نقصان پہنچا اُس کے کئی حصے بالکل ویران ہو گئے تھے۔ فوج پرشیا نے تین ہزار فرانسیسی گرفتار کئے۔ دو جھنڈے۔ ۷۰ توپیں اور ایک بہت بڑی مقدار گولہ بارود اور دیگر ذخیرہ کی فوج جرمنی کے ہاتھ لگی۔

فصل چہاردہم

شہر لی مانس پر بڑی بڑی لڑائیاں۔ اور مختلف واقعات جنگ۔

شروع ۱۸۷۱ء میں جرمنی اور فرانس کے خونخوار جنگ کے ختم ہونے کے آثار پائے جاتے تھے۔ باوجودیکہ فرانسیسی قوم نے اپنی حب الوطنی سے ہمت اور غیر قابل استقلال قایم رکھا۔ لیکن یہ بات آشکار تھی کہ اب تھوڑے ہی عرصہ میں فرانسیسی اپنے تئیں سپرد کر کے بہادرانہ کی شرائط اور مطالبے سب قبول کر لینگے۔ سیڈان کی برباد بخش لڑائی کے بعد سے۔ اتالیان فرانس نے جو جو کوششیں جرمنی فوج کو اپنے ملک سے باہر بھگا دینے کے لئے کیں وہ کوششیں ہر ایک تعریف کی مستحق ہیں جان کی کیجاوے۔ لیکن جنگ کے شروع ہو جانے کے بعد ہی جو جو مصیبتیں کہ ان کوششوں کے بعد وقوع ہوئیں اُن مصیبتوں نے فاتح جرمنی فوج کے فرانس سے باہر بھگا دینے کے کام کو بالکل ناممکن کر دیا۔ اگرچہ ہر معرکہ اور ہر لڑائی میں جس میں کہ فرانسیسی فوج شامل ہوئی اُس کی کوششوں میں اُس کو ہمیشہ ناکامیابی ہی ہوئی تاہم اُن کی جوش اور اُن کی ہمت کبھی پست نہیں ہوئی اور فوج لوگوں کے اخلاق میں یہی ایک ایسی نوشتہ شئے ہے کہ فرانسیسی لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ ہر فرد بشر اُن کی تعریف کرے۔

شہر لی مانس پر بڑی بڑی لڑائیاں ہونا

۱۰۔ جنوری کی شام کو یہ فوج دو معرکے شروع ہوئے۔ شہر آرڈینی کی جانب فرانسیسی فوج اور جرمنی فوج کے درمیان ایک خفیف سی گولہ باری ہوئی لیکن یہ صرف اُس عظیم جنگ کی تمہید ثابت ہوئی جو جنگ کل ۱۱ تاریخ کو واقع ہوئی۔

۱۱۔ جنوری کی صبح کو برف زمین پر آٹھ انچ گہرا پڑا ہوا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ برف کی سپیدی مقتولین کے خون سے رنگی جا کر سرخ ہو گئی۔ فوجوں کی تعداد جو اس لڑائی میں شریک تھیں اس قدر تھی کہ جس کی وجہ سے یہ جنگ ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گا۔ اس جنگ میں پرشیا کی فوج کی تعداد معہ فوج محفوظ کے ڈیڑھ لاکھ سپاہ سے کم نہ تھی اور یہ فوجیں

چار یا پانچ مختلف کورز کی تھیں۔ ان کے مقابلہ کے لئے جنرل چینری فرانس کی فوج کے تین کورز لایا۔ جنہیں سے ہر ایک کورز میں برائے نام پچاس پچاس ہزار فوج تھی۔ لیکن اغلباً اس فوج کا ایک پانچواں حصہ کم ہو گیا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ کچھ فوج تو اس معرکے میں ضایع ہوئی جو اس لڑائی سے پہلے ہوا تھا اور کچھ اس وجہ سے ضایع ہوئی کہ فرانسیسی نئی بھرتی شدہ فوج بوجہ جوش حب الوطنی کے دشمن کے دباؤ بغیر آگے بڑھ بڑھکر دشمن سے لڑتی تھیں۔ جنرل چینری کی تین کورز فوج کے مفصلۂ ذیل تھیں یعنے ایک تو ۱۰ کورز تھی جو مارشل جنرل جیرگیبری کے زیر کمان تھی اور ۱۱ کورز جنرل کومب کے ماتحت تھی اور ۱۲ کورز امیر البحر جنرل جوری کے ماتحت تھی۔ اس لئے یہ دونوں لشکر جنگجو گو یا برابر ہی کی جو تھے۔ لیکن فرانسیسی فوج بڑی مضبوط اور مستحکم جگہ پر مقیم تھی۔ جنرل چینری۔ فوج فرانس کو لڑائی پر باترتیب بھیجنے کے انتظام میں بذات خود مصروف تھا۔

میدان کارزار شہر لی مانس سے قریب پانچ میل کے دور تھا اور وسیع سڑک اعظم کے دونوں جانب ایک قطار در قطار میں فرانسیسی باربرداری کی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں اور جن میں روئی۔ شراب۔ گھانس۔ سبز گھانس اور بہوسہ خوب اچھی طرح بھرا ہوا تھا اور رسویشیوں کا بہت بڑا گلہ ساتھ تھا اور یہ سب اس انتظار میں کھڑی تھیں کہ اگر فرانسیسی فتحمند ہو کر آگے بڑھیں تو اس کے پیچھے پیچھے جاویں اور بر تقدیر اگر آج بھی فرانسیسوں کو شکست ہو تو فوج فرانسیسی کے آگے آگے پسپا ہو جاوے۔

۱۱۔ جنوری کو صبح کے دس بجے پرشیا کے ایک مضبوط توپخانہ نے فرانسیسی فوج میسرہ پر آگ برسا کے لڑائی شروع کر دی۔ بوجہ دھوئیں کے بادلوں کے جو صاف طلع میں اوپر ہوا میں بلند اوڑ رہی تھی کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن توپوں کی شلک اور بندوقوں کے جلدی جلدی چلنے کی آواز سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ شہر چارٹرس اور پیرس کو جو ہر سے ریل جاتی ہے اُدھر کوئی سخت لڑائی ہو رہی ہے۔

شہر لی مانس کے مشرقی جانب ایک جھاڑی دار فراز میدان چلا گیا ہے۔ فرانسیسی لائن فوج کی انتہائی دہنی جانب موضع پٹی تھا اور اس موضع کے جنوب اور مشرق میں ایک بڑا وسیع جنگل دور تک چلا گیا ہے۔ اس جگہ ۱۰۔ فرانسیسی کورز مقیم تھی اور یہاں پر سخت خونریز لڑائی واقع ہوئی۔ اس لڑائی کا اصل مقصد یہ تھا کہ موضع پٹی کے پاس جنگل ہے اُس پر قبضہ کر لیا جاوے چونکہ یہ موقع ایسا محفوظ اور عمدہ تھا کہ جانبین میں سے ہر ایک کی خواہش اُس پر قبضہ کرنے کی تھی۔ فرانسیسی فوج کا دستہ اُس کھلے میدان سے آگے بڑھا جو قریب نصف میل کے چوڑا تھا۔ تاکہ اُس جرمنی فوج پر حملہ کرے جو جنگل میں مقیم تھی۔ اس معرکہ میں ۲۰۰۰۰ ہزار فوج سے کم نہ تھی اور فرانسیسی فوج بڑی تیزی سے ڈبل قدم جا رہی تھی۔ فرانسیسی

توپخانہ سے بڑی زبردست گولہ باری ہو رہی تھی جسکا اثر بتدریج معلوم ہو رہا تھا گو اس سے پرشیا کا توپخانہ بالکل ہی خاموش نہوا۔ فرانسیسی فوج نے یہ حملہ بڑی بہادری سے کیا لیکن فوج پرشیا نے بھی اس کی مدافعت بڑی ہی بہادری سے کی حملہ آور جو سیاہ وردی پہنے ہوئے تھے بار بار پرشیا کی لائن فوج پر بڑھتے تھے اور جرمنی توپوں کے چلنے کی چمک جنگل کی کالی زمین میں صاف نظر آتی تھی بوجہ اس جنگل کے پرشیا کی فوج بڑی مضبوط جگہ پر تھی۔ مگر فرانسیسوں نے پرشیا کی فوج کی مدافعت کا کچھ خیال نہیں کیا اور بڑھی چلی گئی اور جنرل جو ریگبری نے ایک سخت لڑائی کے بعد کامیاب ہو کر پرشیا کی فوج کو اس جائے مقصود سے نکال باہر کیا۔

پرشیا کی فوج نے اب نیچے جھاڑ وادی میں سے گولہ باری شروع کر دی۔ گولے ہر چہار جانب گرتے تھے مگر اسجگہ پیدل فوج سے کوئی حملہ نہیں کرایا گیا۔ صرف توپخانہ ہی سے لڑائی ہوتی رہی۔ ۴ بجے ۱۰ منٹ گذرنے پر پرشیا کی فوج کا ایک بڑا دستہ معہ بہت سارے توپخانوں کے موضع شاتو دی اچپل کے مقابل آیا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلب فوج فرانسیسی کا کل حال تعداد وغیرہ کا اور نیز فرانسیسی زبردست توپخانہ کا اثر یہ سب پرشیا کی فوج کو معلوم تھا۔ جنرل جینری نے یہ حکم دیا کہ توپخانہ کی باڑیوں سے اب گولہ باری کیجاوے اور فوراً فرانسیسی میدانی توپوں سے آگ برسنا شروع ہو گیا اور ان توپوں کو فوج بحری کے گولنداز چلا رہے تھے۔ پرشیا کے توپخانوں نے بھی اس کا جواب دیا لیکن پہلی بار کے چلانے کے بعد انکے توپخانہ سے بلندی پر فوج پیدل اور فرانسیسی توپخانہ پر کچھ اچھا اثر نہوا۔ جبکہ جرمنی کی فوج نزدیک پہنچی فرانسیسی فوج پیدل کو پہاڑی کی چوٹی پر بڑھنے کا حکم دیا گیا اور پہاڑی کی سڑک پر سے ایکدم پچاس مٹریلیوزوں سے فوج پرشیا پر آگ برسانی شروع کی گئی۔ گولے اور گولیوں اور گراپ کی ایک بوچھاڑ چاروں جانب برسنی شروع ہو گئی پرشیا کی فوج نے بھی اپنی بندوقوں سے بڑی تیزی کے ساتھ آگ برسانی شروع کر دی۔

قصبہ بازنکورٹ کی انتہائی جنوب کیجانب فوج جرمنی ایک تنگ اور عمیق وادی میں ہو کر گذری جو دریائے ہوزنی اور جنگل کے درمیان واقع تھی اور ادھر سے فرانسیسی فوج قریب دو میل کے پیچھے ہٹ گئی۔ جب سوا پانچ بجے رات ہو گئی تو لڑائی ایک دفعہ ہی اسطرح موقوف کر دی گئی کہ جیسے مشترک رضامندی سے موقوف ہوئی ہو۔ تاہم فرانسیسی اب تک بلندی پر قابض تھے اور جرمنی کی فوج نیچے میدان اور جنگل میں پڑی ہوئی تھی۔

اس لڑائی میں فرانسیسی فوج کا نقصان زائد نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ پرشیا کی فوج نیچے وادی میں فرانسیسی توپخانہ کی عین زد میں تھی اسلئے پرشیا کی فوج کا نسبتاً بہت زیادہ نقصان ہوا۔ جرمنی فوج دو ہزار یا تین ہزار ماری گئی۔ آج کی تاریخ جرمنی فوج کو کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوا۔ یہ لڑائی شہر سیالس پر قبضہ کرنے کے لئے کیگئی تھی مگر سیالس

لڑائی کے اختتام پر فرانسیسیوں ہی کے قبضہ میں رہا۔ اور فرانسیسیوں کی فوج کی لائن دریائے ہوزنی کے بائیں کنارے پر اس ریلوے لائن کے متوازی پڑی ہوئی تھی جو ریل کہ پیرس کو جاتی ہے اور فوج کا رخ جنوب مشرق کیطرف تھا۔

آخر کار جرمنی کی فوج نے فرانسیسی فوج کو گھیر کر جو زیر کمان جنرل چینزی تھی اس کو بالکل منتشر کر دیا اور شہر لیمانس میں بھی بہت سی فرانسیسی فوج نہ تھی۔ گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ شہر چارٹرس سے براہ نوجنٹ لی روٹرن شہر لی مانس کی جانب روانہ ہوا اور پرنس فریڈرک چارلس براہ شاٹوڈی لوائر۔ لاچارٹری اور سینٹ کلاؤس کے لیمانس کیجانب آیا۔ جرمنی کے یہ دونوں کمانڈر شہر لی مانس کی جانب آتے ہوئے اس فرانسیسی فوج کو بھگاتے آئے جسکو جنرل چینزی نے ان دونوں کمانڈروں کو روکنے کیلئے مقرر کیا تھا اور ۱۲ جنوری کو جرمنی فوج نے لیمانس پر قبضہ کر لیا۔

۱۲۔ تاریخ کی لڑائی میں جرمنی کے یہ دونوں کمانڈر شریک تھے اور جرمنی کے ایک سراسلہ میں یہ تحریر تھا کہ "جرمنی کی فتح اور فرانسیسوں نے اپنی شکست کا اقرار گویا پہلے پہل اپنے فرانسیسی سرکاری مراسلوں میں بھی قبول کر لیا ہے"۔

جنرل چینزی نے درحقیقت ایک سراسلہ وزیر جنگ کے نام بھیجا تھا جو شہر بورڈو میں مقیم تھا اور اس میں تحریر تھا کہ "۱۱۔ جنوری کی رات کو فرانسیسی فوج اپنی جگہوں پر اچھی طرح قایم تھی سوائے لاؤوری کے مورچے کے جہاں کہ شہر بیٹینی کی فوج موبائل نے اپنے آپ کو منتشر کر دیا۔ اور دریائے ہوزنی کے دائیں کنارے پر جس قدر فرانسیسی مضبوط جگہیں تھیں وہ سب خالی چھوڑویں۔ امیر البحر جوریگیری اور دیگر جنرلوں کی یہی رائے ہوئی کہ اب پسپا ہو جانا ضروری ہے اور میں بھی بڑی بددلی کے ساتھ اس بات پر راضی ہو گیا جرمنی فوج بھی گرفتار کی گئی ہے مگر ابھی ان کی تعداد معلوم نہیں ہوئی جو فوج جرمنی کہ ہمارے مقابلہ پہ ہے اس کی تعداد کا تخمینہ موافق جرمنی قیدیوں کے بیان کی ایک لاکھ اسی ہزار فوج کا ہے اور انہیں قیدیوں کا بیان ہے کہ یہ سب فوج زیر کمان پرنس فریڈرک چارلس ہے۔ اور یہ پرنس مشرقی فرانس کی جانب نہیں گیا ہے۔ فرانسیسی فوج کا نقصان بہت ہوا اور اگلے دن امید ہے کہ پرشیا کی فوج ہماری فوج پر پھر حملہ کرے گی"۔

۱۳۔ جنوری کو فرانسیسوں نے شہر لیمانس بالکل خالی کر دیا اور جرمنی فوج نے اسپر فوراً قبضہ کر لیا۔ جرمنی فوج نے بہت سے قیدی گرفتار کئے اور یہ قیدی فرانسیسوں کی بےچینی اور بداخلاقی کی تصدیق کرتے تھے۔ صرف پرنس فریڈرک چارلس کی فوج نے اٹھارہ ہزار فرانسیسی گرفتار کئے۔ اس لڑائی کے شروع میں ایمبولینس بھی موجود تھا۔ شہر لیمانس کے بازاروں میں بڑا دنگا فساد ہوا۔ جرمنی فوج نے ریلوے پر بھی بہت سی گاڑیاں گرفتار کیں جنہیں فرانسیسوں کا سامان

جنگ اور غلہ کا ایک بڑا ذخیرہ بھرا ہوا تھا۔ فرانسیسی فوج تین مختلف اطراف کی جانب پسپا ہوگئی اور جنرل چنیری کا لشکر بالکل تتر بتر ہوگیا۔

۱۱۔ جنوری کو لڑائی پھر شروع ہوئی اور شام کا اندھیرا ہونے تک ہوتی رہی۔ ۱۷۔ تاریخ کو تمام لائن فوج میں لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ جنرل چنیری کی فوج میں سے جس پر جرمنی فوج برابر دباؤ ڈالے رہی دو ہزار فرانسیسی اور قید ہوئے اور اس جنگ کے فرانسیسی قیدیوں کی کل تعداد بائیس ہزار ہوگئی ان چھ روز کی لڑائیوں میں جرمنی فوج کا جو نقصان ہوا وہ حسب ذیل تھا۔ جرمنی فوج کے ۱۷۰۰ افسر مقتول اور مجروح ہوئے اور تین ہزار دو سو تین سپاہی مقتول اور مجروح ہوئے۔ ۱۹ توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ آئیں۔ جس گھوڑے پر سپہ سالار جوریگیبری سوار تھا وہ گھوڑا گولی لگ کے مرگیا اور ایک دیگر افسر فوج جو سپہ سالار کے پہلو میں کھڑا تھا مارا گیا۔

جنرل چنیری نے اس روز اپنی فوج پر بے ہمتی اور بزدلی کا الزام مفصلہ ذیل حکم میں لگایا جو حکم کہ اُسنے فوج کے نام بھیجا۔

"دریائے سوزنی اور دریائے لوائر سے شہر ونڈوم تک جو لڑائی ہوئی اور اس کا خراب نتیجہ فرانسیسی فوج کے حق میں ہوا اس کے بعد۔ بعد اس کے کہ دشمن کے حملہ کی کامیابی سے مدافعت کی گئی۔ ۱۱۔ جنوری کو شہر لیانس کے آگے جب دشمن کی فوج نے حملہ کیا جو زیر کمان گرینڈ ڈیوک آف میکلنبرگ اور پرنس فریڈرک چارلس کے تھی۔ اُس وقت کچھ حصہ ہماری فوج پر ایسی نامردی اور بزدلی بھائی کہ خوف سے اُس نے تمام مضبوط مقامات خالی کر دیئے کہ جنکے قبضہ میں رہنے سے کل فوج کی حفاظت ہوسکتی تھی۔ یہ بات بڑی شرم اور غیرت کرنے کی ہے۔ اور کوئی بہادرانہ کوشش نہیں کی گئی باوجودیکہ اس بات کا فوراً حکم دیدیا گیا تھا اور اس وجہ سے شہر لیانس کو خالی کردینا ضروری ہوگیا۔ تمام ملک فرانس کی آنکھیں اب دوسرے لشکر پر ہیں۔ اب توقف کرنے کی اجازت نہیں دیجاتی۔ موسم سخت ہے اور تھکن اور فاقہ کو لشکر میں رہا ہے لیکن تمام ملک بڑی تکلیفیں برداشت کر رہا ہے اور جبکہ ایک بڑی کوشش سے ملک بچ سکتا ہے تو اب ہرگز توقف اور دیر نہیں کرنی چاہئے۔ تم سب لوگ یہ خوب جان لو کہ حفاظت خوب جمکے حملہ کرنے میں ہے نہ پسپا ہو جانے میں۔ اپنے افسران کے گرد جمع ہو جاؤ اور یہ بات ثابت کردو کہ اضلاع کو لیئرز۔ ویلپوٹر۔ جوزنس اور ونڈوم کے سپاہی ایسے بہادر ہیں"

۱۰ جنوری کو علے الصباح فرانسیسی فوج نے اُس توپخانہ کی باڑی پر حملہ کردیا جو شہر نوڑی ڈیم ڈی کمارٹ پر نئی قایم کی گئی تھی اور یہ شہر جرمنی والوں نے فرانسیسوں سے چند روز پیشتر ہی فتح کیا تھا۔ فرانسیسی حملہ کرتے ہوئے

توپوں کے قریب چلے گئے اور وہاں پہنچکر فرانسیسی فوج نے سنگین سے حملہ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ۶۰ بوریا کی فوج نے فرانسیسی فوج کو واپس بھگا دیا۔ ایک افسر فوج بوریا سنگین سے قتل ہوا۔

۱۰۔ جنوری کی دوپہر کو قلعہ سینٹ ڈینس سے تھوڑی سی فرانسیسی فوج نے خاص جنرل ٹروچو کی ہدایت کے بموجب نکلکر جرمنی فوج کو پیچھے کر باہر نکلجانا چاہا۔ مگر فرانسیسی فوج آسانی سے پسپا کر دی گئی اور فوج جرمنی کا بہت کم نقصان ہوا۔

۱۱۔ جنوری کی صبح کو قلعہ ڈینوس سے جو درمیان شہر ہانی کلارست اوچیٹلن کے واقع ہے ایک بڑی فرانسیسی فوج نے اسی عرض سے برآمد ہو کر فوج پرشیا پر حملہ کر دیا۔ بہت سخت لڑائی کے بعد آخر کار فرانسیسی فوج قلعہ کی فصیل کے نیچے تک پسپا کر دیگئی۔

۱۱۔ جنوری کو پیرس کے جنوب مغرب میں سے پرشیا کے توپخانہ کی کل باٹریوں نے غیر معمولی اور جلد جلد آگ برسانا شروع کر دیا۔ اس کے جواب میں فرانسیسی قلعجات سے بھی جلدی جلدی گولے برسائے جاتے تھے ان قلعوں کے درمیان جو میدان تھا اُس پر سے بھی فرانسیسی فوج نے گولہ باری جاری رکھی اور پیرس کے خاص قلعہ سے بھی صبحکو گولہ باری ہوتی رہی۔ اسی عرصہ میں قلعہ مونٹ ویلیرین سے بڑے بڑے گولے قصبات بوجیول اور داکریسن پر اور خاصکر بڑی سختی سے موضع ویلی ڈی اور آئی اور سیورس پر برسائے گئے۔ ۱۲۔ جنوری کی سہ پہر کو پیرس میں بڑے زور و شور کی آگ لگی۔ محلہ مانٹ مارٹری کی مغربی جانب جاتے ہوئے دھوئیں کے بادل نظر آتے تھے لیکن بوجہ دھوئیں کی کثرت کے شام تک آگ کے شعلے نظر نہیں آئے صرف دھوئیں کے اوپر شعلہ کی ذرا سی زرد چمک کبھی کبھی صاف نظر آجاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیرس میں بہت بڑی آگ لگ رہی ہے۔

فصل پانزدہم

جنگ بلفورٹ۔ اور دیگر مختلف واقعات جنگ

شاہ پرشیا نے محل ورسیلیز میں یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو نئے سال کی خیر مقدم کی دعوت میں اپنے مہمانوں سے یہ کہا تھا کہ "اب ہماری امیدیں اُس عمارت کی چوٹی کی طرف لگی ہوئی ہیں جو ہم نے بنائی ہے یعنی ایک ایسی صلح کی جانب جو باعزت صلح ہو"

تمام فرانس اور جرمنی اور نیز تمام مہذب دنیا میں شاہ کے اس مقولہ نے بارگشت کی۔ ورسیلیز میں یا فرانس میں جو دیگر شاہی محلات ہیں اُن کے اندر نئے سال کی خیر مقدم کے موقع پر ہمیشہ یہ قاعدہ اب تک جاری تھا کہ

شہنشاہ نپولین یورپ کے معاملات پر اپنے خیالات ظاہر کیا کرتے تھے اور اُن معاملات کی بابت جو اُن کی حکمت عملی ہوتی تھی اُس کا اظہار کیا کرتے تھے اور اُن کے خیالات اور اظہارات کے سننے کیلئے فرانس کی کل قومیں بڑی دلچسپی سے اپنے کان لگائے رہتی تھیں۔ لیکن اب زمانہ کا تغیر دیکھئے کہ ۱۸۷۱ء کی پہلی تاریخ کو محل وارسلیز ایک دیگر مطلق العنان بادشاہ کے قبضہ میں ہے اور یہ اس وجہ سے قابض نہیں ہے کہ شہنشاہ فرانس فوت ہو چکا ہے بلکہ یہ امر اس وجہ سے ہوا ہے کہ شہنشاہ فرانس اُس شخص کے پاس ایک قیدی ہے کہ جو آج کے دن فرانسیسی محل وارسلیز پر قابض ہے۔ لیکن شہنشاہ فرانس کا کوئی اظہار یا مقولہ جو نئے سال کی خیر مقدم کے موقع پر دیا جاتا تھا ایسی دلی آواز بازگشت کے ساتھ کبھی نہیں سنا گیا۔ جیسا کہ شاہ پرشیا کا یہ مقولہ یکم جنوری ۱۸۷۱ء کو سنا گیا۔

جنگ بلفورٹ

۱۵۔ جنوری کو فرانسیسی جنرل بوربکی نے جو اپنی بے شمار فوج اور توپخانوں اور سٹریٹیجوں کی وجہ سے فتح پانے کا پورا بھروسہ کئے ہوئے تھا جنرل ون ورڈر کی فوج پر جو عمدہ اور مستحکم جگہ پر مقیم تھی حملہ کر دیا۔ جرمنی کی فوج قلب موضع ہری کورٹ کے سامنے مقیم تھی اور فوج میمنہ زیر کمان جنرل گرف ون ڈجرفیلڈ قصبہ پہیئر پر مقیم تھی اور فوج میسرہ زیر کمان جنرل ون گلومر قصبہ مونٹ بلیارڈ پر مقیم تھی۔ جنوبی لائن فوج زیر کمان جنرل ون ڈبس چرخ قصبہ مونٹ بلیارڈ سے قصبہ ڈولی تک پھیلی ہوئی تھی۔ فرانسیسی فوج میں چار کور تھیں اور ہر ایک کور میں تیس تیس ہزار سپاہ تھی۔ اگر ہم ان مقتولین کو اس فوج میں سے منہا کر دیں جو ۱۵ تاریخ کو راستہ میں مارے گئے تھے تب بھی یہ فرانسیسی فوج ایک لاکھ سپاہ سے کچھ زائد تھی۔ جنرل کرمر کے ماتحت ایک کور تھی اور وہ ۲۴۔ کور تھی۔ دیگر کور نمبر ۲۵۔ ۱۸۔ ۲۰۔ اور ۱۸ ما ور ۱۵ تھیں جنکے کمانڈروں کے نام بالتحقیق معلوم نہ ہو سکے اور یہ آخری تین کور فوج لوائر کا ایک حصہ تھیں ۲۴۔ ۱۰ اور ۲۵۔ دو نئی کور تھیں جو شہر لائیز میں بھرتی کی گئی تھیں جس جنگ کا فرانسیسی صدر مقام ہے ان کور میں سے ایک کور ۱۶ جنوری کی شام تک یعنے لڑائی کے دوسرے دن تک میدان کارزار میں نہ پہنچ سکی۔ اور اس کور کے آجانے سے فرانسیسی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار یا ایک لاکھ تیس ہزار سپاہ کی ہو گئی جنرل ون ورڈر کے ماتحت جس قدر جرمنی فوج تھی وہ چالیس ہزار سے زائد نہ تھی۔ اس فوج میں چار ہزار سے زیادہ سوار تھے۔ گویا جرمنی فوج کی نسبت فرانسیسی فوج سے دوہنی چوگنی ہے۔ یعنے جرمنی فوج کی نسبت فرانسیسی فوج

چار گنی تھی علاوہ ازیں جرمنی توپخانہ کی نسبت فرانسیسی توپخانہ بھی زیادہ تھا اور ماسوا اس کے مسٹر بلیوز کی تین۔ باٹریاں الگ تھیں اور ہر باٹری میں چھ چھ مسٹر بلیوز تھیں۔

۱۵۔ جنوری کو آٹھ بجے صبح کے توپخانہ سے گولہ باری کر کے حملہ کر دیا گیا اور شام ہونے تک توپخانہ نے مسلسل آگ برسائی۔ اس کے دو گھنٹے کے بعد بندوقوں سے لڑائی شروع کی گئی جو تمام دن جاری رہی اور چار بجے کے قریب تمام ہتھیاروں کی آواز سننے میں نہایت خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ جرمنی فوج جس جگہ مقیم تھی اُس سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹی اور جملہ رات ہونے کی وجہ سے لڑائی موقوف ہو گئی اُنہوں نے تمام رات کھلے میدان میں یعنے میدان کارزار میں اُسی جگہ بسر کی جسجگہ کہ صبحکو اُنپر حملہ کیا گیا تھا اور جاڑا بڑی شدت سے پڑتا تھا۔ دوسرے دن ۱۶۔ جنوری کی صبحکو جنرل بوربکی کی کمک کو کیونکہ ایک کور فوج اور آگئی تھی اُس نے پھر حملہ کر دیا اُس نے یہ حملہ خاصکر جرمنی فوج میمنہ پر کیا اور بوربکی اپنی بے شمار فوج کو آگے بڑھا کر بے فائدہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ اپنے دشمن کی لائن فوج کو منتشر کر دے۔ اگر یہ لائن فوج جرمنی کی ایک بار بھی شکست ہو جاتی تو بلفورٹ کے محاصرہ کے لئے جسقدر سامان جنگ جمع تھا وہ سب فرانسیسوں کے ہاتھ لگتا اور دیگر نئی فوج قلعہ میں داخل ہو جاتی اور شہر میں سامان غلہ وغیرہ بھی جمع کر لیا جاتا۔ اور جنرل ون ورڈر کی فوج کو اگر شکست نہ ہوتی تو وہ بیشک پسپا ضرور ہو جاتی اور یہ فوج دریائے رائن کے پار بھگا دی جاتی اور فرانسیسی فوج اس دریا کو عبور کر کے ریاست بیڈن میں یعنے ملک جرمنی میں جنگ کرتی۔ اور فرانسیسی فتح کا یہ نتیجہ ہوتا۔ دوسرے روز بھی تمام میدان کارزار میں جرمنی کی فوج اُسیطرح مقیم رہی۔ اور حملہ آور فرانسیسی فوج کا بہت سخت نقصان ہوا۔ اور جرمنی فوج کا نقصان جتنا اول دن ہوا تھا دوسرے دن اُس سے زیادہ ہوا۔ پہلے دن تو جرمنی فوج کے دو یا تین سو سپاہی مارے گئے لیکن دوسرے دن قریب ایک ہزار کے جرمنی فوج ماری گئی۔ مقتولوں مجروحوں اور قیدیوں میں فرانسیسی دس ہزار فوج کا نقصان ہوا اور سامان جنگ کی بربادی کا ناظرین اسبات سے خیال کر لیں کہ صرف ایک ایکڑ زمین میں جہاں ایک بھی سپاہی نہ تھا ایک ہزار سے زاید گولے فرانسیسی فوج نے پھینکے تھے۔ دوسرے دن بھی جرمنی فوج نے میدان کارزار میں اُسی جگہ رات کھلے میدان میں بسر کی کہ جسپر وہ صبح سے قابض تھے۔ تیسرے دن ۱۷۔ جنوری کو فرانسیسی فوج نے حملہ بہت سستی اور کمزوری سے کیا اور دوپہر کے بعد سے تمام فرانسیسی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا اور جرمنی توپخانہ نے اُن کا تعاقب کیا۔ چوتھے دن ۱۸۔ جنوری کو جنرل ڈبس چیرنی نے اس پسپا شدہ فرانسیسی فوج پر حملہ کر دیا اور اُن کو سخت نقصان پہنچایا اور شہر بلا مونٹ تک اُن کا تعاقب کیا۔ اسجگہ سے اس جنرل کو شہر بلفورٹ

کا محاصرہ کرنے کو واپس بلالیا۔ ۱۹۔ اور ۲۰ جنوری کو یہ پسپا شدہ فرانسیسی فوج شہر بسنکان کی جانب چلی جارہی تھی سوائے جرمنی کے توپخانہ کے دیگر جرمنی فوج نے اس فرانسیسی فوج کو حیران نہیں کیا اور یہ فوج جرمنی کو تھک گئی تھی اور آرام کرنے کی بڑی ضرورت تھی مگر یہ کوچ کئے گئی۔ کیونکہ اس فوج نے تین راتیں سخت کھرپس کھلے آسمان کے نیچے بسر کی تھیں اور چوتھی رات گویا برف میں میدان کارزار میں بسر کی تھی اور ایسی سخت کوششیں کی تھیں کہ فہرست جنگ میں ایسا کوئی مثال کا موقعہ نہ ملیگا کہ جسمیں فوج نے اتنی سخت برودشت تکالیف کی ہو اور ایسی کوشش کی ہو جیسے کہ اس فوج جرمنی نے کیں۔ اور اس جنگ سے بڑھکر تو کیا اس جنگ کی نظیر بھی شاید مشکل ہی سے ملے گی۔ جبکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دشمنوں کے دو قلعوں کے بیچ میں اس جرمنی فوج نے دشمن کے حملہ کی مدافعت کی یعنے قلعہ بلفورٹ شمال میں تھا جو میدان جنگ سے چار میل سے زیادہ دور نہ تھا اور جنوب مغرب میں قلعہ بسنکان تھا جو دو یا تین دن کے کوچ کے فاصلہ پر تھا۔ اور پھر اس فوج نے دشمن کی فوج کے اس حملہ کی مدافعت کی کہ جسمیں دشمن کی فوج چالیس زیادہ تھی باوجود ان باتوں کے دشمن اس جرمنی فوج کو ایک دفعہ بھی پیچھے نہ ہٹا سکا۔ تو یہ چمکدار اور باشوکت مدافعت اور فوج کی بہادری گویا یہ اس جنگ کے اعلےٰ ترین کارنامہ میں ہیں جو ہمیشہ یادگار رہینگے۔

اس بے شمار سینے ایک لاکھ تیس ہزار فرانسیسی فوج کی شکست کے سبب۔ کہ جسمیں اعلےٰ درجہ کا توپخانہ تھا اور مہلک ہتھیار سٹریلیوز کی کئی باٹریاں تھیں معلوم کرلینا آسان امر ہے۔ اس فوج کے گھوڑوں کو تو چار دن سے دانہ گھاس بالکل نہیں ملا تھا اور تین دن سے فوج کو بھی خوراک تقسیم نہیں کی گئی تھی۔ بہت سے فرانسیسی قیدی جب گرفتار ہوگئے تو بیان کرتے تھے کہ دو دن سے کچھ زیادہ عرصہ گذرا کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ تمام رستہ میں قبور۔ ٹوٹی ہوئی توپیں۔ بندوقیں۔ ٹوپیاں۔ پکانے کے برتن شکستہ تلواریں اور مبیوں قسم کی چیزیں جن کا بیان دردسری ہے بکھری پڑی ہوئی تھیں۔ جرمنی گولہ باری کا نشانہ ایسا ٹھیک لگتا تھا کہ اس سے پہلے شاید ہی اس عمدگی سے لگا ہو۔ قصبہ بسورل کے نزدیک ایک فرانسیسی فوج نے جسمیں چھ سو سپاہی تھی جرمنی کی لینڈوہیر پلٹن پر حملہ کردیا۔ فرانسیسوں کو ڈیڑھ سو قدم کے فاصلہ پر آنے دیا گیا۔ اور جب وہ اس فاصلہ پر آگئے تو جرمنی فوج نے آگ برسائی جس سے یہ چھ سو کے چھ سو فرانسیسی یا تو مر گئے یا زخمی ہوگئے سوائے بیالیس سپاہیوں کے کہ جنپر بے انتہا خوف چھا گیا تھا اور وہ گرفتار کرلئے گئے۔

جنرل بوربکی کا قلعہ سٹر سے خفیہ طور سے غائب ہوجانا اور فرانس کی عارضی گورنمنٹ کا اس کی درخواست مدد پر اول اول شبہ کرنا اور پھر اسپر اعتبار کرلینا اور اس کا اس عجیب مہم پر روانہ ہونا کہ جس کو وقعات نے یہ

ثابت کر دیا کہ اگر وہ معہ اپنے لشکر کے پیرس کے نزدیک رہتا تو زیادہ مناسب ہوتا یہ سب ایسے مشہور واقعات ہیں کہ جو اس قابل ہیں کہ ان کا تواریخ میں ذکر کیا جاوے۔ جنرل بوربکی نے جلدی بہت کی اور یہ جلدی جب ہی کرنی چاہیئے تھی کہ جب یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ صرف آخری ہی لڑائی ہے لیکن فرانس کے مشرق میں اُس نے یہ موقع دیکھا تھا کہ اگر فتحیاب ہو جاؤں گا تو اس سے یہ یہ فائدہ ہونگے۔ مگر اس موقع پر اُس کی مصیبتیں شکست کے بعد اور دوگنی خطرناک ہوگئیں۔ جنرل بوربکی کو جنرل ورڈر پر حملہ کر کے جو نا کامیابی ہوئی۔ اس سے ملک فرانس کی قسمت کے سدھرنے کی اُمید کا آخری موقع بھی جاتا رہا۔

۱۹۔ جنوری کو فرانسیسیوں نے ایک دلیرانہ کوشش کی کہ فوج محاصرین کی لائن پر حملہ کر کے اور اُس کو چیر کر نکل جاویں۔ پیرس سے بھی اسی ارادہ سے فوج نکل کر شمال کی جانب گئی اور ایک اور فرانسیسی فوج نے اُس جرمنی فوج پر حملہ کر دیا کہ جو قلعہ مونٹ ویلیرین کے سامنے پڑی ہوئی تھی اور اس سرگرمی اور شدت سے آگ برسائی کہ تمام وارسلیز کے باشندگان خوف سے گھبرا گئے۔ شہر وارسلیز کے تمام بازاروں اور محلوں میں خوف چھا گیا اور شہر میں انتظام کے لئے سواروں کا رسالہ گشت کرتا پھرا۔ مقام لیس ڈی آرمینز پر توپخانہ کی باٹریاں مقیم کر دی گئیں اور گاڑیاں جو شفاخانہ ہوتا ہے وہ میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو گیا اور محفوظ سامان جنگ کی گاڑیاں آہستہ آہستہ شرک پر لا کے کھڑی کر دی گئیں۔ شہنشاہ جرمنی بھی تھوڑی سی فوج اردلی میں لے کر وارسلیز سے شہر سینٹ جرمین کی جانب روانہ ہوئے۔ اور ولیعہد پرشیا بھی اُسی راستہ سے مشرق کی جانب اپنی فوج کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ شروع ہی سے بندوقوں اور توپوں کی آواز صاف صاف سنائی دیتی تھی۔ قلعہ مونٹ ویلیرین اور بوجیول کے درمیان توپیں اور بندوقیں آگ برسائے جا رہی تھیں اور ان قلعجات اور جنگلہائے لاسیلی۔ سینٹ کلاؤڈ کے درمیان جو میدان ہے اور دریائے سین کی جانب۔ سب جگہ بڑی تیزی سے آگ برس رہی تھی قصبہ گاجس کے مشرق میں جو پہاڑ ہے اُس پر قریب اٹھارہ ہزار یا بیس ہزار کے فرانسیسی فوج قلعہ مونٹ ویلیرین سے نکلکر مقیم تھی تاکہ جرمنی فوج کے ۱۰۔ ڈویژن اور لینڈوہیر گارڈ فوج پر حملہ کرے جس نے اُن کا آگے بڑھنا روک رکھا تھا۔ دوسری اور فرانسیسی فوج قصبہ مونٹ ٹری ٹاؤٹ کی جانب بڑھ گئی اور بہت سا نقصان اُٹھانے کے بعد اُس پر قابض ہو گئی۔ یہ فرانسیسی فوج اور آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ جرمنی کی فوج جاگر جو ذرا پیچھے ہٹ گئی تھی اب سنبھلکر بڑی بہادری سے لڑتی رہی اتنے میں اور جرمنی فوج آگئی اور فرانسیسی فوج سے یہ جگہ جرمنی فوج نے پھر چھین لی۔ یہ لڑائی غروب آفتاب تک جاری رہی اور اس طور سے ختم ہوئی کہ تمام جگہوں سے فرانسیسی فوج سخت نقصان اُٹھا کے پسپا ہوئی۔ قلعہ ویلیرین سے

جس فوج نے نکلکر حملہ کیا وہ پھر پسپا ہو کے قلعہ میں آگئی۔ اور جرمنی اور فرانسیسی فوجیں اُسی جگہ پر قایم رہیں کہ جسجگہ وہ بالترتیب لڑائی سے پہلے مقیم تھیں۔

۱۰ جنوری کی صبح کو جرمنی توپخانہ کی باٹریوں نے اُن قلعجات پر آگ برسانا شروع کیا کہ جو شہر سینٹ ڈینس کے گرد و گرد بنے ہوئے ہیں۔ اس باٹری میں محاصرہ کرنے کی توپیں تھیں کہ جنسے اوّل اوّل قلعہ منرپرس کو گرایا گیا تھا اور اب یہ محاصرہ کرنے کی توپیں میدان میں دسمبر سے پرلا کے رکھدی گئی تھیں کہ جو خفیہ خفیہ اس کام کے لئے ایک ہفتہ پہلے تیار کر لیا گیا تھا۔ سینٹ ڈینس پر گولہ باری کرنے کے لئے ۱۰۰ باٹریاں مقرر کی گئی تھیں کہ جنمیں ۳۰۰ توپیں تھیں اور دو وہ توپیں تھیں کہ جسکے ذریعہ سے ایسا گولہ پھینکا جاتا تھا کہ جو نشانہ پر گرکے ٹوٹتا ہے۔ فرانسیسی فوج کو اس میدان میں دستے بنانے کی خبر تک نہ تھی اور اوّل تو وہ اُن کو دیکھکر بڑی متعجب ہوئی اور پھر اپنے قلعوں سے اُنہوں نے بھی گولہ باری شروع کر دی۔ دوپہر تک دونوں جانب سے بڑی سخت گولہ باری ہو رہی تھی۔

فصل شانزدہم

فرانس کی شمالی فوج کی شکست۔ جنگ ڈیجون۔ دیگر احوال جنگ۔

یہ جنگ ۱۸۷۰ء میں جس طریقہ سے لڑی گئی یہ اُس طریقہ سے بہت مختلف تھا کہ جس طریقہ سے زمانہ سابق میں جنگ کئے جاتے تھے۔ اُن لڑائیوں میں جو اٹھارہویں صدی کے آخر اور اُنیسویں صدی کے آغاز میں ہوئیں جبکہ اوّل نپولین بونا پارٹ اپنی فوجیں لئے پھرتا تھا اور یورپ کا بہت زیادہ حصہ اُسنے فتح کر لیا تھا۔ یہ طریقہ تھا کہ ایک جنگ سے دوسرے جنگ ہونے تک جو وقفہ صرف ہوتا تو وہ عرصہ ہفتے یا مہینے ہوا کرتے تھے۔ لیکن جنگ حال میں لڑائیاں اور معرکے ایک غیر معمولی جلدی کے ساتھ جلد جلد ہوتے گئے اور ایک جنگ سے دوسرے جنگ کے درمیان کا عرصہ مشکل سے چند دن ہی ہوتے تھے۔

فرانس کی شمالی فوج کی شکست

جنرل فیڈہرب کی فوج کو شہر سینٹ کوئنٹن میں شکست فاحش ملنے سے فرانس کی جنگی قوت کو شمال میں بہت بڑا صدمہ پہنچا اور یہ بدقسمت شہر اب کے تیسری بار جرمنی فوج کے قبضہ میں آیا۔ جنرل فیڈہرب نے اس شہر پر قابض ہو جانے سے یا تو یہ سوچا ہو گا کہ جنوب کی طرف جانے کے لئے راستہ ہو جاوے گا اور اگر پیرس کا

خیال تھا تو شاید اُس نے شہر پیرون کی فتح ہو جانے کا اور جنرل ون گوئیٹن نے جو اپنی فوج جگہ جگہ ڈالدی تھی اس کا بھی خیال نہ کیا ہوگا۔ لیکن تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک قطعی جنگ فوراً کرنے کے لئے اُس کا ارادہ نہ تھا اور دوسرے یہ امر کہ جنرل ون گوئیٹن کی کمک کے لئے جس قدر پرشیا کی فوج پہنچگئی تھی اُسکی تعداد اُسکو معلوم نہ ہو سکی۔ اور اسلئے اس فوج کے ٹھیک تخمینہ لگانے میں اُس نے دھوکا کھایا ہے۔ فیڈ ہربکا پسپا ہونا شکست کی حد تک نہ پہنچتا۔ لیکن اس کی پسپائی سے جرمنی فوج کو جو فائدے پہنچے اُس کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ اس پسپائی کا بھی وہی نتیجہ ہوا جو شکست کا ہوتا۔ اس فرانسیسی لشکر عظیم میں سے ایک تہائی لشکر بوجہ قید ہو جانے کے یا غائب ہو جانے کے گویا بالکل ضایع ہو گیا۔ اور جو فوج کہ بھاگ کر غائب ہو گئی اُس کا پتہ نہیں لگ سکا کہ وہ کہاں چلی گئی۔ اور جو سپاہ کہ قتل و مجروح ہوئی۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔ باقی فوج شہر کمبرائی سے تھوڑی دور آگے جاکر قلعجات۔ اتاس اور ڈوئی میں مقیم ہو گئی۔ لیکن اسمیں سے بھی بہت سی فوج شہر لیلی اور سینٹ اومر کو از سر نو مرتب کرنے کے لئے بھیجدی گئی۔ اس طرح سے وہ لشکر عظیم جو چند ایام پہلے شمالی فرانس میں موجود تھا اور جسکو اپنی فتحمندی کا پورا یقین تھا اب ایک بے ترتیبی سے فرانس کے شمالی شہروں میں منتشر ہوا پڑا ہے۔ اس شمالی لشکر نے بجائے اس کے کہ پیرس کی مدد کو جاوے اپنی حفاظت فوری میں ہی پائے اور یہ لشکر عظیم اب فراریوں کا ایک منتشر شدہ جتھا ہو گیا۔ اس لڑائی کے مفصل حالات حسب ذیل ہیں:۔

۱۸۔ جنوری کی صبح کو یہ شمالی فوج اپنی چھاؤنیوں سے شہر اردیلز اور سینٹ پرس سرادنی کیجانب روانہ ہوئی۔

۲۲۔ کو زرکا دوسرا بریگیڈ فوج شہر روپی میں اس سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا اور یہاں پرشیا کی فوج کا مقدمتہ الجیش لشکر بلا۔ یہ مقدمتہ الجیش سڑک پر روک گیا تاکہ پرشیا کی باقی فوج بھی آجاوے۔ اس وقت فورسٹر کے بریگیڈ فوج پر جو شہر اکس میں پہنچگیا تھا پرشیا کی فوج نے توپخانہ کی ایک باٹری سے جس میں ۱۲۔ توپیں تھیں حملہ کر دیا۔ کیونکہ سینٹ کوئیٹن میں کوئی فرانسیسی رسالہ سوار اس نہ تھا اسلئے اس بریگیڈ کو جرمنی فوج جسجگہ مقیم تھی اُس کی خبر نہ پہنچ سکی اور جرمنی کی فوج نے بے خبری میں اُسپر حملہ کر دیا تھا۔ باوجود اس بات کے اس فوج نے جسپر دس بجے صبح کے حملہ کیا گیا تھا۔ دوپہر کے ۲ بجے تک نہایت بہادری سے اس حملہ کی مدافعت کی فرانسیسی فوج کی ۴۰۔ رجمنٹ نے کچھ عرصہ تک یہ حملہ جمکر برداشت کیا اور ذرا پیچھے نہ ہٹی اور بعد ازاں ۲۰ پلٹن پیدل اُس کی مدد کے لئے آگئی۔ ایسی بہادرانہ مدافعت بغیر نقصان نہیں ہو سکتی اور اسلئے اس رجمنٹ کے پانچ افسر اور ۹۰۰ آدمی ضایع ہوئے۔ فوج موبایل گارڈس پر جرمنی کے رسالہ سوار نے حملہ کیا اور یہ حملہ کی مدافعت نہیں کر سکے لیکن دریائے سین اور مارنی کی فوج موبایل نے بڑی بہادری سے

اس حملہ کو سترد کیا اور رسالہ سوار ان کو مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ باوجودیکہ حملہ اس قدر سخت اور یکایک ہوا تھا لیکن پہلے بریگیڈ کو اسکے دوسرے بریگیڈ کی کمک تک نہ پہنچنے تھے اور جو کہ اس وقت شہر روزی کی سڑک پر بیکار پڑا ہوا تھا اپنا کوچ برابر جاری رکھا اور شہر نیریس سر و سے اور سری لیس نیریس میں پہنچگیا۔ اسلئے پرشیا کی فوج اس فرنچ فوج کا کوچ کئے جانا نہ روک سکی کہ جو زیر کمان جنرل ڈوبسول تھی۔ ۲۳۔ کو زر فوج نے کوچ میں بھی اپنی توپیں تیار رکھیں کیونکہ ان کو یقین ہوا کہ حملہ عنقریب ہی ہونے والا ہے تاہم وہ شہر واکس کی راہ سے شہر سرن کورٹ میں پہلے بریگیڈ کے پہنچنے کے بعد پہنچے۔ اسطرح اس فوج کا جو مدد کے لئے بھیجی گئی تھی سخت نقصان ہوا اور اس نے اپنی باربرداری کی بھی کئی گاڑیاں پیچھے چھوڑ دیں

یہ پہلے دن کی لڑائی اس جنگ عظیم کی جو ۱۹۔ جنوری کو ہوئی گویا بیش خیمہ تھی۔ فرانسیسی فوج ۲۳۔ کو زر شہر سینٹ کوئنٹن کے نزدیک مقیم کی گئی۔ اور پہلا ڈویژن فوج شہر نیولی اور کاچی کے گرداگرد چھاؤنیوں میں اور دوسرا ڈویژن شہر گرو جس اور مکارٹرس میں مقیم کیا گیا۔ فوج پرشیا نے اول کاشرس پر حملہ کیا جسکو جیسلن کے بریگیڈ نے نہایت بہادری سے بچایا باوجودیکہ فوج پرشیا ایسی عمدہ بلند جگہ پر مقیم تھی کہ جہاں سے یہ گاؤں بالکل ان کی زد میں تھا تھوڑی سی دیر کے بعد گروجس پر بھی حملہ کر دیا گیا اور قصبہ ساوی کی جانب بھی آگ برسائی جارہی تھی اور وہاں کل ۲۳۔ کو زر فوج بڑی جلدی سے کوچ کر کے گئی اور اپنی فوج میسرہ کو جو نہر پر مقیم تھی مدد دی۔ ڈرویا کے ڈویژن فوج (گو اسپر بھی تک حملہ نہیں کیا گیا تھا) ان بلندیوں کیجانب کوچ کیا جہاں ایک پن چکی کا کارخانہ موسومہ ٹاؤٹ ونٹ بنا ہوا ہے اور نیز بلیو پہاڑی کی چوٹیوں پر بھی چلی گئی اور اس کی فوج میمنہ بھی نہر کیجانب جارہی تھی۔ میدان جنگ کی لائن مواضعات بلمونٹ۔ ساوی۔ گروجس ٹاؤٹ ونٹ کی چکی۔ موضع بیلیو لانیول سے شہر مزنل سینٹ لارنٹ تک پھیلی ہوئی تھی۔ بدقسمتی سے ۲۳ کو زر اور ۲۴ کو زر کے درمیان نہر کروزاٹ حائل ہوگئی اور اس کے کنارے ایسے بنے ہوئے تھے کہ اسپر سے پار جانے کا راستہ ناممکن ہوگیا تھا بس جب تک کہ سینٹ کوئنٹن کا ایک طویل چکر نہ کھایا جاوے ان ہر دو افواج کا آپس میں شریک ہونا ناممکن تھا۔ دس بجے کے قریب جنرل اصلین کو یہ احکام روانہ کئے گئے کہ موضع کاسرس کو چھوڑ کے بلندیوں پر قبضہ کرلو۔ اور اسی وقت جنرل ڈرویا کی فوج پر حملہ کر دیا گیا۔ اس حملہ کرنے میں توپخانہ بھی شریک تھا۔ پرشیا کی فوج پہاڑی کی چوٹیوں سے فرانسیسی فوج پر اسقدر تیزی سے حملہ کرتی ہوئی دوڑی کہ فرانسیسی فوج کے قریب آگئی کہ فرانسیسی فوج نے ان کو دشمن کی فوج نہ جانا اور جب یہ پرشیا کی فوج دو سو گز کے فاصلہ پر رہگئی تب ان کو معلوم ہوا۔ پھر تو فرانسیسی فوج نے وہ آگ کی بوچھار برسائی کہ جرمنی فوج کا آگے بڑھنے آنا ایک دم سے رک گیا اور سا جرمنی فوج اس قدر تیزی سے بھاگی کہ حملہ کرتی ہوئی بھی اسقدر تیزی سے نہیں اتری تھی۔ مگر اس پرشیا کی فوج کا بیحد نقصان ہوا اور شرکت

تمام جرمنی کشتگان کی نعشیں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی نظر آتی تھیں۔ اسپر جرمنی کی بے شمار پلٹنیں آگے بڑھیں اور جنرل لبسول نے اُن کے روکنے کے لئے چار توپوں کی ایک باٹری آگے بڑھائی۔ لیکن یہ توپیں اس کام کے لئے کافی نہ تھیں اور جرمنی توپخانہ کی باٹریوں نے فرانس کی اس باٹری کو بے کار کر دیا۔ لیکن فرانسیسی فوج نے فوراً ایک باٹری بارہ توپوں کی اُس کی جگہ قایم کر دی اور جس نے اب جرمنی باٹری کو خاموش کرنا شروع کر دیا لیکن اب پرشیا والوں کی بھی ایک اور باٹری توپخانہ کی آگئی جس کی وجہ سے اب باٹریوں کی جگہ تبدیل کرنا پڑی اور جنرل لبسول جبکہ اندر بیٹھا رہ ہدایتیں دے رہا تھا۔ توگولے کے ایک ٹکڑے سے اُس کے پیٹ میں ایک سخت زخم آیا۔ ڈرویا کے ڈویژن فوج کئی بلند چوٹیوں پر مقیم تھی جہاں سے وہ جرمنی فوج کا آگے بڑھنا روکتی رہی سیسن ڈی ریلیو پر آٹھ توپوں کی ایک باٹری مقیم تھی اور اس کی گولہ باری جرمنی باٹری کی گولہ باری سے بہت اچھی رہی۔ دو بجے کے قریب پرشیا کی تمام فوج ۲۲۔ کورز کے سامنے سے پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن ۲۳۔ کورز فرانسیسی فوج نے پیچھے ہٹنا شروع کیا جنرل فیڈھربے اس فوج کی مدد کو کئی پلٹنیں ۲۲۔ کورز کی بھیجیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا یہ مدد وقت پر پہنچی یا نہیں لیکن ۲۳۔ کورز پیچھے ہٹتی ہوئی صاف نظر آتی تھی اور اس کے بعد وہ جلد پسپا ہو گئی۔ اُس وقت دو یا تین بجے تھے۔ لیکن ۲۲۔ کورز فوج پرشیا کو ہٹا کر اُس وقت بہت آگے بڑھ گئی تھی۔ چونکہ اس کی لائن فوج جو البطور محراب دائرہ کے پڑی ہوئی تھی اب فوج کے آگے بڑھنے کے ساتھ وہ بھی بڑھتی گئی لیکن اب اس لائن کو خطرہ ہو گیا تھا کیونکہ جوں جوں لائن کے بڑھنے کے یہ لائن فوج پتلی ہوتی جاتی تھی۔ اور خطرہ یوں اور زیادہ تھا کہ فرانسیسی فوج محفوظ اب بہت کم رہ گئی تھی اور پرشیا کی تمام فوج اب ایک جا جمع ہو کر تین یا چار کالموں میں قریب قریب پڑی تھی اور جو اب ایک لمحہ میں فرانسیسی پتلی لائن فوج کو بھگا سکتی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۳½ بجے کے قریب فوج موبائل نے پیچھے ہٹنا شروع کیا لیکن موضع کاچی کے مقابل شفاخانہ کی گاڑیوں کے پیچھے جا کر یہ فوج پھر جمع ہوئی اور محفوظ فوج ذوائر کے ہمراہ ٹھیر کر اب اُسکو یہ حکم دیا گیا کہ جب تک فوج پسپا نہ ہو جاوے یہ وہاں ٹھیری رہے۔ ڈرویا کے ڈویژن کے مقابلہ میں ایک حصہ جرمنی فوجی کالم نے فرانسیسی فوج میسرہ پر حملہ کرنا چاہا لیکن فرانسیسوں کی ایک باٹری نے جسمیں ۸ توپیں تھیں اور جو ایم مونٹ بلو کے ماتحت تھی اُس نے پرشیا کی فوج کا آگے بڑھنے آنا روکا اور فوج پرشیا کو سخت نقصان پہنچایا چار بجے کے قریب فرانسیسی فوج نے اپنی جگہ کوئی نہیں چھوڑی تھی اور بڑی بہادری سے بچائی ہوئی تھی لیکن فرانسیسی فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیدیا گیا اور بیشک یہ حکم اس وجہ سے دیا گیا کہ بازل ومی آنوی کے ڈویژن فوج پر اعتبار نہیں کیا گیا کہ وہ جرمنی سپاہ کے حملہ کی مدافعت کر سکے گی۔

۲۲۔ کو رند کی چند پلٹنیں لڑتی رہیں اور ان کی آڑ میں تمام فوج پسپا ہوتی رہی اور یہ پسپائی اول تو بڑی ہی باقاعدہ اور باترتیب تھی پلٹنیں جا چکیں تو ان کے بعد توپخانہ گیا لیکن اس کی تھوڑی ہی دیر کے بعد فوج پرشیا کا توپخانہ ان بلندیوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا جہاں سے فرانسیسی فوج عین زد میں تھی اور اب انہوں نے وہاں سے آگ برسانا شروع کر دیا۔ فرانسیسی فوج اول تو تیز قدمی سے چلی تاکہ ان دشمنوں کی توپوں کی زد سے باہر نکل جاوے لیکن گولہ باری کا اثر اسقدر تیز تھا کہ فوج فرانس کو بھاگنا پڑا اور آگے بڑھکر پھر باقاعدہ چلنے لگے لیکن فرانسیسی فوج کا بہت سخت نقصان ہوا۔ تمام فوج فرانسیسی پرشیا کی گولہ باری کے اندر سے شہر سینٹ کوئنٹن میں ہو کر گذری۔ فوج پرشیا نے اب اس شہر پر گولہ باری شروع کر دی جسکی وجہ سے مکانوں کی چھتیں پاش پاش ہو کر مکانوں میں آگ لگتی تھی۔ بوجہ رات ہو جانے کے فرانسیسی فوج کا تعاقب موقوف ہوا اور جنرل فیڈہرب بغیر زیادہ نقصان کے شہر کیمبرائی کیجانب پسپا ہوا۔

جنگ ڈیچون

۲۱۔ جنوری کی صبح کے دس بجے پرشیا کی ایک فوج ان پہاڑیوں میں سے بعض پہاڑیوں پر مقیم ہوئی کہ جو شہر ڈیچون کے گرداگرد ہیں اور فرانسیسی باٹریوں پر آگ برسانا شروع کیا۔ لیکن فوج پرشیا کی آگ ایسی مضبوط نہ تھی کہ جیسے فرانسیسی آگ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ پرشیا کی فوج کے پاس توپخانہ بھی کم ہے۔ پرشیا کے اس فوج کے گولے بھی نشانہ پر نہیں پہنچتے تھے جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتا تھا اور بہت سے گولے جاتے ہوئے ہوا ہی میں ٹوٹ جاتے تھے اور ان سے کچھ نقصان نہیں ہوتا تھا۔ فرانسیسی توپخانہ کی باٹریاں جو موضع ٹالنٹ اور بیسیئر پر مقیم تھیں بڑی جلدی جلدی گولہ باری کر رہی تھیں اور دشمن کو نقصان بھی پہنچاتی تھیں۔

فرانس کی ایک باٹری نے بہت جلدی جلدی گولہ باری کی اور اس کو کچھ نقصان نہیں ہوا یہ تمام لڑائی توپخانوں ہی سے ہوئی سوائے ایک چھوٹے سے معرکے کے کہ جو پیدل فوج سے قصبہ فون ین اور دیجس اور بائی دیلی پر ہوا کیونکہ ان قصبات پر پرشیا کی فوج حملہ کرنے ہی کو تھی۔ سہ پہر کو چار بجے دونوں جانب سے گولہ باری موقوف ہو گئی اور اگر جانبین میں سے کسیکو کچھ بھی فائدہ ہوا ہو گا تو وہ فرنچ فوج مقیم دسمبر کو ہوا۔ پرشیا کی فوج کی تعداد دس ہزار یا پندرہ ہزار تھی اور فرانسیسی فوج جو ڈیچون میں گریبالڈی کے ماتحت تھی اس کا تخمینہ بیس ہزار سے چالیس ہزار تک کیا گیا ہے اور فرانسیسی فوج میں بیس توپیں بڑی تھیں اور چالیس چھوٹی تھیں اور اسی قدر کو ہی

تو ہیں تھیں۔

۱۱۔ جنوری کی آدھی رات کے قریب پرشیا کی فوج نے قصبات مائی ویلی۔ وکیس اور خون ٹین لیس ڈیچون پر فرانسیسی فوج پر حملہ کر دیا اور چونکہ اُن کے مقابلہ کے لئے یہاں فرانسیسی فوج کم تھی اس لئے فوج پرشیا نے ان قصبات پر قبضہ کر لیا۔ شہر ایٹ میجر میں بڑی کھلبلی پڑی ہوئی تھی فرانسیسی فوج بڑی عجلت کے ساتھ شہر میں کبھی ادھر آتی کبھی اُدھر جاتی اور تمام آدمیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ شہر پر رات کو حملہ ہو گا۔ فوج کو یہ حکم دیا گیا کہ شہر کے جو بڑے بڑے دروازے ہیں اُن کے قریب مقیم رہے تاکہ اگر فوج پرشیا حملہ کرے تو اُسکی مدافعت کیجاوے۔ شہر کے حاکم اعلےٰ کے مکان کے سامنے گریبالڈی تمام رات اپنی گاڑی میں بیٹھا رہا۔ جنرل بورڈون جو ایک بڑا ہشیار جنرل تھا تمام رات شہر میں بمعہ فوج پھرتا رہا۔ جنرل پلیسیئر اپنی جگہ رات بھر جاگتا رہا یہاں تک تیاری کر لی تھی کہ گاڑیوں میں روانگی کے لئے اسباب تک رکھدیا تھا۔ مگر دشمن نے رات کو اس شہر پر کوئی حملہ نہیں کیا اور علے الصباح فرانسیسی فوج شہر سے باہر نکلنا شروع ہوئی۔ ۱۲۔ کی صبح کو بہ نسبت روز گذشتہ کے بڑی تیز گولہ باری شروع کر دی گئی اور فرانسیسی فوج کی جنبشیں کی جنبشیں اُن مقاموں کی جانب بڑھی جاتی تھیں جو دشمن نے چھین لئے تھے۔ فوج پرشیا کی زیادہ تر گولہ باری کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ رات کو پرشیا کی فوج میں اور کمک آگئی تھی۔ فرانسیسی فوج کے حملہ کا رُخ فون ٹین لیس ڈیچون کی جانب تھا اور قصبۂ ٹالنٹ میں سے برابر گولے اور گولیاں آرہی تھیں۔ دوپہر کے قریب لڑائی بہت تیز ہو گئی اور فرانسیسی فوج کامیابی سے آگے بڑھی جارہی تھی۔ اسوقت فرانسیسی فوج موبائل کو حکم دیا گیا کہ اس پرشیا کی فوج پر جو فون ٹین میں مقیم ہے سنگین سے حملہ کر دے اسوقت فرانسیسی فوج ذوائز (قواعدان) کے تین سپاہی ڈیچون میں موجود تھے جو اپنی رجمنٹ کو جانتے تھے انہوں نے بطور رہنما کے اپنے تئیں اس فوج موبائل کے آگے آگے رکھا اور اس فوج کے آگے آگے چلے۔ ان کی اس ہمت اور جرأت سے تمام فوج موبائل میں بہادری اور جرأت و ہمت زیادہ ہو گئی۔ اس فوج نے اب اُن کے پیچھے پیچھے جاکر اور جو نظیر انہوں نے قایم کی تھی اُس پر عمل کر کے بڑی بہادری سے آگے بڑھکر دشمن پر دلیرانہ حملہ کیا۔ ان کے سامنے سے پرشیا کی فوج پسپا ہو گئی اور تھوڑی دیر لڑائی کر کے موضع ڈیکس میں جو پہاڑی پر واقع تھا۔ جاکر پناہ لی۔ اسجگہ فوج موبائل نے زبردست اُن تین قواعدان سپاہیوں کے۔ دشمن پر سنگینوں سے بڑا سخت حملہ کر دیا اور اس حملہ میں فوج موبائل پھر کامیاب ہوئی۔ یہاں پر فوج پرشیا نے اس حملہ کی مدافعت بہت جم کے کی اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں وہ اپنے مقتولین اور مجروحین کی نعشوں اور

جسموں کے انباروں میں پیروں سے گھٹنوں تک نظر آتے تھے۔ یہاں پر اس فرانسیسی فوج کو پھر کامیابی ہوئی اور یہ ہر جگہ اُن تینوں والنیئر سپاہیوں کے پیچھے چلی جارہی تھی اور یہ سپاہی اپنا سرتیلی پر دھرے ہوئے آگے آگے جارہے تھے اب اس فوج نے قصبہ ہاٹویلی کی جانب رخ کیا اور اس آخری جگہ سے بھی پرشیا کی فوج کو سنگینوں سے حملہ کرکے بھگا دیا اور ان تین والنیئر سپاہیوں کی بہادری کی وجہ سے فرانسیسی فوج نے اپنی سابقہ جگہیں پرشیا سے لے لیں اور پرشیا کی فوج کو بڑی فاش شکست دی اور پرشیا کی فوج اس قدر ماری گئی کہ یہ نقصان ہمیشہ یاد رہے گا۔ یہ لڑائی شام تک ہوتی رہی اور سب جگہ پرشیا کی فوج کو شکست ہوئی اور تھوڑے سے قیدی بھی فرانسیسی فوج نے گرفتار کئے۔ گرمیالڈی کی فوج نے پرشیا کی فوج کی وہ گاڑیاں جنہیں مجروحین کو میدان جنگ سے اُٹھا کے لے جاتے ہیں گرفتار کرلیں جن کی تعداد تین سو تھی اور چھ یا سات گاڑیوں میں ڈاکٹری اور جرّاحی کی کل ادویات وافر موجود تھے۔ فرانسیسی فوج بھی بہت ماری گئی اور اس کے غیر معمولی طور سے اُنکے افسر بہت ضایع ہوئے۔

۲۳۔ جنوری کو علے الصباح فرانسیسی فوج میں بہت گھبراہٹ پڑی ہوئی تھی چونکہ وہاں یہ مشہور ہورہا تھا کہ رات کو فوج پرشیا کی کمک پر اور فوج آگئی ہے۔ رات کو فوج پرشیا ایک بڑا چکر کاٹ کر پھر اُسی جگہ آ مقیم ہوئی۔ جس جگہ سے کہ اُس نے ۲۳۔ کو فرانسیسی فوج پر حملہ کیا۔ تین بجے تک لڑائی صرف توپخانہ سے ہوتی رہی۔ پرشیا کی فوج کی گولہ باری ٹھیک نشانہ پر ہوتی تھی اور بہت جلد جلد بھی نہ ہوتی تھی۔ فرانسیسی توپخانہ سے جو قصبہ سینٹ مارٹن میں مقیم تھا ہر ایک گولے کا جواب بڑی جلدی جلدی دیا جارہا تھا اور باوجودیکہ دشمن کے کئی گولے فرانسیسی گولہ اندازوں کے درمیان میں جاگرے تاہم فرانسیسیوں کی ہمت کم نہیں ہوئی۔ فرانسیسی توپخانہ کی باٹری نے جو قصبہ فون ٹین بلیٹ بچن پر مقیم تھی پرشیا کے توپخانہ کی باٹری پر جو قصبہ پوٹیل میں تھی خوب گولہ باری کی اور قصبہ بونڈی پر ایک توپ پڑی ہوئی تھی وہاں سے بھی کبھی کبھی ایک آدھ گولہ آپڑتا تھا۔ ساڑھے تین بجے پرشیا کی اپنی توپیں سڑک کی دونوں جانب تھوڑی تھوڑی دور کے فاصلہ سے لگادیں اور چھ توپیں ذرا پیچھے لیجاکر ایک بلند مقام پر لگادی گئیں۔ اور اسوقت پرشیا کی فوج نے بڑے غصہ سے ایک غیر معمولی جلدی کے ساتھ تمام فرانسیسی مقامات پر گولہ باری شروع کردی۔ اس وقت تمام مختلف دھوئیں اور موچوں پر ایسا گھہرا رہا تھا کہ وہ نظر نہ آتے تھے ہاں جب توپ چلنے کا شعلہ اُٹھتا تب دکھ جاتے تھے۔ گولوں کی ہوا میں ایسی آواز سنائی دیتی تھی کہ جیسے طوفان میں کوئی جہاز آجاتا ہے اور ہوا اُس کے بادبانوں اور رسیوں میں سے سناٹے

سے نکلا کرتی ہے۔ پرشیا کی تمام پیدل فوج نے متواتر باڑھیں بندوقوں کی لگائیں اور اس سے فرانسیسی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ چار بجے کے قریب تمام فرانسیسی فوج کو حکم دیا گیا کہ وہ دشمن پر سنگینوں سے حملہ کرے۔ آج کی لڑائی میں یہ بڑا جوشدار موثر نظارہ تھا جب کہ کل فرانسیسی فوج نے جو سواحل تک پھیلی ہوئی تھی نعرہ ہائے نوشی مار کر حملہ کرنے کے لئے آگے کوچ کیا۔ گربالڈی کی فوج اور فرانسیسی فوج سوبائل شانہ بشانہ ملی ہوئی بڑھی چلی جاتی تھی اور پرشیا کی فوج کا توپخانہ اُن کے مقابلہ پر تھا۔ پرشیا کی پیدل فوج جو فرانسیسی فوج کے مقابل ایک لائن میں کھڑی تھی فرانسیسی فوج کے برابر بڑھنے سے بڑی گھبراہٹ سے پسپا ہو گئی اور توپخانہ کی باڑی بھی پسپا ہو کے پیچھے ہٹ گئی۔ اس عرصہ میں فرانسیسی توپخانہ کی باڑیوں نے فوراً آگے بڑھ کے اُس مورچہ پر قبضہ کر لیا جہاں سے فوج پرشیا کے توپخانہ کی باڑی ابھی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس وقت سے فوج پرشیا نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ ٹھوڑی سی فوج لڑتی رہی اور اُس کی آڑ میں کل فوج پرشیا بڑی عمدہ اور باقاعدہ طور سے پسپا ہو گئی۔ گولہ باری بتدریج کم ہوتے ہوتے شام کے پانچ بجے بالکل موقوف ہوئی جبکہ پرشیا کی فوج کے تمام مورچوں اور مدبوں پر فرانسیسی فوج قابض ہو گئی۔ شہر ڈیجون پر فرانسیسیوں نے بے شک یہ بڑی فتح پائی۔ گربالڈی کی فوج نے پرشیا کی ایک رجمنٹ سے اُس کا جھنڈا چھین لیا جس پر ریشم سے کام بنا ہوا تھا اور کچھ سپاہی فوج پرشیا کے گرفتار کئے۔ اس تین دن کی لڑائی میں مقتولین اور مجروحین میں فرنچ فوج کے ایک ہزار آٹھ سو سپاہی ضایع ہوئے۔ اور فوج پرشیا کا نقصان اس سے بھی بہت زیادہ ہوا۔ ملک پولنڈ کے جنرل بوسک کے ایک مہلک زخم آیا۔ اس سے فرانسیسی فوج کو بہت افسوس ہوا۔

۲۲۔ جنوری کو شہر کیمبرائی پر گولہ باری شروع کی گئی۔ پرشیا کی فوج نے اپنا توپخانہ اس شہر کے جنوب مغرب کی طرف بجانب شہر مارکوانگ اور سروئر تعینات کیا لیکن فرانس کا بحری توپخانہ اس شہر کی حفاظت پر تھا اور اُس نے پرشیا کے توپخانہ کو بڑا صدمہ پہنچایا۔ جنرل ون گوئٹن نے یہ دیکھ کر کہ یہ شہر جلدی سے فتح نہیں ہو سکے گا اور اُس کو یہ بھی خوف ہوا کہ کہیں فرانسیسی فوج پیچھے سے آکر حملہ نہ کر دے اس لئے ۲۳۔ تاریخ کو اُس نے محاصرہ اُٹھا لیا۔

۲۲۔ جنوری کو باشندگان شہر جیسورس نے ایک بہت بڑی فوج پرشیا کے حملہ کی مدافعت بڑی بہادری سے کی۔ جن شخصوں کے پاس ہتھیار نہ تھے اُنہوں نے دندانتی اور کھرپے سے لڑائی کی۔ اُنہوں نے گھوڑے اور گاڑیاں گرفتار کر لئے اور جرمنی فوج کے بارہ سپاہی مار ڈالے۔

۲۳۔ جنوری کو پرشیا کی فوج نے شہر لافلیچی کو خالی کر دیا۔ لیکن ۲۴۔ جنوری کو جبکہ ایک فرانسیسی فوج لافلیچی کیجانب بھیجی گئی تو وہاں اُس نے کچھ جرمنی فوج کو کمین میں چھپا ہوا پایا۔ فرانسیسی رسالہ سوار ان معہ پیدل فوج کے وہاں پہنچ گیا اور اُس نے بچھتر جرمنی کے سپاہیوں کو منتشر کر دیا اور بہت سے سپاہی مار ڈالے۔ اور پرشیا کی فوج کو شہر سے بھگا کر فرانسیسی فوج شہر پر قابض ہو گئی بعد ازاں ایک مضبوط دستہ پرشیا کی فوج کا آگیا اور پھر فرانسیسی فوج شہر بزدجس کیجانب پسپا ہو گئی۔ شہر لافلیچی کے بازار میں پرشیا کی بہت فوج ماری گئی۔ فرانس کی فوج موبائل شل قواعد داں فوج کے لڑی۔

پیرس کے قلعجات پر ۲۷۔ جنوری کو گولہ باری شروع کی گئی اور شہر ڈینس کے قلعجات پر ۲۷۔ کی شام سے گولہ باری شروع کر دی گئی تھی جو ۲۸۔ کی سہ پہر کے چار بجے تک آہستہ آہستہ ہوتی رہی۔ فرانس نے ۲۷۔ تاریخ کی رات اور ۲۸۔ کی صبح تک شہر سینٹ ڈینس کے قلعوں کو جو کچھ نقصان پہنچا تھا اُس کی مرمت کر لی۔ اور اس عرصہ میں ان قلعوں میں وہ بڑی بھاری بھاری توپیں لے آئے۔ جیسی قول اس قلعہ میں نہ تھی اور اپنے میدانی توپخانہ اور پیدل فوج کو ذرا آگے بڑھایا اور اسی طرح جنگی کشتیوں کو تاکہ قصبات اپنی اور آرمین کے لوگوں پر حملہ کا خوف ڈالدیں اور سہ پہر کو چار بجے جبکہ کہر موقوف ہوا فرانسیسی فوج نے بڑھ کر حملہ کر دیا۔ چھ بجے تک جانبین میں نہایت سخت لڑائی توپوں کی رہی۔ جرمنی توپخانہ کے دو افسر اور ایک کپتان ۲۷۔ جنوری کو مارے گئے۔ ۲۶۔ جنوری کو وائسلیسنر سے جرمنی توپخانہ کو یہ حکم موصول ہوا کہ اگر فرانسیسی آگ برسانا موقوف کر دیں تو جرمنی توپخانہ بھی رات کے بارہ بجے کے بعد سے گولہ باری موقوف کر دے۔ اور جب تک کہ دیگر احکام اندرینبارہ نہ پہونچ جاویں گولہ باری پھر شروع نہ کرے۔ ہاں اُس وقت ایسا کرنے کا اختیار ہے جب کہ اوّل فرانسیسی فوج خود ہی گولہ باری شروع کر دے۔

۲۴۔ جنوری کو شہر لانگرئی نے جسپر دو دن سے گولہ باری ہو رہی تھی اپنے تئیں فوج پرشیا کے سپرد کر دیا جا ۴۰۰۰ ہزار قیدی اور دو سو توپیں جرمنی فوج کے ہاتھ لگیں۔

۲۴۔ جنوری کو فرنکس ٹیرئر کے ایک دستہ نے پرشیا کی فوج کو قصبہ لاسوسے بھگا دیا اور کئی سپاہی مار ڈالے۔

۲۴۔ جنوری کو پرشیا کی ایک فوج جسکی تعداد دو تین ہزار تھی شہر مین کو گئی اور وہاں فرنکس ٹیرئر کے ایک دستہ فوج سے اُسکی لڑائی ہوئی۔ مگر اس لڑائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا لیکن پرشیا کی فوج نے یہ کہلا بھیجا کہ اگر فرنکس ٹیرئر ہم پر گولے برسانے سے باز نہ آئینگے تو ہم شہر کو جلا دینگے۔

جنگ بلفورٹ کے بعد اس بقیہ فرانسیسی فوج کا جو بچا ہو گئی تھی جو زیر کمان جنرل بوبکی تھی جنرل مانٹیفل نے ایک بڑی تعداد فوج پرشیا کے ساتھ تعاقب کیا اور اس فوج کے پرشیا کی فوج کے ساتھ ۸ اور ۱۵ جنوری اور یکم فروری کو کئی معرکے ہوئے جسمیں سے بعض معرکے سخت بھی ہوئے اور خاصکر وہ معرکہ بہت سخت تھا جو قصبہ لاکلوز کے پاس ہوا اور یہ قصبہ فرانس کے شہر پونٹ ارلیئر اور سوئزرلینڈ کی سرحد کے بیچ میں واقع ہے اور یہاں پرشیا کی فوج نے حملہ کر کے فرانس کی تمام فوج کو سرحد کے پہاڑوں میں بھگا دیا اور آخکار فرانسیسی فوج کو شکست ہوئی۔ پرشیا کی فوج نے دو جھنڈے آنیس توپیں اور ۱۹ مٹریلیوزیں۔ دو جنرل اور پندرہ ہزار سپاہی قید کئے۔ اور علاوہ اس کے کئی سو قلعے اور رسد کی گاڑیاں اور بے شمار سامان جنگ فوج پرشیا کے ہاتھ لگا۔ جرمنی فوج مقتولوں میں اور مجروحین میں قریب چھ سو کے ضایع ہوئی۔ جنرل مانٹیفل نے فرانس کی فوج کو حدود سوئزرلینڈ کے پہاڑوں پر اس قدر بڑھایا اور گھیر لیا اور فرانس کی فوج کو دو باتوں پر مجبور کیا کہ یا تو وہ اپنے تئیں سپرد کر دے اور یا علاقہ سوئٹزرلینڈ میں چلی جاوے۔ فرانسیسی جنرلوں نے اس مخمصہ سے نکلنے کے لئے دار سلیتر کا نفرنس جمع کی اور خواہش اُن کی یہی تھی کہ فرانسیسی علاقہ میں اس فوج کو آنے دیا جاوے۔ مگر شاہ پرشیا نے یہ بات نہ مانی۔ اسپر جو فرانسیسی فوج جسکی تعداد ۸۰۰۰۰ ہزار تھی۔ سوئٹزرلینڈ کے علاقہ میں داخل ہو گئی اور اپنے تئیں دشمن کو سپرد کر دینے سے بچا لیا۔

جنرل گریبالڈی کو جنوری کے اختتام پر اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں پرشیا کی فوج اسکو یہاں گھیر نہ لے اسلئے وہ نہایت جلدی سے پسپا ہو گیا۔ ایک چھوٹی سی لڑائی کے بعد یکم فروری کو فوج پرشیا نے ڈیجون پر قبضہ کر لیا۔

فصل ہفدہم

پیرس کی سپردگی۔ صلح کے لئے مہلت جنگ

فرانسیسوں نے جسقدر ان تھک اور با استقلال کوششیں اس بارہ میں کیں کہ فوج جرمنی کو ملک فرانس سے باہر نکال کر اُن کے ملک میں اُن کو واپس بھگا دیا جاوے یہ سب کوششیں بے کار گئیں۔ اور فرانس کی فوجی شہرت اور اسکا جنگی دبدبہ واقتدار کچھ عرصہ کے لئے کم ہو گیا۔ تواریخ اسبات کی شاہد ہیں کہ فرانسیسی قوم زمانہ سابق میں بھی بڑے بڑے تغیر اور انقلابات برداشت کر چکی ہے لیکن اُس زمانہ سے کہ جب

ایڈورڈ بلیک پرنس نے فرانس کی بے شمار فوج کو شکست فاش دی تھی تب سے فرنسیسی قوم نے ایسا سخت تغیر اور انقلاب برداشت نہیں کیا تھا جیسا کہ انیسویں صدی کے آخری نصف حصہ میں یعنے ۱۸۷۰ء کے شروع میں اُس نے برداشت کیا۔ میدان کارزار میں فرانس کے ہر ایک لشکر کو شکست ہوگئی ہے اور ایسے حالات میں دارالخلافہ کے فتح ہوجانے میں ایک ایسی بات وابستہ ہے کہ جسکو معمولی شکست نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور اس خیال کو وسیع کرنے سے صاف اور صریح طور سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ بات یا حکمت عملی عقل کے موافق ہے یا نہیں کہ فرانس کی عزت قایم رکھنے کے لئے یا اُس کے فائدے کیلئے آیا یہ جنگ قایم اور جاری رکھی جاوے؟ ایسے حالات میں ایمگیمبسٹیا کی مزاج کا آدمی چاہے کچھ ہی خیال کرے یا عمل کرے۔ لیکن ایم جولیئس فاور۔ جنرل ٹروچو اور دیگر اعتدال پسند ممبران عارضی گورنمنٹ فرانس کے رویہ سے یہ بات ناممکن معلوم ہوتی تھی کہ وہ ایک ایسی تجویز کو منظور کرینگے جو ملک فرانس کو اب زیادہ عرصہ تک ایک غیر مفید جنگ میں اور زیادہ مبتلا رکھے جسمیں فتحمندی کی بالکل اُمید نہ ہو۔ اسلئے پیرس کا فتح ہوجانا یا مطیع ہوجانے کا زمانہ جنگ ہمارے ایک ایسا زمانہ ہوا ہے جسمیں اسبات پر غور بحث ہوئی تھی کہ آیا جنگ کو جاری رکھا جاوے یا صلح کرلیجاوے۔ اس سوال کا فیصلہ اب کُل ملک فرانس ہی کرسکتا تھا کیونکہ فرانس کی گورنمنٹ آف ڈیفنس نے تو یہ قرارداد کرلیا تھا کہ جب تک حملہ آور زمین فرانس پر موجود ہے ہم صلح نہیں کرتے اور اس لئے اب بجائے نیشنل ڈیفنس کی گورنمنٹ کی نیشنل اسمبلی (قومی مجلس حکومت) کا منتخب کیا جانا ضروری ہوا اور نہ صلح ہونا ناممکن تھی چونکہ پہلی حالت میں نہ تو حملہ آوروں کا فرانس سے نکلنا متصور ہوسکتا تھا اور اس لئے صلح کا ہونا قیاس نہیں کیا جاسکتا تھا اسلئے نیشنل اسمبلی کے انتخاب کی ضرورت ہوئی اور ملک فرانس سے اسی سوال کا جواب پوچھا گیا کہ کیا اب جنگ کو ختم کردیا جاوے؟ لیکن اب ظاہر سوال یہ بھی آپڑا تھا کہ اب فرانس میں کونسی قسم کی گورنمنٹ قایم کیجاوے۔؟ لیکن یہ بات تو صاف ظاہر ہوگئی تھی کہ فرانس میں اب چاہے کسی قسم کی گورنمنٹ منتخب ہو وہ اب ہر کارروائی قوم کی مرضی کے موافق کرے گی۔ اور چونکہ قوم فرنچ کو اب یہ ایسا موقع مل گیا تھا کہ سب ملک فرانس کے خیالات ظاہر ہوگئے اسلئے جس قسم کی گورنمنٹ قایم ہوتی وہ ان خیالات ملک کی نقیض کارروائی

فوٹ۔ ۱۔ ایڈورڈ بلیک پرنس پرنس آف ویلز یعنے ایڈورڈ سوم کا بیٹا اور ولیعہد تھا۔ باپ کے حین حیات میں یہ فوت ہوگیا۔ بڑا بہادر اور جنگجو تھا۔ کریسی کی لڑائی میں ۱۳۴۶ء میں فرانس کی بے شمار فوج کو بڑی بہادری سے شکست دی۔ از مترجم۔

ہرگز نہ کرتے ۔ کیونکہ اب کسی قسم کی گورنمنٹ بغیر کل ملک فرانس کے منظوری کے ۔ ایک بڑا قطعۂ ملک دے کر صلح نہیں کر سکتے تھے اسی طرح سے اب چاہے کسی قسم کی گورنمنٹ ہو تی بغیر اس کی مرضی کے جنگ بھی جاری نہیں رکھ سکتی تھی ۔ اس طرح سے باشندگان فرانس کو اب یہ موقع بات کے فیصلہ کرنے کا ملا تھا ۔ کہ اب وہ کس قسم کی گورنمنٹ کو ملک میں جاری کرنا پسند کرتے ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ اس مفید سوال کا اُن کو فیصلہ کرنا باقی تھا کہ آیا صلح کر لی جاوے یا جنگ کو جاری رہنے دیا جاوے ۔

قلعجات پیرس کی سپردگی کی بابت خاص خاص شرطیں حسب ذیل تھیں :-

صلح برائے مہلتِ جنگ پیرس میں فوراً عمل پذیر ہوگی ۔ اور دیگر اضلاع میں تین دن کے بعد سے ۔ اور ۱۹ ۔ فروری کی دوپہر کو یہ عارضی صلح ختم ہو جاوے گی ۔

حد بندی عارضی کا یہ فیصلہ ہوا کہ اضلاع سارتھی ۔ انڈری ۔ لوائر ۔ لوئی ۔ چیر ۔ لوریئیونی اور ان کے علاوہ جتنے اضلاع شمال مغرب میں ہیں سوائے اضلاع پس ڈی کالائس اور نوڈ کے یہ سب جرمنی قبضہ میں رہینگے ۔

اس عارضی صلح کا فیصلہ دربارہ اضلاع کوٹ ڈی اور ڈوبس ۔ جورا ۔ اور بلفورٹ محفوظ رکھا گیا تاوقتیکہ جب تک کہ فرانس کے اُس حصے میں فوجی کارروائی جاری رہے گی اور جس کارروائی میں بلفورٹ کا محاصرہ بھی شامل ہے ۔ فوج بحری بھی اس مہلت جنگ سے مستفید ہوگی ۔ قیدیان رہا کئے جاوینگے اور مال غنیمت واپس دیا جاویگا ۔

تمام قلعجات پر جرمنی قبضہ کرا دیا جاوے گا اور تمام سامان جنگ جرمنی فوج کو دے دیا جاوے گا ان امور کے عملدآمد کے لئے فوراً کارروائی شروع کیجا دے گی ۔

ریلوے جات آرلینز نیورس اور آرلینز اور النکون ۔ یہ سب ریلوے فرانسیسوں کے استعمال کے لئے کشادہ رہیں گے تاکہ پیرس میں غلہ اور سامان وغیرہ کا ذخیرہ کر لیا جاوے اور دریائے سین اور مارنی اور جنوب اور مغرب کی سڑکیں بھی اسی غرض کے لئے فرانسیسوں کے لئے کشادہ رہینگی ۔

نیشنل اسمبلی (قومی مجلس حکومت) کے انتخاب کے لئے لوگوں کو منتخب کرنے کی کارروائی شروع

کی جاوے گی کیونکہ نیشنل اسمبلی صلح کرنے یا جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کرے گی۔ شہر بورڈو مقرر کیا جاتا ہے وہاں نیشنل اسمبلی کا جلسہ منعقد ہوگا۔

پیرس کے تمام قلعجات جرمنی فوج کو فوراً سپرد کر دیئے جاویں گے۔ اور پیرس کے خاص قلعہ میں سے فوج اور ہتھیار سب نکالکر اُسکو خالی کر دیا جاوے گا۔

تمام فوج بری اور بحری اور موبائل گارڈس موجودہ پیرس اسیران جنگ ہیں سوائے بارہ ہزار فوج کے جو عام انتظام کے لئے قایم رکھی جاوے گی۔ یہ اسیران جنگ اس عارضی صلح کے دوران میں پیرس کی فصیل کے اندر ہی اندر رہینگے اور اُن کے ہتھیار لے لئے جاویں گے۔ فوج نیشنل گارڈس اور فوج پولیس اپنے ہتھیار برائے انتظام اور حفاظت عامہ اپنے پاس رکھے گی اور فرنیکس ٹیرر کی تمام فوجیں توڑ دی جاویں گی۔ جرمنی فوج کے جہاں تک اختیار ہیں ہوگا۔ فرانسیسی محکمہ کمسریٹ کو اس بارہ میں سہولت اور آسانی سے مدد دے گی کہ پیرس میں غلہ وغیرہ پھر جمع کر دیا جاوے گا، اور اگر کوئی شخص پیرس سے جانا چاہے گا تو فرانسیسی حکام کی اجازت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوگا کہ جرمنی افسران کی بھی اجازت حاصل کی جاوے۔ جرمنی فوج کے خرچ کے لئے شہر پیرس سے پندرہ دن کے اندر اندر بیس کروڑ فرانک چندہ کر کے جرمنی افسران کو دئے جاویں (فرانک ملک فرانس کا ایک سکہ چاندی کا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے سکہ سے اگر اُس کی قیمت کا موازنہ کیا جاوے جو ہمیشہ بوجہ زخ تبادلہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے تو بسکل ایک فرانک ہندوستان کے بارہ آنے کے برابر ہوتا ہے۔ از مترجم)

اس عارضی صلح کے دوران میں فرانس کی سرکاری جائداد کا انتقال نہ ہو سکے گا۔ جرمنی اسیران جنگ بعوض بے شمار فرانسیسی اسیران جنگ کے رہا ہونگے یعنے جانبین اسیران جنگ کو رہا کرینگے اور اسی طرح سے ہر دو جانب کے جہازوں کے کپتان اور دیگر عام آدمی جو اسیر جنگ ہیں یہ سب چھوڑ دیئے جاوینگے۔

پیرس کی سپردگی کے شرائط پر ۲۸۔ جنوری کی سہ پہر کو فریقین کے دستخط ہو گئے اور جرمنی کی فوج نے ۲۹۔ جنوری کی صبح کو قلعجات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ قلعہ مونٹ ویلیرین پر جرمنی کی فوج نے ۲۸۔ جنوری کی شام ہی کو قبضہ کر لیا۔ ان قلعجات میں جرمنی فوج اپنی بہادری بھاری توپیں

نوٹ لے گئی چونکہ پیرس کا خاص قلعہ بڑا مستحکم تھا اور اس میں بڑی بڑی توپیں اور فوج عظیم تھی اور پیرس کی جدت پسند اور متلون المزاج آبادی پر ان فاتحان کو کسی قسم کا بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا تاوقتیکہ تمام شہر پیرس کے ہتھیار لے لئے جاویں۔ جرمنی کی ایک بڑی مضبوط فوج پیدل اور توپخانہ پیرس کے اندر گیا۔ تاکہ بروقت ضرورت اُن جرمنی جماعتوں کی مدد کرے جو باشندگان اور افواج پیرس سے ہتھیار لینے پر مقرر ہوئی تھیں۔ اُس فرانسیسی سپاہی توپخانہ پر جو خاص قلعہ پیرس اور دیگر قلعجات کے درمیان میدان میں مقیم تھا ۲۸۔ جنوری کی صبح کو جرمنی فوج نے قبضہ کر لیا۔ اُسی صبح کو قلعجات آبڈی اور بسٹری پر ویلیشین فوج قابض ہو گئی قلعجات رومن ویلی۔ نوزی۔ روزنی اور نوجنٹ پر ۱۲ سیکسنی کورز نے قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ چارنٹن میں فوج اوّل بوئیریا کور مقیم ہو گئی اور ۴ بوئیریا کور قلعجات سونٹروگ اور ونس میں مقیم ہو گئی۔

پیرس میں جسقدر فوج اسیر جنگ ہوئی اُس کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تھی اور قلعہ کی پندرہ سو توپیں جرمنی فوج نے گرفتار کیں اور چار سو میدانی توپیں اور سٹرلیپوزاں کے ہاتھ آئیں۔ دریائے سین میں جس قدر جنگی کشتیاں اور انجن وغیرہ تھے اُن سبکو فاتحان فرانس یعنے جرمنی فوج نے اپنے استعمال کے لئے مقرر کر لئے۔

۲۹۔ جنوری کی سہ پہر کو تین بجے کے قریب ۴۷ جرمنی رجمنٹ نے قلعہ مونٹ ولیرین پر قبضہ کر لیا۔ اور فرانسیسی فوج نے دوپہر سے پہلے پہلے اس قلعہ کو خالی کر دیا تھا۔

ماہ فروری میں ملک فرانس کے ہر قصبہ اور شہر میں نیشنل اسمبلی کے انتخاب کے لئے جلسے ہونے شروع ہو گئے کیونکہ جنگ کے جاری رکھنے یا صلح کر لینے کا فیصلہ نیشنل اسمبلی پر منحصر رکھا گیا تھا۔ اس بارہ میں سرکاری طور سے بھی جلسے ہونے لگے اور انمیں مختلف لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کیموافق نرم و گرم زبان کا استعمال کیا۔

۱۲۔ فروری کو فرانس کی گورنمنٹ آف ڈیفنس نے اپنے خیالات سے استعفا دیا تاکہ ملکی اختیارات اب نیشنل اسمبلی کی تفویض میں چلے جاویں۔ جسکے انتخاب کے لئے اب ہر قصبہ اور شہر کیجانب سے قایم مقام جمع ہو گئے تھے۔ ایم جولیس فاور اور دیگر وزیران تا تقرری نیشنل اسمبلی اپنے صیغہ جات کے کام کی نگرانی کے لئے بدستور مامور رہے۔

۱۴۔ فروری کو پیرس نے اپنا خرچہ جنگ ادا کر دیا۔ دس کروڑ فرانک تو فرانسیسی بنک کے نوٹوں میں ادا کئے گئے اور ۵ کروڑ بذریعہ تبادلہ یا ہنڈوی کے برلن میں ادا کئے گئے اور ۵ کروڑ بذریعہ ہنڈی تبادلہ لنڈن میں ادا کر دئے گئے۔

۱۵۔ فروری کو ایم جولیس فاور نے کوٹ بسمارک سے دربارہ توسیع سعاد اس صلح عارضی کی ملاقات کی۔ چونکہ عوام فرانس جنوب میں جنگی تیاریاں مثل جنگ کرنے کے کر رہے تھے اور ۱۸۷۱ء کے لئے رنگروٹوں کو بھرتی کر رہے تھے۔ اس لئے تادریافت ہونے حالات جنوب کے فرخ لوگوں کے۔ یہ عارضی صلح پانچ دن کے لئے اور بڑھا دی گئی یعنے ۲۴ فروری تک کر دی گئی

۱۷۔ فروری کو نیشنل اسمبلی منتخب شدہ کا اجلاس ہوا اور نیشنل اسمبلی نے اپنی جانب سے ایم تھیرز کو حکومت عالمانہ ملک فرانس کا افسر مقرر کیا۔

۱۹۔ کو نیشنل اسمبلی کے اجلاس میں ایم تھیرز موجود تھا اور اس نے یہ اسپیچ دی کہ آپ نے جو کام میرے ذمے مقرر کیا ہے گو وہ ایک بڑا سخت کام ہے مگر آپ کے حکم کے موافق نہایت اطاعت اور محبت سے میں اس کو بسر و چشم قبول کرتا ہوں اور گو فرانس پر ایسی مصیبت پڑی ہے کہ ایسے زمانہ سابق میں اس پر کبھی بھی نہ پڑی تھی تاہم ملک فرانس بہت وسیع ہے اور دولتمند ہے اور اس ملک میں دولت کے سینکڑوں وسائل موجود ہیں۔ امید ہے کہ اب یہ اور ترقی کر کے آئندہ ہمیشہ کے لئے انسانی ہمت اور جرأت کا ایک یادگار ہو جاوے گا۔ میں نے جو وزارت منتخب کی ہے وہ عام لوگوں کی رائے کے موافق کی ہے اور ان پر ایسے لوگ مقرر کئے گئے ہیں جن کا اخلاق اور لیاقتیں بہت اعلےٰ درجہ کی ہیں اور وہ وزارت حسب ذیل ہے:۔

ایم ڈفرین کو وزیر عدالت مقرر کیا ہے اور ایم جولیس فاور کو وزیر خارجیہ۔ ایم پکارڈ وزیر داخلہ ایم جولیس سیمون وزیر تعلیم ایم لیمبرچٹ وزیر تجارت۔ جنرل لفلو وزیر جنگ۔ امیر البحر پوتھوآن وزیر بحر۔ ایم ڈی لاریسی وزیر تعمیرات۔ یہ وزرا مقرر کئے گئے ہیں میں نے کوئی خاص صیغہ اپنی خاص نگرانی میں نہیں رکھا ہے اس لئے تا کہ میں بنک کے ہر صیغہ میں پوری پوری مدد دے سکوں"

۱۶۔ فروری کو قلعہ بلفورٹ نے بھی اپنے تئیں جرمنی فوج کو سپرد کر دیا۔ اور اس قلعہ میں

جو بارہ ہزار فوج تھی اُس کو یورپ فوجی اعزاز کے ساتھ یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدی۔ علاوہ اذیں پرشیا والوں نے اضلاع کوٹی ڈی اور اور جو اپر قبضہ کر لیا اور وہاں کی بھی تمام فوج کو اپنے ہتھیار اور قلعہ سے سرکاری کاغذات لیجانے کی اجازت دے دی۔ جرمنی فوج نے ضلع ڈولین پر بھی قبضہ کر لیا سوائے اُس علاقہ کے جو شہر لورنس لی سولینئر کے جنوب میں ہے۔ چونکہ جرمنی ہیڈکوارٹر سے یہ ہدایتیں آگئی تھیں کہ صلح کے عہدوپیمان ہونے سے پہلے پہلے قلعہ بلفورٹ کو فتح کر لیا جاوے اس لئے اس حکم کی تعمیل بہت سختی سے حملہ کر کے کی گئی۔ قلعہ بلفورٹ ایک ایسی جگہ بنا ہوا ہے کہ وہاں سے پیرس کو جو راستہ جاتا ہے وہ تو گویا غیر محفوظ ہے۔ مگر اس قلعہ پر قبضہ ہو جانے سے شہر لانیس اور اسٹراسبرگ بہ عمدہ طور سے قبضہ ہو سکتا ہے اور سرحد جرمنی پر جو تمام قلعجات بنے ہوئے ہیں وہ سب گویا اُس کی زد میں ہیں۔ غرضکہ یہ قلعہ ایسا ہے کہ اگر تھوڑی سی فوج اُس میں مقیم ہو جاوے تب بھی اُس کا فتح ہونا ناممکن ہے چنانچہ اس کی سپردگی سے دو دن پہلے فرانسیسوں نے قلعہ سے جرمنی فوج پر اس قدر گولہ باری کی کہ مجبوراً جرمنی فوج کے کمانڈر کو مہلتِ جنگ کے لئے درخواست کرنی پڑی تاکہ اپنے کشتگان کو وہ دفن کر سکے یہ اوّل درجہ کا قلعہ ہے اور صرف فاقہ کشی کی وجہ سے اس نے اپنے تئیں سپرد کر دیا۔

۱۶ فروری کو ایم تھیئر زوار سلینئر کو گیا تاکہ کونٹ بسمارک سے صلح کی گفتگو کرے۔ چونکہ کونٹ بسمارک کو اندرینبارہ شاہ پرشیا سے مشورہ کرنا ضروری تھا اس لئے عارضی صلح کی میعاد میں دو دن کا اور اضافہ کر دیا گیا یعنے عارضی صلح کی میعاد ۲۶ فروری تک کر دی گئی۔

فصل شانزدہم

صلح کا ابتدائی عہدنامہ۔ پیرس میں حالت جوش۔ اختتام

ہر شخص اب اس بات کا یقین کرتا تھا کہ فرانس کو اپنے خاتمان کو تاوان جنگ کی ایک بڑی کثیر التعداد رقم دینی پڑے گی۔ اور اس بات سے بھی شاید چند ہی شخص منکر ہونگے کہ زمانہ شہنشاہی میں فرانس نے اوّل خود ہی جنگ کو اُٹھایا تھا اور جب کہ سلطنت کی جگہ ایک جمہوری

قایم ہوئی تو اُسنے اسیبات پر اصرار کیا کہ فرانس کا کچھ بھی دشمن کو نہ دیا جاوے۔ اس لئے فاتحان نے جو بہت ہی زاید مطالبے کچھ ٹنک لینے اور تاوان کے لئے کئے تو یہ مطالبے فرانسیسی حکام کی مدبرانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں کونٹ بسمارک اسبات سے خوب آگاہ تھا کہ فرانس اس شکست فاش سے ہمیشہ جرمنی کیجانب سے اپنے دل میں خار کھاتا رہے گا اور اُس کے پرجوش باشندگان کے بعض جنگجو فرقوں کی ترغیب سے جب کبھی اُس کو موقع ملے گا وہ اپنی اس شکست کا دھبہ مٹائے بغیر باز نہ آوے گا اس لئے کونٹ بسمارک نے یہ ارادہ کیا کہ اس قدر سخت مطالبات کئے جاویں کہ جس کے صدمہ سے وہ برسوں نہ اُبھر سکے۔ اور چونکہ کل قوم نشر صلح کی خواہشمند ہے اس لئے فرانس اس وقت سخت سے سخت مطالبہ بھی منظور کرلے گا۔

صلح کا ابتدائی عہدنامہ

نیشنل اسمبلی کا ۲۸ فروری کو ۲ بجے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ تمام ممبران پر حالت سکوت طاری تھی۔ سانس کی آواز بھی نہیں آتی تھی کہ اتنے میں ایم تھیئر کھڑا ہوا مفصلہ ذیل تقریر ادا کی:۔

"ہم نے بڑی تکلیف وہ امر کو منظور کرلیا ہے اور قبل اس کے اُس کے دفع کرنے کے ہم تمام تر وہ کوششیں کر چکے تھے جو امکان میں تھیں مگر وہ دفع نہ ہوسکا۔ اب ہم بڑے افسوس کیساتھ آپ کی منظوری کے لئے ایک مسودہ پیش کرتے ہیں اور التماس ہے کہ اس کو نہایت جلد منظور کرلیا جاوے اور وہ بل (مسودہ) حسب ذیل ہے:"

نیشنل اسمبلی۔ ضرورت کی وجہ سے مجبور ہو کر صلح کا وہ ابتدائی عہدنامہ منظور کرتی ہے کہ جو شہر وارسلیز میں ۲۶ فروری کو دستخط ہو گئے ہیں۔

اتنا پڑھکر ایم تھیئر کو اس قدر جوش رقت ہوا کہ اُس سے زیادہ مسودہ نہ پڑھا گیا اور اُسی جوش میں اجلاس کے کمرہ سے باہر چلا گیا تا کہ جب جوش کم ہو تب آوے۔ اسپر ایم بارتھیلیمی سینٹ ہلیر نے تب ابتدائی عہدنامۂ صلح کی شرطیں پڑھنی شروع کیں۔

اوّل - فرانس اپنے مفصلہ ذیل حقوق بحق سلطنت جرمنی چھوڑتا ہے:-

صوبۂ لورین کا پانچواں حصہ - معہ شہر متز اور تھیون ویل کے اور نیز اضلاع السّاس اور بلفورٹ -

دوم - فرانس سلطنت جرمنی کو بطور خرچۂ جنگ کے پانچ ملیارڈ فرانک یعنے میں کروڑ پونڈ (تین ارب بیس کروڑ روپے - ۳۲۰۰۰۰۰۰۰ - از مترجم) ادا کرے گا جن میں سے ایک ملیارڈ تو ۱۸۷۱ء میں ادا کیا جاوے گا اور باقی چار ملیارڈ بذریعہ اقساط کے تین سال کے اندر ادا کر دئے جاویں گے -

سوم - جبکہ یہ عہدنامۂ صلح منظور ہو جاوے گا فوج جرمنی علاقۂ فرانس کو فوراً خالی کرنا شروع کر دے گی اور اُسی وقت پیرس اور مغربی اضلاع سے بھی جرمنی فوج روانہ ہو گی - دیگر اضلاع کا خالی کرنا اُس وقت بتدریج شروع ہو گا جبکہ اوّل ملیارڈ کی قسط ادا کر دی جاوے گی اور سب اضلاع فرانس اُسی تناسب سے خالی کئے جاوینگے کہ جس طرح سے بقیہ چار اقساط ادا ہونگی - اس عہدنامہ کے منظور ہو جانے کی تاریخ سے جس قدر روپیہ اقساط کا باقی رہے گا اُس پر حساب پانچ فی صدی سالانہ کے سود لیا جاوے گا -

چہارم - جرمنی فوج جن اضلاع میں مقیم رہے گی وہاں سے وہ محصول وغیرہ کچھ وصول نہ کریگی لیکن فرانس کو اُس فوج کا ماہوار خرچ ادا کرنا پڑے گا -

پنجم - جو اضلاع کہ سلطنت جرمن کو دئے گئے ہیں اُن کے باشندوں کو اس امر کے پسند کرنے کیلئے مہلت دیجاوے گی کہ قوم فرانس یا قوم جرمن جس کی راہ و رسم و رواج و قومیت اُنہیں پسند ہو وہ اختیار کر لیں - اور جا ہیں جہاں سکونت کر لیں -

ششم - اسیران جنگ فوراً چھوڑے جاوینگے -

ہفتم - اس عہدنامہ کے منظور ہو جانے کے بعد شہر برسلز میں آخری عہدنامۂ صلح کیلئے کارروائی شروع کیجاویگی -

ہشتم - جن اضلاع میں جرمنی فوج مقیم رہے گی اُن کا انتظام فرانسیسی حکام کرینگے لیکن اُن پر جرمنی فوج کے افسران کی نگرانی رہے گی -

نہم - جرمنی فوج کا جن اضلاع پر قبضہ نہیں ہے اُن پاس عہدنامہ کی رو سے جرمنیوں کو کوئی

حق نہیں دیا جاتا ہے۔

دہم۔ فرانس کی نیشنل اسمبلی اس عہدنامہ صلح کو منظور کرے گی۔

پیرس کے باشندوں میں بڑا جوش تھا۔ اسلئے ایم تھیئرز اور ایم پیکارڈ نے ۲۸۔ فروری کو حسب ذیل اعلان شایع کیا:۔

"اے باشندگان پیرس"

گورنمنٹ تم کو تمہاری حب الوطنی اور عقلمندی یاد دلا کر تم سے درخواست کرتی ہے کہ تم کسی قسم کا جوش وغیرہ ظاہر نہ کرو۔ پیرس کی قسمت تمہارے ہاتھ ہے اگر تم نے ذرا بھی جوش ظاہر کیا تو دشمن تمام شہر کو تباہ کر دے گا۔ اور ملک فرانس کی حفاظت اور بربادی کا انحصار تمہارے رویہ پر ہے۔ ایک بڑی بہادرانہ مدافعت کے بعد فاقہ کشی نے ہمیں اس بات پر مجبور کر دیا کہ ہم نے فاتح دشمن کو قلعجات پیرس سپرد کر دیئے۔ جو فوج کہ ہماری مدد کو آسکتی تھی وہ دریائے لوائر کے پرلی طرف منتشر کر دی گئی ہے اور انہیں امور کی وجہ سے گورنمنٹ اور نیشنل اسمبلی کو صلح کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس عرصہ چھ دن ہم نے خود جاکر صلح کے ایسے شرائط لکھوائے ہیں کہ جہاں تک ہمارے اختیار ہیں آسان شرائط صلح لکھانا تھا اور اب ہم نے ابتدائی صلحنامہ پر دستخط کر دیئے ہیں اور وہ اب برائے منظوری نیشنل اسمبلی میں پیش کیا جاوے گا۔ اگر ہم صلح مہلتِ جنگ کی میعاد نہ بڑھواتے تو اب جبکہ یہ عہدنامہ صلح ابتدائی ہو رہا تھا اسوقت لڑائی جاری ہوتی اور بے فائدہ فوج کا خون بہتا ہوتا۔ یہ میعاد مہلت اس شرط پر زیادہ کی گئی ہے کہ چوتھائی شہر پیرس پر جرمنی کا عارضی قبضہ کرا دیا جاوے اور اگر تم لوگ یہ بات منظور نہ کرو گے تو یہ صلح کا عہدنامہ ٹوٹ جاوے گا اور دشمن جو کہ اب قلعجات پیرس پر قابض ہے تمام پیرس پر زبردستی قبضہ کر لے گا۔ عوام کی جائداد اور سکانات اور صنعت و حرفت کے کارخانے آج تو یہ سب محفوظ ہیں اور اگر ابتدائی عہدنامہ صلح توڑ ڈالا گیا تو تمام فرانس پر مصیبت نازل ہو جاوے گی۔ اور جنگ کے خوفناک نتائج جو ابھی تک دریائے لوائر سے آگے نہیں بڑھے ہیں پھر کو وہ

پرینیز تک پہونچ جاویں گے (پرینیز ایک سلسلہ کوہ ہے جو ملک فرانس کے انتہائے جنوب و مغرب میں فرانس اور اسپین کے درمیان حدّ فاصل ہے۔ از مترجم) اور یہ بات نہایت صحیح ہے کہ پیرس کی حفاظت میں کُل ملک فرانس کی حفاظت شامل ہے۔ اُن لوگوں کی تقلّ ست کرو کہ جنہوں نے ۸۔ ماہ گذرنے میں جنگ کو شروع کر دیا تھا اور اُس کے مہلک نتیجہ پر خیال نہ کیا تھا فرانسیسی فوج جس نے پیرس کو اتنی بہادری سے بچائے رکھا وہ دریائے سین کے بائیں کنارے پر مقیم ہو کے انتظام کو قایم رکھے گی اور فوج نیشنل گارڈس باقی شہر پیرس میں انتظام قایم رکھے گی۔ اور نیز معزز باشندگان شہر سے بھی یہی اُمید ہے کہ وہ بھی انتظام کے قیام میں مدد دینگے اور یہ خراب حالت صلح کے ہو جانے سے رفع ہو جاویگی اور عوام کی فارغ البالی حاصل ہوگی۔

یکم مارچ کو شہنشاہ جرمنی نے ۶۔ اور ۱۱۔ کور فوج پرشیا اور بہلی کور بویریا کی فوج کے قصبہ ہپوڈروم میں قواعد دیکھی اور ان افواج کا معدنہ الیشن شکر جو زیر کمان جنرل کیمیکی تھا اسی دن صبح کو پیرس میں داخل ہوا۔ سات بجے کے قریب پرشیا کی فوج کی کئی پلٹنیں پیرس میں داخل ہوئیں اور ساڑھے آٹھ بجے کے قریب محل بلیس ڈی انڈسٹری پر قابض ہو گئیں ان میں سے چند دستے فوج کے محل ڈی لاکنکورڈ میں قواعد کرنے کے لئے اور اُن کے وہاں پہونچنے پر چند باشندے وہاں موجود تھے۔ لیکن کسی قسم کا آوارہ یا فقرہ اس فوج پر نہیں پھینکا گیا۔ ایک فوج محل پونٹ ڈی جور سے محل بوربن تک دریائے سین کے داہنے کنارے مقیم ہو گئی اور فرانس کی فوج نیشنل گارڈس کسی شخص کو جو وردی پہنے ہوتا تھا اِدھر سے نہیں جانے دیتی تھی۔ انتظام کے لئے کچھ فرانسیسی فوج گھوڑوں پر چڑھی ہوئی شہر میں پھر رہی تھی۔ فوج نیشنل گارڈس چپ چاپ شہر کے انتظام میں مصروف تھی۔ دوپہر کے قریب پرشیا اور بویریا کی اصلی فوج پیرس میں داخل ہوئی اور جو جگہ کہ اُس کے قیام کے لئے مقرر کی گئی تھی وہاں مقیم ہو گئی۔ اور اس فوج کے افسران یعنے ۵ جنرل محل الیزی میں مقیم

ہوئے۔ پیرس میں تمام دوکانیں بند ہوگئیں اور تمام گھروں کی کھڑکیاں بند کرلی گئیں۔

۲۔ مارچ کو ابتدائی عہدنامہ صلح پر شہر بورڈو میں دستخط ہوگئے۔ اور ایم جولیس فاور نے کونٹ بسمارک کو یہ اطلاع دی کہ شہر بورڈو میں نیشنل اسمبلی نے پانسو چھیالیس ووٹوں سے بمقابلہ ایک سو سات ووٹ کے۔ ابتدائی عہدنامہ صلح منظور کرلیا ہے کونٹ بسمارک نے جواب دیا کہ اب میں تعمیل کے لئے عہدنامہ کے بدلنے پر تیار ہوں کیونکہ شہنشاہ جرمنی نے بھی اُس پر دستخط کردئے ہیں۔ چنانچہ طرفین سے یہی عملدرآمد ہوگیا۔

۳۔ مارچ کو جرمنی اور بویریا کی فوج نے پیرس کو خالی کرنا شروع کردیا صبح کے آٹھ بجے فوج روانہ ہونا شروع ہوئی اور گیارہ بجے تک اس فوج سے پیرس بالکل خالی ہوگیا۔ یہ فوج نہایت سکوت اور خاموشی سے پیرس سے روانہ ہوئی اور وہاں کوئی شخص تماشا دیکھنے کو جمع نہ تھا۔

۷۔ مارچ کو شہنشاہ جرمنی نے اُس جگہ پر کہ جو شروع محاصرہ پیرس کے زمانہ سے اس وقت کی ہوگئی ہے کہ اُس کا تذکرہ اب تواریخوں میں ہوا کرے گا۔ تمام فوج جرمنی کی آخری قواعد دیکھی۔ اُس وقت بارہ بج چکے تھے شہنشاہ معہ ولیعہد اور معہ بہت سے گرینڈ ڈیوک اور شاہزادگان۔ اور ڈیوکان اور جنرلان اور کرنیلان اور معہ اُن کے اردلیوں کے اپنے ہیڈکوارٹر سے روانہ ہوکر اُس جگہ اُس جھنڈے کے نیچے وارد ہوئے کہ جو اس قواعد کی جگہ ہوا میں اُڑ رہا تھا اور قریب میں بینڈ باجوں کے پرشیا کا نیشنل انتھم (قومی گیت) بجا رہے تھے۔ شہنشاہ کو دیکھکر اُس میدان میں جس قدر جرمنی فوج کی رجمنٹیں تھیں اُنہوں نے نہایت زور سے نعرہ ہائے خوشی لگائے جبکہ شہنشاہ معہ اپنے کل جلوس کے اُس فوج میں سے گذرے اور بطور قبول کرنے نعرہ ہائے خوشی کے شہنشاہ جرمنی اکثر اپنی ٹوپی اُتار کر سر کے اوپر اُٹھا لیتے تھے۔

۸۔ مارچ کو جرمنی فوج نے شہر وارسلیز اور پیرس کے گرداگرد کے مقامات کو جنہیں وہ

قابض تھی خالی کرنا شروع کردیا۔ شہنشاہ اور ولیعہد شہزادگان۔ گرینڈ ڈیوکان۔ جنرلان اور کرنیلان اور فاتح فوج کے ہر رتبہ کے آدمی اپنے وطن کے جانب روانہ ہوئے۔ کیونکہ اس قدر فوج عظیم کے روانہ ہونے میں کئی دن درکار ہوتے ہیں۔ اسلئے روانہ ہوتے ہوتے ۱۳ مارچ کو جرمنی کی کل فوج کے ہر فرد بشر کا منہ اپنے وطن کیجانب تھا یعنے وطن کو جارہے تھے۔

اس طرح یہ بربادی بخش اور جنگ درمیان فرانس اور پرشیا کے ختم ہوئی اور اس جنگ میں بونا پارٹ کے خاندان کو بھی زوال ہوا اور ملک فرانس میں جمہوری سلطنت قایم ہوئی۔ سلطنت جمہوری کا قیام اس ملک میں کب تک رہے گا اُسکو صرف زمانہ ہی ظاہر کرسکتا ہے۔

۱۰ مئی سنہ ۱۸۷۱ء کو فرانس اور جرمنی کے درمیان شہر فرینکفورٹ میں آخری عہدنامہ صلح پر دستخط ہوئے۔ فقط۔

ضمیمہ جات

تفصیل اسیران جنگ وغیرہ

جنگ ہذا میں خاص خاص معرکوں میں جسقدر فرانسیسی فوج کو جرمنی فوج نے گرفتار کیا یا دیگر سامان جنگ جو فوج پر مشیا کے ہاتھ آیا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

جنگ ولسیمبرگ میں۔ پلٹنوں کے ۲ نشان۔ ایک توپ اور آٹھ سو فرانسیسی فوج گرفتار ہوئی۔

جنگ ووارتھ میں۔ ۲ جھنڈے۔ ۴۳ توپیں۔ ۶ مٹر لیوز توپیں اور چار ہزار فوج گرفتار ہوئی۔

جنگ مارس لاٹورس میں۔ ۲ جھنڈے۔ ۷ توپیں۔ اور دو ہزار فوج قید ہوئی۔

جنگ بیومونٹ اور سیڈان میں۔ ۸۰ نشان و جھنڈے۔ ۵۰ توپیں اور بیس ہزار فوج قید ہوئی۔

اور سیڈان کی سپردگی پر۔ چار سو توپیں اور مٹر لیوزین اور اسی ہزار فوج قید ہوئی۔

مٹز کی سپردگی پر۔ ۵۶ جھنڈے۔ چھ سو توپیں اور مٹر لیوزین اور ایک لاکھ ستر ہزار فوج قید ہوئی۔

جنگ اول آرلینز میں۔ تین توپیں اور جنگ سوم آرلینز میں ستر توپیں چھینی گئیں۔

شہر اسٹرز میں دو جھنڈے اور ۱۳ توپیں چھینی گئیں۔

جنگ سینٹ کوئنٹن میں ۱۷ توپیں اور دس ہزار فوج گرفتار ہوئی۔

شہر لیانس کی سات دن کی لڑائی میں تین نشان۔ ۱۸ توپیں اور چوبیس ہزار فوج گرفتار ہوئی۔

جنگ بلفورٹ میں ۴ نشان ۳۷ توپیں اور پندرہ ہزار فوج گرفتار ہوئی

سرکاری حساب کیموافق جس میں پیرس کی سپردگی شامل نہیں ہے تمام اسیران جنگ اور غنیمت کی تعداد یہ ہے کہ ایک سو بیس تو جھنڈے اور نشانات اور دو ہزار چار سو میدانی توپیں اور چار ہزار قلعہ کی توپیں چھینی گئیں اور گیارہ ہزار چھ سو افسران فوج اور تین لاکھ ترسٹھ ہزار تین سو چھبیس سپاہیان گرفتار ہوئے اور ان کو ملک جرمنی میں بھیج دیا گیا۔ علاوہ اس کے ایک لاکھ ستر ہزار فوج نے اپنے تئیں پیرس میں سپرد کیا۔ مگر یہ جرمنی میں نہیں بھیجی گئی۔

یہ بات بھی قابل یاد داشت ہے کہ جو اسی ہزار فرانسیسی فوج نے بھاگ کر غیر ملک یعنی سوئٹزرلینڈ میں پناہ لی ورنہ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جاتے اور سیلوچ چھ ہزار فوج بھاگ گئی تاکہ دشمن گرفتار نہ کر سکے اس جنگ کی عظمت و وقعت اس موازنہ سے ہو سکتی ہے کہ ۱۸۱۴ء میں پرشیا اور آسٹریا کی جنگ میں صرف ۱۳ نشان اور جھنڈے ۲۰۰ توپیں اور پچاس ہزار فوج آسٹریا گرفتار ہوئی تھی اور

فرانس جو ۱۸۵۹ء میں اٹلی کیطرف ہو کر آسٹریا سے اٹلی میں لڑا تھا تو اسکو کل مال غنیمت یہ ملا تھا کہ صرف ۳ جھنڈے اور ۶ توپیں اور ۱۰ ہزار فوج آسٹریا گرفتار ہوئی تھی۔

مجروحین جنگ ٹورس و زخمیان جنگ آرلینز

۱۸۔ دسمبر ۱۸۷۰ء کو ایک نامہ نگار نے لنڈن کے اخبار ٹائمز کو درباره زخمیان ٹورس مفصلہ ذیل خط ارسال کیا:۔

مجھے اسباب کے عرض کرنیکی کوئی ضرورت نہیں کہ جو خدا ترس اشخاص یہاں انسانی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اُن کو ابھی بہت کام کرنا باقی ہے۔ جو خدا ترس انگریز کہ دوائیاں وغیرہ لیکر زخمیوں کے علاج کے لئے شہر ٹورس میں آئے ہوئے ہیں کل ان کو ایک نہایت ضروری درخواست بھیجی گئی تھی کہ زخمیوں کے لئے ململ کی پٹی اور گدی اور پرانی ململ زخمیوں کے لئے بھیجدیں۔ گو اور چیزوں کی بھی یہاں ضرورت ہے مگر خاصکر ان اشیاء کی ضرورت بہت ہی زیادہ ہے۔ کل ایک سرد مہر جن نے اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ عمل جراحی کے لئے کسی بیہوش کرنے والی دوائی کی یا کلورافارم کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر اُس کی خود کوئی ٹانگ لڑائی میں اُڑجاتی اور اُس کے کاٹنے کی ضرورت آپڑتی۔ یا جرمنی توپخانہ کے گولہ کا ٹکڑا اُس کے بدن کے اُس حصہ میں لگتا کہ جہاں گوشت بہت زیادہ ہوتا ہے یا وہاں اُس کے گولی لگتی اور وہ اکھڑ آجاتی اور اُس کے نکالنے کی ضرورت آپڑتی جیسا کہ مارشل میکمہن کا حال ہوا ہے۔ تو یہ بات [redacted] ہے کہ یہ ڈاکٹر اپنی رائے ضرور بدل دیتا۔ جراحی کے لئے جن جن اوزاروں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی یہاں کم ہیں فرانسیسی اپنے زخمیوں کو یہاں سے بہت جلدی اُٹھا کے لیجا رہے ہیں۔ شاید اسلئے کہ اگر یہاں دوسری دفعہ لڑائی ہو تو یہ جگہ مقولین اور مجروحین کے لئے خالی ہو جاوے۔ بعض زخمیوں کے پاس مرہم اور موزے تک نہ تھے۔ لیکن فرانسیسی اور تیز غیر ممالک کے باشندے جو آرلینز میں رہتے ہیں اپنی فیاضی سے زخمیوں کی اس قسم کی ضروریات حتے الامکان پوری کر دیتے ہیں۔ موضع آزرلی ماوج۔ اور اوکس میں چار سو سترزخمی پڑے ہوئے ہیں اور موضع بلوئس میں ساٹھ زخمی پڑے ہوئے ہیں۔ بوربیاکی فوج کے زخمی بہ نسبت فرانسیسی زخمیوں کی شکل وصورت میں بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ شہر آرلینز میں ایک لڑکا ۱۹ برس کا زخمی پڑا ہوا ہے جس کے جسم میں ایک گولی لگی ہے مگر یہ گولی اب نکالی نہیں جاسکتی۔ گولی نے اُس کے پھیپھڑے تک کو چیر دیا ہے اور اب اُس کے جینے کی اُمید نہیں ہے۔ اس حال سے لڑکا بھی خوب واقف ہے اور وہ نہایت سنجیدگی اور خاموشی سے اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے اُس کا زرد چہرہ روشن ہو گیا جبکہ کسی غیر ملک کے باشندے نے اُس کی مادری زبان میں براہ ہمدردی اُس سے گفتگو کی۔ لڑکے نے خیال کیا کہ یہ کوئی ڈاکٹر ہے اور پوچھا کہ میرا جس کسی چیز کو دل چاہتا

توکیا میں کھاسکتا ہوں۔ ایک انگریز اور امریکہ کے ڈاکٹر سے دریافت کیا گیا اُنہوں نے اُس کو ہر چیز کے کھانے کی اجازت دیدی۔ اُسکا دل تازہ میووں کو تھا اور کسی فیاض آدمی نے اُسکی یہ خواہش پوری کردی۔ اُسکے ہاتھ میں ایک انجیل زبان جرمنی میں ہے اور وہ اُسکو پڑھکر اب اپنی موت کے انتظار میں ہے۔ بویریا کے فوجی تو ہیں جنگ بہت عرصہ تک رہا اور اب یہ اُسکا ختم ہوجانا نہایت شوق سے چاہتے ہیں۔

فرانسیسی غبارہ کی گرفتاری

۱۵۔ دسمبر ۱۸۷۰ء کو ملک جرمنی کے ضلع نساؤ کے موضع ہرپورن میں ایک غبارہ آمدہ پیرس گرفتار کیا گیا جسکی بابت اخبار کولون گزٹ میں حسب ذیل ایک خط چھپا تھا۔

ایک بجے کے قریب ہمنے ایک بڑا غبارہ دیکھا جو اسی فیٹ بلند تھا اور اُس کا قطر چالیس فیٹ کا تھا جو ہمارے سے صرف سو فیٹ کی بلندی پر اُڑتا ہوا جنوب کی طرف جارہا تھا تاکہ ایک فرانسیسی غبارہ کو جرمنی کے ملک میں پکڑیں۔ اس موضع کے ایک کاشتکار کا مالک معہ ہمکاریگروں کی نہایت خوشی سے اُدھر دوڑتا ہوا گیا جسطرف کہ غبارہ جارہا تھا۔ یہ غبارہ درختوں کے درمیان اُترا اُس میں سے دو مسافر معہ اسباب کے اُترے۔ باوجودیکہ ہمنے اُسجگہ پہنچنے میں بڑی سرعت کی لیکن ہم ابھی دو سو قدم کے فاصلہ پر تھے کہ فرانسیسوں نے رسّی کاٹ دی اور غبارہ اُوپر ہوا میں اُڑگیا۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ یہ کوئی فرانسیسی افسر ہوگا کہ جسکو ہم گرفتار کرلینگے مگر یہ ہمارا خیال غلط نکلا۔ یہ دونوں پیرس کے عام باشندے تھے ایک تو غبارہ باز تھا اور ایک اسکا مددگار تھا۔ یہ دونوں نہایت بھوکے تھے اور سردی کیوجہ سے شل برف کے سرد ہورہے تھے اُنکے اسباب میں ایک پانچ فیٹ کا لمبا تھیلا تھا جسمیں ہزار ہا خط بھرے ہوئے تھے۔ ایک کمبل تھا اور ایک ٹوکرا نامہ بر کبوتروں کا تھا اور تھوڑی سی روٹی اور شراب کی بوتلیں تھیں ہماری بول زبان سکردہ بہت دلشکستہ ہوئے بہ سبب بھوکے کے وہ پہچان نہسکے کہ یہ لوگ جرمنی ہے بلکہ اُنکو خیال تھا کہ یہ فرانس ہی کا ملک ہے وہ پیرس سے کل سہ پہر کو ۱ بجے روانہ ہوئے تھے۔ ہمنے اُن سے کہا کہ یہ ملک جرمنی ہے اور اُنکو ایک چائے اور قہوہ کی پیالی دی جسکو اُنہوں نے بڑی شکرگذاری سے قبول کی اور اُسمیں شراب ملاکر پی گئے۔ رہنے اُن کو گرفتار کرکے جرمنی حکام کو سپرد کردیا۔ اُنکا بیان تھا کہ ایسے خطوط کے بھرے ہوئے تھیلے ہم ہر پانچ منٹ کے بعد دو تین پھینکدیتے تھے تاکہ فرانسیسی اُنکو پالیں۔ تھیلے میں سے ایک خط نکالا اور اُس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

پیرس۔ ۱۳ دسمبر ۱۸۷۰ء۔ خدا کرے جمہوری کی عمر دراز ہو۔

اے ہمارے اچھے اور بدقسمت دوستو ہمارا خیال کرو اور ہمپر رحم کرو۔ گذشتہ تین خونخوار مہینوں سے ہم زندہ نہیں ہیں کیونکہ ہم کو وحشی پرشیا والوں نے گھیر کر رکھا ہے یعنی شہنشاہ نپولین دشمن قوم نے ہمپر یہ مصیبت ڈالی ہے جو کچھ مصیبتیں گذریں وہ دس صفحوں میں بھی پوری نہیں آسکتیں۔ ہمارے باغات اور مکانات سب ویران ہوگئے ہیں۔ آہ ہمپر کیسی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ یہ خط غبارہ کی

ڈاک میں ڈالا گیا ہو خدا کرے کہ یہ تم کو پہنچ جاوے اور دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑے ہم تمہارا روز خیال کرتے ہیں ہم سے قطب بہت نزدیک آتا جاتا ہے پیرس کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ لیکن تاہم لوگوں میں دلیری اور ہمت قایم ہے جنوری اور اپریل پیرس کے قریب آنے ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ ملک فرانس کو محفوظ رکھے اور جہوری کی عمر دراز ہو۔

شاہ پرشیا کا درجۂ شہنشاہت قبول کرنا

۱۸ جنوری ۱۸۷۱ء کو شاہ پرشیا نے ایک اعلان کل جرمن قوم کے نام اور پرشیا کی پارلیمنٹ کے دونوں ہاؤسوں کے نام میں مضمون جاری کیا کہ ہم ولیم جو خدا کی مہربانی کی وجہ سے شاہ پرشیا ہیں۔ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ جرمنی کے کل شہزادگان اور آزاد شہروں نے ہم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہم شہنشاہ جرمنی کا خطاب اور درجہ حاصل کریں جو اب ساٹھ برس سے معدوم ہے لہذا اب ہم حسب خواہش و درخواست شہزادگان جرمنی اور آزاد شہروں کے رتبۂ شہنشاہت کو قبول کرتے ہیں۔ (مدتوں تک شہنشاہ جرمنی کا خطاب شہنشاہان آسٹریا کو ملتا رہا ہے۔ اول نپولین بوناپارٹ نے شہنشاہ آسٹریا کو ۱۸۰۶ء میں شکست دیکر اُس سے شہنشاہ جرمن کا خطاب موقوف کرا دیا تھا۔ اور خود یہ خطاب اختیار کر لیا تھا۔ مگر ۱۸۱۴ء میں نپولین بوناپارٹ قید ہو کر جلاوطن ہوا جب سے یہ خطاب معدوم تھا۔ از مترجم)

لہذا اب ہم اور ہمارے بعد ہمارے جانشین جو تخت پر شاہانہ متمکن ہونگے سلطنت جرمنی کے ہر امور کے اجرا میں اور دیگر سلطنتوں کے ساتھ تمام تعلقات میں یہی خطاب اعزاز ہمیشہ استعمال کیا کرینگے اور سلطنت جرمنی کے فوائد۔ بہبودی۔ ترقی تجارت۔ امن عالم اور آزادی کے حال رکھنے میں ہم اور ہمارے جانشین ہمیشہ مصروف رہینگے جبکہ یہ اعلان جرمنی کے دونوں ہاؤس پارلیمنٹ میں پڑھا گیا۔ تو ہر دو ہاؤ کے پریذیڈنٹوں نے شہنشاہ کی اسپیچ کے جواب میں خیر خواہانہ اڈریس پیش کئے اور اس خط کے لینے میں کل جرمنی قوم کی جانب سے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور شہنشاہ جرمنی کے لئے تین نعرے خوشی کے لگائے۔

برلن میں جب اس اعلان کا مضمون اخباروں میں شایع ہوا تو تمام لوگ قریب قریب کے اخبار بیچنے والے کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور ایک شخص کے ہاتھ میں اخبار دیکر کہتے تھے کہ ذرا بلند آواز سے پڑھو اور اعلان سُنکر نہایت خوش ہوتے تھے۔ رات کو کل شہر برلن میں اس خوشی میں روشنی کی گئی اور اکثر مکانوں اور راستوں میں محرابیں قایم کی گئیں جن پر سنہری حروف سے شہنشاہ جرمنی کی درازی عمر کی دعائیں تحریر تھیں۔ رات کو ایک بڑی جماعت عوام کی شہنشاہ کے محل کے روبرو گئی اور ملکہ پرشیا کو شہنشاہ بیگم کے خطاب سے پکار کر نعرہ ہائے خوشی لگائے۔ شہنشاہ بیگم کے محل پر بھی خوب روشنی کی گئی تھی

جنگ سے بربادی ہونا

اخبار ٹائمز میں مفصلہ ذیل خط ایک نامہ نگار کا شایع ہوا تھا:۔ جناب اڈیٹر صاحب۔ جبکہ گذشتہ ستمبر میں میں نے

آپ کو اسٹراسبرگ اور سٹرسے چند خطوط ارقام کئے تھے اور آپ نے ازراہ مہربانی اپنے اخبار میں اُن کو شایع کیا تھا اُس وقت میرا خیال تھا کہ شاید میرا اب سٹرمیں زیادہ رہنا نو مہینے وہ مصیبتیں یہاں دیکھی ہیں جو کہ اُس ملک میں جہاں ایسا بربادی بخش جنگ عظیم ہوا کرتا ہے فرقہ کاشتکاران پر ہمیشہ پڑا کرتی ہیں۔ اور میں نے یہ بات نہایت خوشی سے سنی ہے کہ اُن بیچارے غریبوں کی مدد کے لئے جن پر بوجھ جنگ مصیبت پڑی ہے ایک چندہ کا منڈ مقرر ہوا ہے۔

اُن فیاض طبع دوستوں نے کہ جنہوں نے یہ فنڈ قایم کیا ہے ماہ اکتوبر میں اپنے کارندے اس ملک میں بھیجے تھے۔ جنہوں نے یہ سُنکر کہ ضلع سٹرا اور اُس کے قرب وجوار میں جنگ ہذا میں سب سے زیادہ سخت مصیبت پڑی ہے۔ سٹرکو اپنا صدر مقام مقرر کیا ہے اور قرب وجوار کے دیہات میں غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ مہینوں تک ایک فوج جس کی تعداد دو لاکھ تھی اُن دیہات پر قابض رہی بعض پر حملہ کرکے قبضہ کیا گیا تھا اور لڑائی کی گولہ باری کی وجہ سے تمام گھر اُن دیہات کے جل کے خاک ہو گئے ہیں اور اُن کی ملکیں برباد اور ویران ہو گئی ہیں اور ایک اور دیگر (ڈیلیگیٹ) کارندہ ڈاکٹر نکلسن ابھی تین دن تک اُن دیہات میں دورہ کرکے آئے ہیں جو سٹرسٹرا اور سٹر برائی کے درمیان واقع ہیں اور ہر جگہ ہم نے وہی بربادی کی کہانی سُنی۔

بہت سے دیہات جو سٹر کے شمال مغرب میں ہیں وہ بالکل زراعتی ہیں اور وہاں کے باشندوں کا گذارہ بالکل زراعت پر ہوتا ہے۔ اور اکثر دیہات میں کاشتکار اور بعض جگہ متوسل زمیندار بھی رہتے ہیں۔

گزشتہ اگست میں اُن کے غلّہ کے کوٹھے خوب بھرے ہوئے تھے۔ اُن کے اصطبل گھوڑے اور جانوروں سے بھرے ہوئے تھے اور جنگ سے قبل ان دیہات سے زیادہ کوئی دیہہ ضلع سٹر میں متوسل اور غلّہ سے بھرا ہوا نہ تھا۔

اکتوبر کے اخیر میں اُن کے تمام گھوڑے لے لئے گئے اور اُن کی تمام مویشی کو مار کر ذبح کرکے کھا لیا گیا اُن کے غلّہ کے کوٹھے خالی کر دئے گئے اور تخم ریزی کے لئے بھی غلّہ نہیں چھوڑا گیا۔ اور ہر دو لشکر ان جنگجو کی آمد و رفت میں جو زبح بویا جاتا وہ سب پامال ہو جاتا اسلئے افسوس کہ اسکے غلّہ بھی وہ نہ بو سکے۔

جب جرمنی فوج میں غلّہ ہو چکا تو جرمنی کے سپاہیوں نے اُن کے غلّہ پر ہاتھ صاف کیا اور اب بہتروں کے پاس تو بالکل کھانے تک کو نہیں ہے۔ جرمنی فوج نے اُن کا ایندھن تک جلا ڈالا ہے اور اب وہ بیچارے رہکیں وہ مصیبت زدہ سخت سردی برداشت کر رہے ہیں۔

جبکہ ہماری سوسائیٹی نے اپنا کام شروع کیا تب یہاں کا یہ حال تھا مگر اب قریب بچا سب دیہات میں ہماری

مدد مانگی جاتی ہے۔ اور اُن گاؤں کے مقدموں نے ہمارے پاس اُن اشخاص کی فہرست بھیجی ہے جو بستی ہی سخت محتاج ہیں۔ اور اب ہم اُن کو باقاعدہ آلو۔ آٹے اور خشک سور کے گوشت کی رسد برابر پہنچا لاتے ہیں۔ ہمارا مطلب لوگوں کو فقیر بنانے کا نہیں ہے بلکہ اُن کو پھر دینے کا ہے جو اس سخت جاڑے میں نہایت ہی سرد سامان ہیں۔ گاؤں کے مقدم اپنا کام نہایت دیانت داری سے انجام دیتے ہیں۔ گو جن آدمیوں کی درخواستیں منظور نہیں کی گئیں اُنہوں نے اُن کی شکایت بھی کی۔ لیکن ہم نے سوائے ایک یا دو حالتوں کے یہ سب شکایتیں بے بنیاد پائیں۔

اس بدقسمت ضلع میں جنگ کی یادگار صرف مصیبت اور قحط ہی نہیں ہے۔ لیکن جہاں لڑائی ہوئی وہاں وبا ضرور پھیلی ہے۔ آتون لہو کی بیماری۔ مہلک بخار اور چیچک یہ بیماریاں نہایت کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں۔ ہائے یہ ضلع جو چند مہینے پیشتر تمام ملک فرانس میں ایک اعلیٰ درجہ کا صحت و ضلع تھا۔ اب سب سے زیادہ بیماریوں کا مسکن ہو رہا ہے۔ ہمارے ڈیلیگیٹ بھی اس بیماری سے نہیں بچے ہیں۔ جب کو چیچک نکل آئی ہے اُن میں ایک مر بھی گیا ہے۔ اور ایک لیڈی ڈیلیگیٹ جس کا کام غریبوں کو خوراک اور کپڑے تقسیم کرنا تھا وہ بھی بخار سے بیمار پڑی ہوئی ہے۔ جرمنی حکام حتے المقدور ہماری مدد کرتے ہیں اور کوئٹ ڈونز مارک حاکم صوبہ لورین ہمارے ساتھ بڑے اخلاق اور مہربانی سے پیش آیا اور ایسے ہی وہ دیگر جرمنی حکام کہ جن جن سے ہم کو سابقہ پڑا ہے وہ بھی مہربانی سے پیش آئے۔ جرمنی فوج کو بھی وحشی نہیں کہا جا سکتا چونکہ ایسے عظیم جنگوں اور سخت محاصروں میں خصوصاً جیسا کہ مٹز کا محاصرہ رہا۔ ضروریات کی لوٹ اور چھین جھان ہوا ہی کرتی ہے۔ لیکن علاوہ اس کے جرمنی فوج کا چال چلن اور رویہ بہت اچھا رہا۔ موضع سینٹ پرویٹ میں جہاں جرمنی فوج اس قدر ماری گئی تھی کہ یہ موضع جرمنی فوج گارڈس کی قبر کے نام سے موسوم ہو گیا تھا جبکہ جرمنی فوج نے اس موضع کو فتح کیا۔ تو وہاں کے ایک بھی باشندے کو نہ مارا۔

جو لوگ فوجی شان و شوکت و فتح پر مرتے ہیں اُن کو یہاں آکر یہ ضلع دیکھنا چاہیئے کہ ہر طرف بربادی پھیلی ہوئی ہے۔ گاؤں اُن کو نصف جلے ہوئے ویران ملینگے اور قحط اور وبا اور مہلک بخار اور چیچک تمام ضلع میں پھیلی پائینگے اور ہزاروں درخت میوہ دار کہ جن میں منوں میوہ لگا کرتا تھا اب وہ جلے ہوئے ٹھنٹھ ملینگے اور تمام سطح زمین پر ادھر اُدھر منڈیریں بنے ہوئے پاوینگے کہ جنکے نیچے ہزارہا بہادر دفن ہو رہے ہیں۔ اور اس بے نام و بے نشانی سے دفن ہو رہے ہیں کہ صرف کہیں کہیں ایک لکڑی کی صلیب لگی

قبر پر ہے جس سے ایک آدھ بہادر کا نام و نشان ظاہر ہو جاتا ہے اب ایسے لوگوں کو خیال کرنا چاہیئے کہ جنگ میں یہ شان و شوکت کسقدر گراں خریدی جاتی ہے۔

موضع سینٹ میری آکس چیپنز جسکے گرد اگرد ۱۸۔ اگست کو ایک لڑائی ہوئی تھی وہاں چند فیٹ زمین میں سات ہزار سپاہی دفن ہیں اور جب کسان زمین توڑنے کو ہل چلاتا ہے سیکڑوں نعشیں نکل آتی ہیں۔ اب ان کو دوبارہ دفن کرنے کے لئے تدابیر کیجارہی ہیں۔

شہر تھیون ویل جہاں سے میں یہ خط لکھ رہا ہوں وہ توجرمنی فوج کی گولہباری سے بالکل برباد ہی ہوگیا ہے۔ جرمنی فوج سے اس شہر میں بیس ہزار گولے آکر گرے اور شہر میں ایک مکان بھی سالم نہیں رہا۔ کل کے کل ٹوٹے پڑے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ شہر میں سوائے ایک باشندے کے اور کوئی ہلاک نہیں ہوا۔

یہاں کا قلعہ بڑا مضبوط اور غیر قابل فتح ہے۔ گو جرمنی فوج نے اس قلعہ تک کے تمام درخت گولوں سے اُڑا دئے تھے تاکہ گولہ قلعہ پر جانے سے نہ رکے مگر قلعہ پر ایک گولہ نہ لگا سب گولے اوپر اوپر چلے جاتے تھے اور شہر میں گرتے تھے۔ اور یہ قلعہ اب تک ویسا ہی مضبوط ہے جیسا کہ ہمیشہ تھا۔ شہر کے جب سب مکان برباد ہو گئے تب شہر والوں نے کمانڈر فوج کو مجبور کیا کہ وہ قلعہ کو جرمنی فوج کے سپرد کردیں۔ اس طرح سے یہاں گولہباری ختم ہوئی تھی۔ لیکن یہ مضبوط قلعہ نہ دشمن کو روک سکا اور نہ شہر کی حفاظت کرسکا۔ یہ بالکل بے کار ثابت ہوا اب میں یہاں سے شہر لونگوے کو جاتا ہوں تاکہ جہاں تک ہمارے امکان میں ہے مصیبت زدوں کی مصیبت کم کریں۔

راقم۔ ایس۔ جی۔ کیپر۔ کمشنران تقسیم فنڈ مصیبت زدگان۔ تھیون ویل۔

۲۶ جنوری ۱۸۷۱ء

تعداد غباروں کی جو دوران محاصرہ میں پیرس سے روانہ ہوئے

اخبار ریپوبلک فرانس مونڈس نے حسب ذیل اطلاع ان کی بابت دی تھی:۔

کہ اول غبارہ ۲۳ ستمبر کو ڈاک خانہ نے چھوڑا تھا۔ اسکے بعد نومبر کی اخیر تک پیرس سے ۶۰ غبارے اور چھوٹے گئے۔ اوسطاً ہر غبارہ میں دو مسافر سوار ہوتے تھے اور ۴ من سے ۷ من تک کے وزنی خطوط ہوا کرتے تھے اور ایک جوڑا نامہ بر کبوتروں کا ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے سوائے ایک غبارہ کے جو ملک ناروی میں جا کے گرا۔ کوئی غبارہ ایک سو کوس میل سے زائد دور نہیں اُڑ سکا۔ انہیں سے بہت سے نامہ بر کبوتروں کا پتہ نہیں ہے کہ وہ کیا ہو گئے اور نصف غباروں کی بابت بھی کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ خدا جانے سمندر میں ڈوب گئے

یا کیا ہوتے - اگر کوئی ان میں خط ڈالتا تو اُس کا محصول ار لگا کرتا تھا - یہ غبارے دو جگہ بنتے تھے - ایک تو شمالی پیرس کے ریلوے اسٹیشن پر اور دوسرے آرلینز کے ریلوے اسٹیشن پر اور سامان اس قدر کافی تھا کہ ہر روز دو غبارے بنا کر بھیجے جا سکتے تھے -

باشندگانِ پیرس کی مضبوطی

۱۷- دسمبر کو شہر پیرس سے جو محصور ہو رہا تھا ایک شخص نے حسب ذیل خط لکھا تھا:-

جو کچھ مصیبتیں ہم پر پڑ رہی ہیں اُن کو باشندگان پیرس نہایت خوشی سے برداشت کر رہے ہیں اُن کا یہ ارادہ ہے کہ جب تک کھانے کو ایک نوالہ بھی میسّر آوے گا وہ اپنے تئیں سرنگوں نہیں کرینگے - اس وقت تک تو ہم کو کشتی کی بے انتہا ضرورت نہیں ہے - سوئینی کے ختم ہو جانے سے اب لوگ گھوڑوں کے گوشت کھانے پر مائل ہو گئے ہیں اور گورنمنٹ نے بھی حکم دیدیا ہے کہ تمام قصابوں کی دُکانوں پر گھوڑے کا گوشت فروخت ہوا کرے - ہم حکم سے لوگ بہت خوش ہیں - بعض اوقات ہم بجائے گوشت کے - چاول اور مچھلی کھاتے ہیں - ہم کو خدا سے اُمید ہے کہ وہ ہماری نئی فوجوں کو دشمن پر کامیابی دے گا اور اگر ہم کو دشمن کی مجبوراً اطاعت کرنا پڑے گی تو خیر جہاں تک ہم سے ہو سکتا ہے ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں - ہم کو مستقل رہنا چاہیئے چونکہ یہ بات تو ناممکن ہے کہ خداوند کریم ہماری جانب نہ دیکھے اور دشمن پر بدلہ نہ دیوے - پیرس میں رات کو بالکل خاموشی ہو جاتی ہے اور آٹھ بجے رات سے سوائے توپ کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی - افسوس اس شہر میں بیس لاکھ سے زائد آدمی ہیں - اور اب رات کو یہ ایسا سنسان ہو جاتا ہے کہ گویا دو ہزار باشندے بھی یہاں نہیں رہتے -

شہر لی مانس کا فتح ہونا

ایک جرمنی نامہ نگار رقم طراز ہے:-

کہ جب ہماری فوج شہر میں داخل ہوئی اُس وقت جنرل چیزنی کی بھاگی ہوئی فوج سے بازاروں میں ہماری فوج کی لڑائی ہوئی - ہماری فوج پر علاوہ فوج کے گھروں میں سے بھی آگ برسائی جاتی تھی اور کمین گاہوں میں لوگ چھپکے بیٹھ گئے تھے تاکہ ہماری فوج شہر میں داخل نہو سکے اور یہ لوگ ہم پر آڑ میں سے حملہ کریں جب ہماری فوج شہر میں داخل ہو گئی تو فرانسیسی فوج بڑی ہی گھبراہٹ اور جلدی میں بھاگی - یہاں تک کہ سامان جنگ کی گاڑیاں ابھی روانہ نہ ہوئی تھیں کہ ہماری فوج کی بندوقوں کی آواز سنکر یہ فرنچ فوج خوف زدہ ہو کر بھاگ گئی اور

یہ سب سامان ہمارے ہاتھ لگا۔ جو گاڑیاں ہمسے پہلے جا چکیں تھیں اُن کے ہانکنے والے گھوڑوں کے چابک لگاتے تھے تاکہ جلدی پہنچیں اور بعض اوقات گھوڑے دولتیاں گاڑیوں پر پھینکتے تھے۔ کبھی ایک گاڑی دوسری گاڑی پر چڑھ جاتی تھی گلیوں میں غل و پکار پڑی ہوئی تھی غرضکہ عجیب گھبراہٹ اور کھلبلی تھی کہ اس عرصہ میں ہماری فوج جا پہنچی اور گاڑی بانوں کو حکم دیا کہ ٹھیرا لو۔ گھبراہٹ میں یہ حکم کسینے نہ مانا۔ آخر کار چند بندوقیں چلائی گئیں جس سے یہ سب گاڑیاں ٹھیریں اور ہماری فوج نے کل سامان پر قبضہ کر لیا۔ ہزاروں گھوڑے چھٹے ہوئے ہنہناتے ہوئے بھاگے پھر رہے تھے اور بوٹ۔ وردیاں۔ توپیں کارتوس۔ سٹرلیوز اور بسکٹوں کے صندوق کے صندوق بڑی گھبراہٹ میں جو چھوڑے گئے تھے ادھر اُدھر پڑے ہوئے تھے۔ سامان جنگ کی گاڑیاں کھلی ہوئی تھیں اور شخص قریب سے گذرتا تھا ایک آدھ گولا اُٹھا لیتا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر سامان اس سے بھی زیادہ پڑا ہوا تھا اور چونکہ ہم کو بھی بہت ضرورت تھی یہ سب چیزیں ہماری فوج کے خوب کام اور استعمال میں آئیں۔ ریلوے اسٹیشن پر یہ سب اشیاء بندھی ہنھائی گاڑیوں میں رکھی ہوئی تھیں اور معلوم ہوتا تھا کہ اب روانہ ہی ہونے کو تھیں جبکہ ہماری فوج نے اُن پر قبضہ کر لیا۔ کل مال گاڑیوں میں سامان بھرا ہوا تھا اور ہر ایک گاڑی پوری پوری بھری ہوئی تھی اور سامان مفصلہ ذیل اُنپر لدا ہوا تھا کسی میں بھوسا اور سوکھی گھاس تھی۔ بعض میں چنے۔ آٹا۔ کافی۔ قند۔ شکر۔ چاول۔ شراب۔ بوٹ اور وردیاں تھیں۔ اسٹیشن پر ہماری فوج نے چھ انجنوں اور دو سو ریل گاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ علاوہ اس سامان کے جنرل چینزی کے بہت سے سرکاری کاغذات بھی ہمارے ہاتھ آئے جس سے فرانسیسی فوج کی نقل و حرکت کا بہیں خوب احوال معلوم ہوا اور حملہ کرنے میں بڑی مدد ملی۔ کاغذات کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ فرانسیسی فوج کو بھی اپنی کامیابی کی توقع نہ تھی جنرل چینزی نے اکثر جگہیں یہ شکایت لکھ رکھی تھی کہ دیگر جنرلان میری تجویز کے موافق کام نہیں کرتے۔ کاغذات سے معلوم ہوا کہ ایک انگریزی افسر کرنیل فیلڈنگ بھی اُس کا مشیر تھا۔ جنرل چینزی اور یہ انگریزی کرنیل اُس کا مشیر معلوم ہوتا تھا کہ یہ بہت سرگرمی سے کارروائی کیا کرتے تھے۔ ہم نے جو فوج کا بعض بعض شہروں پر ڈالدیا تھا۔ وہاں بعد ازاں ہماری فوج بڑی محفوظ رہی اور یہ طریقہ فوج کی حفاظت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ شہر آرلینز میں ہماری فوج پر کسی شہری نے ایک گولی چلا دی تھی۔ ہماری فوج نے وہاں سے اس کی بابت چھ لاکھ فرانک خرچہ فوج لیا تھا۔ بعد اس کے ہماری فوج وہاں بڑی محفوظ رہی۔ اور چونکہ جب ہم نے شہر لی مانس پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے بعد شہریوں نے ہم پر گولیاں چلائیں۔ اس لئے شہر لی مانس سے چالیس لاکھ سکہ فرانک خرچہ فوج لیا گیا۔

جنگ سیڈان کے بعد کا احوال

ایک نامہ نگار نے سیڈان کا حال مفصلہ ذیل تحریر کیا ہے:-

کہ جب جرمنی فوج نے فتح پائی۔ تو یہاں بارش شروع ہوگئی اور بارش اور کیچڑ کے اندر مردوں کو دفن کرنے کا اور زخمیوں کو اٹھانے کا کام اور بھی مصیبت پر مصیبت ہوگیا تھا۔ لڑائی کے چار روز بعد تک سڑک سیڈان اور گیون تک سینکڑوں فرانسیسوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں اور پانچویں روز تک یہ دفن ہوتی رہیں۔ لڑائی کے چھٹے دن کے بعد مردہ گھوڑوں کو زمین میں گاڑا گیا۔ زخمیوں کی اس قدر کثرت تھی کہ اُن کا علاج شروع کرنے میں اور اُن کی خبر گیری رکھنے میں دو چار دن صرف ہوگئے اور مقتولین کی نعشوں کو پڑا رہنے دیا کہ اب بعد میں گاڑ دینگے۔ سیدان کارزار میں پانچ چھ میل تک پھیلا ہوا تھا کوئی مکان کسی گاؤں میں ایسا نہ تھا جہاں زخمیوں کے ڈھیر نہ ہوں اور ڈاکٹر رات دن زخمیوں کی دیکھ بھال میں سخت محنت کرتے تھے جو لوگ کم زخمی ہوئے تھے اون کو سرحد بلجیم پر بھیجدیا تاکہ وہاں بیٹھکر جرمنی اور فرانس اپنے اپنے وطن کو چلے جاویں۔ جو لوگ مہلک زخمی تھے اُن کے علاج بڑی سرگرمی اور جانفشانی سے کئے گئے اور بتدریج اُن کو الگ الگ ہٹاتے گئے تاکہ بیماری متعدی نہ پھیل جاوے۔ اکثر یہ دیکھا گیا کہ بوجھ یکساں مصیبت پڑنے کے اور اس خیال سے کہ اب سب بے یار و مددگار ہیں دو چار گھنٹے پہلے جو آپس میں دشمن قاتل تھے۔ یعنے سپاہیان فوج جرمنی اور فرانس وہ اس زخمی حالت میں ایک دوسرے سے بہت اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے۔ لڑائی کے بعد ایک دن صبح کو میں نے یہ دیکھا کہ بیسیوں ہلکے زخمی جو فرانسیسی اور جرمنی فوج کے تھے لنگڑاتے ہوئے شہر کی طرف جارہے تھے اور آپس میں بڑی تہذیب اور خلق سے گفتگو کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ سپاہی جو دوسرے ملک کی زبان سے واقف نہ تھے آپس میں اشاروں میں بھی ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ اور یہ بات سچ ہے کہ دوستی اور دشمنی دنیاوی حصول مقصد تک ہی قایم رہتی ہے

ایک بچہ سپاہی

ایک نامہ نگار لکھتا ہے:- کہ جنگ ہذا میں جرمنی مردوں اور عورتوں میں تو جوش تھا ہی وہاں کے بچوں میں بھی بڑا جوش تھا جبکہ میں آج سیر کرنے نکلا تو میں نے ایک ایسا چھوٹا سپاہی دیکھا جس سے کم عمر کا دنیا میں شاید کوئی سپاہی نہ ہوگا۔ یہ اپنی تمام وردی لگائے ہوئے تھا۔ فوجی ٹوپی چھوٹی سی تلوار اور سپاہی کا غلطہ وغیرہ سب پہنے ہوئے تھا اس کی عمر نو برس سے زیادہ کی نہوگی جبکہ میں اس کے نزدیک پہنچا تو اُس نے مجھے ٹھیرایا اور مجھسے پوچھا کہ تم میں

ان بہادران ہمدردان قوم کے نام جرمنی کے بہادروں کی فہرست کے کتبوں میں کندہ ہیں۔

تعداد فوج مشترکہ جو فرانس اور پرشیا کی جنگ ہذا میں ماری گئی اور تعداد زر جو طرفین کا دوران جنگ میں صرف ہوا یعہ موازنہ مشہور جنگہائے یورپ سے

اس جنگ میں طرفین کی فوج بے شمار قتل وضایع ہوئی ۱۸۱۵ء کے بعد سے یورپ میں ایسی خونخوار اور خونریز لڑائی کوئی نہیں ہوئی تھی جرمن اور فرانس کی فوج جنگ ہذا میں قریب تین لاکھ کے قتل وضایع ہوئی اور گو ۱۸۵۴ء میں جنگ کریمیا میں چار لاکھ پچاسی ہزار فوج متحاصمین کی ماری گئی تھی مگر وہ لڑائی ۱۸۵۴ء تک یا ڈھائی برس تک رہی تھی اور وہ لڑائی چار سلطنتوں میں ہوئی تھی۔ یعنے ایک طرف روم۔ انگلینڈ۔ فرانس اور اٹلی تھی اور ایک جانب روس تھا۔ اور یہ لڑائی صرف دو سلطنتوں پرشیا اور فرانس میں ہوئی اور کل نو دس ماہ تک جاری رہی اور اس میں فرانس اور پرشیا کی دو لاکھ لوے ہزار فوج قتل ہوئی صرف زر بھی ہر دو ممالک کا اس جنگ میں اس قدر ہوا ہے کہ اتنا کسی بڑی سے بڑی لڑائی میں بھی اس قدر قلیل عرصہ میں نہیں ہوا ہے۔ اس جنگ میں پرشیا اور فرانس دونوں کا صرف سکہ روپیہ میں اگر یکمو کہ ۳۱ کروڑ ۶۰ لاکھ پونڈ صرف زر ہوا۔ اور ہندوستان کے بجٹ ۶۸ کروڑ ۸۰ لاکھ روپیہ ہوتا ہے ہندوستان میں شلنگ نا رہتا ہے۔ اسلیے اگر ناظرین بالکل صحیح تعداد سکہ روپیہ میں ۳۱۶ ملین پونڈ کا خرچ روپیہ میں معلوم کر سکتے ہیں۔ اور حساب روپوں میں تحریر کیا ہے۔ اور ہماری یہ مفروضہ ہے ہیں۔ یہ قریب قریب صحیح بتا دیا موجودہ وقت کے برابر ہے جنگ میں شریک تھیں۔ لیکن اوسمیں بھی کل صرف ۱۱ ملین پونڈ کم صرف ہوئے تھے

پہلے دیگر مشہور جنگوں کا ایک مختصر نقشہ تحریر کرتے ہیں صرف زر اور نقصان جان خود موازنہ

کر سکتے ہیں۔ وہ نقشہ حسب ذیل ہے +

سنہ جنگ	نام متخاصمین	طرفین کا کسقدر خرچہ ہوا	طرفین کی کسقدر فوج ماریگئی
سنہ ۱۸۲۸ء	روم اور روس	(بیس) ۲۰ ملین پونڈ	۱۲۰۰۰۰ (ایک لاکھ بیس ہزار)
سنہ ۱۸۵۴-۵۶ء	روم۔ انگلینڈ۔ فرانس اٹلی اور روس	(تین سو پانچ) ۳۰۵ ملین پونڈ	۵۸۴۰۰۰ (پانچ لاکھ چیاسی ہزار)
سنہ ۱۸۵۹ء	فرانس اور آسٹریا	(ننیانویں) ۹۵ ملین پونڈ	۶۳۰۰۰ (ترسٹھ ہزار)
سنہ ۱۸۶۶ء	پرشیا اور آسٹریا	(بیس) ۲۰ ملین پونڈ	۵۱۰۰۰ (اکیاون ہزار)
سنہ ۱۸۷۰-۷۱ء	فرانس اور پرشیا	(تین سو سولہ) ۳۱۶ ملین پونڈ	۷۹۰۰۰۰ (دو لاکھ نوے ہزار)
سنہ ۱۸۷۶-۷۷ء	روم اور روس	(ایکسو نوے) ۱۹۰ ملین پونڈ	۱۸۰۰۰۰ (ایک لاکھ اسی ہزار)

(خاتمہ)

یہ ترجمہ نگار بہ کمال ادب دست بستہ ناظرین اور پبلک کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آج کل اُردو زبان جو ہماری ملکی زبان ہے۔ موجودہ نسل اصحاب ذی استعداد و [illegible] رفتہ رفتہ مروں کے طفیل گو ترقی کا قدم بڑھا رہی ہے تاہم اس کا دامن مختلف علوم بالخصوص تاریخی فوا[illegible] ہنوز بہت خالی ہے اور ابھی یہ زبان ذی علوم اصحاب قوم کی کوشش کی بہت [illegible] ضروری و لازمی ہے۔ عالیجناب شمس العلما مولنا مولوی شبلی نعمانی سابق الہ آباد کا قول واقعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ قوم [illegible] ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو قوم قوم نہیں بنا علیہ اس کج مج زبا [illegible] ہے۔ اپنی کم حوصلگی اور حقیر حیثیت کے موافق واقعات [illegible] میں نہایت صحت اور اختصار کے ساتھ انتخاب کر [illegible] ہ یہ ناچیز و تحفہ حقیر ہے حاشا و کلا۔ ہرگز اس قابل نہیں کہ میری استعداد علمی اور تاریخی معلومات ہرگز [illegible] حضور میں اپنے تئیں ادنے مبتدی سے بھی [illegible]

لیکن جب حضرات ناظرین کے کرم اور حسن خلق کا بھروسہ کرتا ہوں تو اپنی بے سروسامانی پر کسیقدر طبیعت کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے ؎

برگ سبزاست تحفۂ درویش ✦ چہ کند بے نوا ہمیں دارد

خداوند تعالےٰ نے اس تاریخ کے ترجمے میں ایسی مدد کی کہ صرف ایک ماہ ہی کے عرصہ میں یہ ترجمہ مکمل ہوگیا حضرات ناظرین اس ترجمے کے سوا اب میں ہسٹاری آف پامر سابق عربی پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی کی کتاب ہارون الرشید کا ترجمہ اردو زبان میں لکھ رہا ہوں جس سے خلیفہ ہارون الرشید خلیفہ پنجم دولت عباسیہ کے کل واقعاتِ سلطنت معہ سوانح عمری وطریق معدلت اور طرز معاشرت وفتوحات ملکی اور پولیٹکل انتظامات وسوشل حالات کا صحیح اندازہ واضح ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی سلطنت کا جب عروج کمال پر تھا اور حدود ہند سے بحر اوقیانوس تک اس جماعت حکومت کا پھریرا اڑتا تھا وہ تمام حال۔ اور اس کے سوا عرب کے ایام جاہلیت کا حال۔ اور زمانہ اسلام کی ابتدائی نشو ونما اور ترقی اور خلافت کی تاریخ کہ کس طور سے خلفاء راشدین کے بعد بنی اُمیہ اور ان کے بعد بن عباس کے خاندان میں خلافت آئی۔ اور پھر ترکوں نے کس طرح سلطنت عباسیہ پر قبضہ پایا۔ نہایت شرح وبسط کیساتھ یہ احوال تحریر کیا گیا ہے۔

اس امر کا بھی عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی کتاب کے ترجمہ میں واقعات کے اندر کمی یا بیشی یا فوگذاشت ہونا ناممکنات سے ہے۔ پامر صاحب کی اس کتاب کے ترجمہ کا حق میں نے پورا پورا ادا کیا ہے۔ مگر بعض یورپین مصنفین اپنی تصنیفات وتاریخ میں حکمرانان اسلام پر یا خود بعض واقعات تاریخی اسلام اور نیز اسلام پر ناواقفیت سے ایسی چوٹ کر جاتے ہیں جو غلطی کی حد تک پہنچتی ہے۔ اس کتاب میں بھی بعض مواقع پر میں نے ایسے غلط حملوں کی تردید کتبہائے معتبر اور مستند کے ذریعہ سے بکمال تلاش وتحقیق اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعہ سے مشرح طور پر کردی ہے جس سے اصلی حالت کا صحیح اندازہ ظاہر ہوجاتا ہے۔

اگر زمانہ نے مساعدت اور عمر نے وفا کی تو انشاء اللہ تعالےٰ یہ مفید ترجمہ بھی عنقریب بپبلک کی خدمت میں پیش کیا جاویگا الی حین اتمام من اللہ تعالےٰ فقط یکم نومبر ۱۸۹۵ء مقام پانی پت

بالخیر

منجانب

بقلم خاکسار عبد القادر حنفی بالوی ضلع گورداسپور

تصحیح نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱	کُل	کُل
۴	۱۹	عمومگر	عموماً
۴	۱۹	-	اور
۵	۱۹	نبی	نبی (تقسیم)
۸	۸	مرسولہ	مرسلہ
۹	۱	اسے	سے
۹	۳	واقعہ	واقعہ
۱۲	۱۷	زکورن	(کورر)
۱۲	۲۰	بزین تماجو	بزین تماجو
۱۸	۵	پانچو	پانچویں
۱۹	۲۰	تماھ کے	تماھ کے تماھ
۳۶	۸	بڑہی جب	بڑہی تب
۳۹	۱۲	اہتشام	اختتام
۳۹	۱۲	جان کے	جان
۴۲	۸	ہوجاتا	ہوتا جاتا تھا
۴۴	۱	مشعلوں	شعلوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸	۲۰	فوج حکام	فوجی حکام
۴۹	۲۱	لیھد	دلیھد
۵۶	۷	اھتشام	اختتام
۵۶	۱۲	گاڑیا	گاڑیاں
۵۷	۱۲	کردینا	کرادینا
۶۲	۷	فاصلہ	فاصلہ پر
۶۶	۱۲	کسی قدر	کس قدر
۶۶	۱۶	کے	کہ
۶۶	۲۱	اس سے نہیں	اس سے زیادہ اہمیت
۷۶	۱	پر صلح کے	شرائط پر صلح کی
۹۰	۴	تمام کے	تمام کے تمام
۹۲	۲	جودین یکو	جو جرمنیوں پر
۹۵	۶	اسقدر مقصد	اس مقصد
۹۵	۶	لوگونکی میدیں	لوگونکی جو میدیں
۹۹	۱	اگر	آکر کے
۱۰۰	۲۱	باوجود	باوجود

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱۰	فوج	فوج میں
۱۱۳	۲۱	ایسے	اس
۱۲۸	۱۵	فوج اور	فوج کے
۱۳۲	۲۱	ہر	ہی یہ
۱۳۴	۱۱	کی جارہی تھی	کی جارہی تھی
۱۴۸	۲	نے کو	نے گو
۱۵۰	۲۰	دسمبر	دسمبر
۱۵۲	۱۸	پرشیا کے	پرشیا کی فوج نے
۱۵۴	۱۰	اول	اوّل
۱۵۶	۱۴	اورنہ	ورنہ
۱۶۲	۱	کا کچھ بھی	کا کچھ بلک بھی
۱۶۷	-	۱۲۷	۱۶۷
۱۶۹	۵	بڑی بڑی توپیں اور جنگ	بڑی بڑی توپیں جنگ
		ضمیمہ	
۳	۳	عرصہ تک رہا	عرصہ تک رہی

اشتہار

سوانح عمری ہارون الرشید اعظم

موسوم بہ

ہارون اعظم

یعنے

مستشرق امی لیٹیچ - پامر صاحب عربی پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی مشہور مورخ فاضل کی کتاب کا ترجمہ۔

ہارون الرشید خلفاء عباسیہ میں سے پانچواں خلیفہ ہے اسکے عہد میں سلطنت اسلامی کو جسقدر عروج حاصل ہوا۔ ویسا پھر کبھی نہیں ہوا۔ حدود ہندوستان سے بحر اطلانٹک (بحر اوقیانوس) تک یا افریقہ کے انتہائے مغرب تک سلامی جھنڈا لہرا تا تھا۔ اسکی عدلت وانصاف، ورع وزہد، ریاضت اور سوشل و پولیٹکل طرز معاشرت کا پورا پورا حال اس کتاب میں تحریر ہے۔ ریاضت کا اسکے یہ حال تھا کہ ہر روز علاوہ نماز پنجگانہ کے سو نفلیں بلاناغہ پڑھتا تھا۔ ایکسال حج کو جاتا تو دوسرے سال جہاد کرتا تھا۔ حج کیلئے ہمیشہ بغداد سے مکہ شریف تک گرم ریگستانی ملک میں پیدل ہو کر آیا کرتا تھا اس کتاب میں بہادرانہ واقعات نہایت صحت کے ساتھ قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور نیز خلفاء راشدین اور خلافت کا حال بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ مترجم نے اپنے نوٹوں کے ذریعہ سے اور انہیں نوٹوں کے ذریعہ سے دیگر ضروری ضروری حالات بھی زیادہ کئے ہیں جس سے یہ تاریخ بڑی ہی دلچسپ ہو گئی ہے۔ اور اسکی ضخامت بھی بوجہ مترجم کے نوٹوں کے بہت بڑھگئی ہے زیادہ حالات اس کتاب کی بابت خاتمہ محاربہ فرانس و پرشیا میں مندرج ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اصحاب شائقین تاریخی المامیں اس کتاب کا ہونا ضروریات سے ہے اور فائدہ سے خالی نہیں ہے اور خاصکر ہر مسلمان کے گھر میں ہونا اسکا لابدی ہے اس کتاب کے طبع ہونے میں نہایت درجہ انتظام صفائی اور عمدہ ولائتی کاغذ وغیرہ کیا گیا ہے۔ کتاب انشاء اللہ تعالے بڑی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد شائع ہونیوالی اگر کوئی صاحب دورن طبع میں درخواست خریداری بھیجدینگے تو انکا نام درج رجسٹر خریداران کر لیا جاویگا اور کتاب بعد طبع انکی خدمت میں ارسال کر دیجاویگی قیمت اس کتاب کی بغاہ عام کے لحاظ سے نہایت کم رکھی گئی ہے یعنی صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاکخانہ وغیرہ اگر غریب مسلمان بھی یہ کتاب خرید سکیں اور گرنہ گندے اسوجہ سے قیمت کم رکھی گئی ہے ناظرین جلد درخواست خریداری ارسال فرماویں فقط۔ الشتہر۔ محمد مصباح الدین احمد مترجم محلہ افغانان لاہور

اشتہار

سوانح عمری ہارون الرشید اعظم

موسوم بہ

ہارون اعظم

یعنے

مسٹر سیڈ ای لیچ۔ پامر صاحب عربی پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی مشہور مورخ فاضل کی کتاب کا ترجمہ

ہارون الرشید خلفاء عباسیہ میں سے پانچواں خلیفہ ہے اسکے عہد میں سلطنت اسلامی کو جسقدر عروج حاصل تھا۔ ویسا پھر کبھی نہیں ہوا۔ حدود ہندوستان سے بحر اطلانٹک (بحر اوقیانوس) تک یا افریقہ کے انتہائے مغرب تک اسلامی جھنڈا لہراتا تھا اُنکی معدلت وانصاف، وزہد وریاضت اور سوشل و پولیٹکل طرز معاشرت کا پورا پورا حال اس کتاب میں تحریر ہے۔ ریاضت کا اسکے یہ حال تھا کہ ہر روز علاوہ نماز پنجگانہ کے سو نفلیں بلاناغہ پڑھتا تھا۔ ایکسال حج کو جاتا تو دوسرے سال جہاد کرتا تھا۔ حج کیلئے ہمیشہ بغداد سے مکہ شریف تک گرم ریگستانی ملک میں پیدل ہوکر آیا کرتا تھا اس کتاب میں جملہ واقعات نہایت صحت کے ساتھ قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور نیز خلفاء راشدین اور خلافت کی تاریخ بالتفصیل سوائے ترجمہ کے مترجم نے اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعہ سے اور انہیں نوٹوں کے ذریعہ سے دیگر ضروری ضروری حالات بھی ایزاد کئے ہیں جس سے یہ تاریخ بڑی ہی دلچسپ ہوگئی ہے۔ اور اسکی ضخامت بھی باوجود مترجم کو نوٹوں کے بہت بڑھگئی ہے زیادہ حالات اس کتاب کی بابت خاتمہ محاربہ فرانس و پرشیا میں مندرج ہیں ناظرین ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ اصحاب یقین تاریخی الماریں اس کتاب کا ہونا ضروریات سے ہے اور فائدہ سے خالی نہیں ہے اور خاصکر ہر مسلمان کے گھر میں ہونا اسکا لابدی ہے اس کتاب کے طبع ہونے میں نہایت درجہ انتظام صفائی اور عمدہ دلائتی کاغذ وغیرہ کیا گیا ہے۔ کتاب انشاء اللہ تعالے بڑی آب و تاب کے ساتھ بہت جلد شائع ہونیوالی اگر کوئی صاحب دوران طبع میں درخواست خریداری کی بھیجدیں تو انکا نام درج رجسٹر خریداران کرلیا جاویگا اور کتاب بعد طبع انکی خدمت میں ارسال کردیجاویگی قیمت اس کتاب کی فی ماہ عام کے لحاظ سے نہایت کم رکھی گئی ہے یعنے صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاکخانہ وغیرہ تاکہ غریب مسلمان بھی یہ کتاب خرید سکیں اور گرانی نہ ہو اسوجہ سے قیمت کم کردی گئی ہے ناظرین جلد درخواست خریداری ارسال فرماویں فقط۔ المشتہر۔ محمد مصباح الدین احمد مترجم محلہ افغانان پانی

محاربات تھیسلی

یعنی

کارزار روم و یونان ۱۸۹۷ء

تین حصوں میں

جو ایک جرمن سٹاف افسر کی کتاب جنگ روم و یونان اور انگلستان کے مشہور مدبر و نویسندہ سر ایشمیڈ بارٹلٹ کی کتاب کارزار تھیسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ حسب موقع بیشمار فٹ نوٹ اور حواشی و متعدد دلچسپ اور کارآمد ضمیمے ایزاد کر دیئے گئے ہیں۔ اور تمام نامور پاشاؤں اور چند یونانی افسروں کی نہایت درست تصویریں۔ اور میدان کارزار اور مختلف لڑائیوں کے نقشے درج کر دیئے گئے ہیں۔

مترجمہ مرتبہ مولوی محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد وجہار ضلع گوجرانوالہ

حصہ دوم

۱۹۰۰ء

مطبع روزبازار امرتسر میں باہتمام منشی فاضل شیخ غلام محمد صاحب
سپرنٹنڈنٹ مطبع شایع ہوئی

طبع اول (حق طباعت رجسٹری کرائی گئی ہے) قیمت فی حصہ ۱۲ عہ

فہرست مضامین محاربات تھیسلی حصہ دوم

فصل دوازدہم الف (از کتاب جرمن مورخ) اکلادیا تاریخ سے پہلا بڑا شہر ترکوں کی خوش الحانی اور البانویوں کی مخنصری۔ یونانیوں کو سراسیمہ بھاگنے کو نشان غازی عثمان پاشا کی تعزیری کی خبر اور اوسمہ پاشا کی رائے متعلقہ معاملات پر فرسالوس ولسٹینو۔ ولسٹینو پر پہلا حملہ محمود کا حملہ۔ جنگ فرسالہ۔ ولسٹینو کا دوسرا معرکہ ۱۔ ۱۶۔

فصل دوازدہم (ب) جنگ ڈموکوس (از کتاب جرمن مورخ)۔ ۱۶۰۔ تا ۲۴۔

فصل سیزدہم (از کتاب جرمن مورخ) دریغ کا اور سلسلہ تدریس کے سر کرا اور یونانی مدتی افواج کی جنگی کارنامہ۔ ۲۵۔ ۳۲

فصل چہاردہم (الف) (از کتاب سر اشیمڈ بارٹلٹ ممبر پارلیمنٹ) ولسٹینو کی پہلی لڑائی مسٹر مینٹ بدلی کی روایت محمود کی غلطی یونانیوں کا بیان نعیم پاشا۔ خطرناک گشت پہلی آن پر دلاوری ترکی محمود و ہمدان نوازش عثمانی کرنل۔ اسکشاف دوحشت انگیز۔ تاتر بیت پذیر یارلو۔ لاریسہ میں آخری دن۔ ولسٹینو۔ دولومیتی طرف پیچھے ولسٹینو کی دوسری لڑائی جنگ فرسالہ اوسمہ پاشا کی آخری شدید حملہ ڈموکوس فوج نظام کا شاندار حملہ۔ ۳۲۔ ۶۴

فصل پانزدہم۔ بحری معرکے۔ از کتاب جرمن مورخ و کتاب سر اشیمڈ بارٹلٹ۔ ۶۵ تا ۸۱۔

فصل شانزدہم محاربہ کریٹ کی آخری دو نوروزوں کا اجمالی بیان (از کونسل امرتسر) محاربہ کا دوسرا تیسرا عشرہ جنگ اپائرس انتظمز کے حالات۔ کریٹ کی حالت۔ مصالحت قسطنطنیہ خدیو مصر اور سلطان کی تعلقات و واقعات اصلی جنگ ولسٹینو۔ ولو کا قبضہ۔ ایک ترکی جہاز نگار فنار ہونا۔ جامع العلوم کی رائے محاربہ کا آخری ہفتہ دار التوائے جنگ۔ جنگ ڈموکوس اور اوسکا اسباب۔ جنگ آپارس مصری جہاز کی گرفتاری اور دیگر حالات۔ التوائے جنگ کے بعد کے واقعات اور یورپین مدبرین کی آرائے۔ ۸۱ تا ۱۳۱

فصل ہفتدہم (از کتاب سر اشیمڈ) سر اشیمڈ کی ملاریسا سے روانگی اور گرفتاری۔ واوی پٹہ۔ اسیلکی خیالات یونانی وشینہ باشندگان رعیسی۔ جہاز پر رات۔ یونانی جہاز احاطہ کر لیتے ہیں۔ کپتان کو مٹورو ٹیس پرنس طرح ۱۳۱ تا ۱۳۸

فصل ہشتدہم سر اشیمڈ بارٹلٹ اور یونانی امیر البحر یونانیوں کو ملکی حاکم جمع در جاکی حالت میں کھنڈ والی لڑائی۔ جہاز ایونیا شبہ پیدا کرنے کا غذات۔ ایک یونانی ممبر اور مظالم فروشی۔ جزیرہ سنگرو پانٹ اور اراتھان کا میدان جنگ۔ یونانی ۱۰ کو۔ مسٹر میکس کی ایلچیانہ کارروائیاں یونانی وزیر اعظم ۱۳۸ تا ۱۴۹

فصل نوزدہم (از کتاب سر اشیمڈ) پائیرس واتھنز مسٹر بجٹ اور ایم رالیس وزیر اعظم کا دفتر اطالین مجاہدین۔ ۱۵۰۔ ۱۵۴

فصل بستم (از کتاب سر اشیمڈ) شاہ یونان سے ملاقات۔ ۱۵۴ تا ۱۵۹

فصل بست و یکم (از کتاب سر اشیمڈ) قسطنطنیہ بحیرہ مرمرہ بحر اسود ڈارڈینلز ترکی بیڑہ۔ ملکہ بسفار۔ قسطنطنیہ کی قدر و منزلت۔ قسطنطنیہ کی قدر و منزلت۔ قسطنطنیہ کی فوجی بحری اہمیت ۱۵۹۔ تا ۱۶۴۔

تینوں حصوں کی فہرست تصاویر پہلے حصہ میں دیدی گئی ہے۔

حصّہ دوم

تاریخ جنگ روم و یونان

محاربہ تھیسلی کا دوسرا دور

فصل دوازدہم (۱۲) - از لاریسا تا فرسالہ

سب سے پہلا بڑا شہر

لاریسا بقول جرمنی مورخ پہلا بڑا شہر تھا جسپر فلپ فتحیاب و منصور ترکی فوج قابض ہوئی ترکی سپہ سالار اور اوسکے افسرون کو مہمات کا بڑا خیال تھا کہ شہرین جو نا گہان اور غیر مترقبہ طور پر ہاتھہ آگیا تھا۔ سپاہ کیطرف سے کسیطرح کی زیادتی نہ ہونے پائے اور حتی الامکان باقیماندہ باشندونکی مرضی اور خوشنودی کے برخلاف کوئی امر ظہور مین نہ آنے دیا جائے۔

ترکون کی خوش اطواری اور البانیون کی معذوری

اجنبی نامہ نگارون کو توقع نہی کہ ترک شہر مین داخل ہوکر جبر و ستم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرینگے۔ اونکی یہ توقع بالکل غلط ثابت ہوئی۔ وہ باتفاق رائے فاتحین کے ہر طبقہ و جماعت کی خوش اطواری نیک چلنی اور حسن حرکات کی مستعد اور اونکی کامل نظم و بانرتیبی کی مدح و ثنا مین رطب اللسان ہین۔ اور تحریر کرتے ہین کہ باشندونکو مال و اسباب اور املاک کی حفاظت کیلئے جو معدودے چند پولیسی انتظام تو نہایت ضروری تھین اونکو بھی نہایت اعتدال و احتیاط سے کہ کسی کو ناگوار نہ گذرین عمل مین لایا گیا۔ جنمین کسی سپاہی کو کوئی ایسی چیز لیجاتے دیکھا جاتا جسپر لوٹ کا مال ہونیکا شبہہ ہوتا تو اُسے فوراً معزول کر دیتے اور اوسکو مال غنیمت جہان کو اشہایا تھا وہین واپس جاکر رکھنے آنے یا جہان نہر سے تصادق[1] ہوئی اُسی جگہ رکھدینے کا حکم دیتے۔ خوبصورت و شہزور البانیونکی رجمنٹین عمداً شہر سے باہر رکھی گئین

[1] اچانک مل پڑنا۔

کیونکہ ایسی مطمئن خیز موقعوں پر ان سے اپنی طبیعتوں پر پورا پورا اقدار رکھنے کی کامل توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن فلاطین اس کمزوری سے ایونانیوں کی نسبت کوئی بری رائے نہ قائم کریں۔ وہ اس بارہ میں بہت کچھ معذور ہیں۔ اونکا حصہ کثیر کو ابھی تک تہذیب و شائستگی کی ہوا نہیں لگی۔ اور وہ ایسے علاقوں کے باشندے ہیں جو ہنوز وحشی حالت میں ہیں جسحالت میں قدرت نے اونکو ابتدا میں پیدا کیا تھا۔ شائستگی و تمدن کا ابتک ان تقریباً کوئی دخل نہیں ہوا ہے

یونانیوں کے سراسیمہ بھاگنے کی نشان

جنرل سٹان کی فہمروں نے بلا دنگ شہر اور اُسکے مضافات متصلہ میں گشت کی جس کے دوران میں اونکو محقق ہو گیا کہ دیر یونانی فوج کی سراسیمگی اور بیحواسی کی نسبت جو قیاس کیا گیا تھا وہ بالکل درست تھا۔ وہ سب حیران ہو کہ یونانیوں نے مقابلہ کے بغیر شہر کو کیوں چھوڑا۔ وہ نہایت محفوظ موقعہ پر واقع تھا۔ سامنے کیطرف دریا سالمونا یا کوتم) نہایت مستحکم پناہ کا کام دے اٹھا۔ سو چوبرجن اور فصیلوں پر بارہ قلعہ تھکن توپیں معمولی باتریوں کے علاوہ موجود تھیں۔ مناسب موقعوں پر سپاہیوں کیلیے گڑھے کھدے ہوئے ہوئے تھے۔ اور کوئی کارآمد موقعہ مورچوں سے جو نہایت عمدہ بنے ہوئے تھے خالی نہ تھا۔ مزید برآں سالمونا کے پل کو منہدم کرنے کیلیے سب سامان تیار تھا۔ مگر یونانیوں پر کچھ ایسی دہشت مسلط ہو گئی کہ سب کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے۔ اور کسی چیز سے فائدہ نہ اوٹھایا۔ سیدانی (فوجی) ہسپتال مجروحین کو علاج معالجہ کیلیے ابھی پورے طور سے مرتب اور آراستہ بھی نہ کئے جا سکے تھے کہ موجودہ زمانہ کے مکمل و وافر جدید ترین لوازمات سمیت اوسی نیم مرتب حالت میں چھوڑ دیئے گئے۔ انگریزی اور فرانسیسی ساخت کی صندوقوں سے ہسپتالی برتنے اور ادویات اور آلات ابھی کچھ نکالے گئے تھے۔ اور کچھ صندوقوں میں ہی بند تھے جو سامان نکالا جا چکا تھا اوس کے بھی عجب بے ترتیبی کے ساتھ جا بجا انبار لگے ہوئے تھے۔ بیش قیمت سامان مرہم پٹی (نفیس ململ وغیرہ) سے نوواردوں نے تولیوں اور جھاڑنوں کا کام لیا۔ یونانی فوج کے اعلی افسر شہر کے بہترین مکانات میں فروکش ہوئے تھے جہاں وہ اپنے نقشے اور تمام خط و کتابت تک پیچھے چھوڑ گئے۔ ناظرین خیال کرینگے کہ یہ کل بیحواسی ان بہادروں پر جو گزشتہ پاشا کی چھوٹی سی فوج کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے پسپا ہوئے تھے مستولی ہوئی تھی!

غازی عثمان پاشا کی تقرری کی خبر اور ولیہم پاشا کی رائے صوت معاملات پر

اسی دن ترکی ہیڈ کوارٹر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ تیسرا لیونا غازی عثمان پاشا دونوں افواج (مقیم اپیرس و تھیسلی کے اعلے کمانڈر مقرر ہوئے ہیں۔ مگر لاریسا کی فتح اور یونانیوں کے گستاخانہ بھاگنے کی وجہ سے اس خبر سے ترکی ہیڈ کوارٹر میں کوئی ہلچل نہیں پیدا ہوئی۔ اور نہ مارشل اوہم پاشا کو کسیطرح کی کچھ تشویش لاحق ہوئی۔ پاشا موصوف نے ایک اجنبی نامہ نگار کو تعارف ملاقات عطا کر کے معاملات کی صورت حال پر بیباکانہ اور کھلم کھلا اپنی رائے سب ذیل ظاہر کی:۔

"یونانیوں کو اگرچہ کامل شکست نہیں ملی۔ مگر وہ ایسی شکستہ دل اور بے اوسان ہو گئے ہیں کہ وہ لاریسا کو جسی حال میں

اونہون نے مستحکم اور مورچہ بند کیا تہا۔ بچانے کی جرأت نہ کرسکے اور توپین اور سامان وگولہ بارود بھی چھوڑ کر فرسالہ کو ہٹ گئے۔ ایسا کرنیسے اونہون نے تسالی کے کل میدان اوس کی قصبات لاریسا تیرنجالہ وکارڈیٹزا اور نیز وولو کی سڑک کو جو یونانیون کا حقیقی تعاقدہ گاہ ہے چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے ہاتھ مین چھوڑ دیا ہے۔ اس سڑک کا یونانیون کے تصرف مین نہ رہ جانا ہمارے لیے جنگی لحاظ سے بہا کچھ کرکی بلقدر اور مفید ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے۔ اسی بندرگاہ کے رستے کل یونانی فوج ترکی سرحد کو بھیجی گئی تھی اسی کے راستہ یونانی سپاہ کو کمک اور رسد وغیرہ پہنچتی رہی تہی۔ اور اسی بندرگاہ راستہ جنوبی یونان سے سلسلہ رسل و رسائل قایم رکھنے کے لیئے سب سے قریب اور آسان ہے۔ یہ درست ہے کہ وولو پر ابہی ہمارا قبضہ نہین ہوا۔ اور یونانی بہی اطراف اور پہ طریق سے پہنچے ہے ہین کہ اوس سڑک کی جو دورہ سگیٹوس مین سے گذرتی ہے کچھ عرصہ حفاظت و مدافعت کرسکتے ہین۔ اور خود شہر کی حفاظت یونانی جہاز کرسکتے ہین۔ لیکن وولو۔ لاریسا ریلوے لائین ہمارے تصرف مین ہے اور نیز یونانی اب اوس لائین سے بہی جو سمندر کے صدر لائین کو تیسالونیکی سے ملتی ہے۔ اور فرسالہ کے پاس ہوکر گذرتی ہے کوئی فائدہ نہین اوٹہا سکتے پس بالفاظ دیگر ترکی فوج اور تسالی کی جو یونان کا زرخیز ترین اور سب سے بارونق صوبہ ہے پوری پوری مالک ہے۔ اور اسکی پوزیشن اور وضع اقامت ایسی ہے کہ یونانیون کے دوسرے خط مدافعت پر حملہ کرنیسے پیشتر سرحدی دروں کے راستہ جس قدر اور جس طرح چاہے کمک منگوا سکتی ہے"۔

فرسالوس تمی ہیڈ کوارٹر مین ۲۰ اپریل کو یہ معلوم ہوگیا تہا کہ یونانی فرسالوس کے قریب ایک مستحکم و مورچہ بند موقعہ کو ہٹ گئے ہین۔ اور نیز وولو کے شمال مغرب مین اُس مرتفع پر بہی جہان وٹلینزہ کا ریلوے اتصال ہے بہت کثیر قابض ہین۔ فرسالوس اوس معرکہ کا میدان جنگ ہونے کی وجہ سے جس مین قیصر جولیس سیزر نے ۴۲ ہزار فوج سے اپنے رقیب پامپی کو جس کے پاس دگنی فوج تہی ۴۸ قبل مسیح مین شکست دی تہی قدیم الایام سے مشہور چلا آتا ہے۔ وہ جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے بڑی شجر اور بہیانک سلسلہ کوہستان اوتھریس کی اون شاخون پر واقع ہے جن کے قریب سے وہ زرخیز میدان شروع ہوتا ہے جسے دیا اِنی پی اس سیراب کرتا ہے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ جس مین چھ ایک ہزار باشندے آباد ہین ایک درخوردنی شکل پہاڑی کے دامن سے لیکر تقریبًا چوٹی تک منزل بمنزل چلا گیا ہے۔ یہ پہاڑی تخمینًا تین سو ساٹھ فیٹ بلند ہے شہر سے اوپر وہی زمانہ کا ایک مدور شکل برج کہڑا ہے جس سے ترک تسالی کو یونان کے حوالہ کرنیکے وقت تک نگران کا کام لیتے رہتے تہے۔ اس برج پر کہڑے ہونیسے تمام شہر اور میدان کا نظارہ آنکھون کے سامنے ہوجاتا ہے۔ نگاہ میدان سے گذرکر بجانب شمال اولمپس کی چوٹیون پر اور بجانب شمال مشرق اوسا اور پیلی اون کی چوٹیون پر جا ٹہہرتی ہے۔ زمانہ قدیم کی عمارت تقریبًا معدوم ہوگئی ہین صرف قلعہ کوہ پر ایک پرانی زیر زمین عمارت کے کھنڈرات اور قدیم قلعہ کی دیوار دیوارون کے نشان باقی ہین۔ کہنی مانہ مین فرسالوس تسالی کے متقدم ترین اور نہایت ہی آباد شہرون مین داخل تہا۔ اسکی سابقہ عظمت و جلال کا اب ایک عشر بہی باقی نہین ہوگیا۔ وولو کے بندر کے ساتہ وولو تیرکالا کالاباکا لائین کے ذریعہ سے رفتہ رفتہ وصلت قایم ہوجانیسے اُسے کوئی فائدہ نہین پہونچا اور

اس سے اوسکی رونق و خوشحالی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ سٹیشن قصبہ سے بہت دور ہے۔ غبار آلود شاہ راہ جو لاریسا سے شروع ہو کر میدان میں سے ہوتی ہوئی آتی ہے فی الجملہ بہت اچھی حالت میں ہے۔ فرسالہ سے وہ جنوب مغرب چلتا نون کے پہاڑوں کے گرد چکر لگاتی ہوئی ۲۰ میل کوس کوا اور وہاں سے وسطی یونان کو بڑی چلی جاتی ہے۔ فرسالہ سے جنوب کی شاہراہ کے رستہ ۱۵ میل کوس سات گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔

یونانیوں نے اسی کوہستانی علاقہ میں جو میدان فرسالوس کی وسط میں واقع ہے اپنی پوزیشن نہایت عمدہ مرتفع قائم کی۔ اوکا ممبنہ ایوالی سے طصنق تہا اور میسرہ پہاڑی سلسلہ کے شمالی پہلو کو تھامے ہوئی تہا۔ مقام وسٹینو اُن بلند یوں نے جو پلاڈیتسہ کی پاکوں اور شہر کے درمیان تہیں اور زینر سینو سیفالیہ کی پہاڑیوں نے یونانیوں کو مدافعت کے لیئے بڑا کام دیا۔

بلا تردد و نقصان لاریسا پر قابض ہو جانیسے طبعی طور پر ترکی کمانڈروں کو غنیم کا فی الفور تعاقب کرنیکی ترغیب ہوگی تاکہ یونانیوں کی گھبراہٹ اور بے ترتیبی سے فایدہ اٹھا کر شرط امکان تمام یونانی فوجکو مزید جدال و قتال ہی بیکار کر دیا جائے یہ صاف ظاہر تہا کہ پیشقدمی کسطرح اور کس رفتار کیلئے ہونی چاہیئے۔

سب سے اہم مدعا یہ پیش نظر تہا کہ یونانیوں کو دولونجی سمندر سے پرے ہٹا دیا جائے۔ یونانیوں کی مصافی کا رد ہوئیں کا بڑا دارومدار اسی مقام پر تہا۔ یونانی فوجکی شہ رگ وہی تہی اور اسی مقام سے سمندر خشکی کے رستہ مزید کمک پہنچ جانیسے یونانی فوجکا حوصلہ اور طاقت پہنچ سکتی اور اوس کی رخنے پر ہو سکتی ہے۔ بالفاظ دیگر دشمن کی مدافعت مقابلہ کے تمام امکان کو سنگدوین ہی دبا دینے کیلئے لاریسا کا قبضہ کر بعد فی الفور جمعیت کثیر کو وہاں روانہ کرنا نہایت ضروری تہا۔

وسٹینو مصافی دفاعیہ کے لحاظ سے جس مقام کو سب سے اول نظر کرنے کی کوشش کیجانی لازمی تہی وہ وسٹینو تہا یہ مقام تین ریلوے لائینوں کا مکمل اتصال اور راوس واحد سڑک کو تاکہ پر واقع ہے جو تھیلوی میدان سے پہاڑوں میں سے ہوتی ہوئی مسند کو جاتی ہے۔ اوسکی جنگی اہمیت میں اس سے بھی بہت اضافہ ہو گیا ہوا ہے کہ دولوسے پاڑیس کو مراجعت کرتے وقت اس سمت سے تعاقب کنندہ غنیم کی مزاحمت کنندہ فوج کو بچانیکے لیئے مزاحمت کیجا سکتی ہے۔ اگر ترک لاریسا سے خط مستقیم فرسالہ پر پیشقدمی کرتے تو وسٹینو یونانیوں کے قبضہ میں ہونے کی بصورت میں ترکی میسرہ کیلئے نہایت خطرناک مقام ہو سکتا تہا۔ بنا بریں ولیعہد قسطنطین نے اون تمام فوایدسے متمتع ہوتے رہنیکے لیئے جو دولو کے کارآمد مقام سے حاصل ہو سکتے تہے وسٹینو کی قابض رہنا ضروری تصور کیا۔ یونانی ٹیرہ دولو کے بند میں لنگر زن تہا اور تمام ریلوے لو کو موٹر انجن وہاں جمع تہے۔ ترک ریلوے لائن میں سے کوئی رولنگ سٹاک (گاڑیاں و انجن) نہ ہونیکی وجہ سے کوئی فایدہ نہ اوٹہا سکتے تہے مقام وسٹینو راوس کے ارد گرد یونانی افواج اسطرح سے تقسیم کیگئیں کہ دو ادون تمام مستحکم بلندیوں پر جو باہم مکمل سلسلہ کوہ کی شکل بنا رہی تہیں قابض ہو گئیں۔ ایک پہاڑی اس سلسلہ کو وسط میں ہو دولو کی سڑک وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ بجانب غرب اس پہاڑی کو (جس میں سیفالو (یا کفالو)

واقع ہے جسپر ترک قابض تھے اور دوسری طرف ویسٹینو ہے جو ترکی پوزیشن سے نظر نہیں آتا تنہا اس پہاڑی کی متصل سہیل تولہ کا شفاف پانی ایک زخیز و سرسبز گھاٹی میں چمکتا ہا ہی جھیل کی چاروں طرف گھنے جنگل موجود ہیں جن میں کہیں کہیں زخمی پیچھے ہیں اور ان خندوں میں سے دیہاتی مساجد کے مینار جلوہ دکھاتے ہر کنارہ کی دلفریبی کو اور بڑھا رہے ہیں پلاٹیپتہ کی بارکین و سیٹنو سے شمال مشرق میں ہیں ریلوے سڑک ہی نہیں بلکہ وہ شاندار جنگی شاہ راہ بھی جو دولو کو جاتی ہے ان بارکون کی دین ہے اور بدین لحاظ یہ مقام بند اور اوس کی سڑکوں کی حفاظت کے لیے نہایت اہم اور کارآمد تھا پلاٹیپتہ بارکون کو قریب ایک سڑک دولو کی سڑک سے جدا ہو کر براہ پرسکی علی تالیروس کو اور وہاں سے راہ صوریلی بند تک منزل کو جاتی ہے سینو سیفالیہ کی بلندیاں سلسلہ کوہستان فوروطاغ سے متعلق ہیں اوہم پاشا نے انھوں پر ایک ہنگشانی جماعت لاریسا سے غنیم کے تعاقب میں بھیجدی ۔

ویسٹینو پر پہلا مقابلہ فریقین میں نئی پوزیشنوں پر قائم ہونیکے بعد پہلا مقابلہ ۱۰ اپریل کو ہوا اسلیمان پاشا کے زیر کمان جو کالم دولو کی طرف بھیجا گیا تھا اور کا بتمام ویسٹینو دشمن سے تصادف ہو گیا اس کالم میں چار پلٹنیں آٹھ نہایت کمزور رسالے (تیرہویں و چودھویں کریٹی رجمنٹ) ایک کوہی اور دو پہاڑی بیٹریاں تھیں دو رسالے ہراولی دستہ کی کمک کو آگے بھیجے گئے ۔ اونکو یونانیوں نے پسپا کر دیا اور پاؤ گھنٹہ بعد کیولری بریگیڈ پر سڑک کی طرف دولو کی سڑک سے اور پانچویں ماتھ کیطرف پلاٹیپتہ سے گولہ باری شروع ہو گئی جسکا جواب میں ترکی توپخانہ نے بھی گولہ باری شروع کر دی ۔ یونانی گولندازوں نے اس موقعہ پر عمدہ قادر اندازی دکھائی ۔ اونکے پہلے گولے بھی ہمیں ترکی توپوں پر آکر گرے مگر پھٹا ایک بھی نہ اس درست نشانہ بازی سے مجبور ہو کر ترکی باتریوں کو تین حصوں میں تقسیم ہو جانا پڑا ۔ تاریکی شروع ہو گئی تھی ۔ اور یونانیوں کا مبصر ترکی کیولری کی مراجعت کا راستہ مسدود کرنیکے لیے رضالوم کیطرف بڑھ رہا تھا پس کیولری کو پیچھے ہٹانے کے لیے اب بسرعت تمام اور ہمیں پھیر پڑا لیجانا نہایت ضروری ہو گیا تھا کیونکہ مراجعت کیلئے صرف ایک ہی پل موجود تھا باتریوں کو مراجعت کا موقعہ دلانے کیلئے تیرہویں رجمنٹ پھر غنیم کے عملیاں و سلیمان پاشا اسکی میسرہ کیطرف بڑھا ۔ دریں اثنا باتریاں سرپٹ رفتار سے پل پر سے گذر گئیں جس کے بعد اول تیرہویں اور پھر چودھویں رجمنٹ باشگی واپس ہٹیں ترکی کیولری چونکہ کوہستانی طریق سے لڑنے کی عادی نہ تھی توسن پر سوار ہو کر تیراندازی کرتی رہی جس سے عملی طور پر دشمن کو کچھ نقصان نہ پہنچا ۔ یا پہنچا بھی بہت خفیف لیکن اس شدت خطرہ کے باوجود ترکی سواروں کا حوصلہ برابر قائم رہا اور انہوں نے حیرت انگیز بہادری و شجاعت دکھائی دشمن کو ساتھ ہو دو تنہا ہیں پیچھا کرتے رہے اور لڑائی کے ساتھ پیچھے ہٹتے ۔ صرف دس وقت گھوڑوں کو کسیقدر تعرض کیا جب گولہ کے ٹکڑے اور دشمن کے درمیان ایک نگاہ زن حائل ہو گیا ۔ وہ قرقی کی شرقی کیطرف گئے ۔ وہاں انہیں بروصہ کی ریزرو بٹلین آ ملی جسنے انھیں پناہ دی یعنی مورچہ بنانا شروع کر دیا ۔ اور تھکی ہاری جنے کو نہ دانہ نہ چنے جسوجہ سے بھی تک کھانا اور پانی نہ ملا تھا ۔ آرام کیا ۔ ۱۰ اپریل کو ہمکی ریزرو بٹلین ایک بیمیدانی باتری کیمیت بطور کمک پہنچ گئی ۔ ۲۰ کو زنبل محمود بک (غازی مختار پاشا

عثمانیہ چیف کمشنر مصر کا میلا پہنچگیا۔ اور اُسکی زیر ہدایت ۲۹ و ۳۰ کو غنیم کے مورچون پر حملہ کیا گیا۔ کرنیل محمود نے نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کام کیا۔ مگر ورینولا غنیم کو اجو ابھی تک فرسالہ و ولو ریلوے لائین پر متصرف تھا حکم از کم آٹھ پلٹنون کی کمک پہنچگئی تھی۔ اوس نے ۳۰ اپریل کی دوپہر کو ترک میمنہ کو گو ترک کمال ولاوری سے لڑے پسپا کر دیا جیسرہ میسرہ کو بھی جو پلاٹوچیہ اور رضا لوم کیطرف تھا پیچھے ہٹا لینا پڑگیا۔ اس پسپائی سے تھوڑا ہی عرصہ بعد ترکون کو دس پلٹنون اور دو باتریون کی کمک پہنچگئی۔ مگر ترکی کمانڈرون نے فیصلہ کیا کہ جبتک فرسالہ فتح نہ ہو جائے اب ولسٹینو پر پھر حملہ نہ کیا جائے۔ ۳۰ اپریل کی لڑائی مین کرنیل محمود بک نے شجاعت و تہقامت اور جوانمردی و بسالت کا عجب شاندار اور قابل ذکر نمونہ دکھایا۔

محمود کا ہلہ فوج پیدل کو ستانیکا کچھ متوحہ ولانیکو لیے اوس نے اعلے افسرون سے دشمن کی ایک مورچہ پر جو پہاڑی کی کمارہ پر تھا اپنی رجمنٹ سوار ان کو ساتھ حملہ کرنے کی اجازت طلب کی جسکو اجازت ملنے پر اوسنے ہلہ کرکے فتح کر لیا۔ تہتہ مین اوسکا بیش قیمت گھوڑا دشمن کی گولیون سے ہلاک ہوگیا۔ مگر بیحد جوانمرد پیدل اپنے سوارون کے آگے آگے بڑہتا گیا۔ ایک یونانی کپتان نشانہ باندہ باندہ کر پہم اوسپر گولیان چلاتا رہا۔ مگر کرنیل کا بال بیکا نہ ہوا۔ بالآخر ایک اناطولین کارپول سوار نے اس کپتان کا کام تمام کر دیا لیکن افسوس خود بھی شہید ہوگیا۔ کپتان کی بندوق بہری ہوئی تھی۔ کارپول نے بحالت غضب ایک ہاتھ سے اوس بندوق کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے بندوق والے پر جو اوس کے پیارے افسر کو شاہ بنا رہا تھا تلوار کا ہاتھ صاف کیا۔ رئیل اس جھٹیا پھٹی مین سر ہوگئی۔ اور اسکی گولی نے بہادر و جانثار کارپول کو وہین جام شہادت پلایا۔ محمود کے اس ہلہ مین گھوڑون کے علاوہ ۴۲ سوار شہید و مجروح ہوئے۔ مگر جب وہ مورچہ بیقابض ہوگیا۔ تو تین طرفون سے دوپہر ریلی بوچھار شروع ہوگئی۔ اور پھٹنوالے گولے بھی پڑنے لگ گئے۔ اس سے مجبور ہو کر اُسے لاچار واپس ہٹنا آنا پڑا مگر گولیون کی تابر توڑ بارش کے باوجود ترکی سوار کی قابل تعریف باترتیبی سے پیچھے ہٹے بے ترتیبی اور گھبراہٹ کا نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔

پلاٹوچیہ کی سطح مرتفع نے یونانیون کی پوزیشن کو مدافعت کیلئے ایسا مستحکم کر دیا ہوا تھا کہ ترک اُسکو توڑنے مین کامیاب نہ ہو سکے۔ ریلوے اور میدان و دونون اس بلندی کی زد مین تھی پلاٹوچیہ کے سخر ہوجانے پر یونانی ریلوے لائین سے کوئی فایدہ نہ اوٹھا سکتے۔ اور رازکی فوجکو رسد و غیرہ پہنچنے کا رستہ بند ہو جاتا۔ جس سے وہ سخت خطرہ مین مبتلا ہو جاتی کیونکہ جس کو ہتانی علاقہ مین وہ موجود تھی۔ وہان سے بہت ہی کم رسد و چارہ دستیاب ہو سکتا تھا پلاٹوچیہ کی اس اہمیت کی وجہ سے ترکون نے اُسے ہر نوع فتح کرنیکا عزم کر لیا تھا۔ گو وہ یقینا جانتے تھے کہ اُسکو فتح کرنے کی کوشش مین بہت نقصان اوٹھانا پڑے گا۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جب ایکدفعہ یہ فتح ہوگیا۔ تو وولو خود بخود اونکے قبضہ مین آجائیگا۔ جہان انہین صرف تھوڑی سی فوج رکھنی پڑے گی میسرہ کی باقی کل فوج فرسالہ پر بازو کیطرف سے حملہ کرنیکے لیے فارغ ہو جائے گی۔ ولسٹینو پر اب تک جو لڑائیان

ہوئی تھیں وہ دراصل خفیف سی معرکہ آرائیاں تھیں چشمدید شاہدوں کا بیان ہے کہ یونانی گولہ باری کی نشانہ بازی اچھی نہ تھی سارا دن گولے ہی برستے رہتے مگر ترکوں کی آتشباری خوب سوشرا اور نہایت سریع تھی ترکوں کے گولنداز منسٹاہیت یا وہ باحوصلہ اور قادر علی النفس تھے یونانیوں کی طرح وہ بیحوصلہ اور مضطرب نہیں ہو جاتے تھے۔

ان معرکوں میں کل چار پانچ آدمی ضایع ہوئے انمیں بھی پہلی لڑائیوں کیطرح مصاف کنندگان کے زیادہ تر انتہائی جوارح اور عضاد کو چٹانوں کے ٹکڑوں اور پرچھنوں سے جو گولوں کی لگنے سے اڑتے تھے زخم پہونچے یونانیوں نے بھی تابڑتوڑ توپ خانہ کی تھی کہ تعجب ہوتا ہے کہ ترکوں کا ایسا خفیف نقصان کیسے ہوا کرنیل محمود بک کیولری کے جوانمرد کمانڈر نے ایک جنگی اتاشی سے ذکر کیا کہ تقریباً دو میل مربع رقبہ پر گولیوں کی پیہم بارش ہوتی رہی تھی۔

اس بہادر افسر کا گھوڑا اوس دلیرانہ حملہ میں جو اسنے یونانی پوزیشن کے بازو پر کیا تھا۔ ہلاک ہوگیا۔ اور وہ بھی گھوڑے کیساتھ زمین پر گر پڑا اور بمشکل جانبر ہوا تھا۔

ولیعہد کی اس باستقلالی اور معقول محافظت و دفعت کا ذکر کرنیل سمولنسکی کو حال ہے جس کامیابی کی تفصیل کرنیل واسوس اور کرنیل مانوس کا ہمسر ہوگیا۔ اور اعلیٰ تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔

جنگ فرسالہ

ادہم پاشا کو لاریسا سے پیشقدمی کرتے وقت بشرط امکان آپائیرس کی ترکی فوج سے تعلق وارتباط قائم رکھنے کیلئے اپنی افواج کو بجانب غرب پھیلا دینا ضروری تھا۔ لیکن علاقہ کے کوہستانی دشوار گذار اور صعب العبور ہونے اور نیز اس وجہ سے کہ بڑی بڑی مسافتیں طے کرنا تھیں اسواسطے اس حرکت میں بڑا وقت نہایت احتیاط کو ملحوظ رکھنا لازمی ہو رہا تھا۔ جس حزم و احتیاط کا ترکوں کے یمین کی کارروائیوں پر بھی طبعاً بہت اثر پڑا۔

ترکی سپہ سالار کا منشا یہ تھا کہ فرسالہ کے میسو کو پلٹ دینے سے اور اسکی پوزیشن چھڑا دینے پر مجبور کرے یہ غرض کہ ترکی حقی پاشا کا ڈویژن جو شروع میں تعطیلی اور اپائرس کے درمیان سلسلہ رسل و رسائل متعلق باہمی کو قایم رکھنے کیلئے ڈوسکاٹا میں تقسیم کیا گیا تھا مرتا دوس اور لاریسہ کی فتح کے بعد بسرعت لاریسہ بلوا لیا گیا۔ جہاں وہ ڈویژن پہونچ کر تا ہلا پہنچا۔ دوسری طرف اول ڈویژن زیر کمان میجری پاشا کو جسکو ہتھیا میں بمقام ڈماسی لڑائی کی تھی۔ زرکوس تر نیخاکہ۔ کارد شاد و سکول پر قبضہ کر لینے کے بعد فوج کا انتہائی یمین بن کر اگے بڑھنے اور مقام فرسالہ کے میسو کو مخرج خط میں ٹوالنے کا حکم دیا گیا۔ اسکے ساتھ ہی پانچ ڈویژنوں نے ادہم پاشا کی زیر کمان سامنے کی طرف سے فرسالہ پر پیشقدمی کی مگر یہ حسب دلخواہ و رفتار سے پیشقدمی نہ کر سکا۔ علاقہ کٹھن اور کوہستانی اور باشندے ترکوں کا دشمن تھے مزید برآں یونانی افواج کی بار برداری کے انتظام کی مشکلات سے اور زیادہ دشوار ہوگیا۔ فوج کو رسد کے معاملہ میں تعطیلی کے نواح خیز علاقہ بالخصوص الفیر بادی ٹیلہ سے بہت مدد ملی جو رسد سامان کا مخزن ہونیوالا تھا۔ کام ختم ہونیوالا مخزن پائی گئی۔

قرنا دوس اور لاریسہ کے تباہی بخش و تہمات کی بعد یونانی فوج بن غیظم تشیر و تبدل کر گئے تقریباً تمام جرنیلوں کی جگہ نئے

آدمی بھیجے گئے۔ اور اعلیٰ شان نہر سائپونٹ سارا کی جگہ ایک جنرل شاف افسر لفٹننٹ کرنیل لاسبٹیس کمانڈر انچیف کا زیر فرمان عمل پیرا ہونیکے لیے مقرر کیا گیا۔

یونانی فوج کا حصہ کثیر اون بلندیوں پر جو فرسالہ سے بجانب شمال ہیں قایم تھا۔ اوہم پاشا کی فوج انکیطرف بہت تیزی کے ساتھ بڑھی۔ چنانچہ فوج ہمراول کے سوار کہین ۴ بجے کو جا کر بیطرف سوا اسی اور دوسری طرف سکو کو رول پہونچے۔ سلوبسی فرسالہ سے بجانب شمال آٹھ میل کے فاصلہ پر اور آخر الذکر مقام وہان سے بجانب غرب ۱۱ میل کے فاصلہ پر فرسالہ ترکیلا ایین پر واقع ہے۔

دوم پنجم و ششم ڈویژن ان سوارون کی روٹھین آہستہ آہستہ تھوڑی دور پیچھے یونانی پوزیشن کے شمال و شمال مغرب مین جمع ہوئے اور باقی فوج ابھی فرسالہ سے تقریباً ایکدن کی مسافت پر تھی۔ ترکی فوج حملہ آور کا بیمنہ مغرب کیطرف بہت دور تک پھیلا ہوا تھا جس سے انہون کو بھی صاف نظر آرہا تھا۔ کہ ترک میدان کا زار پر یونانیون کو بازو پر سے چکر کاٹ کر عقب مین جا پہونچنے کا ارادہ رکھتے ہین یہ صفائی تدبیر اول ڈویژن کی شاطرانہ چال سے علاوہ تھی ۴ مئی کو یہ ڈویژن یوزاما کی جو فرسالہ سے چودہ میل بجانب غرب ہے پہنچگیا ہوا تھا۔ جہان سے اسنے مسلسل پیشقدمی کر کے یونانی پوزیشن کے عقب مین پہنچنا تھا متذکرہ صدر تینون ڈویژنون کے پیچھے چہارم و ہفتم ڈویژن بشرط ضرورت کام دینے کیلئے ریزرو مین تھے۔

ترکی فوجی صف آولین نے بتاریخ ۵ مئی علی الصبح چلنے کے وقت حرکت شروع کی۔ مارشل کا منشا تھا کہ فیصلہ کن حملہ پنجمی کو کیا جاوے تاکہ خیری پاشا کو یونانیون کے میسرہ پر پہنچنیکیلئے کافی وقت ملجاوے۔ مگر ۵ مئی کو جب یہ میدان جنگ مین پہونچے تو پیدل فوج غنیم سے گتھ چکی تھی۔ فرسالہ لاریسا سے تخمینًا ۱۵ میل بجانب جنوب ہے۔ یونانی اون ہاڑیونکی ڈھلوانون پر جو میدان فرسالہ کو احاطہ کئے ہوئے ہین نہایت عمدہ موقعہ پر قایم تھے اور وہان خوب مستحکم مورچے تیار کر لیے ہوئے تھے انکے دونون بازوون پر جنگل موجود تھا اور توپخانہ کا زیادہ حصہ سینہ پر منصب تھا۔ شروع شروع مین یونانی گولہ غوب نشانہ پر گرے۔ غالبًا اونکے گولندازون نے گذشتہ چند دنون مین اپنے نشانون کو خوب پختہ کر لیا اور مختلف مسافتون کو اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا۔ مگر دوپہر کے قریب ترک شجاعانہ دھاوا کر کے غنیم کو اسکی پوزیشن سے ہٹانیمین کامیاب ہوگئے اور یونانیون نے ترکی حملہ کی تاب نہ لاکر اون بلندیون کیطرف جو میدان کے دوسرے کنارہ پر تھین مسلسل ہٹنا شروع کر دیا۔ اس پسپائی کیوقت وہ ترکی توپون کی صاف زد مین رہے۔ اور بالخصوص اونکو بیحد نقصان پہنچا۔ مگر اونکے ۲ ریگارڈ اور ستہ عقب نے باقی فوج کو بچا لیجانیکے لیے مرحلہ وار اپنے تئین قربان کر دیا۔ پسپائی کے شروع ہونے کی دیر تھی کہ پھر ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ بھر کی فرصت نہ دی۔ نہ اونکی آتشباری ایک لحہ کیلئے مدہم پڑی یا بند ہوئی جب حملہ آور بلندیون کے بالائی کنارہ پر جا ہانسے کل میدان زیر نظر تھا یہ پہنچے تو دشمن کی سراسیمگی دیکھی اور اپنے دوسرے دستونکی مسلسل پیشقدمی دیکھکر اونکے حوصلے اور تیز ہوگئے۔ دہنی بائین دونون طرف ترکی فوج پیدل کے کالم سیاہ گھٹا کیطرح آگے بڑھے جا رہے تھے اور زبردست جوش

دائین ہاتھ حد نظر تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ دولو کیطرف فرسالہ کو احاطہ کنندہ بلندیون کے دامن مین وادی تنگ ہوگئی ہے۔ اور اوس کے پیچھے اوتھریس کے سیاہ و مہیب پہاڑ سر بفلک کھڑے ہین۔ تمام میدان یونانیون سے جو بسرعت قدم اوٹھائے جارہے تھے بھرا ہوا تھا۔ سب کا رخ ایک تنگی پل کیطرف تھا۔ جو ایک چھوٹے سے نالہ پر بنا ہوا تھا۔ دریولا ترکی توپخانہ آگے بڑھکر جا بجا بہت عمدہ موقعون پر قایم ہوگیا تھا۔ اور بھگڈے یونانیون کے کالمون پر گولہ پر گولہ پھینک ہاتھا۔ گولہ کے گرنے پر جب گرد و غبار کا طوفان سطح زمین سے اوٹھتا تو بھگوڑون کی رفتار اور تیز ہو جاتی۔ اونکے عقبی دستہ نے سپاہیون کے کپڑے پھینکدیئے تھے۔ بہان سے وہ مسلسل آتشباری کرتا رہا۔ لیکن ترکی فوج پیدل کی کثرت آخر اونکی بہادرانہ مدافعت پر غالب آگئی۔ ترک اونکو یکے بعد دیگرے ایک سو دوسری پوزیشن کو دکھیلتے گئے۔ ترکون کی خیرہ شجاعت واقعی قابل دید تھی۔ اونہون نے کسی پناہ یا اوٹ کی حفاظت کو منظور نہ کیا۔ اور بلا توقف و قیام برابر بڑھتے چلے گئے۔ حتی کہ افلیین سرکنیکے لیے کسیوقت گھنٹہ کو بھی زمین پر نہ لگایا۔ چلتے چلتے آتشباری کرتے رہے جب کہ یونانی پل پر سے گذر نیکے لیے جمع ہورہے تھے ایک ٹرین فوج لیکر دولو کیطرف سے آرہی تھی۔ ایک پھنسو والا گولہ اس ٹرین کو لگا جس سے یونانیون کو بہت نقصان پہونچا جیس وقت یونانی تبدیج پل سے گذر گئے اور دریا اونکے اور اونکے تعاقب کنندگان کے درمیان حایل ہوگیا۔ تو اونکے نیم مردہ حوصلون مین پھر کسیقدر جان پڑگئی۔ اور لڑائی مین بھی تھوڑا سا وقفہ پڑگیا لیکن اوہم پاشا نے اس فتح کے بعد بلا توقف فرسالہ کیطرف بڑھنے جانیکا عزم کرلیا۔ وہ ایک باتری لیکر میدان مین اترآئے۔ دہانہ پل پر دارون کی ایک صف آگے کردی۔ اور غنیم پر پھر حملہ کردیا جیس کے دوران مین ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ اُسدن پہلے ایسی سخت لڑائی نہ ہوئی تھی۔ ایک چھوٹے سے موضع پر جو جانب یمین تھا۔ ایسی تابڑ توڑ آتشباری کیگئی۔ کہ ترکی سپاہی دھوئین مین نظر نہ آتے تھے۔ رہی سہی کسر گولون نے پوری کردی۔ اور ترک موضع پر قابض ہوگئے۔ یونانی فرسالہ کو ہٹ گئی۔ اور حملہ کرنیکے لئے الفور پھر ترکی پلٹنین صف آراء کرکے دمیرین سوئے غروب ہنا شروع ہوگیا تھا۔ مگر جب تک روشنی رہی ترک شہر پر برابر گولے پھینکتے رہے۔ باتری پر باتری پیچھے سے چلی آکر شہر کے گرداگرد قایم ہورہی تھی۔ حتی کہ چارون طرف سے شہر توپخانہ کے حلقہ مین آگیا۔ بالآخر تاریکی نے گولہ باری کو بند کرادیا۔ اور یونانی تاریکی سے فایدہ اوٹھاکر اپنی کل پوزیشنون کو خالی کرگئے۔ اور پہاڑون مین پناہ جالی۔ کیونکہ مراجعت کا راستہ معرض خطر مین تھا۔ اور ترک فرسالہ ڈومرکوس کی سڑک پر قابض ہوچکے تھے۔ دوسرے دن جب حمدی اور مدوح کے ڈویژن فرسالہ کی متصلہ بلندیون پر قابض ہوگئے۔ تو پھر حمدی پاشا کے ڈویژن کی بریگیڈ نے کمان حسن پاشا نے خود شہر پر بھی قبضہ کرلیا۔ شہزادہ ولیعہد بہادر کا کل سامان۔ چھ توپین اور بہت سا سامان حرب غنیمت مین ملا۔ ایک انجنی افسر جو موقعہ پر موجود تھا۔ دہانی کے محاربات ولسٹینو و فرسالہ کی کیفیت جنگی بمصر کے پہلو سے طرح بیان کرتا ہے۔ عمر نشاط۔ حمدی اور مدوح کے تینون ڈویژن متوازی صفین آگے پیچھے یکطرح سے صف آراء ہوکر کہ ایک ڈویژن سب سے آگے دوسرا اوس سے کچھ پیچھے داہنی اور تیسرا اور تھوڑے سے فاصلہ پر پہلے کو بائین ہاتھ تھا پہنچے

کیطرف سے بڑھے ہے۔ تینون اطراف جدا جدا مرتب ہوکر یونانیون کی پوزیشن کیطرف بڑھے ہے۔ اسکو اونہون نے قرہ دمری تکیہ اور فرسالہ کی سڑک کے برابر جو موضع تاتاری سے میدان کیطرف اترتی ہو۔ باقی گرہون سے مستحکم کیا ہوا تھا۔ یونانیون کی حیثیت ومان چار اور آٹھ پلٹنون کے درمیان تھی۔ اور ہر ایک باتری میسرہ پر نصب تھی۔ سہ پہر تک مسلسل گولہ باری اور آتشباری ہوتی رہنے کے باوجود یونانی نپی جگہہ پر قابض رہنے کے بعد آخر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئے۔ اور وہ کامل ترتیبی کے ساتھ بلندیون کے کرارہ سے میدان کو ہٹے۔ اونکی تعاقب مین صرف حسن پاشا کا بریگیڈ تین میدانی باتریان اور ایک کوہی باتری بھیجگئے بڑھا۔ ترکی گولے خوب نشان پر گرتے رہے۔ جو عموماً یونانی دستہ عقب کو اسکر مشرون ہوکر اور متفرق ہوکر اونکے الٹی کی پتلی سی صف پر پیٹھے دکھائی دیتے رہے۔ لیکن باین ہمہ دوسرے دن جب ہم اوس موقعہ سے گذرے تو گولہ باری کے موثر ہونے کی کوئی علامتین نہ دیکھین۔ ہمنے کسی مجروح کو متروک کردہ رستہ واپس جاتے نہ دیکھا۔ اور مقتولین کی بھی بہت کم تعداد دیکھی۔

پس ان لڑائیون مین زیادہ نقصان ہونے کی روائتون کو کسیقدر مشتبہ سمجھنا مناسب ہے۔ باضابطہ طور پر ترکون کے نقصان کی تعداد ۳۰ ظاہر کیگئی تھی۔ میدان مین بھی حملہ آورون کا مقابلہ کرنیکے لیے یونانیون نے ایک پوزیشن تیار کی ہوئی تھی۔ موضع وآسیلی کو محفوظ کرکے اوس کو گردیکلی گڑھے کہو دیئے گئے تھے۔ آٹھ تازہ دم پلٹنین اور ایک باتری سیمنے کے عقب مین جمع کیگئین اور سوتوقت چار پلٹنون کا ایک کالم اوس پہاڑی سے جو فرسالہ کے عقب مین ہے میدان مین اتر آیا۔ الغرض دنان تقریباً ۳۶ پلٹنین یا دو انفنٹری ڈویژن موجود تھی۔ لیکن اتنی تعداد کا خاتمہ کردیا۔ اسی معرکہ کو لڑائی نہین کہا جاسکتا۔ وہ محض تصادم تھا جسمکہ جب ترک آگے بڑھے ہے۔ تو اونہون نے فرسالہ کو خالی پایا۔ یونانی ڈوموکوس کو ہٹ گئے تھے۔

ولسٹینو کا دوسرا معرکہ

اوسیدن جب کہ قرہ دمری پر لڑائی ہوئی ولسٹینو مین بھی لڑائی ہوتی رہی تھی اور دستہ کو معرکے کے بعد جس مین ترکون کو زک پہنچی تھی۔ اونہون نے حسنی پاشا کو کل ڈویژن کو جمع کرلیا تھا۔ یونانی وادی کے جنوب مغربی گوشہ مین ایک نہایت مستحکم موقعہ پر جہان سے میدان اور دولو کی جنگی سڑک اونکی زد مین تھی قابض تھے۔ گردیکلی گڑھون اور مورچون اوس موقعہ کے طبعی استحکام کو بہا مضبوط کردیا گیا تھا کہ سامنے کیطرف سے حملہ کرکے اونکو فتح کرنے کی کوشش کا نتیجہ خواہ حملہ کنندہ قوم کی جمعیت کتنی ہی زیادہ کیون نہوتی سخت نقصان اوٹھانیکے سوا اور کچھ نہین ہوسکتا تھا۔ وہان تو ہزار سے زیادہ یونانی فوج متعین تھی۔ کیونکہ ممالک ایپیر کے تو نصف فوج دولو کو ترکون کے پسپا کرتے وقت بیان کیا تھا کہ نو ہزار سپاہ وہان کے جھازون پر سوار ہوئی ہے! اور اس کے علاوہ کچھ فوج خطکی کے رستہ بھی پہنچ گئی تھی۔ جنوب مایلیوس کو بھی تھی۔ خالی کاتوسو کی مقدار سے جن کا اتبار یہانتک ہوسکتا ہے ثابت ہورہا تھا کہ حسنی پاشا کی فوج پیہم وسلسل اتشباری کرتی رہی تھی جو عمودی بلندیون پر ساتھ ساتھ حفاظت کی خندقین کھودتی ہوئی آگے بڑھی تھی چڑھائی مین

پر قدرے قلیل آلات اوزار سے یونہی خندقیں کھودنا سہل کام نہ تھا۔ چہ جائیکہ دشمن بھی اوپر سے تابڑ توڑ گولوں اور گولیوں کی بوچھار کر رہا ہو مگر قرسالہ کی فتح نے انکو طویل معرکہ آرائی سے بچالیا اس فتح سے ترک قرسالہ کیطرف سے ڈسٹینو کو عقب میں پہنچکر دہاکی یونانی فوجکی مزاحمت کا رستہ بند کرنیکے قابل ہوگئے تھے۔ پس اگر یونانی ڈسٹینو کو خالی کرتے اور مزاحمت و مدافعت پر قائم رہتے۔ تو ہار کا نتیجہ کامل بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ سات مئی کی رات کو مہاراج پاشا کا کل ڈویژن حسن پاشا کو حملہ میں مدد دینے کیلئے قرسالہ سے چلا گیا۔ مگر یونانی اوسکے پہونچنے سے پہلے پسپا ہوچکے تھے۔ چنانچہ اسی تاریخ کی شام کو وہ شہا جاتھ ہوئے ڈسٹینو کے ریلوے سٹیشن میں شب باش ہوئے۔

یونانیوں نے قرسالہ کی متصلہ پوزیشن کے چھن جانے پر زیادہ تر اون معرکہ کی وجہ سے جو ترکوں کے ہمیشہ پر ہوئے قرسالہ کو خالی کیا تھا۔ اور یونانی میسرہ اس لیئے پسپا ہوا کہ اخیری پاشا کی پیشقدمی سے عقب کیطرف ہٹنے کا رستہ مخدوش ہونے لگا تھا۔ یونانیوں کا بیان ہو کہ مزاحمت کمال باترتیبی سے کیگئی۔ ہمیں اونکے اس بیان کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ ترکوں کی شروع ہی سے صلاح و تجویز ذکر کیگئی ہوگی تھی تاہم ایسی پوزیشن پر قائم ہونا مستقل طور سے نہیں۔ بلکہ صرف عارضی طور پر قابض ہونیکا ارادہ ہو جنگی آداب کے لحاظ سے ہمیشہ سخت غلطی متصور رہتا ہے۔ اس پوزیشن پر عارضی طور پر قابض ہونا صرف دو صورتوں میں مناسب و معقول ہوسکتا تھا۔ کہ اگر ترکوں نے ٹرناوس اور لاریسہ کی بہاگر کا مستعدی کیساتھ سرتوڑ تعاقب کیا ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں فوج کی بجوسی و منتشار کو فیصلہ اور اوس کی پراگندہ صفوں کو مرتب و جمع کرنیکے لیئے سب سے پہلے محفوظ موقعہ سے فایدہ اوٹھانا قرین مصلحت ہی نہیں۔ بلکہ کہ ایسی طرح سے لازمی ہوتا۔ مگر ترکوں نے کوئی تعاقب نہیں کیا تھا اور ایسی صورت میں پسپائی کا ارادہ کرکے اس موقعہ پر قائم ہونا گویا خود فوج کو مزید ہزیمت سے اور شکستہ دل بنانا تھا۔ یونانی کمانڈروں کو ایسے موقعہ پر قائم ہونا واجب نہ تھا۔ جہاں سے وہ جنگ مقابلہ کرنیکا ارادہ رکھتے ہے اور جسے وہ ہنوز کے لیئے مناسب تصور کرتے تھے۔

یونانیوں کو قرسالہ کے موقعہ پر قائم ہونے سے صرف یہ فایدہ پہنچا کہ کرنیل سموسکی کیلئے ڈسٹینو پر قابض ہنا آسان ہوگیا اور خوش قسمتی سے اوسوقت ایک ایسی فوجی کامیابی حاصل ہوگئی جسنے اوسے مانوس اور دیگر معدود دو پنیہ وانہی قابل یونانی افسروں کا ہمسر بنادیا۔

کرنیل سموسکی کی مراجعت کا حکم ۵ مئی کی شام کو وصول ہوا۔ اور اوسنے الیہ وار کرت سنی) کیطرف ہٹنا مناسب سمجھا۔ یہ مراجعت قرسالہ کی متصلہ پوزیشن سے دست بردار ہوجانیکا لازمی نتیجہ تھی۔ یونانی فوج کا بڑا حصہ ڈوسو کوس کیطرف ہٹا۔ جہاں کی پہاڑی پر نے افسر کئی توپیں نصب کر دیگئیں جب اوسی کو یہ اچھی طرح سے معلوم ہوگیا کہ یونانی تا حال پلا کو پتہ پر بالاستحکام قابض ہیں۔ تو ترکوں نے اونکو وہاں سے نکالنے کیلئے نہایت ہی قابل تعریف مستعدی دکھائی۔ ایکطرف قرسالہ کے قریب کے ڈویژنوں میں سے ایک کو دو بجے صبح ڈسٹینو کو روانہ ہوجانیکا حکم دیا گیا۔ دوسری طرف جو فوجیں دروں کے رستہ

لاریسہ پہنچ رہی تہیں۔ اونکو ولسٹینو کے حملہ مین شریک ہونیکے لیے فی الفور تیار کر دیا گیا۔ اور یہ فیصلہ ہوگیا کہ ہمٹی کی دوپہ کو تین ڈویژن عثمیم کی پوزیشنون پر حملہ کرین۔ ترکون نے ان دنون مین اتنی لمبی لمبی مسافتین طے کین کہ اونکا خیال کرکے حیرت ہوتی ہے۔ ہمٹی کو علی الصبح ولسٹینو اور فصالوم (ریزومائیکوس) کے درمیان دو ڈویژن حملہ کیلئے بالکل تیار کھڑے تھے۔ اور تیسرے کا عقریب پہنچ جانا قطعاً یقینی تہا۔ مگر عین حملہ کے وقت معلوم ہوگیا۔ کہ یہ ستیاریان فضول تہین۔ چالاک وحیا عثمیم یہ ہاتھ سے نکلگیا ہے۔

حقی[1] پاشا کا ڈویژن قلب لشکر کے میسرہ کی حفاظت اور ولسٹینو کے قریب کے دروں پر قابض رہنیکیلئے ولسٹینو کے قریب مقیم رکھا گیا۔ اس ڈویژن کی کچھ فوج نے بطور یکسیر دستہ جبل پیلی اون پر گشت کرکے ہالمیروس کی سڑک پر قبضہ کر لیا۔ اور بقام آفسی اپنے ہراول کو مقیم کر دیا۔ اس قبضہ کی بدولت اون ٹاہلوان بطحوای پر جو ہالمیروس کی طرف نشیب کہاتی جاتی ہین۔ دستہ مذکور اور ایک یونانی بریگیڈ مین جسکے ساتھ دو یا تین ہاتیان تہین خفیف سی لڑائی ہوئی یونانی ہالمیروس کے میدان کو دکہیل رہے گئے مگر ترک اونکا تعاقب کر سکتے تہے کیونکہ یونانی بڑہ جہازات کا حصہ کثیر ہالمیروس کے سامنے لنگر انداز تہا۔ مہینے یکبارہ اسی تک ترکی میسرہ پر صورت معاملات یہ رہی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

اسی کو ترکی افواج فرسالہ کے گرد جمع ہوگئین۔ اور اونکو حسب طرح سے تقسیم کیا گیا۔ اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم و ششم ڈویژن پہلی صف مین۔ مدوح وجیری کے ڈویژن دوسری صف مین اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین بمقام مکیہ رکھا گیا۔ ہیڈ کوارٹر سپاہین مکیہ مین تہا۔ اور بعیدی چوکیون کی صف جنمین صف اولین کے ڈویژنون سے آدمی مامور کئے گئے تھے۔

---

[1] حقی پاشا سپالار اردوئے سوم (فریق سوم) جنگ سے پہلے صدر جندارمہ (یعنے پولیس کنسٹبلری) سلطانیہ تہے۔ ۱۸۵۴ء مین فوج مین داخل ہوئے۔ مدرسہ حربیہ سے نکلتے ہی عہدہ لفٹنٹ سے ممتاز ہوئے۔ حقی پاشا مانٹی نیگرو کی لڑائی پر روانہ کیے گئے تھے۔ اون دنون اپنی کمپنی کے ہمراہ دشمن کے مستحکم مقام پر حملہ آور ہوئے۔ جس کارنمایان کے صلہ مین عہدہ کول آغاسی یعنے ہوٹنٹ یکجہ پر ترقی پائی۔ ۱۸۷۶ء مین سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کے ایڈیکانگ مقرر ہوئے۔ اور عہدہ میرآلائی لفٹنٹ کرنل سے ممتاز ہوئے۔ اس کے بعد علیحضرت سلطان المعظم کے دوم چیمبرلین مقرر ہوئے۔ اور ۱۸۷۶ء مین ہمراہ رکاب ہمایون سلطانی بطور اول چیمبرلین سفر یورپ مین شریک رہے۔ ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۱ء تک ارض روم کی کونسل کے چہارم عضو کے رکن ہوئے۔ ۱۸۸۱ء اور ۱۸۸۲ء کے موسم مین بمقام قارص حقی پاشا نے جنگ لالا باغ مین نمایان بہادری ظاہر کی جس کے صلہ مین فریق اولیعنے برگیڈیر جنرل کے عہدہ سے ممتاز ہوئے ۱۸۸۳ء مین قسطنطنیہ کو واپس آئے۔ اور جندارمہ (پولیس) کے صدارت سے سرفراز اور عہدہ فریق اولیعنے ڈویژن جنرل سے ممتاز ہوئے۔ حقی پاشا ایرانی وضع کے آدمی تہے۔ لیکن اول درجہ کے ریاضی دان ناظم و رہتیاز کمال شجاع اور بہادر و مدبر تہے۔ افسوس کہ جنگ سے چند ماہ بعد بمقام تسالی اکتوبر ۱۸۹۷ء مین فوت ہوگئے۔

* * *

میل سوہیل فرسالہ کے جنوب میں تھی۔ دس پلٹن تریخالہ پر قابض ہونیکے لیے بھیجے گئی تھیں۔

ساتوان ڈویژن (زیر کمان حسنی پاشا) جو پہلے کاٹرینا میں رکھا گیا تھا۔ تمام وکمال لاریسہ میں جمع ہو چکا تھا اور درہ ملونا سے ٹرنا ووس تک کہ رستہ کی حفاظت کا کام نوردار دکی وستوں کے سپرد تھا۔ الغرض ساتوں ڈویژن اول۔ دوم سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ ہفتم لاریسا۔ وولو۔ فرسالہ میں شلث کی شکل میں مقیم تھے۔ بیسنہ تریخالہ میں تھا۔ جہاں ایک مضبوط بریگیڈ مامور تھا۔

پاہ کوہ مٹی سے اتھی تک کہ مسلسل جد وجہد اور صعب محنت کے بعد کافی آرام ملگیا تھا مزید برآں جارحانہ کارروائی کو جاری رکھنے کیلئے کمان میں ایک سیاسی تغیر ہوگیا تھا جسمیں سب فوجیات پسند کیا یعنی شیر آدہم پاشا کل ترکی افواج مقیمہ تیسلی اپائر کا اعلے کمانڈر بنا دیے گئے تھے۔ اور اس تغیر سے فوجی کارروائیوں کے انصرام کے تعلق وہ ربط وتجانس حاصل ہوگیا تھا جسکی شدید ضرورت تھی۔ اور اس امر کی پختہ توقع ہوگئی تھی کہ اب پھر جارحانہ کارروائیوں کے شروع ہونے پر دونوں فوجیں ایک ہی مدعا پر نظر رکھکر ایک دوسرے کو دوش بدوش کارروائی کرینگی۔

ترکی صفاولین فرسالہ سے دولو تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کو بالمقابل یونانی ڈومکوس سے ہالمیروس تک قابض تھے ڈومکوس میں اوکا ایک کمزور آرمی کور (دو ڈویژن) اور ہالمیروس میں انفنٹری کا ایک مضبوط بریگیڈ۔ ایک رسالہ دویا تھیں اور پیڑہ جہازات کا زیر سیت حصہ موجود تھا۔ جو یونانی فوج مٹی کو رسٹینو میں تقسیم تھی۔ اور اسی دن رات کو وقت دولو سے جہازوں پر سوار ہوگئی تھی۔ اور اسکا کچھ حصہ ڈومکوس کی فوجکی کمک کو بھیجا گیا۔

یونانی فوجکی نسبت بالکل بجا طور پر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اوس وقت اوسکی حالت کچھ اچھی نہ تھی جس فوجکا انحصار فنون سے پیاتی کے سوا اور کوئی کام نہ لیا ہو۔ جو اس انتہا میں ایک فصہ حوس باختہ بھی ہو چکی ہو جسے اپنے افسران پر کوئی بھروسہ نہ رہگیا ہو اور جسمیں تربیت ونظام جنگی کا نام ونشان نہ ہو جسکا حصہ کثیر تعجیل وجلدی میں جمع اور مسلح کئے گئے افراد پر مشتمل ہو۔ اور جس کی افسر فریقانہ بھرہ بندیوں کے جذبات کا شکار ہوں۔ اور ہر تو کئی جلوں اور الفاظ سے مانوس ہوں مگر فرض کے نام سے بھی ناواقف ہوں۔ ایسی فوجکو بلا کسی طرح جنگی اغراض کے سامان حرب کے محفوظ ذخیرہ میں نہایان قلت اور توپوں کی تداد میں بہت کمی ہوگئی تھی کیونکہ ہر مرحت کیوقت گردبارہ وکی وفر مقدار اور ایک یا وہ باتریاں پیچھے بھیجدی جاتی رہی تھیں۔

تجربہ کار اور تربیت یافتہ فوجوں کے فقدان کیوجہ سے یونانی سادہ ترین جنگی حیلوں کی خلاف ورزی کی مسلسل مرتکب ہوتے تھے۔ بطور مثال ایک امر کا بتا دینا کفایت کریگا۔ بیدیری چوکیاں بالعموم مصافی صف سے اتنے فاصلہ پر بٹھائی جاتی تھیں کہ اون کو پسپائی کے وقت اپنی فوج کو جا ملنے کیلئے بالکل بلا امداد لمبے فاصلے طے کرنے پڑتے تھے۔ سپاہیوں کے آرام و آسایش کا بھی کوئی کافی انتظام نہ تھا۔

ٹرنا ووس اور لاریسا کی طرح فرسالہ اور رسٹینو میں بھی یونانی بنی لمبعیت کر رہنے کو کھلا اور سخت سے تعلق قائم کرنے میں

کامیاب رہے۔ اس وقت تک ترکوں نے ان دونوں باتوں کیطرف کچھ توجہ نہ کی۔ وہ صرف اسی پر قانع رہے کہ غنیم کے ایک بازو پر کثیر فوج جمع کر کے زور سے اُسی پسپائی پر مجبور کر دیا جائے۔ اونہوں نے دشمن کی مراجعت کا رستہ بند کر کے اُسکو تباہ یا اسیر ہو جانے پر مجبور کرنے کی کوشش نہ کی۔ اگر جیری پاشا کا ڈویژن فرسالہ پر ٹھیک مقررہ وقت پر پہنچ جاتا۔ تو یقیناً ولی عہد بہادر کی فوج کا کام تمام ہو جاتا۔ اسیطرح اگر وسٹینو و ولو سترک پر حملہ کیا جاتا تو سمندر سے بے تعلق ہو جانے کیوجہ سے یونانیون کی رسد تمام ہو جاتی۔

غنیم پر بیحد احتیاط اور فوائق ہونیکے باوجود ترکون نے ہمکو کوئی نمایان ثمرہ نہ اوٹھایا۔ اونکا بیڑہ جہازات کمزور ہونے کی وجہ سے اونکو محاربہ مین کوئی مدد نہ دیسکا۔ اور بنا برین یونانی اپنی بہری طاقت کی طفیل جواون کو تحرک قاعدہ آپریشن اور اساس حرکات کا کام دیتی رہی۔ یکے بعد دیگرے نیا مامن ڈھونڈھ لینے اور فیصلہ کن نبرد آزمائی سے بچتے رہنے مین کامیاب ہوتے رہے۔ اگر یونانیون کے پاس تربیت یافتہ اور خوب منظم فوج ہوتی جو تعداد مین خواہ زیادہ نہ ہوتی مگر مسلسل حرکت اور معرکہ آرائی کی شقت و تکلیف کا باستقامت مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتی تو وہ اس موقعیت سے بیشمار اور بیش بہا فایدہ اوٹھا سکتے۔ سمندر کے ساحل پر جا بجا عمیق خلیجین موجود ہین۔ یونانی جہازات ان خلیجون مین داخل ہو کر بآسانی تمام خشکی پر فوج اتار سکتے ہے۔ جو بجمعیت کثیر ترکی فوج کے ہر اول دستون پر مسلسل حملہ کرتی رہکر اونکو پسپا کر سکتی تھی اور جب پیچھے سے ان ستونون کو کمک پہنچ جاتی تو بھیڑ جہازون پر سوار ہو کر غایب ہو سکتی تھی۔

یونانیون نے مراجعت کیلیے دو مختلف رستے اختیار کرنے مین بھی غلطی کی۔ اونہون نے کچھ فوج فرسالہ کیطرف ہٹائی۔ اور کچھ ڈولو کیطرف۔ اگر وہ سب کا سب ڈولو کو ہٹتے تو محاربہ کا تحقیقی قاعدہ و اساس اونکے قبضہ مین رہتا۔ جو ریلوے لایئون کا محل اتصال اور ایسا بند رگاہ تھا کہ فوج کو براہ رست وہان سے کمک اور رسد وغیرہ پہنچ سکتی مگر غالباً اونہون نے یہ سمجھکر کہ بیکار نسبے استحفیز کا رستہ غنیم کیلیے کشادہ ہو جائیگا۔

اگر وہ استحفیز کی ہی حفاظت کرنا چاہتے تو اونہین واجب تھا کہ ڈولو کی سڑک کو کھلا چھوڑ دیتے۔ اور لاسیہ کیطرف ہٹتے کیونکہ استحفیز کو صرف وہین سے ہو کر رستہ جاتا ہے۔ اس صورت مین ڈولو کا چند دن پہلے یا پیچھے غنیم کے قبضہ مین چلا جانا کوئی وزن نہین رکھتا تھا۔ مگر ہر معاملہ مین ہی یونانیون سے غلطی ہوئی۔ وہ استحفیز کا رستہ فرسالہ سے بند نہین کر سکتے تھے بلکہ صرف کوہستان اولمپس سے فلیٹینو اور پلاٹوپتہ کی پوزیشن جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہو گیا نہایت مستحکم تھی اور کل یونانی فوجکی وہان سمائی ہو سکتی تھی۔ اگر اعلا کمان کرنیل مانوس کے سپرد کی جاتی۔ اور کل فوجی طاقت وہان مجتمع ہوتی تو بالغلب وہ ہم پاشا کبھی اوسکو باندو پر چھوڑ کر استحفیز کیطرف بڑہنے کی جرات نکرتے بلکہ پہلے دشمن کو اس پوزیشن سے ہٹانا ضروری تصور کرتے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ایسا مستحکم و محفوظ پوزیشن مین جسے مورچون وغیرہ سے بآسانی اور بھی محفوظ کیا جا سکتا تھا معقول فوج متوتر ہو تو ترکی فوج برابر کئی دن تک متواتر حملے کرتے رہنے کے بعد بھی بشکل اس معاملہ مین کامیاب ہو سکتی۔

مگر یونانیوں کی غلطی سے وہ بات بالکل مختلف روش صورت اختیار کی۔ ترکی فوج دولو پر قابض ہوگئی۔ اور ریلوے کا رونگ سٹاک کو جو تمام وہاں جمع تھا تلف کر دینا اونکی مرضی پر منحصر ہو گیا تو دولو کے قبضہ کے بعد باقاعدہ معمولی حرم حیا اور بہت سوچ بچار کے بعد ڈوڈو کوس اور دہ خور کا کوئی کی تیاریاں کیگئیں۔ دولو کے قبضہ اپنے متعلقہ توہمات کیوجہ سے ایک خاص قسم کا وقعہ تھا۔ وہ اسطرح سے ترکوں کے قبضہ میں آیا۔

فوج ابھی وہاں سے روانہ ہوئی تھی۔ لیکن جنگی جہاز جو بہہ وجوہ لڑائی کیلئے تیار تھے تا حال بندرگاہ میں موجود تھے شہر ایسے باشندوں سے بھرا ہوا تھا جو ایکدوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ یونانی جنگی جہازوں کے علاوہ یورپین طاقتوں کے جنگی جہاز بھی پہنچ گئے ہوئے تھے۔ اونہوں نے اپنی اپنی رعایا کی حفاظت کیلئے بحری سپاہیوں کے دستے خشکی پر اتار دیئے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ فلاں شخص شہر کا مالک ہے۔ مختلف پارٹیاں اور فرقے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار تھے۔ ایک نامہ نگار اپنے روزنامچہ میں صورت حال کی یہ دلچسپ کیفیت درج کرتا ہے۔

"شہر میں داخل ہونے پر وہاں عجب دلچسپ سماں نظر آیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی اطالین بحری سپاہیوں کی ٹولیاں دس دس پندرہ پندرہ کی جماعت میں اپنے اپنے قومی جھنڈوں کو اوٹھائے اپنے ہم وطنوں کو حسب ضرورت امداد دینے کیلئے بالکل تیار بازاروں میں کھڑی تھیں۔ راٹیر کچھی کے کاندھے یونین جیک (انگریزی علم) کے سایہ میں خوش خوش ادھر اُدھر پھر رہے تھے۔ انگریزی علم ہمارے سروں پر لہرا رہا تھا۔ اگر یونانی جہاز شہر پر گولہ باری کرتے تو ہم نے بھروسا انگریزی کشتیوں پر سوار ہو کر انگریزی گنبوٹ "ڈریڈ" پر چلے جاتے اور پھر اس انگریزی سرزمین سے بالکل محفوظ و مطمئن خاطر اس دلچسپ نظارہ کی سیر کرتے۔

"دریں اثنا ہم پاشا نے دولو کے دن چار قونصلوں کی موجودگی میں بمقام ویسٹینو ملنے گئے تھے یونانی میرالبحر کو کہلا بھیجا کہ وہ دولو میں باسمان داخل ہونا چاہتے ہیں۔ پھر خبیب بک کو سفید جھنڈا دیکر روانہ کیا گیا۔ میں اوسکے ہمراہ تھا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو اوسکے باشندوں نے باہر نکل کر نہایت ادب و احترام سے ہمارا استقبال کیا۔ دروازہ میں داخل ہوتے ہی لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا۔ اور بالآخر ہمارے گرد بڑا مجمع جمع ہو گیا سب کو سنگھنے تھے۔ اور اوسی کی بجائے زیادہ تر خوشی اونکے چہروں سے ٹپک رہی تھی۔ دیر تک ہم بازار تک مجمع کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی پہلے پہل تو ہمیں ٹٹول ٹٹول کر دیکھا کہ آیا ہم نہ مل سکتا گرانتہا میرالبحر ہم سے کیا یونانی بول سکتا تھا پوچھا پاچھا ہمیں وہاں تک لیگیا ہم نے اُنہیں داخل ہو کر کہا کہ ہم یہ گورنر شہر و شہر کی مجسٹریٹ و میر مجلس سینیٹ (پٹی) کو ملنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ ملا تھوڑے سے انتظار کے بعد ایک گوئی جو برگو مارشہ کی عدم موجودگی میں قائمقامی کرتا ہے پہنچ گیا خبیب بک نے اُسے مارشل کا اعلان دکھایا۔ ہمیں دیکھ پاشا نے یہ لکھا تھا کہ شہر کے تمام باشندے ترکی پناہ میں دیئے گئے ہیں اور اونکی جان و مال کی حفاظت کیجائے گی۔ وہ حسب دستور سابق با امن و امان اپنے اپنے روزگار میں مصروف رہیں۔

"جب یا سیو گوئی اعلان کو پڑھ چکا تو ہم سب نے آواز بلند لوگوں کو سنانیکے لیے جو کہ پرے آگئے تھے مدت العمر میں پہلے کبھی ایسا رقت انگیز نظارہ نہ دیکھا تھا ہم نے زرد اور اوپر کو اوٹھلے ہوئے چہروں کا مثلاطم سمندر دیکھا جو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنیوالا الفاظ کو سننے کیلیے چون گوش روزہ دار بآواز اللہ اکبر عجب بیصبری کے ساتھ منتظر کھڑے تھے تا ایکہ مقام نے اعلان کو بلند پڑھنا شروع کیا۔ اگر اسکی آواز ایسی پست تھی کہ کوئی مطلب نہ سمجھ سکا۔ لوگوں نے پکارنا شروع کیا "بلند آواز سے پڑھو۔ ہم کچھ نہیں سن سکتے"۔ اسپر یا سیو گوئی نے زمرہ نو پھر شروع سے بآواز بلند پڑھنا شروع کیا۔ اور اس نغمہ مطلب لوگوں کے ذہن نشین ہوتا گیا۔ اور جب اونکو اعلان کا مدعا معلوم ہوگیا تو کل انبوہ نے بلا اختیار خوشی کی ایک بیخبر سانس لی اور پھر یکبارگی سب بیساختہ نہایت جوش و خروش کے ساتھ پکار اٹھے "خداوند کریم سلطان کی عمر دراز کرے۔ ترکو۔ ویتک سلامت رہو"۔ اعلان کی پڑھے جانے کیوقت ہمیں تین یونانی جنگی جہازوں کی سیاہ قطعیں بندرگاہ مین دکھائی دیتی رہی تھین۔ یونانی امیرالبحر کا ابھی تک جواب موصول نہین ہوا تھا پھر غنیب بک نے سمجھا اور دو اور نامہ نگارون کو یونانی کمانڈر کا فیصلہ معلوم کرنیکیلیے اوس کے جہاز پر بھیجا لیکن ہمین گھاٹ پر ہی دول اجنبیہ کے جہازون کے کپتان امیرالبحر کا پیغام لیکر آتے ملگئے۔ اونسے کہلا بھیجا کہ "جب تک مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ ترکون نے فی الواقع باسرع امان شہر پر قبضہ کیا ہے مین بندرگاہ مین رہونگا"۔ یہ سنکر غنیب بک نے سپہ سالار کیطرف سے جواب دیا کہ "سلطان معظم کی افواج اس شہر کے باشندون کی جنواطاعت قبول کرلی ہو حفاظت کرنا اچھی طرح سے جانتی ہین۔ پولیس کے فرائض ادا کرنیکے لیے صرف ایک پلٹن شہر مین داخل ہوگی۔ باقی فوج باہر خیمہ زن ہوگی۔ امیرالبحر براہ مہربانی تشریف لیجائین۔ ورنہ ہم اوسکی موجودگی سے جو نتایج پیدا ہونگے اونکے ذمہ دار نہین ہونگے"۔ +

فصل دوازدہم (۱۲)

جنگ ڈوموکوس مارشل ادہم پاشا نے ۴ مئی کو فرسالہ مین اور اوسکے اردگرد زبردست جمعیت فراہم کرلی۔ اس کے علاوہ یمنہ و میسرہ مین بمقام تریکالہ[1] و لسلینو ایک ایک زبردست ڈویژن موجود تھا۔ پندرہ مئی کو ہیڈ کوارٹر کے افسرون نے فیصلہ کی پوزیشن کی گرد آوری کی جس کے دوران مین دونون حملہ آور

[1] اس کی فتح پر ادہم پاشا نے جلالت مآب کنیجدست مین ۲۹ اپریل کو یہ تار ارسال کیا تھا:- آج ۲۹ اپریل کی شام کے وقت تریقالہ کو فوج ظفر موج نے فتح کرلیا۔ اور شہر مین داخل ہونیسے پہلے خبر ملی کہ یونانیون نے دوسو وایم لچس حمیدیون کو رہا کر دیا۔ اور ۳ ہزار بندوق معہ دیگر سامان حرب کے اہالیان شہر کو بدیں غرض حوالہ کرکے چلتے ہوئے کہ اون سے ترکون کا مقابلہ کرین (باقی بدستور صفحہ پر)

کرہ ڈومکوس کے شمالمین ایک نہایت مضبوط موقعہ پر قایم ہے۔ اوسکی پوزیشن کا سامنا چھ میل مین پھیلا ہوا ہے اور چار و نطرف مورچون اور رئیلی گڑھونکی چھ قطارین اوپر نیچے تیار کرلیگئی ہین۔

۱۷ مئی کو اس پوزیشن پر حملہ کرنیکا حکم صادر ہوا۔ اور مندرجہ ذیل افواج کو پیشقدمی کی ہدائیت کیگئی۔ بجانب میمنہ خیری پاشا کا ڈویژن ایک کالم مین ڈومکوس کی شاہ راہ کے دائین ہاتھہ پہاڑی۔ عمر اور یکہ یار کے رستہ سے ہوا اور سکار تسا کو اور نقاط پاشا کا ڈویژن جس مین تین بریگیڈ کر دیگئے تھے۔ ایک کالم مین شاہ راہ کے دونون طرف آگے بڑھے۔

قلب مین حمدی پاشا کا ڈویژن جس مین دو بریگیڈ تھے۔ دو کالمون مین شاہ راہ کے مشرق مین وریسا۔ ورواتی سکاریا۔ اور کرومسوبا کے رستہ پونہاری پر بڑھے۔

میسرہ پر ممدوح پاشا کا ڈویژن قرہ چالی (کرتسالی) اور گرگلی کے رستہ ضنیم کے مینہ اور خط مرکبت کی طرف جائے اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین رہکر پیشقدمی کرے۔

حملہ کی تاریخ سے ایکدن پہلے یعنے ۱۶ مئی کو حقی پاشا کو مالیروس پر پیشقدمی کرنیکا حکم بھیجا تھا تاکہ وہ سترہ مئی کو مالیروس کے شمال مغرب مین قرہ وزاتی کے قرب وجوار مین غنیم پر ایک ساتھہ حملہ کرنیکے لیئے اپنی کل فوج سمیت اوہم پاشا کا اگر باقہ بنائے تیسرے فاکنر وان سون برگ کی یا دوشنبون کے مطابق جسے جرمن گورنمنٹ نے باضابطہ طور پر حالات جنگ کی خبر دینے کے لیئے ترکی فوج مین بھیجا ہوا تھا۔ اون تینون ڈویژنون نے جنہون نے ایک ساتھہ غنیم پر حملہ کرنا تھا۔ اسی کو علے الصبح چار اور پانچ بجے کے درمیان حرکت کی۔ سیجو موصوف کی تحریر کردہ حالات باقی کل نامہ نگارون کی تحریرون کی صفائی بیان۔ علمی تجربہ و مہارت۔ سلاست و وضاحت اور اہم معاملات کو نظر انداز نہ ہونے دینے مین بہت ہی فوقیت رکھتی ہے۔ ایڈیٹر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶) کمیدان (کمانڈر) ہیلو فرنچی کا خیری پاشا شہر مین داخل ہوا۔ اور یہ شہر ہار شایع کیا کہ ۴ گھنٹے کے اندر تمام اسلحہ جات اور آلات حرب ہماری تحویل مین نہ دیگا وہ سزا پائیگا اور نیز جس کے پاس فوجی ذخیرہ ہوگا جس کو انکی اطلاع ہوگی وہ حاضر کرے۔ ورنہ ذخیرہ کرنے والا بھی مستوجب سزا ٹھہرایا جاویگا۔"

قصبہ نکرو اور قصبہ تاریچہ کے کل باشندون نے باانگیز مذہب و قومیت سزا دون کے پاس ہی دونون اپنی حالت اور ظلم کے متعلق جسے ذیل عریضہ ارسال کیا۔ پندرہ سولہ برس سے ہم لوگ یونانیون کے دست تظلم سے تنگ آگئے اور انکے جور و تعدی سے سخت مجبور ہو گئے ہین اوس پر طرہ یہ کہ جب یونانی لشکر ترکون کے ہاتھہ سے ہزیمت اٹھا کر زار ہونے لگا تو بہاگتے بہاگتے ہی ہمارے سر سبز کھیتون اور ہر قسم کے مال و اسباب کو تباہ و برباد کرکے ہمکو بے موت کیا۔ ہر چند ہم چیختے چلاتے رہے لیکن ہماری فریاد پر کوئی متوجہ نہین ہوتا۔ یہان تک کہ ترکی لشکر آپہنچا اور تب ہمکو امان ملی۔ یہ قوم ہماری ندامت کی محافظ ہماری شاکے ناموس اور مال و سلامتی کی نگہبان اور حفظ صحت کیلئے پوری پوری ساعی ہے پس ہماری درخواست ہے کہ ہماری روداد حالت اور ترکی عساکر کے ترجمہ اور معدلت کی حکایت اپنے پیشوا بادشاہون کو سنا کر عرض کریں کہ آیندہ ہمیشہ کیلئے ہمکو یونانی گورنمنٹ کے حوالہ نکریں۔ اور اوس کے دست تعدی سے نجات دلانے مین ساعی ہون۔

دس بجکر صبح کے وقت خیری پاشا کی ڈویژن کا ہراول عین انتہائی سینہ پر بمقام سیمو یا غنیم کے سر پر پہنچگیا۔ اگرچہ ان یونانیونکی ایک تھوڑی سی کمزور و خیف اور بوسیدہ کیواری موجود تھی۔ مگر خیری نے اونکے مقابلہ کیلئے ایک سالم انفنٹری جمبٹ کو صف آرا کیا۔ اور اسطرح نہایت قیمتی وقت کا ایک گھنٹہ ضائع کیا گیا۔ کیونکہ اس صف آرائی اور فصول تیاری کیوجہ سے وہ گیارہ بجے سے پہلے سیمو یا پر قابض نہ ہو سکا۔ حمدی پاشا کے ڈویژن کا ہراول بھی دس بجکے قریب دشمن سے گتھ گیا۔ اور اسطرف سے شام تک آتشباری کی آواز برابر سنائی دیتی رہی۔ قلب مین حمدی، نشاط اور زیمبسہ پر خیری پاشا کو اوسدن حسب ذیل صورت پیش آئی۔ نشاط کے ڈویژن کا ہراول غنیم کی پوزیشن کے سامنے جو ڈیڑھ موکوس کے مقابل تھی۔ دوپہر کے قریب پہونچا اور سوا بارہ بجے غنیم کی سب سے بالائی صف نے چار انچ قطر کی چار کرپ توپون سے اسپر گولہ باری شروع کر دی۔

خیری پاشا کے ڈویژن نے سیمو یا کو فتح کرنیکے بعد ساڑھے بجکے قریب غنیم کی چار پلٹنون اور کئی سیدانی باتریون سے جو سلاری اور بالا بھی کی درمیانی بلندیون سے آتشکرمید انمین صف آرا ہوئی تھین۔ نبرد آزمائی شروع کی۔ یہ بلندیان ڈیڑھ موکوس کے قریب بائین ماتھہ واقع ہین۔ سپہ یونانیون کی دوسری صف نشاط کی فوج پیدل پر تین باتریون سے گولے برسانا شروع کر دیئے سوا تین بجے نشاط کی ہراول باتری کمال شجاعت کے ساتھ پیشقدمی کر کے یونانی توپخانہ سے ۴۰ سو گز کے فاصلہ پر پہنچگئی ساڑھے تین بجکر دوسری تکی باتری اُسی حالی۔ اور چار بجکے قریب ان اباتریان جمع ہوگئین۔ جو تری قلب سے یونانیون پر رات پڑ جانے تک مسلسل گولہ باری کرتی رہین۔

تین بجکر ۴۵ منٹ پر نظام بریگیڈ (یعنے الیڈریانوپل کی ۱۴ ویں و پندرہوین رجمنٹین) جو ماسر افل سے مسلح تھا۔ یونانیون کی چہارم سوم۔ دوم و اول صفوف کی انفنٹری پوزیشینون کے اوس موقعہ پر جہان یہ صفین یا مورچونکی قطارین آپس مین ملکر اندر کیطرف زاویہ بنا رہی تھین حملہ کرنیکے لیئے ناقابل اعتبار و حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ سطح بڑھا کہ کبھی تھوڑی دیر کیلئے ٹھیر جاتا۔ پھر کیا لگی تیزی کے ساتھ دوڑ کر کچھ فاصلہ طے کر لیتا۔ حملہ کیلئے صرف ایک رجمنٹ صف آرا ہوئی۔ دوسری بریگیڈ مین ہی پشتینی سڑک کو دہنے ہاتھ کے علاقہ مین سے کیگئی جب حملہ کنندہ بریگیڈ دینے رجمنٹ نو سو یا ایک ہزار گز کا فاصلہ طے کر لیا تو سپہ قوی و رہیلی آتشباری کی اندھا دھند بارش شروع ہوگئی غنیم کی پوزیشن ابھی تیرہ سو گز کے فاصلہ پر تھی جسپر اس رجمنٹ نے بلا مکث امداد طے کرنا تھا۔ غنیم کے نہایت غلبہ و فوقیت کو باوصف یہ شجاع رجمنٹ مردانہ وار آگے بڑھتی گئی حتی کہ غنیم صرف چار یا پانسو گز کے فاصلہ پر رہ گیا۔ وہان پہنچکر یہ رجمنٹ مذکور نہایت استقلال و ثابت قدمی سے اپنے موقعہ پر قایم ہوگئی۔ ایک منٹ نے مٹھیہ نہ موڑی اور سب کے سب تا یکی پڑ جانے تک ایک ہی جگہ سے نہ ہٹے۔ اس رجمنٹ مین چھ چھ سو آدمیونکی چار پلٹنین تھین جن مین سے چھ سو اور آٹھ سو کے درمیان اس ہلہ مین شہید ہوئے۔

شام کو چھ بجے کے قریب پہلی مرتبہ بریگیڈ کی دوسری رجمنٹ اپنی رسیف رجمنٹ کی مدد کیلئے آگے بڑھائی گئی جب تک ایک سپاہی بھی حالانکہ اوس کے بہتیرے آدمی ضائع ہو چکے تھے۔ اوسکی مدد کو نہ بھیجا گیا تھا۔ دربنو آخیری نے بھی بالآخر غنیم کو اپنے سامنے

پس کر کے نشاط کے میمنہ پر اپنی فوجکو از سر نو صف آرا کیا اور اور نشاط کے دوسرے ڈویژن نے پورناری کو فتح کر لیا شام کو سات بجکے قریب نشاط کا تیسرا بریگیڈ صف آرا ہو کر آگے بڑا ۔ ترکون کو یقین تہا کہ یونانی اونکے ملہ کے جواب مین متذکرہ صدر جنبون پر بالمقابل وار کرینگے اور اسی بالمقابل ملہ کو روکنے اور اسکا مقابلہ کرنیکے لیے تیسرا بریگیڈ آگے بڑہایا گیا تہا مگر یہان یونانیون نے کوئی ملہ نہ کیا۔

توپی مبارزت تاریکی کے بعد تقریباً ساڑہ نو بجے بند ہوئی ۔ یونانیونکی پوزیشنون مین ساری رات آلاؤ جلتے رہے مگر اسی کی سمجکو معلوم ہوگیا کہ وہ تمام موقعے چھوڑکر رنو چکر ہوگئے ہین ۔ اور یہان بھی بہتی تو مین پیچھے چھوڑ گئے ہین ۔ اونہین اس لئے پسپا ہونا پڑا کہ ممدوح پاشا اونکے بازو پر پہونچگیا تہا۔

حمدی پاشا کی ڈویژن کا مقابلہ دس بجکے قریب وردالی کے قرب وجوار مین ہوا ۔ جہان سے اسنے یونانیون کو دستہ مقدم کو پیچہے ہٹایا اور اصل پوزیشن کیطرف ہٹا دیا ۔ اس ڈویژن نے کسیقدر تساہل اور سستی کے ساتھ حرکت کی ۔ مگر شام کے قریب وہ پورناری تک پہونچ جاتیمین جڑوموکوس کے شمال مشرق تیغ کا میاب ہوگیا ۔ اور وہ اسی کی رات کو یونانی میمنہ پر شب باش ہوا حمدی کا ہمایہ میسرہ پر ممدوح پاشا تہا جو صبح کے وقت غنیم کو سیاٹما سے نکالکر پھر گرگلی پہنچگیا تہا ۔ اور اسطرح درہ فور کا سے وہ بھی بیقدر فاصلہ پر تہا جتنی فاصلہ پر یونانی ۔ اور اسی اسنے یونانیون کو ۱۰ اور اسی کی درمیانی رات کو ڈومو کوس سے چلنے پر مجبور کیا ۔ مگر چلتے ہوئے ترکون کو وہ کاوینی لیلئے آلاؤ وغیرہ روشن چھوڑ گئے جن کی روشنی سے اس مرتبہ بھی ترکون کو یہی سمجہنا رہا کہ یونانی بار بر موجود ہین ۔ اونکو کہین صبحکی بیخبری سے اسبات کا پتہ علم ہوا ۔ کہ یونانی پوزیشنین خالی پڑی ہین ۔

پیچہی کنے اس لڑائی کے حالات متذکرہ صدر نوجیانہ مختصر کے ساتھ تحریر کیے ہین جبکہ مقابلہ پر توپخانی نیوز کے نامہ نگار کی مطول و مشرح بلچسپ تحریر کا درج کر دینا مناسب نہ ہوگا ۔ نامہ نگار مذکور یونانی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ تہا ۔ اور اسی کی لڑائیوں کی کیفیت قلم بند کرتے ہوئے وہ تحریر کرتا ہے کہ یونانیون کو یقین تہا کہ اب اور لڑائی نہین ہوگی اور ورہالمن اونکو توقع تہی کہ فریقین مین نامہ و پیام شروع ہوگیا ہے جسکا نتیجہ الوداع جنگ ہوگا۔

نامہ نگار مذکور جب یونانی لشکر مین پہنچا تو اُسنے فوجکے عقب مین صورت حال نہایت ہی ابتر پائی ۔ سپاہی بے ترتیب و خستہ حال بارش اور کو ہی سردی مین بے پناہ فرش خاک پر لیٹے ہوئے تہے ۔ خیمون کا سایہ اور بچاؤ بھی اونکے لیے موجود نہ تہا ۔ بہت کمین گاڑیون سے جنپر مجروح ۔ بیمار اور سامان و گولہ بارود لادے ہوئے اٹی ہوئی تہین اور تمام کمال بیحسی کے ساتھ دشمن کے تعاقب سے بچنے کے امکان کو نظر انداز کر کے آہستہ آہستہ اگے بڑہ رہے تہے ۔ ہر پولا ٹرک تین ٹرکون کے رستہ ہونے کی وجہ سے ۔ اور پل کی چوڑائی کی وجہ سے ۔ ہوتی ہوئین فوراً لہ سے جنوب کو آتی ہین ۔ آہستہ آہستہ اگے بڑہ رہے تہے ۔ انمین سے مغرب کیطرف کی مواضع ریاضی وغیرہ زالی سے اور درمیانی موضع تاناری سے اور شرقی قزلار سے گذرتی ہے ۔ آخر الذکر سڑک کو بہنہ جوڑکی کالم چلا رہا تہا اور سے جنرل اسمعیل کے دستہ کو یہ حکم دیا گیا تہا کہ فوج سے منقطع اور یونانیون کے سینہ کو مرض خطر مین ڈالنے کا حکم تہا۔

ولیعہد اون پہاری سلسلون مین سے ایک کی لاوڑے اور ڈھلوانون پر جو جبال کاسی دیاری سے بجانب جنوب ہین صرف تھا۔ موضع ڈودمو کوس اسی سلسلہ کے وسط مین ہوا اور اوس سے چند میل بجانب شرق کت تیری اور کیتی کی ہین یونانی میسر وہ اگوریانی کے دہانہ پر قابض تھا۔ لامیہ فرسالہ کی ریزرو لائین اس درہ مین سے بن رہی تھی۔ یونانیون کے اس بازو کو درہ مذکور کے چھن جانیکا اندیشہ تہا۔ یونانی پوزیشن نصل کی شکل مین تھی۔ جسکا دایان بازو دوسرے سے چھوٹا تھا جس کرارہ پر یونانی میسرہ (یا پخر رسیدل) تعاہم تھا۔ اوسکی بلندی پر تین کوہی بانریان نصب تھین۔ پوزیشن کے قلب یعنی مقام ڈودمو کوس اور متصلہ پہاڑیون پر جو بتدریج میدان کیطرف ڈھال کھاتی ہین۔ ۵ میدانی بٹریان چند کوہی توپون کے ہمراہ بارہ بجے دن تک پیدل فوج موجود تھی مینہ پر چا میدانی باتریان اور چند کوہی توپین جا بجا نصب تھین چیتی کی درکنت بیری مین چھ چھ توپین تھین اس سے زیادہ بارہ ہزار پیدل سپاہ کے علاوہ ۱۰ ہزار اتشفری ڈودمو کوس کے مغرب مین ایک پہاڑی شاخ کے ڈھلاؤ پر ریزرو مین تھی۔ اور دو چھ انچ قطر کی کرپ توپین بھی مسند رجہ بالا توپ خانہ سے علاوہ تہین۔ اونمین سے ایک پرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر ہے نصب تھی۔ اور دوسری ڈودمو کوس کی شرقی کیطرف کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سے کل میدان زد مین تھا۔ الغرض یونانیون کی کل جمعیت ۳۵ و چالیس ہزار کے درمیان تھی پانسو سوار بھی اسی تعداد مین شامل ہین ترکی فوج حملہ آور مین غالباً پچاس ہزار آدمی تہی جنرل ماردیکا لیس یونانیون کے قلب کا اور ماکریسی مینہ کا کمانڈر تھا۔

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے۔ دہوپ کی روشنی مین ڈودمو کوس کی بلندیون سے ترکی پیشقدمی کا نظارہ نمی الواقع تماشا ہی تماشا اور دلفریب تہا۔ پانچ رسالی فوج پیدل کو آگے آگے جول کھاتی ہوئی قطارون مین آگے بڑہی آرہی تھی۔ سرپٹ گھوڑے دوڑاتے چلے آرہے تھے تھوڑی ہی دیر بعد دوپہر والی ترکی باتریان اپنی فوج پیدل کی مزید پیشقدمی کو دشمن کی آتشباری سے بچانے کے لیئے یونانیون کی پوزیشن کے بالمقابل ایک موقعہ پر کہڑی ہوگئین۔ ادہر دونون کرپ توپون نے اپنی کل توپخانہ کو گولہ باری شروع کرنیکا اعلان کردیا۔ اور دونون طرف سے دہوان دار گولہ باری شروع ہوگئی جسکی تیزی مین ہر لحظہ اضافہ ہوتا گیا۔ یونانیون کو ترکون پر صرف یہی فوقیت حاصل نہ تھی کہ وہ بلندسطح پر تھے۔ بلکہ اونکو گولندا ز ون نے گزشتہ چند دنون مین کل مسافتون کا نہایت احتیاط کے ساتھ اندازہ کرلیا ہوتا۔ چنانچہ اونکو پہلی توپون کی شست اور سیدہ درست کرنے مین کوئی دقت پیش نہ آئی تو پی آتشبار یکے علاوہ کوہانی زنبل بردار اور نیز فنی بیل گرہون سے بہم گولیونکی بوچھار برسا رہی تھی۔

جنگ کا شعلہ آناً فاناً ایک سرے سے دوسرے سرے تک کل صف مین پھیلگیا۔ اور دونون طرف کا توپ خانہ زور عداوت گرجنا شروع کردیا۔ یونانیونکی آتشباری زیادہ موثر تھی کیونکہ ایک تو اونکے گولندا ز باطمینان محفوظ جگہ سے توپین چلا رہے تھے دوسرے اونکو اپنی توپین ادہر ادہر ہٹانے کی ضرورت نہ تھی۔ ناریرین ترکی سکرشترون اور اونکی مددکنندہ دستون کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ سہ پہر کے چار بجے کے قریب ترکون نے پہلے سے زیادہ ثبات و مردانگی سے یونانی میسرہ پر حملہ شروع کردیا تکی باتریان شہراہ کے دونون بازوؤن پر نمودار ہوکر آہستہ آہستہ آگے بڑہنے لگگئین۔ اور ساتھ ہی انکی پناہ مین فوج پیدل نے

متوازی صفون مین باتریون سے جانب غرب تا بال تعریف استقامت وعزم ولاوراندکے ساتھ اون موچون پر جہان اویزوفی اور اطالین واسپیتی بیٹھے تھے آتشباری کرتے ہوئے آگے بڑہنا شروع کر دیا۔

اطالین مجاہرین کا اصل کمانڈر ریکوتی گاڑی بالڈی اوس وقت غیر ملکی یونانیون کی پلٹن مین تہا اور اسکی جگہ پر سپانی برسرکمان تھا۔ یہ مجاہرین اویزونون کی کمک کیلئے ان موچون کو بھیجے گئے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر لڑائی نہایت حدت وتیزی کے ساتھ ہوئی ترک مینیطر ستقلال و پامردی سے آگے بڑہتے رہے تھے اور اوہر اطالین وہ پورے کمال اطمینان وستقامت کے ساتھ گولیون کی سچ مچ تابر توڑ بارش کر رہے تھے۔

نامہ نگار اطالین مجاہدین کی خاطر پر نوش عزت کی جو اس وقت تیمارداری کا کام کر رہی تھی بہت تعریف کرتا ہے وہ لکہتا ہے کہ یہ چھوٹی سی پھرتیلی عورت جو کمال لاپروائی کے ساتھ گولون اور گولیون کی مسلسل بوچھار مین پھرتی رہتی تہی جونہی کوئی زخمی ہوکر گرتا۔ جھٹ اوسکی مدد جاکر تی جس کے پاس کارتوس ختم ہوجاتے اوسے کارتوس پہنچا دیتی۔ اور خود سیدہے سے محفوظ مصروف ہو رہی۔ سرخ جاکٹ نے اسکی ملاحت و دلفریبی کو اور دوبالا کر دیا تھا۔

دریں اثنا ترکی سیمرہ بتدریج آگے بڑہا چلا آرہا تھا۔ اور اسکی قلب نے بھی بڑہنا شروع کر دیا تھا جنرل ماروسیکالیس نے جھٹ پٹ تین ہزار آدمی ریزرو فوج سے ڈوموکوس کی پوزیشن کے تحکام کیلئے بھیجدیئے۔ اوس وقت کل یونانی فوج مصروف کارزار تھی ترکون نے یونانیون کے میسرہ پر بھی دہاوا کر یونانی کو چھٹنے کو لیئے نہایت تیزی کے ساتھ دہاوا کر دیا تھا شام کو سات بجے لڑائی دونون طرف سے دہیمی پڑگئی اور آفتاب تک بتدریج بالکل بند ہوگئی صرف دونون ترپ تومپن ترکی مصروف پر گولے برساتی رہین۔ کہ اتنے مین کیپٹن یونانی کیولری جیسنے لڑائی مین بہت کم حصہ لیا تھا میدان سے نکلکر درہ فورکا کی سڑک سڑک پھر پٹہی جاتی دکہائی دی۔

اس وقت تک اون تمام لوگون کا جو لڑائی کو یونانیون کی صف کی قلب سے دیکھتے رہے تہے یہی خیال تہا کہ حملہ آور اپنی شجاعت وکثرت کی باوصف یونانی پوزیشنون کی صف کو نہین توڑ سکے۔ اور لڑائی کا قطعی فیصلہ کرنیکے لیئے کل بھی ضرور لڑائی ہوگی یہ شہادت اس امر پر بھی متفق الرائے تہی کہ جس استقامت پامردی کے ساتھ نوعمر سپاہی اور وہ لوگ جو باقاعدہ تربیت یافتہ سپاہی نہین۔ آج لڑے ہین۔ وہ واقعی بے انتہا تعریف کی مستحق ہے۔ مگر دریں اثناء ترکون نے کثرت تعداد کی طفیل سہ پہر کے دو اور تین کے درمیان یونانیون کو انتہائی سینہ کوبی کی مین تہا پٹ دیا تھا۔ اور وہ انکی سپاہ تھوڑے سے مقابلے کے بعد موضع بوزی کیطرف ہٹ آئی تہی۔ وہان پہنچکر جنرل ماروسی نے کمک کو پہنچ جانے تک بکی رہنے اور سخت تاکید کر بھیجی تہی دشمن کے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر کمک کو پہنچنے کی وجہ سے وہ زیادہ دیر موضع مذکور مین ٹہیر سکا۔ اور بسرعت تمام واپس ہٹ آنے پر مجبور ہوگیا رات کے آٹھ بجے اوسکی فوج مین ایسی بھگدڑ پڑگئی کہ ڈوموکوس کی پوزیشن پر قایم رہنا ناممکن ہوگیا چنانچہ ماروسی کی پسپائی کی خبر سنتے ہی کل فوج کو حرکت کا حکم دیدیا گیا۔ فرسالہ اور ٹرنادوس کی مراجعت کیطرح اس مراجعت کے وقت بھی رستہ چلتا شکل ہوا تھا

ٹرک گولہ و سامان حرب کو چکڑون مجدوحنی کی گاڑیون اور ٹرانسپورٹ وکمسریٹ کی جانورون وغیرہ سے ہی نہین رُکی ہوئی تھی۔ بلکہ ہزارون بانسدے بھی اس خوف سے کہ ترکون کے قابو مین آجانے پر انکی بڑی گت بنیگی۔ سلسلہ وار روڈ سے چلے جا رہے اور پریشانی دیہ تر بھی کو اور زیادہ پریشان بنا رہی تھی۔

انگریزی نامہ نگار کی تحریر مین جو اسلئے بیشک بہت دلچسپ ہی کہ اوسنے بچشم خود ڈومو کوس کی لڑائی کا مشاہدہ کیا یہان تک تو یونانیون کی بہت تعریف کیگئی ہے اور ایسا کرنمین اوسپر طرفداری کا الزام بھی وارد نہین ہوسکتا۔ اسنے وہی کچھ دیکھا جو قلب مین گذرا۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ اوس تعہ پر ترکون کی نسبت یونانی بہت کچھ فائدہ مین تھے۔ اور اونکو اپنی پوزیشن کے طبعی و صنوعی استحکام کی وجہ سے ترکون پر بہت قوت حاصل تھی۔ نامہ نگار مذکور اپنی تحریر کے خاتمہ پر ولیعہد کے متعلق..... تحریر کرتا ہے کہ وہ ایک متصلہ پہاڑی کی چوٹی سے ایک مکان کی چھت سے جہان سے کہ ہیڈ کوارٹر تھا لڑائی کو دیکھتا رہا۔ اور پھر صبح آئندہ کو گاڑی پر سوار ہوکر کچھ سپاہیون کو اردل مین لئے ہوئے تارانزا کو روانہ ہوگیا۔ رہے مین لاآمیہ نہ ٹھیرے۔ جہان اسی بلحاظ حالات موجودہ پناہ ہیڈ کوارٹر منتقل کرنا چاہئے تھا۔

۱۸ مئی کو ترکون نے سامنے کیطرف سے ڈومو کوس پر قبضہ کرلیا۔ جہان اُنہین اسلحہ و سامان حرب کی مقدار کثیر دستیاب ہوئی۔ بیمنہ و قلب یعنی خیری نشاط و حمید کے ڈویژن ڈومو کوس سے گذر کر جھیل زرنیاس کو میدان مین داخل ہوئے یہ میدان ڈومو کوس کی جانب جنوب ہی۔ اور ڈومو کوس سے اُتر کر اوس مین داخل ہوتے ہین۔ وہ ڈومو کوس کی متصلہ پہاڑیون کو واقعی جبال اوتھریس سے جدا کرتا ہے۔ ان پہاڑون پر سے میدان لاآمیہ کو جو درے جاتے ہین اون مین سب سے اہم درہ فورکا ہے۔

۱۸ کی شام کو ممدوح اور حمدی کے ڈویژن درہ کے سامنے ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے اور پہر یونانی بھی تک تابض تھے جنکو جزوی لڑائی کے بعد ترکون نے شمالی سرے سے درہ کو اندر دخیل دیا۔ ۱۹ اور اسی کی درمیانی رات کو حمدی کی ڈویژن کی تین پلٹنین غنیم سے بالکل متصل بیدی چوکی کے فرض پر مامور ہین۔ ترکی فوج کی ہیئت عمومیہ اس وقت حسب ذیل تھی:۔ خیری۔ نشاط اور حمید کے تینون ڈویژن ڈومو کوس اور درہ فورکا کے درمیان تھے۔ حمدی اور ممدوح کے ڈویژن اسکے دہنے یا الماس اور فورکا مین نہایت مثلث قایم تھے۔ یہ دونون ڈویژن بالخصوص ممدوح پاشا کا جو میسرہ پر تھا مغرب کیطرف بہت اگر بھجانے کیوجہ سے باقی فوج سے بالکل جدا ہوگیا تھا۔

سلہ محاربہ ڈومو کوس مین ترکون کو زمینون۔ مدربون اور سامان جنگ رسد کے علاوہ حسب ذیل غنیمت ملی۔ بارہ قلعہ شکن توپین ۱/۲ ۱۰ انچی میٹر سینے (۱۲ پونڈ قطر کی) چھ کوہی توپین ۱/۲ ۷ سنٹی میٹر دسانچہ قطر کی ۹۷ گاڑیان گولہ بارود ہتھیلی۔ ۱۰۳۴۳ چھوٹے بڑے گولے۔ بارہ ہزار صندوق رائفل کارتوسون کے ۳۶۱۹ گراس قسم کی رائفلین۔ اور ۹۷ گاڑیان باربرداری کی۔

* * * * *

۱۹ مئی کو علے الصبح حمدی کو ڈویژن کی بیدی چوکیون کو معلوم ہوگیا کہ درہ فنور کا خالی پڑا ہے جیسے شاہ راہ کو راستہ لاسیہ کیطرف فی الفور مشیقدمی کیئے جانیکا حکم صادر ہوگیا۔ ۱۹ مئی کی دوپہر کو بالکل چانک اور غیر متوقع طور پر دشمن سے ایک اور مقابلہ ہوگیا۔ جبال اوتھرس کی جنوبی شاخون کے آخری سلسلہ کے مقام تارا تسامین جو لاسیہ سے دو میل شمال میں ہے غنیم کی دس پلٹنین سہ دو یا تین باتریون کے ایک نہایت مستحکم موقعہ پر متصرف پائی گئین۔ درہ فنور کا سے لمرجعت کر جانیکے بعد غنیم کی یہ نئی موج جنگی لحاظ سے کیطرح سمجھ مین نہین آسکتی تھی۔ کیونکہ اگر یونانیون کا منشاء مزاحمت کرنیکا تھا تو اسکے لئے کیا لاسیہ کے متصلہ علاقہ کی نسبت درہ فنور کا بدرجہا زیادہ مناسب و کارآمد مقام اوس کا قرب و جوار کی طبعی بناوٹ سے اون کو مدافعت مین زبردست مدد سکتی تھی۔ مزید برآن اس پسپا کردہ پوزیشن سے لڑائی شروع ہوجانیکے بعد لمرجعت کرنا ایسا مشکل تھا کہ عقل کبھی باور نہین کرسکتی تھی کہ یونانی وہان جکر مقابلہ کرنے کی کوشش کرینگے۔ پسپائی کے وقت اون کو لاسیہ کے میدان سے گذرنا پڑتا۔ جہان ترکی باتریان جو یقینًا بلندیون کے آخری سلسلہ پر نئے نصب کردیجاتین اونکو فی الواقع بھون ڈالتین۔ یہ معاملہ اس لحاظ سے بھی نہایت حیرت انگیز ہو رہا تھا کہ یونانیون کو جنہون نے رات کی تاریکی سے فایدہ اٹھاکر مراجعت کرتے رہنے مین وقتی کمال کر دکھایا تھا۔ ایسی جرأت کہان سے پیدا ہوگئی ہے کہ ایسے موقعہ پر مقابلہ کیلئے تیار ہوگئے ہین جہان سے وہ تاریکی سے پہلے باسانی بیدخل کر دیے جاسکتے تھے۔

یہ بلا مبالغہ عقدہ مالاینحل تھا مگر جیسا کہ بیجو فا کنر نے لکھا ہے سقراط و بقراط کو حیا رفرزندون نے تھوڑی ہی دیر مین اسے حل کر دیا۔ چھ ترکی پلٹنین جنمین زیادہ تر البانوی تھے۔ اور وہ سب سے آگے تھین حملہ کیلئے صف آراء ہوگئین۔ ترکی باتریون نے موقعہ بموقعہ قایم ہونا شروع کر دیا۔ اور یونانیون پر مسلسل آتشباری کی بوچھار شروع ہوگئی جو برابر دو گھنٹے ہوتی رہی۔ پیچھے سے لگاتار تازہ دم افواج کی کمکین پہنچ رہی تھین۔ اور سپاہی کے ہر حملہ کا تیہ کر رہے تھے کہ یکبارگی سب کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ غنیم کی لمرجعت کا راستہ بند ہوگیا ہے اور پانچ بجے کے قریب کل نقشہ یکلخت بدلگیا۔ ایک گاڑی جسپر سفید جھنڈا نصب تھا۔ اون یونانی صفون کو تیزی سے پہنچی جو باقی فوج کو لاسیہ کیطرف بخیریت لمرجعت کر جانیکا موقعہ دلانیکے لیئے بطور دستۂ عقب کام دے رہی تھین جب اس گاڑی نے دریائی فاصلہ کو طے کر لیا تو اوس سے لاسیہ کا گورنر ہرمان حسن معہ چند افسرون اور اہلکارون کے نیچے اُترآیا۔ اونکا انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی خاص کام کو لیئے آئے ہین۔ گورنر جسکا باپ شاہ آتھوس کے ساتھ بویریا سے یونان گیا تھا۔ در اصل تسلیم مین وکالت کا کام کیا کرتا تھا۔ اور محاربہ کے شروع مین لاسیہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ وہ یہ جرأت کر چکا تھا کہ ٹرکی نے صولًا التوائے جنگ کو منظور کر لیا ہے۔ اونکی کہا جیسے ۱۹ مئی کی صبح کو تسلیم سے اس امر کی باضابطہ اطلاع موصول ہوئی جس کی ساتھ مجھسے یہ درخواست کیگئی تھی کہ مین یونانی ہیڈ کوارٹر کو نے الفور اس سے مطلع کر دون۔ مین خبر سنتے ہی جو گاڑی پہلے نظر پڑی اوسے بیگاری پکڑلیا۔ اور اوسکے ایک گیٹ کا سفید خلاف پھاڑکر سفید جھنڈا بنایا۔ ہر کی شان کافر لطف سیف اللہ پاشا حسن اتفاق سے موقعہ پر موجود تھا۔ اوسنے گورنر کے پیغام کے جواب مین کہا کہ اس صورت مین آتشباری کو بیشک فی الفور بند کر دینا ضروری ہوگیا ہے۔ لیکن لڑائی کا باقاعدہ التوا کیلئے

ولی عہد کیطرف سے بانضباط و خوبی کا موصول ہونا ضروری ہے۔ فریقین مین کل گفتگو جرمن زبان مین ہوئی کیونکہ یونانی گورنر اور سیف اللہ دونون اس زبان کو کامل جانتے تھے اور اس کے ذریعہ ایک دوسرے کا مطلب بہترین طور پر سمجھ سکتے تھے۔

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ شہزادہ بہادر اپنے میمنہ کے شکست یاب ہوکر پسپا ہوجانے پر ڈومکوس کی مضبوط پوزیشن کے خالی کیئے جانیکا حکم صادر کرنیکے بعد سترہ مئی کی رات کو اپنی گاڑی پر تاریکی کو ہٹ گئے تھے۔ وہان سے اُسنے اور جنوب کیطرف بمقام الاما اپنا ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیا تھا چنانچہ اُسے التوائے جنگ کی منظوری کی خبر وہی کی دوپہر سے پہلے ملی اس خبر کے موصول ہوتے ہی انور پاشا نے چند ہیڈ کوارٹر ملٹری نمسر سیلان کا زار کو بھیجدیئے گئے کہ ترکی کمانڈر سے طبقۂ حیاوت کانفرنس کیلئے گفتگو کرین۔

چشم دید شاہدون کا بیان ہے کہ لڑائی کے التواء پر صاف کنندہ صفون کا نظارہ عجیب و دلچسپ تھا جیسا کہ زمانہ امن کی تعطیلات اور مشق و قواعد کے وقت "بالٹ" (کھڑے ہوجاؤ) کے حکم پر فوج کا ہوتا ہے۔ دونون طرف کے سپاہی جو ابھی ایک دوسرے پر آگ برسا رہے تھے بسکٹون اور سگرٹون وغیرہ کی تحائف ایک دوسرے کو دینے کیلئے فی الفور ایک دوسرے کیطرف لپک پڑے اور جیطرح بن بڑا اشارون کنایون سے باہم بات چیت کرنے لگے۔ ہر ایک کے چہرہ پر یہ مسرت آمیز طمانیت برس رہی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ ایک دوسرے کو گولیون کا نشانہ بنانے کی مجبوری سے آزاد ہوگئے ہین۔ اور بالعموم سب فریق راے ظاہر کی کہ وہ لڑائی سے سخت آزردہ ہو رہے تھے۔ یہہ طبعی انسانی خوشی کہ اب اونہین ایک دوسرے کو ذاتی دشمن نہین سمجھنا پڑتا۔ باقی سب جذبات پر غالب آرہی تھی۔ اور التوائے جنگ کے ساتھہ ہی قومی بغض اور مذہبی منافرت بھی یکبارگی سرد و خاموش ہوگئی تھی۔

ترکون نے اس میل جول مین نہایت شرافت دکھائی۔ اونہون نے فاتح ہونیکا کوئی گھمنڈ نہ دکھایا۔ نہ یونانیون کیطرح یہ افتخار اہنے دیا کہ وہ اونکو حقیر سمجھتے ہین۔ برعکس ازین اون کی معمولی متانت و ثقاہت کے ساتھہ اور وقت مردانہ شرم و حیا اور خود ضبطی بھی شامل ہوگئی ہوئی تھی۔ اور اون کے بشرون سے ہی صاف واضح ہو رہا تھا کہ خود ستائی و فخر و مباہات کا اونکے دل و دماغ مین نام و نشان تک موجود نہین۔ نہ وہ کیطرح اوس فوجکو جسے بدوران محاربہ ہر موقعہ پر اونہون نے شکست دی تھی کیطرح بھی حقیر و ذلیل سمجھتے ہین ٭

فصل سیزدہم (۱۳)

درہ فور کا اور سلسلہ اوتھریس کے معرکے اور یونانی و ترکی افواج کی فوجی کارنامے

التوائے جنگ سے ماقبل کے دو تین دنوں مین یونانی فوج عجب مشکل مین مبتلا رہی۔ جنگ ڈموکوس کے بعد لیہد اسی کو علی الصبح کل فوجیں جدا ہو کر ستارتسا کو اور وہان سے ۱۹ مئی کو الاماناچا گیا۔ ان دونوں تاریخون کو مورچون مین اونسے کوئی حصہ نہ لیا۔ اسکا یہی نتیجہ نہ ہوا کہ یونانی کمانڈر تہذیب مین پڑگئے۔ بلکہ لاسیہ مین بھی عجب تشویش اور بیچینی چھا گئی جب وہانکے باشندون نے فوجکو تدرے بے ترتیبی کے عالم مین پیچھے ہٹتے آتے دیکھا۔ تو اونکا حصہ کثیر یہ یقین کر اب ترکون کا مقابلہ نہین ہوگا۔ اور کل علاقہ اونکو حوالہ کر دیا جائیگا۔ سرسیمہ و اراشہر سے بھاگ گیا۔ اس متوحشانہ بھاگڑ مین باشندے اور اونکی گاڑیان فوجکے ساتھ خلط ملط ہو کر ایک صفوفمین گھس گئین جس سے فوجکے لیئے رستہ چلنا مشکل ہوگیا۔ درہ فور کا کی حرکت کیوقت یونانی فوجکی جو کچھ حالت تھی اوسکا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوجائیگا۔

بتاریخ ۱۸ مئی لفٹنٹ کرنل کی چوتھی جھنٹ کو اوس درہ پر قبضہ کرنیکا حکم دیا گیا جو آندی نترا کے راہنما نہ کارپرداز سلسلہ اوتھریس کی گذرتا ہے۔ عدم لیاقت یا وقت کافی نہ ہونے کی وجہ سے اس حکم کی بروقت تعمیل نہ ہوسکی جب جھنٹ وہان پہونچی تو اُسنے ترکون کو درہ پر قابض پایا یا آداب جنگ کا تقاضا تو یہ تھا کہ یونانی فوج لشکر غنیم پر حملہ کرکے اُسکو وہان سے نکالنیکی کوشش کرتے مگر یونانی سپہ بیوقوف نے تھوکہ اپنی جانون کو یون ضایع کرتے۔ برعکس زین اونہون نے قابل تعریف دانشمندی سے کام لیا۔ دشمنیم کی شکل دیکھتے ہی پاؤن سر پر رکھکر بے تحاشا اوٹھہ دوڑے۔ اور جیسا کہ اس بدبخت محاربہ مین پہلے کئی مرتبہ ہو چکا تھا۔ اس بھاگڑ مین بھی سپاہیون نے بوجھ ہلکا کرنیکے لیئے جو تیز رفتاری مین حایل ہوتا تھا اپنے اسلحہ زمین پر پھینکدیئے۔ اور کل جھنٹ عجب متوحشانہ سراسیمگی و بیحواسی کے ساتھ پہاڑیون کی سطحون سے لاسیہ کو جو بارہ پندرہ میل کے فاصلہ پر میدان پیرس مین واقع ہے دوڑ گئی۔

ترکون نے ان بھگوڑون کا تعاقب کیا۔ مگر وہ جن کا دم پھولا ہوا اور حواس غایب تھے ہر جگہ چھوٹی چھوٹی جھڑپون مین مشغول ہوتے آئے کہ ترک تعاقب کرتے چلے آرہے ہین اس خبر کے سنتے ہی شہر مین عام ہر بونگ برپا ہوگئی۔ اور کئی جگہ شہریون اور فوجیون مین مقابلہ بھی ہوگیا۔ ہیڈ کوارٹر ماسیدونیا یہ خبر سنکر اوس کے افسرون کے بھی ہاتھ پاؤن پھول گئے۔ اور وہ درہ نہر موبائل کو بھاگ گئے۔ مگر چند گھنٹون کے بعد ترکی بے بنیادی معلوم ہوجانے پر پھر لاسیہ واپس آگئے۔ ڈیونولا کرنیل سوتسکی سوفی سے پہونچگیا۔

اور اوس نے لاسیہ مین بمجد جد وجہد کرکے کیسقدر اصن نظام قایم کر لیا۔ تاہم فوج ولیہد کے حکم کے مطابق سلسلہ اوتھریس کے عقبی علاقہ سے گذرتی ہوئی لگاتار درہ تھرموپائیلی کیطرف بڑہی چلی گئی۔ یہ درہ گو زمانہ قدیم ایسا محفوظ نہین رہگیا تاہم اب بھی اقتیفس کی شرک کی حفاظت کیلیے قابل لحاظ موقعہ ہے۔ اوسکی ایک طرف خلیج لاسیہ کی اور دگر دی والدان شیب مینین ہین اور دوسری طرف سرفلک پہاڑ۔ صنیر سے صرف پاک ڈنڈیان گذرتی ہین اس درہ کو قطع کرنیکے لیے ابھی حملہ آورون کا کثیر تعداد ہونا ضروری ہے۔

اٹھائیسوین کے معرکہ درہ تھرموپائیلی کا اور ۱۹ ویں کا معرکہ جو سلسلہ اوتھریس کی شاخ نگر قریب ہوا۔ صرف عقبی دستونکی مصافات تھے زیادہ دیرتک مقابلہ کرنیوالی کمانڈروں کا شعار نہ تھا۔ ان معرکون سے اوسکا مدعا صرف یہ تھا کہ فوج کے باقیماندہ حصہ کو بخیریت پسپا ہونے اور درہ تھرموپائیلی پہنچکر اوسپر تابض ہوجانیکا موقعہ ملجائے۔ تاہم ولیعہد کے بیٹے کو اڑکے اسقدر پیچھے (الامانا تک) ہٹا دیجانیکا فوج پر اچھا اثر نہ پڑا۔ اور نہین اور فوج مین جیسا کہ چاہیے تعلق نرہگیا۔ اس واقعہ کے تعلق ایک انگریز نامہ نگار نے اپنی مراسلت کو خاتمہ پر عبارت تحریر کی "شاہزادہ بہادر نے حتی الامکان بہت جلد الامانا پہونچنے کی کوشش کی۔ اور وہان سے وہ قصبہ دنیا مین شایع کیا جو موجودہ یونان کی تاریخ مین مخوس ترین دستان ہے"

یونانیون کا بیان ہے کہ اونکو چھ سو آدمی ٹرموکوس مین قتل و زخمی ہوئے۔ ترکون کا اس سے کم نقصان ہوا ہے گا انگریز وقایع نگار کی تحریر پر جو یونانی سپاہیون کی شجاعت اور ثابت قدمی کی تعریف ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے لیکن ترکون کی نسبت بھی کل شاہد باتفاق رائے بیان کرتے ہین کہ حملہ ڈومو کوس مین اونہون نے اون کٹھن مہمون کو جو اونکے ذمہ ڈالی گئین۔ ایسی جان نثاری سرفروشی اور ثابت قدمی سے پورا کیا جو فی الواقع بےنظیر تھی۔ پندرہ سے لیکر بیس میل تک کی مسافت طے کرنیکے بعد کل ڈویژن بغیر اس کے کہ اونہون نے کوئی زیادہ عرصہ دم لیا یا باقاعدہ طور پر کھانا کھایا ہو سیدھی پوزیشن پہ تعلم کر دیا۔ جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم تھی۔ اور جہان سے کل میدان جسپر عبور کرکے وہان کا پہنچنا تھا نہ دین تھا۔ یہ پوزیشن طبعی طور پر اور مورچون سے بھی مضبوط و مستحکم نہ تھی۔ بلکہ وہان بیشمار توپخانہ بھی موجود تھا جسپر جا بجا مناسب مقامون پر خوب محفوظ جگہون مین جہان سے دشمن دور ہی سے دکھائی دیسکتا۔ اور اسپر تباہی بخش آگ برسائی جاسکتی تھی نصب تھا۔ تعلیم توپونکی سیدھ درست کرنے اور مسافتون کے ناپنے کیلیے یونانیون کو کافی وقت ملگیا تھا۔

ان بوجوہ کی وجہ سے ترکی توپ خانہ کو اپنی نفوذی کی امداد و دستگیری کرنے اور اوسے ایسے موقعہ پر پہنچنے کے قابل بنانے کیلیے جہان سے وہ یونانیون پر موثر طریق سے آتشباری کرسکے ۲۰۰ سو گز کے فاصلہ پر سے ہی گولہ باری شروع کردینی پڑی تھی جن حالات کی موجودگی مین ترکون نے اپنے توپ خانہ کو پہلی مرتبہ دشمن کے مقابل کیا۔ اور پھر تدریج پیشقدمی کرتے ہوئے دشمن پر گولہ باری کی۔ اونکے لحاظ سے اونکی یہ کارروائی کامل تعریف و توصیف کی مستحق ہے۔ اور اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ ترکی توپ خانہ کو افسر و گولندانہ موجودہ زمانہ کی جنگ و جدال کی ہر ایک ضرورت و مطالبہ کو پورا کرنے اور حیا موقعہ پر

فی الفور اوس کے حسب حال اپنی مضمحل دل لینوا اور تہمین بلا تکلف پورا اُترنے کی پوری پوری قابلیت رکھتی ہین۔ کیونکہ یہ عام معلوم امر ہے کہ نبانہ ہن ترکی توپخانہ کو چانداری کی بہت کم مشق کرائی جاتی ہے اور عموماً فوج توپخانہ کو قواعد و قمریات کرانے پر ہی اکتفی کیا جاتا ہی۔

اس مزبذہ ہزیمت یابی سے شکستہ دل ہوکر ویسیھد نے اپنے چچیرے زاد بھائی انور سے بذریعہ ٹیلیگرام التجا کی کہ وہ مداخلت کرکے جنگ ملتوی کرادے۔ ترکون کی جمعیت ہم سے چوگنی ہے اور اونکا مزید مقابلہ کرسکنا ناممکن ہی۔ انور نے اس درخواست کو منظور کرکے فی الفور خاصل اپنی طرف سے ایک ٹیلیگرام سلطان المعظم کخدمت مین ارسال کیا۔ اور تہمین جلالت مآب کی رحمدلی اور حب ہن کا نہایت خوشنما آمیز الفاظ مین وسطہ ڈاکر التوائے جنگ کی درخواست کی۔ عبدالحمید نے بجواب نہ آنے تلطف آمیز فقرات کا شکریہ ادا کرکے خواہش ظاہر کی۔ کہ نہ صرف جنگ ملتوی ہی نکرائین۔ بلکہ کوشش کرکے فریقین مین صلح بھی کرادین۔ اور اہل وسیع وقت انور پاشا کو جنگ ملتوی کردینی کا حکم بھیجدیا گیا۔

انتیفیر سینٹ پیٹرزبرگ قسطنطنیہ اور ترکی ہیڈ کوارٹر مین یہ ٹیلیگرافی نامہ و پیام قابل تعریف سرعت و تعجیل کے ساتھ ۱۹ اگسٹ کی دوپہر تک ہوتا رہا۔ اسی تاریخ سہ پہر کے وقت لامبرٹ کے گورنر کو التوائے جنگ کی منظوری کی اطلاع انتیفیر سے موصول ہوگئی مگر یونانی اس اثناء مین بھی اپنی شرارتون اور نفلی بازی سے باز نہ آئے ایم تھیوٹوکی وزیر داخلیہ و ایم بوٹاکس یا بس وزیر محکمۂ مذہبی اٹھارہ مئی کو لاسیہ پہنچے۔ اور رومان وغیرہ نے فوجکو گورنمنٹ کی طرف سے تاکید مقام ہوکر لنباچوڑا لکچر دیا جس مین اسی اور اسکے بزرگونکی بہادریون کی یاد دلاکر اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حوصلہ دلایا گیا۔ اور جرات دلانے والے الفاظ مین تہر موپائیلی کے تاریخی درہ کی جوانمردانہ حفاظت کرنیکی تاکید کیگئی۔ کرنیل سوتسکی جو صلہ خدمات حسنہ جرنیل بنادیا گیا تھا۔ بہ تعجیل تمام موپلی اور نامیرس سے حرکت کرکے بتاریخ اٹھارہ مئی باقیماندہ فوجکو آملا اور اولی عہد نے اسی درہ تہر موپائیلی کی محافظ فوجکی کمان سپرد کردی۔

جس روز سے ہیڈ کوارٹر بہت ہی پیچھے ہٹاکر لاماناین قایم کیا گیا تھا۔ اسی دن سے یونانی فوجکی مختلف دستون کو یونانی کمانڈر عجب مخمصہ اور تردد مین مبتلا ہوگئی ہے۔ کیونکہ بعد مسافت کی وجہ سے وہ پیسالار کے ساتھ باسانی نامہ و پیام نہین کرسکتے ہے اس وقت سے پیدا شدہ پریشانی مین فوجکی جا جانہ و سراسیمہ واپسی حرکت بتاریخ ۱۹ اگسٹ جبال اولمپس مین عقبی دستہ کی مدینہ بانہ مدافعت باشندگان آلاسیکی بھاگکر اور التوائے جنگ کے متعلق کسی خبر کی عدم موصولی سے جو نے اندازہ فاصلہ ہوگیا تھا اُسے ناظرین باسانی قیاس کرسکتے ہین۔ اگر کو علم تھا کہ التوائے کیلئے باہم نامہ و پیام ہورہا ہے اور روس کو نتیجہ کا کمال بیصبری کے ساتھ انتظار کر رہے ہے۔

بالآخر جب اوسکی خبر جبال اولمپس مین پہونچگئی۔ تو ترکی ہیڈ کوارٹر اور سیبتو مت ۱۹ اگسٹ کی شام کو ڈرموکوس کو ہٹ گیا۔ اور دوسرے دن رومان فریقین مین التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہوگیا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔ فریقین مین ۱۷ اون کیلئے جنگ ملتوی کیا گیا ہے اس میعاد کے ختم ہونے پر پھر سلسلۂ تجدید ہوسکتی ہے دونون کے زیر القابل افواج کے مابین

آٹھ سو میٹر (تقریباً ۹۶۰ گز) عرض کا "طبقۂ حیادت" یا علاقۂ حد فاصل کی حد بست قائم کیجائے گی۔ اس کام کو دونوں فریق کے دو دو سلطان افسر دول خارجیہ کے جنگی اتاشیوں کی مدد سے سرانجام دینگے۔ بدوران حفاظت کوئی فوج سامنے کیطرف یا بازو پر کسیطرح کی حرکت نکرے گی"

یونانی ڈیمگیٹون کے ساتھ فریق سفیہ کا جنگی اتاشی میجر ہیرن وان وسپ فن اور ترکون کیطرف سے انھک بیگ سیف اللہ پاشا سمیت چند افسرون کے کمیشن مین شامل ہوکر حسب ہدایت اوپنی کو یہ کام شروع کر دیا۔ تعیین حد بست کے بعد پہلا کام یہ کیا گیا کہ طبقۂ حیادت کی قریب نظام اور خوب تربیت یافتہ سپاہ کو تقسیم کیا گیا۔ ملا میہ چونکہ طبقۂ حیادت مین رکھا گیا۔ لہذا کسی فریق کی فوج قابض نہ رہی۔ دوسرا یہ کام کیا گیا کہ اطالیئن مجاہدین کو یونانی فوجیں جبراً کر دیا گیا۔ یہ لوگ بلاشبہ دونو کوس کے محاربین کمال شجاعت سے لڑے تھے اور انکو تین سو آدمی ضایع ہو چکے ہیں لیکن مالی کو عقبی دستہ کی لڑائی مین یونانی قابل نفرت بزدلی اور کمینگی سے اون کو دشمن کی زغہ مین مبتلا چھوڑ کر خود رفو چکر ہو گئے تھے۔ ترکون نے انکا کسیقدر لحاظ کر لیا تھا اور وہ بڑی مشکلون کے ساتھ اس مخمصہ سے رہا ہوئے تھے۔ اس کمینہ برتاؤ کی وجہ سے اونکو دلون مین یونانیون کیطرف سے سخت کدورت پیدا ہو گئی تھی اور محاربہ کے آخری چند گھنٹون مین اس کدورت کیوجہ سے انکی آپس مین کئی دفعہ کھٹ پٹ ہو گئی تھی۔

یونانیون نے ۱۷ مئی کی لڑائی جو تھیسلی مین آخری معرکہ آرائی تھی۔ اور جسمین ترکون کی تین سو شہید و مجروح ہوئے تھے باغلب وجوہ ۱۸ مئی کی تھی کہ التوائے جنگ کے وقت جو وہ جانتے تھے کہ عنقریب ہونیوالا ہے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ علاقہ اپنے تصرف مین رکھکر لاریسہ کے سامنے کسی موقعہ پر انعقاد معاہدہ التوائے جنگ کا انتظار کرین تاکہ لاریسہ انکے قبضہ مین باقی رہے۔ مزید برآن اس موقعہ پر ترکون کا مقابلہ کرنیسے باقیماندہ فوج انکی تعاقب سے محفوظ ہو کر توپاپلی نیچے کے قابل ہو گئی مگر یہ سب کچھ اسی امید پر کیا گیا تھا کہ التوائے جنگ کا حکم بروقت پہنچ جائیگا۔ اور ترکون کو اس عقبی دستہ کو معدوم کرنیکا موقعہ نہین ملیگا۔ انکی خوش قسمتی سے ویسا ہی ظہور مین آیا جیسا کہ انہون نے توقع رکھا تھا۔

ترکی چیف سلطان افسر نے غنیم کا عدد مناسب سے زیادہ پاس و لحاظ کیا کہ ایک یونانی اہلکار کے سفید جھنڈا لیئے ہوئے پہنچ جانے پر لڑائی بند کرادی۔ اوسے چاہیئے تھا کہ جب تک سپہ سالار التوا جنگ کو منظور کر کے ضروری احکام نافذ نہ کرتا لڑائی کو برابر جاری رہنے دیتا۔ اور بیقینی امر ہے کہ پیشتر اسکے یہ حکم صادر کیا جاسکے یونانیون کا عقبی دستہ بحال تباہ پراگندہ لاریسہ کو پسپا کر دیا جاتا۔ اور فی الفور تعاقب کرنے پر شہر ترکون کے قبضہ مین آجاتا۔

محاربات تھیسلی پر سرسری غور کرنیسے ایک یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ محاربہ تین مختلف دورون مین منقسم ہے جنمین سے ہر ایک مین علاقہ کا ایک حصہ فتح کرنیکے لئے چند معرکے ہوئے۔ پہلا دور پندرہ اپریل کو جب کہ یونانی فوج نظام نے جارحانہ کارروائی شروع کی شروع ہو کر فرناوس و لاریسہ کی مراجعت اور یونانیون کے فرسالہ پلاؤ پتہ اور ولیطیکی پوزیشنون مین قایم ہونیپر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا دور لاریسہ سے ترکونکی پیشقدمی بجانب فرسالہ ۱۹ اپریل سے شروع ہو کر یونانیون کی مراجعت بجانب

لہ التوائے جنگ۔

ڈیموکوس و ہالیروس اور ترکون کے تاریخ مٹی و لوپر قابض ہونے پر ختم ہوتا ہے تیسرا دور ۱۴۷ مسی کے سوکراڈ و گومس یونانیون کی مرحمت بجانب مفوکا۔ اور رومان سی بجانب جبال اوتھریس پر جہان یونانیون نے آخری مقابلہ کیا ختم ہوا۔

دوسرا نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ یونانی فوج بالکل ناتیار محارب کے دنگل مین اتری۔ اجتماع فوجیکا کوئی باضابطہ دستور العمل موجود نہ تھا۔ اس امر کا کوئی انتظام نہ کیا گیا کہ شغول کارزار فوج کو جسقدر نقصان پہنچے۔ اسکی تلافی کیلئے بھیجے جائین۔ پہر نچلے رہین مختلف دستون مین بہت ناقص تربیت موجود تھا۔ سپاہیون کا ساز و سامان ناکافی اور افسر بہت کم تھے۔ مزید برآن یونانی فوج تھیسلی سرحد پر تقریباً تقریباً دو مساوی حصّون مین تقسیم کر دیگئی تھی۔ جو ایک دوسرے سے ناقابل گذر کوہستانی علاقہ مین کئی دنون کی مسافت پر تھے۔ پھر ہر ایک حصّہ نے بجائے خود پہلی انواج کو کل سرحد پر پھیلا رکھا تھا جو طول مین تقریباً دو سو میل تھی۔ سرحد پر ایسی ترتیب و صف آرائی نہ عملہ کیلئے کارآمد ہو سکتی تھی۔ اور نہ بالعزم مدافعت کے واسطے۔ اور اسی ایک غلطی کیوجہ سے لازمی طور پر کوہستانی دروں کی حفاظت کے متعلق متواتر غلط احکام صادر ہوئے جو تعداد مین الگ ترکون سے کم۔ پھر مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتون مین تقسیم۔ اور اونے فسٹر تقریباً نققود۔ ایسی صورت مین یونانیون کی مقیدضہ و متصرفہ پوزیشنون کو طبعی تحکام کے باوصف اوکا متواتر شکستین کہاتے جانا کیا کبھی تعجب خیز ہو سکتا ہے تاہم یہ کلام نہین کہ یونانی سپاہی من حیث الافراد قابل توصیف شجاعت اور استقامت سے لڑے۔

محارب کے انصرام پر کلی طور سے رائے ظاہر کرنیکا ابھی وقت نہین پہنچا۔ اور پہر جن غلطیون کا الزام لگایا جا سکتا ہے اونپر ابھی بحث کرنا مناسب نہین۔ لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ ترکستون کا سب سے بڑا باعث یہ تھا کہ کمان کی اعلےٰ ترین مناصب ناقابل اشخاص مامور کئے گئے تھے۔ محارب کی تاریخ مین زمانہ داری کے عہدہ کی تقریریان ایک دلچسپ توجہ ہین۔ اور گو اوپر قطعی رائے ظاہر کرنا ابھی تک ناممکن ہے۔ مگر واقعات سلسلہ کے مقابلہ سے یہ امر صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونانی گورنمنٹ اس سے محض وقتی یا اوسنے عمداً اس سے اغماض کیا کہ انصرام محارب کیلئے سب سے مقدم چیز کیا ہے۔ بسا اوقات یونانی کمانڈر اسے جانتے تھے کہ سر دوم مین تیزی نہین کر سکتے ہے درست اس حکم سے بخوبی آگاہی ہو گئی ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آگاہی دیرپا ہوگی؟ محارب کو فتح ہونے پر ہمیشہ زور دیا جاتا تھا کہ سموسکی کو اعلےٰ کمان تفویض کیجائے۔ صرف وہی ایک شخص ہے جو سیلان کا زار مین یونان کو ناموس بدنامی سے بچا سکتا ہے۔ بالآخر اس مطالبہ کو مان لیا گیا۔ اور مالی آفتی ضائع شدہ ہر دلعزیزی کو پھر کیا۔ عقد رجال کر نیکے لیے یونانی در دلیشو کے شجاع کو سپہ سالار بنا دیا۔ اس داؤ کے دوش بردوش محارب کے بعد یونانی شہرادون پر بڑی سختی سے حملے کئے گئے۔ یونان کی روشن اخبارات فرشاہی خاندان کو ذلیل و بیحرمت کرنیکے لیئے محارب کی وقت سے ایسے سخت مضامین اور کارٹون شائع کئے کہ دیگر اقوام بمشکل باور کر سکتی تھین کہ کبھی ویسے مضمون شائع ہوئے ہونگے۔ ایک کثیر الاشاعت تصویری اخبار نے محارب مین یرل کے فوائد عالی کی سرخی سے ایک کارٹون شائع کیا جس مین ایک سالم الجثہ مرغبون تر کاریون اور سامان بار و چیخانہ سے بھری ہوئی دکھائی گئی۔ اس سے شہزادہ ولیعہد کے سامان کیطرف اشارہ تھا جو فرسالکی مراجعت کیوقت وہان سے بھیجا گیا تھا۔ ایک نیچ اخبار موسومہ "رومی اوس"

سے جو منظم چھپتا ہے۔ یہ کارٹون دیا کہ ایک لونڈا یونانی وردی پہنے اور انگوٹھا ناک پر رکھے اوہم پاشا کو انگے انگے بھاگا جا رہا ہے اور اوس کے پیچھے ایک طویل نظم بطور سدس رسج کی جس کا ہر بند کے آخری شعر کا یہ مطلع تھا۔ تعاقب نہ کرو اور تم مجھے نہیں پکڑ سکو گے۔ یعنی تم سے تیز بھاگ سکتا ہوں۔ یہ سال ماقبل بمقام مارتھان (یونان کا ایک شہر) چند مختلف اقوام کے افراد میں پیدل دوڑنے کی بازی لگی تھی جس میں یونانی فوقیت لیگئے تھے اس نظم کے آخر میں اس معاملہ کیطرف بھی اشارہ کر دیا گیا۔ تھیسلی کو ایک ممبر پارلیمنٹ مسٹر فیلا ایڈیس نے بطریق تہنیت نہیں بلکہ سخت متانت و خفگی کے ساتھ اخبار ایسپیرس میں یہ مضمون شائع کر کے مطالبہ کیا کہ اگر لڑائی کو جاری رکھنے کا ارادہ منشاء ہے تو ولیعہد کو سپہ سالاری سے برطرف کر دیا جائے۔ سرکاری طور پر جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ شہزادہ فرسالہ کی لڑائی میں اولین صفین میں شامل ہو کر لڑتا رہا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ یا ولین صف فرسالہ کو ایک مکان کا ایک دریچہ تھی۔ جہاں سے شہزادہ بہادر پیش قیمت دوربین سے مسلح ہو کر لڑائی کرتے رہے تھے۔ پر کان فجا وان یہ کتوبی۔ کا تھا شک ہو تو دریافت کر لو۔ اخبارات فرنشاہی خاندان پر ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ وزارت کو بھی گرد ہو گئے تھی کہ کہنی ایسے اخبارات کو بھی جو اصولاً وزیر اعظم (رالی) کے مخالف تھے مگر سخت سرزنش اور طعن و تشنیع کی کہ وہ اپنے سابقہ تجربہ اور وعدوں کا بھی خیال شاہی خاندان کا غلام ہو گیا ہے۔ اور آزادانہ محب وطن اور زیرکانہ پالیسی کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ اخبار اکرو پولیس نے پس کو تنبیہ کیا کہ تم نے وزارت کو شروع تو بہت اچھی طرح سے کیا تھا کہ جب بجٹ سابق جسٹن ڈیلیانیس نے پاس کیا تھا۔ بادشاہ کا بجٹ وزارت کو ایوان خود میں خوش ہو کر وزراء کو اجلاس میں شامل ہو تو تم نے اُسے کرہ ہو نکالدیا مگر تمہارے اس سہل دن کو بعد پر تمہاری غیر معمولہ بھی پردہ پڑ گیا۔ اگر آپکی فوج جس نے کل محاربہ میں ایک فوج بھی حاصل کی ہو اور ضرور ہے تو ان شکستیں بھی کھائی ہیں اور جنرل لاریسا اور تشنیو وغیرہ ایسی نہایت عمدہ اور حوصلہ مند فوج کے حکام تھے دشمن کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اگر وہ بالآخر تمام اخلاقی ارتباط و نظام اور سکت و حوصلہ سے معرا ہو گئی ہو تو پھر کیا کسیکو کچھ تعجب ہو سکتا ہے۔ یہ کون فوجی کل کارروائیوں کو پہلے اچھی طرح سے سوچ اور وزن کیا۔ اور پھر دانشمندی و استقلال سے اون کو عمل میں لائے۔ بادی النظر میں یہ ضرور پایا جاویگا کہ کسیقدر تساہل و تمال سے کام لیا گیا۔ مگر حالات متعلقہ کے لحاظ سے یہ دونوں باتیں بالکل بجا تھیں۔ شروع شروع میں ترکی سپہ سالار کو پوری آزادی حاصل نہ تھی قسطنطنیہ سے مسلسل ہدایتیں صادر ہوتی رہیں۔ اور پھر عثمان پاشا کو روانہ کیا گیا۔ مگر جب اوہم پاشا کو کامل اختیار ملگئے تو اوہنوں نے ثابت کر دیا وہ قابل تعریف کمانڈر ہیں۔ اور نہوں نے تھیسلی پر بآسانی حملہ ہو سکتا تھا۔ غنیم کی فوج محافظ سے زیادہ فوج جمع کی اور پیشقدمی کیوقت تمام دستوں کو خوب قابو اور نظر میں رکھا۔ اور ہر ایک ڈویژن کے کمانڈر کو بالوضاحت جتا دیا کہ تمہے یہ کام کرنا ہو البتہ یہ درست ہو کہ پاشائے موصوف غنیم کو تباہ کرنیکی بجائے اُسکو صرف پیچھے دھکیلتے جانے پر ہی اکتفا کر لیا۔ یہ قصہ اس سے ہی بالخصوص صاف ظہور پر ہو رہا ہو کہ ترکوں نے ہر جگہ غنیم پر اپنے سینہ سے نیا کہ ان حملہ کیا۔ یہ کام اپنے میسرہ سے جو بہت ہی ملک پہنچگئی ہوئی تھی یونانیوں کو سینہ کے برخلاف دیا۔ حالانکہ یونانیوں کے ساتھ کیساتھ تعلق سپلائی تھا۔ اگر پاشا موصوف غنیم کو فرسالہ کے سامنے صرف تھکا دیتا اور ایک زبردست فوج جسکو ساتھ کیواری اور توپخانہ بھی کافی ہوتا ماڈوکوس کیطرف یونانیوں کی مراجعت کا راستہ بند کرنیکا روانہ کر دیتا تو غالب وجہ مصافی کا خاتمہ ایسا کرنا زیادہ مناسب و مفید ہوتا اور مرکزیت راہ مراجعت کے متعلق کوئی سے محروم کر دینے کیلئے یونانیوں کو میدان پر پھنسا دیتے تو غالب وجہ مصافی کا خاتمہ ایسا کرنا زیادہ مناسب و مفید ہوتا

ڈوموکوس کی محاربہ کی وجہ بھی غنیم کے مزید تعاقب سے یہی نتیجہ حاصل ہوتا یعنی فوج کی مراجعت کا رستہ بند ہو جاتا لیکن یونانیوں نے جیسا مذکور ہو چکا ہے اس مصیبت کے انسداد کیلئے کمال تعلقندی سے زبردست انتظام کر لیا ہوا تھا وہ انتظام کیا تھا یہ کہ التوائے جنگ کے لئے نامہ و پیام شروع کر دیا تھا جس کی منظوری میں موقعہ پر جنگ بندی بنا رہیں یہ جنگ پر جو صافی فوقیت حاصل ہوئی اوس سے حسب توقع شاطرانہ فوائد نہ اوٹھائے جا سکے۔

جرمن ملٹری افسر لکھتا ہے کہ اس عام بحث کو چھوڑ کر جزئیات کے متعلق صرف یہی بتا دینا کافی ہے کہ ترکی فوج جسکی طبیعت خونجنگ فتنہ اور حوصلہ خوب بڑھے ہوئے تھے پر قبضہ کمال شجاعت جانبازی اور طبائعیت کے ساتھ لڑی جو امر اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل تعریف ہو رہا ہے کہ عساکر عثمانیہ کو عموماً ایسے موقعوں پر وہا واکرنا پڑا جو نہایت مستحکم طور پر مورچہ بند تھے اور انکی حفاظت جان توڑ کر کی گئی تھی۔

ایک برگیڈ کی بجائے اگر کل انفنٹری ۱۵ ر ملی میٹر (۱۲ پونڈ قطر کی نال رکھنے والی) ماسٹر انفل سے مسلح ہوتی تو ترکوں کو بہت کم نقصان اوٹھانا پڑتا یونانیوں کی گراس رائفل جو ماسٹر انفل سے زدہ بھی کم رکھتی ہے اور نسبتاً بطی الرجاء جاں فائر کرنیوالی بھی ہے ہتھیار ماٹینی رائفل کے ہمپلہ تھی جو ترکی انفنٹری کے پاس تھی۔ اوسکی بڑی سے بڑی رینج ایک ہزار میٹر (تخمیناً ۱۱۰۰ گز) ہے۔ فریقین کو ترجیح نہیں دیا جا سکتا یعنی دونوں میں کہ تیز پیمن تھیں مگر ہلکا گولہ بارود انکا فی تھا پھینکنے والے گولوں پر عموماً تہ بے درست مقدار کے نہ لگا سکتے اور دونوں فوجوں کی نشانہ بازی بھی اچھی نہ تھی جسکا ثبوت اسی امر سے ملتا ہے کہ مجموعی میں سے صرف ایک فیصدی ہی ہوتے ہیں جو پھینکنے والا گولوں سے زخمی ہوئے کیونکہ دونوں فوج جن میں ایسی نہ تھی جو اپنے فرائض منصبی کو درست ادا کر سکے بڑی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ گھوڑ سوار فوج کے تھے تاہم ترکی سوار بالتتابع کام کرنے اور منتشر ہو کر خبر رسانی کا کام دینے کے دونوں فرائض موجودہ طریقہ حرب کے اصول کے مطابق ادا کرتے رہے مگر یونانی فوج میں کمسریٹ کا انتظام مفقود تھا کیونکہ ترک سادہ مزاج ہوتے ہیں اور انکی ضروریات بہت ہی کم ہیں ہلکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ایک سپاہی کو پونے خیمہ روشی کے لئے صرف پانو بھر آٹا درکار ہوتا ہے۔ مزید برآں فوجکے ساتھ بارکش مویشی بافراط موجود تھے۔ ہر ترکی پلٹن کے ساتھ دو گاڑیاں ہر باتری کے ساتھ ۵ جوڑے گھوڑے تمام سامان حرب۔ اسباب خیمہ اور افسران کا اسباب اوٹھانے کیلئے ہوتے ہیں ان جانوروں کی قطاریں ہر وقت متحرک رہتیں اور لڑائی سے جہاں یونانی گورنمنٹ نے آٹے کی وافر مقدار جمع کر رکھی تھی بسہولت ضروری سامان مکو پہنچاتی رہیں۔

یونانی کمسریٹ کی حالت ناگفتہ بہ تھی ہر ایک چیز ہیں اوسوقت جب کہ ضرورت آپڑتی بہم پہنچانے کی کوشش کیجاتی چنانچہ جب فوج کو لگاتار بعجلت مراجعتیں کرنی پڑیں تو عدم تیاری کی وجہ سے کمسریٹ کا شیرازہ بالکل پراگندہ ہو گیا۔

انتظام شفاخانہ کے متعلق یہی بتانا کافی ہوگا کہ عثمانیہ بنک۔ فی ایک فوجی شفاخانہ سیلان جنگ کو بھیجا جو لاریسا میں قائم کیا گیا اس میں دو بیس مجروحوں مریضوں کی رہائش کی گنجائش تھی۔ یونانیوں کو یونان کی انجمن صلیب احمر[1] نیز جرمنی کی انجمن صلیب احمر نے قابلیت ردودی جرمن انجمن ایک سو مریضوں کی تیمارداری کا سامان بھیجا اور اوس کو اکروٹا میس کے قریب بمقام حاجیانا نا

[1] روس سوئٹزرلینڈ وغیرہ کی ممالک کی انجمن ہائے صلیب احمر و قرطبہ کی انجمن ہلال احمر کے بھی سرکاری و غیر سرکاری شفاخانے ترکی مجروحین کے معالجہ کیلئے یونان جنگ ہتا ہے کئے گئے تھے۔ دیکھو بالا خاص ایک ہسپتال خاص طاقانی محل یزنیہ کا اسامانہ تیار کیا گیا جس کا اگر مفصل ذکر کیا جائے

تین ہفتے کام کرتے رہے اس شفاخانہ میں مسلمان اور عیسائی ڈاکٹر چھ تیمار دار عورتیں اور دو امریکن نرسیں تھیں جنہوں نے کل تین سو زخمیوں کا معالجہ کیا۔

فصل چہاردہم (۱۴)

سرانیشیلڈ بارٹلٹ وتحات متذکرہ صدر کے متعلق اپنی کتاب کی فصل نہم و دہم میں حسب ذیل لکھتے ہیں:

ولیسٹینو کی پہلی لڑائی

ہمنے کئی دنہ لاریسا سے نرسالونیکا کی خواہش ظاہر کی۔ کیونکہ یہ جگہ مشہور رہ رہی تھی کہ یونانی اس پوزیشن کو خالی کر گئے ہیں۔ مگر مارشل نے ہمیں نہ جانے دیا اور فرماتے رہے کہ علاقہ غنیم سے صاف نہیں ہمیں وعدہ کیا کہ جس وقت لڑائی ہونیوالی ہوگی ہمکو پہلے اطلاع کر دیجائے گی۔ حسن اتفاق دخوش قسمتی سے مہینے بتاریخ ۲۹ اپریل جسوقت کہ دن ریلوے سٹرک کو برابر لاریسا سے ولیسٹینو جانیکا فیصلہ کیا۔ اور علی الصباح دوسرے دن روانہ ہو گیا جس سے مجھے ولیسٹینو کی پہلی لڑائی دیکھنے کا موقعہ ملگیا۔ یہ گو چھوٹے سے پیمانہ پر ہوئی۔ مگر محاربہ کی نہایت ہی سخت۔ جانگداز اور خونریز ترین لڑائیوں میں سے ایک تھی۔ سپہ سالار کا منشاء نہ تھا کہ لڑائی ہو۔ اونہوں نے صرف جمعیت کثیر عساکر کو جانیکا حکم دیا تھا۔ مگر کچھ تو محمود کی شہزادہ پر جوشی سے اور کسیقدر خواہ مخواہ پاشا کمانڈر سوم ڈویژن یا اور کے نائب نسیم پاشا بریگیڈیر کی خودرائی کیوجہ سے جو فی الواقع اوس موقعہ پر کمانڈر تھا ہنگامہ کشائی مہم تھزاری ہی دیر میں زبردست جنگ کی صورت میں بدگئی جس میں تمام قسم کی سپاہ (پیدل سوار وتوپخانہ) نے حصہ لیا۔ ترکوں نے بیمثل شجاعت و حیرت انگیز استقامت سے حملہ کیا۔ مگر آخر سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے۔ ترکوں کے پاس ایک بریگیڈ فوج پیدل اور ایک کیولری ڈویژن تھا جسمیں تخمیناً ایک ہزار سوار تھے۔

مسٹر بینٹ برلے کی رائے

مسٹر بینٹ برلے نے جو سونانیکی کے ساتھ ملنا غلط لکھا ہے کہ اس حملہ میں ترکوں کی جمعیت چالیس ہزار تھی اور خود اوسمہ پاشا وغازی عثمان پاشا کمانڈر ایڈم (سٹنٹ فرنچ ملٹری اتاشی) بکلمہ اوس کے قرب وجوار میں بھی نہ تھے۔ اور عثمان سالونیکا سے ہی آگئے تھے۔ غالباً مسٹر برلے نے ۲۷ اپریل کے معرکہ ولیسٹینو کو ۲۹ مئی کی دوسری لڑائی سے جس میں ترکوں نے ۱۰ ہزار کی جمعیت صف آرا کی تھی غلط ملط کر دیا ہے ہم سارے میدان جنگ میں پھرے تھے۔ اور صرف کانزار ہر ایک پلٹن کو عین لڑائی کے موقعہ پر اور نیز کمزوری کو اور جمعیت کو جانچکر بغور دیکھا تھا۔ اس معرکہ میں یقیناً ۱۰ ہزار سے زیادہ ترک شامل نہ تھے۔ ان سے زیادہ ہم نہ کہہ سکتے تھے کیونکہ جو سب سے پہلی لگاتار تجملی رات لاریسا کی ترپ سے روانہ کیگئی تھی وہ شنبہ کو مجمع صبح کے وقت کرائی پہنچی تھی اور جس وقت سالم تازہ دم ڈویژن گاؤن اور اوسکے ترپ جوار میں خیمہ زن ہوا۔ اوسوقت دوپہر سے ڈھل چکی تھی۔

لاریسا سے کرائی ۱۴ میل اور کرائی سے ولیسٹینو براہ یزووبلو (رضالوم) ۱۴ میل ہے یہ فاصلہ نہایت تکلم و محفوظ موقعہ پر ہے۔ اونہوں نے پہاڑیوں کو اوس پست سلسلہ پر جو پہلی اتار (پلاپوتیہ) کی عمودی بلندیوں اور سینہ سیفالو (کیفالوس) کے درمیان ہے نہایت مضبوط

مورچے تیار کر لیے ہوئے ہے۔ اور کامینو پلاد پہ پلاد پہ اور میسوآخر الذکر مقام پر تھا پیلی اون کی شاخ موسوم پلاد پہ نہایت ہی عمودی و چٹانی ہے۔ اور سطح میدان سے دو ہزار فیٹ بلند ہے۔ پہاڑیان سینو سیفالو سے متصد بہ سلسلون مین شمال مشرق کا رکہ جاتی ہین۔ اونکی کرے درمیان سے بیحد رسپت ہوگئے ہین۔ ان کرا۔ دارہی نیچی شاخین پہ ہوکر شمال کیطرف میدانین بڑہی ہوئی ہین۔ یونانیون نے مرکزی کارہ کے علاوہ ان شاخون مین بھی کئی ایک پر مورچے تیار کیے ہوئے تہے۔ رسٹینو سے دو میل بجانب شمال مغرب موضع کیفالو دو شاخی سلسلہ کوہ کے مابینی نشیب مین واقع ہے۔ سکو ترکون نے ۹ مئی کو فتح کر کے۔ ۱۰ کی شام تک اوسپر باستقلال مرزانہ قبضہ قایم رکھا۔ اپنی پوزیشن کے قلب کے متصل ایک چھوٹی سی مرد پہاڑی پر بھی یونانیون نے مورچے تیار کر کے وان ایک بیٹری نصب کر رکھی تہی۔ لاریسا و ولو ریلوے لائین رسٹینو سے گذرتی ہے وان سے ایک شاخ عین بجانب شرق وولو کو جو دس میل ہے۔ اور دوسری بجانب جنوب مغرب خم کہاتی ہوئی فرسالوس (جہاں کہ کوہ جاتی ہے) رسٹینو کے عین سامنے بجانب شمال ریتہ وسیلوس کا مقبول آبادی کھنڈر والا قریہ ہے۔ ۳۰ اپریل کی پہلی لڑائی مین ترکی ہیڈ کوارٹر ہین تہا۔ وہ کرکی سے بجانب جنوب شرق چھ میل اور رسٹینو سے بجانب شمال ساڑہے تین میل ہے۔ زیتون کے سامنے اور دامین ہاتھ ایک خوب گہنا اور سایہ دار جنگل ہے جو رسٹینو کیطرف دو میل تک چلا گیا ہے۔ اسکا عرض دو سو سے لیکر آٹھ سو گز تک جابجا مختلف ہے۔ ترک اگر چاہتے تو بشدید کی وقت اس سے خوب کام لے سکتے تہے۔ مگر انہون نے اوس کو کسی لڑائی مین فایدہ نہ اوٹہایا۔ یونانیون نے ہمین بھی دہس بندی کی ہوئی تہی۔ ۳۰ اپریل کو اسکا جنوبی حصہ یونانیون سے بھرا ہوا تہا۔ اسکا عام ہمین سیہر کے قریب ہلکا اور بری طرح سے ہمارے تلف ہمین تھوڑی سی ہی کمر باقی رہگئی تہی۔

محمود کی غلطی لڑائی ۲۹ اپریل کو اسطرح شروع ہوئی۔ عادی مختار کے فرزند محمود بک نے رسٹینو کیطرف گردآوری کی۔ اسکے ساتھ حقی پاشا کے ڈویژن کی دو بٹالین۔ ایک باتری اور دس رسالون مین سے چھ سو سے تخمیناً چھ سو سوار تہے۔ اوسکا منشاء تہا کہ سینو سیفالو کی بلندیون کی برابر رسٹینو کے جنوب مغرب سے گذر کر یونانیون کے میسرہ کو پلٹ دے۔ اور پھر پار دے ہوتا ہوا یونانیون کے عقب مین ریلوے سٹیشن پر پہنچ جائے۔ مگر محمود سے کرنیل سوسلکی کی جسمیت کا اندازہ کرنے مین سخت غلطی ہوئی۔ کرنیل مذکور کے پاس بقول مسٹر پرلے جو بمقام رسٹینو یونانیون کے ہمراہ تہا دس ہزار سے دیرے خیال مین کم از کم بارہ ہزار فوج تہی۔ ہمین کوئی شک نہین کہ سوسلکی کو جمعہ کے دن برابر سات ملک پہنچگئی۔ جسنے خود کئی ٹرینین فوج سے بہری ہوئی سٹیشن مین داخل ہوتی دیکھین جسکے پہنچ جانے سے تھوڑی ہی دیر بعد یونانیون نے بڑی تیزی کے ساتھ جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔

۲۹ کو خفیف سی لڑائی ہوئی۔ محمود بک دو بٹالین لیکر کرکی سے بجانب جنوب مغرب رسٹینو کیطرف روانہ ہوا۔ اور شہر سے بجانب ۲ دو میل کے فاصلہ پر پہنچگیا۔ پیدل فوج سینو سیفالو کی کرا اون کی برابر برابر یونانیون کے میسرہ کو ہٹہا کی کوشش کرنیکو لیے آگے بڑہی فوج سوار اون نے پائینی ہموار علاقہ کی گردآوری کی۔ اور توپخانہ نے یونانی توپون سے تھوڑی سی مبارزت کی۔ محمود نے کمک طلب کی اور حقی پاشا نے اسکو ایک اور پلٹن بھیجدی۔ دوسرے دن لڑائی علی الصبح شروع ہوگئی۔ ترکون نے موضع کیفالو پر قبضہ کر لیا۔ اوس وقت محمود بک سے اسی حیرت انگیز مشہور اراحت سرزد ہوئی جسکو کیولری کو اوس سے سخت نقصان پہنچا۔ اور اوس ون ترکون کو ہزیمت بھی زیادہ تر اسکی وجہ سے ہوئی

اور سخت ترکی سواروں کو درمیانی پہاڑی کے یونانی مورچہ پر جہاں فوج پیدل قایم کی تھی حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سلاوونچے بڑی خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ وہ تاپر توڑ آتشباری کے باوجود گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ شیروں کی طرح اوپر کو چڑھے۔ محمود سب سے آگے تھا۔ اوپر پہنچ کر ایک مورچہ پر اپنے اڈا تو قبضہ کرلیا۔ اور محمود نے اپنے ہاتھ سے ایک یونانی کپتان کو جو اپنی جگہ سے ہٹنا نہ چاہتا تھا اور برابر سے کئی سواروں کو نشانہ بنا چکا تھا تہ تیغ کیا۔ لیکن ایک اور مورچہ جو پہلے سے بہت مضبوط تھا ابھی سامنے کھڑا تھا۔ اور صرف وہی نہیں بلکہ دونوں بازوؤں سے بھی سواروں پر غضب کی آگ برس رہی تھی جس سے مجبوراً سواروں کو واپس ہٹنا پڑا۔ اس حملہ میں پچاس کے قریب مجروح اور تقریباً نصف گھوڑے ناکارہ ہوئے۔

یونانیوں کا بیان

انجار شنیڈر کا خاص نمائندہ جو یونانیوں کے ساتھ اس حملہ کی متعلق حسب ذیل لکھتا ہے:۔ شش ساڑھے دس بجے کے قریب تقریباً پندرہ سو چرکس سواروں نے دس یونانی باتری کو ٹھانے کی کوشش کی جو موضع وسٹینو پر حملہ کنندہ ترکی انفنٹری میں خوفناک تباہی برپا کر رہی تھی۔ سواروں کا حملہ متہورانہ اور احتقانہ تو ضرور تھا مگر تھا ہی کمال شاندار اور ایسا تحیر زا کہ اوسکا نظارہ کبھی مدت العمر تک فراموش نہیں ہو سکتا۔ سوار پہاڑی کی ڈھلوان سطح پر سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہماری توپوں کی میخ طرف چڑھے آرہے تھے۔ اور انکی درخشان تلواروں کی لمبی قطار دھوپ کی روشنی میں چاند کا عالم پیدا کر رہی تھی جب وہ قریب پہنچ گئے تو باتری نے توپ میں عین سیدھی کر کے اُنپر بے دریغ گولہ برسانا اور فوج پیدل نے جو توپوں کے سامنے زمین پر بیٹھی ہوئی کمین میں بیٹھی تھی تابڑ توڑ رائفلی باڑھ مارنا شروع کر دیا۔ سلاوونچے اس بلائے ناگہان کے نازل ہونے پر بجائے گھوڑوں کی باگیں روکنے کے باگیں جس جگہ تھیں وہیں چھوڑ سرپٹ بھاگ گئے۔ اتنے میں ایک اور پیدل دستہ نے جو موضع وسٹینو کے مضافات سے برابر آرہا تھا از جانب میسوان جانا سواروں پر گولیوں کی بارش شروع کر دی جسپر انہوں نے اپنے افسر سے فیصلہ کرایا کہ اب ہمیں یہ کرنا چاہیئے۔ وہ کہ واپس پلٹ گئے اور بھی بھگدڑ کی شکل میں داہنی بائیں پھیلکر پہاڑی سے میدان کو پھر اوسی مقام کو ہٹ گئے جہاں سے انہوں نے حملہ کیا تھا۔ یونانی توپوں سے پسپائی کے وقت بھی اونہیں سخت نقصان پہنچا جو نہی سوار پیچھے پلٹ کر وادی میں منتشر ہوئے یونانی فوج پیدل و رگنڈ ارٹن نے خوشی کا بلند نعرہ مارا۔ جنرل حسو سکی اور اوسکا سٹاف بھی جو اس متہورانہ حملہ کو بغور دیکھ رہے تھے خوشی کو ضبط نہ کر سکے۔ وہ بھی افسروں کے ساتھ نعرہ میں شریک ہو گئے اور جنرل کمال جوش کے ساتھ آواز بلند پکار اٹھا:۔ "یہ ہے میرے سپاہی! ایسا خوفناک چرکس سواروں کو دیکھا تو نہیں ہوگا جیسا کہ ابتک زنکو سمجھتے رہے تھے" یونانی سواروں کو تعاقب کی کیسی عجیب چیز ظاہر کر رہے تھے جن کو ہمہ تن مشکل روک سکے۔ سلاوونچ کے رخ پھرتے ہی جنرل حسو سکی نے یونانی باتری کی شجاعانہ مدافعت کی کامیابی کی خبر بذریعہ تار و بیسہر کو دی جسنے فوراً سالہ جواب میں سپاہ کو مبارکباد کہلا بھیجی پیغام مبارکباد خود حکومت وہیں سے تھوڑی دیر بعد پہنچا۔

محمود کی اس کرتوت پر سیڈ کوارٹر میں سخت ناراضگی ظاہر کیگئی۔ اسکی بدولت اوہم پاشا کو کیولری ڈویژن کا جو پہلے ہی اہمیت کم نہ تھا بہت کمزور اور ناقابل لڑائی کرنا ناقابل ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نشاط کے بریگیڈ نے بھی محمود کے ہی حکم سے ڈیڑھ کوس پڑھ ہٹ کر حملہ کیا تھا۔

۱؎ جرمن سرخ کپتان کو قتل کرنے والا ایک کا پورل کو بتلاتا ہے! اور یہ لفظ کی بجائے رائفل لکھتا ہے۔

جس مین اون کرہ نہ فیصدی شہید و مجروح ہوے تھے۔ اگر یہ مطابقت درست ہی تو سلطان اعظم کا یہ نو عمر مارشل تقصانات عظیم کا جو تسلی مین فصول عساکر عثمانیہ کو اٹھانا پڑا ذمہ دار ہے یعنی کم انکم پندرہ سو آدمی اوسکی پرچوشی تہور کی نذر ہوے۔

نعیم پاشا سوارون کو پسپائی کے وقت کیفالو اور اوس کے قرب و جوار کی پہاڑیون نے دشمن کی تاخت و تاراجی سے محفوظ رہنے مین مدد دی۔ یونانیون فراخ متعدد کیشیرا و رخوشی کے نعرے مارتے ہوے اس پسپا فوج پر حملہ کیا۔ سرست یونانیون نے سپتیا پر توڑ باندھین چلائین مگر خوشی و سرمستی نے انکو حواس بجا نہین رہنے دیے تھے۔ ان باڑھون سے ترکون کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ وہ بیتحاشہ دیوانہ وار پاشا نے بریگیڈیر نعیم پاشا کے زیر کمان چار بٹالیون اور دو بابریان یزدیلوس پر تاخت ہونے اور یونانیون کو انتہائی پسپائی سے پیچھے ہٹا دینے کیلئے اپنے میسرہ کیطرف روانہ کر دی ہوئی تھین یونانی سرحد پلاڈیتہ کے دہن دراون کہتیون مین جو ولسپٹو کیطرف بلند ہوتے جا رہے تھے اور زیر ان پست کرارون پر جو شہر مذکور کے بائین ہاتھ ہے پوزیشن لیکر محفوظ مورچون مین مقیم تھے۔ یہ سوچکر کہ کیسہ ریز و یسلوس کی گھڑیال کے بینارت کل لڑائی کا مشاہدہ کر سکیگا ہم اوپر چڑھ گئے اور لڑائی کے آخری چار گھنٹے وہین بیٹھکر دیکھتے رہے۔ یہ مینار ساٹھ فیٹ بلند تھا۔ نعیم پلاڈیتہ اور ریز و یسلوس کے درمیان ہموار زمین پر تھا۔ اوس کے پاس دو بابریان اور دو رسالے تھے۔ ان بابریون نے ۱۷ اپریل کی لڑائی مین کوئی کام نہ دیا۔ اور رسالے بھی مزدوعہ کھیتون جین ریز و یسلوس اور جنگل کے وسطی حصہ کو درمیان ہی بیکار پھرتے رہے۔ دو پیدل پلٹنون کا کچھ حصہ ریز و یسلوس مین اور اوس کے سامنے نعیم تھا اور باقی حصہ جنگل مین سے بڑھ رہا تھا۔ دوسری دونون چلی اون کے داہنی مورچون کیطرف پیشقدمی کر رہی تھین کچھ دیر بعد ان پلٹنون نے پلاڈیتہ کے ڈھلاؤ ان ڈھلوانون کو جو مورچون کے سامنے ہی کچھ کم مشکل یا اختفا نہ نہ تھا۔

دوپہر کے قریب ہم گھوڑون پر سوار بریگیڈیر نعیم پاشا کے پاس گئے۔ وہ کمال بیفکری کے ساتھ لڑائی کی رفتار کو جو دونون فریق اور انتہائی مہینہ پر گرمجوشی کے ساتھ ہو رہی تھی دیکھ رہا تھا۔ یہ دونون سمت کے ایکدوسرے سے بالکل جدا الگ تھے نہایت شدت کے ساتھ ہو رہے تھے۔ اوسمین کوئی تعلق معلوم نہین ہوتا تھا۔ ایک مرکز ہم سے جنوب مشرق مین ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا جہان اون کے دہن مین اور دوسرا بجانب جنوب مغرب اڑھائی میل کے فاصلہ پر کیفالو کے اردگرد ہو رہا تھا۔ ترک قلب مین کوئی لڑائی نہ ہو رہی تھی۔ وہانکی فوج ریز و یسلوس سے نصف میل بجانب جنوب صفآرا ہو کر خاموش کھڑی تھی نعیم پاشا پچاس ایک برس کی عمر کا پست قامت اور بہ حیثیت سپاہی معمولی سا نمبر ہے۔ رنگ خاکستری سانولا ہے۔ اوسکی شکل شباہت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز سپاہی کے درجہ سے ترقی کی ہے۔ وہ بشاشہ پیشانی اور خوش اخلاقی کیساتھ پیش آیا۔ مگر چونکہ وہ اوس وقت اوس کا کوئی فرصت کی کے سوا کوئی اور زبان جانتا تھا گفتگو بے تکلفی ہوسکی نعیم کے پاس کوئی دوربین نہ تھی۔ اوسنے میری دوربین لیکر دونون معرکون کو جو اوسکے بین ویسا پر ہو رہے تھے تھوڑی دیر نہایت غور سے دیکھا پھر نے بعد ایکبار دلی کو پلاڈیتہ کیطرف بھیجدیا جسکی روانگی کا نتیجہ جلد ہی کشف ہو گیا۔ یہ ساری بازی کی دونون پلٹنین جو یونانیون کیطرح پہاڑیون کی عمودی ڈھلوانون پر یونانیون کی مہیب آتشباری کے باوجود جنہون نے ان ڈھلوانون پر بکھیے بعد دیگرے

سلہ پسپا ہوتی ہوئی فوج کو دیکھکر دوسری فوج کا مدد دینے کو ہی طرف متوجہ ہونا سے اول الذکر کو غیرت ہٹ جانیکا موقعہ دلانا ہی ہے ۔

مورچہ بندیاں کئی قطاروں میں تیار کی ہوئی تھیں چڑھنے لگ گئیں۔

خطرناک گشت دھوپ نہایت تیز تھی اور دن بھی دھوپ میں مرنے کا ہی تھا۔ پلاؤ پتہ کہ بے شجر و بے سایہ ڈھلوانوں کے پتھروں سے مجروح سپاہیوں کو جو سے تنہا اذیت نہیں ہوگی اور سکا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔ میں دوپہر کی اس تمازت کو برداشت نہ کر سکا اور ایک توپ گاڑی کے نیچے پناہ لینے کی کوشش کی جس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دہاں بہت سی تین گز لمبائی موجود تھی۔ میں باہر نکل آیا۔ اور میجر مانٹگمری کی سرخ رنگ خیمہ پاشا سے سرسبز و خوشنما جنگل میں جو ہمارے دائیں طرف موجود تھا۔ جانے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو وہ رضامند نہ ہوا مگر آخر اجازت دیدی۔ اور ہم لینے تین میجر مانٹگمری اور لیفٹیننٹ کرنل ایس اور چار سوار اور دو ہرداوہ ہو گئے۔ ہمارا لفٹننٹ ردون بک باقی سکوٹ کے ساتھ پیچھے رہا۔ ہم راستہ میں دو رسالوں کے پاس سے جو گشت زار میں خاموش کھڑے تھے اور نیز کچھ فوج پیدل سے جو ہمارے دائیں طرف آہستہ آہستہ آگے جا رہی تھی گذرے۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی میجن گھوڑے سے زخمیوں کی طرح گر پڑا۔ اور ایک درخت صنوبر کے ٹھنڈے سایہ کے نیچے خوب مزے سے لیٹ گیا۔ میجر مانٹگمری اور لیفٹیننٹ نے کہا کہ ہم جنگل میں سے گذر کر دوسری طرف کی علاقہ کی گرداوری کرنا چاہتے ہیں میں نے بھی ساتھ جانے کی اجازت چاہی اور دو سواروں کو ساتھ کر دیا۔ وہ خوش خوش اس مہم پر روانہ ہو گئے اور میں سو گیا۔ ایک گھنٹہ بعد تمام کر دہ پیش آنے شکاری ہونے سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور اوٹھ کر کیا دیکھتا ہوں کہ ترکی سکرشنر میں میرے سامنے ایک لمبی صف باندھے ہوئے درختوں کی وجہ سے دشمن جنرنظر نہیں آتا تھا باڑین چلا رہے ہیں اوس وقت مجھے اپنی جماعت کی طرف سخت تردد لاحق ہو گیا کیونکہ وہ اسی طرف گئی تھی جدھر اب ترک بندوقیں سر کر رہے تھے۔ میں سوار ہو کر انکی پیچھے جنگل جانوری لگا تھا کہ زیر و سیلوس کی طرف سے وہ جنگل کو وسط تک دار ہو گئے اور میں صدق دل سے کلمہ شکر پڑھا۔ وقفہ وقفہ سے دیر میں بخیریت میرے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے بیان کیا کہ جنگل کو گذرتے وقت ہمیں کئی مورچے دیکھے مگر یونانی کوئی نہ دیکھا۔

درحقیقت بہت سے یونانی جنگل کے جنوب مغربی دامن میں کیفگاہ میں پڑے ہوئے تھے مگر چونکہ وہ اپنے قلب لشکر سے جو کیفالو کے سامنے تھا کسیقدر فاصلہ پر تھے۔ اور انہوں نے نشانہ کرنے لئے کوئی موجودگی کی چیز ہونے دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور میری چھوٹی سی جماعت کی طرف عنایت اور لطف کرنا بہانہ سے محفوظ رہی۔ وہ کیفالو کی طرف تقریباً ایک میل تک بڑھ گئی اور پھر دانائی سے کام لیکر جنگل کو نسبتاً محفوظ حصہ میں سے ہوتی ہوئی واپس آگئی۔

ہمیں جلد معلوم ہو گیا کہ جنگل میں اور زیادہ ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں ہم ترکی سکرشنر کی پہلی صف میں تھے مزید برآں سب کو بھوک بھی بہت لگی ہوئی تھی ہم ایلیا کو کھانے سمیت منیا کنیہ میں چھوڑ آئے تھے سب کی یہی صلاح ہوئی کہ وہاں چلکر کھانا کھایا جاوے واپسی کیوقت ہمیں ترکی پیدل فوجی چند صفیں میں جو سکرشنر کی کمک کیلئے جنگل کو جا رہی تھیں جنگل میں اشاری خوب بچی سے ہوتی تھی کیونکہ اری کی دونوں سال بھی غائباً سامنے کی مدد پہاڑی کی یونانی باڑی سے محفوظ ہو گئے جنہوں نے ہم پاشا اور اوس کے ٹشان کی چند گولوں ہی سے بھگا دیا تھا تو ضرب کرنی شروع کی تھی تاہم آہستہ آہستہ درختوں کیطرف چلے جا رہے تھے ہمنے بینا پر تپہ ہی مگر رسپر ہیل

مسٹر گرین اور مسٹر میٹوس پائے۔ وہ وہاں سے ساڑھے پانچ بجے تک لڑائی کو دیکھتے رہے جھٹ پٹے سے تک یکساں شدت کے ساتھ جاری رہی پہلی اونکی طرف سے پے در پے ہلکی باڑھوں کی آواز آتی رہی کیفالو کیطرف سے گولہ آواز دیتی ہوئی نہ آتی۔ مگر مقدار میں وہ بھی کم نہ تھی کیفالو کو سامنے کے مورچوں سے یونانیوں نے بالضرور بیشمار کارتوس چلائے ہونگے کیونکہ وہ حالانکہ غنیم اونکی زد سے بہت دور تھا لگاتار باڑھ پر باڑھ چلاتا رہا تھا۔ پلاٹیہ پر بھی آتشباری نہایت سخت تھی جو بسبب زیادہ نقصان رسان ثابت ہوئی کیونکہ وہاں بالمقابل افواج ایکدوسرے کے بہت قریب تھیں۔

پہلی اون وھا

اسطرف یعنی دولو کی جانب ترکوں نے جس پہاڑی پر حملہ کیا۔ وہ مکمل ازکم دو نہر فیٹ بلند اور اوسکی سطح نہایت عمودی اور چٹانوں سے تھی۔ ایسی پہاڑی پر یونہی چڑھنا بڑا مشکل کام تھا چہ جائیکہ ایسی صورت میں کہ اوسکی چوٹی پر سے غنیم سو چون کے پیچھے سے نہ ہا دھندا گولہ برسا رہا ہو ایسی صورت میں اوپر چڑھنا بیشک ناممکن تھا۔ اور غالباً ترکوں کا سوا دنیا بھر میں اور کوئی فوج ایسا کرنے کی کوشش کرتی لیکن غنیم کی دونوں پلٹنیں حیرت انگیز ثابت بسالت سو ایک چٹان سے دوسری چٹان پر کودتی ہوئیں عمودی پہاڑی پر چڑھ ہی گئیں۔ اور گو اون کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ مگر بالآخر چوٹی پر پہنچ گئیں۔ جہاں افسوس کوئی پناہ نہ تھی جس کیوجہ سے اگر بڑھنا ناممکن ہوگیا تاہم اپنی جگہ پر قایم رہکر بارہ بجے سے چھ بجے تک دشمن پر آتشباری کرتی رہیں ساڑھے چار بجے یونانیوں نے جن کو بہت سی کمک پہنچ گئی تھی سب موقعوں بالخصوص چوٹی پر سے ترکوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کیا بلکہ جہاں تک ٹوٹکر شمین کین۔ پہلی آتشباری کی باڑھیں مسلسل اور ناقابل برداشت حد تک تیزی کے ساتھ چلتی رہی تھیں یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یونانی بالمقابل دھاوا کر رہے ہیں۔ اور ترک اونکے مقابلہ پر اپنی جگہ پر قایم رہنے سے عاجز ہو رہے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ یونانی سکڑ سکڑ کر سو مورچوں پر سے کود کر ڈھلوان سطح پر نیچے کیطرف دوڑتے ہوئے اور پھر دوسرے کرارہ پر چڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اونکا کچھ حصہ شاخی کراروں کو دیسیانی نشیبوں میں جمع ہو کر فیکل کیطرف بڑھا آرہا تھا۔ باقی فوج سلیمان کے رسالوں کیطرف جو کم از کم پانچ ہزار گز کے فاصلہ پر تھے۔ اور نیز ترکی انفنٹری تقسمہ کیفالو پر پے در پے باڑھیں چلا رہی تھی۔

پلاٹیہ کیطرف بھی آتشباری اسی حدت کے ساتھ مگر زیادہ سوتر طریق سے جاری تھی۔ پہلی باڑھوں کی مسلسل گرگڑاہٹ میں گونج رہی تھی۔ آنکھیں یہ مشاہدہ کر رہی تھیں کہ یونانی بلند ترین چوٹیوں سے سیلاب کیطرح اوس چوٹی کیطرف جہاں سے ترک چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے لیٹے ہوئے یونانیوں کی تابر توڑ بوچھار کا بالاستقامت جواب دیا جا رہا تھا امڈے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ صاف نظر آرہا تھا کہ ترکی فوجیں جس کام کا بیڑہ اوٹھایا ہے اوسکی جسیت بہت بھاری ہے۔ سینیسیفالو کی پہاڑیوں اور پلی اون کی چٹانی بلندیوں کو چھ کمزور سی پلٹنوں سے فتح کرنا ایسا کام تھا جسے تہم و تفنیا یا فائدہ و ضرر کا بھی انجام نہیں دیکھتے۔

پانچ بجے کے قریب یونانیوں نے زیر دسیلوس کو گانون پر گرد باری کی۔ اونکو دو گوے عین ترکی سواب فجر اون کی توپی گاڑیوں کے بیچ میں گرے۔ یہ سامان موشیی گرجے کے سیار کر قریب جمع تھے نیم پاشا نے کہا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ یونانی توپیں ۳۶ سو گز کے فاصلہ پر درختوں کی نیم اوٹ میں تھیں۔ اور نیز ان گولوں سے جنپان نقصان نہیں ہوا تھا چھ بجے کے قریب ترکوں نے

اپنے بہبودی اسکر مشروں کو پیچھے ہٹانا اور موضع کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا اور فوج پیدل کو وہ دستوں اور چند سوار جو انتہائی میدان پر پہاڑیوں کی بھیدی شاخوں کی اوٹ میں نظر سے پنہان تھے۔ یزو میلوس کی طرف آتے ہوئے دکھائی دینے لگ گئے۔

جب ہم ساڑھے چھ بجے روانہ ہوئے اوس وقت ترک ہٹ رہے تھے۔ مگر کامل وقار اور تمکنت کے ساتھ۔ دن کو گرمی کی سخت تکلیف پہنچی تھی۔ اور کارتوس بھی تقریباً ختم ہو گئے تھے لیکن پھر بھی کہیں سات بجے کے قریب جا کر ترکی انفنٹری پاپڈیتہ اور کیفالو سے پیچھے ہٹی۔ اور کامل انتظامی اور مستعدی کے ساتھ ریزو میلوس میں سے کرلی کو واپس گئی۔ یونانیوں نے مستعدی کے ساتھ کوئی تعاقب نہ کیا۔

ترکی مجروح میں سخت حیران ہوں کہ دشمنوں کی اس پہلی لڑائی کے ترکی مجروحین کہاں گئے۔ انکی تعداد یقیناً بہت ہونی چاہئے تھی۔ بہت کم دیکھے۔ کیفالو سے صرف تو غالباً مجروحین کو اون کے ساتھی اوٹھا لائے۔ مگر پلاویتہ کی عمودی ڈھلانوں پر سے نہیں۔ ساتھ لانا ناممکن معلوم تھا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ دہان کئی سو ترک مجروح ہوئے تھے۔ لیکن مجھے اس امر کی کوئی شہادت نہیں ملی کہ یونانیوں نے ان مجروحین کو اسیر کر لیا تھا۔ اور انکی مرہم پٹی کی تھی۔ اور لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان مجروحین کا کیا حشر ہوا۔ دوسرے دن ہمیں انکی بیان رنجدہ نظارہ دیکھنا جس سے طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں اور خیال گذرتا ہے کہ ان بیکس مجروحین کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا ہوگا

ہم لڑائی کو خاتمہ تک نہ رہنا چاہتے تھے۔ بسٹر گوین نے کہا۔ دیکھو ترکی نظام فوج گاؤن کو چھوڑ کر کل کو جا رہی ہے۔ اور صرف اردو دن کی ایک میٹین پیچھے رہ گئی ہے۔ یہ کوہستانی اگرچہ بہت سی خوبیاں رکھتے ہیں۔ مگر باانتظامی اور ضبط علی الفصل اون خوبیوں کی بہت مین دخل نہیں۔ اگر اون کو ہمارے گھوڑے پسند آجاتے تو یقیناً ہمارا بھی وہی حال ہوتا جو لاریسا کی بہادر کے وقت یونان فوج کو ہمارا ہی لگایا نامہ نگاروں کا ہوا تھا کہ یونانی سپاہیوں نے بلا تامل اونکو گھوڑوں بلکہ گاڑیوں پر بھی تصرف کر لیا تھا۔

تاہم ہمارا جعبہ کنندہ ترکوں میں بے ترتیبی کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ ایسی لاپروائی اور بیفکری سے پیچھے ہٹ جا رہے تھے کہ گویا کسی چھوٹی سی تفریح میں مصروف تھے۔ اور سارا دن جو جانکداز لڑائی کرتے رہے تھے۔ وہ ہوئی ہی نہ تھی۔ یونانی اگرچہ اپنے تحکم مورچوں کی پناہ میں لڑتے تھے مگر وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ حملہ کرنیکی صورت میں مورچوں سے نکلکر کھلے میدان میں جانا پڑے گا جہاں ترکوں کا مقابلہ کبھی نہیں ہو سکیگا۔ چونکہ ہمکو ترکی سپاہیوں کی شجاعت اور جانبازی کا اعتراف ہے اور معلوم ہے کہ بالخصوص جب وہ مدافعت کی پہلو پر ہوں تو انہیں مغلوب کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لئے ہم جنرل سموسکی کی اضاعت خاموشی پر کوئی نکتہ چینی نہیں کرتے۔ ورنہ ضرور یہ رائے دیتے کہ اسے اوسی شام اپنے حملہ کو خوب موثر کرنا اور تعیم کے کل بریگیڈ کو ایسہ کر لینا یا تباہ کر دینا واجب تھا۔ ہمیں ہمیں سیل تک کوئی ترکی کمک موجود نہ تھی۔ سموسکی کے پاس تعیم کی نسبت دگنے سے زیادہ فوج تھی جسمیں بہت کم نقصان اوٹھانا پڑا تھا۔ اور نتیجہ سے اوسکو حوصلہ خوب بڑھے ہوئے تھے۔ برعکس اسکے ترک سپاہ کا حوصلہ بہت پست ہو گیا تھا۔ اور یہ سخت نقصان پہنچا تھا۔ اور یہ سخت کوفتہ و ماندہ درگذشتہ تھے۔ لیکن میں یہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ بایں ہمہ سموسکی تعاقب کرنے میں رستی پر تھا جیسی فوج اوسکو ہاتھ تھی۔ ویسی کے ساتھ کھلے میدان میں ترکوں پر حملہ کرنا نہایت خطرناک اور جوکھم دار کام تھا۔ اور اگر حملہ میں ناکامی ہوتی تو سکا نتیجہ بہت برا ہوتا۔ ہاں اگر سموسکی اپنی پاس

شجاع اور بہادر فوج ہوتی۔ تو غنیم کا برگیڈ یقیناً تباہ ہو جاتا۔ اخبار ڈیلی نیوز کا مورخہ ۱۲ مئی میں اوس کا خاص نامہ نگار کریلاف سوس مرکز سے متعلق جو مراسلات شائع ہوئی اوسکا آخری حصہ یہ ہے:۔ "کل کی محاربہ میں میرے اندازہ کے مطابق یونانیوں کا ۲۰۰ فیل نقصان ہوا۔ جو مقتول ہوئے۔ ایک افسر اور ایک جنٹ بھی اس تعداد میں شامل ہے۔ اور ایک سو بیالیس زخمی ہوئے۔ یونانی زیادہ تر ترکی انفنٹری کی آتشباری سے ہلاک و مجروح ہوئے۔ اور بہت ہی کم ترکی گولوں سے جنہیں سے اکثر تو یونانی صفوں سے باہر گرتے رہے۔ اور جو صدمہ دو دی چند انہ بڑے انہیں سے بہت ہی تھوڑے بچے۔ چونکہ دشمن رات کا وقت لاریسا کیطرف رہقہ چھوڑ گیا کہ نظروں سے غایب ہو گیا۔ مینوں باطمینان خاطر کل کے میدان جنگ کی گشت کی۔ ہمارے میدہ کو ٹھیکی کی کوشش میں ترکوں کو ہماری انفنٹری اور اوجیزنوں کی تباہی کوشش آتشباری سے جو پہاڑیوں کی ڈھلوان سطحوں پر قابض تھی یقیناً سخت نقصان پہنچا ہوگا۔ گندم کے کھیتوں کی بنی تطار میں جا بجا لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں سے اکثر نے یونانی فوجکی وردی کو پھینکے پہنی ہوئی تھے۔ جو غالباً اوان کو لاریسا کی گرد و امون سے ہوگئی۔ یونانی پیدل و توپخانے سے اوپر تھا۔ ترکی کیولری کا حملہ محض پاگلانہ فعل تھا۔ تہائی کی سواروں اور دو مورچوں کے بالمقابل جس پہاڑی کی عمودی ڈھال پر چڑھنے کی کوشش کی بین اسکے پائین میں کھڑا ہوا۔ اس حملہ کو دیکھتا رہا تھا۔ ان مورچوں میں دو سو پاہی مقیم تھے ملینم نے اسوقت پر جو شہامت و بسالت دکھائی یونانی اوس کو صدق دل سے معترف ہیں۔ مگر قریب ترین یونانی مورچہ سے دو گز کے فاصلہ تک بہت تھوڑے سوار پہنچ سکے تھے۔ پہاڑی سے نیچے زیادہ تر ہموار زمین پر بھی گندم کے سرسبز کھیتوں میں جا بجا سواروں اور گھوڑوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اگر یونانی سپہ سالار چاہتا تو کل ایک تازہ دم بریگیڈ سے دیدیتا۔ رستہ ترکوں کی مراجعت بجانب کرلی کا رستہ بند کرنے کو بھیج سکتا تھا۔ اور سطح وہ تمام فوج جو کل کے حملہ میں شریک ہوئی تباہ یا گرفتار کر لیجا سکتی تھی۔ سپہ سالار نے ایسا نہ کیا اور ترکوں کی فوج دو روز اں مورچوں اور خندقوں میں رہنے سے ایسی تکان زدہ ہو رہی تھی نیز اوسکی جمعیت اتنی تھوڑی تھی کہ وہ کوئی مؤثر جارحانہ حرکت نہ کر سکتی تھی۔"

کرلی پہنچنے تک میں ایسا تھک گیا کہ میں نے اوسے لاریسا جانے کی بجائے وہیں سونیکا عزم کر لیا۔ مگر سٹر مانگمری اور میں واپس چلے گئے۔ کیونکہ اوس دن ہم نہایت عمدہ کھانا تیار کیئے جانیکا حکم دے آئے تھے۔ اور اون دونوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ رات کی تاریکی اور شرک پر جا بجا جانوروں اور بارکش جانوروں کی قطاروں ملنے کی وجہ سے ہمیں شرک پہنچنے میں بہت دیر ہو گئی تاہم وہ نیم کو تاصدے پہلے پہنچ گئے۔ اور آدھی رات سے کچھ بعد لڑائی کے حالات محل میں اوہم پاشا کو جاسنائے۔ جنہیں نہایت شفقت کے ساتھ علاوہ فوراً فوراً زیر دست کمک کرلی کو روانہ کر دی۔

مہمان نواز عثمانلی

دریں اثنا میں اہتمام کرلی ایک آسودہ حال ترک کے مکان میں شب باش ہوا۔ اوسکا نام حسن آفندی تھا۔ اور اوسکا مکان ایک خاصہ خوشنما بنگلہ تھا۔ آفندی نہایت ذکی اور کامیاب متنوع شخص ثابت ہوا۔ جسنے دو دن بڑے تکلف کے ساتھ میری مہمانداری کی۔ اور خوراک یا مکان کا کرایہ کیلئے ایک حبہ لینے کا بھی روادار نہ ہوا۔ میں بہت سماجت کی کہ وہ خوراک کا خرچ لیلے۔ اوسنے ایکبارگی انکار کر دیا۔ حتی کہ میں اوس کے نوکروں کو بھی تھوڑا انعام دینے پر بمشکل رضامند کر سکا۔ اور یہی صاحبخانہ کی غیبت میں ہوا۔ یہ واقعہ شاذ نہ تھا بلکہ مضافات میں عثمانیہ قوم کے کل افراد کا یہی قدیم دستور ہے۔ وہ مہمانوں کی حیثیت سے کبھی مدارات

کرتے ہیں۔ اور معاوضہ میں ایک کوڑی لینا گوارا نہیں کرتے۔

سلیمان پاشا کا منڈہ کبوری بھی اسی مکان میں سویا۔ وہ لحیم و شحیم طاقتور اور کسیقدر سادہ مزاج شخص ہے۔ انگریزی یا فرانسیسی نہیں بول سکتا۔ اور سکا سر اور باقی جسم گرد و غبار سے لتھ پتھ ہو رہا تھا۔ کھانے سے پہلے وہ پورے پانچ منٹ ہاتھوں کو دھوتا رہا۔ سلیمان افسردہ دل سا ہو رہا تھا۔ اور اوسکی یہ افسردگی سچ بھی تھی۔ سلیمان محمود کی جولانی طبع نے اوسکی فوج کا ایک طرح سے ستیاناس کر دیا تھا۔

ہم دونوں کے علاوہ سلطان اعظم کا ایک نوعمر اور خوبصورت وچابک یاور بھی وہیں فروکش ہوا۔ وہ بھی پہنچا تھکا اور بلا سہارا لئے پورا لڑکھڑاتا ہوا۔ اوس کے ساتھ کئی خوبرو یاں اور یورپین طرز کے مطابق غسل و شستہ کرنیکا مکمل سامان تھا۔ عثمانیہ فوج میں اپنی تکلف کے سامان بالکل نادر تھے۔ یہ جو نرم و آسائش تکلف سے حتی الامکان محترز رہتے ہیں۔ ایک مقدس صورت ملا صاحب بھی موجود تھے۔ یہ غالباً مالک مکان کو ملحی مہمان تھے۔ وہ بیدعا میسر ہوئے تھے۔ یہ اس امر کی علامت ہے کہ صاحب عمامہ حج کر آیا ہے۔ ملا کو دیکھ سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مجھ کسیقدر بغض و شبہ کی نظر سے دیکھ رہا ہے جب تک ہم اکٹھے رہے اوس وقت کا زیادہ حصہ اوسکی ہونٹھ ہلتی رہی۔ مجھ کو یقین ہے کہ وہ ضرور میرے حق میں یا میرے برخلاف دعا مانگتا رہا تھا۔ میں اور سوفرانسیسی اطالین اور جرمن ہیں یکے بعد دیگرے گفتگو کرنے کی کوشش کی مگر ہر دفعہ انہوں نے یہ طلب تھا کہ وہ ان زبانوں میں سے کسیکو نہیں سمجھتا۔ ترکی نسرون نے اوسکی طرف کچھ توجہ نہ کی مگر میں نے حسن آشنائی کی صورت اوس سے کھانے میں شریک ہونیکی درخواست کی۔ اور وہ بخوشی شامل ہو گیا۔ میں جملہ مذاہب کے نفوس کو ہمیشہ مقتدا دن کو ارباب حرمت کی نظر سے دیکھتا ہوں چنانچہ اگر مجھے پادری جیوپر[1] یا پیس ہیوز صاحب بھی کسی غیر ملک کی سیاحت میں مل جاتے تو میں اونسے بھی اسطرح پیش آتا۔ گو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ پرٹسٹنٹ اور کلیساء برطانیہ کے پادری کا غراز میرے دین سب سے زیادہ ہے۔ کھانے میں ایک ایسا نوعمر ترکی فہم بھی شریک تھا جو مسٹک روفی محفل تھا۔ وہ حقی پاشا کا ایک یاور تھا مجھے سخت افسوس ہے کہ میں اوسکا نام بھول گیا ہوں۔ وہ اون نہایت ہی ذکی اور کمال خوش طبع افسرون میں سے ایک تھا جن سے تھسیلی میں ہماری ملاقات ہوئی۔

کھانا سادہ مگر بافراط تھا۔ بریان گوشت اور چورون کی بیشمار کبابیان میز پر چنی گئیں۔ چندیں خوب تیز مصالح ڈالا گیا تھا اور وہ میز کے وسط میں رکھی گئی تھیں ہم کانٹے لیکر اون کبابون پر ٹوٹ پڑے اور جو بوٹی پسند خاطر ہوتی اوڑ جو خود بخود کانٹے سے الگ جاتی اُسے اوٹھا اوٹھا کر کھانا لگ گئے۔ ابتدا تلے ہوئے مغیون کی گیگنی اور شیرینی پر کھانیکو ختم کیا گیا۔ خوش قسمتی سے میرے پاس سکنجبین شراب کی ایک بوتل موجود تھی جس کو ملا کر سوڈا سب نے خوب مزے لیکر نوش کیا +

کرلی

مسٹر ہانگری اور ایس نے پختہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اسی رات گھوڑے بدل کر زیرنج ار۔ یا گاڑی پر دوسری ٹاپ آئین گے مگر وہ کوئی نہ آئے جس سے پھر مجھے سخت تر دد پیدا ہو گیا کیونکہ اوس رات کو شرکون پر بیشمار وارفتہ مزاج لوگ موجود تھے صبح چھ بجے میں گھوڑے پر سوار ہو کر لاریسا کیطرف روانہ ہو گیا۔ سپاہیون کی انبوہ در انبوہ شرکت پر کرنی کیدن چلا آرہا تھا جن کو دیکھکر یہ صاف ہو رہا تھا کہ اوہم پاشا نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یونانی پر دیٹیو پر ترکون کو نہ پرت۔ نہ وہ سکین بینو مختلف پلٹنون کی کمان فرکر نیلون کو دیگئی کیا کہ آیا اونہون نے میری جماعت کو راستہ میں دیکھا ہو مگر کرلی سے دس میل کی فاصلہ پر جب تک میں حقی پاشا سے نہ ملا۔ اوذکی کو میں مطلق

[1] یعنی پیٹر کرے کہ میں مگر اہون سے نگر شرف باسلام ہو جاؤن یا یہ کہ میں کافر رہتا ہوا جاؤن ۱۲ یہ ایک مشہور رومن کیتھولک عقیدے کے پادری تھے

حقی پاشا نے کہا کہ اونہون نے ایس کو شب گزشتہ لاریسہ کے متصل دیکھا تھا۔ یہہ سنکر ہمین آگے بڑہنا گیا۔ اور تقریبًا چار میل اور گیا ہوگا کہ سامنے سے سٹرنا گھوڑا اور ایس ہیچ کمان بیگلری کے ساتھ کرالی کیطرف آتے نظر آئے۔ اونہون نے ہمیں دیکھتے ہی گھوڑے سے کود پڑنا چاہا۔ ہم نے بھی سے سبھی شکریہ ادا نہ کیا بلکہ کہا تو جلد کہا، ہم جانتے ہی اونہون نے ہمیں پاشا سونپے۔ کھانا نہایت لذیذ تھا خوب پیٹ بھر کھایا۔ مدعا بالکل بھولگیا تھا نخست ہوکر سوگئے۔ دینی سیوتوت حلفا دعا کی کہ پھر کبھی متروہ نہ ہونگا۔

ہم سب کرالی کیطرف روانہ ہوگئے۔ اور تھوڑی دیر آرام کرنیکے بعد کرالی کے گرد چکر لگایا۔ یہ پیٹ کرالی کے گرداگرد مشرق۔ جنوب مشرق اور جنوب مین نہایت مناسب موقعون پر قایم کئے گئے تھے۔ اور اونکا منتر فی خوب ہوشیار تھے جب ہم پرانے دوستون بینے پریزرنڈ پلٹن کے اونطون کے پاس پہنچے تو وہ ہمارے گرد جمع ہوگئے اور طرح طرح کی فوجی لوٹی یونانی خوریان و تمبور گراس نفلین پستول تلوارین اور کارتوسی پیٹیان خریداری کرنے پیش کین۔ یہ چیزین اونہین میدان جنگ سے دستیاب ہوئی تہین۔ اور وہ جانتے تہے کہ ایس کو اسلحہ جمع کرنیکا شوق ہے۔ انہوا اسقسم کی بہت سی یادگارین خریدکین۔ گو گلستان کو واپس جاتو وقت اونکا حصہ کثیر ہماری یونانی گرفتار کنندگان نے ناجایز طور پر ضبط و غصب کرلیا۔

گشت سے فارغ ہوکر ہم نے حقی پاشا سے کرالی ٹیٹون مین جہان وہ مقیم تھے ملاقات کی۔ وہ کم گو۔ روشن چشم بلند بینی مہمان نواز اور ساتھ ہی پرجوش مخلصین مین۔ پاشا موصوف نے توجہ سے ہماری توضیح کی۔ اور فی الفور اپنے فوجی ڈاکٹر کو بلوا کر ایس کے سر پر پٹی بندہوائی اس سے پہلے ہمین رخصت نہ دی۔ دوسرے دن پاشا موصوف نے ہمیں واپس جانیکو اپنی گاڑی بھیجدی پیش کی کیونکہ ہمارا گھوڑا تھکا ہوا تھا۔ جب گاڑی آئی تو ہمنے دیکھا کہ ایک معمولی قسم کی بلا کمانی چوپہیہ گاڑی ہے جسپر ذرا عمدہ قسم کا چارہ ڈھونیوالا چھکڑا کہنا زیادہ مناسب ہوسکتا تہا تاہم پاشا کی نوازش مین کوئی کلام نہین۔ مین سوار ہونے ہی لگا تھا کہ ایک نامہ نگار نے بھی اپنی گاڑی مین بٹہلا لیا۔ اور بھی حقی پاشا کی گاڑی کی یہ آزمایش کرنی پڑی کہ سفر مین کیسا کام دیتی ہے۔

استکشاف

علے الصبح ہم ایک ترکی استکشافی جماعت کے ساتھ ریزرو میلہ اور ریسٹینو کیطرف گئے۔ اس کام پر دو پلٹین بھیجی گئین ایک رنو دون کی پریزرنڈ پلٹن اور دوسری فوج نظام کی تھی۔ یہ سکوٹنگ کا قاعدہ ہے بڑی پھیلاوٹ اور اوصف باندہ آگے بڑہین جنوب کیطرف اور سکا ایک سرا ریلوے لاین کو متصل تہا جو پیاڑیون کے گرد سونگدتی ہوئی اور دوسرا جانب شمال جھیل ترکے قریب تھا چند سواروں کی ایک چھوٹی سی جماعت جو ایک ضعدار اور ایک کپتان کی ماتحت تھی آگے آگے تھی ہم ان سواروں کے ساتھ تقریبًا ریزرو میلہ تک گئے۔

وہ نہایت احتیاط سے آگے بڑہ رہے تھے۔ ہر پانچ مین دس مین منٹ جہان کہین کوئی ایسا موقع نظر آتا جس کے پیچہے ضیم لینے چھپنا ممکن ہوسکتا تھا وہ فوراً ٹہیر جاتے بجانب بیسرہ جھیل کو قریب ایک گانون مین ایسا لوگ دکہائی دیئے جو یونانی بقیاعدہ سپاہیون کے مشابہ تھے۔ دو سوار گانون کی جستجو اور پرتال کیلئے بھیجے گئے جو طرف ہمارے قریب تھی اور گانون کے گرد ایک مٹیدول سی دیوار موجود تہی۔ اور مین یا تین جانب ایک گہرا رستان تھا جسکی چاردیواری بہت بلند تھی۔ یہان مین ایک گورستان بافراط ہین۔ لہذا انگلیزون کو اونکی

چار دیواریوں سے خوب پناہ مل سکتی ہے جب کہ پہاڑ پر بالا ستقلال گانوں کی طرف بڑھے جا رہے تھے ہمیں نہایت تردد ہوا کہ وہ بغیر ہمارے واپس آسکیں۔ ایک سیدھا اوس دروازہ کی طرف گیا جو دیوار میں تھا اور دوسرا چکر کاٹ کر گانوں کی دائیں طرف ہمیں ہر لحظہ یہ توقع تھی کہ ان جانباز سواروں پر اب گولیاں برسیں گی مگر کوئی گولی نہ چلی یونانی معمولی گذریئے ثابت ہوئے اور ہم سیدھے بیرونیو کی طرف روانہ ہوگئے۔ ارنود ہمارے آگے آگے ہو لیے۔

سواروں کی ہیتوں میں سے گذر کر ہم لیے جو تذکرہ صدر جنگل کے داہنے ہاتھ تھے ہمیں چلا ہو گئے تھے وہاں پہنچتے ہی انہوں نے کسی چیز کا تجربہ سر کرنے کو ساتھ آتا تھا کیا۔ مگر کچھ ٹٹولنے پر معلوم ہوا کہ وہ معمولی یونانی دہقان تھا۔ جو ہیت کی بنی بنائی فصل میں چھپا ہوا تھا ہمارے خیال میں وہ جاسوس تھا جو عمداً سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے مگر اُسے چھوڑ دیا گیا اور کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی۔

کرلی سے قریب یونانی باقاعدہ پیادہ فوج کی گانوں لوٹ رہی تھی۔ مسٹر مانٹگمری نے ہنسی کی سٹیٹیڈ رڈ مین کو متعلق حسب ذیل تحریر کیا ہے آج صبح کو ساتھ ہجو مین ایک ہنگامہ خیز جماعت سواران کیتھیسیدان سے گزرا ہمنے یونانی موضع حاجی ہی کو بالکل خالی پایا کیونکہ کل سہ پہر کو پچاس یونانی پیادوں سے اُترکر یونانی باشندوں کے ملوکہ و متبوضہ پچاس مویشی چھین لیگئے تھے۔ ترکاوس کی بیوی کے وقت یونانیوں نے تاخت و تاراج کا بازار گرم کر رکھا ہے جس سے میدان کے دہقان سخت غضب آلود ہو رہے ہیں اور علانیہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ہم مذہب ہمقوم ہمسے ترکوں کی نسبت بدرجہا بدتر اور ظالمانہ سلوک کر رہے ہیں یہی کیفیت موضع سرکالی (چوماغی) کی تھی۔ اوسمین ایک سو گھر نیکی آبادی ہے۔ سڑک کی دونوں طرف میدانیں گھاس خشک کھڑی ہے۔ مگر اُسے کاٹنے اور جمع کرنے والا کوئی نہیں۔ حالانکہ وہ پندرہ دنوں سے قابل درو ہے۔ یہ موضع حمدی پاشا کے ڈویژن سے پانچ میل مغرب جنوب ہے جب ہم وہاں گیا اوس سے پہلے کوئی ترکی فوج وہاں داخل نہیں ہوئی تھی۔ مگر ایک بھی باشندہ وہاں موجود نہ تھا۔ صرف چند پوڑے پانچ کتے اور کسیقدر مویشی دکھائی دیتے تھے سواروں نے خالی مکانوں میں سیر کر لیا ہو تھا۔ ویرانی کی وجہ یہ تھی کہ جو قیدی لاریسا کے راستہ سے ہمارے گھر گئے تھے وہ راستہ میں ترکی لی سے گذرتے تھے اور وہاں کی ہر ایک گھر کو لوٹ لیا تھا۔ سڑک اور مکانوں کو گرد خالی کارتوس پڑے ہوئے تھے جس سے ثابت ہو رہا تھا کہ قیدیوں کو گانوں پر متصرف ہونے کے لیئے دیہاتیوں سے تھوڑی سی لڑائی کرنی پڑی تھی۔ مگر ہمیں کوئی لاش یا انسان کو دیہو دکھائی نہ دیئے جس سے خیال گذرتا ہے کہ شاید قیدیوں نے محض گانوں کی لوٹ کی خوشی میں کچھ مکین کی ہوں۔

وحشت انگیز منظر ریزہ دہلیز میں جسے ایک عجیب ہیبت انگیز اور تنفر خیز نظارہ دیکھا۔ ایک ترکی سپاہی کی لاش بری طرح جھلسی ہوئی پڑی تھی ایک چھوٹی سی دیہاتی گاڑی جسے الاؤ پر جو زیر تقریباً جلی ہوئی تھی پڑی تھی اگ گاڑی کے نیچے روشن لگی تھی اور اوس کے شعلوں سے گاڑی اور اوسکا سامان دونوں تقریباً خاکستر ہو گئے تھے۔ سپاہی کی نگین گھٹنوں کے نیچے صحیح سالم تھیں اور ماوزر کی وردی اور جرمنی نیزکوٹ کے تھوڑی سے حصہ سے ہمیں اوسکا عثمانی سپاہی ہونا تحقیق ہو گیا تھا اوس کے گلے پر زخم موجود تھا۔ مگن ہے کسی اور جگہ پر بھی ہو جسکا نشان جلجانے کی وجہ سے معدوم ہو گیا ہو۔ یہ ثابت کرنا ہمارے

امکان سے باہر تھا کہ اس بہ تسمت کو نیچے جب آگ دشمن لگی تھی۔ تو آدھا دس وقت زندہ تھا۔ مگر جملہ ترائین سے پا یا ہی جاتا تھا۔

یونانی اخبارات کمال پاجیانہ انداز سے ترکون پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے تھے۔ کہ وہ ناگفتہ بہ مظالم کے مرتکب ہو رہے ہین۔ اور بالخصوص یونانی مجروحین سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہین۔ ایک مرتبہ ونہون نے اپنے ستر یا پور رخ روایت شتہر کی کہ ترکون نے بتاریخ ۱۰ اپریل جمعہ کے دن یونانی مجروحون کو کنیسہ یزد وسیلوین زندہ جلا دیا تھا۔ یہ خبر کہین آگ اوسکی کامل تردید کر دی ہے۔ یہ محض بے بنیاد جھوٹ تھا۔ کنیسہ مین کوئی مجروح نہ تھے اور عمارت کے اندرونی حصہ کو خفیف سا نقصان پہنچنے کے ماسوا۔ قدیم عمارت بالکل صحیح سلامت کھڑی تھی۔ اندرونی حصہ کو یہ نقصان پہنچا ہوا دیکھا گیا۔ کہ منبر الٹ دیا گیا ہو تھا اور اولیا کی تین ایک تصویرین دیوار سے اکھاڑ دی گئی ہوئی تھین۔ بجز کامل تیقین ہو کہ درصل خود یونانی بقاعدہ سپاہیون نے ترکون کو بدنام کرنیکے لیے ایسا کیا ہے کیونکہ اور جگہ ترکی سپاہیون نے معابد کا بہت ہی احترام کیا۔ مزید برآن یہ نقصان ایسا خفیف اور جزوی تھا کہ کوئی دشمن اتنے پر کبھی کفایت نکرتا۔ اس قصہ لاش کو دیکھکر ترک بالخصوص البانوی سخت غضب آلود ہو گئے اور اگر شنے بر دل یونانیون سے سہکا پورا پورا انتقام و بدلہ لینے کی قسم اوٹھائی۔

ناتربیت پذیر انوط

ہم پھر اپنے پرانے کلانے یعنی مینیا پر پڑھ گئے اور وہان سے بہت اچھی طرح تشکشانی مہم کی کارروائی کو دیکھتے ہے۔ وہین تھا رانوودن کی آدھی پلٹن کمپنیون مین سے جنگل کیطرف بڑھی جا رہی تھی اور تاریکی رفتہ رفتہ آشکاری سے واضح ہو رہا تھا کہ جنگل یونانیون سے بھرا ہوا ہے۔ جہان بڑی سرگرمی کی لڑائی ہوتی ہی۔ ایک بیقاعدہ آرنوط سپاہی جو بقول خود پریزیڈ پلٹن سے تعلق رکھتا تھا۔ اوسنے اوسے کئی مختلف موقعون پر دیکھا تھا۔ ہمین مینار پر بیٹھے یا بوجہ خرابصحت وزنا شخص تھا۔ اور اوس کی چہرہ سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بہت صاحب دل ہی لیکن میرے خیال مین اپنے اکثر ہموطنون کیطرح لوٹ کا وہ بھی کچھ مشتاق و شیدا نہ تھا۔ لیکن جنگل کی سخت آشکاری سے وہ آج بڑا گھبرایا ہوا سا تھا۔ اوسنے کہا کہ میرے تمام ساتھی جنگل مین ہلاک ہو چکے ہین اور ترکون نے عمداً اونکو سمیر فرض کیلیے وہان بھیجا ہے۔ اسمیں اسنے جو یونانیون کی نشانہ اندازی کی نسبت کوئی عمدہ رائے نہ رکھتا تھا۔ اوسے بڑی تشفی دلائی اور کہا خاطر جمع رکھو تمہارے ساتھی بالکل بخیریت ہونگے۔ مگر اوسے اطمینان نہ ہوا۔ اور مینار سے جلد جلد نیچے اتر گیا۔ اور پھر سو سو اپنے ہموطن ارنودون کو جمع کر کے جنگل مین گھس گیا۔ جہان اونکی پہنچنے پر آشکاری پہلے سے دگنی ہو گئی۔

بجانب میدہ دو سو ارنود ایک یونانی مورچہ کیطرف جو پلا دیہ کے دہن مین تھا بڑھ رہے تھے۔ اور صفین پھیلا کر یونانی خندق سے آٹھ سو گز کے فاصلہ تک بڑھ گئے تھے۔ جب وہ پانچ سو گز سے بیمارگی پانچ سو رائفلون کی آگ برسانی شروع کر دی جسے دیکھکر کئی فقط کو خیال گذرا کہ ہادر البانوی تباہ ہو گئے نصف البانوی زمین پر گر پڑے اور باقی دائین بائین پھیل گئے۔ اور نسبتاً زیادہ احتیاط سے آگے بڑھنے لگ گئے۔ جو گرے تھے۔ اونکی نسبت قیاس کیا گیا کہ وہ ہلاک یا زخمی ہو گئے ہین۔ کہ اتنے مین وہ بلکیت کھڑے ہو کر اپنے ساتھیون کے ساتھ پیشقدمی کرنے لگ گئے۔ اونہین کھڑا ہوتے دیکھکر ہمین تعجب اور کمال خوشی ہوئی۔ وہ اصل بندوقین سر نگون کیے زمین پر لٹکتے ہے یونانی گولیون سے ایک بھی زخمی یا شہید نہ ہوا تھا۔ اس غیر حرکت مین البانیون نے دوقدمین سو گز اور طے کیے۔ اور یونانی اون سے چار پانچ سو گز کے

فاصلہ پر رہگئے۔ دہان البانوی ایک چھوٹے سے کمارہ پر جو سمیدانین تھا پہنچ گئے اور فریقین ایک گھنٹہ تک ایکدوسرے پر پے در پے ہاڑہین چلاتے رہے پھر ترکی کمانڈر کے حکم سے واپس ہو جانیکا بگل بجا دیا گیا۔ مگر البانوی لڑنے کا نام نہ لیا۔ سپہ پگلی کو ایک افسر نے آدھا فاصلہ آگے بھیجا گیا لیکین وہ تو برابر ہاڑہین چلاتے رہے۔ آخر افسر نے اون کے پاس جاکر پگلی سے واپسی کا بگل بجوا دیا۔ اور پھر کہین جاکر وہ چین سے بیٹہ سکے۔ اس لڑائی میں دو تین تین کی ٹولیون میں پہپھوٹے جب وہ گاؤن پہنچے تو سٹرانگری نے اون کی گنتی کی وہ سب کے سب بانیہ ضلع توسی ہیکل اور اشد میباکی خاص تھے جن کو خیالمین یہ کل کارروائی یا کمال تفریح بخش کھیل اور اول درجہ کی سنسنی خیز تھی۔ البانوی بھی چھوٹی چھوٹی ٹولیون مین واپس آگئے۔ انکو چہرون سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ واپس آنے پر رضامند نہ تھے۔ دونون جماعتون سے ایک آدمی ہلاک نہ ہوا۔ صرف دو تین زخمی ہوئے۔ یہ امر واقعی حیرت بخش ہے اور اسی سے یونانیون کی نشانہ اندازی کا بیہودہ اور بالکل ناقص طریقہ عیان ظاہر ہوگیا ہے۔ دونون جماعتون کی واپسی پر ہم بیانا سے نیچے اترآئے اور درختون کی ایک جھنڈ کے سایہ مین دوپہر کا کہانا کھایا اور اس وقت تین بجے کا عمل تھا۔ اور ہم باطمینان میٹھے ہوئے تھے کہ اتنے مین چارون طرف غیر معمولی سناٹا دیکھنے مین آیا۔ تمام تیرستان کی بلند دیوار پر چڑھ گیا۔ اور دیکھا کہ ترکی سپاہیون کا آخری دستہ گاؤن کی شمالی جانب سے آہستہ آہستہ باہر نکل رہا ہے۔ اور دوسری طرف یونانی سکہ شدہ (شکستہ تولی) بہ عجلت جنگل سے نزدیک وسیلو کیطرف بڑہے آرہے ہین مینیوپی پارٹی کو تعجیل پہر ٹہہرنے کا حکم سنا دیا۔ اور چند لمحون مین ترکون کی عقبی دستے سے جا ملے۔ پھر ہم آہستہ آہستہ کرلی کیطرف روانہ ہوگئے۔ جہان یہ سری حقی پاشا سے طویل گفتگو ہوئی۔ وہ نہایت شفقت سے پیش آئے اور فرمایا کہ کئی دنون تک وسیلو پر دوبارہ حملہ نہین کیا جائیگا۔ پھر یکمال نوازش اپنی گاڑی پیش کی۔ انکی پیشکش کی وجہ سے ہماری گاڑی درست ثابت ہوئی۔ سکو لسکی پر پہنچی جو پہلے فیصلہ کن حملہ نہ ہوا۔ سیر انگھوڑا ایسا تھک گیا تھا کہ اوس مین چلنے کی سکت باقی نہ رہ گئی تھی۔ ایک ہرمن نامہ نگار نے مجھ پر اور میرے بھرپانی اپنی گاڑی مین جگہ دی جس پر ہمنے حقی پاشا کی گاڑی پر جانے کی ضرورت نہ رہ گئی +

لاریسا مین آخری دن

ہم لاریسا رات کو آٹھ بجے پہنچے اور کھانے کے بعد شیر سے بہت عرصہ گفتگو ہوتی رہی اسی گفتگو کے دوران مین اور ہمارے پاشا نے یونانیون کو بیکار رہنے سے میدان مین نکلنے کی ترغیب دلانے کی عجیب و غریب تجویز سنائی تھی۔ پاشا موصوف نے کہا کہ بدون پہلے کوئی معرکہ کی کارروائی نہ ہوگی ہمارے پیچھے گھرین نہایت خرمدی کا رہے۔ میرو بتاسف تمام علی الصبح سالونیکا روانہ ہو جانیکا اعلان کر دیا۔ پھر وادی پنیوس کو پھلانگتے ہوئے ماسونا کا ٹرینڈ اور سٹرومس کو ساحلی راستہ کو دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔ ہنوالاصفا اور سرخی کی سڑک کی بجائے جہین ہمین دھیرو دولت گذرنا پڑا تھا۔ تین گھنٹہ صدر راستہ سے جانیکا فیصلہ کیا +

ویسٹرو

سمارہ کا تیسرا آخری دن ۱۲ ہو مئی سے پیشتر ہی جانب سالونیکا روانہ ہوگیا۔ اسی کے مقابلہ کی سڑک اور ۱۹ ویں کے مساوی التوائے جنگ ختم ہوتا ہوا۔ اس دن ہمارے دونون دوستون کی نسبت لڑائی کی جب پانہ پر اوزیا سخت ہوئی تمام یونانی پوزیشنین بالخصوص ویسٹرو اور ڈوکوس کی نہایت مستحکم تھین۔ جون جون یونانی خاص اپنی کمک کیلئے

دیکھا جاتا رہا۔ ترکی فوج کی تجمع ہو گئیں اور جب لڑائی کا تقاضا بھی زور پکڑتا گیا۔ مزید برآں ۱۰ اپریل کی فتح سے جب کہ موسکی نے نیم سے بریگیڈ کو نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کیا تھا یونانی سینہ کی فوج کا حوصلہ بھی بہت بڑھ گیا تھا بجز اس کے موسکی قابل سپاہی ہے۔ وہ تحکم و مناسب مقام کو منتخب کر کے اُسے مضبوط و مورچہ بند کر لیتا۔ اور اپنے سپاہیوں میں حوصلہ و جرأت پیدا کر دیتا اچھی طرح جانتا تھا۔ سر رشیلڈ لکھتے ہیں میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہفتہ کی دوسرے ہی دن علی الصبح یکم مئی کو لاریسہ سے یہ بری خبر ملک کر لی پہونچی تھی آئندہ چند دنوں میں بھی رفتہ رفتہ طوں کی کمی پٹیشن بطور ملک بھیجے گئیں اور ۲۵ مئی تک حتمی کو پاس ۱۰ ہزار آدمی ہو گئے۔

یونانی خطِ مواصلت براہ ولو سے ولو تک تقریباً تیس میل کی بلندی میں پھیلا ہوا تھا یہ خط دراصل پلیون تھی جبتک یونانی اس پر متصرف رہے اور مکمل آمد و رفت میں بہت آسانی و سہولت رہی۔ جدھر غنیم کا دباؤ زیادہ ہوتا وہ فوراً اسی طرف کمک بھیج سکتے تھے۔ ۱۰ اپریل کی لڑائی میں جتنے کئی ڈویژن فرسالہ سے دلشینہ فوجیں لائی گئی تھیں۔ اس مرتبہ دہم پاشا نے دلشینہ و فرسالہ پر ایک ساتھ حملہ کرنیکا عزم کیا۔ تاکہ اگر یونانی اس لائن کو نہ چھوڑیں تو دونوں میں سے کسی ایک موقعہ پر کامیابی ہو جانیسے دوسرے موقعہ کو بازو کو پلٹ دیا جاوے۔ چنانچہ پاشا موصوف نے تین ڈویژن دوم سوم و چہارم لاریسہ کے جنوب سے فرسالہ کیطرف روانہ کر دیئے اور ایک ڈویژن تریخالہ سے کاروبیسہ کیطرف بڑھا۔ ساتواں ڈویژن جو ابھی جمع ہو رہا تھا الاصونا سے جنوب میں آگیا۔ اور ایک کثیر التعداد فوج خود الاصونا سے بجانب جنوب بیس میل کے فاصلہ پر ڈسکاٹا میں مقیم تھی تریخالہ اور فرسالہ کیطرف روانہ ہو گئی۔

بقول سر کولم شیرنے حتمی پاشا سے وعدہ کیا تھا کہ سوم ڈویژن (زیر کمان ممدوح) اُسے مرکزی حملہ میں مدد دیگا اور حمدی پاشا کا چوتھا ڈویژن انتہائی بہمینہ پر اوسکی دستگیری کرے گا۔ دلشینہ میں یونانیوں کی پوزیشن گو طبعاً ہی نہایت محفوظ تھی مگر موسکی نے مورچہ بندی وغیرہ سے اسکو اور بھی مستحکم کر لیا ہوا تھا۔ یہ پوزیشن زجانب سینہ سیفالو کی پہاڑی سے شروع ہو کر بجانب پلاوتپہ کی عمودی چٹانوں تک چھ میل کے طول میں پھیلی ہوئی تھی۔ موسکی نے اپنی پندرہ ہزار سپاہ کی حفاظت کیلئے اونچے مورچے بنائے تھے بڑے بڑے دیوں کی گردنوں کے برابر تھے۔ اور پلاوتپہ پر چھ پہاڑی توپیں نصب کر دی تھیں۔ پلاوتپہ اور سینہ سیفالو کی درمیانی پست پہاڑیاں جو قدرتاً ہی چوٹی کی شکل کی تھی۔ مصنوعی مورچوں اور دیدوں کو اور محفوظ اور سہی مستحکم کر لیگئی تھیں کہ سامنے کیطرف سے اونچے نقصان کثیر اٹھائے بغیر حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ سر کولم نے دلشینہ کی دوسری لڑائی کو حالات بہت مکمل لکھا ہے۔ حالانکہ یہ محاربہ کی سخت ترین لڑائی نہ تھی سخت ترین لڑائیوں میں سے ایک تھی۔

ترکوں نے حملہ کرنیسے پہلے سینہ پر حمدی کو پہنچ جانیکا انتظار کرنیں مناسب سمجھا۔ تاکہ حمدی کا ڈویژن سینو سیفالہ کے اردگرد کے برابر پیشقدمی کر کے یونانیوں کو پسپر کو الٹ دینے سے بچاوے اسموسکی کی فوج کو مشرق کیطرف ہٹا دے۔ اور بشرط امکان عقب میں پہنچکر فوج مذکور کی واحد راہ بھی بند کر دے۔ ہمٹی کو غیر مفصل جزوی سی لڑائی ہوئی۔ یونانیوں نے آسمین فاتح رہنے کا دعوے کیا۔ شاید اس لئے کہ ترک پوری مستعدی سے حملہ کرنیکے بغیر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

حمدی پاشا کیفیت سے یونانی قلب کو پسپر کیطرف بڑھا اور آٹھ ہزار پیدل فوج اور پانچ بٹریاں اس قلعہ زینیم کے مقابل

صف آرا کین آتشباری فی الواقع نہایت ہی سخت تھی۔ انگریزی جہاز ہم آئیگا کا کمانڈر کپتان بلیم یونانیون کے سب سے اگلے مورچون مین تھا۔ اوس نے مجھسے ذکر کیا کہ یہ قیاس مین نہین آسکتا کہ کبھی اس سے زیادہ سخت کوئی آتشباری ہوسکتی ہے یا کوئی فوج اوس سے زیادہ شجاعت و بسالت دکھا سکتی ہے جو ترکون نے پیشقدمی کے متواتر پر دکھائی۔ ہم اوس دن بندرہ دولون مین ایک یونانی جنگی جہاز مین نظر بند تھے اور ۱۱ بجے سے لیکر ساڑھے چار بجے تک لڑائی کا شور و غوغا سنتے رہے تھے۔ اوس سے زیادہ مہیب گن و کرک کبھی قیاس مین نہین آسکتی گولہ باری ہی نہایت سخت اور مسلسل نہ تھی بلکہ یہ فعلی آتشباری بھی غضب ڈھا رہی تھی۔ میدان جنگ و متواتر فتح و نصرت کی پرچے چلا رہے تھے جن سے یونانی پھولے نہ سماتے تھے۔ سموسلسکی نے خبر دی کہ مینی ترکون کے سات متواتر حملون کو پسپا کرکے عظیم کو سخت نقصان پہنچایا۔ میرے سپاہی دشمن کی خون مین تیر رہے ہین۔ مگر اصل کیفیت یہ رہی کہ جب ۵ بجے کی شام کو لڑائی بند ہوئی تو اوس وقت تک ترکون نے یونانیون کی مورچونکی دو قطارین فتح کرلی ہوئی تھین۔ اور تیسری قطار سے صرف چار سو گز کے فاصلہ پر تھے۔ یونانی مورچونکی کل چار قطارین تھین۔ ہان یہ درست ہے کہ ۵ بجے کی لڑائی مین یونانیون کا چندان زیادہ نقصان نہوا جس کی برعکس ترکون بالخصوص البانیون کو جو حملہ کنندہ فریق تھے بہت نقصان پہنچا۔ یونانیون کی پانسو سو زیادہ قتل و مجروح نہ ہوئے۔ دوسرے دن ۱۰ بجے کو سموسلسکی دشمن کو چھوڑ کر بجانب جنوب ہالیروس کیطرف ہٹ گیا۔ اوسے ایسا کرنیکے لیئے ڈیوزیشنہ کا حکم پہنچا تھا۔ لیکن اگر حکم نہ بھی پہنچتا تو بھی فرسالہ کے فتح ہوجانے اور باقی یونان دوچکو دوموکوس کو ہٹ جانے کیوجہ سے اوسکے لیئے ضروری ہوگئی تھی۔ اگر وہ وسٹینو پر قائم رہتا تو ترکون سے گھرکر اُسے حاطہ مین آجاتے۔ اوس نے مجموعہ کا قابل تعریف انتظام کیا۔ سیطرح کی بے ترتیبی نہ ہونے پائی۔ اوسکا بقیہ دستہ شجاعانہ ہمت کے ساتھ ترکونکے مقابلہ پر قائم رہا۔ اور اسطرح ترکون کو سموسلسکی کی روانگی سے ۴ گھنٹے بعد تک علم نہ ہوا کہ اوز کا دشمن پہنچ سے نکلگیا ہے۔ یہ دستہ رسٹی کی رات تک پلاگوپتہ کی سربفلک بلندیون پر قابض رہا۔ پھر رات کو وہ دولجا کر وہان سے جہازون پر لایا گیا۔ ۱۰ ویم پاشا رسٹی کو فرسالہ سے وسٹینو پہونچے۔ مدوح پاشا تیمیلڈوڈیزن لیکر رسٹی کو پیلی اون کی شمال مشرقی جانب سے ہتا ہوا دولو کے قریب پہنچا۔ جہان فیلقم کی کوئی معقول جمعیت نہ پانے پر وہ وسٹینو کو اور وہان سے فرسالہ کو ہٹ گیا۔ یہ ڈویژن ڈوکوس کے معرکہ مین شریک ہوا تھا۔

دولو مین اضطراب و بیچینی

درینولا و دولو (خلوص) مین فوج فوج کی تشویش مستولی ہو رہی تھی۔ یونانی سپاہ اور بھگدڑ مچ رہی تھی وہ رسٹی کو (جمعہ و نجمبہ) وسٹینو سے بندرگاہ مین گاہ بگاہ داخل ہوتے رہتے تھے جہازون پر سوار ہونیکے لیئے اسمین کئی دفعہ دھینگا مشتی ہوئی جسمین غیر فوجی بادی بالخصوص عورتون بچون اور بیمار جمعین کو بہت نقصان پہنچا۔ رسٹی کو انگریزی قونصل مسٹر مرلن نے مجھسے بیان ملاقات بیا کیا کہ دولو مین سخت چھوت چھیل رہی ہے۔ اور حبشی قونصلین کیساتھ ترکون کی شہر کیطرف بڑھنے پر سخت مشکلات پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ انکو ایکطرف اگر اور دوسری طرف پانی ہوگا یعنی ایکطرف یونانی جنگی جہاز بندرگاہ مین موجود ہونگے اور دوسری طرف شہر مین آگ دھڑ دھڑ رہی ہوگی۔

[illegible] ترکون کو شکایت والی کہ ترکی سپاہ کمال خوش اطوار ہے۔ اوس سے شہر الون کو کوئی تکلیف نہین پہونچیگی پھر اُسے

نصیحت کی۔ کہ جونہی لڑائی ختم ہو اور ہم پاشا کی پاس تک صدمہ پہنچا کر اون سوتر کی ہیڈ کوارٹری سٹاف اور نظام سپاہ کی حفاظت و حمایت کی التجا کیجائے۔ تو نصلون نے اس مشورہ کو پسند کیا اور مرمتی کو علے الصبح ویٹینو روانہ ہو گئے۔ جہاں مشاورین سے بشفقت پیش آئے اور حفاظت مطلوبہ کا انتظام کر دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ آخر بک کو ولو پر قبضہ کرنے کیلئے ویٹینو اور ایک سالار دیکر نفر روانہ کر دیا۔ اور اپنی ماتحتہ اہالی شہر کیطرف یہ اعلان بھیجدیا کہ اگر اونہون نے بلا مقابلہ اطاعت قبول کر لی تو اونکو جان مال کی حفاظت کی جائے گی۔ آخر بک نے اعلان مذکور شہر داردن کے جمع غفیر کو باواز بلند پڑھ کر سنایا۔ جسے سنتے ہی مایوس ہو گئے اور سلطان معظم کی درازی عمر کیلئے زور شور سے نعرے لگائے۔

ولو مین ترکون کو داخلہ کے حالات مسٹر ٹیوس نے بنایت دلچسپ پیرایہ مین تحریر کیئے ہین جن لوگون نے موجودہ یونانیون کو دیکھا ہے وہ بآسانی سمجھ سکتے ہین کہ مسٹر موصوف نے جو تحریر مین سبالغہ کو بالکل دخل نہین دیا۔ اوکا بیان ہے کہ یونانی باشندے عجب ہراسان تھے جسقدر دیہاتی بھاگ سکے وہ بھاگ گئے ہوئے تھے۔ پھر بھی بازارون مین دورویہ بیشمار لرزان و ترسان باشندون کی صفون پر صفین کھڑی تھین جن کو یہی توقع تھی کہ بس اب ایک آن مین ترک داخل ہوتے ہی سب کو تہ تیغ کر دین گے بعض اخلاص سمونہ کیلئے ترکی ٹوپیان پہن لی ہوئی تھین اور جب آخر بک داخل ہوا تو فرنگیانہ ٹوپیون کیطرح سلام بجالانے کیلئے اون کو سر سے اتار دیا انہین سرتاسگی مین یہ یاد نرہا کہ ترک کبھی ٹوپی سر سے نہین اٹھاتے۔ کئی ہمارے گھوڑون کو تھامرحمتی کیلئے دوڑے آئے۔ سلطان کے یاد کو ساتھ تھین نامہ نگار۔ دو خواص اور ایک سو شہر مین داخل اور پیر متصرف ہو گئے۔ باشندے بارنگ رو باختہ اس حملہ کنندہ جماعت بیکران کے پیچھے پیچھے ٹون ہال کیطرف چل پڑے۔ اہالی شہر ایسے خوفزدہ ہو رہے تھے کہ کچھ عرصہ تک باضابطہ قبول اطاعت کی دستاویز پر دستخط کرنیکو لیئے شہر کا کوئی رکن دستیاب نہ ہو سکا۔ آخر ایک معزز ملگیا۔ اور اُسنے دستاویز پر دستخط کر دیے جسکے بعد سلطان کے یاورنے جھر جھری کہکر اعلان کر دیا۔ کہ ہن پیلہ و سلامت و باشندون کی جلا تمام بعد الجہد کامل حفاظت کرینگے اس کہتے ہی ٹوپیان اور دہشت زدہ یونانیون مین پھر از سر نو جان پڑ گئی۔ اور وہ عثمانیہ رحم و کرم سے ایسے خوش ہوئے کہ بیساختہ سلطان معظم کی درازی عمر و اوج و اقبال کیلئے نعرے مارنے لگ گئے۔ اور وہی یونانی جو بیحکم و قت ذات شوکت سمات کو نظام و سفاک کہہ رہے تھے اب صدق دلسے اوس کیلئے دعائین کر رہے تھے۔

تو نصلون کو تھوڑا سا اندیشہ تھا کہ مبادا یونانی جہاز ترکون کے دخل ہونے پر شہر پر گولہ باری و شروع کر دین مگر میرا بحری قدیم امیرالبحر ٹاٹیلوس ایسا بیتوف نہ تھا کہ چند ترکون کو توپ سان پہنچا سکنے کی توقع پر ایک یونانی شہر کو برباد کر دیتا۔ وہ اوسی شام ہالیروس کو روانہ ہو گیا۔ ترکی سپاہ کا چلن دیگر مقامات کیطرح تو ولو مین بھی قابل تعریف رہا۔ ولو اور ویٹینو سے ترکون کو سامان حرب رسد کی وافر مقدارون کو علاوہ چھ توپون کے غنیمت مین ملین۔ یہان تو ولو مین بھی پہلے جزیرہ یونانیون نے ایسی چیزون کو جو غنیم کے کارآمد ہو سکتی تھین کسیقدر تلف کیا اور یہان تک بری دیہری کل ناریتی سلسلہ کے درختون کو کاٹ دیا اور کوئی درخت بھی توڑ نہ چھوڑا جو غنیم کے کام آ سکے۔

۱؎ سیلیو پاکو کر جہاز کے ہمراہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ء مین شریف لائی۔ اور یہان سے متعلق کی مہمات ملک و ولایت کا انجام مین تمام کیے گئے۔

ویسٹینو کی دوسری لڑائی کے درست حالات معلوم کرنا کسیقدر مشکل کام ہے۔ اوسکی کیفیت سب سے بہترین پرایہ مین مفصل و مشرح رائٹر یحیی کے نامہ نگار نے جو یونانی فوج کے ساتھ تھا تحریر کی ہے جسکو یہان بجنسہ درج کر دیا جاتا ہی:-

"ترکی حملہ پہاڑی کاراڈاون کے شمالمغربی جانب پر شروع ہوا۔ یہ پہاڑی موضع ویسٹینو کے عین اوپر واقع ہے۔ ترکون نے ایک پہاڑی پر جہان سے کاراڈاون کیسقدر زدمین تھی۔ ایک کوہی باتری نصب کی ہوئی تھی۔ اور اوہر یونانیون نے متذکرہ بالا پہاڑی پر ایک کوہی باتری قایم کی ہوئی تھی۔ لڑائی کی ابتداء ان دونون باتریون نے کی۔ اور تھوڑی ہی دیر مین یہ واضح ہوگیا کہ ترکون نے جاجی سبی سے یونانی پوزیشن پر اور ریزو میلوہ سے وادی ویسٹینو اور اوس درہ پر جو دو لوکیطرف جاتا تھا۔ حملہ کرنیکا ارادہ ترک کر کے اب یونانی سینہ کو یونانی میسرہ سے جدا کرنے اور یونانیون کو ایکٹن سے دوسری طرف حسب ضرورت فوج بھیجنے کے قابل نہ چھوڑنے اور ریلوے لائن کو بمقام ایرانا قطع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔

اس جدید نقشہ حملہ کیوجہ سے جنرل ہوسلنکی کو اپنی صف کا رخ عین شمال سے شمالمغرب رویہ کرنا پڑا۔ یہ کام دنے سے پہرے سے پہلے پہلے کامیابی کے ساتھ کر لیا۔ کاراڈاون پہاڑی اور متصلہ بلندیون کی یونانی باتریون نے حسب معمول قابل تعریف کام دیا۔ اور ترکون کو ویسٹینو کیطرف آگے نہ بڑھنے دیا۔

ایک اور دو بجے کے درمیان ترکی فوج پیدل کاراڈاون پر حملہ کرنیکے لیئے نہی طرف کی بلندیون سے آگے بڑہی اور یونانیون پر آتشباری شروع کی جسکا یونانی فوج پیدل نے ترکی یہ توپون کو جواب دیا۔ گولہ باری خوب زور پر تھی کہ بارش بڑے زور سے شروع ہوگئی۔ اور ترک مطلع کی تاریکی سے فایدہ اٹھا کر آگے بڑہ آئے۔ مگر یونانی پیدل فوج بارش مین بھی برابر لگاتار باڑہ مین چلاتی رہی۔ بارش کے تھمنے پر یہ غلط خبر اڑی کہ ترکی سوار حملہ کیئے چلا آتے ہین۔ اس سے یونانی پیدل فوج کی صف چند لمحون کے لیئے ڈگمگا گئی۔ چند جگہون سے وہ شکست ہوگئی اور پیچھے ہٹنے لگی۔ مگر افسرون نے اونکو پھر قابو مین کر لیا۔ اور اتشباری بالتوقف اسی زور و شور سے ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترک ایک سرے سے دوسرے سرے تک پسپا کر دیئے گئے۔

۵ بجے کے قریب ترکون کو غالباً الدیسے سے رسد پہنچگئی۔ یونانی فوجون نے وقت یہ مشہور ہوا تھا کہ غازی عثمان پاشا ترکون کی کمان کر رہے ہین۔ وہ ایک پہاڑ کے پہلو پر بہمیت کثیر جمع نظر آرہے تھے۔ جہان سے وہ یونانی میسرہ بالخصوص ویسٹینو کے سامنے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیون اور سطح مرتفع پر حملہ کرنیکے لیئے حیرت انگیز باقاعدگی اور ضرب صف بندھے ساتھ آگے بڑہے۔ ترکون کا پاس توپخانہ تھوڑا تھا اور انکی کوہی باتری انکی عمدگی کام دیتا تھا۔ تاہم انکی پیدل فوج قابل تعریف باقاعدگی سے باڑہ پر باڑہ چلاتی۔ باقاعدہ صفون مین آگے بڑہی آئی۔ لیکن انکی آتشباری بھی بالکل بیکی تھی۔ گو یہان کرہ ہوائی مین اونچی جگہ یونانی صفون کو بہت پرے میدان مین۔ بگڑتی رہین لیکن صفون پر یونانیون کی دوسری اور آٹھوین رجمنٹ متعینہ مین رہنہایت ثابت قدمی کساتھ اپنے موقعہ پر قایم رہکر باڑہ پر باڑہ چلاتی رہین جس سے ترکی صف کئی دفعہ ڈگمگا گئی۔ اور یونانی توپخانہ بھی قابل تعریف کام دیرہا تھا۔ اس کا گولہ ایکبعد دیگرے ترکی صفون مین گر رہے تھے۔ اس بوچھار کی تاب نہ لاکر ترک تھوڑی دیر کیلئے پیچھے ہٹ گئے اور تازہ کمک سے آراستہ ہوکر یونانی باڑہون اور گولون کی اندھا دھند بارش مین بالکل بیپرواہ نہایت شاندار طریقہ سے پھر آگے بڑھے

لیکن اس سے بھی ذکر بیٹھے رک جانا اور پھر لوٹ کھا کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ پہاڑیوں کی سطحین مردوں اور زخمیوں سے پٹ گئیں ترکوں نے دو مزید بٹالینوں کی کمک پہنچ جانے پر پھر تیسری مرتبہ کارلوادن اور وسٹینو کی متصلہ پست پہاڑیوں کے سلسلہ پر حملہ کیا جنرل سوسنکی دوسرا سکوبلیاں بنا ہوا اپنی فوجیں برق وش پھرتی سے ادھر ادھر پھیر لگا رہا تھا۔ اس نے سپاہیوں کو ان کی مردانگی کے کارنامے یاد دلا کر تاکید کی کہ بشرطیکہ ضرورت ہو آخری دم تک لڑتے رہیں اور جب تک تھسلی کی مقدس سرزمین ان کے خون سے سیراب نہ ہو جائے لڑائی سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ یہ الفاظ جادو کا کام کر گئے۔ سپاہیوں نے انتہائے جوش بھر دیا۔ اور باقاعدہ بتیاعدہ کل سپاہی حتی کہ غیر مسلح لوگ بھی رفیقوں کو خوب مضبوطی سے پکڑ کر ترکی توپوں کی عمارتوں کی گولہ باری کی علی الرغم ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اپنی پوزیشن کی حفاظت کیلئے جمع ہو گئے۔

"بالآخر یونانی صفیں بہادر ترکوں پر چند بار تین چار لیکے بعد مورچوں کی پناہ سے باہر نکل آئیں اور دلیرانہ پرجوشی سے غنیم پر حملہ کر دیا جس سے محض بھر کیلئے ترکوں کے قدم ڈگمگا گئے۔ پھر وہ اپنی طرف کی پہاڑی سلسلوں کی پناہ حاصل کرنے کیلئے بدترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے اور یونانیوں کو اس معرکہ میں شاندار فتح نصیب ہوئی۔ صفوں کا رخ بدلنے کے باوجود اور علاوہ دشمن کی تعداد غالباً ان سے زیادہ تھی یونانی شام کے وقت برابر ہر موقعہ پر بدستور قابض و متصرف تھے۔ ترک دن بھر کی لڑائی میں اونچی کسی جگہ سے پیچھے نہ ہٹا سکے تھے دونوں فریق لڑائی پر پسینے پسینے ہو رہے تھے کہ اگر رات نہ پڑ جاتی تو وہ ابھی بس نہ کرتے۔ سوسنکی نے اس کمال مستحکم موقعہ کو منتخب کرنے سے نہ صرف اپنی قابلیت کا کامل ثبوت دیدیا بلکہ یونانیوں کی غیرت بھی رکھ لی۔ مزید برآں اس معرکہ میں یونانیوں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ ان میں اعلیٰ درجہ کا سپاہیانہ اوصاف موجود ہیں۔ اور کہ اگر افسر قابل ہوں تو وہ بمعدگی و شجاعت لڑ سکتے ہیں جنرل سوسنکی کو بھی طرح سے معلوم تھا کہ ترکوں نے ابھی اوسکی خاصی نہیں کی چنانچہ اسنے اپنی پوزیشن کو استحکام کیلئے کمک کی درخواست کر دی۔ فریقین کے نقصانات کا اندازہ کرنا سردست ناممکن ہے۔"

۲۰ مئی کے معرکہ کے متعلق یہی نامہ نگار نے حسب ذیل تحریر کیا ہے۔ دوسرے دن پو پھٹتے ہی لڑائی شروع ہو گئی صبح کی نورانی روشنی میں میدان جنگ کا نظارہ کمال دلفریب تھا۔ پائین میں پست پہاڑیوں سے محیط مرد اور میدان موجود تھا جس کی صرف شمالی جانب جہاں وہ تھسلی کے میدان عظیم سے ملحق ہوتا ہے پہاڑیوں سے خالی تھی اور افق میں جھیل ترلہ کا درخشان پانی اور کوہ اولمپس کی برف پوش چوٹیاں چمک رہی تھیں۔

"کارادا دن کا شمال مغرب میں بارہ چودہ ہزار ترک پہاڑیوں کا ایک سلسلہ بہ قابلیں تھے۔ ایک کوہی باتری بلند ترین چوٹی پر اور ایک میدانی باتری ولیسٹینو کے مشرق میں ایک اور پہاڑی کی چوٹی پر نصب تھی سلسلہ کارادا دن چوتھا سالکی ترک جس کی منزلی جانب کی زد میں ہے یونانی انفنٹری صف آرا تھی۔ اور ولیسٹینو سے اوپر کی سطح مرتفع پر میدانی توپوں کی ایک باتری منصب تھی۔ اس پوزیشن کی دشمنی جانب کے میدان کو دو میل کی تین چوٹیوں پر کوہی باتریاں اور ولیسٹینو سے شمال مشرق کی طرف کے میدان میں ایک یونانی میدانی باتری منصب تھی جو کہ توپ خانے سے کوفت نقصان پہنچاتی رہی۔ کارادا دن اور ماریڈیہ فضا کی درمیانی وادی کو دو ماز پر چو یونانی صفیں تھیں۔ وہ بلا تعالیم رہیں۔"

(۱) دوسری جنگ جنوری ۱۸۹۷ء کی جنگ عظیم ہے جو کہ مرکز اور مقابل ترجمہ شجاعت کہلائی۔ سرحد پر ازان ترکستان اور ترکمانی علاقہ میں بھی یا نتائج تھے۔ (۲) اوغانیان سفاکی و خونریزی کا مرتکب ہوا (وہ جو ان ہوا)۔

کی رات کو جنرل تھومسکی نے اپنے جدید میسرو کی نوجلکو کلک پہنچا دی تھی۔ اور اسکی انفنٹری نے پیشقدمی کرکے کاراداغان کے کراوان کی چوٹی اور اسکی میدان کیطرف کی جنوبی مشرقی جانب پر قبضہ کرلیا تھا۔

ترکوں نے سب سے اول سطح مرتفع والی یونانی باتری پر حملہ کیا۔ یہاں چھ سو فٹ کے مکمل تیزی کے ساتھ گولہ باری ہوتی رہی۔ دریں اثنا ترکی فوج پیدل نے کیولری کی آڑ میں میدان کے جانب یونانی سینہ پر حملہ شروع کر دیا۔ اسکو ترکی انفنٹری نے اون یونانی صفوں پر جو وضع ۱۰ سے اوپر تھیں پرمستی حملہ کیا۔ ترکوں کی ایک کوہی باتری فاصلہ پر ایک بلند چوٹی پر تھی۔ اور ایک میدانی باتری میدان کیطرف کی جنوب مشرقی ڈھال پر نصب تھی۔ ان دونوں توپخانوں کو حملہ میں مدد دی۔ مگر یونانی انفنٹری نے جو کرارہ کی پشت پر تھی۔ اور گاؤں سے مشرق کیطرف باتری نے جو ترکوں پر خوفناک آگ برسا رہی تھی اس حملہ کو نہایت بہادری کے ساتھ پسپا کر دیا۔

گیارہ بجے دوپہر کے دوران ترکوں نے یونانی میسرو کا قلب کو منقطع کرنے کیلئے متہورانہ حملہ کیا۔ ترک ایک کرارہ پر اور یونانی اوسکے بالمقابل ایک پہاڑی پر قابض تھی۔ اور دونوں کے درمیان ایک عمیق گھاٹی حائل تھی۔ ترکی ہیبت کی باتری نے یونانی انفنٹری کی پیچھے کرنیکے لیئے سختی کے ساتھ گولہ باری کی۔ مگر اکثر گولے دور گرے اور جو صفوں میں گرے۔ اونمیں سے بہت کم پھٹے۔ لیکن دریں اثنا یونانی انفنٹری نے خوب نشانہ باندھا نہ کر باڑ میں چلانے ترکی صفوں کو چھلنی بنا دیا۔ اور اوپر سطح مرتفع والی یونانی باتری نے اور بھی تباہی برپا کر دی۔

دوسرا بجے ترکی انفنٹری مقابل کی پہاڑی پر کی یونانی پوزیشن پر حملہ کرنیکے لیئے اپنے مورچوں سے گھاٹی میں داخل ہوئی۔ مگر یونانیوں کی رائفل آتشباری نے انکی صفوں کو پراگندہ کر دیا۔ اور پے بعد دیگرے چار گولوں نے عین انبوہ میں گر کر خوفناک بربادی وار دکی۔ باقیماندہ پھر اوس تاریکیوں جو کرارہ سے پرے تھا۔ اور جہاں وہ پہلے قابض تھی پیچھے ہٹ گئی۔ بارہ اور ایک کو درمیان ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھٹا تاری ہوئی۔ مگر ساڑھے بجے میسرو پر اسی زور شور سے شروع ہو گئی میسرو کی طرف سے مکمل حملہ والی یونانی باتری نے دو گولے پھینک کر ایک ترکی کو ہی باتری کو خاموش کر دیا جس کی دو توپیں ان گولوں سے ایک ہی حملہ میں ٹوٹ گئیں۔

ترکوں نے ایوال سے لیک پہنچ جانے پر کاراداغان کی سنوتل جانب کو گھیر لیا۔ دھکا کاٹ کر یونانی میسرو پر سختی کے ساتھ حملہ کیا۔ یہ زمانہ ریلوے لائن کیطرف بڑھے تاکہ اسکو توڑ دیں۔ ترکی انفنٹری شاندار استقلال و ثبات سے سپاہیکی ڈھالوں پر چسپیدہ پوزیشن کی طرح چڑھ آئی۔ جہاں سے اوسنے یونانی سکرمشرکی پہلی صف کو پیچھے ہٹا کر اون سے دو کو ہی توپیں چھین لیں۔ مگر یونانیوں کی دوسری صف نے پھر موقعہ پر قائم رہکر ترکوں کو مزید پیشقدمی سے روک دیا۔ جو ایک مخفی باتری کی مدد سے جو باڑ میں نظروں سے اوجھل تھی یونانی میسرو کو سیٹ جاریج کر راہب خانہ کیطرف ہٹا دینے اور جنرل تھومسکی کے ڈویژن کو نرسالہ کے ڈویژن سے جدا کرنے کی کوشش کر رہی تھے۔ دونوں میسرو کے شرقی حصہ کے سوا کل صف پر آتشباری بند ہو گئی۔ اوس حصہ میں کہی کہی باڑ میں چلتی رہیں مدتکی نئے سرے سے ایک اور کارروائی شروع کی جس کیلئے غالباً وہ سارا دن تیاری کرتا رہا تھا۔

میں اور دیدہ دغالہ کی چوٹی پر جو درہ دولوک وادی کے مشرقی جانب ہے چڑھ گیا۔ وہاں سے میں نے ترکی سوار دستے کی کئی جماعتوں کو

جھیل تراکہ کے ساحل کو برابر سرپٹ گھوڑے دوڑائے جاتے دیکھا۔ اونکو دائین ماتھہ یونانیون کی میدانی پوزیشن کیطرف توپ خانہ کی لمبی قطار بڑھ رہی تھی۔ ادھر موضع حاجی عیسیٰ و پہاڑیون کے درمیانی علاقون سے ترکی انفنٹری کے کالم عزم بالجزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔

تین بجے ترکی توپ خانہ نے موضع یزر و میلو کے درختون سے الگ کھلے میدان مین قائم ہوکر یونانی قلب پر جو ولیٹینو اور ریدنجا کے درمیانی میدان مین تھا گولہ باری شروع کردی۔ اور پہلے ہی فیر سے معلوم ہوگیا کہ توپخانہ مین گران وزن توپین بھی شامل ہین۔ یہ وہی تھین جو ترکون کو اربہا یین ملی تھین۔ ان توپون سے انہون نے یونانی پوزیشن کے شمالی حصہ مین خوفناک تباہی برپا کردی پانچ بجے یونانی باتریون کا گولہ بارود قریب الاختتام ہوگیا۔ جسپر جنرل ہمونسکی نے حکم دیدیا کہ توپخانہ کا کثیر حصہ بتدریج دولہ کیطرف ہٹا دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کے دوران مین ترکون نے بڑی توپون سے پہلے سے زیادہ تیزی و سرعت کے ساتھ گولے برسانے شروع کردیئے اور تھوڑی ہی دیر بعد موضع ولیٹینو اور نیز مغربی جانب کی کراردون پر قابض ہونا ناممکن ہوگیا کچھ عرصہ بعد ترکون نے شمال اور مغرب کیطرف سے بھی ثبات مردانہ پیشقدمی کی۔ اور ساڑھے سات بجے ولیٹینو پر قابض ہوکر اوسے آگ لگادی۔ ریلوے پل کو اڑا دیا۔ اور ولیٹینو قرسالہ لائین کو کاٹ دیا۔

یونانی فوج کامل طور پر ہزیمت یاب ہوئی۔ اور دولہ کی طرف جانے ملا پہاڑی درہ ترکون کیلئے بالکل کھل گیا۔ یونانیون نے پانچ بجے سہ پہر سے ہی ہٹنا شروع کردیا تھا۔ آدھ یک پوری میدانی باتریان اور نیز چند توپین بخیریت دولہ پہنچ گئین۔ جہان انکو جو جنگی جہازون پر چند توپین جوڑ دی گئی تھین۔ رات تمام تاریک تھی مزید تحفظ کنندگان کی سہولت و راہنمائی کیلئے سپاہیان کی اطراف پر الاؤ روشن کردیئے گئے تھے جن سے شرک کا چھ بتے رہنے مین بڑی مدد ملی۔ بارہ بجے زیادہ تر توپین بچ چھوڑ دیگئین۔ باقی کو نے چھین لین۔

تخمیناً دو سو مجروح ایک ٹرین پر دولہ پہنچے۔ گران وزن توپون کی ایک ترکی باتری نے ٹرین پر چھ سات گولے چلائے مگر اسے کوئی نہ لگا۔ بے خیالین اکثر مجروح میدان جنگ مین ہی چھوڑ دیگئے۔ تعقیبین کی تعداد کا درست اندازہ نہین کیا جاسکتا۔ تاہم یہ یقینی امر ہے کہ یونانیون کی نسبت ترکون کا زیادہ نقصان ہوا۔ کیونکہ جب تک ترکون نے دوسری پوزیشن قائم نہین کرلی یونانی گولہ باری اگلی لائن پر ہوتی رہی۔ مؤرخین یونان کہتے ہین کہ ترکی فوج کی پراگندہ و پریشان حالت دیکھکر اگر یونانی فوج نے تعاقب کیا ہوتا تو ترکی فوج کا ایک حصہ آسانی سے تباہ ہوجاتا۔ مگر یونانی فوج کی امداد کو تو پہنچی۔

دشمن یعنے اوسکا بقیہ السیف بحالت شکستہ و تباہ دولہ کیطرف گیا۔ رات کی تاریکی مین پہاڑون کو گذرتے وقت اس مرجعت و پسپائی کی بھی ویسی ہی ٹھٹی پیدا ہوئی جیسی کہ ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء کی روسی کیطرف کی مرجعت کی ہوئی تھی۔ اور اس مرجعت کیطرح یہ بھی بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ بندوقین سو گئین۔ مگر خوش قسمتی سے یہ وہی آدمیون کیطرف نہ جھونکی گئی تھین کیونکہ اس وقت کسی دشمن کے تعاقب کا خوف نہ تھا۔ نہ ہمارا تھا۔ صرف بقایدہ سپاہی متصل پہاڑیون سے کبھی کبھی ہوا مین بندوقین چلا دیتے ہے جو رات کی تاریکی اور بہدہ کون اور دولہ مین عجب منوحشانہ سراسیمگی پیدا کررہی تھی۔ تمام باشندے مال و اسباب لیکر بازارون مین نکل آئے اور کوہ پیلی اون کی اطراف و جانب کو بھیڑون و دیہات کے

وہ ہتھانی شہر میں گھس آئے جس سے اور زیادہ گڑبڑ پڑ گئی۔ لوٹیرے بھی فوراً برساتی پہن گئے اور لوٹ کھسوٹ کا بازار سب طرف خوب گرم ہو گیا بندرگاہ میں پانچ ٹیمر موجود تھے جن میں دس ہزاروں باشندے مال و متاع لیکر سوار ہو گئے اور ہزاروں چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سمندر جزائر کو چلے گئے۔ گھاٹوں پر اور بازاروں میں بڑی سخت دوڑ پکڑ گئی۔ کہ انگریزی اور فرنچ قونصلوں نے مشترکہ بڑے پیمانہ پر جہاز اور کشتیاں سے باتیماندہ باشندوں کو جان و مال کی حفاظت از شہر کو لوٹیروں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کیلئے انگریزی، اطالین، فرانسیسی اور آسٹرین بحری سپاہیوں کو چند دستے شہر میں بھیج دینے کی درخواست کی تاکہ لوٹیرے شہر کو ترکوں کے پہنچنے سے پہلے ہی جن کی آمد کی برابر توقع ہو رہی تھی تاخت و تاراج کر کے بالکل صفایا نہ کر دیں۔

یہ ٹیمر (وس ٹیمر) جو بندر سے سب سے آخر روانہ ہوا اسوار ہوئے ۱۰۰ مرد و عورتیں اور بیحد جیب اور خزانہ میں اسقدر بھرے پڑے تھے جسطرح ترکوں میں چھوٹی چھوٹی چھلیاں ہوتی ہیں اس مصیبت کو جو کچھ ان بیچاروں پر گذری اسکا بآسانی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

جنگ فرسالہ

جس دن حقی پاشا نے ولیشیو پر حملہ کیا اسی دن یعنی ۵ مئی کو ادھم پاشا نے بذات خود ولیشو کی فوج پر بمقام فرسالہ حملہ کیا۔ وہاں یونانیوں کی جمعیت ۲۵۔۳۰ ہزار کے درمیان تھی بیشر کے پاس تین ڈویژن یعنی رشاد مدرع اور حمدی کے ماتحت ترتیب دوم سوم و ششم ڈویژن جملہ ۴۵ ہزار آدمی تھے۔ اور چوتھا یعنی خیری پاشا کا ڈویژن بجانب غرب کاروسیہ سے چلا آرہا تھا۔ فرسالہ (دیتالجہ) لاریسا سے ۲۰ میل بجانب جنوب دریائی پی اس پراوس میدان کے شمالی مغربی حد واقع ہے جو سینوچیا کی پہاڑیوں سے شروع ہو کر بجانب جنوب جبال اوتھریس تک چلا گیا ہے۔ فرسالہ کوئی بڑا محفوظ مقام نہیں۔ کیونکہ بجانب مشرق ولیشیو کبطرف سے اوس کے عقب میں پہنچا جا سکتا ہے کاروسیہ سے خیری پاشا کی پیشقدمی کا ہی علم ہو جانے سے غالباً یونانی ہیڈ کوارٹر سٹاف ڈو دموکوس کو ہٹ جانیکا جو بنسبت بہت زیادہ محفوظ مقام ہے فیصلہ کر دیا تھا۔

موقع فرسالہ کو لڑائی نہیں کہا جا سکتا۔ وہاں درحقیقت صرف یونانیوں کے عقبی دستہ (وہ مدارری) اور ترکوں کے ہراول دستہ (پیشیدارری) میں لڑائی ہوئی شروع شروع میں جب کہ ترکوں نے کھلے میدان سے گذر کر اون پہاڑیوں پر جو فرسالہ سے چار میل بجانب شمال ہیں۔ حملہ کیا تو انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ یونانی توپ خانہ نے اس موقعہ پر خوب کام دیا۔ اور انکی رائفلی آتشباری بھی معمول سے اچھی رہی۔ مگر جب ترک پہاڑیوں کے قریب پہنچ گئے تو پھر یونانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اون کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں خیری پاشا کا ڈویژن کاروسیہ سے اکر مراجعت کا راستہ بند نکر دے۔ وہ گھنٹوں کی آتشباری کے بعد وہ ریلوے لائن کو مڑ گئے جہاں انکی دو پلٹنوں اور دو بطریوں نے ترکوں کو دو گھنٹہ تک قریب روکے رکھا۔ اسوقت پر اونیروں کی دو کمپنیوں اور غیر ملکی مجاہدین نے قابل تعریف استقامت و شجاعت دکھائی جب ترکوں کو اور زیادہ روکنا ناممکن ہو گیا تو وہ بتدریج پیچھے ہٹنے گئے۔ اور پھر انہوں نے اس کوشش میں پل سے گذر بیکے بعد دیگرے بڑی عجلت سے پیچھے ہٹے۔ پل کے قریب دو ہزار سے زیادہ یونانی سپاہی مجمع تھے جنپر ترکی توپ خانہ نے مہیب ہلاکت بربادی وار دی۔ ۶ مئی کے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف میں اس نظارہ کے متعلق مسٹر ولیم ہیل کی حسب ذیل تحریر شائع ہوئی ہے:

"یونانیوں نے ترکی حملہ کے بارے سے دن بلندیوں کیطرف جو میدان سے اٹھ رہی ہیں پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ مگر ایسا کرتے وقت

اوکو ترکی انفنٹری کی آتشباری کا بری طرح سے نا جگاہ بننا پڑا۔ اوکی سمنہ کو بالخصوص بہت نقصان پہنچایا۔ اور یہ دلاوری و یا عقبی وستہ نے باقی فوجکو بچانے کیلئے اپنی جانین نثار کین جب ہم اوس جین پر پہنچے جسے مدافعت کنندہ خالی کیا تھا تو وان جیتیار مرے پاسے انمین کئی نہایت ہی خوبصورت مٹدوار جسم گھنگریالے بالون والے قوی نیبان نوجوانون کی لاشین تھین۔ ان کی شکلین پرانے زمانہ کی یونانی سنگتراشون کو بنائے ہوئے دیوتاؤن سے بہت کچھ ملتی جلتی تھین۔ افسوس ایسی قیمتی جانین فضول بیگار مین ضائع ہونے کی دیر تھی کہ یہ ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ کیلئے فرصت ندی نہ اپنی آتشباری مین کچھ فرق آنے دیا کارہ کی چوٹی پر پہنچکر عجب شاندار نظارہ آنکھون کے سامنے نمودار ہوگیا۔ دائین بائین ترکی انفنٹری کے کالم بڑھ رہے تھے۔ زیر پا خوبصورت میدان سبز مخمل کیسطح بچھا ہوا تھا۔ اوس کا عرض چار میل کے قریب تھا اور دائین ہاتھ دور تک چلا گیا تھا۔ دو لو کے قریب پہنچکر اور نیز اون پہاڑیون کے دامن مین جو نہر رسالہ کو احاطہ کیے ہوئے ہین یہ تنگ ہوگیا ہے۔ اوس سے پرے اوتھرس کے دیوسار ہیبت دیوار اور عمودی پہاڑ کھڑے تھے۔ تمام میدان یونانیون سے بھرا ہوا تھا جو عرض اوس تنگی پل کیطرف جو میدان کو وسط مین ایک چھوٹے سے نالہ پر ہے چلے جارہے تھے۔ اوکی صفون کی ترتیب کہین اچھی اور کہین ناقص تھی بتر کی تو پخانہ اوّل آگے بڑھ کر نہایت بلند موقعون سے بہاگتے ہوئے دستون پر پے در پے گولہ رسانا شروع کر دیئے۔ ہر گولہ کے گرنے پر بھگدڑون کی تیز رفتاری مین اور اضافہ ہو جاتا۔ مگر اونکو عقبی دستونے جیسا جیسا ہٹکے سامورچے تیار کر لیے ہوئے تھے جن کی اوٹ سے وہ پھر پہاڑ چڑھ چلا رہا۔ لیکن ترکون کی انفنٹری کی تعداد بہت زیادہ تھی وہ اوس کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔ اور ترک ہی ایک موقعہ سے دوسرے موقعہ کو پیچھے دھکیلتے چلے گئے۔ ترکون کی شجاعت پر سارے اوس وقت محو عش عش کر رہے تھے۔ اونہون نے کسی پناہ کی آڑ لینا یا دوڑون کی شان سے بعید سمجھا۔ اور لگاتار سیدھے بڑھتے چلے گئے۔ بندوقین سر کرتے وقت بھی گھٹنے ٹیکنے کا نام نہ لیا۔

ترکی توپخانہ کی کارگذاری کے متعلق ایڈیر آبزرور کے نامہ نگار مسٹر گرین نے حسب ذیل تحریر کیا۔ "آجکی لڑائی بالکل خلاف توقع ظہور مین آئی۔ اوسمہ پاشا کا صرف یہ منشا تھا کہ ترکی اپنی فوج کو غنیم کی پوزیشن کے سامنے جمع کرکے کل پر فیصلہ کن حملہ کیا جائے مگر دونون فوجون کی مقدمۃ الجیشون مین مٹھ بھیڑ ہوگئی۔ اور تھوڑی ہی دیر مین لڑائی عام ہوگئی۔ یونانی نہایت محفوظ موقعہ پر تھے۔ رسالہ کے سامنے کا میدان چار میل عرض ہوا اور اوسکے وسط مین ایک ریاچہ رہا ہے۔ شمال کیطرف پست پہاڑیون کا سلسلہ ہے۔ اور شمال کیطرف سے آنیوالون کا رستہ اوسکی زد مین ہین۔ یونانی فوج ترکی حملہ کے انتظار مین اس سلسلہ پر جو بغیر وسط مورچون مین متقیم تھی۔ لڑائی جمعکو نو بجے شروع ہوئی۔ ہر دلی دستون مین ایک یا دو میل کے ہٹکے یونانی توپخانہ نے آگ برسانی شروع کی۔ اور اوس کے گولے عین نشانہ پر گرتے رہے مگر ترک دشمن کی آتشباری کے سامنے سینہ سپر ہو کر حیرت انگیز لاپروائی اور ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھتے گئے اوس وقت یونانیون پر سخت سہمناک غلطی ہوئی۔ وہ پہاڑیون پر۔ کہ دشمن کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے کی بجائے فوراً ہی پسپا نہین ہوتے گئے۔ جو ہر جگہ سے ترکی توپخانہ کی زد مین تھا۔ البتہ یونانی انفنٹری کی ایک کمپنی نے قابل تعریف جانمردی دکھلائی۔ وہ دیر تک کثیر التعداد دشمن کا نہایت بہادری سے مقابلہ کرتی رہی لیکن چونکہ کوئی اور دستہ اوسکی کمک یا دستگیری کیلئے موجود نہ تھا۔ اوسکی یہ شاندار مستعدی بالآخر بے محل فضول تھی۔ اوسنے بھی

بالائے حملہ آوروں کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ اس اچانک حملہ خاصی باترتیبی سے گیلیپولی اور غنی دست نے اوسکی کافی حفاظت کی۔ جو کئی چھوٹی چھوٹی پوزیشنوں پر قابض ہوکر کچھ دیر ترکوں کی پیشقدمی کو روکتا رہا۔ ترکوں نے حسب معمول یہاں بھی متہورانہ تیزی سے کام لیا مگر یہ مقابلہ بہت تھوڑی دیر کیلئے کیونکہ یونانی عمومًا سیدھے کھڑے رہکر بندوقیں سر کرتے رہے۔ بہت تھوڑوں نے گھٹنے ٹیک کر یا لیٹ کر فائر کی۔ یونانیوں نے پہاڑیوں کو خالی کیا ہی تھا کہ ترکی توپخانہ نے اوپر قائم ہو کر فیلڈ کی صفوں میں قیامت برپا کر دی اور اس وقت کا نظارہ سخت دردانگیز اور ساتھ ہی شاندار بھی تھا۔ مرحبت کنندہ یونانی سب طرفوں سے سمٹی ہوئی کیطرف دوڑی جا رہی تھی دریا کو عبور کرنیکے لیے صرف یہی ایک راستہ تھا۔ یونانی فرقہ دراندوہ دوم بڑھتے ہوئے سیلاب کیطرح اس ایک قوسی کیطرف جمع ہو رہی تھی اور ترکی باتریاں اس جم غفیر پر پے در پے گولے برسا رہی تھیں جو عین نشانہ پر گرتے اور خوفناک تباہی برپا کرتے رہے۔ میدان کے وسط میں دریا کے شمالی کنارہ پر مضبوط دیہلی واقعہ ہے۔ وہاں ترکوں کا جانب چار دن طرف سے میدان میں داخل ہو گئے تھے یونانیوں کی ایک زبردست تعداد سے مقابلہ ہو گیا۔ یونانی ایک پہاڑی کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ دشمن کے قریب پہنچنے پر انہوں نے لگاتار باڑھیں چلانا شروع کر دیا مگر ترکوں نے کچھ پرواہ نہ کی اور انہوں نے اپنی صفوں کو پھیلانے کی کوشش بھی ایک لحظہ کا توقف نہ کیا۔ اور حسب معمول تیزی کی طرح سیدھے بڑھے چلے گئے جس کا نتیجہ ہوا کہ ایک گولی چلائے بغیر محض خدا خدا کر کے ہی گاؤن فتح ہو گیا۔ یونانی یہ تہور و بسالت دیکھکر اپنے حوصلہ ہو کر وہ ترکوں کو قریب پہنچنے کا انتظار نکر سکے اور بعجلت تمام واپس ہٹ گئے۔ گو یونان کی تاریخ لڑائیوں میں ترکوں کا دلیرانہ وار اگے بڑھے جانا بالخصوص کمال شاندار نظارہ تھا۔

۱۷ کو قبل صبح میں جو کیس سیز نے ۲۴ ہزار سپاہ سے اسی میدان جنگ میں پائیسی اور اوسکی ۵۰ ہزار فوج کو کامل شکست دی تھی۔ یونانی فوج کا حصہ کثیر لڑائی میں شامل ہوئے بغیر ہرسٹی کی رات کو ڈومو کوس کو ہٹ گیا۔ وہ فرسالہ سے پندرہ میل جانب جنوب اور تقریبًا ناممکن التسخیر پوزیشن ہے۔ فرسالہ میں ترکوں کو ۴۰ توپیں اور سامان حرب کی وافر مقدار دستیاب ہوئی۔ ہزاروں کو گھٹنیاں اور یونانیوں کے اس سے کہیں زیادہ قتل و مجروح ہوئے۔ اس لڑائی کے حالات بہترین پیرایہ میں مسٹر ہاگمری نے تحریر کیے ہیں جو ارسٹی کی اخبار شیفٹر ڈیمین حسب ذیل شائع ہوئے ہیں۔

۱۶ تا ۱۷ تاریخ صبح پنجشنبہ۔ یہ گاؤن بنجلار اور فرسالہ کو دھیان اوس پست کے سلسلہ پر واقع ہے جو میدان فارسالہ کو میدان پرلیپ سے جدا کرتا ہے۔ کل صبح ترکی فوج تین کالموں میں فرسالہ کیطرف بڑھی۔ حسنی پاشا کا کالم جو وسط میں تھا مرضیہ سرکب کے راستہ بڑھا۔ مرتضیٰ پاشا میسرہ پر تھا جو کاڈوپرشن بگرسی میں سے گذرا۔ اور نزفاط کا ڈویژن جو سینہ پر تھا بنجلار کی طرف سے آیا جبری سمت اطلس ڈویژن میدان میں ہے آگے تھا۔ اسلان کالموں کی روانگی کے وقت توپیں کو قریب پہنچ گیا ہوا تھا عزم یہ تھا کہ پہلا دن یونانیوں کو تہلی پوزیشن سے دیار کیطرف ہٹا دینے پر قناعت کیجائے۔ اور عام لڑائی مزید فوج کو پہنچ جانے پر آج ہو۔ مگر یونانیوں کی کمزور مدافعت پر ترک جنوب سے وسط تک بہت بڑے خطائق تھے آگے بڑھتے گئے جس سے کشائی حرکت لڑائی سے یکلخت اور ترکوں کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔ فرسالہ اور اذنکا تبضہ ہو گیا۔ یونانی فوج دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور فاتحین کا غصہ سے سامان حرب و رسد کی وافر مقدار جسے یونانی عاجلانہ حالت میں

پیچھے چھوڑ گئے دستیاب ہوئی۔ سب سے اوّل مروج کا دشمن سے تصادم ہوا۔ یونانی اون چند چھوٹی سی پہاڑیون پر جو قرہ دمری سے تین اور چار میل سے تخمیناً ۱ میل شمال مین میدان تریخالہ کے حاشیہ پر واقع ہین قیم تھے۔ تورون نے ساڑھے نو بجے گولہ باری آغاز کی مگر یونانی جلد اپنی باتریون کو پیچھے ہٹا لیگئے۔ اور دن بھر کے قریب مروج قرہ دمری پر قابض ہوگیا۔ اب فریقین کی فوج پیدل مصروف پیکار ہوئی۔ اور دیر تک مسلسل آتشباری کا ایک تانتا لگا رہا۔ یونانی بحیلہ دقت مصدہ پہاڑی کے جنگل مین بالاستقامت قابض رہے۔ تین گھنٹون کی لڑائی کے بعد ہوزکون کو اس پہاڑی کی چوٹی پر سے گذرتے دیکھا۔ اور یونانی وہان سے قطعاً پیچھے ہٹا دیئے گئے! سپر مین آگ بڑھ کر مہان پہنچگیا اور چوٹی سے فرسالہ کے ہموار میدان کا جو پہاڑیون کے دامن مین تھا خوب نظارہ کیا۔ شہر مین میرے سانھ تھا۔ اوس وقت تین کا عمل تھا۔ اور تینون ترکی ڈویژن صف بستہ آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ نشاط کو بالمقابل گود سرے دونون کی نسبت بہت زیادہ معنی تقریباً دس ہزار یونانی فوج تھی۔ مگر بسبب اوسکی بہت کم افزاحمت کیگئی۔

دو حمدی کا ایک چھوٹی سی یونانی فوج جو تاری مین اوراس کے ارد گرد موجود تھی۔ قابل تعریف مقابلہ کیا۔ مین یہ خط اسی مقام سے لکھ رہا ہون۔ اس بہادرانہ مزاحمت کی بدولت یونانیون کا باقی لشکر گاس گوتاری کو جو نشاط کے خط پشت ذی اساس سے ہٹ جانے کو قابل ہوگیا۔ تاتاری سوار ایک پلٹن بھیجکر ہٹ کر آئی پی اس کے پل سے عبور کر گئی۔ مگر باقیماندہ سپاہ جو تقریباً دو ہزار تھی این روئی دیا کو میدانی ٹیکرون پر برابر قابض ہی میدان میان سپاہیون سے بالکل صاف تھا۔ اور گو بعض اوقات دھوئین کی وجہ سے نظر اچھی طرح سے کام نہ کرسکتی تاہم لڑائی کے تمام جزئیات صاف صاف نظر آتے ہے میدان مین یونانی جا بجا چھوٹے چھوٹے دیہات مین توقف کرتے گئے جنپر جب تک کہ صرف رائفلی و توپی آتشباری ہوتی رہی۔ وہ برابر قابض رہے مگر جب ترک اوکی باڑیون کی علی الرغم بہ ثبات مردانہ اور کمال تیز صفون مین بڑھتے ہوئے قریب پہنچ جاتے تو یونانی فی الفور گاؤن خالی کرکے پسپا ہو جاتے کچھ عرصے سے ترکی باتریان اون پہاڑیون پر قایم ہوکر جہان سے اوکی انفنٹری نے یونانیون کو نکالا تھا۔ جہان کہین یونانی مجتمع ہوتے وہین گولے برسا رہی تھین اور ایک کہی بڑی بالخصوص اوس گاؤن کی سطرت جسپر یونانی قابض تھے نظر عنایت مبذول کئی ہوئے تھی۔ یونانی باتریان بھی جواب دیتی رہین۔ مگر اوکی گولہ باری محض فضول تھی۔ اوکے اکثر گولے پھٹکے بغیر زمرہ زمین مین دور تک دھنس جاتے رہے۔ لیکن گو یونانی مسلسل پسپا ہٹ رہے تھے۔ اور ترکی باتریان جن مین سے جناب شنڈر[1] پل گولے چلا رہی تھین اونپر لگاتار سخت آتشباری کر رہین اور اون کو نقصان پہنچا رہی تھین۔ مگر اس مزاحمت مین گو یونانی اور بھاگو کا کہین نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ وہ خاصی ترتیب و باقاعدگی سے پیچھے ہٹتے۔ ترکی ڈویژن اب دوش بدوش موضع دوسلی کی سطرت جہان یونانیون کی معقول جمعیت مجتمع تھی بڑھے جا رہے تھے۔ اور کئی باتریان حملہ مین اونکا ہاتھ بٹا رہی تھین۔ لیکن یونانی اب لڑائی سے کافی سیر ہو چکے تھے۔ ترکی فوجکی اوسطرت بڑھتے ہی وہ جلد جلد چند باڑھین چلانے کے بعد میدان سے ہوتے ہوئے آئی پی اس کو پل کو ہٹ گئے جس کو عبور کرتے وقت ترکی گولون سے اون کو یقیناً بہت سخت نقصان اوٹھانا پڑا۔ اب تاریکی شروع ہو گئی تھی۔ لیکن ترکی انفنٹری فرسالہ کو فوجیں پہنچگئی

[1] اس گولے کا موجد جنرل شنڈر پل تھا یہ اسی پھٹنے والے گولے کو کہتے ہین جس مین گولیان اور تھوڑا سا بارود رہتا ہے مین فاصلہ تھوڑا ہو تو گولیون کو بھیجنے کے لیے بھی ہوتا ہے +

ہوئی تھی جہیں صرف وہی بار نہیں نہ چلا رہی تھی بلکہ اب ان بھی اب گولہ پر گولہ برسا رہی تھیں بتدریج دونوں طرف سے آتشباری بند ہوگئی اور اتنے میں چند ترک جو بلا اجازت اگے چلے گئے تھے خبر لائے کہ یونانی شہر کو خالی کر رہے ہیں۔ جہیں ترک فوج بغیر شہر میں داخل ہوگئے اور یونانیوں کو عقبی دستہ کو دان تک برابر بھگا دیا۔ سارا دن ترک ایسی شاندار مردانگی سے لڑے کہ ان کا مقابلہ فی الحقیقت ناممکن تھا۔ ان کی طرف سے کوئی منظم تعمیل فرمانبرداری یا تدبیر کی طرف میں نہ آئی بلکہ شجاعت و استقامت کا ساتھ لگاتار یکساں فتح سے اگر بڑھ رہے۔ اگرچہ غنیم کے گولہ اور شیل ان کی صفوں میں عموماً خوب اثر دے رہے تھے۔ یہ رخنے فوراً پر کر دیئے جاتے اور صف سالک و خاموش اسی طرح سے آگے بڑھتی چلی جاتی کہ ہی نہیں کہ گویا ہیچ ہیچ کو غنیم کی گولہ باری کی کچھ پروا ہی نہیں۔ بلکہ یہ کہ فی الحقیقت ہی ان کو خبر نہیں کہ کوئی گولے برس رہے ہیں۔ ایسی شجاعوں کے سامنے بھلا کون غنیم ٹھہر سکتا تھا یونانی شروع شروع میں اچھا لڑے۔ ان کی پوزیشن قدرتاً ہی محفوظ و مستحکم تھی مصنوعی مورچوں سے بھی حسب پسند اس کو خوب مضبوط کر لیا گیا ہوتا تھا۔ مگر اونہوں نے بڑی بیدلی سے ترکی پیشقدمی کی مزاحمت کی لیکن میدان میں جا کر جہاں ان کی باتریوں کی زد میں تھے۔ وہ نسبتاً بہت زیادہ استقامت و پامردی سے اپنے موقعہ پر قائم رہے۔ اور بعض پلٹنوں نے بہادرانہ عزم و استقلال دکھلایا مگر محض ان کی طفیل باقی فوج باقاعدگی کے ساتھ مزاحمت کر سکی۔

۱۰ از فرسالہ چہارشنبہ کی دوپہر تک پاشا کا کل ڈویژن آج صبح کے چھ بجے شہر میں داخل ہوا۔ اور ہم پاشا سمیت اسٹاف انہی کے ہمراہ شہر میں پہنچے شہر بالکل خالی پڑا تھا۔ باشندوں کا حصہ کثیر دو تین دن پیشتر ہی کا اور باقی لڑائی شروع ہوتے ہی روانہ ہو گئے ہوں گے کیونکہ لاریاں تیار کھڑی تھیں یہاں کوئی ایسی علامتیں پائی جاتی تھیں جن سے ثابت ہو سکتا کہ باشندے تعجیل و سراسیمگی فرار ہوئے ہیں۔ اون عمدہ عمدہ کی زبانی جو چیزیں چھوڑ دیئے گئے تھے ہمیں معلوم ہوا کہ یونانی شہر میں داخل ہوتے ہی ٹھنسی شروع ہو گئے ..... ترکی شراپنل اور شیل گولوں نے اونکو ایسا ڈرا دیا کہ اونہوں نے شہر میں توقف کرنیکا نام نہ لیا۔ اور ڈومکوس کو ہٹ گئے۔ وہ شہر میں دو ہزار آٹھ سو شیل اور ڈیڑھ سو کارتوسوں اور رائفلوں کی کارتوسوں اور کیپسٹون کی مقدار عظیم پیچھے چھوڑ گئے ترک ان تیاریوں سے کام لے سکیں گے۔ کیونکہ اونکی توپوں کی جسامت بھی وہی ہے جو یونانی توپوں کی ہے۔

۱۱ یہ یقینی امر معلوم ہتا ہے کہ مراجعت پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی نہ تھی کیونکہ فرسالہ اور اوس کے مضافات میں نہایت ہی مضبوط و مستحکم موقع تیار کئے گئے ہوئے تھے۔ اور چونکہ متصلہ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر نصب شدہ باتریاں شہر کے تمام راستوں اور ناکوں پر خطرناک آگ برسا سکتی تھیں حملہ آور نقصان عظیم اٹھائے بغیر اس پوزیشن کو فتح نہ کر سکتے تھے بہری رائے میں اس پر اچانک مراجعت کا اس وجہ سے عزم کیا گیا ہوگا۔ کہ یونانی فوج ایسی بے سامانی و شکستہ دل ہو رہی ہوگی کہ ایسے مضبوط موقع کو مضبوط مقام کی پناہ میں بھی زیادہ لڑائی رکھنے کا بھروسہ نہ رکھیا ہوگا۔ فرسالہ کی آبسپرے یونانیوں کیلئے دستیاب پر قابض ہونا ممکن ہو گیا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ اگر اسے فوراً خالی کر کے پیشقدمی ساحل کی سڑک کو اتنے جنوب کو نہ بھگا تو کوئی چیز اونہیں کامل تباہی سے نہ بچا سکے گی۔

۱۲ کل کی لڑائی میں ہیڈ کوارٹر کے اسٹاف افسر سیف اللہ پاشا نے بالخصوص نمایاں شجاعت دکھلائی جب کہ قرہ درسی کے سامنے کی پہاڑی پر لڑائی زور و شور سے ہو رہی تھی یمین ابعادی پلٹنوں نے مناسب تیزی و تعجیل کے ساتھ حملہ کر دیا جس سے یونانیوں کی توپ اور رائفلی آتشباری کا رخ انہی کی سمت ہو گیا۔ اس مہیب بوچھاڑ سے ان کے قدم اکھڑ گئے ہیں کہ سیف اللہ زین سوار انکی صفوں میں پہنچ گئے اور

فی الفور مستزاول صف کی کمان پنجہ تھمین لیکر اُسے درست و ثابت قدم بنایا۔ اور پھر پیشقدمی مین کچھ فاصلہ تک اوس کے آگے آگے اگر ہے اور سیدن مہدازان موضع پر کلی کے حلمین بھی پاشا موصوف آگے ہو کر ایا نوپون سے دہا وا کرا یا۔"

فرسالہ و ولسٹینو کی تسخیر اور دولو کے قبضہ سے یونانیون کا خط آمد و رفت بالکل متغیر ہو گیا۔ اب تک دولو قاعدۃ الجیش ہاتھا اور تمام سامان و لنگ براہ سعدہ دولو تک لکھریل پر ولسٹینو کے راستہ آرہا تھا۔ اور فرسالہ کو بھیجا جاتا رہا تھا۔ اب یہ امر ناممکن ہو گیا اور لاریسہ یعنی اور کا بندر ٹالی ایڈا یونانی نگاہ جو ہالیمروس کے جنوبی دہان سے ۲ دو کوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ جدید بحری قاعدۃ الجیش ہو گیا۔ مگر لاریسہ سے کوئی ریلوے لائن نجاتی تھی مزید بران یہ علاقہ نہایت دشوار گذار اور کٹھن ہے جس سے یونانیون کو ۵ رسمی کی بعد ترانسپورٹ مین سخت مشکلات درپیش آئی ہونگی مگر اسکے مقابل جدید یونانیون کی مشکلات بڑھین جسقدر ریلوے لائن کا تصرف سو دہم پاشا کو ٹرانسپورٹ مین آسانی و سہولت ہو گئی۔

یونانی فرسالہ اور ولسٹینو مین ہزیمت کھانیکے بعد ہالیمروس ۲ دو کوس لائن کو ہٹ گئے۔ ہالیمروس و ولسٹینو بیس میل بجانب جنوب ۲ دو کوس فرسالہ سے بجانب جنوب مغرب پندرہ میل اور لاریسہ سے بیس میل کے فاصلہ پر لاریسہ۔ لاریسہ کی شاہراہ پر واقع ہے۔ ہالیمروس سے ۲ دو کوس نجط مستقیم ۱۰ میل ہے۔

اوسمہ پاشا کی آخری پیشقدمی کا معاملہ تھا کہ ۲ دو کوس اور ہالیمروس کے درمیانی کوہستانی علاقہ سے گذر کر یونانی فوج کو دو حصون مین منقسم کر دیا جائے۔ پاشا موصوف فوج معہد کی کل فوج پر مراجعت کا رستہ بند کر دینے کیلئے ۲ دو کوس کے یمین سے گذر کر اوس کے عقب مین درہ فونگاکے زیر تلیسہ کی سڑک پر قابض ہونے کی بھی کوشش کی۔ جنرل سموسکی ہالیمروس مین اور دسیعہد ۳۵ ہزار فوج سمیت جو سڑک سعدچون کی پناہ مین تھی ۲ دو کوس مین تہا کل محاربین یونانیون فوجہ قوی منتخب کرنے اور اوزکو ہنر سلیقہ سے مورچہ بند بنانے مین بلاشبہ بڑا کمال دکھایا جیسی انمین بغیر قابلیت تھی اوس سے اگرچہ تھا کی شجاعت و شہامت بھی انمین موجود ہوتی تو بالضرور کچھ نہ کچھ نتیجہ نہ ہوتا جو ہوا۔

۹ رمئی کو ولسٹینو فرسالہ لائن سے یونانیون کو اخراج کے بعد پھر بدستور سابق بیکاری توقف کا پر اسرار و ناقابل فہم دورہ آگیا۔ بعض ان توقفون کا باعث یہ بتاتے ہین کہ نسلنیکی سے کچھ دیگے متضاد احکام موصول ہوتے رہتے تھے۔ بعض کی رائے مین گولہ بارود کی قلت انکا باعث تھی۔ اور دوسرے انہین ترکون کے قومی خاصہ تساہل و سہل انگاری پر محمول کرتے ہین میری رائے مین اس آخری توقف کا باعث جو ۹ رمئی سے ۱۵ مئی تک کیا گیا غالباً مذاکرات صلحیہ تھے جن کی سلسلہ جنبانی اوس وقت شروع ہو گئی ہوئی تھی۔ ایم رامبیس نے ۱۵ مئی کو مجھسے ذکر کیا کہ دول عظام کی طرف سے خواہش خود بخود پیغام پہنچا ہے کہ اگر یونان چاہے تو وہ مداخلت کرنے کو تیار ہین۔ اسکا صاف لفظون مین یہ مطلب تھا کہ یونان نے درپردہ دول سے التجا کی ہے پس ممکن ہی تو کی گورنمنٹ نے مزید خونریزی نہ ہونے دینے کیلئے اپنے سپہ سالار کو سردست خاموش رہنیکا ایما کر دیا ہو۔ فرسالہ سے دوبارہ پیشقدمی ۱۵ مئی کو ہوگئی۔

اس مہلت سے یونانیون نے ۲ دو کوس کی طبعی استحکام کو انسانی ہنر و یاقت اور محنت سے اور مضبوط کرنے کا فایدہ اوٹھالیا جس سے

اس حسن تدبیر سے فوج کو فرار اور بھی مشکل ہو گیا۔ اسی کو تقی پاشا دسٹیفنہ سے بجانب جنوب مالیروس کیطرف بڑھے جس کو جنرل ہوسکی نے تقریباً بلا مزاحمت خالی کر دیا مگر اسی ہلکی اخبار اس کو یہ بتا بھیجا کہ جسنے مالیروس کو خود نہیں چھوڑا بلکہ اعلےٰ حکام کے حکم سے اسی پیشقدمی بجانب مالیروس کیوقت ایک بیسیدی چوکی کے یونانی سواروں نے ہمارے دوست مسٹر ہاشگری اور برین کر بگلیشن کو گرفتار کر کے تحت حراست کیا تھا۔ ہوسکی لامبیہ یا سوپلی کیطرف جو ۲ میل بجانب جنوب مغرب تھا ہٹ گیا۔ ہم اسی کو ترکی فوج متعینہ پارس کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔ سوفلی تسیلی میں داخل ہو کر تزنجالا میں ہیلام پاشا سے جو دہم پاشا کے انتہائی میمنہ کا کمانڈر تھا۔ آملا۔ شیلان و دونوں بوسکی ترکی فوج کا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا ہوا تھا۔

بیکاری کے ان دس دنوں میں جنوبی تسیلی میں سامان رسد کی قلت عظیم سے بہت دقت رہی۔ اور چونکہ یونانی دریائی پل اس کے جنوبی کہتانی دیہ آباد علاقہ کو ہٹ گئی ہوئے تھے۔ اذہیں ترکوں سے زیادہ قلت رسد سے تکلیف پہنچی۔

ادہم پاشا کی آخری پیشقدمی

ادہم پاشا کی زیر کمان برہ رسد اس وقت پانچ ڈویژن فرسالہ میں موجود تھے جیدر پاشا چوتھا ڈویژن لیکر دہ آلونائے گیا تھا۔ مدوح دحمدی تیسرا و پانچواں ڈویژن لیکر دسٹینو اور دولہ سے واپس آگئے تھے۔ اور نشاط و خیری دوم و اول ڈویژن سمیت دسکی سے ہمراہ تھے ان پانچوں ڈویژنوں میں توپخانہ اور سواروں سمیت ساٹھ ہزار آدمی تھے۔ یونانی فوج کو پامال کرنے کی کارروائی کے متعلق حقی پاشا کی رائے بجانب مالیروس پہلا مرحلہ تھی۔ پیشکہ کو امید نہ تھی کہ سوسکی ایسی جلد پسپا ہو جائیگا۔ اوسکو خیال تھا کہ مالیروس لاڈو دموکوس کا درمیانی علاقہ گذر کر فوج پاشا کو لیسیدار و ہمہ سکی کی فوجیں حائل ہو جاوینگی حقی پاشا سوسکی کی فوج کو مشغول رکھ سکیں گے۔ مدوح اسی کو فرسالہ سے جنوب مشرق کیطرف روانہ ہوا۔ اور آئی کو عام پیشقدمی کی تیاریاں مکمل کر لینگیں۔ پانچوں ڈویژنوں کا فرسالہ میں جائزہ لیا گیا۔ اور سوا آگے روانہ کر دیئے گئے۔ کل فوج شام کے سات بجے جنوب میدہ روانہ ہوئی۔ اور پانچ گھنٹوں کے سفر کے بعد ڈوموکوس سے پانچ میل کے فاصلہ پر شب باش ہوئی۔ مسٹر بگھم کا بیان ہے کہ پہلوات کیوقت دشمن پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا گیا تھا مگر پھر اسے ترک کر دیا گیا۔

ترکی فوج پو پھٹنے سے پہلے ناشتہ کھا کر صبح کے چھ بجے پھر آگے روانہ ہوگئی نفع حملہ کنندہ سطح مرتفع گئی۔ مدوح پاشا ڈموکوس سے ۲ میل کے فاصلہ پر بجانب مشرق یعنی ترکی فوج کے میسرہ پر تھا۔ اوس سے دوسرے حمدی پاشا کا ڈویژن تھا جسے یونانی میمنہ کو ٹھیلنے کیلئے حکم ملا ہوا تھا۔ کہ وہ ڈوموکوس دشمن چار میل بجانب مشرق گذر کر یونانیوں کے پیچھے لامیہ کیطرف مراجعت کرنیکا راستہ بند کر دے۔ اوس کے بعد نشاط پاشا کا ڈویژن ڈوموکوس کے عین بالمقابل تھا۔ نشاط کے ماتحت ہیلام پاشا کی زیر کمان ایک بریگیڈ فوج نظام کا تھا۔ یہ نظام فوج ایڈریانوپل سے آئی تھی۔ اور بعید ماسر نہل ہی سلح تھی۔ نشاط اور حمدی کے ڈویژنوں سے دو میل عقب میں حمید کا ڈویژن یہ دونوں تہائی انتہائی میمنہ پر ڈوموکوس سے بجانب شمال مغرب خیری کا ڈویژن تھا۔

قلعہ ڈوموکوس

مسٹر بگھم قلعہ ڈوموکوس کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔ ایک وسیع و فراخ وادی سے جو دس میل لمبی اور پانچ میل چوڑی ہے۔ اور کہیں کہیں اوس میں کہیں موجود ہیں مگر زیادہ تر کھیت ہیں۔

خود دو گھاس ہے۔ ایک سڑک پہاڑی اوپر کو چلتی چلی گئی ہے اس پہاڑی کا سامنا قدرتی منزلوں سے جو ایک دوسرے کے اوپر بلند ہوتی چلی گئی ہیں بنا ہوا ہے شاہ راہ ان منزلوں کے گرد اگرد پیچ کاٹتی ہوئی چوٹی تک چلی گئی ہے۔ جہاں عین قلعہ کوہ پر ڈوموکوس کا شہر اور قلعہ واقع ہے اور کل میدان کی زمین ہے نظارہ کی دلفریبی میں کوئی کلام نہیں۔ مگر اوس وقت اوس کو طبعی استحکام کا خیال باقی سب باتوں پر غالب آرہا تھا۔ ایسی مضبوط و مستحکم پوزیشن غالباً اپنک بہت ہی کم جرنیلوں کو مدافعت کے لیئے نصیب ہوئی ہوگی سب سے نچلی منزل پر پیدل فوج مورچوں کی تین یا چار قطاروں میں موجود تھی۔ فوج کی موجودگی کا علم صرف مورچوں کی سیدھائی سے ہو رہا تھا ان سے پرے ریزرو فوج کے دستوں کو بنوہ در بنوہ کھڑے تھے۔ ہر منزل کے پیچھے اور اوپر تر بیں ہی تر بیں نصب تھیں جن کی نالیں مورچوں کے جھروکوں سے دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ سلسلہ سطح منزل بمنزل چوٹی تک چلا گیا تھا۔ جہاں قلعہ کی فصیلوں پر چار گان وزن قلعہ شکن توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔"

"ڈوموکوس کی حملہ میں ترکوں کو پے در پے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ مگر میرے پاس سر فرض کیلئے کافی شہادت موجود نہیں کہ میں یہ ثابت کر سکوں کہ ان غلطیوں کا جن سے فائدہ بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہوا علان شخص ذمہ دار تھا جسے بمول اور ہم پاشا کی شاطرانہ تدبیر اس موقعہ پر بھی نہایت اعلیٰ تھی۔ تدبیر مذکور یہ تھی کہ حدی و تمدوح غنیم کے بازو سے اوس کے عقب میں پہنچکر طریعت کا راستہ بند کر دیں مگر اسکے ساتھ ہی حسب بمول ڈویژنل کمانڈروں کی کارروائی اسقدر محدود اور ناقص ہی ماوزنین سے ایک نہایت مہلک و خوفناک مگر محض فضول غلطی یہ کی کہ ڈوموکوس کی سر فلک بلندی کو سامنے کیطرف سے اور ایک حاصرہ پیچیدہ سے حملہ کر کے فتح کرنے کی کوشش کی اس حملہ کے متعلق کم از کم تین امر توضیح طلب ہیں۔ (۱) کیوں ہلام پاشا کے ڈویژن کو تنہا ایسے مقام پر حملہ کرنیکا حکم دیا گیا (۲) کیوں اس بریگیڈ کو مزید پیدل فوج یا توپخانہ سے کمک نہ پہنچائی گئی اور اُسے اُسکی حال پر چھوڑ دیا گیا (۳) کیوں خیری پاشا کے میسنہ پر شاہزادہ ریاد اور سناخ الذکر کو مردینہ یا نیونانیوں کی توجہ کو اُسکی طرف سے ہٹانے کی کوشش نہ کی اگر سائنہ یہ چوتھا سوال بھی زیادہ ہو سکتا ہے کہ کیوں حمدی پاشا نے یونانی میسنہ پر مشغول کار زار رہنے میں اسقدر دیر لگائی۔ بلکہ سیدھا پانچواں سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ کیوں حمدی قیمتی سڑک پر قابض نہ ہو سکا۔ وہ پندرہ کو روانہ ہوا تھا۔ اور براہ دوزدی یقیناً سہ اسی کی صبح تک یونانیوں کی طریعت کے راستہ پر قابض ہو سکتا تھا۔ حمدی پاشا کے توقف کی نسبت مسٹر بیگم یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ انہیں نہایت مشکل کوہستانی علاقہ سے گزرنا پڑا تھا اور اوس نے انہیں طرح سے کوئی کوتاہی نہ کی تھی۔ بالآخر پاشا موصوف کی نسبت مسٹر مورخ یہ لکھتے ہیں:-

"یہ تقریباً محض حمدی پاشا کی ہی معمولانہ و باصبر و شقیدی کی طبیعت تھی کہ ایک ان سین لڑائی ختم ہو گئی اور دونوں فریق بے انتہا خونریزی سے بیگیڈ جو دہا دہا ہو گئی صورت میں یقیناً پیدا ہو آئی۔"

معرکہ میں ارمین حکومت حمدی نے کی جو پہلو اوادی دری کی میسرہ کیطرف رہبر پہاڑیوں میں سے جنوب پر قبضہ چالی کیطرف بڑھا۔ اوس کا ڈویژن ہموڑی پر بہ پہاڑی درمیان اور گھاٹیوں میں غایب ہو کر پھر کہیں شام کو چھ بجے نمودار ہوا۔ مگر دینولاگاہ گاہ آشنا ہے اوسکی موجودگی کا پتہ ملتا رہا۔ حیری پاشا میسنہ پر تین میل سیدھا بڑھ کر اوس نشیبی علاقہ میں جو ڈوموکوس کی شمال مغرب میں ہے۔ ایک بلندی کی چھپے

محفوظ اور مصون سپاہیوں کا بیکار کھڑا رہنا۔

فوج نظام کا شاندار حملہ حسین پاشا کے چہارم ڈویژن اور رضا پاشا کے نہم ڈویژن اور شمال بقاط پاشا کے پنجم ڈویژن سے مین رہے۔ غرض لڑائی کا کل بوجھ صرف شاط پاشا کے دوم ڈویژن بلکہ اوس کے بھی صرف ایک ہی بریگیڈ پر پڑا۔ تمام شاہتفق الرائے ہین کہ یہ نہایت ہی ظالمانہ غلطی تھی جسکا ارتکاب محض بلا ضرورت کیا گیا۔ اور فضول سینکڑون بہادر جانون کو قربان کر دیا گیا۔ چھوٹی سی تمہیدی لڑائی کے بعد سلام پاشا کا بریگیڈ دو جو یونانی پوزیشن کیطرف بڑھا۔ اس بریگیڈ مین چھ پلٹنین یعنی تقریباً پانچہزار سپاہی تھے جو سب کے سب نئے نظام اور ماسر افغلین مسلح تھے۔ یونانی مورچون سے تخمیناً دو ہزار گز کے فاصلہ پر اون کو کھڑا کر دیا گیا۔ جہان وہ کالم کی ہیئت چھوڑ کر یعنی صف مین مرتب ہوئی ہی تھی کہ یونانی توپخانے نے اوپر شراپنل گولے برسانے شروع کر دیئے جن سے اون کو بہت نقصان پہنچا۔ اسپر ترکی توپخانے نے دو بار تربون سے گولے برسائے۔ مگر اونکا کچھ اثر نہوا۔ ہوا بھی خیر ہی نے بھی اوس وقت ایک حد تک ساتھ دیا۔ چند گولے سر کیے۔ اس شاندار انفنٹری کیلیے جو یقینی موت کی منہ مین بھیجی گئی تھی میدان کا رار مین کسیطرح کی پناہ یا آڑ موجود نہ تھی نہ مین کفدست ہوا تھی جسپر حرف کہین کہین فصلار کہیت موجود تھی صفا یا ہر کہ ان نوعمر شمالی سپاہیون نے بڑے شجاعانہ حوصلہ آگے بڑھنا شروع کر دیا تو پی گولہباری کے ساتھ اب رائفلی آتشباری کی بھی اوپر ہلاکت بخش بوچھار ہونے لگ گئی۔ مگر انمین سے ایک آدمی کو بھی نہ تو گھبراتے دیکھا گیا نہ قدم پیچھے ہٹاتے۔ کسیوقت بھی اس صف مین کہین بھی نہ پڑا سپاہی تمام کا رار والی کو گویا تفریحی ہم سمجھ رہے تھے اور اس مرینانان تحمل کو تفریح نہ کرین اونکو سب سے پہلے جانیکا حکم دیا گیا ہے۔"

مسٹر جی۔ اے سٹیونس اس بہادرانہ حملہ کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے:۔

"صف کو بڑھنے کی دیر تھی کہ یونانی صفون سے گویا جہنم طوفان اُمڈ آیا۔ دائین بائین اور سامنے کے مورچون سے حیرت انگیز تیزی کیساتھ باڑھ پر باڑھ شروع ہو گئی۔ یہ یہی تابڑ توڑ پڑ رہی تھین کہ انسان کو خواہ مخواہ یہ خیال گذر جاتا کہ ہمارا (ترکی) بریگیڈ جو قربانی پر چڑھایا جا رہا تھا۔ ماسر افغلین سے مسلح نہین۔ بلکہ یونانی نئے مسلح ہین۔ کل مورچون سے توپی و رائفلی آتشباری کی شعلے شروع بجلی کیطرح چمک رہے تھے اور دھوئین کو بادل اُٹھ اُٹھکر پہاڑیون کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ لیکن ہاین ہمہ نوعمر سپاہی آگے بڑھ رہے تھے۔ یونانیون کی تباہی پر پاکن بوچھار در بوچھار کے سامنے اونکی منفرد آتشباری کچھ بھی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ مگر پھر بھی وہ آگے بڑھ رہے تھے کہ اتنے مین ہم کیا دیکھتے ہین کہ یونانی میمنہ کے ولنٹین مورچون سے آدمی سراسیمہ وار پیچھے بھاگ رہے ہین۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا۔ یا طاہین مجاہدین تھی جو اپنے متقولین کو بھی وہین چھوڑ گئے لیکن یونانی قلب میسرہ سے پہلے سے زیادہ تیزی اور کثرت کیساتھ آگ اور سیسہ برس رہا تھا۔ تاہم یہ بہادر مسلسل بڑھے جا رہے تھے کہ یونانی مورچہ پانسو گز کے فاصلہ پر دکھائی دیا اور وہان پہنچکر وہ کھڑے ہو گئے۔ یہ پوزیشن مین اور یونانی اوپر تھے جن کی آتشباری کی سیلاب بارانخیز نے یقیناً کسی آدمی کو سیدھا کھڑے نہ رہنے دیا ہوگا۔ لیکن پھر بھی یہ بینظیر شجاع ایک قدم پیچھے نہ ہٹے اور برابر ماسر افغلین کو سر کرتے رہے۔"

یہ آتشباری کہین چار بجے جاکر مدہم ہوئی اور اوس وقت بھی غالباً اس لیے کہ دونون فریق کے پاس کارتوس ختم ہو گئے ہونگے آسلام پاشا کا بریگیڈ یونانی مورچون سے پانچسو گز کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ مگر اس پوزیشن مین اوس کا بارہ سو سے زیادہ یعنی کم از کم تین فصدی

آدمی ضائع ہوئے۔ ٹائمز کے نامہ نگار کا بیان ہے: "وہ آرخالیکا اور اس کے ساتھی بیٹھے خیری کی اول ڈویژن والی عقب میں ایک بلندی کی چوٹی پر محفوظ کھڑے تھے۔ ان بہادروں کو وائین بائین سطح ہلاک اور زخمی ہوتا دیکھتے رہنا بلاشبہ نہایت ہی ظالمانہ اور دردانگیز منظر تھا۔ نشاط نے آخر ساڑھے چار بجے اپنے دوسرے بریگیڈ کو ایڈریانوپل کی حفاظت کی کمک کیلئے آگے بڑھایا۔ چونکہ یونانیوں کے پاس اس وقت تک شراپنل گولوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ یہ فوج پانچ بجے کے قریب بخیریت و بلانقصان صفائی صف تک پہنچ گئی جبکہ یونانی اپنے مورچوں کی پہلی قطار کو چھوڑ کر پہاڑی پر ہٹ گئے۔ اس طرح یونانیوں کو نشاط کی ڈویژن کی رفیق اتشباری سے سخت نقصان پہنچا۔ ساڑھے پانچ بجے رضا پاشا بھی توپ خانہ لیکر پہنچ گیا۔ اور انشری کی اتشباری کے ساتھ اس نے بھی تسلی اور تیزی سے پھینکنی شروع کر دیئے۔ یہ بیٹری بہت مناسب وقت پر بہت تیز گھنٹہ بھر تحریک کا زار ہوئی مگر اس توقف کا الزام رضا پاشا پر لگانا مناسب نہیں وہ نہایت مستعد اور کمال لائق و قابل افسر ہے۔ اور اسکی ہمیشہ پہلی صف میں رہنے کی خواہش ہوتی تھی۔

جو یونانی اس اتشباری سے بچ رہے اور انہوں نے مورچوں کی دوسری قطار میں پناہ چاہی۔ یہ مورچے ڈومکوس کی ڈھلان سطح پر جو بہت موقعہ بموقعہ بنی ہوئی تھے۔ اور تقریباً ناممکن التسخیر نظر آتے تھے۔ اگر خیری پاشا کی پوری ڈویژن لیکر شامل ہو جاتا۔ اور کل ترکی توپ خانہ مستعدی کام لیا جاتا۔ تو غالباً سامنے سے حملہ کر کے یہ مہم کامیابی ہو جاتی۔ لیکن اس صورت میں بھی حملہ کنندہ فوج کو بہت نقصان اٹھانا پڑتا۔ اور اگر یونانی واقعی جانفروی و ثابت قدمی سے لڑتے تو شاید بالکل ہی ناکامی ہوتی۔

اس نازک وقت پر رضا پاشا کے یونانیوں کے سینہ پر پہنچ جانے سے اس سامنے سے حملہ کرنیکے جوکھم کو برداشت کرنے کی احتیاج نہ رہ گئی۔ پاشا موصوف یونانی میمنہ کو جو کرنیل ماسٹراپاس کے زیر کمان تھا لگاتار پیچھے ہٹاتے آگر مواضع کیٹیا اور قرہ زالی پر قابض ہو گیا۔ جو کہ اول درستہ مشرق کیطرف ڈومکوس کے بالکل قریب جا پہنچے۔ اور اسنے پہنچتے ہی پاشا نے یونانی مورچوں اور نیز یونانی توپخانہ پر کمال تیزی سے اتشباری کر کے عام تباہی برپا کر دی۔ کرنیل ماوروپکالیس سخت زخمی ہوا۔ اور یونانی بسرعت تمام ڈومکوس کی پہاڑی کی بالائی سطح اور قلعہ کیطرف ہٹتی لگ گئی۔ قلعہ سطح دریا سے تین سو فیٹ بلند ہے۔ مگر افسوس تھا کہ اور نشاط دونوں کی ڈویژنوں کی سپاہ بھی کوفتہ و تکان زدہ ہو رہی تھی کہ وہ اس شام یونانیوں کی پسپائی سے فائدہ نہ اٹھا سکی۔ اور اس کا تعاقب نہ کر سکی۔ ساڑھے سات بجے اتشباری ختم ہو گئی۔ اور تھکے ماندے ترک اونچی پونہ لشیشوں میں غسب باش ہو گئے جن کو انہوں نے بھی بہادری سے فتح کیا تھا۔ یونانیوں کو تاریکی میں دشمن کے پنجہ سے نکلنے کا پورا موقعہ مل گیا۔ اور حسب معمول اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے میں انہوں نے ذرہ بھر دیر نہ کی۔ رات پڑتے ہی ولیعہد اور اسکے شاف نے مراجعت کا حکم دیدیا اور یونانی افواج پاؤں سر پر رکھ بسرعت تمام رفو چکر ہو گئیں۔

شیڈیٹر کا نامہ نگار جو یونانیوں کے ساتھ تھا مرکز ڈومکوس کے متعلق حسب ذیل تحریر کرتا ہے:۔

"ساڑھے گیارہ بجے ترک اگر بڑھے آتے دکھائی دیئے۔ اور تھوڑی دیر بعد انہوں نے فرسالہ لائیہ شرک کو وائین ماتھہ جو ڈومکوس کی نیچی پہاڑیوں میں سے گذرتی ہے۔ اور میدان سے بخط مستقیم فرسالہ کو جاتی دکھائی دیتی ہے۔ ایک بازی قایم کر لی۔ ساڑھے تین بجے تک ترکی توپیں یونانیوں کی توپوں کی طاقت معلوم کرنے کیلئے جو جا بجا مورچوں وغیرہ پر بہت تعین تھے مختلف طور پر اتشباری کرتی رہیں۔ اس وقت ترک وائین بازی یا

آگے بڑھا لائے اور ان کو پہلی باتری کے دوش بدوش تعینات کر دیا۔ اور اسی وقت فوج پیدل نے بھی پیشقدمی شروع کر دی۔ پہلی جمعیت کثیر ترکی کی سڑک سڑک جبال اوتھریس کے دامن پر سے ہوتے ہوئے ایک یکہ و تنہا پہاڑی کیطرف جو کہ ان فتوحات کی منزل میں یونانیوں کی مورچہ بندی کے سامنے تین میل کے فاصلہ پر میدان میں تنہا کھڑی ہے۔ کل میدان میں صرف یہی پہاڑی ایک عمدہ پناہ تھی۔ ترکوں نے اس کو اپنے پیچھے اپنی فوج جمع کی پھر صف آرا ہو کر آگے بڑھے۔ ترکی توپوں نے اس پیشقدمی سے پہلے مسلسل گولہ باری شروع کر دی تھی۔ اگرچہ اب یونانیوں کی دونوں ۸ انچی میٹر کی کرپ توپیں جنمیں سے ایک قدیم قلعہ پر اور دوسری متصل پہاڑی کی چوٹی پر تھی۔ گولے برسانے لگیں ترکی فوجی خوب زد میں تھی۔ اور ان کو ایسا عمدہ کام دیا کہ ترک کچھ عرصہ پیشقدمی کو جاری نہ رکھ سکے۔ ترکی سواروں کی ایک دستہ نے سڑک سڑک آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر متذکرہ صدر توپوں کے وزنی گولوں نے انکو پراگندہ کر دیا۔ اور وہ بالآخر پہاڑ چڑھ پہاڑی کے پیچھے چلے گئے۔ اس سے یونانی کمال خوش ہوئے اور فہیم کی کیوری کی پیدائی پر نہایت زور و شور سے خوشی کے نعرے بلند کیے مگر ترکی انفنٹری آتشباری کے علی الرغم آگے بڑھی آئی۔ یکے بعد دیگرے پلٹنیں ثابت قدمی و پامردی سے یونانیوں کی اگلی صفوں کیطرف بڑھے۔ اگرچہ یونانیوں کی ۱۲ میدانی توپوں کی لگاتار گولہ باری کے باوجود جو ڈھائی کوس کی پہاڑیوں پر نصب تھیں ان صفوں کو مورچوں کیطرف دھکیلتی گئیں۔ ترکوں کا مدعا یونانی قلب کو توڑنا اور لاسیہ کی سڑک پر قابض ہونیکا نظر آرہا تھا۔ اور اونہوں نے بہ استقلال و اصرار اسے عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ اور یونانیوں سے دست و گریباں ہو جانے اور بیشمار سنگین و تیر و ادا کے کوتیار ہی تھے کہ تین سلوانین مجاہدین نے زیر کمان سپہ سالار سوار بازو پر سے بھی تباہی بخش آتشباری صفوں کے دہنوں کی وٹی جو برلب سڑک تھی شروع کر دی۔ اور یہی ہتھاست سر اپنے موقعہ پر تمام ہے کہ ترکوں کو تھم جانا پڑا۔ آخر جب کارتوس نہایت بے اس دستہ کو پیچھے ہٹنا پڑا تو اوس وقت تک اوسکا بارہ قتل اور ۲۰ زخمی ہوئے۔ واپسی کی وقت جس مورچہ اور صف سے گذرے وہیں کی یونانی فوجنے خوشی کے نعرے بلند کر کے اونکی حوصلہ افزائی کی۔ اونکو زخمی چھوڑتے ہوئے قریب ترین فوجی ہسپتال کو کسی کی امداد بغیر پہنچگئے۔ اور وہاں جاتے ہی فرش خاک پر گر پڑنے کی بجائے کمال نشاشت و شگفتگی کے ساتھ سگرٹ طلب کیے۔ یونانی مجروحین کی شکستہ دلی اور رونی صورت کے مقابلہ پر اونکی باحوصلگی و بشاشت و قہقہی حیرت انگیز تھی۔ لڑائی شباب پر یونانی سپاہ کو حوصلوں کو پامال کرنا شروع کر دیا تھا۔ دو موجوج سپاہی صفوں سے نکلکر اوس میدانی شفاخانہ کو جو لاسیہ کی سڑک پر سب سے پہلے تھا چلے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں اور سرجنوں پر اوس وقت کام کا بہت زور پڑ رہا تھا۔ یہ وقت کرنیل اور ویکالیس کی ماتحت میسرو کو کے پرادا اور اوس کی متبوعہ کو جو اوسکا دادی تھا سر پر گولی لگی۔ آخر الذکر کی جان ہسپتال پہنچا دینے تک راستہ میں ہی نکل گئی چند ہفتہ کے قریب یونانی قلب پر ترکی حملہ تدریجاً ختم ہو گیا اور سپاہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن یہ وقت یونانی میسنہ پر جس کی حالات کرنیل ماکریس کی ماتحت کچھ عرصہ سے نظر تردد و تشویش دیکھ رہا تھا۔ ترکوں نے بشدت تمام حملہ کر دیا۔ کرنیل ماکریس کی ماتحت میسنہ یونانی سواروں کو جمع ہوتا دیکھ رہا تھا۔ اور بنا بریں لگاتار لگ کیلئے زور صرف کر رہا تھا جو اسے بہت توقف و تساہل کے ساتھ بھی گئی۔ بالآخر یہ فوج میں سے تین ہزار سپاہ ۱۵ ویں پہاڑیوں سے جو لاسیہ سڑک سے پیچھے تھیں اوسکی مدد کو پہنچگئیں۔ مگر اس تازگی کمک بھی ویسے مستعد و زبردست حملہ کے مقابلہ پر جیسا کہ ترکوں نے اسطرف کیا تھا کچھ حقیقت نہیں رکھ سکتی تھی۔ ترک بجمعیت کثیر ہمپر لاسیہ سڑک کا راستہ بند کر دینے کیلئے سیلاب بلا خیز کی طرح بڑھے چلا آتا ہے تھا۔ ہمپر اب یہ رائے ٹھہرا کہ قلب پر ترکوں نے صرف یونانیوں

کی توجہ کو منقطع کرنے کیلئے محض بغرض فریب ہی حملہ کیا تھا۔ اُنکا اصل مدعا یونانی میمنہ تھا۔ یہ کیفیت دیکھکر باتیماندہ ریزرو فوج یعنی تین ہزار انفنٹری اور پانسو سوار ساتویں ڈویژن فور کا کیطرف لاسیہ شرک کی حفاظت کیلئے بھیجدیئے گئے۔ اور اگلی صف کی فوجوں کو اپنے موقعہ پر قایم رکھکر باقی فوج کی مراجعت باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوگئی۔ صرف وزنی کرپ توپیں قلعہ اور پہاڑی کی چوٹی پر پیچھے چھوڑی گئیں۔ صفا ولین کی فوجکو حکم دیا گیا کہ وہ آدھی رات کو بخاموشی تمام جیپ چاپ پیچھے ہٹ آئے۔ ولیعہد سوسٹان سواروں کا ایکدستہ لیکر اور فوجی ہسپتال سب سے پہلے مراجعت فرما ہوئے اور نسبتہً تھوڑی دیر بعد کل فوج روانہ ہوگئی۔

درہ فور کا ترک

علی الصبح عثمانیہ سپاہیوں نے ڈوڈو کوس کے قابل اخبار اور عمودی ڈھلوانوں اور چوٹی کو بالکل خالی پایا۔ مدرسے بھی بالکل خالی پڑے تھے۔ البتہ گولہ بارود کے صندوق اور اسباب اور فرمودہ تھا جن کو بھگدڑ یونانی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ چار وزنی توپیں بھی بدستور قلعہ پر موجود تھیں۔ لیکن یونانیوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ حسب الحکم پاشا کو جو حمدی کے ہیڈ کوارٹر پر تھا حکم تھا کہ درہ فور کا نزدیک کسی جگہ قابض ہو کر وہ یونانیوں پر مراجعت کا راستہ بند کرے۔ مگر بدقسمتی سے دشوار گذار پہاڑیوں اور گھاٹیوں کو رستہ میں حایل ہونے کیوجہ سے وہ بروقت نہ پہنچ سکا۔ ھوداوس کی ہلڈل سکر شہر دن کی یونانی فوج سے مٹ بھیڑ ہوئی۔ افکا سادہ جیسا کہ آگے بتایا گیا تھا پاشا اس وقت مین موجود تھا۔ وہ قریب ترین ڈویژن سے بعد فوج بہم پہنچا سکا اور جھٹ پٹ حملہ کرکے فیصلہ کے تعاقب مین روانہ ہوگیا۔ مگر پاشا ابھی بہت دور تھے۔ مگر حمدی کے ڈویژن سے سیف اللہ نے چار پلٹنیں اور تین رسالے حایل کیلئے۔ ان چند سواروں اور ایک بیڑی کے ساتھ ہی ترک شرک درہ فور کا تک جو ڈوڈو کوس کی جانب جنوب مشرق دس میل کے فاصلہ پر ہے دشمن کا تعاقب کیا۔ مگر ان غنیم کی زبردست فوج درہ پر قابض دیکھی جسپر اسنے اپنی پیدل فوج (چار پلٹنوں) کے آپہونچنے کا انتظار کرنا پڑا۔ یہ پلٹنیں مرائی کوہین سے پہر کے تین بجے تک پہونچی۔ انکے پہنچتے ہی سیف اللہ نے کل فوج سے دشمن پر حملہ کردیا۔ جو پیشقدمی مین بھی اور مسلسل دو میل آگے بڑھتی رہی۔ یونانی وہاں سے بھاگنا شروع ہونے پر بھی اور یہاں سے بھی زور چکے ہوگئے اور تقریباً ناکام الفتح درہ اور اوسکی چوٹیوں کو غنیم کے حوالہ کرگئے۔ لاسیہ سے یہ آخری حصہ جھیل اور قابل مدافعت مقام تھا جسکا قبضہ ملجانا ترکوں کی حق مین نہایت ہی مفید تھا۔ دوسرے دن (۲۱ مئی) حمدی کا کل ڈویژن پہنچگیا۔ اور درہ درہ مین سے گذر کر اوس میدان مین جو درہ کے سمندر تک پھیلا ہوا ہے داخل ہوگیا۔

جب حمدی کا ڈویژن درہ فور کا سے نیچے اترا تو اوسنے یونانی فوج کے باقی حصہ کو لاسیا سے شمال مین صفا ولین کی سڑک پر مراجعت کے دوران مین بیشمار سپاہی اپنی اپنی پلٹنوں سے ادھر ادھر منتشر اور فرار ہوگئے تھے۔ چنانچہ ولیعہد کے پاس لبڑ ڈوکوس کی نسبت نصف آدمی ہی نہین رہگئے تھے۔ تقریباً پندرہ ہزار سپاہیون کی ایک صف لاسیہ سے تین میل بجانب شمال پہاڑیون کو ایک پختہ سڑک پر پرانا ہی کھڑی تھی۔ دونون فریقون مین تھوڑی دیر بعد اتشباری شروع ہوگئی۔

لڑائی کے دوران مین لاسیہ کے سول حکام نے کہلا بھیجا کہ ہم اطاعت ترک کو تیار ہین۔ ترک باسم امان ہمارے شہر پر قبضہ کرین۔ ولیعہد نے جواب دیا کہ جب تک شہر اور ترکون کو دیسان یونانی فوج حایل ہے ہم کسطرح شہر مین داخل ہوسکتے ہین۔ ہان شہر دار پر اطمینان رکھین کہ

فوج مذکور کی ہزیمت کے بعد اگر اونہون نے مزاحمت کی تو اونہین کوئی گزند نہین پہنچیگا۔

التوائے جنگ کا معاہدہ زوال کو قریب لڑائی خاصی تیز اور ایک سرے سے دوسرے تک عام ہوگئی لیکن دو بجے کے قریب یونانی آتشباری یکلخت بند ہوگئی۔ اور یونانی قلعہ پر سفید جھنڈا بلند کردیا گیا۔ اس کو دیکھتے ہی دونون فوجون مین بگلون نے "آتش کس" "آتشباری بند کردو" کا حکم سنا دیا۔ اور دو یونانی افسر جھنڈا لیکے ترکی صفون کیطرف بڑھے ادھر سے سعید پاشا نے انسے ملاقات کی اور ۳ گھنٹون کیلئے التوائے جنگ منظور کرلیا۔ اسپر کل یونانی فوج لامیہ کے پاس سے گذر کر جہان اسکی ایک لحظہ توقف نہ کیا تھا موہا پہلی کیطرف ہٹ گئی۔ اور ہم پاشا ڈوموکوس ہی رہے تھے۔ عارضی التوائے جنگ کی خبر انہین وہین پہنچائی گئی قسطنطنیہ سے بھی اونکو معاہدہ ترک مخاصمت کے احکام موصول ہوچکے تھے۔ دوسرے دن (۱۷ ستمبر) کو طے الصبح دیمتیکا یا دو ترکی ہیڈکوارٹر مین وارد ہوا۔ اور پندرہ دنون کیلئے التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہوگیا۔ سر جارج پارسن بھی آرٹاکے سامنے اسیطرح عہدنامہ کیا گیا۔ ۱۴ جون کو پچھلی میعاد کے منقضی ہونے پر مذاکرات صلحیہ کے اختتام تک پھر اس معاہدہ کی تجدید کیگئی اور ہر فریق کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو چوبیس گھنٹون کا نوٹس دیکر اس عہدنامہ کو منسوخ کرسکتا ہے۔ تحریر معاہدہ کے بعد دونون فوجون کے شاف افسرون نے ایکدوسرے سے بغض سنطقہ حیادہ (منطقہ سیطرفی۔ عدد فاصل) کی تعیین کی۔ ترکون نے اسکی کو لامیہ پر قبضہ کرلیا مگر جسکے عدد فاصل مقررہ کمیشن نے یونانیون کیطرف رکھا تو فی الفور اوس سے واپس چلے گئے۔ ایک مہینہ کی لڑائی مین جو تاریخ ۱۴ اپریل (۲ مئی) کی لڑائی سے شروع ہوکے بحقیقت بتاریخ ۱۴ اسی سوکہ ڈوموکوس پر ختم ہوئی۔ ترکون نے یونانیون کو اوس تمام علاقہ سے جو سلسلہ ۱۸۷۸ء مین اونہین ترکی سے دلایا گیا تھا نکالکر پھر پرانی سرحد تک قبضہ کرلیا۔ پارس مین فریقین کی وضع وہی رہی جو محاربہ کی ابتدا مین تھی۔

فصل چہاردہم (۱۴)

جنگ پاریس محاربہ کے سوئزی تھیٹر مینے پاریس مین بقول جرمن مورخ ترکون کو علاقہ کی طبعی بناوٹ کی وجہ سے مجبوراً بچاؤ کے پہلو پر رہنا پڑا۔ جارحانہ پہلو اختیار کرنیسے فی الحقیقت کچھ فائدہ نہ پہنچتا[1] اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ ترکی فوج خلیج کارنتھ تک پہنچ جاتی مگر دقتات کی عام رفتار پر اس سے کچھ اثر نہ پڑتا۔ جنوبی پاریس مین سب سے اہم مقام پریوسا ہے۔ اور علاوہ بین مقامات سٹریونا۔ وینٹی یگاڈیا بھی خاصے اہم ہین ترکی قلعہ پر تو یہ سا اوس تنگ آبنا کے شمال مین واقع ہے۔ جو خلیج آرٹا کو جاتی ہے خلیج مذکور تک اندر چلی گئی ہے۔ اور صوبا کاریننا کو کسیقدر پاریس سے جدا کرتی ہے۔ پریوسا کے

[1] یہ قصبہ بروہ صدی کے شروع مین ترکون کے قبضہ مین آیا تھا۔ فصل تاریخ کیلئے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم۔

بالمقابل ساحل ہمندپر آتی قی ام واقع ہے۔ جو زوری طور پر قلعہ بند ہے۔ مگر پریویسا اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت مستحکم و مضبوط قلعہ ہے یہ جزیرہ نما پر واقع ہے جسکی بڑی عظیم سے دلدلی زمینیں جدا کرتی ہیں ان دلدلوں کو صرف یا نیا کی سڑک کے ذریعہ عبور کیا جا سکتا ہے اس جزیرہ نما میں جو زیادہ تر کھدست میدان ہے۔ پہاڑیوں کا ایک سلسلہ موجود ہے جس سے تمام علاقہ زد میں ہے۔ اسپر ترکوں نے توپخانہ نصب کر رکھا تھا۔ قصبہ پریویسا اور اوس کی بڑے بڑے قلعے جسمیہ۔ پاشا کراٹو سینٹ جاج اور پالویسا روگو خانکے کی قریب ہمارے حاصل پر واقع ہیں علیم خانکے پر کسی عمدہ موقعہ پر قائم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ پہاڑیوں کے بلند کرا رہا ہے۔ ترکی توپوں کی پوری پوری زد میں تھی شہر و قلعہ جو چاروں طرف سے پہاڑیوں کے درختوں کو پرانے گنبد خندقوں سے گھرے ہوئے ہیں۔

پاپاریس کے بڑے بڑے قصبے جن میں یونانیوں کی آبادی زیادہ ہے۔ یا نیا۔ پرات اور کریڑیا میں جو بارکانیتا میں یونانیوں کا سب سے بڑا قلعہ آرٹا ہے اس کے شمال اور جنوب میں مورچے بنے ہوئے ہیں جن سے وہ خاصہ مضبوط مقام ہو گیا ہے۔ قصبہ آرٹا جو ایک غلیظ دریا پر واقع ہے پرانا شہر ہے۔ مگر ایک عالیشان ترکی قلعہ رکھتا ہے۔ میدان میں دریا آراکتھوس یا آرٹا کے کناروں پر واقع ہے۔ یہ دریا شہر کے گرد خندق کی شکل میں بہتا ہوا جانب جنوب خلیج آرٹا میں جا گرتا ہے۔ قصبہ آرٹا کے جنوب میں پہاڑیوں کا ایک سلسلہ تخمیناً پانسو فیٹ بلند ہے جو دریا کو ایک کوہ برینا کا توپ تک چلا گیا ہے اس کے اردگرد پرسیع پرانی باکیں موجود ہیں جن کے سامنے یونانیوں نے کئی باتریاں ۳½ انچ قطر کی توپوں کی اور ایک باتری چار انچ قطر کی دو توپوں کی نصب کر رکھی تھی۔ ایک باتری کا رخ آرٹا کی پل کیطرف۔ دوسری عمارت کیطرف اور ایک گرجی متر اکیطرف تھا۔ اس سلسلہ کے بالمقابل ترکی علاقہ میں پہاڑی ڈھلوانوں پر جو بتدریج شمال کیطرف اٹھتی چلے گئے ہیں عمارت۔ گرجی متر اور دلاکیسر ناواقع ہیں۔ ان سب مقامات میں ترکی سپاہ اور توپخانہ موجود تھا۔ اور ان سے شہر آرٹا اور یونانی باتریاں کامل طور پر زد میں تھیں۔ اس نقص کی تلافی کیلئے یونانیوں نے اپنی طرف بمقام پیپا فاکی ناڈا میں دو باتریاں نصب کر رکھی تھیں۔

احمد فیضی پاشا جو نہل ڈویژن وسط اپریل سے ۸۰ ہزار فوج لیکر یانینا صوبہ کے صدر مقام میں موجود تھے۔ پہلا ڈویژن سمت شمال یانینا میں اور دوسرا ڈویژن جنوبی علاقہ میں بمقام لوروس و پنٹی پیگا و اقیم تھا۔ ترکی کمانڈر کے پاس کل فوج ۳۲ بٹالین انفنٹری (جن میں سے ۴ فوج نظام کی تھیں) ۸ کوہی باتریاں (درہ سالکیوراری تھیں) آغاز محاربہ پر ترکوں کے پاس آرٹا کے بالمقابل ۱۰ ہزار آدمی اور بارہ توپیں بمقام ملاکاسیر کو چار ہزار آدمی۔ بمقام پنٹی پیگا ۱۲ ہزار اور بمقام یانینا پانچ ہزار آدمی تھے۔ یونانیوں کو پاس کرنیل مانوس کے زیر کمان انفنٹری کی چار بٹالین (۱۰ نہم، نہم، دہم و دوازدہم)۔ تین فیلڈ بیٹریوں کی دو بٹالین (یکم و سوم) کیواری کی دوم رجمنٹ۔ دو میدانی اور تین کوہی باتریاں آرٹا میں تھیں۔ بعد میں انکو تین ہزار (ریزرو اور محفظ افواج) کے سپاہیوں اور دو ہزار مجاہدین کی کمک پہنچ گئی جس سے کرنیل مانوس کی پاس کل فوج ۱۷ ہزار کے قریب ہو گئی۔

یونانیوں کے دو بڑے مرکز آرٹا و پٹیا تھے جو دو ریلوے سے باہم ملے ہوئے ہیں اسباب جنگ و رسد بندرگاہ کاپرینا کے راستہ آتا تھا۔ زیادہ تر فوج آرٹا میں مقیم تھی۔ جہاں پانچ ہزار آدمی تھے۔ موضع پٹیا میں جو آرٹا سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ایک بلندی پر واقع ہے تین ہزار فوج تھی مدافعت کی دوسری صف میں جو کومیوٹی سے خلیج آرٹا کے قریب بائی تک تخمیناً ساڑھے سات میلوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ چھ سو آٹھ ہزار کی فوج تھی

دریا کے راستوں اور گھاٹوں کی حفاظت اور بصورت محاربہ فوج کی حرکات کو دشمن سے مخفی رکھنے کیلئے دریا کے بائین کنارہ پر تین ہزار آدمی تھے۔ آرٹا سے لیکر پریا تک کے قلعوں کی قطار پر تیس توپین نصب تھین جو زیادہ تر کہنہ ہی تھین۔ یونانیون کے پاس کل ۶۰ توپین تھین۔ یونانیون نے جو توپین بیندیے تھے وہ فی الجملہ عمدہ اور عساکر مضبوط تھے۔ اور کئی ترکی توپون کو یونانیون نے اون کے مورچون اور توپون ہی سے بھی خوب آراستہ کر لیا ہوا تھا۔ یونانیون کے اندازہ کے مطابق ترکی فوج میں ۲۲ ہزار سے زیادہ کی تھی۔ اور وہ ۶۴ توپین نہ تھین جنمین سے تین ہزار سپاہ اور ۴۰ توپین قلعہ پر تو یسا مین مامور بھی تھین۔ یہ قلعہ آبنائے پر تو یسا پر جو خلیج آرٹا کو جاتی ہے واقعہ ہے۔ دریا کے دہین کنارہ پر مقام کی تاوفلی پیڈیا ترکی عساکر کے ساس حرکات تھی۔ انکے علاوہ ایک کثیر فوج آرٹا پر شاہی کے مقابل تھی جو مقابل پل کے دہانہ پر اکھیزا الیا نیون کی ایک بٹین تھین تھی۔ ایک اور بٹین پل سے چار میل کے فاصلہ پر مقیم تھی۔ وہ اس فوج کی جزو تھی جسکا کلب عمارت مین تھا۔ اور گریبی نترا نک یونانی سرحد سے دو ہزار گز کے فاصلہ کے بعد پر پھیلی ہوئی تھی۔ ترکون کی تیسری صف لزشت جو یانیا کی سڑک کی حفاظت پر مامور تھی فیٹی پیگا ڈیا مین تھی۔ یونانی فوج کو یا نیون یا مفسدون سے بھی بہت مدد ملی جنکی جمعیت کثیر تھی۔ یہ یا نے ہتھیار یا نے ہوئے تھے جسے مرتب دیار کی تھی۔ اور اکثر ممتاز و متمول آدمی اونکے سرگروہ تھے۔ کل دستہ کا سپہ سالار کاپٹن سوڈیوس تہا جو ٹرکیہ یس کی وزارت کے عہد مین صلح اگریبی نیان کیطرف سے پارلیمنٹ یونان کا ممبر رہ چکا تھا۔ تمام مفسدون کی وردی اپنی علیحدہ تھی مگر اونکا دستہ فوج باقاعدہ مین شمار نہ کیا گیا۔

تھیسلی کیطرح اپائرس مین بھی ترکون نے حملہ مین سبقت کی۔ اور آرٹا پر گولہ باری کرنیسے لڑائی کا آغاز کیا۔ اونہون نے شہر سے شمال مغرب کیطرف کی بلندیون پر ساڑھے تین انچ قطر کی سولہ توپین نصب کرکے تین دن رات گولہ باری کی۔ پہلے دن بھی کئی گھنٹون گولہ باری کیجاتی رہی۔ اتشباری ہی سے شہر طریق سے کیگئی کہ یونانیون نے مشہور کر دیا تھا کہ توپخانہ مین جرمن افسر ہین۔ اسی گولہ باری کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آرٹا کا پل اور نیز خود شہر پر حملہ کرنیکے لیے راستہ صاف کیا جائے۔

بتاریخ ۹۔ اپریل صبح کے چار بجے اون تمام ترکی باتریون نے جو شہر کے مقابل نصب تھین یونانی مورچون پر گولون کی بارش شروع کر دی۔ یہ گولی گرجہون سے بھی جو دریا کے کنارہ کے برابر کھودے گئے ہوئے تھے۔ بسرعت رُیفلی باترین سر ہونے لگین۔ اس وقت ترکون کے ایک دستہ نے یونانیون کی توجہ دوسری طرف سے ہٹانیکے لیے ایک موقعہ سے دریا سے گذرنے کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف ایک بر دست دستہ نے پل پر حملہ کر دیا۔ مگر چونکہ محافظین کی جمعیت ہر جگہ معقول تھی ترک دونون کوششون مین ناکام رہے۔ اور حملہ کنندہ دستون کی جانبازی و شجاعت جسی کوئی ثمر بھی شہید و مجروح ہونے کے کوئی فایدہ نہ بخش سکی۔

۱۰۔ اپریل کی آدہی رات کو ترکون نے تیسری مرتبہ پل پر حملہ کیا۔ ترکون کو امید تھی کہ رات کیوقت دشمن غافل ہوگا۔ مگر اون کی توقع درست ثابت نہ ہوئی۔ اور وہ اس حملہ مین بھی کامیاب نہ ہوئے۔ متصلہ باتریون نے حملہ کنندہ کالمون کو حتی الامکان مدد دی۔ مگر اسکا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ رات کی تاریکی مین اپنے مقصون کو واپس ہٹ آئے۔ دوسرے دن دن بھر کے قریب ایک البانوی نے یونانیون کو جھنڈی کے اشارہ سے مطلع کیا کہ ترک رات کو پیچھے ہٹ گئے ہین۔ اور تمام متصلہ دیہات اور قلعون کو خالی کر گئے ہین۔ یہ اطلاع غلط نہ تھی۔

حملہ کنندہ دستے فی الحقیقت تمام اگلے علاقہ کو چھوڑ کر درہ فلپ پیڈیا کو واپس چلے گئے تھے جب وہ یہاں پہنچے تو یونانی فوج کے اس ملاحظہ کی خبر پائی تو وہ جوق در جوق آرٹا میں داخل ہو کر ترکوں کی روانگی پر پاگلانہ پر جوشی سے خوشی ظاہر کرنے لگے۔ باشندوں نے ترکی چنگی خانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یونانی جھنڈا ترکی باتریوں اور چنگی خانہ پر بلند کر دیا گیا جب چار ہزار یونانی فوجیوں اور باتریوں پر جنہیں ترکوں نے گولہ باری کے لیے تیار کیا تھا۔ قبضہ کیا تو یونانی باشندوں اور فوجوں کی پر جوشی و واز منگی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ سب اس خیال و توقع میں مسرت ہو گئے کہ بس اپارس میں ترکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ دسمبر میں یانیا کیطرف پڑھے کے آواز بلند ہو رہے تھے سادہ لوح و سہل الاشتعال دیہاتیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ فتح اپارس کی آزادی کا پہلا زینہ ہے تمین دکی ترکی گڑھی سے آرٹا کو کوئی قابل ذکر نقصان نہ پہنچا بہت کم گرنے شہر کا نقشہ بگڑا اور انمیں سے اکثر نہ پٹے۔

کرنیل مانوس نے سہولت تعاقب کا حکم دیدیا اپنے ڈویژن کا ایک حصہ لیکر اُسنے بمقام بانی آرٹا کو عبور کیا۔ اور فلپ پیڈیا کیطرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف ایک بریگیڈ اور پندرہ سو مجاہدین نے میزونیا پر جو درہ پنٹی پیگاڈیا سے بارہ میل جانب جنوب ہے قبضہ کر لیا اس پوزیشن پر وہ ترکی بریگیڈ جو آرٹا کے سامنے مقیم رہا تھا اور دس کیلبر بٹ گیا۔ اور وہاں فلپ پیڈیا کے مخ مقیم ہو کر ۱۴ اپریل تک یانیا کی حملہ کا انتظار کرتا رہا مختصر سی لڑائی کے بعد جس میں ترکوں کی کئی سو ادمی اور چند توپیں ضائع ہوئیں۔ وہ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف جو طبعاً نہایت مستحکم موقعہ ہی ہٹ گئے۔ ۱۳ اپریل کو مانوس نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کر لیا۔ اور اُسی وقت اُسے مزید خبر موصول ہوئی کہ ترک غارت پر جو آرٹا کے بالمقابل مضبوط ترین ترکی قلعہ تھا۔ اب اور زیادہ عرصہ قابض نہیں رہ سکتے۔ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف مراجعت کر جانے اور وہاں تک کے تمام علاقہ کو خالی کر دینے کی خبر جب قسطنطنیہ میں پہنچی۔ تو سخت حیرت اور ناراضگی پھیلگئی۔ اور صورت یانیا کو تاکیدی احکام بھیجے گئے کہ درہ پنٹی پیگاڈیا کو جو یانیا کی کلید ہے فوراً لوٹ کر پہنچا جائے۔ اور اپارس میں لڑائی کیلئے دو نئے ڈویژن اور مرتب کئے جاویں۔ انہی دنوں یہ افواہ بھی مشہور ہو گئی کہ محمد فیضی پاشا سالار واپس بلایا جائیگا۔ اب نوری پاشا کے باغی ہو جانیسے یانیا میں بھی سخت تشویش اور ہلچل برپا ہو گئی۔ اور اس بغاوت کی وجہ سے تمام فوجی احکام کی جو میدان جنگ سے دور بیٹھے تھے اور ہر قسم منضبط ہو گئی۔ بغاوت مذکور سے حملہ کنندہ فوج نے خوب فائدہ اٹھایا۔ ۱۳ و ۱۴ اپریل کو کرنیل مانوس کی افواج اور ان متعدد ترکی دستوں میں جو درہ میں آگے بھیجے گئے تھے نئی مڈبھیڑ ہوئیں مگر صورت معاملات کی عام حالت پر ان سے کوئی اثر نہ پڑا۔ ان دنوں کی کارروائیوں کا کل لب لباب یہ ہے کہ یونانی باین توقع و منشا کامل کہ رعایا باغی ہو کر ادھر کی اعانت کرے گی درہ کے دہانہ کو توپ مورچے تیار کر کے مضبوط کر رہے تھے۔ اور ترکوں کی افواج اور توجہ کو پراگندہ کرنے کیلئے جا بجا ایکدستے حملے کرتے رہے۔

۱۴ سے لیکر ۱۹ اپریل تک پنٹی پیگاڈیا کے قریب جو مرکز ارایان ہوئیں اونکی ابھی تک مفصل و معتبر حالات شہر نہیں ہوئے جسقدر حالات ابتک شائع ہوئے ہیں وہ ایکدوسرے سے متضاد اور مجمل سے ہیں اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار جو یونانیوں کے ساتھ تھا۔ اور کئی مرکے آخر تک چشم خود معائنہ کرتا تھا۔ اسکی متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔

"خلیج آرٹا کو جو پہاڑ احاطہ کیئے ہیں اون سے دو مرکز ہیں ایک زاویہ جنوب یانیا کو جاتی ہیں ایک پر ویسے سے فلپ پیڈیا تک اور دوسرا گرنی

یہ مشکل قابل گذر ہے اور جنگی اغراض کیلئے کارآمد ہو سکتی ہو۔ دوسری آرتھاسے براہ خانو پولوس۔ تومونزا دس اور قرہ اسلاس پہنچی پیگاڈیا کو جو درہ پینی پیگاڈیا میں واقع ہے۔ جاتی ہو۔ خانو پولوس سے پہلا مرحلہ بہت مشکل اور دشوار گذار ہے۔ مگر اسکے دونوں طرف نہایت مضبوط مورچے موجود ہیں۔ دونوں مشرکین قلعہ منٹی پیگاڈیا میں جو دامنہ کے سرے پر ہے انہیں ملتی ہیں۔ قلعہ سے تخمیناً ڈیڑھ دو میل اسجانب جنوب پان دونوں جنگی مشرکوں کو جو یانیا کو جاتی ہیں ایک عمیق گھاٹی مغل کیطرف سوا ملی ہو۔ اس گھاٹی کے دونوں طرف مرتفع پہاڑ ہیں۔ یہ ہیں۔ پانچ دن کی مختصر لڑائی کے بعد یونانی پنٹی پیگاڈیا تک بڑھ کر اسپر قابض ہو گئے۔ انکی نو جمعین طویل تونگ پہاڑی درہ میں کسیقدر پیچھے موجود تھیں۔ اوتھا منشار یہ تھا کہ جونہی پیر یوسانیج ہو جائے یانیا کیطرف بڑھ کر اسپر یونانی علم بلند کر دیں۔

یونانی انوایج کے منتشر ہونے کی خبر جو ایک ہفتہ ہوا ایک پلٹن جو موضع کو تندرزا کی تاک بڑھ گئی ہوئی تھی۔ ترکوں کے تابو آگئی۔ انہوں نے تاریخ ۴ اپریل اوپر اچانک حملہ اور ہو کر اور کاٹ قطع کر دیا۔ پلٹن مذکور کے تین سو قتل۔ دو سو زخمی اور ساٹھ اسیر ہوئے۔ ۱۱ اپریل کو یونانی خانو پولوس کے زیب درہ میں سے گذرنی والی فوجی مشرک کو مشرق میں ایک ایسی پوزیشن میں قایم تھے جو طبعاً نہایت مضبوط تھی مگر اسمیں یہ نقص تھا کہ ایک گول پہاڑی کرارہ کی جو وادی کے درمیانہ میں تھی۔ اور ترک اس کرارہ پر قابض تھے۔ یونانی پوزیشن کی کلید ایک سطح چوٹی کی پہاڑی تھی جسکی بناوٹ ایسی تھی کہ وہ ترکوں کے حملہ کے برخلاف تدرتی مورچہ کا کام دیسکتی تھی۔ اور چونکہ یونانی دہان چمبیت کثیر موجود تھے۔ وہ اس سے متصل پہاڑ پر اوٹھا سکتے تھے۔ یہاں کرنیل تونزاریس چھ ہزار فوج کے ساتھ مقیم تھا۔ تین ہزار یونانی و تو پوں سمیت اس سے جنوب میں دو کیلو میٹر اسوا میل کے فاصلہ پر تومونزا دیس میں تھے۔ اور اس مقام سے بجانب جنوب اور پھر ہزار آدمی آٹھ توپوں سمیت تھے۔ ریزرو فوج جسمیں چھ سو آدمی اور چار توپیں تھیں موضع تروآسا اس میں تھی۔ ۱۰ اپریل کو فریقین میں جزوی ہنگامہ آرائی ہوئی۔ لیکن ۱۱ و ۱۲ کو ترکوں کی جارحانہ پیشقدمی کی وجہ سے سخت معرکے ہوئے۔

بہ ٹرایان ۱۲ اپریل کو علی الصبح شروع ہوئیں۔ ابتداً ایک ترکی بریگیڈ نے خانو پولوس کے قریب کی یونانی پوزیشن پر جہاں کرنیل تونزاریس تھا۔ حملہ کرنیکے کی۔ لیکن اس حملہ کو کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ یونانی پوزیشن میں پہاڑیوں کے کرارہ پر چھ سو یزدونی۔ چار ہزار یونانی سپاہ اور دو توپیں اور درمیانی بلندیوں پر چھ سو اور یزدونی معہ دو توپوں کے تھے۔ ترکی بریگیڈ میں چار ہزار سپاہ اور کچھ توپیں تھیں۔ بریگیڈ مذکور نے اس قطعہ پر پے در پے حملہ کر کے کرارہ کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ یونانی گو اپنی جگہ پر قایض رہے لیکن ترکوں کا عزم بالجزم اور متواتر حملوں سے یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ محافظین کو کمک کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے ولی پوزیشن اور خانو پولوس کے درمیان سارے چھ ہزار یونانی فوج اور تیس توپیں موجود تھیں۔ بنابریں تونزاریس کو بآسانی تمام کمک پہنچائی جا سکتی تھی۔ لیکن سخت تعجب ہے کہ کوئی کمک نہ بھیجی گئی۔ ۱۳ کو ترکوں نے پھر زبردست آتشباری شروع کی جو برابر دو پہر تک ہوتی رہی۔ یہ پہر کے قریب آتشباری کی سخت تیزی میں بہت کمی ہو گئی اور اس سے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ ترک پوری قوت سے وہاں حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یونانی کے مقابلہ پر یونانی جب جرات انگیز کارروائیاں کر رہے تھے تک تونزاریس پہنچی وہ پہر کے وقت نامعلوم وجوہات سے وہ یونانی توپخانہ بھی جو بلندیوں پر نصب تھا خاموش ہو گیا اور ساڑھے تین بجے تک ترکوں نے یکبارگی تابڑ توڑ زبردست حملے شروع کر دیئے۔ یونانیوں کی پیٹھ کے سامنے انہوں نے یونانیوں کو گھیر لیا تو درمیانی بلندیوں کی یونانی توپیں بھی خاموش ہو گئیں اور تین

منٹوں کے جو بعجلت تمام نمانو پولس کی طرف ہٹ گئیں۔ البتہ کرارہ چرکے ۱ ڈویژنوں نے محکمہ گان کی تباہی خبر اشتہاری کا جواب دیا۔ اور ایتھنز سے دس گنا جمعیت کے مقابل پانچ بجے تک اپنی جگہ پر قائم رہے۔ لیکن آخر اون کو پہاڑی کے نیچے دھکیل دیا گیا۔ مگر وہ پھر بھی تعاقب کنندوں پر بار بار پلٹ پڑتے تھے۔ کرارہ پر ۱ ویژنوں کو ایک سو آدمی ضائع ہوئے۔ ورینولا تک کرارہ پر قابض ہو کر اوس یونانی پوزیشن پر جو درمیانی بلندیوں پر تھی آتش سوزندہ برسا رہے تھے۔ یونانی اب اور زیادہ مقابلہ نہ کر سکے۔ اونکی ترکی تمام ہو گئی۔ عام پسپائی کے بگل بجوا دیئے گئے۔ سو پانچ بجے کل پوزیشنوں کو چھوڑ دیا گیا۔ اور ترک خانو پولس تک مراجعت کنندہ ویژنوں کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ یونانی افسروں نے اپنی سپاہیوں کی ستو دشا بھاگ کو روکنی کی فضول کوشش کی۔ کسی نے نہ سنا۔ وہ کیا جنگی فن۔ کل فوج اندھا دھند آرٹاکی طرف کو دوڑی گئی۔ مگر وہاں پہنچکر کیا دیکھتی ہے کہ کل سڑک نہر اردن پیڑوں اور دہقانیوں سے کی بھری ہے۔ کل علاقہ میں جس عسرت سے عام بھگدڑ سی پھیلگئی اسکا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دیہاتی اپنا مال و اسباب لیکر بگٹٹ بھاگی جاتی فوج سے پہلو دیا رکے تیز تیز چلے گئے۔ ریڑھوں اور گاڑیوں کے سائیسوں میں غلط مطط ہو جانے سے ترتیبی پہلو ہی کچھ کم نہ تھی کہ دہقانوں کی چھکڑوں سے جو گاڑیوں چھوڑ چھاڑ بھاگے چلے آرہے تھے فوج کو رستہ میں اور سخت مزاحمت حائل ہو گئی۔ اور ترتیبی و پریشانی کا کوئی پایان نہ رہ گیا۔ آرٹاکا پل جو ان سے یونانیوں نے چارخانہ کا رروائی شروع کی تھی۔ مگر اب بحال خستہ و تباہ اوسکی طرف بھاگے جا رہے تھے پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اوس کا عرض تین گز سے زیادہ نہیں اور تین محرابوں پر جو ستونوں پر قائم ہیں کھڑا ہے۔ پل کے دونوں طرف کی دیواریں اتنی بلندی میں کہ مسافر کو پل پر سے گذرتے وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ گویا کسی گہائی میں سے گذر رہا ہے۔ دریا اس موقعہ پر چندان عریض نہیں اور نہ اسکا دھارا بھی کوئی ایسا تیز نہیں۔

۲۸ اور ۲۹ اپریل کے معرکوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۳۰ اپریل کو ترکی ظہور پر ایک یونانی سپاہی کا وجود باقی نہ رہ گیا۔ اور کرنیل مانوس کی کل فوج جو بعض اوقات سوم ڈویژن کہلاتی تھی۔ اس چار خانہ کارروائی میں ناکام رہنے سے سخت شکستہ دل و نقصانات کثیر سے بہت کمزور ہو گئی۔ پریویسا اور تیکو پولس کے چھوڑنے سے قلعہ پر بھی یونانی گولہ باری سے کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ مگر یونانی کمانڈر کے حوصلے بست نہ ہوئے اور وہ نئے منصوبے باندھنے لگ گیا۔ ۳۰ مئی کو اڑھائی ہزار آرمی مجاہدین جن کو خاندان بوت نازیس ترتیب کیا۔ ایتھنز سے آپائرس کو گئے۔ اور وہاں سے جہازوں پر سوار ہو کر اپائرس کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک یونانی یہ سیڈ آف آرمینز (جون آف آرک ثانی) بطور علم بردار مجاہدانہ وردی پہنے اوسکے ساتھ تھی۔ اوسکی ٹوپی سیاہ۔ اور کارتوسوں کی پیٹیاں کندھوں پر وار پاڑوالی ہوتی تھیں۔ اوسکا نام سیلین کاشن ڈینی اور عمر ۱۷ برس کی تھی۔ وہ نہایت قادر انداز مشہور تھی۔ اور کہا جاتا تھا کہ اوسکا نشان شاذ و نادر خطا جاتا ہے۔ اوسے بھی جون کی طرح الہام ہوتے رہنے کا دعوے تھا۔ اور بزعم خود یونانی مجاہدین کی جن کے دل ترکوں کی نفرت و عداوت سے معمور تھے۔ محافظ و نگہبان وہی تھی۔

تھیسلی میں بھی یونانی افواج کو دیر نولاپے درپے شکستیں پہنچی تھیں۔ ترک دولو پر قابض ہو چکے تھے اور یونانی ڈوموکوس کو بسرعت

لہ اس محب وطن اور جرأتمند عورت نے جو ۱۸۲۱ء کی جنگ آزادی میں بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔ ۱۸۵۴ء میں بعمر ۹۰ برس وفات پائی۔ ۱۸۵۳ء میں جب فرانس و انگلستان نے روس کے خلاف ترکی کی مدد کی تو اس نے ایک فوج تیار کر کے ترکی بھیجی تھی۔

ہٹے جا رہے تھے۔ ان وجوہات سے متاثر ہو کر یونانی گورنمنٹ نے فروگیر دول کی سفارتانہ امداد سے التوائے جنگ کی خواہاں ہو گئی لیکن معاہدہ التوائے جنگ کا نہ ہلرم سے ہوا اور نہ مناسب سمجھا کہ اگر ہو سکے تو تقسیلی کے معاوضہ میں کم از کم اپائیرس کیطرف کچھ فتوحات حاصل کی جائیں اور بالخصوص پریویسا اور نیکوپولس کو جو پہلے گودلباری ہو چکی تھی مسخر کر لیا جائے۔ باین عزم وزیر معظم رالی نے کرنیل مانوس کو دیا فت کیا کہ اگر اپائیرس میں پھر لڑائی شروع کیجائے تو کیا فتح کی کچھ امید ہے اور کیا ایسی صورت میں جب کہ ترک تقسیلی پر قابض ہیں اپائیرس میں لڑائی شروع کیجا سکتی ہے۔ کرنیل نے دونوں سوالوں کا اثبات میں جواب دیا۔

اسپرنٹی فوج فراہم کی گئی۔ اور مذاکرات صلحیہ کے دوران میں حتی الامکان اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے اور ایک دو مقامات غنیم سے چھین میں حاصل کر لینے کے لیئے مزید کمک اور سامان جنگ اپائیرس کو بھیجا گیا۔ اور کرنیل مانوس نے اس مدعا کو مدنظر رکھکر محاربہ کا نیا نقشہ تجویز کیا۔ جسکا بڑا مقصد یہ تھا کہ یانیا سے پریویسا اور نیکوپولس کو ترکی کمک نہ پہنچنے دی جائے۔ اور جسقدر جلد ممکن ہو سکے کوئی اہم موقعہ غنیم سے چھین کر اوس سڑک پر جو یانیا اور پریویسا و نیکوپولس کے درمیان ہے قبضہ کر لیا جائے۔ یہ دونوں چھوٹے سر قصبے صوبہ کی انتہائی جنوبی گوشہ اور خلیج آرٹاکو دہانہ پر واقع ہیں۔

یونانیوں کی زمستانی جارحانہ کارروائی سے جو نتائج ظہور پذیر ہوئے مختلف نامہ نگاروں کا بیانات کا موازنہ و مقابلہ سوا انکی بیشقدر درست کیفیت حسب ذیل متنباط کیجا سکتی ہے۔ یہ معرکے ۱۲-۱۳ اور ۱۳ اسی کو دریا اچروس اور دریا آرٹا کے درمیانی ضلع میں ہوئے۔ یانیا اور آرٹا کی شاہراہ اسی ضلع میں سے گذرتی ہے۔ اور یہیں کئی پہاڑی سلسلے موجود ہیں جن کی چوٹیاں فراخ اور جنگلوں سے ڈھنپی ہوئی ہیں ان سلسلوں کے سامنے فراخ نشیبا و گھاٹیاں ہیں اور باین ہمہ ضلع مذکور میں جا بجا دفعت کیلئے نہایت عمدہ موقعے موجود ہیں۔

۱۲ اسی کی سہ پہر کو کرنیل میرکتاریس ایک کالم کے ساتھ جس میں ایک بریگیڈ فوج پیدل تین سال اور دو باتریاں تھیں۔ عمارت کی بلندیوں کیطرف بڑھا۔ اور دوسرا غنیم سے اوسکی جزوی لڑائی ہوئی۔ ما بسیقوت ایک دوسرا کالم آٹھ پلٹنوں اور دو باتریوں کا کرنیل گلانی فوبولوس کے زیر کمان براہ کالپوس اور دوکپل کیطرف بڑھا تاکہ ترک پہر پلے سے قابض نہ ہو جائیں تیسرے کالم کو کرنیل ڈوکاس کے زیر کمان مقام بلاکا سے اوپر دریا آرٹا کو عبور کر کے مقام مذکور کی ترکی فوج کو وہیں روکے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور مارکو بوٹزاریس کی بجا بہین کو یہ حکم ملا کہ یانیا کی سڑک پر کسی مضبوط مقام پر قابض ہو جائیں۔ اور اگر ترک پریویسا سے نکلکر کوئی دھاوا کریں۔ تو اُسے پسپا کرتے رہیں۔ بیرکتاریس کو تاکید کی حکم دیا گیا کہ جو مورچہ بندی پوزیشن اوس کے حصہ میں دیگئی ہے۔ وہاں وہ بالکل مدافعت پر رہے۔ تاکہ اگر ضرورت پڑے تو گوفتی تو پولس کی بریگیڈ کو جسنے مجاہدین اپائیرس کی دستگیری و اعانت کیلئے تو روس کو عبور کر کے اگے بڑھنا تھا مدد پہنچا سکے۔

مگر جیسا کتاریس نے ۱۴ اسی مقامات تیر تو نیا۔ خانو پولس اور گریمی تسترا کی ترکی پوزیشنوں پر حملہ کر کے غنیم کے ساتھ نہایت سخت معرکہ آرائی شروع کر دی۔ ان پوزیشنوں میں ترکوں نے خوب مضبوط مورچے تیار کر رکھے تھے اور تو میں چڑھا دی ہوئی تھیں۔ اور وہاں ترکی فوج کی معقول جمعیت جو حال میں ہی مہزار سیاہ زیر کمان سعد الدین کی کمک پہنچی تھی متعین تھی۔ نہایت سخت توپی مبارزت کے بعد جس میں آرٹا کے متصل یونانی قلعوں کے توپخانے نے بھی حصہ لیا اور یونانی جانوں پر کیلکر جرات استقامت و بہادری سے غنیم کی صفوں میں

کو دبا دیے۔ اور اُسے پھر پسپا دیا۔ مگر ترک اور تازہ دم دستے بھیج بھیج کر ان کی فوج کو پھر تقویت پہنچا دی گئی۔ حالانکہ یونانیوں کی چار پانچ قطر کی توپیں اب بھی میدان میں آکر اوپر گولہ باری شروع کر دی تھی تھوڑی دیر بعد رات پڑ گئی۔ اور لڑائی ختم ہو گئی اس معرکہ میں یونانیوں نے فاتحانہ پیشقدمی کرکے کثیر التعداد فوج کے مقابلہ پر اپنی جگہ کو قابل تعریف شجاعت و استقلال سے قایم رکھا۔ رات کے ساتھ ہی کوہستانی بارش موسلا دھار شروع ہو گئی۔ مگر توپی مبارزت کو یہ بھی نہ روک سکی۔ ایک پہاڑی پر ترکی۔ اور دوسری پر جو پہلی کے بالمقابل تھی یونانی توپخانہ نصب تھا۔ مگر آخر پہاڑی کو ہر نے اس کو بھی بند کرا دیا۔ بارش۔ سردی اور بھوک سے دونوں فوجوں کو اس رات سخت تکلیف پہنچی

۱۴ اگست کو بروز جمعہ صبح کے نو بجے پرنس قسطنطین نے گولفی نیوپولوس کے بریگیڈ سے ایک پلٹن کی کمک پہنچ جانے پر جارحانہ کارروائی پھر شروع کر دی۔ اور فوج کو تین کالموں میں منقسم کیا۔ ایک کالم درہ کیافاسے اور دوسرا درہ مذکور سے پرے اور تیسرا شرقی کیفیز سے ہوتا ہوا نیوپولوس پر سامنے سے دھاوا کرنے کیلئے آگے بڑھے۔ حملہ معقول تیزی کے ساتھ شروع ہوا۔ اور شروع شروع میں کامیابی کی بہت کچھ امید ہو گئی یونانیوں کی بدقسمتی سے وہ بلندیاں جن پر ترک قابض تھے مخفی کیفیت کو ہر میں چھپی ہوئی تھیں مگر ترک وہاں سے یونانیوں کی نقل و حرکت کو بخوبی تمیز کر میدانوں میں تھے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ جب پیرکتارکس کی فوج صف بستہ آگے بڑھی۔ دو ترکی باتریوں نے جن میں سے ایک میں چار پانچ قطر کی گرانوزن توپیں تھیں یونانی کالموں کو دو طرفہ آماجگاہ بنا لیا۔ ترکی پوزیشن میں مزید برآں تین توپیں بھی تھیں۔ اونہوں نے یونانی توپخانہ پر مسلسل گولہ برسانے شروع کر کے اُسے بتدریج خاموش کرا دیا۔ ایسے حالات کی موجودگی میں یونانی فوج پیدل کی بیباکانہ پیشقدمی اور متہورانہ حملہ کا تاکام رہنا صاف ظاہر تھا۔ ایونوی جو ٹیوں و سن نیدیوں کے پیچھے لیٹی ہوئیں اور پہاڑی کے کنارہ پر کی باتریاں حملہ کنندہ آبو نزینوں و انفنٹری پلٹنوں پر لگاتار گولوں اور گولیوں کی بوچھار کر رہی تھیں ایک انگریز نامہ نگار لڑائی کا مشاہدہ کرتا رہا تھا یونانیوں کی شجاعت و استقامت کی بہت تعریف کرتا ہے۔

سہ پہر کے چار بجے پیرکتارکس کی تینوں کالموں نے آخری حملہ کیا۔ بندوقوں کی باڑھوں کی بوچھاڑ کرنے والی آڑ اور اس کی حمایت سے باز گشت اور گولہ جو پہاڑیوں کی اطراف سے گونج پیدا ہو رہی تھی۔ گویا لڑائی کا آخری سین تھی۔ پھر یکلخت ایسی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی کہ گویا آسمان پھٹ گیا ہے۔ کوہستانی علاقہ کی زمین اس سے بالکل پھسلنی اور ناقابل گذر ہو گئی۔ رفتہ رفتہ ہر طرف آہستہ آہستہ دھند چھا گئی اور بالکل خاموشی ہو گئی۔ اور پانچ بجے تین دن کی لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ دریں اثنا بارش برابر موسلا دھار ہوتی رہی اور یونانی فوج برابر اپنے موقعہ پر قائم رہی۔ یہ رات بھی فریقین کے حق میں نہایت عذاب کی رات تھی جس کی مصائب کا نقشہ ٹریلی نیوز کے نامہ نگار نے نہایت واضح اور موثر پیرایہ میں کھینچا ہے۔

(۱۵ اگست) جمعہ کو صبح کی روشنی نمودار ہونے پر گھر دوار ہونے پولوس کے میدان کارزار کا معائنہ کرنا پھر ممکن ہو گیا۔ نامہ نگار مذکور کا بیان ہے کہ مطلع صاف ہونے پر ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ترک رفیل گڑھے کھودنے اور دو سو بندیان تیار کرنے میں برسرکار مصروف ہیں۔ اور دوسری طرف اونکو سواروں کی کئی جماعتیں جا بجا میدان کی گرداوری کر رہی ہیں۔ لیکن تین دن کی لڑائی اور بارش نے دونوں فریق کی حرارت کو سرد اور اونکی سکت و ہمت کو زائل کر دیا ہوا تھا کسی فریق کو عام معرکہ آرائی کی جرأت نہ پڑی۔ علاقہ مصمات ہو چکا بارش اور دھند بھی تک یہ طالع

ہوئے تھے مین صرف کبھی کبھی سنفرو گولے کی آواز سنائی دیجاتی تھی یہ آواز ین گو لفی نو پولس کے برگیڈیر کیطرن سے آرہی تھین جسکی کوشش تھی کہ تورس کپل کو قریب نہیم سے مختصر سی لڑائی کرنے پر مجبور دہی۔

ان معرکون مین یونانیون کو گو اپنی جگھ سے کچھ ایسا بہت نہ ہٹنا پڑا بلکہ عملی طور پر وہ برابر انہی مرتعون پر قابض رہے جنپر شروع مین ہوئے تھے تاہم کرنیل مانوس نے حکم دیدیا کہ کل فوج رات کیوقت آرٹاپل کو واپس ہٹ آئے۔ یہ مصلحت باتر تیبی سے عمل مین لائی گئی کہ کئی توپ یا سامان جنگ پیچھے چھوڑ آیا۔ اور تقریباً کل فوج صبح کے پانچ بجکر آرٹا کے قریب پہنچ گئی مقام تیمبانی کو جہان کہ وہ تین دن پہلے حملہ کرنیکے لیے روانہ ہوئی تھی یہ پہنچگئی مگر منفرد دستے ابھی تک دریاے کو اہین کنارہ پر قابض رہے۔ دو کمپانی برگیڈیر کو بھی جو بلقان کی ترکی فوج کے مقابلہ پر اس نیور بھیجا گیا تھا کہ اُسے دوسری ترکی فوجون سے تعلق کر دے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ان معرکون مین جو ترکی تعلم پر ہوے یونانیون کو ساتھ قتل و مجروح ہوے۔ ۵ مقتول اور ایک سو مجروح افسر بھی اسی تعداد مین شامل ہین۔ یہ بتانا ابھی باقی رہتا ہے کہ بوٹ زاریس کے دستہ مجاہدین کا کیا حشر ہوا۔ اوپر جیسے کہ پہلے لکھا گیا ہے یہ پریویسا کی ترکی فوجکو روان ہوکر ملکر فلپ ہیڈیا کیطرف بڑھنے کے کام پر مامور ہوا تھا۔

یہ دستہ جسمین تقریباً تین ہزار آدمی تھے اپنی محافظ بیسی بیت ۱۱ئی کو دریاے اوروس کے دہانہ پر جہازون سے خشکی پر اتر اور اترتے ہی اون موقعون پر قابض ہوگیا۔ جہان سے شمال کو جانے والی سڑکین زد مین تھین۔ مگر ترکون نے حملہ کرکے اون کو ہر ایک موقعہ پر کامل شکست دی اونکی قلت تعداد کی وجہ سے شروع ہی سے یہ نتیجہ مترتب ہونے کی توقع تھی۔ ساونکی تہمت کا آخری فیصلہ بھی گرودو کے مورچون کیطرح ۱۵ اپریل کو ہوا چار دن کی مسلسل لڑائی سے مصاف کنندہ گان مین سکت نہ رہگئی ساتھ ہی کارتوسون کا ذخیرہ بھی تقریباً ختم ہوگیا چنانچہ یونانیون نے ۱۵ئی کی شام کو مراجعت کر جانیکا فیصلہ کر لیا۔ ان مورچون سے بھی کسی ذریعہ کو کوئی فایدہ نہ پہنچا۔ کرنیل گو لفی نو پولس اور دستہ مجاہدین کو موعودہ مدد نہ پہنچی اور مجاہدین کی مہم کا خاتمہ کامل تباہی پر ہوا۔ اس غفلت کی کوئی وجہ بتائی نہین گئی۔

رات کیوقت خستہ ماندہ و فاقہ زدہ مجاہدین بحال پریشان ماتگین گھسٹتے جھاڑون پر سوار ہونیکے لیے ساحل کیطرن چلے جا رہے تھے۔ کہ یکبارگی یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ترک تعاقب مین چلے آرہے ہین اسکے ساتھ ہی ساحل کیطرف سے یہ ہیبت ناک خبر پہنچی کہ وہان کوئی کشتی موجود نہین ایاس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ اوس شاخ سمندر مین سے جو یونانی علاقہ کو ترکی سرزمین سے جدا کرتی ہے پیدل گذرا جاے۔ اوس وقت تمام نظام و ترتیبی کا خاتمہ ہوگیا سب کو سب خوف و ہراس سے بیجوس بھوک سے بیتاب اور باراں سے شرابور ہو رہے تھے۔ اکثر گرفتاری سے بچنے کے لیے بوجہ شامسمندر مین کود پڑے عاقبت نہ دیکھا سے پریویسا کی ترکی فوج کے اون دستون کو جو شہر سے اگر کے متعین کیے گئے تھے۔ اور ہر توجہ ہوگئی اور اصل حقیقت معلوم ہوتے ہی اونہون نے بھگوڑون پر نے لغور گولیون کی تابڑ توڑ بارش شروع کر دی جن سے اکثر یونانی پانی مین ہی ملوث اجل ہوگئے بقیہ بسیط بحال تباہ و زبون بلا اسلحہ و سامان نیم مردہ حالت مین جہازون پر پہنچ گئے جنہون نے اونکو ایاریس پہنچا دیا۔ دستہ مذکور مین سے تین سو سپاہی قتل و مجروح اور سو مفقود الخبر ہوے۔ یعنی محاربہ ایاریس کے آخری تین دنون مین یونانیون کے پانچسو قتل اور ایک ہزار زخمی و مفقود ہوے۔ بعد ازان پھر کسی یونانی سپاہی نے ترکی سرزمین پر قدم نہ رکھا۔ ۱۹ئی کو خبر صرف باضابطہ رہگئی۔ اور ۲۰ کو نوزیمین مین

---

۱۱ عید کا دن تھا مسلمانون نے خوشی سے ۱۱ الاللہ کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ایک لگر یتانگا کا بیان ہے کہ کوئی یونانی ہی جو خانہ مروی اور مکان مسکونہ نہم دیوانہ ہوگیا تھا ان نعروں سے متاثر ہوکر ۱۱ الاللہ کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ تین کا بھائی اسی مہم مین مقتول ہوا تھا مگر وہ خبر سنتے ہی بیحد خوش ہوئی۔

محاربہ پایئرس میں شریک ہی سے یونانیوں کی تربیت گردش میں رہی۔ اور کوئی مخصوص ستارہ زیر جادہ نگن رہا۔ بینظیر شجاعت فوجی وشجاعت کے باوصف یونانی کوئی مثبتہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور صرف یہ کر سکے کہ فیلم کو اپنے علاقہ میں دخل نہ ہونے دیا۔ غالباً اب تک کسی جگہ میں جو محاربہ پایئرس ایسا کے شمار اور بلا منفعت رہا ہو کبھی اسقدر نقصان کثیر نہیں ہوا۔ پایئرس میں یونانی کمانڈر کی کوشش اس امر پر منحصر رہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے زیادہ علاقہ پر تصرف کرے اہم مقامون پر قبضہ کر لیا جائے۔ اور جو حرض کو حصول کر لیے اس سے یونانی فوج کو جدا جدا حصون میں تقسیم اور منتشر کر دینے کی غلطی ہو گئی۔ حالانکہ ترکون کو جو تعداد میں پہلے ہی اوسکی فوج سے زیادہ تھے مدد و مرمد دور قرنون کی کمک پہونچنے لگی ہو گئی تھی۔ کرنیل مانوس کا مدعا و مقصد یہ تھا کہ ترکون کی یونانی رعایا کی امداد سے پر یو یسا۔ نیکوپولس۔ پنٹی پیگا ڈیا۔ اور یانیا پر قبضہ کر لیا جائے۔ اوسکی بھی یونانی گورنمنٹ کسطرح یہ رائے بھی کر تسلی کو مقابلہ پر پایئرس کو ضرور منع کر دینا چاہیئے تاکہ انتقاض صلح کے وقت عوض معاوضہ کر لیا جا سکے۔ اور ترکون سے کوئی پھل ملنے کا مطلق نہ کر سکیں۔

یہ امید بنا متبذکرہ صدر غلطیون اور زور و شورون کی وجہ سے ہی تھیں۔ بلکہ اس وجہ سے بھی باطل ثابت ہوئیں کہ رعایا نے جو کسی جوکھم میں پڑنا نہیں چاہتی تھی اپنے ہم مذہبون اور ہمقومون کا ساتھ دینا پسند نہ کیا۔ اور اپنے حالین مگن رہی۔

محاربہ پدنہ کی تکمیل پر کرنیل مانوس کہان سے واپس بلا لیا گیا۔ اور کورٹ مارشل کے ذریعہ اسکی تحقیقات و تجویز کیگئی۔ اوسکی جگہ فاتح مرد نیہ و سٹینیہ جنرل اسموسکی کا بھائی کرنیل ہموسکی اپایئرس کی فوج کا کمانڈر بنایا گیا۔ یونانی کمانڈر سے اوسکی گورنمنٹ نہ جو سلوک کیا اوس کے عین برعکس ترکی سپہ سالار احمد مختار پاشا کی کمال تدبر و فراخدلی کیگئی جلا التماب نے اوسے طبقہ عثمانیہ کی رسم بالماس جلالت عطا کر کے پاشا موصوف اور اوسکی زیر کمان فوج کو جو حسن خدمات کے صلہ میں شاہی سلام کہلا بھیجا۔

محاربہ کے دونون میدانون کی حالات کو خاتمہ پر ترکی فوج کی کل نقصانات کی تعداد صحیح کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ ترکی کی زیر حرب نے اوسکی تفصیل سرکاری طور پر حسب ذیل ظاہر کی ہے۔ تسالی میں نو سو شہید اور ۴۴ سو مجروح۔ اور اپایئرس کے مرکزان میں ۹۱ شہید اور ۴۴ زخمی جملہ ۹۹۱ شہید اور ۴۴۶ زخمی ہوئے شہداء میں دو پاشا۔ ۴۰ سٹاف افسر اور ۴۵ اعلیٰ افسر کل ۸۵ یعنی نہ فیصدی افسر تھے جس سے ظاہر ہے کہ افسرون کی ذاتی شجاعت و بسالت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

سر آسٹین ہیلڈ بارٹلٹ اپنی کتاب کو فصل پانزدہم میں محاربہ اپایئرس کی حالات حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

"یہ محاربہ تسالی کی نسبت اون مرکون کے حالات جو مغربی یعنی اپایئرس میں ہوئے بہت کم وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئے ہیں۔ یونان ترکی فوج کے ساتھ صرف ایک نگیز نامہ نگار تھا۔ اور یونانیون کے ساتھ بھی کوئی زیادہ نامہ نگار نہ تھے بلکہ اس زمین تسالی میں ترکی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ چھ سات دیدہ یونانی فوج میں بیسیون نامہ نگار تھے۔ اور بنا بریں تسالی میں بیشمار وقعات گذرے۔ جنمین سے ہر ایک کے متعلق کہیں نہ کہیں نامہ نگار کی تحریر ضرور موجود ہے۔ اپایئرس میں آغاز محاربہ پر ترکون کے دو ڈویژن تھے۔ ایک حافظی پاشا کی زیر کمان یانیا میں اور دوسرا مصطفےٰ پاشا کی ماتحت تورد میں۔ یونانیون کا ایک ڈویژن کرنیل مانوس کی زیر کمان آرٹا میں تقسیم تھا۔ جسکی پوزیشن متصل دگرون سے اوتنی بڑھ گئی کہ کرنیل مذکور اپایئرس پر حملہ کرنیکے لیئے ۱۵ ہزار فوج کی گنجائش نکال سکا۔

پہلے حملہ میں یونانیوں کو خاصی کامیابی ہوئی۔ کرنیل مانوس اٹھارہ میل تک ترکی علاقہ میں داخل ہوگیا جس سے یانیا میں بہت کچھ تشویش پھیلگئی۔ بلکہ مسٹر ڈان تو یہاں تک لکھتا ہے کہ اس کے پاس اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے کہ جونز کی ڈویژن فلپ پیڈیا سے پسپا کیا گیا تھا۔ وہ سخت خوفزدہ و ریسیمہ حالت میں یانیا میں داخل ہوا اور کہ اگر کرنیل مانوس بلا تاخیر تعاقب کو چلا جاتا تو وہ بآسانی تمام یانیا اور کل صوبہ پایرس پر قابض ہو جاتا۔ مگر میری رائے میں کل معاملہ صرف یہ ہے کہ یونانیوں کو پہلے حملہ میں کامیابی ہوئی اور انہوں نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کر لیا۔ مگر جب بھیچو سے ترکوں کو زبردست کمک پہنچگئی تو پہلے انہوں نے درہ پنٹی پیگاڈیا میں یونانیوں کی پیشقدمی کو روکدیا اور پھر چار حانب سے اختیار کرکے یونانیوں کو بنقصان کثیر اٹھا کر پیچھے دھکیل دیا۔

صوبہ مذکور میں محاربہ کی صورت و رفتار حسب ذیل رہی۔ ۱۹۔ اپریل کو یونانیوں نے بجمعیت وافر دریا آراکتھوس کو عبور کرکے پایرس پر حملہ کیا۔ اور فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی۔ اوسیدن ایک سابق ممبر پارلیمنٹ سکاٹ سوئیڈیس نے ۲۵ میل بجانب شمال سرحد عبور کرکے مقام میرا کو پر جو یانیا سے ۱۲ میل بجانب جنوب مشرق ہے قبضہ کر لیا۔ ۲۱ کو بھی لڑائی ہوتی رہی جس میں یونانیوں نے تین ترکی دیہات فتح کر لیے اور بمقام ملاسٹارنا ترکوں کی بالمقابل حملہ کو پسپا کرنیکا دعوے کیا۔ دوسرے دن کرنیل مانوس فلپ پیڈیا تک جو اڑھائی سے بارہ میل ہی بڑھ گیا اور ترک قصبہ مذکور کو خالی کر گئے۔ پھر یونانی ٹیلگرامون نے اطلاع دی کہ ۲۳۔ اپریل کو اونکی فوجنے سالاگورا کو بھی فتح کر لیا۔ اور کرنیل مانوس پنٹی پیگاڈیا کی بڑھا جا رہا ہے۔ ۲۵ کو یونانیوں نے دعویٰ کیا کہ اونکی فوج ۲۳ کو پنٹی پیگاڈیا میں داخل ہوگئی تھی لیکن تم ہی بیان کیا کہ ترک اسی شام قصبہ کو پھر فتح کرنے کی کوشش کر رہے تھے اسی تاریخ کو ترکی ٹیلگرامون نے جزدی کہ اونکی فوج نے پنٹی پیگاڈیا کو پھر دشمن سے چھین لیا ہے۔

۲۴ اپریل کو برفجبہ یونانیوں کو بمقام پنٹی پیگاڈیا جو ہرمیت پہونچی۔ اسنے بعینہ اسیطرح جسطرح کہ اوسیدن کے سرکردگی دیسلو نے شمالی تھیسلی کو ترکوں کے قابو میں کر دیا تھا اپایرس میں یونانیوں کی پیشقدمی کے سیلاب کو ہمیشہ کیلئے روکدیا یونانی اخبارات خوب رنگ آمیزیاں کرکے لمبی چوڑی مبالغہ آمیز تاریں بتمہان شائع کر رہے تھے مگر اون کی باوصف کرنیل مانوس یانیا کیطرف اور آگے نہ بڑھ سکا۔ ۲۶ و ۲۷ اپریل کو پنٹی پیگاڈیا کے قریب سخت لڑائی ہوئی جس کی نسبت خود کرنیل مانوس نے اطلاع دی کہ وہ غیر منفصل ہی اونسے یہ اپنے عقب کی محافظت کیلئے کمک کی درخواست کی۔ اور دو ہزار سپاہ کرنیل ریرک تاریس کے زیر کمان تقویت سے بھیجی گئی۔ ۲۸ اپریل کی شام کو آرٹا سے یونانی کی ہڈز نے حسب ذیل معنے وار ٹیلگرام ارسال کیا "یہ کہ بعد دیگرے پنٹی پیگاڈیا سکورون یانیا اور سرنزوو کی طرف بڑھتے جا کر اپایرس پر حملہ کرنے کی ابتدائی تجویز کی تعمیل یوم گذشتہ کے واقعات کی وجہ سے عارضی طور پر ملتوی کر دیگئی ہے"

اس تاریخ سے بعد اپایرس میں یونانیوں کو کوئی فتح حاصل ہونے کی پھر کوئی خبر سننے میں نہ آئی ۲۸ اپریل کو کرنیل مانوس کا ٹائفائڈ مرض تو پنجانہ آرٹا کو واپس گیا۔ اور تمصلہ ترکی علاقہ کو عیسائی دھقانیوں کا جم غفیر بھی شہر میں آ آیا۔ مسٹر کلیمنٹ سمیرس[1] پنٹی پیگاڈیا

[1] یہ شخص انگریزی بیڑہ جہازات تنیدہ کریٹ کا ہمیر البحر پیرس کا برادر زادہ تھا جو الظہر ہو کر یونانی فوج میں شریک ہوا۔ دیکھو صفحہ

دیش پیکار، مین ہی مفقود الخبر ہوا تھا۔ یونانیون نے اپنی ایک پلٹن کی شجاعت و بسالت کی تعریفون کو چھپنے ایک زخمی افسر اور ایک کپتان کی لاش کو قبضہ کے تصرف مین لانے دیا تھا۔ طرفہ مارا بندہ دیئے۔ واپسی مین اور بالخصوص پلاکر کی پل سے گذرتے وقت یونانیون کو عثمی سے سخت نقصان پہونچا۔

۵ مئی کو تقلی پاشا نے اطلاع دی کہ ترکی افواج آرٹا کے بالمقابل تیمل برونی کی چوٹی پر قابض ہوگئی ہین۔ اسی تعلق سے حربیہ کو متعلق سرکاری طور پر جو ٹیلیگرام بھیجے گئے تھے۔ اونمین کرنیل مانوس کو یہ بین وہ بہ معذور بتایا گیا کہ وہ کئی دنون سے ملک کے تاپ بھیر بتا تھا۔ مگر تعجب ہین اوس وقت ایسی پریشانی مستولی اور پولیٹکل فریقون مین متقدر باہمی چشمکش ہو رہی تھی کہ اس بحران سیاسیہ کی وجہ سے جس مین گورنمنٹ مبتلا ہو رہی تھی ان تارون کیطرف کچھ توجہ نہ کیگئی۔ اور کمانڈر مذکور کو بالآخر مجبوراً واپس ہٹانا پڑا۔

۶ مئی کے یونانی اخبارات نے شائع کیا کہ "اسوجا بارین کا دستہ ایک نوجوان و مجید حسین عورت کو زیر کمان اپایرس کو روانہ ہوا ہے" اس دستہ کے متعلق پھر کوئی خبر سُنی گئی۔ ۹ مئی کو کرنیل مانوس[1] اپایرس سے واپس بلا لیا گیا۔ اور اسکی جگہ کرنیل وسوس جس کی تمام عالم مین کریٹ کی بدولت شہرت پھیل گئی ہوئی ہے مقرر کیا گیا۔

یونانیون نے ۱۱ مئی کو ۴۰ ہزار فوج کی جمعیت سے جو تین جماعتون مین منقسم کیگئی تھی اپایرس پر حملہ کرنے کی دوسری کوشش کی دو بریگیڈ کرنیل بیر کتاریس کے زیر کمان فلپ پیڈیا اور تورودس کیطرف بڑھے۔ اور تیسرے بریگیڈ نے کرنیل توطساپس کے زیر کمان خشکی کیطرف نیکوپولس پر جو پریویسا کے عقب مین ہے حملہ کیا۔ اور سمندر سے یونانی انگنبوٹون نے اوسپر گولہ باری کی۔ انمین سے دو بریگیڈون نے ترکی فوج پر جو عثمان پاشا کے زیر کمان گرودے سے طرتوینا تک ایک مضبوط پوزیشن مین تقسیم تھی حملہ کیا۔ اور ۱۲ و ۱۳ مئی کو گنبوتو مین جو آرٹا سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ ایک بریگیڈ نے شمال کیطرف جاکر فلپ پیڈیا کی سڑک پر اور دوسرے نے مغرب رویہ جاکر دریا تورودس کے پل پر قابض ہونے کی کوشش کی۔ ان حملون کا مدعا یہ تھا کہ پریویسا کو کمک اور رسد پہنچنے کا راستہ بند کردین۔ اخبار ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے جو یونانیون کے ساتھ تھا ۱۳ مئی کو اونکی پیشقدمی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا:-

"یہان کی فوجی حکام نے پھر دوبارا جارحانہ پہلو اختیار کرنیکا عزم کرکے کل کی شام کو تاریخ ۱۱ کی ۱ ویزینون کی ایک پلٹن پہنچی توپون (طوپ ناروں) کی ایک باتری سمیت آرٹا پل سے پار بھیجی۔ اور یہ بھی سنا گیا کہ کرنیل بیر کتاریس نے آٹھ ہزار آدمیون کا ایک بریگیڈ (نہم دوہم رجمنٹ بجنداری کا ایکدستہ۔ تین رسالہ اور دو باتریان ساتھ لیجاکر قاری کی پہاڑیون کے قلعہ پر تصرف کرلیا اور پھر اوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) - اور زخمی ہوکر ترکون کے ہاتھ اسیر ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک اوسکی کیکوخبر نہ ملی۔ آخر اوسکا بھائی تلاش کیلئے خود اپایرس گیا۔ اور وہان سے اخبار ٹائمز کو جسکا نامہ نگار اتفاق سے یونانیون کی ہمراہی مین تھا۔ ترکی فوج تعینہ اپایرس نے یہ نقطہ عیسائی بلکہ مسلمان رعایا پر بھی طرح طرح کے ظلم و ستم کرنیکا الزام لگایا۔ تباشر مع جولائی ۱۹۱۲ء مین ترکی فوج کی خوش اخلاقی اور رحمدلی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا ہے "مین ۴۸ ہزار ترکی فوجیون مین چار ہفتہ پھرتا رہا۔ مگر مجھے ایک ناشائستہ حرکت نہ دیکھی اور نہ مجھ سے کبھی ایک لفظ بھی بداخلاقی کا سنا۔ اہل و اطفال ناظرین کو یہ بتانے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ مجھ سے تاریخ باز طلبی رجانشین کا تار اور بتاتا ہے یونانی گورنمنٹ نے مانوس کو کرنیل وسوس کو کریٹ سے واپس جانیکا حکم دیا تھا۔ غالباً اس حکم کی تاریخ ہے

[1] یہ کرنیل مانوس کی وہی سپہ آتا ہے جسکا ذکر ہم سلانیکا مین مشاہدہ ہوگیا ہے +

جنگلدار میدان میں جو ترکی چوکیوں کے بالمقابل تھا دس بندیان شیار کیں۔ اسی وقت ایک اور بریگیڈ جس میں ہم جنبط کے ویزیئن کی تیسری پلٹن اور دو بطریان ہیں۔ کرنیل گرانفی نوپولس کے زیر کمان متذکرہ صدر میدان کی دوسری جانب کو بار بار تو روس کراس پل کیطرف بڑھا چہرے سے غلبہ پیدا کرتا ہوا راستہ جاتا ہے یہ مقام پانیا پریویسا کی شاہراہ پر واقعہ ہے۔ وہاں ترک بزعم خود کثیر موجود تھے۔ یہ ایک اور بریگیڈ سوم دوم بریگیڈ کرنیل ڈوکساس کی ماتحتی میں اس کیطرف بھیجا گیا کہ بمقام پیانا ماناوگ تشاد یا آرٹا کو عبور کر کے پلاکا کی ترکی فوج سے مصروف پیکار ہو۔ دوسری طرف بوٹ ناریس کے دو ہزار آدمی پریویسا کو بے تعلق کرنے اور وہاں کی فوج کو باہر نکلنے دینے کے کام پر مامور کئے گئے ترک میدان میں بمقام فلپ سپٹیا۔ شیر تونیا و خانو پوتامس اور درہ پنٹی پہ گاڈیا کے دامنہ پر اور ان دیہات کو بالمقابل میدان کی دو طرفہ بلندیوں اور نیز اون دو بلند پہاڑیوں پر جو میدان کی سمت طرف ہیں اور ان میں سے ایک بارہ سو فیٹ بلند ہے اور اس ایک بنفی پہاڑی پر جو تین سو فیٹ بلند ہے بمقصد طاہر چہ بند و توپوں پر قابض تھے۔ اور تو پیں بھی ان کے پاس بافراط موجود تھیں انہوں نے دو کوہانی باتریاں بعید ترین پہاڑی سے یکر سو گز کیطرف کی بنفی پہاڑی تک جا بجا تقسیم کر رکھی تھیں اور دس نلی میٹرلز کی توپوں کی ایک باٹری شیر یونیا میں تھی جس کا اندازہ نہیں کر سکا کہ ان موقعوں پر کس قدر ترکی فوج پیدل مقیم تھی۔ مگر اوسکی اتشباری کی تعداد معہ توپخانہ ہونا تھا کہ انکی جمعیت ضرور معقول ہوگی۔

اخبار سٹینڈرڈ کے نامہ نگار نے یونانیوں کی ناکامی کے حالات بتاریخ ۱۷ مئی حسب ذیل تحریر کیئے ہیں۔ پاریس کی تازہ ترین مصاف کی سند بہ ذیل حالات بھی سرکاری منبعوں سے معلوم ہوئے ہیں اس سے ناظرین کو بخوبی معلوم نہیں ہو جائیگا کہ یونانی محاربہ کا رصلح کس طرح کرتے رہے ہیں۔ بلکہ انہیں وہ گڑبڑ اور پریشانی بھی جو یونانی فوج میں مستولی ہو رہی ہے لیکن ذوسکی کارروائیوں کی رپورٹوں میں پائی جاتی ہے معلوم ہو جائیگی بتاریخ ۱۳ مئی کرنیل گرانفی نوپولوس کو چار ہزار سپاہ دیکر دریا توروس کی پل کو فتح اور پریویسا کو اسکے ترکوں کا سلسلہ آمد و رفت منقطع کرنیکا حکم دیا گیا۔ کرنیل پیرناریس کو جس کے پاس یونانی فوج جدا رمدار پولیس کے چیدہ ترین اڑھائی ہزار آدمی تھے متذکرہ صدر پل پر بھیج دینے اور اوس کے میسرہ کی حفاظت کرنیکا حکم ملا۔ کرنیل بوٹ ساریس کو جو دو ہزار پاریسی مجاہدین کے دستہ کا کمانڈر تھا بیڑہ جہازات کی توپوں کی پناہ میں بمقام نیکوپولس مشکی پر اترنے اور ادھر کے ترکوں کی توجہ کو اپنی طرف منعطف رکھنے کا حکم دیا گیا۔ کرنیل بوٹ ساریس نے اپنے کارمفوضہ کی درستعمیل کر کے نیکوپولس کی متصل پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ مگر کرنیل پیرناریس ہدایات کی پیروی کرنے کی بجائے باین خیال کہ مین ہاسانی گزر و فتح کر سکوں گا۔ اوپر حملہ کر دیا۔ مگر درہ و نہایت مضبوط مقام ہے۔ دو ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقعہ ہے اور صرف ایک نہایت ہی دشوار گذار اور عمودی درہ کو رستہ وہاں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ وہاں دو ہزار ترک موجود تھے اور انہوں نے درہ کو دو سپندیوں تو حمضبوط کیا ہوا تھا۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود کرنیل پیرناریس نے ترکی دو سپندیوں کی پہلی قطار کو دست بدست لڑائی کر کے فتح کر لیا۔ اور اوس وقت رات پڑ گئی۔ اور باقی لڑائی دوسرے دن پر ملتوی ہو گئی۔ دوسرے دن علی الصبح یونانیوں نے پھر حملہ کر دیا۔ اور رات کو آٹھ بجے تک لڑائی ہوتی رہی۔ ترک درہ کو دامنہ ہی پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ مگر یونانیوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ بارش کی وجہ سے سارا دن ہوتی رہی۔ عمودی سطح ایسی پھسلنی ہو گئی تھی کہ اوپر چڑھنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ اس دن پیرناریس کو

اپنے حلیفوں نا کامی ہوئی۔ کیونکہ گو تعلی نوپولوس تو دس ہزار فوج کے ساتھ مشغول پیکار رہا۔ اور پیر کتاریس کی مدد کو نہ آسکا کیونکہ اگرچہ گو تعلی نوپولوس پر مدد پہنچانا فرض نہ تھا۔ بلکہ پیر کتاریس کو اُسے مدد پہنچانیکا حکم دیا گیا تھا لیکن اگر وہ خود مصروف نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے رفیق کی مدد پر پہنچ جاتا پھر بھی اوسنے پل کو فتح کر لینے کے بعد کچھ کمک بھیجدی لیکن اوس کو کیا ہو سکتا تھا ان تفتہ مہموں کا مدعا یہ تھا کہ پریوسیا کو دوسرے علاقہ سے بالکل بے تعلق کر دیا جائے۔ اور نیز یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ ترک جو ظلم و ستم کر رہے ہیں اونکو بند کرایا جائے۔ تاریخ نہ کورکی لڑائی کے خاتمہ کے وقت تک ان مقاصد میں سے کوئی ایک بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ اور جب ۵ مارچی کو پیر کتاریس کی گیرو دور پر حملہ کا سلسلہ شروع کرنے ہی لگا تھا کہ یونانی گورنمنٹ کو تاکیدی احکام پہونچ گئے جن کی تعمیل میں اوسے اور گو تعلی نوپولس کو پھر اپنی موقعوں کو ہٹ آنا پڑا۔ چنانچہ ۱۳ مارچی سے پہلے قابض تھے۔ یونانی گورنمنٹ نے یہ احکام دول یورپ کی سفارش پر صادر کیے تھے۔ طاقتوں نے اوسے ڈانٹ بتائی۔ کہ بیطرفی الترام سے جنگ کی ابتدا کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف خود بلقان کی بڑی بڑی طاقتوں نے اوسے دھمکی دی تھی۔ کہ اگر یونان نے اپنی فوجیں نہ ہٹائیں تو بلقان کی ساری طاقتیں مل کر یونان پر حملہ کر دینگی۔ اور نہ صرف یہ بلکہ یونان کی ساحلی بندرگاہوں کو بھی بند

اور جمعہ اور شنبہ کو سارا سارا دن مشغول پیکار رہنا پڑا۔ دو ہزار ترکی فوجیں پر تو یہاں سے نکل کر شدید توپی اور رائفلی اتشباری کی وجہ بنوک سنگین یونانی پوزیشن پہ دھاوے کیے۔ مگر ہر دفعہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دیے جاتی رہی۔ یونانی اپنے موقعوں پر قابض و قائم رہے۔ لیکن چونکہ انہیں پیسہ بان تیار کر لینے کی نوبت نہ ملی تھی۔ اونکا نقصان بھی بہت ہوا۔ گو ترکوں کے نقصان کے مقابلہ پر تھوڑا تھا۔ شنبہ کی شام تک دونوں فوجیں بالکل تھک گئیں۔ مزید برآں یونانیوں کو بھوک اور پیاس سے بھی سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ لیکن غالباً ان دونوں باتوں کی ترکوں کو بھی ساتھ ہی شکایت تھی۔ یونانیوں کا بیان ہے کہ البانوی سپاہی ایسی شجاعت و شہامت کے ساتھ لڑے کہ دیکھکر عقل دنگ ہو جاتی تھی۔ جان کی تو ان لوگوں کو مطلقاً پرواہ نہ تھی۔ بہرحال فریقین کی پوزیشن میں اس وقت تک کوئی فرق نہ پڑا۔ یونانی بدستور بھی تک اپنی اصلی موقعوں پر قائم تھے۔ کہ بہت رات گئی عمارتی کی طرف یہاں بھی یونانی علاقہ کو ہٹ جانیکا حکم پہنچگیا۔ اوس وقت ایک کمانڈر سے جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہوا سخت غلطی ہو گئی۔ اوس نے کوفتہ و ماندہ۔ گرسنہ و تشنہ اور بارش سے تر بتر سپاہ کو فہمائش کی کہ اگر ممکن ہو بہ عجلت ترین بے تحاشی ترک راستہ بند کر دیں گے۔ یہ سُن کر لوگوں میں بھگدڑ سی پھیلی جو لازمی امر تھا تاہم ۸۰ معقول با ترتیبی کے ساتھ ساحل کو واپس ہٹی۔ صرف تقریباً دو سو آدمی بھیجو رہے۔ اون کو اُس وقت اطلاع نہیں پہنچائی جا سکتی تھی۔ ترکوں نے غالباً اون کو قتل کر دیا ہوگا۔ یا اسیر کر لیا ہوگا۔ کنارہ پر پہنچکر تشویش و پریشانی انتہائی درجہ تک پہنچگئی۔ اس کی وجہ ترکوں کا تعاقب نہ تھا۔ وہ تو خاموش بیٹھے تھے۔ بلکہ یہ کہ کشتی پر جہازوں تک پہنچنے کیلئے کشتیاں بالکل ندارد تھیں۔ یہ کیفیت دیکھکر یونانی جانوں سے بالکل مایوس ہو گئے۔ اور بالآخر وہ سمندر کی اوس شاخ میں جو یونانی قلعہ اور اراضین حائل تھی کود پڑے۔ اس کو طے کرنیمیں اڑھائی گھنٹے صرف ہوئے۔ پانی سینہ تک تھا۔ پو پھٹنو چوب ترکوں نے یہ رنگ دیکھا تو پانی میں سے گذرنے والوں پر پے در پے گولے برسانے شروع کر دیے۔ جن سے اون بیچاروں کی حالت اور بھی نازک اور سخت مشکل ہو گئی۔ اور زخمی ہو کر گرنے سے یا پھسلکر عمیق پانی میں جا پڑنیسے اکثر آدمی غرق ہو گئے۔ باقیماندہ جب آخر کار کنارہ سلامتی پر پہنچگئے۔ تو اوس وقت اون کی حالت واقعی قابل رحم اور دردانگیز تھی۔ اون کو اپنے زخمی مجبوراً پیچھے چھوڑنے پڑے۔ توپ خانہ کے اسلحہ گم ہو گئے تھے۔ اور سب کے سب پا شکست۔ پژمردہ خاطر اور کمال افسردہ و مایوس ہو رہے تھے۔ کرنیل بوٹ نارپس کے آدمیوں کا بیان ہے کہ تین دن کی لڑائی اور بھاگڑ میں اونکے ایک سو بیس قتل و دو سو سے زیادہ زخمی جن میں سے چند مجبوراً پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ اور دو سو مفقود الخبر ہوئے۔ یعنی عمارتی کے معرکوں کو نقصانات کے سمت آخری ..... تین دنوں کی لڑائی میں یونانی فوج نیمہ اپائیرس کے تقریباً پانسو قتل اور ایک ہزار مجروح و مفقود الخبر ہوئے جن میں سے اکثر کو مردہ ہی تصور کرنا چاہیئے۔ یہ نقصان فی الواقع بہت بڑا ہے مگر اس سے فائدہ کیا ہوا؟ بیچ بایں ثابت کر دیا گیا کہ دیکھو یونانی سپاہی مرنا کیسا عمدہ جانتا ہے۔

اس اثنا میں جملہ یونانیوں کو اور بھی بہت نقصان پہنچا۔ ترکوں نے محض اُسی سے مشغول ہو کر ڈومو کوس پر حملہ کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عمارتی کی رات تک ترکوں نے یونانیوں کو جنہیں ابتداء میں خفیف سی نصرت و کامیابی ہوئی۔ کامل طور پر زک پہنچا دی تھی۔ اور اون میں مقابلہ کی کوئی سکت باقی نہ رہنے دی تھی۔ محاربہ اپائیرس میں از اول تا آخر یونانیوں کے تین چار ہزار آدمی ضایع ہوئے۔ منتقلیں ایک تہائی اور مجروحین دو تہائی۔ ترکوں کا اس سے دوگنا نقصان ہوا۔ انکا ۱۵ سو شہید و مجروح ہوئے۔ اپائیرس کی ترکی فوج

کی کمان ایڈمرل ہنان ہی یا پیرسی ڈویژن کہین ۱۴ مئی کو جاکر براہ راست اوہم پاشا کے زیر کمان کیے گئے تھے۔

فصل (۱۵) پانزدہم

بحری معرکے یونانی بیڑہ نے بقول جرسن افسر خشکی کی فوجی کارروائیون مین کوئی مدد نہ دی۔ یا دی تو بہت ہی خفیف۔ اوسکی ہمت و کوشش صرف تفرق و جزوی ہمتون تک محدود رہی۔ اوران مہمون کو بھی ایسی بُری طرح سے انصرام دیا گیا کہ ماہی و جہازرانی مین یونانیون کو جو شہرت حاصل تھی۔ اوسے بڑھانے کے سوا اور کوئی نتیجہ اون سے برآمد نہ ہوا۔ آغاز مخاصمت کی وقت بیڑہ مذکور کو کامل آزادی حاصل تہی۔ اوس کے لیے سارا میدان کھلا پڑا تھا۔ اور ہر ایک کو بڑی توقع تھی کہ وہ خوب جوہر دکھائیگا۔ مگر بری فوج کی طرح اس کے متعلق بھی وہی نامناسب بہ تقسیم در تقسیم کی غلطی کیگئی۔

مغربی بیڑہ نے جس مین پہلو صرف اگنبوٹ شامل تھے مخاصمت شروع ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد پریویسا پر گولہ باری کرنے سے بحری محاربہ کا افتتاح کیا۔ پہلے کروزر میاپس اور اگن بوٹ بابیلی اس جا جیس اور پھر ابن پوش سٹ سائی مشرقی بیڑہ سے جدا کر کے مغربی بیڑہ مین شامل کر دیے گئے۔ ان جہازون نے کھلے سمندر سے اور اگنبوٹون نے خلیج سے پریویسا پر گولہ باری کی جس سے قصبہ مذکور اور اوس کی قلعون کو خفیف سا نقصان پہنچا۔ ۱۱-اپریل کو سات سو دیسون کی ایک جماعت خشکی کیطرف سے بھی پریویسا کا محاصرہ کرکے اوسے فتح کرنیکے لیے خلیج کی شمالی ساحل پر بمقام وانتزا اتاری گئی سمندر اور خشکی دونون طرف سے ایکساتھ حملہ کرنے کی صرف یہی ایک کوشش کل محاربہ مین کیگئی۔ دو بتولا چند جہاز ساحل ایپیرس کی ساحل کے برابر برابر شمال کو بھیجے گئے۔ ۱۲ اور ۱۳ اپریل کو حاجی سرندا۔ مرتو۔ اور ترگہ کے بالمقابل کھوکھ شہرون پر گولہ باری کی۔ حاجی سرندا جزیرہ کا رفو کی شمالی ساحل کی بالمقابل واقع ہے یہان چند سپاہی خشکی پر بھی اُتار دیگئے جنھون نے چند عمارتون کو آگ لگا دی۔ مگر جلد ہی وہان ہٹ جانے پر مجبور کیے گئے۔

مشرقی بیڑہ جس کی ساتھ چند مسلح تجارتی جہاز بھی تھے اور ان جہازون پر بری فوج سوار تھی کہین ۱۱ اپریل کو جاکر یعنی مخاصمت کی باضابطہ شروع ہو جانیسے چند دن بعد چند ردو لوسے روانہ ہوا۔ اور پھر پلاٹامونا یا فشو کاریا اور کاطرینا کے کھلے شہرون پر جہان ترکی فوج کے میگزین اور گولہ و دام جمع تھے گولہ باری کی۔ فوج صرف فشو کاریا مین اُتاری گئی جسنے ترکون کو وطرنہ آتشباری کا نشانہ بنا کر انے لغدر ہٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے ۲۰ اپریل کو ایک جماعت فوج نے لغتار کو ساحل پر اُتر کر وادی خلیج سالونیکا سے ریلوے لائن کو توڑنے کی کوشش کی۔ مگر یہ اب تک ثابت نہین ہو سکا کہ اس ناکام کوشش مین یونانی بیڑہ کا بھی کچھ دخل تھا۔

ترکون کو بڑا اندیشہ تھا کہ یونانی بیڑہ سالونیکا پر ضرور حملہ کریگا۔ اونکو زیادہ تر اس حملہ کا اس لیے خوف تھا کہ وہان اُنکے مقابلہ کیلئے

ترکوں کے پاس ایک بحری اسکواڈرن تھا جو ۱۸۷۸ء میں ساحل پر نصب کیا گیا تھا۔ اور کوئی سامان مجوزہ نہ تھا مگر یہ خوف بالکل ثابت ہوا۔ یونانی بتاریخ ۴ اپریل صرف قلعہ قرآبورن پر جو خلیج کے دہانہ پر واقع ہے چند گولے جلد جلد برسانے پر قناعت کر کے پھر ہٹ گئے صرف ایک دفعہ ایک یونانی تارپیڈو کشتی نے گرد آوری کرتے ہوئے سالونیکا تک بڑھ جانے کی جو ترکی اساس حرکات کا کمزور ترین مقام تھا جرأت کی مگر یونانی بیڑہ کہیں اوس کے سامنے نمودار نہ ہوا۔ وہ صرف ایک فوراس کسندراسے پرے ۴ اپریل کو گشت تا ہوا دیکھا گیا۔ یونانیوں نے اپنے بیڑہ سے صرف یہ فایدہ اوٹھایا کہ اوسی کو اپنی تمام فوجی کی فوج خانہ زاد سے ٹاتالیس پہنچا دی۔ یا اوس فوج اور مجاہدین کو دسنہ کی قلعہ بیسیہ کو جو اپائیرس میں اُتارے گئے تھے۔ مگر دریا اور دروں پر شکست کھا کر ساحل کو ہٹا دیئے گئے تھے۔ جہازوں پر سوار کر لینے سے کامل تباہی و ہلاکت سے بچا دیا۔

اس وقت سے بعد پھر مشرقی بیڑہ کی کسی کارروائی کی خبر سننے میں نہ آئی۔ حالانکہ تارپیڈو کشتیوں کا بیڑہ جو نئے احکام کے ماتحت جلوح کے زیر کمان سکیا تھوس سے روانہ ہوا تھا۔ اسی بیڑہ میں شامل تھا۔ اور حالانکہ یہ بیڑہ دوسرے سے زبردست تھا۔ اوس نے آخر الذکر کے برابر بھی کام نہ دیا۔ الغرض یونانیوں نے اپنی بحری قوت سے ذرہ بھر فایدہ نہ اوٹھایا۔ اگر یونانیوں میں شجاعت بھی اسی قدر ہوتی جتنی کہ دیدہ دلیری تھی۔ تو غالباً اونکو متعدد فتوحات حاصل ہو جاتیں بیڑہ کو فصول دو حصوں میں تقسیم کر دینے کے بعد بھی مشرقی بیڑہ دو سو فصلوں پر فوجیں اُتارنے کے لیئے کافی طاقت رکھتا تھا یہ قوت موجودہ اغاچ اور جالمی تھی۔ آخر الذکر خلیج بولر پر واقعہ ہے۔ حالات موجودہ الوقت اور اونکا محل وقوع دونوں باتیں یونانیوں کو وہاں پہنچنے کی زبان حال سے دعوت کر رہی تھیں۔ اوّل الذکر ساحل پر واقع اور دو برسوے لائینوں کا محل اتصال ہے۔ اگر یونانی وہاں اُتر کر ان لائینوں کو اکھاڑ دیتے تو سالونیکا اور قسطنطنیہ کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جاری و قائم نہایت ضروری اور اہم ہو رہا تھا صوبہ مذکور کیلئے بند ہو جاتا۔ وہاں فوجی شہر اور گودام بھی بافراط جمع تھے۔ اور ان کو بھی برباد کر دینا امکان میں داخل تھا جالمی میں بھی اُترنے سے اوس لائین کو جو ساحل کے قریب گذرتی ہے بہت نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔ اور دیدی آغاچ کے بعد یہ مناسب ترین موقعہ یہی کوشش کیلئے تھا۔ دونوں میں سے کہیں بھی خشکی پر معمولی یونانیوں کی خفیف سی مزاحمت بھی نہ ہوتی۔

منزلی بیڑہ کو بھی درمقصد مذکور کے لحاظ سے جب نمبر ایک یہ کہ اوس فوج کی مدد سے جو خشکی پر اُتاری گئی تھی پریویسا کو فتح کیا جاتا اور دوم یہ کہ کارفو کے بالمقابل بمقام ساغیاداپائیرس کے ساحل پر فوجیں اُتاری جاتیں۔ اگر یونانی آخر الذکر مقام پر بہ جمعیت کثیر قابض ہو کر یانیا کو عرضاً قطع میں ڈال دیتے تو ایک تو اس کو زنیطہ نوس کو اپنی پیشقدمی میں بالواسطہ طور پر بہت مدد ملتی اور دوسرے یہی صیانتی رہتا کہ جو بنا بر پر آمد تھی کامل کھیلنے کا موقعہ ملتا۔

دہ جان کو بحری تعاملات کے متعلق بھی حسب ذیل شرائط پر التواے جنگ کا معاہدہ ہو گیا۔ بدا یونانی جہازات تجارتیہ کی حدود سے جو بروے قانون ملل تعین میں نکلے جائیں (۲) جو جہاز ترکی علم یا سیطرۂ دول کا علم کاہی ہوں۔ اور ترکی بنادر سے اِدھر اُدھر جا رہے ہوں یا برائے معاہدہ تعین شدہ صدر فاصل کے اندر ہوں۔ اونکی تلاشی لیجائے (۳) ان بنادر سے ترکی فوج کو کمک یا سامان جنگ بھیجنے کا کام نہ لیا جائے (۴) ترکی بیڑہ ڈارڈنیلز سے باہر نہ نکلے (۵) بحر الجزائر کے کسی جزیرہ کی فوج کو کمک نہ بھیجی جائے۔

اسی تاریخ یا اس سے پہلے کیونکہ اس معاملہ کے متعلق ابھی تک یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا یونانی گورنمنٹ نے دول کے سفراء کو اطلاع دی کہ ٹرکی نے اس بحری محاصرہ اٹھانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک اکسٹو سب نے مذاکرہ کر کے مان لینے کی صلاح دی۔ اتحادی سفیر کو ابھی تک اس متعلق کچھ نہ منٹ سے ہدایات موصول نہ ہوئی تھیں مگر انہیں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ دیگر دول کی منشا سے متغایر نہ ہونگی۔ بعد میں انتیضوز نے جرائی کو یونانی وکلا نے جو صلح کی گفتگو کر رہے تھے۔ محاصرہ کو اٹھا دینے کی شرائط قبول کرلی ہیں۔ اور خلیج آرٹا میں جہاز رانی کی عام اجازت دیئے جانے کی شرط اور پر مستزاد کر دی ہے۔

سر آشپلیڈ باٹلٹ بحری کارروائی کے متعلق حسب ذیل تحریر کرتے ہیں بدیں یونانی بیڑہ نے محاصرہ میں کوئی بڑا کام نہ کیا۔ مقدر کی بیڑہ موجودہ سمندر سے بہ ہمہ نوع فضل اور رحمت تھا۔ اور اس کی بڑی بڑی باتوں کی رسید تھی۔ ہر ایک کو یقین تھا کہ وہ یقیناً[1] محصور جزائر کے ترکی جزیرہ میں سے چند ایک کو جو واقعی قابل تسخیر ہے ضرور فتح کریگا۔ اور نیز سالونیکا پر گولہ باری کر کے ترکوں کے سلسلۂ آمد و رفت کو بالکل درہم برہم کر دیگا مگر پر توپیا۔ پلاطامونا اور کاترینا پر گولہ باری کرنے اور ہمکو گرفتار کر لینے کے سوا یونانی بیڑہ نے اور کچھ کام نہ کیا۔ ۱۹ اپریل کو ایک یونانی سکوڈرن نے پر توپیا پر گولہ باری شروع کر کے دوسرے دن بھی اسے جاری رکھا یونانیوں کا بیان ہے کہ اونہوں نے دو کے سوا باقی کل ترکی قلعوں کو خاموش کرا دیا۔ اور شہر کو بھی بہت کچھ برباد کیا۔ برعکس ازیں ترکوں کا قول ہے کہ یونانی بیڑہ بے اثر گولہ باری کرنے کے بعد پیچھے ہٹ گیا جس کو ایک جہاز کو تو کی گولوں نے ایسا نقصان پہونچایا کہ وہ قریب الغرق حالت میں واپس گیا۔ انمیں سے خواہ کونسی روایت درست ہو۔ ہمیں کوئی کلام نہیں کہ اس معرکہ سے کوئی علمی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ ۲۰ اپریل کو مغربی بیڑہ نے آغیا ستاراکی

[1] انہیں فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ ہر جزیرہ میں کافی ترکی فوج موجود تھی۔ اور نیز جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں ترکی بیڑہ ایسا ہی گیا گذرا نہ تھا کہ اپنے بقیہ نقصان کی بھی حفاظت نہ کر سکتا۔ ان جزیروں کی حفاظت اور تھیسلی کے انتظام کے متعلق جو سرکاری اعلان باب عالی نے اپریل کے آخری ہفتہ میں شائع کیا تھا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ترکی گورنمنٹ ان جزیروں کی طرف سے بیخبر نہ تھی۔ اعلان کا مضمون حسب ذیل تھا۔ بتاریخ ۲۰ اپریل سلطان روم نے یہ معلوم کر کے کہ مرکب بحری و مجمع الجزائر کے قرب و جوار میں یونانی بحری ڈاکو فتنہ و فساد کرنے کی نیت سے آئے ہیں حکم دیا کہ سلطانی بیڑہ بیرون دہانہ ڈارڈینیلز سے چند جہاز اون کو گرفتار کرنیکے لیے بھیجو جاویں۔ یکم مئی دن کو ایک بجکی نڈر آبنائے نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ سلطانی آہن پوش حفظ الرحمٰن تار پیڈو تباہ کرنے والا جہاز پینگ دیا اور تین تار پیڈو کشتیاں ڈاکوؤں کے تعاقب میں روانہ کی گئیں جنہوں نے انکی چھوٹی بڑی گیارہ ڈونگیاں سمیت ڈاکوؤں کے گرفتار کر لیں جو اٹالین ٹیلہ کو لائے جا رہے ہیں۔ مفوضہ صوبہ لاریسا کے ذریعہ انتظام پر سلطانی وزراء نے باجلاس کونسل جو تجاویز قرار دی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہانکی فوجی پولیس کیلئے الاسونا کیر بقریب سالونیکا اور متصل ضلع کی تجویز کا فوجی پولیس کے آدمی جائیں گے۔ بغرض تکمیل اس لائن میں لاریسا کو ترب و جوار سے بیس تا عساکر اضافی بھیجے جاویں گے جنہوں نے فوج محفظ میں کام کیا ہے۔ اگر اس قسم کے آدمی دستیاب نہ ہوئے تو بذریعہ رنگروٹ اس کو مکمل کیا جاوے گا۔ سابق سفیر دولت اسی شہر کے نائب گورنر مقرر کیے جاوینگے۔ علی ہذا لاریسا ورٹر یکالہ کے سفراء بھی اپنے اپنے ضلعوں کی نائب گورنمنٹیات کیلئے جاویں گے۔ غیر ممالک سے تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے چنگی خانوں کا انتظام عنقریب متین اور لائق فہم افسروں کی سپرد کیا جائیگا حضرت سلطان نے ان تجاویز کو منظور کر لیا ہے۔ دونوں سفیروں کا بیان ہے کہ سالونیکا کی حفاظت کے لیے کافی توپخانہ نہ تھا۔ اور مکانہ تار پیڈو فوج تعینات نہیں کی گئی تھی۔ انکی تردید کنندہ ذمہ دار تحریریں میں نے دیکھی ہیں

کے فصیل قصبہ پر جو ساحل ایاریس پر واقع ہے۔ گولہ باری کرکے اسے چھین لیا۔ اور وہاں چند ترکی گولہ انداز ملف کر دیئے۔

انہی دنوں یونانیوں کے مشرقی بیڑے نے پلاٹامونا پر جو دریا پینی اس کے شمال میں پہلا قلعہ بند ترکی مقام تھا۔ گولہ باری کی۔ یونانیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ایک ترکی میگزین کو اڑا دیا اور سامانِ رسد کے گودام کو بھی برباد کر دیا۔ یہ واقع اپریل کو گزرا دوسرے دن ایس پڑوسنے کا ٹرینا پر جو پلاٹامونا سے دس میل بجانب شمال ہے گولہ باری کرکے چند مکانوں کو منہدم کر دیا۔ مگر دونوں مقامات کو کوئی نقصان بہت عنیف نہ پہنچا۔

سالونیکا کی سلامتی جو یورپین ٹرکی میں دوسرا بڑا شہر اور اہم ترین بندر ہے۔ فی الحقیقت محاربہ کے کل دوران میں یونانی بیڑہ کرم فرما رہا۔ صرف دو چھوٹی چھوٹی باتیں اس کی محافظت کے لیے موجود تھیں اور یہ روایت درصل بالکل گپ تھی کہ خلیج کے دہانہ پر بیٹریاں ریپیئر ہو رہی ہیں۔ جنبی قونصلیوں اور جنبی باشندوں کو سالونیکا کی سلامتی کے بارے میں پورا اطمینان دلایا تھا کہ انہوں نے اپنی اپنی گورنمنٹوں سے یہ درخواست کر دی تھی۔ کہ وہ انکی حفاظت کے لیے جنگی جہاز بھیجیں یونانی بیڑہ نے سالونیکا پر کیوں حملہ نہ کیا۔ ایسا راز سربستہ ہے۔ جو اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔

(۱۶)

فصل شانزدہم

محاربہ کے آخری دنوں اور دوروں کا اجمالی بیان۔

حصہ اول میں محاربہ کے پہلے عشرہ کے حالات جنہیں وکیل آمرت سر نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں بالاختصار شائع کیا تھا بطور خمیمہ درج کیے جا چکے ہیں۔ اس سلسلہ کو مکمل اور ایک ہی متوحہ پر کیے بعد دیگرے تین مختلف تحریریں اور سرواتین جمع کر دی ہے ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے واسطے درج کرنے اور نیز اس پیے کہ ذاتی رائے قایم کرنے کے وسائل اون کو رد و اذعر ترین ذخیرہ معلومات کا موجود ہو۔ میں سر فریڈرک بارٹلٹ کی کتاب کی باقی فصلوں کا جن میں ویسا سے روانگی و گرفتاری یونانی امیر البحر کی ۔ بدیہ بازی و دیباری ۔ تسخیر صاحر شاہ یونان اور قسطنطنیہ پہنچکر امیر البحر مبنین سے ملاقات کرنیکی حالات اور سلطان معظم کا کیریٹر اون کے دربار کے کوائف ۔ قسطنطنیہ کی اہمیت ۔ اور نیز حسن مورخ کی کتاب کی بیمانہ حصہ کا ترجمہ کرنے پہلے جس میں انتقاد صلح اور تعذر اکرات صلحیہ کی مفصل کیفیت اور رضا پاشا سرعسکر کے حالات کی بعد ترقی کے نتائج پر مفصل بحث کی گئی ہے ۔ ایک الگ فصل میں وکیل کی بیمانہ تحریر و تنبیہات جنگ کے متعلق ذیل میں درج کر دینا مناسب سمجھا۔

لہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی بیڑہ پر فی الحقیقت سامان جنگ بالکل نہ تھا۔ اور تباہ ہو چکا تھا۔ اس لیے ملک میں بھی شور بالکل خالی پڑے تھے اس امر کا چند ہسپانوی یونانی گذشتہ نے خود صاف صاف اقرار کر دیا تھا۔

محاربہ کا دوسرا و تیسرا عشرہ

مسٹر دلانی کو شاہ یونان نے موقوف کر دیا ہے اور مسٹر رالی اوکی جگہ صدر اعظم مقرر کئے گئے ہیں نئے صدر اعظم کرنیل ویسیوس کو کریٹ سے واپس بلا لیا ہے لیکن نئی وزارت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ لڑائی جاری رہے عساکر عثمانیہ کا مقابلہ بمقام لاشینو ہنوز جاری ہے مقام دولو سے قریب ہے اور رومان بھی یونانی حملہ نہیں کرتے بلکہ مدافعہ پر ہی قناعت کرتے ہیں یہاں تک کہ جن افواج یونانی نے آپائیرس پر حملہ کیا تھا وہ بھی اپنی سرحد پر واپس آگئی ہیں۔

مقام لاشینو پر جو دولو اور آتیفنر کے مابین ایک بڑا مشہور مقام ہے۔ لڑائی چند دنوں تک جاری رہی اور اس عرصہ میں چند حملے یونانیوں کی صفوف توڑنے کیلئے کئے گئے مگر وہ سب میں کامیاب رہے۔

ایک کارسپانڈنٹ رقمطراز ہے کہ ترکوں کو ایک رسالہ نے جس میں اکہتر رجمان تھے چھ پہاڑی توپوں کے ساتھ ۱۰ اپریل کو لاشینو کو دوڑ کر جاتے کا معائنہ کیا۔ انہوں نے ہر چند چاہا کہ ریلوے لائین کاٹیں اور غرض کو حاصل کرنے کو ایک یونانی فوج جس میں چار سو پچاس آدمی تھے اور جن کے پاس چھ توپیں تھیں لڑائی بھی کی مگر غرض حاصل نہ ہوئی۔ اور بعد میں یونانیوں کو فوج رسالہ سے مدد بھی پہونچ گئی تھی اس لڑائی میں یونانیوں کے تین افسر کام آئے اور ترک سپاہی تقریباً ۳۲ مارے گئے۔ ۹ تاریخ کو ترکوں نے دوبارہ پانچ ہزار پیادہ فوج اور ایک دستہ سواران اور ۱۲ توپوں کے ساتھ حملہ کیا مگر یونانیوں کی جمعیت بمقابلہ ترکوں کے ہر حیثیت سے زیادہ تھی۔ اور یہی سبب ہوا کہ ترکوں کو ریلوے لائین کاٹنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور دو گھنٹہ کی لڑائی کے بعد انہیں واپس ہونا پڑا۔ ۱۰ اپریل کو پھر ترکوں نے اپنی پیادہ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے لاشینو کی ریلوے لائین کاٹنے کی نیت سے بورش کی اور دولو اور رسالہ کا راستہ بند کر دیا۔ اسی موقعہ پر ترکوں کی سپاہ جو دو سو جوان تھی اور بمقابلہ یونانی بارہ ہزار سے کم نہ تھی ترکوں نے باوجود قلت تعداد و نہایت قابلیت اور جانفروشی سے مقام کفیسیا کو سنگینوں کی نوک پر فتح کر لیا۔ اندیں یقین کہ اس جنگ میں سخت نقصان ہوا۔ اس وقت ترکوں کا رسالہ میدان میں قیامت ڈھا رہا تھا۔ اور یونانی رسالہ کے ساتھ مقابلہ میں مصروف تھا۔ لیکن بہت کم نقصان پیادہ فوج کا ہوا۔ اور نہ سواروں کا نہ ہوا۔ کیونکہ لڑائی کا زور پیادہ فوج پر تھا دونوں فوجوں میں سخت گولہ اندازی ہوتی رہی جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں منحصر بگھ فقط چار سو گز کے فاصلہ پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر صف آرا تھیں جب سے خوب ہونے لگا تو دوسرے ترکوں کا قلب لشکر پیچھے قدمی کرتا ہوا۔ دکھائی دیا پھر تو کیا تھا ہوگئی تھی اس سبب سے لڑائی میں عارضی طور پر وقفہ ہو گیا۔ اور ایک ٹرین بھی دو دولو سے رسالہ میں جوان لوگوں کے آگئی اور رات کو یونانی اپنے اپنے مقامات پر جمع ہے۔ اور ترک موضع گرلی میں جو پانچ میل کی مسافت پر ہے بانتظار ملک واپس چلے گئے یکم مئی کو کل یونانی فوج جو فوج رسالہ میں تھی میدان جنگ میں پہونچ گئی۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ مگر توجہ کسی کے حق میں ظاہر نہ ہوئی۔ رات کو بھی چند مختصر مقابلے ہوئے جن میں یونانی پسپا نہ ہوئے۔

۲ مئی کے صبح کو لاشینو پر لڑائی ہوئی یہاں ترکوں کی جمعیت دس ہزار سے کم نہ تھی۔ انہوں نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو مقامات پر ڈھا کر دیا۔ اور چند گھنٹہ تک لڑائی جاری رہی مگر یونانی جمے رہے یونانی کہتے ہیں کہ ہمنے ترکوں کو پیچھے ہٹا دیا تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا بھی کچھ نقصان ہوا کہ نیل سوفسکی کی رائے ہے کہ میں اس مقام کو چھوڑ دیتا اور اگر میرے پاس اور بیس ہزار آدمی آجاتے تو جب نہیں کہ میں علاوہ اپنا مقام قائم

رکھ کے مرکز پر حملہ کیا کہ سکون۔ وکٹیشو میں یونانیوں کو ۱۰۰ مارے گئے اور ۴۰۰ زخمی ہوئے لیکن یونانیوں کی سرکاری خبر یہ ہے کہ ۵۰ ترک مارے گئے میں۔ اور یونانی ۴۰ مارے گئے اور ۱۴۱ زخمی ہوئے۔ ترکی سپاہیوں کی جسمانی قوت اور استقلال واقعی فوق الفطرت ہے۔ جمعہ کو روزہ قبل از طلوع آفتاب آٹھ میل تک پیادہ پا چلا اور پہروں لڑائی میں مصروف رہے پھر جب شام پڑی تو اور آٹھ میل کا سفر کیا۔ مگر باوجود اس تمام زحمت اور تکلیف کے ان کے چہروں سے تکان کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ ترکوں کی ساری ہمت رسد رسانی کے وسائل پر منحصر ہے کیونکہ انکی فوج مقام مقام قریبا ایسے جہاں دنکا ذخیرہ ہے۔ اسیل اگر بڑھ آئی ہے۔ تاریخ کو عساکر عثمانیہ نے مقام زرکاس پر قبضہ کر لیا۔ یہ مقام لاریسا کی شمالی پرخطر کو مغربین واقع ہے۔ یہاں ترکوں کو بہت سا غنیمت کا مال اور سامان حرب اور بارود وغیرہ دستیاب ہوا۔ اگرچہ ایک دن اس سے پہلے خالا بھی ترکوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مگر انہوں نے خود ہی اسے چھوڑ دیا تھا۔ اور اس سب سے نوسالہ اور اوس کے درمیان پہاڑ لائین جاری ہو گئی ہے۔

میری رائے میں یہ افواہ غلط ہے کہ ترکوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یونانیوں کا مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جگر مقابلہ کریں۔ اور انکو یونانی نوفسیسی۔ انگریزی اور اٹلی کے جنگی جہازات کی بروقت پہنچ جانے سے اطمینان بھی ہو گیا ہے۔ بابہ دان دوسو فرانسیسی سپاہی شہر میں بھی گشت کرتے ہیں۔ ان جہازوں کو آنے سے کچھ رونق سی ہو گئی ہے۔ روزنہ یونانی ہر کب کا خالی کر چکے ہیں اور عورتوں اور بچوں کو ایک جماعت کثیر وہاں سے نکال چکے ہیں۔

لاریسا میں ابدوکانیں کھل گئی ہیں۔ یونانیوں کے قیدیوں کے ساتھ ترک اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اور اون کو اچھا کھانا ملتا ہے۔ شہر اون کے ترکوں کے سلوک پر اعتبار ہوتا جاتا ہے۔

یونانیوں کا بیان ہے کہ باشی بزوقوں نے بہت سی دوکانات اور مکانات کو لوٹا ہے۔ اور گورنمنٹ یونان نے اس شکایت کا ایک سرکلر بھی دول عظام کو تمام جاری کیا ہے کہ ترکوں نے تھیسلی میں بہت سا تخت تاراج کیا ہے۔ ایک خبار میں یہ شکایت بھی شائع ہوئی ہے کہ عساکر عثمانیہ نے لاریسا کا کل گرجوں کو بجز سات کے۔ اور لوگوں کے سکونتی مکانات اور دوکانوں کو زیر و زبر کر دیا ہے۔ اور جب لڑائی ہو رہی تھی تو ان لوگوں نے بہت سا مال چھوڑ دیا تھا۔ روزانہ کثیر تعداد میں لوگ جو جو چیز میسر آ سکی۔ اور جو ترکوں کے سکونتی مکانات اور دوکانوں کو زیر و زبر کر دیا ہے۔ اور جب لڑائی ہو رہی تھی تو ان لوگوں نے بہت سا مال چھوڑ دیا تھا۔ روزانہ کثیر تعداد میں لوگ جو جو چیز میسر آ سکی۔ اور جو دوکانوں کو زیر و زبر کر دیا ہے۔ اور جب لڑائی ہو رہی تھی تو ان لوگوں نے بہت سا مال چھوڑ دیا تھا۔ روزانہ کثیر تعداد میں لوگ جو جو چیز میسر آ سکی۔ اور جو

یہ ہوتا تھا کہ یونانیون کو بالقرر دیگر اطراف کی فوج کی ضرورت واقع ہوگی۔ لیکن نہ معلوم جرنیلون نے کس حکمت کو پیش نظر رکھکر ایسے بڑے اہم مقام کو جو فی الاصل جنیوا کا دروازہ ہے صرف دو سے چند سپاہیون کے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا۔ ہمارا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے۔ ہمین یقین تھا کہ فوج ابھی کوئی اور حملہ جو نہیں لائیگی اس لیئے ہمین جمعرات کی صبح کو اپنے خیمہ سے جو سمجھ بوجھ کر تو لوگی فوج کے ساتھ تھا ایک سائے کرنے پر جو ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع تھا معائنہ کیلئے گیا۔ مجھ مذکور کی فوج ایک مستحکم مقام پر قابض تھی۔ اور اوسکی جمعیت ایک ہزار جوانون اور آٹھ توپون کی تھی جب مین اوس درے پر پہنچا تو مجھکو دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ وہان فقط چھ سو ازبوفی اور دو توپین تھین اور خاص پہاڑ پر مشرق کیطرف فقط دو پہاڑی توپین و دو ازبوفی سپاہیون کی کمپنی اور ایک کمپنی پیادہ سپاہیون کی اور دو سو ونٹیر موجود تھے۔ اور ان لوگون کا بھی یہ حال کہ پانچ دن کے متواتر اور مسلسل جنگ نے انہین سخت عاجز کر رکھا تھا۔ رسد کی قلت اور کام کی کثرت نے انہین نیم مردہ بنا رکھا تھا۔ اس پہاڑ مین وہ کو ہی دیکھا۔ آخر تک یونانیون کو چھ ہزار پانسو ازبوفی اور دو سو تیس تھین اور توپون کو مناسب موقعہ پر نصب کیا تھا ٹھیک چار بجے ۱۵ منٹ دائین ماتھہ سے ترکون نے آبشاری شروع کردی۔ یہ گویا باری ترکون کی ایک بڑی فوج کیطرف سے ہو رہی تھی جو پہاڑی کی آڑ مین ہماری نظرون سے غایب تھی ایسمین کچھ شک نہین کہ یہ حملہ یونانیون کو اون کے مقبوضہ مقامات سے باہر نکالنے کیلیے کافی تھا۔ مگر مجھے یہ امید قطعاً نہ تھی کہ اس ایک حملہ کے سبب سے آبادیس کی ساری فوج خشت و پرہم ہو جائیگی۔ اور یونانیون کو فقط ایک ہٹ کو اندر اون سارے مقامات سے پسپا کر دیگا جو اسنے بڑی جانکاہی سے حاصل کیے تھے اور یہی اوس کا مایہ ناز تھا جو جنگ کی آغاز سے آجتک خدا خدا کرکے اسکو ہاتھہ لگا تھا جب پانچ بجے تو یونانیون کیطرف سے توپ چلنی بند ہو گیا اور مین دیکھتا تھا کہ یونانی یکبعد دیگرے پہاڑ سے نیچے بھاگے آتے ہین۔ اور بجائے اون کی ترک جوق در جوق لڑتے ہوئے اوپر چڑھ رہے تھے اور بگل ہی برابر بجا رہی تھی کہ توپ بند ہوا اور جب ترکون نے پہاڑ پر اچھی طرح قبضہ کر لیا تو ہماری حالت جو درہ پر رہتے سخت خطرناک ہو گئی اس لیئے ۶ بجکر ۱۵ منٹ پر ہمین بھی حرکت کا حکم ہوا۔ اس حکم پر آزبوفیون نے کوئی حرکت یا قلق ظاہر نہ کیا۔ بلکہ چپ چاپ تھوڑے بہوت حمل پڑے۔ البتہ چند کم عمر سپاہی جو پانچ دن کی مسلسل لڑائی اور فاقہ سے بیجان ہو رہے تھے کو کہ یہ تدبیر وہی سے بڑ بڑانے میری رائے مین زنانی جان قرار کرڈالے۔ انکی تعداد تو بہت قلیل تھی۔ اگر کوئی اور بہادر سے بہادر فوج بھی ہوتی اور اوسکی تعداد بھی ظاہ کتنی ہی کثیر ہوتی تاہم ترکون کا اس حملہ کی تاب لانا بڑے دل و گردہ کا کام تھا۔ اور یقین تھا کہ دنیا بھر کا کوئی سپاہی خواہ وہ کتنا ہی جری کیون نہ ہو اس سخت حملہ کا مقابلہ کرسکتا۔ لیکن بھی تعریف فقط انہین معدودے چند سپاہیون کی ہے۔ باقی فوجنے بسعادم کیون بگلیکو توپ بند کردی۔ حالانکہ اوپر کوئی آبشاری نہیں ہوئی تھی۔ خدا جانے اونہون نے کس بنا پر توپون کا چلانا یکقلم بند کر دیا جب ہمارا کارسپانڈنٹ وہان شب کے کیوقت مارے مین پہنچا تو اوسنے دیکھا کہ وہان کی قلعہ نشین فوج بھی چونکہ ہزار سے کم نہ تھی۔ ان بھگوڑون کے ساتھ بھاگنے مین شامل ہو گئی مارے اپنی جہ تو یہ ہین ساتھ لیگئی۔ انہون نے انہین بھی مقابلہ نہ کیا بلکہ یکقلم سب کے سب بھاگ اور ایک مایہ بھی نہ کیا۔ ساری فوجمین ایک عجیب ہلچل پڑی ہوئی تھی اور سپاہیون کے چہرون سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اونہون نے نیت کرلی تھی کہ ہم طاق نہ لڑینگے۔ وہ سب کو بیزشیب دویدہ تھے گویا آٹھ کبوتر بھاگو۔ انسون کا یہ عالم تھا کہ وہ بھی فوج کے ساتھ جا ہوتے تھے اور اون کو جہون پر نہ ہتھیار اور رسالی برس رہی تھی۔ اور معلوم یہ ہوتا تھا کہ سپاہی اون کو بوجھ سمجھتے ہین۔ اسیان کو ساتھ دیسا تھی شریک ہو گئے جو ترکون کے اوقتام کے ڈر کے مارے نہ آسکا تھا لگئے۔ کیونکہ اونہین خوف و ہیبت ہوا کہ ترک اس جرم کی

پاداش مین کہ یہ سپاہیون کے ساتھ کیون شریک ہوئے ہم سے عوض ضرور لین گے۔ ہزارون عورتین بچون اس محشرستان بے تمیزی مین چلے جاتے تھے بکری بچھڑے بیل گھوڑا اور دیگر جانور گاڑیون کے گلے ٹانکے جاتے ہے عورتون اور بچون کے سر پر اسباب کی گٹھریان بہت ہی بے قرینہ و بے ڈھبی بندھی ہوئی تھین اور وہ چیختے اور روتے ہوئے انسان و حیوان اس گرداب بلا مین بلا کسی حوصلہ یا اطمینان کے چلے جا رہے تھے اور جہان کہین رستہ مین رکنا لگا تنگ ہو جاتا تھا اوس وقت بہت جھگڑا پیش ہو جاتی تھی اور آدمیون اور حیوانات کا مجموعہ مشکل ہو جاتا تھا۔ وہ بلا تمیز ایک دوسرے پر گرتے تھے اور ایسی موقعہ پر بہت سے خون بھی ہو جاتے تھے اور مال کا نقصان بھی ہو جاتا تھا۔ دیہاتی تو البتہ باعث دقت و تفریح کسیقدر اوروں سے فایدہ مین تھے مگر اون غریب والدین کا شور و تحسین کلیجہ مین سوراخ کرتا تھا جن کی اولاد آناً فاناً اس بے ترتیبی مین آنکھون سے غایب ہو جاتی تھی۔ اسپر غضب یہ تھا کہ روشنی مطلق نہ تھی تھوڑے سے لیمپ جو معدودے چند آدمیون کے پاس تھے وہ اتنی بڑی جمہور کی ضروریات کیلئے کسی صورت مین کافی نہین ہو سکتے البتہ دو سے جو لوگون کو اپنے گھرون مین آگ لگتی ہوئی دکھائی دیتی تھی یہ اوشاذ کے زخمون پر نمک کا کام دیتی تھی۔ دو بجے شب کو ہم آڑا کیول پر پہنچے اور صبح کیوقت تک آکر دوس کے مشرقی ساحل پر ایک یونانی کا نام و نشان تک نہ رہا۔ بمنظر شہر گیارہ ہزار آدمی جن کے ساتھ ۴۰ توپین اور کافی سامان حرب ہوا اور جو حسن اتفاق سے ترکون کی عملداری مین جا گھسے ہون اور جنہون نے بالاستقلال اپنے ڈیرے وہان ڈالدیے ہون اسطرح ایک آن واحد مین وہان سے بھاگ کر واپس جاوین کہا جاتا ہے کہ اس فوج کا کل نقصان ۴۰ آدمی کا ہوا۔ مسٹر کلیتھ ٹیلر مین انگلش ویلیز جس کی نسبت مشہور رہا تھا کہ مارا گیا ہے ترکون کا ہاتھ مین قید ہے اور زخمی بھی ہو گو نشٹ یونان آزپرساکی گولہ اندازی بند کرادی ہے کیونکہ سوائے نقصان بارود کے اور کوئی فایدہ وہان مترتب نہ ہوا۔

اپیروس کے حالات

۲۴ اپریل کو اپیروس مین سخت ہنگامہ برپا ہوا اور اوسکی دو وجہین تھین۔ ایک تو یہ کہ بروز دوم مجلس نے ذرا ذرا کو رد و بدل کر دیا تھا اور دوسرا یہ کہ فوج مخالف کے سرگروہون نے چند تقریرین بھی علم کے روبرو کین ۲۵ تاریخ کو بادشاہ نے ڈیالی کو عہدہ صدارت سے برطرف کر دیا کیونکہ اوس نے ہتھیا ڈیو سے ہمکا کیا تھا۔ اوسکی بجائے ایم رالی صدر معظم مقرر ہوا اور دیگر صیغون کے وزیر بھی مقرر ہو گئے چونکہ اب ایم رالی کیپولی متوفی کے متعلقین مین سے ہین۔ انمین سے ایم رالی کہو لوڑے جو وزیر جنگ خارجیہ مقرر ہوئے صلح پسند اور امن جو مشہور ہے۔

اس تنزل و نصب کا سبب کیا ہے اوس کے درکوئی تہین کہ علم نے بہت کچھ شور و غوغا کیا۔ اور اوسکا اعتقاد یہ ہے کہ فوج کا اسطرح سے ہزیمت اٹھانا خالی از علت نہین۔ یقیناً کوئی نہ کوئی مخفی کارستانی عمل مین آئی ہے۔ بنظر حالات شاہ یونان کا یہ فیصلہ کہ موجودہ وزارت معزول کیجاوے اور اندیشی پر مبنی تھا۔ نئی وزارت ذو دو وزیرون کو مقام فرسالہ پر فوجی حالت معاینہ کرنیکے لیے بھیجا۔ اور اوسکی مراجعت پر پیر کی شب کو تمام رات مجلس الوزرا کا جلسہ منعقد رہا اور آخر الامر یہ قرار پایا کہ جنگ جاری رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ امداد تبدیل کر دی گئی ہے اور فوجون کو صلح پر بہت ہوا تھا۔ وہ بیشبہ مین نہ تھے کہ ترکون کی نوبت جواب پر بیقرار ہو گئے ہین اس لیے یہ بھی قرار دیا ہے کہ کرنیل وہیل اور دیگر بیس افسر کریٹ کو واپس بلا لیجائے جاوین اور کرنیل ڈوس بجائے کرنیل فوس کے اپیرس کی کمان پر مامور ہوا ہے۔ اور کرنیل ماتوس اور اوس کا سارا سٹاف وہان سے تبدیل ہوا ہے۔ گرنشت یونان نے جو وکلا بمقیمہ ممالک غیر کے نام پر کھلے اسی مضمون کا بھیجے ہین کہ آیندہ امداد سپاہی ممالک غیر کے بہتی نہ کیجائے جاوین رقول دلیل مین

اچھی مطابقت ہی پیدا ہو تو یہ ظاہر کیا جاتا ہو کہ لڑائی جاری رہیگی اور عمل پیہم۔ یوں کہتے ہوئے قسم آئی ہوگی کہ اپنی بے بسی کا اعلان اس مدد جلد کیا جاوے مگر اب یہ کہنا بھی فضول ہو کیونکہ اس وقت ساری شیخی کرکری ہو چکی ہے۔ اور قلعی کھل گئی ہے اور ساتھ جو طوفان آئی ہے اس نے ہندوستان میں خاندان شاہی کے ٹھہراوؤں کو بر خلاف سخت شورش مچی ہوئی تھی اور یہ شورش ایسے چند اخبار وں میں بھی جو بھی کل ہی تعریفیں کرتے کرتے آسمان پر چڑھا تے تھے مگر باوجود اس کے اب شاہی خاندان پر چنداں لعن طعن نہیں ہوتا۔ اور لوگوں کی طبیعتوں میں کچھ قرار سا آگیا ہے۔ اور حراتیں سرد ہوگئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہو کہ کورٹ پرنس نے دو وقت لاآسیاسے سماعت کا حکم دیا جب اوس کر شاف ڈنے ایسا حکم دینے پر مجبور کیا اور انہوں نے اوسے یہ بھی سوجھایا کہ ہم آپ کی جان کی حفاظت کا بھی ذمہ وار ہیں۔ ہمیں ایک مراسلہ متضمنہ آئی ہے جس میں مرقوم ہے کہ اس وقت ہتھیند میں ۱۸ ہزار ریبلہ موجود ہے جن میں وہ لوگ ہیں جو ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء میں فوجی خدمات سے باعث کمپنی تنخواہ کے ہوئے ہیں یا ان بیچاروں کو بھی سزا دلانی کا حکم چلے ہے مگر اتنے میں یہ ہے کہ انکی پنشنیں کو دریا دل اور رحمائے کو بند و قتل و کفارہ توس کہاں سے آئیں۔ چنانچہ حکام نے دو کفارہ دس سے وہ بندوقیں قیمت پر انگلینڈ جو فرنسیسی افواج نے لکھی مرار دیکر پھینک دی تھیں۔ اور جنہیں بعض چھوٹے چھوٹے خودروہ فروش منافع لائق تھے یہ بقدر دو لاکھ عدد کو یہاں آئی ہیں۔ اور انکی قیمت شمار میں پونس ہے (نوٹ ہندوستان میں کپڑے طور پر سمجھ جنگ کی بکری متوقع ہے ورنہ انا رکلی کے کوڑی بھی چار پیسے کا بیچو مگر کماتے کہاں سے روپیہ تو یونانیوں کو جان ایسا ہی عشقا کا حکم رکھتا ہو جیسی طمع غیرت۔ البتہ اوہ مایہ منہ مانگے دام کھرے کر لیتے۔ اور ملنا فوراً سے قیامت پر موقوف افسوس اس برتے پر تیتا پانی ہگ بھیڑ بٹھام بیچ و شرے بھی نہیں ہوتا تھا اور فوجداری دیتی ہوئے بھگیا رہے تھے کہ جنگل کی روزہ رنگروٹ خود ہی ٹوٹ پڑے اور جو سامان کسی کے ہاتھ لگا آپ ہی اٹھا لیا (کیوں نہ ہو نوٹ یہ ضیافت دیسا مقام ہے اس میں ایک ذرا سی ہمار کو بھی لوگوں نے لوٹنا چاہا۔ اس ہمار میں ہی کچھ مسلمہ بندوقیں تھیں۔ مالک نے جب یہ حالت دیکھی تو خود ہی لوگوں کو مال بانٹ دیا۔ اوس دن شہر میں سخت کہرام مچا ہوا تھا۔ بلکہ یقین تھا کہ انقلاب عظیم ہونیوالا ہے۔ مغل کا عمل شاہی کرتب و جوا میں بیطرح شمار کرتے رہے اور سوداگروں کی دوکانوں کو بیچا بالوٹتے ہے۔ بازاروں میں علی روس الاشہاد شاہ اور اوس کے خاندان کی اراکین کی تصویروں کو لوگ ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے تھے اور انکی دھجیاں اڑا اڑا کر اپنے دلوں کی بخار نکالتے تھے۔ طرفہ میں لوگوں کا غصہ اور خیرہ چشمی اس حد تک پہنچگئی کہ شاہی ارمز (وہ نشان جو کسی خاص سلطنت یا خاندان سے مخصوص ہوا کرتا ہے) کو انہوں نے سرا بازار ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ لوگوں کا غصہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اور شور و شغب انتہا کو درجہ تک گیا تھا کہ ایم پالی نے آکر لوگوں سے بنت کہا کہ تم اپنے جی کو کیوں کھپے جاؤ میں ابھی بادشاہ کے پاس جاکر اس کا انتظام قرار واقعی کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ سیدھا قلعہ ایوان شاہی میں گیا۔ اور دوسرے دن دس بجے اوسی کے کہنے پر ایک مجلس الوزراء منعقد ہوئی۔

کریبٹ کی حالت

مانیکر کا خاص کارسپانڈنٹ مقام کانڈیا سے بذریعہ تار حسب ذیل تحریر ہے۔ میں یہاں ڈیڑھ ماہ کے بعد واپس آیا ہوں۔ اس عرصہ میں یہاں بہت سی تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں۔ ایکطرف سے میں دیکھ رہا ہوں کانڈیا اور نیگمبو میں زیادہ تر امن ہوگیا ہے۔ دوکانیں کھل گئی ہیں۔ اور دوکاندار اپنے بیوپار کا مول پر آبیٹھے ہیں۔ اور بندوقیں اور بندوقچی آپ سے آپ مفقود ہوگئے ہیں۔ اب ہر قسم کی برقاندازی و آتش زدگیوں سے فی الجملہ اطمینان ہو۔ لوگ اپنے اپنے کام و دھندوں میں پھر لگ گئے ہیں۔ اور جو لوگ فاقہ

سے اکر پناہ گزین ہوئے ہین۔ اونکی جماعت ایک خاص مقام پر رہتی ہے ترکون نے بھی اپنا اقتدار از سر نو جمالیا ہے۔ اور جزیرہ کی کو مختاری اور مطلق عنانی کا خیال حرف غلط کیطرح مٹتا نظر آتا ہو جس سے یہ نتیجہ نکلنا آسان ہو کہ پھر ترکی حکومت یہان قایم ہو سکیگی کہ آجتک کوئی ترکی سپاہی یا عہدہ دار یہان سے خارج نہین کیا گیا۔ باغیون مین عام طور پر یقین ہے کہ دول یورپ کا باہمی کساتھ اتفاق ہو۔ ایسا اس خیال کو یک بیک دور کرنا نہایت مشکل ہو کیونکہ اونکو ولین یورپ کی سلطنتون کیطرف سے ذرا بھی اطمینان اور اعتبار نہین۔ اور یونانی طرفدارون کا لوگون پر بالعموم لوگون پر بڑا رسوخ ہو۔

مختلف ممالک کے امیر البحرون نے فیصلہ کر لیا ہے کہ رعایا یونانی کو جزیرہ مین اوس وقت تک رہنے دو باش کا اختیار حاصل ہو جب تک وہ اس سے باز رہین اور کوئی شورہ فساد نہ کرین۔ اس امر مین اونکی حفاظت ہمارے ذمہ ہوگی۔

ممالک غیر کے امیر البحرون نے باغیون کو شہر غزنو کو جو مقام اکر ڈری مین ہو پچھلے ہفتہ اطلاع دیدی ہے کہ ہم اس مزاحمت مین بھی کسیقدر نرمی کرنے پر مایل ہین جو کہ نیل وسیوس اور اوسکی فوج کے مدمقابل جاری تھی۔ باغیون کو اختیار ہے کہ وہ شہرون مین بلا ساز و یراق اکر اپنا ما یحتاج خرید لین اور اس صورت مین ایک بڑے دستہ کی حفاظت کیلئے ساتھ دیا جاویگا تاکہ کوئی پرخاش پسند سمان انہین نہ ستائین۔ مین اونکی دربہ کہ باغیون مین سخت مصیبت پھیلی ہوئی ہے اور شہرون اور قصبون مین تو غضب کی تکلیفین ہو رہی ہین اور یونانیون تاترکی پر ہین۔

کینیا مین ۷۰۰۰ و ریتھمو مین ۸۰۰۰ و کینڈیا مین ۴۰۰۰۰ اور سیٹیا وغیرہ مین ۱۵۰۰۰ مسلمان ہین۔ ان مین سے ۵۰۰۰ کی مکاری امداد سے پرورش ہو رہی ہے۔

اتوار کے روز امیر البحرون نے ان باغی غزنون کو بلا کر کہا تھا۔ کہ تم خود مختار کیے جانے کو پسند کرو مگر انہون نے پھیر وہی ضد کی کہ ہم یونان سے الحاق چاہتے ہین خواہ یونانی فوج ہماری سرحد سے نکل بھی جاوے۔

ان باغیون نے کینڈیا مین آبرسانی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

مصالحت اخبار ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام وائینا سے لکھتا ہے۔ پہلے یہ مشہور ہوا تھا کہ فالبا روس انگلستان اور فرانس دم اور یونان مین مصالحت کیلئے بیچ گھر دس مین گے مگر دس مین یہ خیال ہو کہ ایسا کرنا کل دول عظام کو مناسب ہی کیونکہ سارے دول اسمیں شریک ہی ہین اور نیز اوس وقت مناسب ہی جب یونان درخواست کرے یہی رائے آسٹریا اور جرمنی کی ہی یہ کہنا محض غلط ہے کہ آسٹریا یا جرمنی اور انگلستہ و یونان کو معاملہ مین کوئی علیحدہ کارروائی کی ہے جو دیگر دول سے جدا گانہ ہو۔ پیرس مین نیم سرکاری طور پر اعلان ہوا کہ لارڈ سالسبری کی تجویز دربار اس امر کے پیرس مین یونان اور روم کے معاملات کو متعلق کانفرنس مفاہمت منظور رہ گئی ہے اگرچہ دیگر طور پر اس باب مین گفتگو ہو رہی ہو۔

قسطنطنیہ باب عالی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یورپین علاقہ جات مملکت مین اور تین لاکھ فوج بڑھائی جاوے۔ گو اجمالی تعداد فوجی کی بتہتر ہزار ہی اون فراہم کے جو اسیا مین متعین ہے سلطنت عثمانیہ پانچ لاکھ فوج یورپ مین مسلح کریگی۔

اتوار کے روز چار توپ کی جہاز جن مین فوج بھری تھی بیچ البحرین کے طرف کنڈیا روانہ ہوئے۔ سبب کہ باشندگان اور مسلمان وعیسائی

[illegible] شامل ہی ہے چند دھکے اور لگے تو ترکے اناطولیا کی فوجوں کا استحصال کیا جائے گا۔

استنبول کے یہودیوں کی ایک جماعت نے درخواست کی ہے کہ ہم فوجی و دیوان بلا اجرت سینکڑوں تیار ہیں حساب کے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء سے آج تک بالعالی کا زیادہ فوجی خرچ ۳۵ لاکھ پونڈ ہوا ہے (اجمال کے لحاظ سے یہ رقم قریب ۱۰ کروڑ ۴۵ لاکھ کے ہوتی ہے اب ترکوں نے کہا تھا کہ زیادہ سے زیادہ اگر جنگ بقدر ۱۰ کروڑ کے مانگا ہو کیونکہ یہ رقم ۱۹۱۳ء تک کی تھی اور اس دن سے آج تک کئی لاکھ اور بھی صرف ہو گیا ہوگا۔ یہ ماتا کہ یونان دیوالیہ اور مفلس و قلاش محض ہو مگر یا بانہ زور و بداد کے مسئلہ کو پیش نظر رکھنا۔ ورنہ بیچہ ۱۰ مزہ بدکیوں دیکھنا نصیب ہوتا (اب تو جانوں محو کردہ خود کردہ را تدبیر چیست)۔

جنرل وان ہنگ (جو میسر ولیم کی وزارت جنگی کے اعلیٰ افسر ہیں) نے گریکوت پاشا کو حکم دیا ہے کہ وہ استنبول میں واپس آجائیں گریکوت پاشا آ سو نا ہیں محض تو پخانہ اور سامان حرب کو ملاحظہ کرنے گئے تھے۔ چونکہ اونہوں نے سیلہ بحنگ میں خاصکر لازیسہ کے قضیہ میں بہت کچھ حصہ لیا ہے اس لیے عام طور پر بہت بڑبڑ ہوتی ہے کہ باوجود یکہ اب تک اونکا تعلق افواج جرمنی سے منقطع نہیں ہوا وہ معرکہ میں کیوں اس طرح شریک ہیں یہی حال دیگر جرمنی افسروں کا بھی ہے۔ بیچہ افسر فیلڈ مارشل جرمن نے عارضاً سلطان کو دیا تھا۔

خدیو مصر اور سلطان کے تعلقات

جریدہ سرکاری خبر دیتا ہے کہ سلطان معظم کے صدر اعظم نے خدیو مصر کو مکالمہ طویلہ پر فتح و کامرانی کی مبارکبادی کا اظہار کیا۔ حضرت سلطان معظم نے بجواب اس کے اظہار شکر و خوشنودی مزاج فرما کر ارشاد فرمایا کہ آئندہ سے سیکرٹری کو حکم ہوا ہے کہ آپکو وقتاً فوقتاً جس قدر فتوحات افواج قاہرہ کو فضل الٰہی سے ہوتی رہیگی باضابطہ اطلاع دیجاویگی۔

اس جنگ میں خاصتاً یا قابل بیان ہے کہ یونانیوں نے جو مرسلات میدان جنگ سے اپنے اعلیٰ افسروں کے پاس بھیجے ہیں وہ سب اکثر بیانی اور فراسے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ تو سچ ہے کہ ہمیں فتح ہوئی ہے۔ مگر وہ کس کو تو اونہوں نے کمال کیا اور اپنی اس کذب بیانی کو انتہا کو درجہ پر پہنچایا چنانچہ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ تیسلنیکہ ایتھنز سے یوں لکھتا ہے:-

رات کو جب یہ خبر آئی کہ ولیسٹینو اور فارسالہ پر ترکوں کو فتح ہوئی تو یہاں بڑا جوش پھیلا۔ کرنیل سوتسکی نے لکھا ہے کہ ولیسٹینو میں ترکوں کی جمعیت دس ہزار آدمی سے زیادہ تھی جو دو حصوں میں منقسم ہو کر ہم پر آ پڑی۔ مگر ہمنے انہیں پسپا کیا۔ دوسرے روز یہ ہر کو جو مرسلات کرنیل نکر کیطرف سے آئی اسمیں لکھا کہ میں نے چھ چھ بجے سخت لڑائی کی اور میری فوجیں خون کو دریا چلا ہیں۔ ۲۴ گھنٹے دن کو لڑائی بند ہوئی اور رات کو پھر لڑائی شروع ہوئی۔ خدا کو بے نیاز تعالیٰ کی مہربانی سے ہمیں یہ فتح نصیب ہوئی ہے۔ چار بجے صبح ترکوں نے حملہ کیا۔ مگر کرنیل نے پھر انہیں پسپا کیا جب کاقتل کے پاس اور رادی فوج پہونچی تو ہمنے اب حملہ میں پیشقدمی کی اور بقول اسکے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس لڑائی کو ختم ہونے پر ہمنے گردن پنس کو تار دیا کہ دشمن اگرچہ پسپا ہو گیا ہے مگر آج ایکبار حملہ کا ارادہ ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ترک فارسالہ کے تعاقب لشکر پر اس وقت حملہ آور ہوئے جس وقت اونہوں نے دوسری جانب ولیسٹینو پر حملہ کیا تھا۔ صبح ہوتے ہی حصار عثمانیہ کو تیسری سے توپکار کیا۔ ادھر کردن پرنس نے فوج جنگ کو روانہ کیا۔ لڑائی ہوتی رہی۔ تیسرے پہر کے بعد شہزادہ صاحب خود سوار ہو کر اس مضمون کا تار دیا کہ جنگ فتحمندی شروع ہو گیا ہے۔ بعد یونانی افواج موچی کی

چھوڑ کر کیمپ کیطرف ہٹ آئی ہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقع قریب سہ پہر کے ہوا۔ اس جنگ کا انتظار یا ایک دن ہی تھا۔ اور یونانیون کی فوجین صبح ہوتے ہی مقابلہ کیلئے تیار کیگئی تھین جب کہ وان پرنس میدان مین بذات خاص پہنچا تو سپاہیون کو فی الجملہ کچھ ڈھارس ہی ہوگئی۔ اور پرنس نکولس (کہین برادر کہ وان پرنس) بھی توپ خانہ کے ساتھ میدان مین موجود تھا۔ شام کو پھر تک لڑائی جاری رہی۔ اوس وقت ترکون نے اتنا ہی بند کر دی۔ رات کو آٹھ بجکر تیئیس پلٹنے جو کرتون پرنس کی فوجکا چیف سٹاف افسر ہے۔ رپورٹ جنگ تیار کی جس کا حاصل یہ ہے کہ آج دو بجکر ترکون نے ہمارے مورچون پر حملہ کیا کل سے اونکی نیت یہ نظر آرہی تھی کہ ہمارے میسرہ کو چیر کر نکل جائین۔ مگر آج تمام تر قوت اونہون نے اپنا ارادہ صبح کر کے ہمارے مقدمتہ الجیش پر حملہ کیا۔ چونکہ اونکی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس وجہ سے ہمارے طلیعہ کی فوج ہٹتے ہٹتے پیچھے کو ہٹ آئی۔ اور اپنی فوج کے سمنہ کو مقابل مین ایک مقام پر اکٹھا کر لیا۔ گو انداز ہی ہوئی مگر تھوڑی دیر تک جاری رہی۔ ترکون کی پیادہ فوج اگرچہ تین مقامات پر بڑے زور سے بڑھی آتی تھی۔ مگر ہماری فوجون اونکی شجاعی کو روکا۔ معلوم نہین کہ ہمارا یا ترکون کا نقصان کسقدر ہوا۔ کرون پرنس لڑائی مین موجود تھا اور پیادہ فوجکی آشتباری کی زد مین کھڑا رہا۔ اور پرنس نکولس فوجکا کمنہ مین سپاہیون کو حوصلہ دیتا رہا۔ اوس کو توپ خانہ کے مقابلہ پر دشمن کے دو توپخانے ایستادہ تھے جو ہم اپنے مورچون پر قابض ہین۔ کل غالبًا پھر لڑائی ہوگی۔ ترکون کی جمعیت ہم سے بہت زیادہ ہے۔ ہماری سمت مین جس نے بڑھنے ہمارے کمنہ پر حملہ کیا تھا۔ اونکی تعداد پندرہ ہزار سے کم نہ تھی علاوہ بران مورچون کیطرح اونکی فوجین روز بروز پہاڑون سے اُترتی دکھائی دیتی ہین۔ ترکون کا توپ خانہ اور سوارون کا دستہ ہم سے بدرجہا زیادہ ہین۔ صرف ایک دستہ سوارون ہمارے ساتھ تھا وہ بھی بمجرد ترپتی کی رکابیمین فتح تم کہا لائے گیا ہے (لعنۃ اللہ علی القوم الکاذبین۔ چھ بجے سے لیکر آٹھ تک یہ مردآدمی یہ توبڑا تمہید لکھتا رہا۔ اور نہ معلوم کتنے کاغذ بیہودہ کر آخر کار یہ مسودہ تیار کیا جس مین دلی زبان کی شکست کا اقرار کرنا پڑا۔ اور جس کا لفظ لفظ سے تعصب ظاہر ہوتا ہے مگر جسے نافہم بلکہ بیضمیر نویسندہ جنگ فتح کی خبر بھیجکر پڑدون سے باہر ہوگیا۔ چنانچہ آگے ظاہر ہوگا۔ فارسی مشہور مثل وقتی بہین صادق آتی ہے خر گفت خرہ... باور کرو)۔

اس رپورٹ کو آنے پر گورنمنٹ ڈکرتون پرنس۔ پرنس نکولس اور کرنیل سموپنسکی کو جو اگاہ مبارکباد کی تارین دین اور وزیر مشنہ جنگ نے کل فوجکا نام جو فاتر سالا مین مقیم تھی مبارکباد کا تار بھیجدیا روانہ کیا۔ بعد ازان بادشاہ نے اپنی طرف سے کرون پرنس اور فوجکا ایک علیحدہ تار اظہار مسرت اور مبارکباد فتح کا دیا (فتح شایان بھیجا نون کر دزم مردن جہان بچا کر آمان کی گو مردن واپس آنے کو کہتے ہین۔ ایسی ہی فتحون نے انہین تین ہفتون کے اندر خیر سے انتقرمین واپس پہنچا دیا ہے اور جو فوج بڑے طمطراق سے قسطنطنیہ کی فتح اور کریٹ کو الحاق کے لئے بگل سے نکلی تھی تیلی بھی ہاتھ سے دی بیٹھی)۔

ہر ایک شخص کو یقین تھا۔ کہ آج ہی فاتر سالا اور دسٹیشو کا قطعی فیصلہ ہوجائیگا۔ لوگ کل کی خبرون سے بڑے خوش خوش اترتے ہوئے پھرتے تھے۔ اور اپنی فوجی قوت پر بہت نازان معلوم ہوتے تھے۔ ہر ایک گرجے مین فتح کی دعا بڑے زور شور سے ساز و سامان ہوگئی گئی۔ اور دیدہ فتح کا شادیانہ بڑے ساز اور تزبنگ کے ساتھ بجایا گیا۔ مگر لوگون کی رنگ رلیون مین ہمہ تن مشغول تھے کہ یکایک یہ خبر برق خاطف کیطرح آپہونچی کہ فوجین فاتر سالا سے بھاگ کر ڈمکاس پر واپس آگئی ہین۔

واقعات اصلی

جب لڑائی عارضی طور پر تھم گئی تو ہرقل نے ایک فوجی کونسل منعقد کی جس نے یہ قرار دیا کہ چونکہ اوہم پاشا کی فوج تخمیناً ساٹھ ہزار آدمی ہے اور ترکوں کی نقل و حرکت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسلا کو بالکل محصور کرنے کا ارادہ نہیں ہے اس لیے مناسب وقت یہ ہے کہ یہاں سے جان چھوڑ کر ڈمکاس کو جانا چاہیئے اور یہ بھی واپسی نظر بحالاتِ موجودہ رات کو بہت مناسب ہے اس فیصلہ کی اطلاع کرنیل تھومسن کو بھی دیگئی۔ اور اس کو اختیار دیا گیا کہ وہ خود اپنے لیئے راہ تجویز کرے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی فوجوں کا انتقال حرکت شروع ہو گیا اور سپاہی ترتیب کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگ گئے۔ رات کے وقت ترکوں نے اپنی مجوزہ حرکت فارسلا کو محصور کرنے کی شروع کی مگر جب صبح ہوئی تو انہیں معلوم ہوا کہ دشمن یہاں سے چلے گئے ہیں۔ ڈمکاس کی باشندے شہر سے بھاگ گئے ہیں کرنیل تھومسن کی رات بھر واپسی میں صبح کے وقت ترکوں نے اوسکی فوج پر سخت حملہ کیا اور طرفین سے جنگ شروع ہوئی۔ مگر نتیجہ اب تک معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔

ہرقلا کی باشندے بھی شہر سے نکل گئے ہیں اور ایجر ٹریٹی اپنے سواروں کا دستہ لیکر کل فوج کے ساتھ شامل ہونیکے لیئے ڈمکاس کو چلا گیا ہے۔ آج شب کو یقین ہے کہ کرنل ویسیلی اور کرنل کانسٹن آرگلس جہاز میں کر ریٹے ہو واپس آجائیں گے۔ کرنیل ویسیلی تو صدود تسلی پر اسپر ہوا ہے۔ اور کرنیل کانسٹن ڈمکاس میں چیف سٹاف ہو کر جاتا ہے۔ کرنیل مینیاس آرٹلری کی کمان سے معزول ہو گیا ہے اور اوسکی جگہ کرنیل پیٹر ٹان مالکو ہو گیا ہے۔ یہ میں یہ افواہ اڑائی گئی۔ کہ فارسلا سے نوجین اس لیئے ڈمکاس کو بھاگی ہیں کہ وہاں مشہور ہو گیا تھا کہ کرنیل تھومسن کی امداد کی جانب بھاگ رہا ہے۔

لڑائی ختم ہو گئی ہے اور یونان نے اپنی شکست کا اقرار کر لیا ہے اور روم عظام کی وساطت کو قبول کر لیا ہے کہ بچے بچاؤ کے مصالحت کرادیں اور اوکی اس تمہیدی شرط کو بھی منظور کر لیا ہے کہ ہم اپنی فوجیں کر ریٹے سے واپس بلا لیں گے۔ ۵ مئی روز چارشنبہ ترکوں نے فارسلا پر حملہ کیا معلوم ہوتا ہے کہ دن بھر روز کا مقابلہ بلکہ مدافعہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اتنے میں جو جرنیل میدان جنگ سے اوس روز آئی تھیں۔ ان کی ترتیب ہوتا تھا۔ کہ بہت کار عثمانیہ سخت نقصان کے ساتھ پسپا ہوتے رہے۔ مگر شام کے وقت ترکوں کو کمک پہنچ گئی کہ ان پس کا قافیہ کچھ ایسا تنگ کیا کہ ان کو بھاگتے ہی بن آئی چنانچہ وہ رات کو ڈومرکوس کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں جا کر گئے دم لیا اور دوسرے دن صبح کو یعنی جمعرات کو روز ترکوں نے مقام فارسلا پر قبضہ کر لیا مفصل کیفیت اس لڑائی کی جو میدان جنگ سے تعلق رکھتی ہے اس طرح پر ہے کہ کرنل پرنس نے اپنی صفوں کو آئین جنگ کے مطابق ترتیب دیا۔ اور ٹھیک دو بجکر دن کے یونانی فوجیں آگے کو بڑھیں ترک جن کی جمعیت پچاس ہزار سے کم نہ تھی۔ اور جو موقعہ کو مکوسے اترے اور پہاڑ پر چڑھنا کو مناسب مقامات پر نصب کیے آستباری کرنے لگے اور ان آخباری نے یونانیوں کا سخت نقصان کیا بالخصوص اوس حصہ لشکر کا جو بیلے ٹیشن کے قرب وجوار میں جمع زن تھا۔ ترک برابر۔ توپوں کی آڑ میں بڑھتے گئے۔ اور آخر دو بجکر نو منٹ کے یونانیوں کے ساتھ سینہ بسینہ ہو گئے۔ یہ حال دیکھکر کرنل پرنس نے واپسی کا حکم دیدیا۔ یہ صدائے والی فوج سامان حرب گولہ بارود وغیرہ اپنے ساتھ ہی لاتی تھی کی فوج آہستہ چلتے چلتے موضع تاتری کو جا کر خاک سیاہ کر ڈالا۔ اور موضع دیوسکی کے ایک یونانی پادری کو اوس کے مکان پر پھانسی دیکر اپنے یونانی فوجیں مقام ڈمکاس میں اترنے پر تلی بیٹھی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر افسران کا رسپاہ ٹیٹے یونانی فوجوں کے ساتھ تھے اون کے سوا دوسرے پہلے یونانی افسروں کو دکھلائے جاتے ہوں گے اور جب وہ خاک سیاہ کر چکے تھے اوس وقت اپنے اپنے خیالات میں بغرض اشاعت بھیج جاتے تھے۔ مدت اگر نیچر بالطبع آزادی پسند ہے فقرات میں

رہتے بیانی کی عادی ہیں۔ یہ تفتیش کے کیوں مرتکب ہونے لگے آواس طرح چھپا چھپا کر اصلی حالات پر کیوں پردہ ڈالتے - ہر ایک فقرہ تلا ہوا۔ بلکہ ہر ایک لفظ جنتری سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ناچار بعض کھٹکنا پڑتا ہو مگر جون مطلب ٹہراون پہلو بچا بچا کر بیان ہوتا ہے چنانچہ ہماری رائے کی تصدیق آگے چلکر اون کا رپاڈیٹن کی تحریر سے ہوتی ہے جنہون نے اپنی آنکھون سے لڑائی تو دیکھی مگر جو یونانی رسخ یا دباغت مین نہ تھے)

جن کارپانڈیٹون نے یہ لڑائی اپنی آنکھون سے مشاہدہ کی۔ اونکا بیان ہے کہ یونانیون نے یہان جگہ مقابلہ نہین کیا۔ بلکہ در کر ایک ایسا مقام چھوڑ دیا جسکا فتح کرنا آسان نہ تھا یونانیون کی جمعیت تیس ہزار تھی مگر تیس ہزار پھیٹرین بھی ہون تو بلا سے پانچ چھ گھنٹہ اور نہ بھی رستہ ہی رک جاتا مگر ان جانباز قوی شہیدون کو بھی نہ ہو سکا (مترجم) جب وہ بھاگو تو بہت سا فیرہ سامان حرب و زخیرہ اور چند قیدین بھی پیچھے چھوڑ گئے تذکرون نے ۲۰۰ سے زیادہ زندہ گرفتار کر لیے (اگر بھاگتے ہوئے قیدین پکڑیا خائف ہین بھیجدین تاکہ لوگ اونکی زیارت کیا کرین وکیل ہوگا۔ کاس کا بیشندے نے منہ لاشیا مین پہلوہی بھاگ گئے تھے۔ (جب ترک لاشیا کا رخ کرین گے تو کہان جاوگے جہنم مین ۔ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائینگے ۔ مرکے بھی چین نہ پایا تو کہ مر جائین گے۔ وکیل)۔

ترکون کا نقصان اس معرکہ مین فقط ۳۰ سپاہیون کا لکھا ہے۔ زخمی ہوئے جب ترکون کا میسرہ آگے کو بڑھا تو یونانیون نے بڑے زور کے ساتھ آنشبازی کی نشانہ بہت ہی ٹھیک بیٹھا۔ حتیٰ کہ صاف ظاہر ہوتا کہ یونانیون نے خوب غور سے ان مقامات کی جانچ پڑتال کی ہے کیونکہ جو گولہ بھی ترکون پر پھینکا جاتا وہ خطا نہ کرتا تھا بلکہ بعض اوقات سخت نقصان کرتا تھا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ایک گولہ کے صدمہ سے تین سپاہی تو شہید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن باوجود اس قادر اندازی کے ترکون کی پیشقدمی مین ذرا بھی خلل نہ ہوئی۔ وہ برابر اسی تشنا اور بہت کے ساتھ گاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ ان نقصانون کی اونہون نے ذرہ بھر بھی پروا نہ کی۔

پیرکے روز کرون پرنس (جب فیل اعلان شائع کیا یونانی فوج کو سپاہیون فوج ڈوڑہ کوس مین واپس آگئی ہے کیونکہ قاصد لاسلامین متعاقب تھا اور نعمین کی تعداد بیس ہزار یا زیادہ تھی مگر اب جو مقامات ہمارے قبضہ مین ہین وہ ایسے مستحکم ہین کہ امید نہین کہ دشمن وہ اپنا قابو پاسکے خواہ اوکی فوج ہم سے کتنی ہی زیادہ کیون نہ ہو۔ ہمکو یقین ہے کہ تم عنقریب ان مین مار بھگا دوگے۔ اور خود حملہ کرکے اون کو قلمرو یونان کی سرحد سے پار کر دوگے۔ یہ خیال رہے کہ تم اپنے وطن کا مقابل اہتمام اپنے ناتھون مین رکھتے ہو اور تم اپنے نشاء اور قوم کی بزدلی میدان کا زار مین اسے ہو۔ تمہین لازم ہے کہ دشمن کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دو۔ مین بخوبی جانتا ہون کہ تمہین سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اور مسلسل چھ دنون کی جنگ سے تم تھک گئے ہو۔ مگر ان صعوبتون کو استقلال کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے۔ کیونکہ تم اپنے ملک کی ناموس کے لیئے لڑ رہے ہو۔

(ہر سنے ناصح برائے دیگران + ناصح خود را فتم کم دجہان - بیچارے بے تنخواہ سپاہیون کو یہ لمبی تقریر سنائی جاتی ہے اور کمانڈر انچیف خود وقت پر جب کبھی ہوتا ہے تو بڑا امیدان ہیون غائب ہو جاتا ہے جیسے ڈاون کی پچھلی لڑائی مین ہوا تھا۔ اور پھر طرہ یہ کہ چلتے چلتے فوجون کو بھی بھاگنے کا حکم دے جاتا ہے جس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہین معلوم ہوتی کہ اکیلا مین ہی سوار نہ ہون بلکہ گرانبوجھ یا زرہ پوش سپاہی بھی ساتھ آوے اور پھر جہان دن بیس کوس پر جا کر دم لیا تو شاگرد ناموس عقد مس اہتمام جب قوی سوار وغیرہ سب کچھ پیا آجاتے ہین۔ وکیل)۔

ہمارا لکار سپاہ ٹنٹ مقام ڈیکاس کو کہتا ہے کہ تین ہفتہ کے روز اوس درے کو گذرنا جو لاتیا سے نکلکر راستہ میں کتاہو۔ اب تک پرانی سرحد بدستور موجود ہی کیونکہ ترکوں کے مورچہ برقرار ہیں۔ لوگ سب کر سب بھاگنے پر تیار بیٹھے ہیں۔ ہزاروں بیل۔ گائے بیلیں گھوڑے۔ اونٹ۔ اسباب خانہ داری کے چھکڑے۔ قطار در قطار سمندر کیطرف کو جارہے ہیں۔ ڈیکاس میں یونانی فوجکی جمعیت تیس ہزار سپاہی ہے۔ اور جلب لشکر ایک پہاڑی کے عقب میں واقع ہے جو سمندر سے ۴۰۰ فیٹ مرتفع ہے۔ اور وہان سے فار سلا کا میدان نیچے برابر دکھائی دیتی ہے۔ کرنیل سوفیسکی کی سپاہ میمنہ کیطرف گورا کی سڑک پر خیمہ زن ہے۔ اگرچہ سپاہیوں کا حوصلہ اور صحت اچھی حالت میں ہے۔ مگر موسم کی اس ناقص حالت میں سپاہیوں کا صحیح وسالم رہنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔

ہفتہ کو روز شدت سے گرمی رہی۔ اور اتوار کو پھر سخت بارش ہوگئی جس سے موسم میں بہت بڑا فرق پیدا ہوگیا۔ اور فوجوں میں جن کا شب و روز کا بسیرا فقط آسمان کے تلے ہے۔ اس تغیر سے ضرور جسمانی نقصان پہنچا۔ (حضرت ابھی تو بڑا طاعون اور ہیضہ بادشاہ و رعیت پر دور رہی ہے تاکہ رہا ہے جب قریب پہنچیگا۔ تو اوس وقت اسہال جاری ہونگے۔ مگر یہ کہنا اور اس بیماری کا بہانہ بھی خالی از علت نہیں۔ بھاگنے کی پہلی بنیاد رکھی گئی ہے لیکن ترکیسوں سے دلی چھپائی جاتی ہے۔ کیول)۔

پیرکے روز ٹیکاکا رسپانڈنٹ بذریعہ تار کے خبر دیتا ہے کہ آج رات سے بارش مسلسل ہورہی ہے جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ بیماری بڑی طرح پھیل گئی۔ اور مکہ ہے تو اسباب کا کہ دوا کافی موجود نہیں۔ وقت تو یہ ہے کہ ایسے وقت میں کسرٹ کا اہتمام کیا جاوے یا دیگر ضروری باربرداری کا یا ڈاکٹروں اور ادویات کا۔ ظاہر اکسرٹ فوجیوں کے آرام کا علت خیال نہیں رکھا۔ اس سے ضرور ہے کہ ہمارے سپاہیوں کا حوصلہ پست ہو۔ ناگہانگریز کوشش کر رہے ہیں۔ کہ انتقدر سے ادویات ان بیماروں کے لیئے منگائی جائیں۔ اور یہاں پر عارضی ہسپتال قایم کیئے جاویں (خواہ مخواہ اتنا دردسر کیا گیا۔ اجی بیماری تو اوہم پاشا کے آتے ہی زایل ہونے والی تھی۔ اور یہ بات کچھ نئی نہ تھی۔ بارہا کے تجربوں نے مکرر ثابت کر دیا تھا کہ جہاں ترکی فوج نے آگے کو قدم بڑھایا۔ وہیں یہ بھاگنے کیلئے بس ہوگئے۔ بلکہ جس میں توانائی نہ ہوگویا ترکوں کے دل ہی تیار ہو جاتے ہیں خیر کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز۔ کیول)

یونانیوں نے اس مقام کو بہت مستحکم بنا لیا ہے اور ان پچھلے چند دنوں میں بہت سے مورچے بھی قایم کر لیئے ہیں۔ مگر سامان رسد رسانی کا سخت اندیشہ ہے کیونکہ بار برداری کا جانور کم دستیاب ہوتے ہیں۔ ترک اگرچہ دو گھنٹہ کی مسافت پر آپہنچے ہیں مگر ظاہر احملہ کا بالفعل ارادہ نہیں کہتے۔ یونانیوں کو تشویش ہے اور وہ برابر اپنے مورچے مضبوط کیئے جاتے ہیں۔ ڈیکاس کی صورت موجودہ کی لحاظ سے مناسب معلوم ہتا ہے کہ عقب کی طرف سے حملہ کیا جائے۔ اور عجب نہیں کہ اگر اضی دفعہ لڑائی میں نہ ہو جائے تو ترک جن کی جمعیت ساٹھ ہزار بیان کیجاتی ہے۔ اسیطرف سے حملہ آور ہوں۔ اگر تھیسالیا یونانیوں کو یہاں شکست ہوگئی تو پھر یونانیوں کا خاتمہ ہے۔

جنگ ولسٹینو یہاں ترکوں کے بارہ سو جوان اس لڑائی میں کام آئے چنانچہ یونانیوں نے تین چھ سو کے قریب دفن کیئے ملا برآں چار سو رسالے کے گھوڑے بھی مارے گئے۔ اور یونانیوں کو فقط ۳۰ آدمیوں کا نقصان ہوا جن میں سے ۵۰ تو مارے گئے۔ اور باقی زخمی ہوئے۔ یہ تو یکم مئی کا واقعہ تھا۔ دوسری مئی کو حقی پاشا نے پھر یورش کی۔ اور ایک سخت مقابلہ کے بعد ترکوں نے پہلا مورچہ لے لیا

اور یونانی اپنی دوسری لائین پر پسپا ہو گئے۔ جہان بھی انہین ٹھیرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور تاب نہ لاکر دولو کیطرف بھاگ گئے۔ اس لڑائی سخت ہوئی۔ اور یونانیون کے نقصان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ رجمنٹ نمبر ۱۰ مین سے فقط ۱۰ آدمی سلامت ہو سکے کون کہہ سکتا ہے کہ اوکی فتح اس سبب سے حاصل ہوئی ہے کہ اوکی پاس میدانی توپخانہ موجود تھا۔ برخلاف اس کے یونانیون کی پاس فقط پہاڑی توپخانہ تھا علاوہ بران اوکی جنرلون نے بڑی ہوشیاری اور تدبر سے کام کیا۔ کرنیل سوفیانکی جمعہ کے روز اپنی فوج لیکر آیرو کو بھاگ آیا ہے اس بھاگنے مین کوئی بے ترتیبی واقع نہین ہوئی۔ اس جنرل کی تعریف مین متعصب اخبار نویسون کے بہت دم چڑھے جاتے ہین۔ اب جو اوس نے بھی اس ذلت کو ساتھ نیچا دیکھا۔ تو کسی کے چھوٹے منہ سے ایک کلمہ بھی جنرل حقی پاشا کی توصیف مین نہ نکلا جس نے اوسے ایسا گیدڑ بھاگ پہاڑی کا دودھ یاد آگیا۔ (کیبل)۔

بعد ازان نگل کے روز اتیفنز مین اس مضمون کا ایک تار آیا کہ اوسمہ پاشا کا ارادہ ہے کہ دامن بھی کرنیل سوفیانکی پر حملہ کرے جس کی خبر پاتے ہی کرنیل صاحب ایرو سے بھی بھاگ۔ اور تمام موروپل مین جو ایرو کے شمال مین واقع ہے۔ جا کر پناہ لی (آخر یونانی ہی تو تھے یہ اپنے بھائی بندون سے کیون لڑنے لگے) آجکل کے یورپین جنگ مین جنگ کرنے سے پیچھے ہٹنا بھی فنون حرب مین داخل ہے۔ اور ہر ایک ملٹری کالج مین جہان اور اقسام جنگ کی تعلیم ہوتی ہے اس کی طریق بھی سکھائے جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ کرون پرنس نے اسکی مشق بہت ہی توجہ سے کی ہے اور اوکی نحوست سے یونانی ملٹری کالج کی تعلیم کے اثر سے سب یونانی جنرل اور کرنیل اس فن مین بڑے ہی مشاق معلوم ہوتے ہین (مترجم) کرنیل ٹیٹیلوفی تار دیتا ہے کہ مین کرنیل سوفیانکی کی امداد کو جا رہا ہون۔

دولو کا قبضہ

ہفتہ کے روز ترکی فوج کو ایک دھکا نے زیر کمان جنرل حقی پاشا دولو پر بھی قبضہ کر لیا یونانی سپاہ تو پہلے ہی اتیفنز کو بھاگ گئی تھی مگر شہر کے باشندے وہین رہے جب انگلش اور فرنچ قونصلون نے مارشل اوسمہ پاشا کے پاس اوکی جان کی امان مانگی تو اونہون نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور اون کی جان و مال مین کسی قسم کی دست اندازی نہ ہوگی۔

یونانی ایڈمیرل نے جو خلیج دولو مین تھا۔ اوسمہ پاشا کی اس شرط کو قبول کر لیا تھا کہ مین یہان سے ایرو کی طرف بھی ہٹ جاتا ہون اور عساکر عثمانیہ سے مزاحم نہ ہونگا۔ یہ وہی جہازات کا بیڑہ ہے جو یونان تو یونان بلکہ کل عیسائی سلطنتون کا زینا ہو رہا تھا۔ اور شاید یہ وہی ایڈمیرل تھا جو سر ہرہا حکام یکے سلطانیہ پر قبضہ کرنے کو گھر سے چلا تھا ؎

خیال حوصلہ پرسے پہ دہ بیاید چہاست در سر این نظرہ محال اندیش

الغرض جنرل حقی پاشا نے بڑی خوبی سے دولو پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہو وہ اپنی ہی سرحد کے اندر نہج دولو مین فتح سے میدان کے روبرو صف آرا ہو کر اپنی جمعیت کو پھیلا رہے۔ اوسکی زبردست کا بشرطیکہ اوسمین پیش ہو اوس وقت کیا حال ہوگا ہماری طرف سے ذرہ خیر ہی تو مین نہ ہوگا۔ وہ نہج دولو تنگ بھی تو نہ تھی کہ اوس کا ڈوبنے کو کافی نہ ہوتا (مترجم)۔

ٹیلیگرافکا کارسپانڈنٹ داوی ہے کہ موضع تھیلے کے بعض مینار ون نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ترکون کی فوج نے سارے گاؤن کو

ساخت تاراج کیا۔ اور قریب تمام مکانات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ گرچہ کو اگرچہ جلایا نہیں مگر جس قدر تصویریں نصب تھیں۔ اون سب کو اکھاڑ ڈالا اور محراب وغیرہ سب کچھ مسمار کر دیا۔ گلے سیل بیٹریکری مکان تک لے گئے ہیں یونانی گورنمنٹ کو اپیرس سے بھی ایسی ہی تاخت و تاراج کی خبریں آئی ہیں۔ تھیسلی کے شمال مغرب میں بھی ترکوں نے بعض گاؤں غارت کیئے ہیں اور ولیٹینو کے قریب جو جرمنوں نے لوٹ مچائی ہے ایسی خبریں فقط بلوٹر کے کارسپانڈنٹ کی معلوم ہیں۔ اور کسی کو نہیں ملتی ہیں)

ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام لاریسا سے ۱۰ اپریل کو اطلاع بھیجتا ہے جب کل مئی نہر کے اندر ایک سلاروں کا دستہ کو ساتھ گیا تھا ہم یہاں کی حالت بہت ہی ناقص نظر آئی۔ ابھی غنیم کا ایک سپاہی بھی یہاں نہ آیا تھا کہ ہمکی محافظین نے اسے غارت کیا۔ اکثر دوکانیں جدید تھیں اور اکثروں کی تفل ٹوٹی ہوئے تھی۔ گھروں کا یہ حال تھا کہ جا بجا لوٹ اور دست درازی کی ثبوت ہاتھ آجاتے تھے۔ اسباب خانہ داری بڑی بے تیمیگی کے ساتھ ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بھاگڑ کی جلدی ہی اسکا سبب ہوئی ہو۔ مگر زیادہ تر یہ کام کا موجب وہ تاخت تاراج تھا جو خود ہمیں کے بدمعاشوں نے ان بکسیوں پر اپنے ہاتھوں سے کیا۔ کل تمام رات بھر ترکی افسران فسادوں کے فرو کرنے میں مصروف ہوا اور انہیں ہمیں پوری کامیابی بھی ہوئی۔ انہیں شکنہ نہیں کہ آبادیا کے سپاہیوں میں سے ایک دو نے لوٹ مار پر جرأت کی تھی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فوج سے علیحدہ کئے گئے۔ اور سرحد پر دو سپاہیوں کو گولی سے مار دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے باوجود اطلاع کے احکام کی تعمیل میں تساہل کیا تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب فوجیوں کو کان ہو گئے اور ترکی جنرل کے اس فعل نے ساری فوجیوں میں ضابطہ کی پابندی کا سکہ بٹھا دیا اور اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ ترکی فوج میں کس حد تک نظام اور قواعد کو دخل ہے کیونکہ یہ ایک معمولی بات تھی کہ ایک نیم وحشی اور جاہل جماعت کو جس نے ابھی ابھی ایک شہر زبردست فتح کیا ہو اس امر سے روکا جائے کہ وہ کسی ایسی جائیداد پر ہاتھ نہ ڈالے جسے وہ شہر آباد سمجھا ہو۔ اور خاصکر ایسی صورت میں جب کہ غنیم بھی اسمیں اپنا حصہ لیچکا ہو۔

اکثر یونانی خود تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری فوجیں بیضا بھگی اور بے آئینی طریق پر پھیلی ہوئی ہے اور ان اگر وٹوں فوج جائے نیا کو سخت نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور اس ڈھیلی لڑائی کی جس کو یہ لوگ عادی ہوئے ہیں۔ بے نظمی غنیم کے مقابلہ میں ذرا بھی پیش رفت نہیں جا سکتی جس کی فوجیں آئینی ہوں اور جس کو جنرل انجل کی فنون جنگ کی پوری جانفشانیاں اور مشاقی ہوں۔

ایم لیوڈری سابق وزیر صیغہ بحر نے بہت سے مراسلے شائع کیئے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بحری افواج کو اس وزارت کو احکام کی تعمیل سے انکار کیا تھا۔ اور کہ موڈر سٹوری نے یہ دیکھی وی ہے کہ مین بھی اس قسم کی دیگر مراسلتیں شائع کرے گا۔

کپتان بری ایم پی (جو ریٹائر کر اسی سائیٹی میں انگریزوں کی طرف سے دکھیل ہوا اور جن کا کام یہ ہے کہ یونانی زخمیوں کی خبر گیری کرے) ایک زخمی آدمی سے یونان میں لڑا ہے انہیں تین انگریز نرسیں ہیں۔ انگریزوں کے اٹھارہ والنٹیئر ہے انہیں سے پانچ زخمی ہو گئے ہیں۔

جو صعوبت زدے تو لو اور دیگر نواح تھیسلی کے ہیں وہ ناقابل بیان ہے۔ اس وقت بیوا اور دیگر مقامات میں پڑے ہوئے ہیں۔ انکی حالت سخت اور دلگیر اور دہ جب آرحم ہے۔ اکثروں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی۔ اب مقام پیرس سے ایک جہاز سامان رسد لیکر ان کے لیے روانہ ہوا ہے تھیسلی کے علاقجات سے پیرس میں بہت سے آدمی آئے ہیں۔ انمیں سے اکثر نہایت تباہ حالت میں ہیں۔ گورنمنٹ نے ایک مجلس انکی دستگیری کے

مقرر کی ہے۔ اس کمیٹی نے ایک فہرست چندہ کی شایع کی ہے۔ اس میں شاہ یونان نے چھپن ہزار روپیہ اور تیم سنگوش نے بیس ہزار روپیہ بطور چندہ دیئے ہیں تعجب ہے کہ ترکوں کے اس حملے سے سخت نقصان ہوا ہے۔ اگر فصلوں کے دُرو ہونے سے پہلے مصالحت نہ ہوئی تو چار کروڑ روپیہ کا نقصان ہوگا۔ دو کروڑ روپیہ کا نقصان اب تک ہو چکا ہے۔ ترکوں نے جو مال مویشی اور گھوڑے وغیرہ اس وقت تک لوٹے ہیں اُن کی قیمت ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ اندازہ کیگئی ہے۔ ترکوں نے ایڈرنہ پولیس کا خطم اور نگرانی کیلئے لاریسا میں بھیجدیا ہے۔ ترکوں کی تو فصل جو مقامات دو تو سے کھلا اور لاریسا میں تھی وہی اون مقامات میں بطور رئیسِ مقام (ڈپٹی کمشنر) کام کرینگے۔

اسی بمضمون دخل کا حال ایک نامہ نگار ریپوٹر کا جو ترکوں کی افواج کے ساتھ مقامہ رسی کو اسطرح لکھتا ہے:۔ مارشل احمد پاشا کا ارادہ تھا کہ صبح ہوتے ہی چند ایسے مقامات پر قبضہ کرے جن میں سے شہر کی نفع آسانی کے ساتھ ہو سکے مگر پو پھٹتے ہی جب کہ ہم سب نیچے بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے۔ تو ہمیں دو گاڑیاں دور سے آتی ہوئی دکھائی دیں۔ ان گاڑیوں میں روسی نژاد سی۔ اٹالین اور انگریز قونصل متعینہ ولو سوار تھے۔ ان کے ساتھ چار توپیں بھی تھیں جن کے ہاتھوں میں اپنی اپنی گورنمنٹ کے نشان تھے بہت سے آدمی اون کے پیچھے کو باہر نکل آئے۔ اونکی زبانی معلوم ہوا کہ یونانی فوج نے ولو چھوڑ دیا ہے اور اب فقط وہاں ایڈمرل جنگی جہازوں کے ساتھ بندرگاہ میں موجود ہے یہ تو فصل اوس سے مل آئے تھے۔ اور جب انہوں نے اوس سے پوچھا کہ اب بنظر حالات موجودہ اوس کا کیا ارادہ ہے تو اوس نے اون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر مجھے اس امر کا اطمینان ہو جائے اور وعدہ لایا جاوے کہ ترک شہر کو غارت و تاخت نکرینگے۔ تو میں اپنے جہازات ہٹا لونگا۔ ان تو فصلوں کے ساتھ میں انگریزی اخباروں کا نامہ نگار بھی تھا میں نے حاضری کی دھرت کی اور بعد از فراغ طعام اون سے فصل کی نسبت پوچھا تو اوس کی شکست اور تباہی کی سنی جو اونہیں بمقام ولو پیش آئی۔ یہ ساری حالات سُنکر میں نے اونہیں آرام کرنیکے لیے کہا کیونکہ وہ پچھلی دنوں کی محنت سے سخت تھکے ہوئے تھے۔ بلکہ ایک شب کا مل انگریزی سفارتخانہ میں پہرہ دیتے رہے تھے کسیقدر غور و تامل کے بعد مارشل احمد پاشا نے قرار کر دیا کہ میں شہر میں تاخت و تاراج نہ کرونگا یہ وعدہ لیکر چار دن تو فصل واپس چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد اون کی ہمراہی چار دن قوصی بھی خیر سے کہ ہم کو اب امان کا سفید علم دے کر بھیجے گئے میں بھی اونکی ساتھ ہو لیا۔ اور دو اڑھائی کسی قدر مسافت پر ہم اس لیدہ میں منتظر کھڑے ہوئے اونکی فصلوں میں سے کوئی ایک ایڈمرل کا جواب لاویگا۔ مگر وہاں سے کوئی بھی نہ آیا یہ حال دیکھکر ہم شہر میں چلے گئے تھوڑے تھوڑے آدمی جمع ہو کر ہمارے ساتھ آئے تھے اور بنہایت ادب سے ہمیں سلام کرتے تھے شہر کے دروازہ پر بھی ہمیں بہت سے آدمی مل گئے۔ یہ سب مل کر ہمارے رکاب میں بہت سے آدمی ہو گئے اجتماع ہو گیا جن کے سر پر کلہ تھے۔ اور جن کے چہروں پر بجائے غم کے خوشی کے آثار نظر آتے تھے (ترکوں کو قدیم سے دیکھتے تھے اور انکے آباؤ اجداد تک انکے احسانوں کے ممنون تھے۔ علاوہ بران وہ اون کا تازہ سلوک اور انسانیت کا شہرہ سُن چکے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ایک سچا مسلمان دوستی شجاعت پر دوستوں کے ساتھ عادتاً خوش اور مروت سے پیش آتا ہے پس اونکا خوش ہونا حق بجانب تھا۔ کیل)۔

ہم آہستہ آہستہ محلہ ڈیجری میں پہنچے جو شہر کا سب سے بڑا محلہ ہے اس قت پر ہمارے ساتھ کئی ہزار آدمی کا ہجوم ہو گیا تھا پہلے قونصل ٹون ہال کا پتہ نہ لگا مگر بعد میں کسیقدر تلاش کے بعد پتہ چلا یہاں ہمارے شہر کی تلاش کی جو مطلق دستیاب نہ ہوا۔ آخر کار شہر گیا۔ وہاں جو میری کی خیر حاضری میں اوسکی جگہ کام کرتا تھا ملا۔ جیب نے اوسی مارشل احمد پاشا کا اعلان دکھایا جس میں درج تھا کہ باشندگان ولو سے امن و امان

لہ یہ یونانی کروڑ پتی ۱۹۰۹ء کی خزانہ میں منجمد ہو گیا تھا۔ کروڑوں روپیہ کی ملک اراضی کی بہتری کیلئے خرچ کیا گیا ہے۔

حفظ و امان مین لیجاتے ہین ۔ وہ اپنی جان اور ناموس اور رعایا کو محفوظ و مصئون سمجھین اور نہین خیال رہے کہ وہ اپنے معمولی کاروبار مین مصروف ہون جب سٹوکھوا اس اعلان کے مطالعہ سے فارغ ہوا ۔ تو ہم سب کے سب ٹاؤن ہال کے برآمدے مین نکلے تاکہ عوام اس کو بھی اوس مضمون سے اطلاع بخشے ۔ کیونکہ ہزارون آدمی باہر منتظر تھے مین کہتا ہون ہزارون ۔ کیونکہ میرے تخمین مین مدت العمر مین یہ نقشہ اپنی آنکھون سے نہین دیکھا ہزارون آدمی باہر نقش و آرا ہین کہ اس ہیم و رجا کی حالت مین کہ ہر ایک لفظ کے سننے کے منتظر تھے ۔ جو انکی قسمت کا فیصل کرنیوالا تھا ۔ مسٹر گریگ نے اس اعلان کو پڑھنا چاہا کہ اعلان کی تکرار کی جاوے ۔ مگر از بسکہ اوسکی آواز پست تھی ہمارے سب سے سخت دشوار تھا ۔ لوگون کے ہر چند الکھ کان لگائے ۔ مگر سنائی کچھ نہ دیتا تھا ۔ اس سے اون کا دل ڈوبنے لگا ۔ اور اور ہی گمان پیدا ہونے لگے جب پڑھنا انہون نے بآواز بلند شروع کیا تو سنے ۔ ہم کیا کہین نہین سکتے اوس وقت ہمین دور سے یونانی جہاز بندرگاہ مین دکھائی دیتے تھے اور ایڈمیرل سر کا جہاز بھی اب کہ آیا تھا ۔ آخر الامر جب لوگون نے اعلان کا حاصل معلوم کر لیا تو اون سب کا غصہ سے صدا میں خفہ نکلی ہے کہ خدا سلطان کی عمر مین برکت کرے ۔ اور ترکون کو دیر تک سلامت رکھے ۔

اب وقت تنگ ہو چلا تھا ۔ اور ترکی افواج کی آمد شروع ہو گئی تھی ہمارے سپاہیون نے شہر مین قدم رکھنا شروع کیا ۔ اور اگر یونانی جہاز اعلان جنگ ظاہر کر دیتے تو ترک اسی وقت شہر مین مورچہ بندی قایم کر لیتے ۔

نجیب ۔ اب مجھے اور دیگر وکار پیاٹنون کو یونانی ایڈمیرل کے پاس اوسکا مقصد دریافت کرنے کو بھیجا کہ اوسکا ارادہ صلح یا جنگ کا ہے جب ہم گئے تو ہمین جہاز کے زینون پر ایک شیطان ملا جو آگے ہی اوسکا جلو بردار تھا ۔ اوس نے جواب مین یہ لکھا تھا کہ مین اوس وقت تک یہان ہون جبتک کہ ترک یہان کیساتھ شہر مین داخل نہ ہون ۔

جب نجیب نے یہ جواب سنا تو اوس نے جواً ملا شل آدم پاشا کیطرف سے جواب دیا کہ عساکر سلطانی بخوبی باخبر ہین اور وہ ہمیشہ اوس شہر اور شہر کے باشندون کی نیک سلوک کیساتھ رہتے ہین جو بلا مقابلہ بلا اطاعت قبول کرینگے ۔ ہماری افواج قاہرہ مین سے فقط ایک دستہ انتظام شہر کیلیے داخل شہر ہوگا ۔ باقی فوجین نواح شہر مین خیمہ زن ہونگی ۔ علاوہ بران یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر اب بھی تم اپنے جہاز نہ اٹھا دیہان سے نہ لیجاؤ تو اسکا نتیجہ تمہارے حق مین اچھا نہ ہوگا ۔ اور عساکر سلطانی کسی کروفر نتیجہ کے ذمہ دار نہ ہونگی چنانچہ اوس کے مطابق عمل درآمد ہوا ۔ اور ترکون نے بھی فقط ایک دستہ پیادہ سپاہ کا شہر مین جانے دیا ۔ یونانی ایڈمیرل وقت تحریر خط کے ابھی تک یہین ہے مگر کوئی ساعت کا مہمان ہے ۔ اوسی دن کے خطوط سے جو شام کو نامہ نگارون نے اپنے اپنے اخبارات کو نام روانہ کیے تھے معلوم ہوتا ہے کہ سہ پہر کے وقت ایڈمیرل اپنے کل جنگی جہازون سمیت چلا گیا تھا ۔

تیرے گھر سے یون لیکے راسان نکلے ۔ ترجمہ جلانی مین جسطرح سے جان نکلے ۔)

جنگ پلیون کے متعلق انجارٹائمز کا خاص کارسپانڈنٹ مقام تیرناس سے ۳ مئی کو لکھتا ہے کہ مین اور میرے ایک دوست نے مین اپنا سایئ نوع کو ماٹروس مین چھوڑ کر پیادہ ہی راہ کی راہ پر روانہ ہو گئے تھے جب ہم اس گانون مین آئے تو لوگ سخت افسوس مین مبتلا تھے جب ہم شہر کے پرلی طرف پہنچے تو ہمین صاف دکھائی دیا کہ آسمان اور بہت سے گانون دکھائی دیے جن مین آگ لگی ہوئی تھی ۔ اور مکانات کی بھیڑ بھاڑ جلا رہے تھے ۔ یہ گانون دو میل سے زیادہ دور نہ تھے اس سے نتیجہ نکالا کہ ترک بہت قریب آگئے ہین ۔ اور عیسائی کاشت کار اور مکانات جلا رہے ہین ۔ اب اس گانون مین رہنا ہمارے لیے مین آپ موت کے منہ مین جانا تھا ۔ اس لیے ہم نے اون بیچارے زمینداروں کو صلاح دی کہ اپنا اپنا اسباب جو فی الحال گران قیمت کا ہو لیکر راتون رات پہاڑ مین

پہنچ جاؤ۔ پھر ان سے یہ بھی وعدہ کر لیا کہ جب تک تم تیار نہ ہو جاؤ ہم تمہاری راہ دیکھیں گے۔ بلکہ اپنے گھوڑے بھی انہیں اسباب لادنے کیلئے عاریتاً دیدیئے۔ سبکیں عورتیں رونی تھیں اور اسی حالت میں جو کچھ دن ہو سکا اونہوں اکٹھا کر کے گٹھریوں میں باندھا۔ جب اس سے فارغ ہو گئیں تو اونہوں نے نہایت درد انگیز اور یاس سا نظارہ گاؤں سے اپنے مکانوں اور باقیماندہ اسباب معاشرت کیطرف دیکھا جن کی نسبت اونہیں یقین کامل تھا کہ ابھی طرفۃ العین میں جلکر خاکستر ہو جائیگا۔ اور انہیں پھر دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ ایک جوان عورت کی یاسی خاصکر قابل بیان ہے کیونکہ اوسکی شادی عنقریب ہونے والی تھی اس سبب سے اوس کا جہیز وغیرہ سب کچھ تیار تھا۔ اب چونکہ یہ بھاگ گڑی انہیں ناچار اپنے جامۂ عروسانہ تک یہیں چھوڑنے پڑے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بستروں سے اوٹھائے گئے۔ اور وہ اوٹھتے ہی اہلیت سمجھ گئے۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ بچپن ہی سے اونہیں جب کبھی وہ والدین کو شائین تو اس لفظ میں یہ کہکر چپ کرایا جاتا ہے کہ وہ ترکی سپاہی آئے غیر جو ان تو کرکے ہم کو ڈھونڈتا ہوا یکدم گھر سے باہر نکل آئے۔ اور دور والے متفرق کر کے پہاڑ کے درے میں لے آئے ہمارے ساتھ بہت سے آدمی تھے جن میں بعض تو ضعیف اور بیمار تھے اور بعض معصوم بچے انمیں سے اکثر نے جن میں تھوڑی توت بھی تھی اسباب کی گٹھریاں سر پر اوٹھائی ہوئی تھیں مسافت بہت لمبی اور بھی آدمی ہمارے ساتھ شریک ہوتے اور رفتہ رفتہ ہماری تعداد ساٹھ آدمیوں تک پہنچی میں اور میرا بھائی سفر بہت دور تک پیادہ پا جاتے رہے۔ بالآخر ہم گھوڑوں پر سوار ہوئے تو ہمنے اپنے ساتھ اپنی مالکخانہ کے دو خرخوار بچے بھی لیئے۔ رات بہت اندھیری تھی۔ اور پہاڑی رستے بالکل ناہموار تھے۔ اس لیئے ہم جلد سفر نہ کر سکتے تھے۔ بہت سے آدمی ہمیں اور اپنے لیکر ہمارے قافلہ میں دور دور سے مل گئے۔ تاکہ اندھیرے میں کوئی پیچھے نہ رہ جاوے اور راستہ بھی دکھائی دے ہمیں خوف تھا کہ درے کے سرے پر ہمارے پہنچنے ہی تک ترک بھی نہ آن پہونچیں مگر جب ہم پہونچے تو وہاں کوئی متنفس عام اس سے کہ دوست ہو یا دشمن موجود نہ تھا۔ یونانی بھگوڑے ہمارے آگے تھے اور ترک ہمارے پیچھے چلے آتے تھے۔ اس وقت جب میں نے اپنی داہنی طرف نگاہ کی تو آگ مشتعل نظر آئی کیونکہ ترکوں کی فوج اب مقام فلیپا ڈاپر تعاقب کرتے کرتے قابض ہو گئی تھی (یہ شہر اسی لڑائی میں تیسری بار ترکوں کو ہاتھ آیا) اس شہر کا بیشتر حصہ جو سابقہ تباہت و تاراج سے باقی رہا تھا اب آگ کی نذر ہو رہا تھا نصف شب ہو گئی تھی کہ ہمیں یونانیوں کی وہ فوج ملی جو بھاگ رہی تھی۔ انکی عجیب صورت ہو رہی تھی۔ اور ہمیں انکی حالت پر شدت تعجب آیا کہ یہ کس بنا پر دوڑ رہی ہے کہ ہمیں نہ تو کوئی بے ضابطگی تھی نہ خوف نہ ہراس اور نہ کثرت دشمن تھا جو ان کو اس پر دلاور فرار کا موجب ہوا تھا۔ بلکہ اگر باعث تھا تو یہ کہ اونہوں نے آپسمیں پختہ عزم کر لیا تھا کہ اپنے نصرون کی مدافعت نہ کرینگے۔ اور ترکوں کے مقابلہ میں ہاتھ نہ اوٹھائینگے چنانچہ اونہوں نے ایک گولی تک نہ چلائی اور بلا مقابلہ بھاگ گئے۔ البتہ طلیعہ کی فوج نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کی دعاءً وہ ان بھگوڑوں کے آگے آگے مشعل برداری کرتے ہوں گے۔

میں اور میرا بھائی دونوں حیرت میں تھے کہ اونکو کیا ہو گیا۔ یہ ہرگز نہیں اور نہیں دیکھتے کہ یہ قوت بخوبی موجود ہے کہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں گے۔ مگر باوجود اس کے صورت یہ تھی کہ جب چار پانچ ہتھیار نہیں میں دبائے بلا تامل خود دو بزرگ افسر سپاہی نہ ہمیں راستہ میں دبکے چلے جاتے تھے اور افسر بھی عالم بے بسی میں یہ دیکھکر کہ سپاہی ہمیں نہیں کمال ذلت و رسوائی کے ساتھ اونکے ساتھ ساتھ چلا جاتے تھے عجب میں نہ آتا تھا کہ باوجود اس تن و توش کے انکو حوصلوں کو کیا ہو گیا۔ ہمتیں سیر ہیں ہمیں دلاور مسلمان مدت سے ہمیں کچھ کہنا نہیں (باقی آئندہ)

بقول ٹائمز ہمارا کارسپانڈنٹ آرٹاسے پتراس کو بذریعہ ریل پہنچا۔ اور وہان سے اوس نے ہمین یہ تار دیا ہے:۔

"پتراس کے لوگ بھی سخت اضطراب مین ہین غول کے غول ایک دہشت اور ہراس کی حالت مین شہر کے بازارون مین ویونان کیطرح پھرتے ہین۔ اور جہان کہین دس پانچ اکٹھے ہوگئے وہین ان متوحش وتھات کو موجبات اپنے اپنے قیاسات کے مطابق بیان کرنے لگجاتے ہین۔ کوئی افسرون پر الزام دہرتا ہے۔ کوئی شاہ کو کوستا ہے اور کوئی اوس کے اراکین خاندان پر دل کا غبار نکالتا ہے۔ مگر کوئی شخص نہین جو اون کی اصل وطن سے محض فرار کو۔ اکثر شہید آدمیون کو خود تھا کہ کہین انقلاب سلطنت ہی نہ ہوجاوے۔ چنانچہ یہ پچھلے اتوار کو جب گرجون مین پادریون نے شاہ کی مزید عمر اور بقائے سلطنت کے لیے دعا مانگی تو لوگ سر پر بت بگڑے اور بادشاہ کا محل کو بھی جو اہی نواح مین واقع تھا بھض وبھانون نے لوٹ لیا۔

کارسپانڈنٹ پہر جمعہ کے روز آرٹا مین واپس آیا۔ اوس کا بیان ہے کہ مین نے رستہ مین ہزارون باضابطہ نوجکی سپاہی اور دیہاتی رضاکار دیکھے جو سرحد پر جارہے تھے۔ اونمین جب قومی کا بہت کچھ ولولہ تھا مگر آرٹا والون کے دل سخت افسردہ اور طبیعتین خاصکر اس لیے بھی ہوئی تھین کہ اونہین میدان کارزار مین ترکون سے لڑنے کو نہین بھیجتے تھے۔ (ابھی ابھی یہی کارسپانڈنٹ لکھتا آیا ہے کہ فوج بزدل ہے اور افسر اونکی بزدلی اور کم حوصلگی کے ماتھون ناچار ہین۔ اور اسی صفحہ بلکہ اسی کالم مین یہ دوسرا راگ الاپنے لگا ہے سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد) ترکون کی جمعیت یہان اگرچہ مقابلہ مین بہت قلیل ہے اور اونکی فوج دریا کے کنارے پر پڑی ہے۔ باوجود یکہ بارہا نہین ٹھکانون بھی یہان توپ گانون پر گانون چلا رہے ہین۔ مگر پھر بھی نہین آتی ہمت نہین کہ آگے بڑھ کر اون سے دو ہاتھ کرین کون کرے ؎ وہ چین ہی اڑ گیا جس مین بہار آنے کو تھی۔ کوکیا)۔

چنانچہ جمعہ کے روز ترکون نے موضع گرمنیرا کو جلا کر خاکستر کردیا حالانکہ دو میل کی مسافت پر سامنے یونانیون کے تین ہزار سپاہی اپنی آنکھون سے یہ قیامت خیز حادثہ دیکھتے رہے۔ مگر کسی نے چون تک نہ کی۔

اب آرٹا مین اپنی اور غیر آئینی فوج اور دیگر اطراف کے بھگوڑے یکجا شدہ جمع ہوگئے ہین۔ عام طور پر ترتیب محوڑا دو سہال کا زور ہے۔ دوکانین سب بند تجارت بلکہ کاروبار بالکل مسدود ہے۔ بادہنون کو قلعہ عمارت اور سیلگو سا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور ترکون کو اپنا تسلط وہان بھی جما لیا ہے۔ ترکون کا جنرل بمقام جنینا سے تار دیتا ہی کہ یونانی یہان سے شکست کھاکر بھاگ گئے ہین۔ لڑائی مین اونکے ۹۰ آدمی کام آئے۔ اور ترکون کے تین ہزار بندوقین اور تین سو صندوق گولہ اور بارود کے اور ایک پہاڑی توپ بطور غنیمت کے اونکے ہاتھ آئی۔ یونانیون کی ایک بڑی جہازات نے پیرے کے دن موضع سکیرا پر گولہ اندازی کی۔ یہان ترکون کا ذخیرہ خوراک ہے۔ آتیا نیا کو عیسائیون نے ایکبار تاراج کردیا ہے جس مین عمارت ذیل درج ہے جو قابل توجہ ہے۔

جن لوگون کا یہ عقاد ہے کہ مقدونیا دراصل ہماری نہین۔ وہ غلطی پر ہین۔ بہائیو جو ہمین یونانی سمجھو وہ ہم سے دشمنی کرتا ہی اور ہمین سخت دیتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام اور نصرانیت کے پیشواؤن نے ہمین ایک دوسرے سے علیحدہ کیا ہے یونان نواحی آرٹا اور تھیسلی پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اب اسی الحاق مسلم اور مقدونیہ کی ہوس ہے۔ مانیگرو نے شمالی اور البانیا کی ہمارے باقی علاقو پر اشارہ بگیریا اور سرویا کو دانت ہین۔ بیرونی دشمن ہماری تلوار مین وہ دھار نہین۔ ورنہ ہم ان سے اونکا مقابلہ کرین گے۔

ایک ترکی جھاکا گرفتار ہونا

کہا جاتا ہے کہ یونانیون نے ترکون کا ایک جھاکا مقام مٹاروس کے پاس گرفتار کیا ہے۔ یہ جھاکا ۷۰۰ عربی سپاہی اور چھ افسر سوار تھے جہاز مین تین سو ہندی یا ترکی تفنگچی اور چودہ ہزار کا روپیہ تھا۔ ہرچند سپاہیون اور افسرون سے پوچھا گیا مگر وہ کچھ پتہ نہین بتاتے کہ اونکا ارادہ کہان کا تھا۔

اخبار پاکیونیر کو ایک کارسپانڈنٹ نے لنڈن سے ایک طویل خط ارسال کیا ہے جس کا حاصل درج کیا جاتا ہے:-

"یونانی افواج کی بہت بری گت ہوگئی ہے۔ سپاہی بھوک کے مارے پسے جاتے ہین مردی کے مارے ٹھٹھر رہے ہین۔ کوئی ٹھکانہ نہین کہ بارہ کی کہانے سے فرصت ہو۔ حوصلہ پست ہو رہے ہین۔ اور دلون کی امنگین بالکل مفقود ہین۔ اس قوت اور حوصلہ کے ساتھان سے بڑے بڑے جگر ڈرون کا لشکر ڈھوکوس کی پاس تر آجائے۔ جہان ہر دم اور ہر لحظہ یہ اندیشہ سر مان رخ ہو رہا ہے کہ ابھی مقتدر غنیم کی افواج قاہرہ آکر ہمین پامال کر دین گی اور ہمین ناچار ان کے سامنے اطاعت قبول کرنی پڑے گی کیونکہ سامان حرب جسقدر موجود تھا وہ تقریباً سب کچھ وہ پہلے ہی چھین چکے ہین اور تعجب ہے کہ ہمین سے کوئی لاکھ آدمی ہماری قوم کے پہلے ہی سے بوخان ویران ہو چکے ہین اور برفی باران کے طوفانون مین بے آب دانہ اور بلا ستر عورت کسی مقام امن کی تلاش مین دربدر اور سرگردان پھر رہے ہین۔ اور ترکون نے تقریباً وہ سارا علاقہ از سر نو فتح کر لیا ہے جو لون سے ۱۸۲۷ء مین چھینا گیا تھا۔ اس نو جگو فوج کہنا غلطی مین داخل ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہین کہ ایک خول بال و شکستہ و شکست خوردہ جگر ڈون کا گروہ جن کو پیچھے ترکی افواج ہٹا ہی چلی آرہی ہین۔ اور جن کے آگے قسطنطنیہ کا خلافہ یونان ہے۔ انکے بچنے کی کوئی امید نہین اس ملک کا مالی جتبا جو بیرونی ممالک مین تھا۔ وہ بالکل تباہ ہو گیا ہے۔ اور اندرونی آمدنی کے صیغہ مثلاً حرفت صنعت تجارت و زراعت کو ان مالایطاق مصائب اور مستمر آتش کے سبب سے مرض زوال مین آگئی ہین اس حالت مین اور ایسی جانکاہ مصیبتون کے درمیان گرفتار ہو کر نا چار یونان کو تن تنہا یہ دول عظام کے سامنے صلح کا خواستگار ہونا پڑا۔

برونسوک تحریر اس خط کے یونانی گورنمنٹ نے اپنے سفیر کبیر کو واپس بلا لیے ہین اور کریٹ کی خود مختاری (جو سلطان چاہتے تھے) قبول کر چکے ہین۔ انکی ذلت اور رسوائی حد کو پہونچ چکی ہے کہ انہون نے بلا کسی شرط کے اپنے نیک و بد کو دول عظام کے فیصلہ پر چھوڑ دیا ہے اور انہین کامل خیال ہے کہ وہ جسطرح پر چاہین ان بدبختون کی قسمت کا فیصلہ فرمائین (ان طاقتون مین شہنشاہ جرمن بھی ہین جنہون نے آغاز جنگ کیوقت یہ فرمایا تھا کہ کیون ہی تلوار تو بھی نیام نہین میں جاتی ۔

(اس حال کو پہنچ تیرے قصور سے کہ اب ہم (الدم) بھی ہین جو امداد بھی کرین فیصلہ اپنا)

وہ اس سے پہلے صلح کے خواستگار ہونیکا یہ بہانہ کرتے ہین کہ اگر اب ہم ایسا کرتے تو عوام آتشاس کیطرف سے سخت اندیشہ تھا اور مجبور رعایا نہ صرف زراعت کو تہ و بالا کرتی بلکہ عجب نہ تھا کہ خاندان شاہی مین انقلاب واقع ہوتا و شاید بھی انقلاب کو ڈھکے مارے خاندان شاہی کا رکن کمین یعنی ولیعہد سلطنت کانسٹنٹین کو میدان جنگ مین بھیجا گیا تھا لیکن بہ ترزگاہش مگر یہ ایڈیٹر یہ اما کہ ایسی حال کا صدر اعظم ہی ہتھورن کی بھائی اور اون کی خصائل سے بخوبی آگاہ ہے مگر جس یون ہی کہ یہ دلائل اب وضع کیے گئے ہین جب شکست پر شکست ہوئی ہر ابتدا مین انکا خیال تک کسی کو نہ تھا۔

یہی یونانی جنہیں یہ شورہ پشت اور جنگ جو بیان کیا جاتا تھا اب ہمہ تن صلح کے خواہاں ہیں۔ ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ وہ خوشامد خور کہ یوروپ صلح کا نام لیا اور ہم اپنی رضامندی ظاہر کریں۔ بلکہ بطریق شکایت برملا کہتے تھے کہ کیوں یوروپ کی سلطنتیں بیچ بچاؤ نہیں کرتیں خاص اتنعصب کے اخیر مزاج اچھا بالکل حیرت میں ہیں کہ ٹرکی کس لیے صلح کی بات کو کھٹائی میں ڈالتی ہے۔ اور کیوں اب تک جلد وقفہ جنگ کو منظور نہیں کرتی۔ حالانکہ دو دن ہو چکے ہیں کہ دول عظام کے سفیروں نے باہمی میں ضابطہ کے طور پر اس کی درخواست بھی کی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اسمیں بھی انہی کا قصور ہے۔ اگر آج یہ کریٹ کو خالی کر دیں اور اوس سے کلیہ طور پر اپنا تعلق ترک کر دیں تو عجب نہیں کہ ترک بھی راہ پر آجاویں یہ مانا کہ تعسلی میں اونکا ستیاناس ہوگیا ہو اور اونکی جمعیت بالکل پراگندہ ہوگئی ہے مگر آپس میں یہ تک اونکا بیڑہ جہازات اگر بگڑے دکھارہے ہیں بات یہ ہے کہ دونوں فریق اس تاک میں ہیں کہ مصالحت سے پہلے جسقدر ممکن ہو ایک دوسرے کا خون چوس لیں۔ ترک یہ چاہتے ہیں کہ ٹھکانے لیلیں تاکہ جسقدر علاقہ اون کے ہاتھ سے نکل گیا اون کا قبضہ میں آجاوے۔ اور تھیسلی میں پہونچنے کو یونانی امرا نہیں سدراہ ہو۔ اور اسمیں ایک وزنی فائدہ بھی متصور ہے وہ یہ کہ بصورت قبضہ ٹھکانے ترکوں کو اتنی قدرت ہو جاوے گی کہ جو شرائط چاہیں خواہ وہ کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہوں منوا سکیں گے۔ اگرچہ اب بھی وہ فاتح ہیں مگر اوس وقت اونکی حالت بدرجہا غالب ہوگی رشائد ناظرین کو یہ یاد دلانا ضرور ہے کہ عنایات الٰہی سے ترکوں نے ٹھکانے پر بعجلہ اس خط کا قبضہ کر لیا ہے کیونکہ جسخط ۱۴ مئی کو لکھا گیا تھا ایڈمیرل یونانیوں کا بحیرہ طیرہ اجتماع کر رکھا ہے کہ اپنی قوم کو اصلی دقعات اور حالات محض بخیر رکھتے ہیں۔ اور اگر اتفاق سے کسی ایک آدھ مقدمہ پر کسی چھاپش میں ترکوں کو پسپا کیا تو بس بات کا بتنگڑ بنا کر اُسے ایک بڑی عیان فتح مشہور کر کے اپنے ہموطنوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کسی کشتی کو پکڑ لیں یا کسی گاؤں کو تھوڑا سا نقصان پہنچا دیں۔ یا سمندر میں کسی ترکی کشتی پر حملہ کر بیٹھیں تو سارے جہان میں اشتہار کر دیتے ہیں کہ ہماری بحری افواج نے بیحد کارنمایاں کیا ہے جس کا کچھ ٹھکانا نہیں۔

ایک اور امر بھی مصالحت کا سدِّ راہ ہے۔ وہ یہ کہ یونانی چالبازی اور چھپتی کرنا چاہتے ہیں اور سلطان بڑا دیا ہے۔ اگرچہ اخبار ٹائمز نے سلطان کو صلاح دی ہے کہ وہ اس معاملہ میں تساہل کریں بلکہ جسقدر جلد ممکن ہو مصالحت کر لیں مگر عبدالحمید اپنے معاملات کو اپنے طور پر آپ ہی سمجھتا ہے ان معاملات میں وہ بڑا اہوشیار ہے اور ہر عہد و پیمان کو بارہ میں اُسے خاص لیاقت حاصل ہے اور خاص اسوقت میں جب کہ اوسکی نوجیں غنیم کے ملک کے اندر قیاسٹ مار رہی ہیں اور یہ یاد رہے کہ اوسکی حالت اوس وقت اس سے بھی زیادہ قوی ہوگی جب اہم پاشا ڈومکوس اُٹھا لیگا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان صلح کو پسند کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ صحیح ہو تاہم وہ بھی تو عبدالحمید ہے جس کا فہم و فراست کو یوروپ مانتا ہوا ہے وہ اسوقت پر کب چوکنے لگا اور کوئی عقل سلیم نہیں مانتی کہ ایسا بیدار مغز آدمی اونسے اوسنے فائدہ بھی جو ممکن الحصول ہو۔ ہاتھ سے جانے دے۔ اور علاوہ بریں اوسے اپنی جان مشائر رعایا کی بگڑی ہوئی طبیعتوں کا پاس خاطر بھی منظور ہے کیونکہ آجکل قسطنطنیہ میں جنگجو فریق کا غلبہ ہے اور یہ قرین قیاس نہیں کہ سلطان اونکے مشورہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے۔

یونان میں بادشاہ کا یہ بھی خطرہ لاحق حال ہو رہا ہے کہ کہیں بیٹھے بٹھائے سلطنت ہی نہ چھن جائے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اٹلی کی رانیٹیرون نے یہ رسم یونان میں آکر بویا ہے۔ یہ قریباً سب کے سب سوشلسٹ اور ریپبلکن تھے جن کا اصلی مدعا یہاں آنیکا یہی تھا کہ لوگوں کو سلطنت شخصی سے

بدگمان کرین۔ اور اپنے جمہوری عہدوں کو ترویج دین یونانی بالعموم مین مین ہین۔ نہ تو وہ شخصی سلطنت کو بڑے طرفداروں مین مین ہیں بجز ہوی کے۔ علاوہ برآن وہ یہ بھی بخوبی جانتے ہین کہ اگر انکے ذرا بھی موجودہ خاندانِ شاہی کے برخلاف ایک حرف بھی زبان سے نکالا تو آدھا یورپ بجز بیٹے کے ایسا آخری درجہ بہت صحیح ہے کیونکہ دول عظام کے سامنے تاجدار تقریباً یونان سے روابت قریبہ رکھتے ہین تو کیوں اگر باوجود اس خوف کے پھر بھی اونہین پسند فرما رانہین کہ کرآون پرنس کی شکل دیکھین مگر اس تقریب سے یہ لازم نہین کہ وہ خاندان شاہی کو مخالف ہون ظاہرا خیر ربط صلح مین چندان دقت نہ ہوگی کیونکہ سلطان کو اس امر کی اطلاع ہے کہ اونکو حدود مملکت مین کوئی تبدیلی مطلوب نہین وسعت دیجائیگی ہان مقدار دینار و تعجیل مین کسیقدر وسعت ہوگی۔ اور وہ بھی اسقدر جس سے یونان کو آئندہ کبھی حرکات کا حوصلہ نہو۔

خرچہ جنگ کی نسبت مختلف روایتین ہین مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ آجتک اس لڑائی مین سلطان کا چالیس پچاس لاکھ پونڈ خرچ ہوا جس سے یہ قیاس کرنا آسان ہو کہ تقریباً اتنی ہی رقم پر خرچہ کا فیصلہ ہوگا۔ مگر وقت یہ ہو کہ یونان کے پاس کوڑی نہین غالباً اس کا انتظام یہ ہوگا کہ بعض دول یورپ اسکی ضمانت دین گی۔ اور آپ یونان کو مالی محاصل مین سے اس رقم کے بارہ مین اطمینان کرین گے۔ یا مرتبانہ مین کچھ چندان ناگوار نہین۔ اور امید ہے کہ یونان جو قدرتی طور پر ایک زرخیز ملک ہے۔ اگر ایک تدبین اور قابل آدمی کے قبضہ مین دیا جاوے اور اوس کا مالیہ انتظام دیانت اور بیدار مغزی کے ساتھ ہو تو عجب نہین کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اوس کے تعلقات ممالک غیر کے قرضخواہون کے ساتھ ابھی حالت مین ہو جائین۔ ان قرضخواہون مین جرمن بھی ہین جن کا روپیہ بقدر پندرہ ملین کے یونان کے ذمہ ہے (جو بیس کروڑ روپیہ ہوتا ہی) یہ تو فقط جرمن کا قرضہ ہے اور دنکا بھی کم از کم آتا ہی ہوگا عجب نہین کہ یہی قرضخواہ اتارے کو یہ تہیہ جنگ کیا تھا۔ مگر تقدیر الٹ گئی اس سے اور یہ کوسنے پڑے۔ (وکیل)

اصل وقت یہ تو اوہی ہے یعنی وہ تیسری شرط جو سلطان لگانا چاہتے تھے۔ وہ یونانیون کو ضرور ناملایم طبع ہوگی۔ اور وہ ان شرائط اور رعایات کی تلویح کی بارہ مین ہے جو یونانی رعایا کو شمول دیگر رعایائے یوروپ بلاد سلاسہ مین آجتک حامل ہین سلطان کو اس شرط کے منوانے مین یہانتک حق بجانب ہے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ کہتا ہین کہ مین اور شرطون کی پرواہ نہین کرتا مگر اس شرط کو ضرور منوا کر چھوڑونگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یونانی سخت ذلیل ہونگے۔ اور ہر ایک مسلمان خواہ وہ کتنا ہی ذلیل الاوقات کیون نہ ہو۔ نہین نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا سلطان یہ کہتے ہین اور اونکا کہنا معقولیت سے خالی نہین کہ اگر مین یہ بھی نہ کرسکون تو اپنی رعایا کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ وہ مجھ سے ضرور مطالبہ کرین گے کہ اس تاوان اور صرف جیسا کا معقول نتیجہ نہین ہو سکتا کہ سرحد مین ایک خفیف سی ترمیم ہو جاوے یا پانچ چھ کروڑ روپیہ ملجاوے۔ ایسے سادہ تو کوہ کندن وکاہ برآوردن کے مصداق ہین یہ تو سلطان کا ظاہر بیان ہے لیکن فی الاصل جو فائدہ انہین اس کے ملحوظ ہے وہ یہ ہے کہ بالواسطہ یونانی بکثرت سوداگری کرتے ہین۔ اگر سلطان اوپر ٹیکس لگانے پر قادر ہوگیا تو یقیناً ایک نہایت قلیل عرصہ مین سلطان خرچہ جنگ کیا اوس سے دوگنا روپیہ وصول کرلیگا۔

اگر یہ رعایات منسوخ ہوئین تو سقدر یونانی تاجر ہین وہ سب کے سب سلطان کے قبضہ قدرت مین بالکل بے بس ہونگے۔ اور سلطان انکا خون بخوبی چوسکیگا جس کے مقابلہ مین تنبیلی کا دوبارا ہاتھ سے جانا بھی ہرگز ناگوار نہوگا۔ اب یہ دیکھنا ہو کہ دول عظام کی نسبت

کی فیصلہ کرتے ہیں۔ روس پر سب کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں مگر وہ بقول اخبار ڈیلی گرافکل یونانیوں کی اس تباہی پر ہنس رہا ہے تاہم یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی دونوں سوداسے یہ فکر پڑ رہا ہے کہ ترکوں کی طاقت آہنی زبردست کسطرح ہوگئی حق یوں ہے کہ یونان نے اس جنگ میں سخت غلطی کی ہے وہ ایسے بڑے مقابلہ کیلئے کسیطرح تیار بھی نہ تھا نہ تو اوس کی پاس فوج تھی۔ اور نہ سامان حربا و نہ رسد۔ اوس کو جو امید تھی کہ میرے ہمسایہ مین آتے ہی بگیر یا مسر دیا اور کوہ بالکن کی تمام ریاستین علم بغاوت بلند کرین گی۔ اور یہ بھی اوسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ روم نے ایک لاکھ فوج اونکی سرکوبی کو تیار رکھی تھی۔ رہا یورپ کا کانسرٹ وہ بھی ترکون کو منع نہ کرسکا۔ البانیا و سکاسارا خیمہ زن ہونا ہی پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمین امید تھی کہ انگلستان ہمارا ہاتھ بٹائیگا چنانچہ انگلستان کا سابق ممبر پارلیمنٹ جو ابھی ابھی یونان سے واپس آیا ہے بلکہ یہ کہ لوگ میرے اوپر بھی اوجھگت کرتے ..... کہ ہمین اونکی خام خیالی اور بیجا خوشامد سے بطرح تنگ جاتا تھا۔ اور ہر چند چاہتا تھا کہ اون کو دلون سے بھی بہبود خیال دور کردن مگر وہ باز نہ آتے تھے اور انگلستان کو اپنا قومی مدد گار خیال کرتے ہین اور ثبوت ہین وہ سوممبران پارلیمنٹ کا تار پیش کرتے تھے۔ اسپر اونہین یہ تنبیہ نہ کرسکا کہ کسی کے کہنے کو خاطر تلے نہ لاتے تھے۔ ڈیلی نیوز کی رائے ہے کہ جو مصیبت یونان پر آئی ہے وہ بھی تار کی بدولت آئی ہے اور یہ رونہ دہنے ہی کی طفیل دیکھا ہے۔ اگرچہ بادشاہ اور اوس کو وزیر بخوبی جانتے تھے کہ یہ تار ہمین کسی امداد یا دستگیری کا وعدہ نہین دیتا مگر لوگ ضرور اس دہوکہ مین ہے۔

تو بہ مختصر یہ کہ جنگ کے سارے حالات کو پیش نظر رکھکر اور اوسکی مختلف صورتون کو ہر ایک پہلو کو دیکھکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یونانی نہ تو قوم نہین اور نہ جو معاملات ہوئے ہیں بالکل بیہودہ ہین یہی رائے پالمال گزٹ کی خاص مذکار کی ہے اور اس لڑائی نے ثابت کردیا ہے کہ جو روح اونمین آج سے ستر سال پہلے موجود تھی جب انہون نے آزادی حاصل کی ہو اس وقت اوس کا عشر عشیر بھی موجود نہین سپاہی آدا مزاج بچون کیطرح ہین جنہون نے لڑائی کا ایک کھیل سمجھکر شروع تو کیا مگر اسکی ازحد خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب اوس کا مزا چکھا تو سٹ پٹا گئے اور یہ دم بخود ہوگئے کہ اوس کو نام سے اونہین ہول آتا ہے یہ تو پاہون کا حال ہے۔ بادشاہ کی بیٹے۔ اونمین طلق وہ قابلیت و تدبیر موجود نہین جو ایک لائق جنرل کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اونہون نے پہلے ہی کوئی نقشہ یا تجویز جنگ کی نہ بنائی تھی۔ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جہان ہمنے مقدونیہ اور ایپرس پر حملہ کیا اور سیسر تحت بگیر یا سر دیا اور مانٹی نیگرو عقب سے ترکون کو دبالین گے مگر انہی کو نتائج اندیشی سے یہ خیال نہ کیا کہ اگر ان ریاستون کا سر نہ کچلا یا اور یہ میدان مین آئین تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا چنانچہ ایسا ہی تو ہمین یا یعنی جب ترکون نے اونہین مار کر بھگا دیا۔ اور پھر انکو علاقہ مین در آئے۔ چلو اسے تو جنیلون کی لیاقت تمام ہوئی اور چھکے چھوٹ گئے۔

سب سے بڑا نتیجہ اس لڑائی کا یہ ہوا کہ یونان صفحہ ہستی سے معدوم ہوگیا ہے۔ اور ترکون کو حیات دوبارہ ملگئی ہے۔ اور عثمانی یونہ پھر ایک زبردست سلطنت نظر آنے لگی ہے۔ اسلام کی بوسیدہ ہڈیون مین پھر حیات چھڑکا گیا ہے۔ اور مسلمانون کو جو عرصہ دراز سے اپنے آپ کو مغلوب سمجھکر خود بھی بیمار سمجھنے لگ گئے تھے معلوم ہوگیا کہ ہم مین ابتک جان اور حوصلہ باقی ہے۔ اور ہم مین وہی سپاہیانہ جلادت اور جوانمردی موجود ہے جو آبا و اجداد سے وراثتاً ملی تھی۔ اور ہم بھی اپنے بزرگون کیطرح اوردن کو فتح کرسکتے ہین۔ اس خیال کو یہانتک تقویت ہوگئی ہے کہ اکثر ترکون کا کہنا ہے کہ یونان اگر ہمین تاوان جنگ غیرہ کچھ بھی نہ دیتا ہم ہمین اوسکا ممنون ہونا چاہیئے کیونکہ اسنے ہمارا سکہ سارے یورپ مین جما دیا ہے

جو درصورت لڑائی نہ ہونے سکنا ممکن تھا۔

سارے نامہ نگار جو مختلف اخباروں کے میدان کارزار میں موجود تھے وہ متفق لفظ بیان کرتے ہیں کہ اہم پاشا کی فوج نے جو نیک سلوک باشندگان تیسلی سے کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ لوگ خواہ مخواہ غلطی سے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا وہاں بیخبروں کی شوخی اعمال پر ہنستے ہونگے۔ جو اب ندیدہ سنہ از پاکشیدہ پر عمل کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ اگر کچھ قتل و غارت ہوا بھی تو وہ بھی یونانیوں کا کام تھا جو ہمیشہ ڈاکا جہاں سے بھاگتے تھے قید خانے کھول جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قیدی زنجیریں توڑ کر نکل آتے تھے اور بیگناہ مسلمانوں کو لوٹتے تھے اور جس وقت ترک داخل شہر ہوتے تھے تو ان سے ڈر کر پہاڑ و غیرہ جا چھپتے تھے۔ اور وہاں کے باشندوں کو ستاتے تھے اب بھی جہاں جہاں ترکوں کی جمعیت ہے وہاں ایسی بدمعاشوں اور رہزنوں کا بس نہیں چلتا اور لوگ ہمارے ورآسائش میں ہیں اب لوگوں کا اعتبار اس حسن سلوک پر اتنا جم گیا ہے کہ لوگ بکثرت اپنے گھروں کو واپس آگئے ہیں۔ اور اپنے کام دھندوں میں لگ گئے ہیں۔ ان یونانی سپاہیوں نے لوگوں کو سطرح بھی غارت کیا کہ اونہیں خواہ مخواہ یہ کہا کہ ترک اگر ہمیں لوٹیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بچارے بہت تھوڑا اسباب لیکر بھاگے۔ اور باقی چھوڑ گئے۔ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ قریب تیس لاکھ پونڈ (دس کروڑ روپیہ) عثمانیوں کا نقصان ہوا ہے۔

وہ لوگ جو اپنے ہمسایوں کی حالات سے سبق ملا اور انہوں نے عقلمندی کی کہ وہ نہ بھاگے۔ اور بجائے اس کے ترکوں کے آنے پر اظہار خوشنودی کیا۔ اور سلطان اور اسکی افواج کو خیر مقدم کہا۔ البتہ ڈیلی کرانیکل کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ میں ایک دو دن تک ان مظالم کی کیفیت لکھوں گا جو ترکوں نے آپائرس میں کیے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک دو ایسے واقعات ہوئے ہوں اور ایسا ہونا بھی ایسی سرکش میں کچھ غرابت سے نہیں۔ لیکن کوئی ایسی شکایت نہیں سنی گئی۔ گو جو فوج ایپرس میں تھی معظم پاشا کی ماتحت افواج سے ہر طرح پسند ہے

ایک نتیجہ خیز امر جو اس لڑائی میں ظاہر ہوا ہے وہ جرمنی کی مداخلت ہے جرمن کے ماہرین جنگ اس کا زمانہ میں بہت کچھ فیل تھا اور یہ فتوحات ظاہر انہیں کی اعلے تربیت کا بدیہی نتیجہ ہے۔ اس سے یہ نہیں کہ سلطان آئندہ بھی مستفید ہوں اور سول میں بھی یورپین کو اب زیادہ دخیل کرے اور یقین ہے کہ اگر سلطنت عثمانیہ کا نظام متین اور عمال آدمیوں کے ہاتھ میں چلا جاوے۔ تو ترکی عرصہ قلیل کے اندر ایک بڑی زبردست سلطنت بنجائے گی جرمنی عرصہ سے چپکے چپکے اپنے دوستانہ اور تجارتی تعلقات قسطنطنیہ میں بڑھا رہا ہے چنانچہ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ ابتدائی چھیڑ چھاڑ سے جرمنی سلطان کے ساتھ رہا ہے اور اس کو یقین دلاتا رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اس میں ارمنی کی غرض یہ ہے کہ یہاں کی تجارت سے فایدہ اٹھائے اور سلطان بھی اس امر میں دل سے رضامند ہے کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ جرمنی کے فایدہ میں انگلستان کی تجارت کو نقصان پہنچیگا۔ اجس قدر ضروریات اسلحہ گولہ بارود و غیرہ کا جنگی سامان کی گورنمنٹ ملکی کو پڑتی ہے۔ وہ جرمنی کے کارخانوں سے تیار ہوتے ہیں۔

جرمنی کی ایک تجویز کو بھی نے سلطان کی خدمت میں ابھی ابھی دس لاکھ پونڈ قرضہ بھی پیش کیا تھا۔ کہ سلطان نے یہ کہکر نامنظور کیا کہ ہمیں بالفعل ضرورت نہیں ہمیں بھی جدید چال چلنا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ بالفعل بجائے خود ممنون ہو کیونکہ جرمنی کو تجارتی فوائد حاصل ہونگے اور گرو پہ کے چنانچہ اوسنے ایک جرمن بنک کو یہ حصہ بھی دیا ہے کہ وہ قلمرو عثمانیہ میں ایک بنک کھولیں اور اس

بلکہ بہت سی امتیازات کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ اور یقیناً اوسے بہت فایدہ بھی ہوگا۔ اور ہمین ذرا بھی شک نہین کہ یہ امتیازات ضرور عطاء ہونگے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ روس ان تعلقات کو کس نگاہ سے دیکھیگا۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ ترکی سپاہی جنپر جرمنی کے افسر ہون سکندری سے کم نہین نپولین کہا کرتا تھا کہ قیصر جرمن کا داؤن شاہ روس پر چلگیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاہ جرمن اوس سے بہت یاد عنقریب ہے جو آجتک لوگ سمجھے ہوئے تھے۔ مگر خواہ اصلیت کچھ ہی ہو لیکن ذرا بھی کلام نہین کہ موجودہ شہنشاہ جرمن سلطان کا بڑا دوست ہے اور اس یگانگت اور اخلاص کا اظہار اوسنے تاریخ تخت نشینی سے آجتک متواتر مختلف پیرایون مین کیا ہے۔

جامع العلوم مراد آباد لکھتا ہے۔ یونانیون کی ترکون نے تکہ تمام کر ہی دی۔ اور اگر عیسائیون کو زیادہ خواہش ہوگی تو وہ کبھی ان شاء اللہ تعالیٰ بعد انقضاے میعاد التوا اوسے جنگ پوری ہو رہیگی لیکن بہ عیسائی گلہری اور رنگ لا ینال ہے۔

اب نیا شگوفہ جو شروع ہونیوالا ہے کہ موجودہ خدیو مصر کو جو سلطان کے ہر طرح وفادار اور ہمدرد ہین تخت سے اتار دیا جاے اور کوئی اور کرت پتلی مصری اسٹیج پر رکھدیا جاوے چنانچہ پیرس کے اخبارات لکھتے ہین کہ یہ سیاسی آگ لگانے کے مرتکب نوخیز خدیو کو گھر سمجھے ہین کہ سابق خدیو کے طریق موجودہ خدیو کے ساتھ بھی عملدرآمد کرنا آسان بات ہے لیکن وہ بات نہین اور اب معاملہ دگرگون ہے تو بی نے خود سلطان کی سرتابی کے آثار نمایان کئے تھے اس لیے جب انگریزون نے اوسکی کوشمالی کی تو سلطان خاموشی سے اس کام کو دیکھتے رہے بلکہ اوس زمانہ مین انگریزون کی جانب سے کوئی بدگمانی بھی نہ تھی۔ بلکہ ان کو فعل اور مداخلت کو نیک نیتی پر مبنی خیال کیا گیا تھا مگر اب صورت دوسری ہے کہ خدیو سلطان کے نیخواہ ہین اور سلطان انگریزون کی دوستی کا پورا ذائقہ چکھ چکے ہین۔ اب اگر کوئی سلطنت خدیو سے لڑ لائے گی تو سلطان خاموش نہ رہینگے۔ بلکہ گمان سے زیادہ مرمت کرکے پر آمادگی ظاہر کرینگے۔

علاوہ ازین روس جو ہمیشہ برٹش اقتدار کو مصر مین کم ہونا چاہتا ہے اس وقت سلطان کا مددگار ہے۔ وہ بھی اس موقعہ کو غنیمت شمار کرے گا۔ دوسری قوت جو انگریزون کی مطیع مصر سے نفع لیا چاہتی ہے۔ فرانس ہے اور شاید وہ دونون کا نقصان دیکھکر کچھ ہاتھ پیر ہلائے۔ لیکن ان دونون کا جانی دشمن جرمنی سلطان سے متفق ہے۔ وہ خود فرانس کی سرحد پر شغولیت ہم پہونچا دیگا۔

پھر ٹرانسوال کا معاملہ جسکا حال مین ہی چھڑ جانیکا پورا احتمال ہے برٹش گورنمنٹ کو مصر مین الجھنے کی مہلت نہ دیگا۔ اور اگر مصر مین چپیڑ ہوگئی تو ٹرانسوال مین کروگر اور بھی زبردست ہو جائیگا۔

انگریزون کو ہر سو زمین مشغول پاکر ممکن ہے کہ روس ہماری شمال مغربی سرحد سے سرکالے۔ اور ہمارے دوست امیر کابل جن کو وہ خاص طور پر بدگمانیان پیدا کرکے ناراض کیا جا رہا ہے خیال ہو سکتا ہے کہ ہلامی حمیت کو کام فرما کر وہ کام نہ دین جس قربانی کے لیے اوسکو سمجھ رکھا ہے۔

امیر ضرور ہمارے دوست ہین۔ وہ بہت ہی بڑے موجودہ صدی کے مدبر فرمانروا ہین لیکن اوس کے ساتھ ہی وہ ایک پکے مسلمان بھی ہین جب تک عیسائی عیسائیون کا معاملہ رہیگا۔ وہ ضرور ہماری سرکار کا ساتھ دینگے لیکن ہمین یقین نہین آتا کہ وہ شخص جو ہم کو حامی دین و ضیا ملت و آلدین کہلائے اسلام کی بیضا کو کھونے والی سلطان کو زیر کرنے مین بھی انگریزون کا مددگار رہے سلطان کی حمایت ہر مسلمان حتی

اس لیئے فرض ہو کہ وہ مسلمانوں کو نہ ہی حلیف ہیں۔ اور انکی آبرو کے بقا یا کو ساتھ تمام اہلی سلطنتوں ہی کی نہیں بلکہ ہر مسلمان کی آبرو اور مذہب کا قیام کا انحصار ہے۔ پس مصر سے بگاڑتے ہی برٹش گورنمنٹ کو وہ تمام مشکلات پیش آجائیں گی جو پہلے بھی یونان کی مدد کرنے کی حالت میں پیش آنے کیلئے تیار تھیں۔ اور برٹش گورنمنٹ کی دوراندیشانہ پالیسی نے اپنا ظاہر اتفاق تھیں نہ دیکھا اور کو ایک غیر محدود مستقبل پر ٹالدیا جسطرح یونانیوں کو ٹالا کر قتل کرانے کیلئے ایلارڈ سالسبری پارلیمنٹ کے ممبروں کو پشیمان کر رہے ہیں اسی طرح مصر سے جھگڑا کرنے کی حالت میں خود انگریزوں کا خون کرا کر تمام انگلستان کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔

سلطان کو ساتھ آج تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی ہمدردی ہوا ور جس طرح ہوشیاری سے جسطرح کہ سلطانی فوج کی تیاری دیکھکر تمام یورپ حیران رہگیا ہے سلطان کو توشائد اب کوئی عیسائی عمر بھر ذلیل کہنے کی جرأت نہ کرے کیونکہ اب اسکی طاقت سے تو سب اچھی طرح بھر ہو چکے ہیں لیکن اب ایران کی باری ہے ××××× کہ اپنی شہرستی کا بھی ایسا ہی ثبوت دیگا۔ شاہ ایران مرحوم بہت ہی دانا بادشاہ تھا اور انکے بعد ہر دو شاہ نے حیرت انگیز تغلقندی کا اظہار کیا ہے پس ممکن نہیں ہے کہ انہوں نے یورپی ترکی حاصل کرنے میں غلطی کی ہو غرض یہ کہ ایشیا کے وسطی بیکرانہ قطعہ کے شمالی حاشیہ تک جو اہلی سلطنتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اب بھی اگر متفق ہو جائیں تو روئے زمین کی عیسائی یورپین کو کافی ہیں۔ اور چونکہ عیسائیوں نے دشمنی کو حمایت مذہبی رنگ دیدیا ہے اس لیئے ہر مسلمان نے ذاتی جھگڑے طاق پر رکھ دیئے ہیں۔ اور جس اتحاد کی ضرورت تھی وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اور اب بہت جلد اسکی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔

پس ہم صاف دیکھتے ہیں کہ اب کوئی عیسائی سلطنت مصر پر لال نہ ٹپکائے اور اوس کو اپنے جائز ملک کو زیر سایہ رہنے دے۔ ورنہ وہ خشکلین پڑ جائیں گی جن کا حل کرنا پیرانہ فن تدبیر سے بہت دور ہو جائیگا یا کسیقدر ظریف عبارت میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہقدونیہ بہائی پڑیں گی کہ حساب کلیسوہ متقدمی بھی کافی نہ ہونگے ؛

محاربہ دوم یونان کا آخری (پانچواں ہفتہ) اور التوائے جنگ

ہفتہ گذشتہ کے اخبار میں جنگ فرسالہ اور ولٹینوا قریضہ دولو (فرلوس) کی مفصل کیفیت درج ہو چکی ہے۔ ان مقامات سے ہزیمت فاش اور شکار دیکھ یونان نے تو معہ فوج مقام کو دموکوس میں اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ اور دوسری طرف گرنمنٹ یونان نے بالاجماع وضع دول یورپ کی خدمت میں مصالحت کرانے کی درخواست کی جنہوں نے گورنمنٹ ترکیہ سے ہمچو بچاؤ کے متعلق بعض شرائط قبول کرانے کے بعد گریس یونان اور صالح خواص دول یورپ کو سپرد کر دیے۔ اب نمونہ ان کی رسالت سے بابعالی ہوا التوائے جنگ کی گذارش کی۔ بالاجمال نے ۵ ارمئی کو جدید کا التوائے جنگ سے پہلے مندرجہ ذیل شرائط گرنمنٹ گریس کے لیئے بطور ریمارک تسلیم کر لیا جاوے۔

(۱) یونان ٹرکی کو بلک کر ڈیرڈیڈنتی کی لڑائی تک کی بابت ہے ہرجانہ جنگ دلاوے (۲) تھیسلی کا ٹرکی سے الحاق (۳) یونان کو جن معاہدات کی رو سے ٹرکی میں رعایتی حقوق حاصل ہیں اوکی تسلیم کی جاوے (۴) یونان اور ٹرکی کے درمیان حدبندی جو ان کے متعلق معاہدہ کیا جاوے۔ ان شرائط کے منظور ہو جانے پر بندرگی اور یونانی دکلا مقام فرسالہ میں جمع ہو کر التوائے جنگ کی شرائط مرتب کریں۔ واپس التجا

کے ساتھ یہ شرط بھی لازمی قرار دیجائے کہ ترکی اور یورپ کے بندرگاہوں میں بڑے سمندر تک فوجوں کے لیے سامانِ رسد فوراً بھیجا جائیگا۔

ملا ید کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ سفرائے دول باہمی کی طرف سے ایسا جواب موصول ہونیکے لیے کسیطرح تیار نہ تھے۔ اون کو کبھی امید نہ تھی کہ سلطان اعظم ایسی جامعی اور ایسی کامل طور پر جنگ جو جماعت کے کہنے میں آجائینگے مگر بقول مذکور نامہ نگار کے سلطان اعظم نے یہ خیال کر کے جنگ کر اپنی مسلمان رعایا کی خواہشات کا مقابلہ کرنے کی بجائے یورپ کو منشا کی پورا کرنے میں اون کی سلامتی اور آسائش کے لیے کم خطرہ ہوگا۔

شرائط صلح کے متعلق مزید کارروائی شروع کرنیسے پہلے یہ بیان کردینا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ شرائط مذکور پر سفرائے دول اور یورپ کے متعصب عیسائی اخبار نویسوں اور مدبرین کا تعجب ہونا بھی کم تعجب خیز نہیں کیونکہ وہ جنگ کر آیا کہ سوا (جسمیں بھی انہی دوستانہ عیسائی سلطنتوں کی مہربانی سے سلطان عبدالحمید کی نامجھی ورنا عاقبت اندیشی سے ترکی اپنی فتوحات دکھوئی اخالاق، مادی یا جنگی خایندہ نہ اٹھا سکی تھی کم از کم اس موجودہ صدی کی کوئی ایسی جنگ (چھوٹی ہو یا بڑی) بتا سکتے ہیں کہ جس میں فاتح نے فریق مغلوب سے اگر اس کو بالکل نابود نہ کیا ہو ملکی مالی اور اخلاقی فایدے نہ اٹھائے ہوں۔ اگر وہ انصاف و تاریخ کو مدنظر رکھیں تو سلطان اعظم کی پیشکردہ شرائط کو سخت تصور کرنے کی بجائے اونکی بے اندازہ نرمی پر تعجب کرینگے جرمنی نے شمالہ کی لڑائی میں کیا فرانس سے فقط تاوان جنگ اور ملک نہیں لیا تھا شمالہ میں کیا روس سے صرف خود ہی تاوان جنگ اور ملک لیکر اپنی رعایا کو ہرجانہ دلانے پر کتفا نہ کرکے کئی صوبوں کو زایدہ طمات دلا کر کالعدم یا نیم آزادی دیدینا سلطنتوں کو سچ صوبے مفت نہیں دلا دیئے تھے یہی صوبے بخشیلی یونان کو کونسی فتح کے معاوضہ میں ملا تھا؟ کیا یہ ملک اس حقیر ریاست کو صرف اس کے صلہ میں نہیں دیا گیا تھا کہ جنگ کے دوران میں اوسنے ترکی پر حملہ نہیں کیا تھا تو جب کہ اس ملک کی قیمت لاکھ فعہ یہ پڑ چکی ہے تو اب اگر ترکی ہزاروں مردانِ دلاور کا خون بہا کر اوسپر ملکی قبضہ کرنا چاہتی ہے تو وہ کونسی زیادہ طلبی کر رہی ہے شمالہ یا شمالہ تو وہ کی بات ہے۔ شاہ پرہما ملکہ مدغاسکر شاہ اشانٹی چیتال۔ وزیرستان کے ساتھ رحمدل اور مہذب فرنس و نگلستان اگر وہی سلوک کرتے جو ترکی یونان کیساتھ کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ مدت العمر کبھی کا نمونہ رہتے نگلستان اسی سال ۱۹۱۳ء میں والی خدیو سے نصف ملک چین کر باقی ملک ایک باجگذار ریاست کی صورت میں رہنے دے۔ اور اس تاج بخشی پر پھولا نہ سمائے گویا اس کو مقابلہ میں سلطان اعظم کی پیشکردہ شرائط زیادہ سخت یا تو قع سے بڑھکر سنگین بھی جاسکتی ہیں۔

خیر تعصب تو عیسائیوں کی سابقہ کارروائیوں کو مدنظر رکھنے سے کسیقدر قابل درگذر بھی سمجھا جاسکتا ہو لیکن سلطان اعظم کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنیسے ملا ید کے نامہ نگار اور خود ملا ید اور اوسکی خیال اپنی سفاہت اور نادانی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ یہ مشہور دوست ہی کہ خلیفہ وقت پر جہاد اسلام کی جایز خواہشات کے مطابق عملدرآمد کرنا لازمی امر ہے مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ جو سلطان اپنی مسلمان رعایا کے دلوں اور جذبات پر پورا پورا اقتدار حاصل کرلے وہ کبھی دنیاوی سلطان اعظم نہیں ہوسکتا جیسا کہ اس وقت تمکو موجب عبدالحمید ہے۔ ایک ایسے سلطان کی نسبت جو طرح طرح کی مشکلات میں گرفتار ہونیکے باوجود دنیا کی سات عظیم الشان سلطنتوں کو جنمیں سے ہر ایک بجائے خود زبردست بے سامان کی حکومت کو ماند کر رہی ہے بیسوں صدیاں بتا رہا ہو اور اپنی حکمت و تدبیر سے اونکی کوئی پیش نہ جانے دیتا ہو اسطرح کا خیال بھی

کرنا کہ وہ کسی ایک خاص جماعت کی نہیں بن گیا ہے محض اپنی ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔ اور یہ شخص کو جس نے روسیوں کی پیشقدمی کے طوفانِ بلاخیز کے وقت جب کہ کل وزرا سلطنت اور باقیندگان شہر دارالخلافہ چھوڑ دینے کی باطرِ صلاح دے رہے تھے مستقر خلافت کو خالی کر دینے سے انکار کر دیا ہو نوجی و نصرت کا موقعہ پر اپنی سلامتی یا آسائش کی نسبت متردد و خائف بتلانا رتبہ وزارت و امارت اور ایمانداری مدبرین ہی کا کام ہے۔ ہمیں کوئی کلام نہیں کہ حضور معدوح کا ہر ایک فعل اپنی جان نثار رعایا کی معقول تمناؤں اور مصلحت ضرورت وقت کے مناسب حال ہوتا ہی بلکہ یہ کہنا کہ رعایا کی خواہش اور فعل سے صورت پذیر ہوتی ہو بیجا یا مبالغہ آمیز نہیں لیکن سلطان المعظم پر یہ تہمت لگانا کہ وہ کسی خاص جماعت کی صلاح و مشورہ کو نوایدِ ملک پر مقدم سمجھتے ہیں۔ انکی بست سالہ عہد حکومت کی تنظیمیہ کارستانیوں کو جن کی کسی فرد بشر کو انکار نہیں چٹھلانا ہے۔

الغرض بالمثافہ کی ان شرائط پر بعض دول یورپ کو سفیر ایسے جھنجلائے کہ نو روز دوسرے دن ہی (۱۴ مئی) کو جواب الجواب کا ایک مسودہ تیار کیا گیا جس کی صلح کی شرائط پر بحث مباحثہ کرنے سے احتراز کر کے ابتداء جنگ کی مکرر دھمکی دی گئی اور باب عالی کو یہ اطلاع دینے کے بعد کہ آپکا سفیر دول یورپ کی گورنمنٹوں کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اوسے یہ صورت اضطرار سخت نزین مشکلات کے حادث ہونے سے متنبہ کیا گیا۔ آخر میں مسودہ مذکور میں یہ دھمکی دی گئی کہ دول یورپ یونان کو پامال شدہ نہیں دیکھ سکتیں جرمن سفیر نے اس کا غذ پر جسے غالباً سر قلب کری سفیر انگلستان نے تیار کیا ہوگا دستخط کرنے سے انکار کیا کہ جب تک مجھے اپنی گورنمنٹ سے ایسا کرنے کی اجازت نہ ہو میں نہیں کر سکتا اور اسی طرح سے سفرائے دول کا یہ حکمنامہ باب عالی تک پہنچنے نہ پایا۔ پیر کے دن (۱۱ مئی) کو سفرا نے دوبارہ مجلس منعقد کی مگر کوئی بات قرار نہ پاسکی۔ کیونکہ جرمن سفیر کو حکم موصول ہو گیا تھا کہ وہ مجوزہ یادداشت کے متعلق دوسروں کو ساتھ ملکر کوئی کارروائی نہ کرے۔ سفرائے دول (ماسوائے غالباً انگلستان۔ اٹلی۔ فرانس کے سفیروں کو ہی کل سفرائے دول تو ار دے رہا ہی عجب ابتری کی حالت میں تھے کہ شکل کے دن ہار کر یکطرفی اعلیحضرت امیر المومنین کی خدمت میں تار موصول ہوا کہ میں آپ کی دوستی اور دنیاوی پر بھروسہ کر کے التوائے جنگ کی التجا کرتا ہوں اور امید یقین دلاتا ہوں کہ اگر جنگ ملتوی کیا گیا تو میں ہمیشہ کیلئے آپ کا ممنونِ احسان رہونگا۔ اعلیحضرت نے ذرا کی درخواست منظور فرما کر فوراً ہی جنگ کا حکم صادر کر دیا اور اراہم پاشا کو پیشقدمی سے روک جانیکے احکام انہ کر دیئے گئے۔ مگر یہ حکم مارشل رءوف کو نہ پہنچ سکا۔ اس اثنا میں مورخہ ۱۷ مئی کو یہ نوخواستہ جنگ ہو کر یونانیوں کو آخری ہزیمت فاش دیگئی۔ جس کا مفصل ذکر آگے کیا جائیگا۔ اور آخر کار ۲۰ مئی کو مارشل اراہم پاشا نے التوائے جنگ کا اعلان کر دیا۔

ٹائمز مورخہ ۱۴ مئی نے ظاہر نہ کہ ترکی کی سرکاری جماعت کا رجحان اسطرف پایا جاتا ہی کہ بشیکہ وہ شرائط میں کسیقدر ترمیم کرائے اور کہ دول ترکی کو تعیل کا کوئی ۱۲ حقیقہ اور بے اندازہ تاوان جنگ دیدیا جانے اور یونانی رعایا یعنی ٹکی کے رعایا حق حقوق کو توڑ دیئے جانے کی مخالفت کرنے میں راسخ العزم ہیں۔ اخبار مذکور مطابات سلطانی پر بھی اعتراض بھی کرتا ہی کہ جنگ کا اعلان کرتے وقت باب عالی نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یونان کی سرحدیں کا ایک انچ بھی نہیں لینگے اس اعتراض کے اقتراحی جواب تو میں ہم دیچکے ہیں۔ روس نے ۱۸۷۷ء میں اعلان جنگ کرتے ہوئے یورپ کو اسی طرح کا وعدہ کیا تھا اور ہم چترال میں پہلے نواب دیر لیے ابھی سرحدی قبائل سے یہی وعدہ کیا تھا۔ انکی تعمیل

جو ہوئی۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ مگر اسی ترکی سرکاری جماعت نے جس کی نسبت مسٹر بیڈر لکھتا ہے کہ وہ نرمی کی طرف مائل ہیں اس مسئلہ پر نہایت متانت سے بحث کرکے کل معترضین کو شافی جواب دیدیا ہے۔ ریوٹر نے اُسے مفصل شائع کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

"باب عالی کے مطالبات کو بنظر انصاف و معدلت دیکھنا چاہیئے و جب یہ دن کو اسی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تو مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا کہ ٹرکی ان سے بڑھ کر کوئی نرم شرائط پیش نہیں کرسکتی۔ یہ مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ یونان آزاد و بادشاہت ہونیکے وقت سے لیکر اب تک سرحد پر ہمسایوں کی مسلسل تازائی اور کل قطر عثمانیہ میں یونانی رعایا کی نفرت انگیز بددلی کی وجہ سے ٹرکی کو بیحد تکالیف عدیدہ کا مستقل منبع بنا رہا ہے جنگ سے پہلے یونان نے جو رویہ اختیار کیا۔ اسپر سخت ملامت ہوتی تھی۔ اور یہ عام طور پر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ وہ فقط جدید ملک حاصل کرنیکے لئے لڑائی کا متمنی تھا۔ برخلاف اس کے ٹرکی کی پالیسی آخری وقت تک لڑائی سے بچتے رہنے کی رہی ہے اور جب یونان کی شرارتوں سے جنگ اگر اُسے اعلان جنگ کرنا پڑا۔ تو یہ صرف اپنی جائیداد اغراض و حقوق کی حفاظت کرنیکے لئے کیا گیا تھا جنگ سے پہلے جو ترکی یادداشت منتشر کیگئی تھی۔ اوس میں بالصراحت یہ بتادیا گیا تھا۔ کہ یونان کی فتح کرنیکا کسیکو خیال نہیں۔ بلکہ محض سلطانی حقوق کی نگہداشت کیلئے باب عالی جنگ کرنے لگا ہے۔ یادداشت مذکور کے اس حصہ کو یورپین اخبارات اور ان[۱] نقصانات اور تکالیف کا معاوضہ طلب نہیں کرینگے جن کے اوٹھانے پر اون کو مجبور کیگیا تھا یہ درست ہے کہ اگر یونان شروع میں اپنی فوج واپس بلا لیتا تو گورنمنٹ عثمانیہ بڑی خوشی کے ساتھ لڑائی سے متحرز رہتی اور کوئی معاوضہ طلب کرتی مگر یونان نے ایسا نہ کیا۔ نو سالہ کے مفتوح ہونے تک وہ کریٹ نو صوبہ جات دیپ منگو انے سے بھی پس و پیش کرتا رہا۔ اور تا وقتیکہ اوسکی افواج کو کامل ہزیمت نہ ملگئی اوس نے التوائے جنگ پر رضامندی ظاہر نہ کی۔ اس ایک بہیمانہ لڑائی میں ٹرکی کو جان و مال کا بہت نقصان اوٹھانا پڑا ہے اگر ٹرکی تعویض کے الحاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ یونان کیطرف سے پھر فراق حملہ نہ کرسکیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۱۸۷۸ء میں یہ ملک یونان کو اس لیئے دلوایا گیا تھا کہ وہ دول یورپ کی مقرر کردہ شرائط[۲] کو پورا کرے۔ یہ کبھی پوری نہیں کیگئیں پس تعویض کا واپس لیا جانا جدید ملک کا فتح کرنا متصور نہیں ہوسکتا لیکن پھر بھی تا وقتِ جنگ و الحاق تعویض کے متعلق گو

---

[۱] ۱۸۷۸ء کے جنگ روم و روس میں یونان انگلستان کی فہمائش پر ٹرکی پر حملہ آور ہونیسے محترز رہا تھا۔ لڑائی کے خاتمہ پر جب صلح کی شرائط مقرر کرنیکے لیئے برلن میں دول یورپ کا نفراس کی کانفرنس جمع ہوئی۔ تو انگلستان و فرانس کی سفارش پر ٹرکی کے حصوں بخروں کا متعلق اپنے ملک کے دعاوی پیش کرنے کیلئے یونان کے وکلا کو بھی حاضر ہونے کی اجازت دیگئی۔ تو کار عہد نامہ برلن کی ۲۴ ویں دفعہ میں قرار دیا گیا کہ قیام امن کیلئے ٹرکی و یونان کی سرحدوں کا تصفیہ کیا جاوے۔ اگر دونوں فریق آپس میں نہ کرسکیں تو دول یورپ فیصلہ کردیں۔ یونان تمام صوبہ تعویض یا ایپرس اور کسیقدر صوبہ مقدونیہ کا دعوے کرتا تھا۔ سلطان کچھ بھی نہیں دینا چاہتے تھے جسپر دول یورپ نے جو دول متحدہ ٹرکی کے برخلاف تھیں ۱۸۸۱ء میں لندن میں کانفرنس کرکے متعلقہ یونان کو ٹرکی کا فیصلہ کیا۔ اور دو سال المہلت مقرر کرکے جو اوس وقت متعاہدہ کرنیسے بالکل عاجز تھے۔ ملک مذکور یونان کو دلا دیا۔ پس سب سے بڑی شرط اور وجہ ملک دلائے جانیکی آئندہ کیلئے قیام امن تھا۔ جو یونان نے قایم نرکھا۔ انگلستان نے جنگ روم و روس کے وقت یونان کو ٹرکی سے کیوں جنگ کرنے دیا ایسا سوال ہے جس کا جواب دینا کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس وقت یہی بتا دینا کافی ہے کہ روس اوس وقت تک حوض ایک یونان اور انگلستان سے لڑ رہا ہے۔ تمام امن کے علاوہ دوسری اہم شرائط میں سے ایک یہ بھی تھی کہ گورنمنٹ یونان (باقی دوسرے صفحہ پر)

یہ دونوں امر بالکل منصفانہ سمجھے جاتے ہیں۔ اب عالی دول یورپ سے مسابقہ کرنیکے لیئے تیار ہے۔ اور یونان کو دیوالیہ پن کو مدنظر رکھکر اور نیز اسی صلح آمیز پالیسی کا انتہائی ثبوت دینکیلئے شاید وہ ان میں کسیقدر ترمیم بھی کردے لیکن مطالبہ سنوسی رعایات کو بارہ میں اپنے ملک کی اغراض کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ عثمانیہ کیلئے کسی ترمیم کا گذرنا بالکل ناممکن ہے۔ اور دینیا تک کو جو ہر طرح سے یونان سے اعلےٰ ہیں۔ بھی رعایتیں حاصل نہیں ہیں یونان کیلئے ایسی رعایتیں قایم نہیں رکھی جاسکتیں جن کو اور نے نہایت قابل خرم طرح سے برتا ہے۔ بنابرین پورے اعتماد کے ساتھ امید کیجاتی ہے کہ یورپ میں اسقدر حس انصاف موجود ہوگی کہ وہ ٹرکی کو اس امر پر حس سے دست بردار نہ ہونیکا اس قدر مجبور بالجزم کرلیا ہے۔ مجبور نہ کرے گی۔ اگر یورپ نے مزید تشدد حق تلفی کی کوشش کرے گا تو ایسی حالت درپیش آجائے گی جو ہمن عاصمہ کے حق میں نہایت مضر ہوگی۔ ایسی ناانصافی سے ترکی آبادی بالضرور مشتعل ہوجاوے گی۔ اور گورنمنٹ پر تین ماہ کے اندر خطرناک نتیجے کا جو پیدا ہونگے ذمہ دار نہیں سمجھ سکے گی۔ اور انجام کار دول یورپ اسبارہ میں اپنے فعل کے نتیجوں کا لام نہایت ہی سخت متاسف ہونگی۔

تاوان جنگ کے متعلق ٹائمز کا نامہ نگار اقتضبہ سے حسب ذیل لکھتا ہے: تاوان جنگ کا مطالبہ کی نسبت دول یوروپ تو یہ تک کہ وہ یونان کو چھ سالہ مال کی قسطوں اور چھ فیصدی سود کے ساتھ ادا کرنیکا اجازت دیدیں کوئی قابل اطمینان کارروائی نہیں کرسکتیں۔ مگر اس امر کی تسلی جاتی رہیگی کہ جو کچھ لوٹ کر زید کا گھر بھر دیا جائے۔ یا ٹرکی کو جو خود اپنے تئیں مستحق ہونیکا مطالبہ ہے ہی پوری نہیں کرسکی۔ اور جو مبلغ ہائے مذکورہ یہ متصرف ہونے ویں گی جو اتحادی یونانیوں کے واجبوں کی ملکیت ہیں۔ اگر یونان کو ایک جدی تاوان جنگ دینا پڑا تو بھی اس کو مستحق نہیں کرلیے اچھے آثار نظر نہیں آرہے جو پوری فصل بالکل برباد ہوگئی ہے تجارت کئی مہینوں سے بند ہے۔ اور محصول پر مشتمل آمدنی بھی کو بالکل ہوگئی ہے۔ تھیسلی کے باشندوں کو اگلی فصل تک لازمی طور پر خیراتی ٹکڑوں پر گذران کرنی پڑے گی۔ اگر دول یوروپ یونان کی مالی حالت کا انتظام کرنیکا فیصلہ کریں تو گو بھاری یونانیوں کو سخت ناگوار ہوگا مگر یونان کیلئے بہت بہتر ہوگا۔

اس کے متعلق افواہ ہے کہ جرمنی سلطان معظم کو تحریک کر رہی ہے کہ یونانی جزیرہ مال پر بوردیں مگر انی تاہم کی جانے کی بالطرز تاکید کریں کیونکہ صرف اسی طریق سے تاوان جنگ کی ادائے گی ممکن محصول ہوسکے گی۔ وینیا کا ایک اخبار مطالبہ تاوان جنگ کا قطعی خرچ سے مقابلہ کرکے مندرجہ ذیل تفصیل تحریر کرتا ہے۔

۱ بابعالی کے فوج افواج اور سامان حرب کی باربرداری کی بابت خسارہ ۱۰۰۰۰۰۰ (فرینک ۱۰۰۰۰۰۰ بابر برداری)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ مسلمان باشندگان تھیسلی کے جائز حقوق مذہبی و ملکی کی نگہداشت کرے گی اور لوگوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے گی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ یونان بابعالی کو فی فرقہ کا جزو اداس نسبت سے ادا کرے جو نسبت کہ صوبہ تھیسلی کی آمدنی کو کل ممالک محروسہ کی آمدنی سے ہے۔ انکی تعمیل یونان کیطرف سے یہ ہوئی کہ تھوڑے عرصہ میں تین چار تہائی سالانہ بادی سے تقطیع کرکے تھیسلی میں رہگئی۔ باقی گورنمنٹ اور صیائی مہاجرین کو دست قلم سے تنگ کرکے ہجرت کرگئے اور قومی فرمنگی جزو کی بابت باوجود متواتر مطالبات کے اب تک ایک پیسہ سلطنت عثمانیہ کے فرمنگوں کو ادا نہیں کیا گیا۔ امکان تو درکنار رقم تک کا تعین نہ کیا گیا کہ مقدر یونان کو ادا کرنی ہے۔ جو فتح تھیسلی پر یورپین اخبارات مخبرین کہ مسلمان مہاجرین جو حق بعجلت اپنے وطن مالوف کو واپس چلے جانے اور اپنے املاک پر متصرف و قابض ہو رہے ہیں +

بذریعہ جہازات دس لاکھ فرینک سالانہ دریائی افواج متعینہ کا زرکا خرچ خوراک وغیرہ دو تہائی کی بابت یانوے لاکھ فرینک چنانچہ عساکر مذکورہ کے فنڈ سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ ترکی بندوقیں اور روسی گھوڑے اسلحہ اور سامان حرب کی خرید پر خرچ ہوئے متفرق اخراجات کا اندازہ ساڑھے تین لاکھ پونڈ ترکی کیا گیا ہے۔ یہ دونوں رقمیں پانچ لاکھ دس ہزار پونڈ ترکی ہوئیں۔ مگر چونکہ تقریباً نصف سامان و گھوڑے وغیرہ باقی موجود ہیں۔ اس لیے آدھی رقم یعنے ستر لاکھ فرینک محسوب کی گئی شہید افسروں اور سپاہیوں کو جو جنگی پنشن اور انعام ملیں گے۔ اونکا اندازہ بیس لاکھ فرینک کیا گیا ہے۔ یونانی بیڑے نے ترکی ساحل پر گولہ باری کرکے مختلف مقامات کو جو نقصان پہنچائے مع قیمت اون ترکی اثواب کے جو تباہ کیے تین لاکھ فرینک جملہ تین کروڑ چالیس لاکھ فرینک۔ اسپر بیس لاکھ فرینک غالط حساب کے بیٹے ایڈوکے کل رقم تین کروڑ ساٹھ لاکھ فرینک۔ یعنی ۱۲ لاکھ پونڈ ترکی بتائی گئی ہے۔ انگلستان کا مشہور شیلیوٹ مسٹر گلیڈسٹن نے جسے لارڈ بیکنسفیلڈ کے جلسۂ ۱۸۷۶ء میں انگریزی ہمدردی کی بخوبی قلعی کھولی تھی۔ بطریق استہزا تجویز پیش کی ہے کہ ترکی مطالبہ تاوان جنگ یعنی ۳۰ لاکھ پونڈ انگریزی اون سوبرس میں پارلیمنٹ اپنے جاوین جہنوں نے تارین بھیجکر یونان کو جنگ پر ابھارا۔ اور تباہ کرایا۔ ستر سو صوفی کی خیالین فی ممبر تیس تیس ہزار پونڈ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

شرائط صلح پر بعض متعصب عیسائی سلطنتوں اور اکثر عیسائی اخبارات میں جو کھلبلی برپا ہوگئی تھی۔ اوسکا نمونہ ناظرین سلطنت مندرجہ بالا کے سماعت سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ مگر عیسائیوں کی پہلی گیدڑ بھبکیوں و خشتاب کا یوں کسطرح اس فتنہ بھی سلطانی حزم و استقلال کے سامنے سبھی دنیا کی خیظ و غصہ کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور جیسا کہ آجتک کی تاروں سے معلوم ہوتا ہے گورنمنٹ عثمانیہ باوجود یکہ چار ہفتہ گذر گئے اپنے مطالبات پر پورے وہم خم سے مصر ہے۔ اور جب ایک مہینہ میں دول یوروپ کی مخالف حصہ کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی تو آئندہ بھی ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے۔

جنگ ڈومکوس

اعلیحضرت سلطان اعظم نے جب اہتمام پاشا کو بذریعہ تار التوائے جنگ کا حکم ارسال کیا تو اوس وقت تک ڈومکوس کی لڑائی عملی طور پر ختم ہو چکی تھی۔ اس لڑائی کے متعلق بھی یوٹر کی ابتدائی تارین کسیقدر مہمل اور مخل تھیں جس کیوجہ وہ کھلیجے سے معذور بھی سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ میدان جنگ کی یکبارگی بھی اور مفصل خبر کا بیان کل ہو اکرتا ہے۔ مگر بعد میں جب مفصل حالات معلوم ہوئے تو منکشف ہوگیا کہ یہ بھی بعینہ پہلی لڑائیوں کے نمونہ پر ہوئی یعنے یہاں بھی ترک افسروں نے جنگی اوصاف اور یونانیوں نے طبعی بزدلی کا کامل ثبوت دیا۔ اس میں کلام نہیں کہ اس جنگ میں یونانی فوج اور اونکے جانب داروں کی بعض بعض حصوں نے آخری وقت تک کمال شجاعت اور جان توڑ مقابلہ کی یہی داد دی کہ غنیم کے موضعہ سے بھی دو تہائی یہی تریف کو کامیاب نکل گئے۔ مگر جہاں تک خاص یونانی ہمپاہیوں کا تعلق تھا۔ یہ لڑائی بھی بالعموم منتظرانہ فرار اور پراگندہ شرمناک ہلاکت پر ختم ہوئی۔ ریڈیٹر کے خاص نامہ نگار نے ۱۹ ستمبر کو یعنے لڑائی سے ٹھیک دو دن بعد تین صفحہ میں مشرح حالات حسب ذیل روداد لکھی:

یونانی فوجیں فعل کی کل میں صف آرا تھیں۔ اس فعل کی داہنی جانب دوسری سے کسیقدر چھوٹی تھی۔ یہ سارے کو ہی تو پوں کی تین بٹریاں پہاڑیوں پر نصب تھیں۔ اور پانچ ہزار فوج پیدل اونکے ساتھ تھی۔ ڈومکوس کے مقابل پہاڑیوں کی ڈھلوان سطحوں اور ڈھلوان پر جو

میدان کیطرف بڑھے چلے جاتے تھے۔ کوہی اور میدانی توپوں کی پانچ باتریاں دربار سے لیکر پندرہ ہزار فوج پیدل اس مقابل کی فوج کی دائیں طرف میدانی وکوہی توپوں کی چار باتریاں اور یمین میں ایک باتری بمقام تسلی اور ایک باتری بمقام تزرزی تھی۔ اور کل تیرہ ہزار فوج پیدل اس طرف متعین تھی۔ چھ ہزار پیدل ڈوڑھ کوس کے بائین طرف پہاڑ کے ایک نمایاں بڑھاؤ پر بطور رکک کھڑے گئے۔ یونانی افواج کو دو ۵ انشی بیٹری (پانچ قطار) کی کرپ توپوں سے بھی جن میں کہ ایک پرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر بنے تھے اور دوسری ڈوڑھ کوس کی دائین جانب ایک بلند پہاڑی پر تھی تقویت پہنچی ہی تھی۔ توپین کرنل کانسٹو پولس کے زیر کمان تھین۔ کل یونانی فوج ۲۵ اور ہزار تھی ترکی ہزار کے درمیان تھی۔ پانسو سوار بھی اسی مین شامل ہین۔ جو ترکی فوج یونانی فوجکی میسرہ اور مقدمتہ الجیش کے مقابل تھی۔ اسکی تعداد پچاس ہزار سے کم نہ تھی۔ ترکی فوج جو میسرہ کے مقابل تھی وہ شمار مین غالباً ۲۵ ہزار تھی۔ اوسکی کارزاری کی نسبت مین چنداں کچھ نہین لکھنا۔ بلکہ صرف نتائج سے اوسکا قیاس کرونگا۔

نو بجے صبح کے کچھ عرصہ بعد ترکی سپہ فرسالہ کی شاہراہ کے برابر سے آگے بڑھتے دکھائی دی۔ اوسیوقت ایک فوج سلسلہ کوہ خاص دیاری کی چوٹی پر نمودار ہوئی۔ اور یونانی چوکیون پر جو سامنے کے ٹیلون پر تھین گولہباری شروع کی۔ ادھر سے بھی جواب مین شروع ہوگیا۔ جنرل تادرو میکاس میسرہ کا اور جنرل کریس میسرہ کی کمان پر تھے۔ کوہ خاص دیاری والی ترکی باتریان جب تک کہ ترکی سپاہ نے شمار اندازہ سے فرسا کی شاہراہ پر آگے بڑھ کر اور میدان مین پہنچکر صفوف جنگ مرتب نہ کرلین برابر گولہباری کرتی رہین۔ ڈوڑھ کوس کی بلندیون سے دھوپ کی شعاعون مین یہ نظارہ نہایت ہی دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ پانچ سے سوا دس کی دو میل تک ترک پر دوڑتے آئے۔ اور پھر مشرق کیطرف ہوکر کوہ خاص دیاری کے پیچھے مٹ گئے۔ فوج پیدل پیچ در پیچ قطارون مین نہایت ثابت قدمی سے تین میل آگے بڑھی آئی۔ اور پھر میسرہ کیطرف موضع بگاری کے پیچھے جس ہریالی ہی دہوان تک نظر آنے لگا۔ اور سینہ کیطرف یونانی مقدمتہ الجیش کے مشرق کی جانب پھیل گئی۔ دو ترکی باتریان ترک کے مشرق مین ایک پیچ ٹیلے کے قریب جس نے کچھ عرصہ کیلئے ترکی ہیئت کے حملہ کو جو یونانی پلہ پر کیا گیا بہت عمدہ پناہ دی آخیاں کیلئے کھڑی کی گئین۔ یونانی ہماری کرپ توپون نے جن کا اوپر ذکر کرآیا ہون آبادی شروع کی۔ اور ضیم کا فاصلہ جلدی سلام کرنیکے پر ترکون کی نقل حرکت مین جو ایسی طیان سی کیجاری تھی۔ کہ گویا میدان جنگ نہین یہ تو معمولی قاعدہ کا معمول پریڈ ہے۔ کسیقدر کھلبلی ڈالدی۔ مگر ترکون نے اپنی ترتیب کو ویسی ہی مثل مراجی سے برقرار کرلیا۔ اس وقت ایک یونانی بازی نے بھی جو میدان کیطرف جانے والی پیچ ترک کے اوپر ایک بیقاعدہ سی پہاڑی پر صف بستہ تھی۔ ترکی فوجکی ٹھیک درستی معلوم کرلی۔ اور ترکی باتریون پر گولے برسانے لگی۔ پہاڑیون کی دہوان سطون اور پست بلند بدن پر مرچون مین جو اوزونی سپاہی رونان کہ ایک پہاڑی قبیلہ کا نام۔ یہ لوگ بقاعدہ سپاہی ہین اور بڑے شجاع ہوتے ہین) مقیم تھے۔ انہون نے بھی رفیلون سے گولیان چلائی شروع کین۔ اور تین گھنٹہ تک مقدمتہ الجیش مین لڑائی ایک سرے سے دوسرے سرے تک عام ہوگئی۔ اوہ گھنٹہ بعد فریقین کی توپون سے ایسے دھڑا دھڑ گولے چلنے لگے کہ متواتر ایک دم کئی سلامی کی توپین چلتی معلوم ہوتی تھین۔ یونانی توپون کی رفتیم کی نسبت بہت عمدہ تھی جس سے ترکی فوج پیدل اور باتریون مین خوفناک تباہی برپا ہوگئی تعلمہ والی کرپ توپ سے ایک پیٹنو دالا گولہ ترکی فوج پیدل کے ایک دستہ مین جو ترک والے ٹیلہ کی آڑ مین پھیلنے کی تیاری کررہا تھا پڑا۔ اور ہر طرف ایک

ترکی باتری مین جو شرک کے دائین طرف تھی۔ ان دونون گولون نے بہت نقصان پہنچایا کیونکہ دو توپ کی توپین کچھ عرصہ کے لیے خاموش ہوگئی تھین۔

چار بجکے قریب اور ترکی سوار فرسالہ کی شرک پر بڑھ رہے تھے اور دلکی کی رفتار سے یونانی فوج کے بیمنہ کیطرف جھک گئے۔ اور بیقوت ترکی میسرہ نے حملہ کرنے پیشقدمی کی۔ شرک والے ٹیلہ کے دونون جانبون سے دو توپ کی باتریون نے میدان مین بڑھکر یونانی قلب کی دو چون پر گولہ باری شروع کی۔ اور اسی لحظہ فوج پیدل کی صفین جلتی ہوئے موضع کے سامنے مغرب کیطرف بڑھکر نہایت خوب صورت انداز اور نظام سے پھیل گئین اور گول دستی پنکھے کی شکل مین ہوکر موچون والا اور نیز سپاہیون اور ڈیڑھ سو اطالین ویلنٹیرون پر دھاوا کیا صبح کے وقت اطالین رجمنٹ گیری بالڈی کے تیر کمان تھی جو دوپہر سے پہلے ملاک جنیسکے امدادی لشکر کے معاینہ کرتے کو جو یونانی میسرہ پر ساعد تھا چلا گیا تھا۔ اسکی عدم موجودگی مین سمی سپاہی کو کمان ملی اور اطالین مجاہدین کو اور دوسری سپاہیون کی امداد کے بدلے اون سے رچون مین جانیکا جو ایک یونانی باتری کے سامنے ہے حکم ملا۔ اونہون نے دشمن پر نہایت سخت آشباری کی۔ گرچہ یہ آشباری اور نہ یونانیون کی آگے بڑھ آئی ہوئی باتریون کی مسلسل صف شکن گولہ باری نہ کون کی ثابت قدم پیشقدمی کو روک سکی اس وقت یہ واقعی مشکل امر تھا کہ آیا ترکون کی جوانمردانہ ثابت قدمی کی تعریف کی جائے جن کی صفون کو توپون کے پٹھے ہوئے گولے اور رائفلون کی مسلسل باڑین ہر وقت پریشان کر رہی تھین یا اتوونی اور اطالین سپاہیون کی قادر ذرا بی اور بے نظیر نشانہ بازی کی جو ترک ایک پہاڑی کیطرف جس کی سطح دیوار کے دخنون سے ڈھپی ہوئی تھی بڑھ رہے تھے۔ اونکا ارادہ بنوک سنگین حملہ کرنیکا معلوم ہوتا تھا مگر اطالین سپاہیون کی باڑھون اور گولون نے اونکو قدم ڈگمگا دیئے۔ اور وہ آدمین جانیکے پیچھے میدان کو بھاگ گئے۔ ۱۵۰ اطالین سپاہیون مین سے دس قتل اور ۴۰ زخمی ہوئے۔ مجروحین مین اونکا کمانڈر سپرانی بھی تھا۔ اس لڑائی مین سب سے زیادہ بہادری اطالین سپاہیون کی خبر پوش عورت نے دکھلائی جو گرتے جاگتے پہنچتے ہوئے اپنے مجروح ہموطنون کی امداد کیلئے لڑائی کے گھمسان مین پھرتی رہی اور لڑائی اور مرجعیت دونون موقعون پر سطح سے محفوظ و مصون رہکر برابر اپنے مجروحین کے ہمراہ رہی۔ جب تک اون کو بندر سرنیو کے جرمنی فوجی شفاخانہ مین نہ پہنچا دیا۔

لڑائی کا نازک موقعہ اب قریب پہنچا تھا۔ اس وقت یونانی سوارون کا ایک دستہ حملہ آور شرک سے میدان کیطرف سطح سے اترا کہ وہ ترکی فوج پیدل پر حملہ کرنے لگا ہے مگر فوراً ہی پیچھے ہٹا لیا گیا۔ ساڑھے چار بجے ترکی توپین درہ اگرو بانی کیطرف بجانب میسرہ پسپا ہوتی دکھائی دین اور دو باتریان اون کے ساتھ تھین۔ اور اس کے بعد جلدی ہی میدان جنگ دو میل تک فوراً فرار الرائی کرنے والے سپاہیون اور اون کے کمیکون سے بھر گیا۔ ترکی سینہ کو اس پسپوت حملہ کے ساتھ ہی خاص یاری کی دو باتریون نے جنہون نے لڑائی کو شروع کیا تھا یونانی میسرہ پر آگ برسانی شروع کر دی۔ اور ان کی آن بان تمام چوٹی مشتعل ہوگئی۔ یہ شعلے توپون کی گولون سے نکلی جہاڑیون مین آگ لگنے اور موضع کیمکی کی آتشزدگی سے جسے ترکون نے یونانی سینہ کو واپس ہٹا کر اور پچاس یونانیون کو قتل کر کے فتح کیا تھا پیدا ہوئے تھے جنرل اکیس کمانڈر سینہ نے بڑی بیقراری کے ساتھ کمک طلب کی تین ہزار کمکی سپاہی اور دو باتریان کو ہی توپون کی اوٹ سے پیچھے گئین۔ دینولا یونانی میسرہ پر ترکون نے بڑی سختی سے عام دھاوا بولا یا تھا اور اس کے ساتھ ہی ڈوموکوس کی نیچے یونانی مقدمۃ الجیش پر ہلہ کر دیا گیا تھا۔ پون گھنٹہ

رائفلوں اور توپوں سے مسلسل آگ برستی رہی جس کا اثر یہ ہوا کہ یونانی ہجوم چین کا ایک نہایت ہی سلسلہ عقب لشکر کو خمدار راستہ پر سے ہو پیچھا ہٹتا ہوا نظر آنے لگا گیا۔

اٹھائی کی موج اب یونانی میمنہ کی طرف بڑھی۔ اور ازوفی سپاہیوں کے مورچوں اور سیون جنٹ پیٹر کی صفوں پر خاصکر نہایت سخت حملہ کیا گیا۔ یونانی فتح کی اقتضا ہی کے سامنے بڑے بڑے حوصلہ شکن کھڑے رہے۔ مگر کرنیل مادر یکا لیس نے جو حسن اتفاق سے اپنی صفوں کے اس حصہ کی طرف گشت کر رہا تھا فوراً کمک طلب کی۔ اور باقیماندہ تین ہزار فوجی سپاہ نے ڈومو کوس کے مقابل مقدمۃ الجیش کے داہنے حصے کی پشت پر پہنچکر جنگ کنندہ صفوں کی امداد کی۔ اپنے داہنی صفیں آراستہ کیں۔ اس وقت کرنیل مادر یکا لیس کو کولیے میں گولی لگی۔ اور وہ گاڑی پر سوار ہو کر میدان جنگ سے لاپہ کو لاجو ڈومو کوس سے نو میل بجانب جنوب ہی ہٹ گیا۔ اوس کا بھتیجے اور اڈیکا اگر چہ اس کو پیٹا ہی میں گولی لگی اور ہر سے پار نکل گئی اور سے بھی لاپہ پہنچایا گیا مگر وہ پہنچتے ہی مر گیا۔

ابتدا میں یونانی فوج لڑائی میں شامل تھی اور میدان جنگ بے حد شاندار نظارہ نظر آرہا تھا لڑائی کا زور پھر یونانی میسرہ پر جا پڑا اور ساڑھے نو بجے کے قریب تمام میدان سخت خونخوار جنگ کرنیوالا سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ساتھ بجے دونوں طرفوں سے آتشباری مدھم پڑ گئی۔ اور شام کے قریب پہنچنے پر تقریباً بند ہو گئی فقط طلیہ پاہڑی کی وزنی کرپ توپوں اور سیدانی توپخانوں سے وقتاً فوقتاً گولا چلتا رہا۔ غروب آفتاب کے وقت یونانی لشکر اوس سڑک کو جو ڈومو کوس سے نو میل بجانب جنوب ہی ہٹ گیا۔ اوس کا بھتیجے اور اڈیکا اگر چہ اس وقت تک یونانی میسرہ سے ہوتے ہوئے یا میسرہ کا اپنی جگہ پر تابت قدم رہنا معلوم ہو گیا کہ من حیث المجموع اچھی لڑائی کا پانسہ بھی یونانیوں کے برخلاف پڑا ہے۔ تاہم چونکہ سے پہلے میں نے اس قابل یادگار لڑائی کے قابل دگار سین پر آخری نظارہ دیکھا اور تھوڑی دیر بعد رات نے اس خونخوار لڑائی کا خاتمہ کیا۔ چار سو مورچہ مین اور نصف تو ان صحیح سلامت گاڑیوں پر لاد لاد کر سے بند رہ نہ کو ہو پہنچائے گئے۔ ڈومو کوس کے ماضی ہسپتال مین نظارہ نہایت ہی رقت انگیز تھا۔ لاپہ کے بھاتے وقت نیز ان کی آہین صفوں آسمان کو پھاڑنے والی تھیں۔ رات کو آٹھ بجے یونانیوں کے میمنہ کے تکتیاب ہونے کے بعد ازوفی صفین درہم برہم ہو گئیں۔ اور انکو لیے ڈومو کوس سے بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ جنرل جموفسکی کا ڈویژن مقام آیرومین اپنی قسمت پر چھوڑ دیا گیا۔ اسوقت جنرل ندکو رکے ڈویژن کا ماسوا سمندری جانب کے پورا پورا محاصرہ ہو چکا ہو گا۔ اور اوسے یا تو ترکوں کے سامنے ہتھیار رکھ دینے پڑین گے یا یونانی قلعہ پر سے ہو کر براہ سمندر جان بچا کر بھاگنا گا۔ مین میدان جنگ سے نو بجے روانہ ہوا۔ واپسی کا حکم دیا جا چکا تھا۔ اور بجز تیسری اہم رجمنٹ تھی جس مین مین موجود تھا۔ یہ واپسی بھی اگرچہ ہونون کی نظارون سے نہایت ہی رقت انگیز تھی مگر اسمین سطح بدنمی نہ ہونے پائی۔ راستہ مین مجھے گھوڑے و ہتھیارنون کی گاڑیون کمسریٹ کی چکڑون اور توپخانہ و سوارون کے گھوڑون کی وجہ سے کئی دفعہ سڑک پر رکنا پڑا۔ لیکن اس چاندنی ہونے کی وجہ سے کوئی عام تشویش نہ ہونے پائی پو بجے تک سے پہلے تمین بخیریت لاپہ پہونچ چکا۔ اور مکان پر پہونچتے ہی جہان کوئی بستر نظا مین زمین پر گر پڑا اور گہری نیند سو رہا۔ اس طرح کی تمام تاریں رکی ہوئی یا کٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے مجھے پھر آٹھ دن تک یونانیون کا بیان ہو کہ ہم سوا سے دو دن کرپ توپون کے باقی تمام توپخانہ و واپس لے آئے مین شہزادہ ولیم۔ ہاورڈ پہ سالار انرل یونان ایک بلند پہاڑ پر سے اوپر کی ہیڈ کوارٹر کے مکان کے حصہ وکو سے یونانی کو دیکھتے رہے۔ اور ملی بسیاں گاڑیاں پر سلہ ہو کر ڈومو کوس پہنچے پر ہٹ گئیں۔ یا فتہ دن کو خود سے لاپہ جانے کی بجائے سیدھے

بندرہ مزینو کو گئے کہ وہان سے بھاگ کر قصبہ کیسس کی چلے جائیں۔

جنگ اپائیرس

یونانیوں نے بزدلی اور غلط بیانی کو قومی بدنامی کا بیمانہ لبریز کرنے کے لیئے کافی نہ سمجھکر اُسے لبالب بھر دیئے کے لیئے جنگ کا اختتام کے موقعہ پر اپنی بدعہدی سے بے ایمانی اور غداری کو بھی اچھی طرح سے واضح کر دیا۔ ناظرین کو یہ تو معلوم ہے کہ جنگ سرحد کے ایک سرے یعنی خلیج سالونیکا سے لیکر جنوبی سرے یعنی خلیج آرٹا تک جاری تھی۔ مگر انتظام میں سہولت اور آسانی پیدا کرنیکے لیئے ترکوں نے اپنی فوجوں کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک کو زیر کمان آدھم پاشا صوبہ تیسالی پر مامور کیا۔ اور دوسرے حصے کو احمد مختار پاشا کے زیر کمان ترکی صوبہ اپائیرس کی حفاظت پر دکی۔

اسیطرح یونانیوں نے بھی اپنی فوجکو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو زیر کمان ولی عہد آدھم پاشا کے مقابلہ پر لگایا۔ اور دوسرے حصہ کو کرنیل مانوس کے ماتحت اپائیرس پر پیشقدمی کرنے کا حکم دیا۔ یہ بھی کی فوج اطلاع لاریسا تر خالہ اور دودو کی محافظ تھی۔ اور کرنیل مانوس کی فوج ضلع آرٹا کی جو صوبہ اپائیرس سے ملحق ہے آخر الذکر افسر کو بھی جیسا کہ پہلے ہفتوں کے واقعات میں درج ہو چکا ہے ترکی فوج نے دلیرانہ بندوبست سے کچھ عرصہ تک شکست دیدی لیکن فوق الشمار کمک اور ایک طرف تو تاسیل آدھم پاشا سرحد سے عبور کر کے یونانی فوج کو بھگاتے ہوئے ڈوموکوس تک پہنچ گئے مگر اپائیرس میں ترکوں نے سرحد کو عبور نہ کیا خود یونانی دریا آرٹا سے گذر کر ترکی علاقہ پر حملہ آور ہوتے رہے۔ ترکی فوج شکست پر شکست کھکر صرف مدافعانہ پیچھے ہٹتی رہی اور اکثر مقامات پر تو انکا مقابلہ بھی نہ کیا۔ اور یونانی علاقہ پر حملہ آور نہ ہوئے۔

مئی کے دوسرے ہفتہ میں جب آدھم پاشا کے ڈویژن فرسالہ اور وطینو وغیرہ مقامات پر قابض ہو کر ڈوموکوس کیطرف بڑھ رہے تھے بہادر نے بزعم خود ناقابل فتح مورچہ بندیاں تیار کر لی تھیں بڑے تو گورنمنٹ یونان نے اسپر تو دول یورپ سے مشورت و الحاح التوائے جنگ کی درخواست کر دی اور وقت کرنیل مانوس کی فوج بھی بارہ شکست کھا کر آرٹا کو ہٹ آئی ہوئی تھی لیکن جلدی ہی کمک وغیرہ پہونچ جانے کے بعد وہ اس گھمنڈ میں آگیا کہ ایکبار ترکی علاقہ پر حملہ آور ہو کر کچھ علاقہ پر قبضہ میں کر لونگا چنانچہ اپنے جیسا اپنوا سیاہ دین اپنی گورنمنٹ سے اجازت طلب کی۔ تو اجازت اور یا حیا یونانی زعماء نے اس امر کو بالکل بھلا کر کہ ہم تو کمال الحاح کے ساتھ التوائے جنگ کی درخواست کر رہے ہیں حملہ کی اجازت کس منہ سے دیں اور سکو فوراً اجازت دیدی اور دلیرین یہ خیال نہ کیا کہ اگر ہمارا کمانڈر کستیدہ علاج یعنی میں کامیاب ہو گیا تو تیسالی میں جو کامیابی ترکوں کو ہوئی ہے شاید اوسکی کچھ تلافی ہو جائے اور شرائط صلح سخت نہ ہوں لیکن یونانی ہار افسر نے اوسکی نہ صرف اس توقع کو باطل کر دیا بلکہ بھیجہ بے ایمانی اپنی ہیبت و اثر بھی نہ رہنے دیا۔ ایک طرف تو کرنیل مانوس کی فوج کو ۱۴ و ۱۵ مئی بمقام گرمی بڑا سخت زک ملی اور دوسری طرف ماتسل آدھم پاشا نے یونانیوں کی اس بدعہدی کی خبر سنکر ڈوموکوس پر تملہ بول دیا۔ اور اس بدعہدی کی وجہ سے اس لڑائی میں علامات معمول یونانی بھگوڑوں کا بڑی بھی سے تعاقب کر کے ہزاروں کا قتل و قمع کر دیا۔ یونانیوں کی اس بے ایمانی کو ترکی ہی نہیں بلکہ اکثر مدبرین اور منصف مزاج یورپین بھی سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بیشک ایک زنجیری اثر رکھنے والی لڑائی کی مختصر کیفیت احمد مختار پاشا کی تاریخ سے جو آگے درج کی گئی ہے۔ واضح ہو رہا ہے۔ گرتی بودا کی لڑائی کی مختصر کیفیت احمد مختار پاشا کی تاریخ سے جو ذیل میں درج ہے معلوم ہو جائے گی:

جنرل احمد حفظی پاشا گورنر جنرل وملاری کمانڈر صوبہ جانینہ کیطرف سے ۱۳ مئی کو دن کی ایک تجویز مرسلہ موصول ہوئی ہے۔ اسمین لکھا ہے کہ لفٹنٹ کرنل ولی بے گری بودا سے آج کی لڑائی کی نسبت رپورٹ کرتے ہین کہ گرمیتزہ اور فائق پاشا کی پہاڑی سے دشمنون نے دیر تک بند وقعین چلائین۔ اور توپچے سخت گولہ بارسالے لیکن صدا اور رسول کی اعانت و اقبال سلطانی سے ترکی فوجون نے اشتعلال ظاہر کیا۔ اس لڑائی مین دشمنون کا بہت نقصان ہوا۔ گرمیتزہ کے قریب وسیونانی کمپنیون کے ایک دستہ نے ایک دستہ کمک کیلئے بھیجی گئی ہے۔ پاپاس کیوپر دوسے جو توپخانہ اور پیادہ فوج آئی تھی نہ کون نے اونکو مار ہٹایا یکم جون مین بھی ایک لڑائی ہوئی۔ ساڑھے سات بجے شام کے لڑائی ختم ہونے پر فریقین اپنے اپنے لشکر گاہ مین چلے گئے۔ اور لڑائی کا نتیجہ ابھی ظاہر نہین ہوا۔ غالباً دشمن کل صبح پھر میدان مین آئین گے۔ ان تینون لڑائیون مین ترکی سپاہ کو نقصان کا حال ہنوز معلوم نہین ہوا۔ تاہم سے ۵ اسی کو تین بجے دن کو جو مراسلہ آیا اسکا مضمون یہ تھا۔ یہ گذشتہ دو روز کی سخت لڑائیون کے بعد دشمنون نے پہاڑی مورچے جن پر وہ قابض ہو گئے تھے چھوڑ دیئے نیز وہ دیکھے پر بھی نہ ٹھہرے اور آخر کار پیچھے ہٹ گئے۔

یونانی بیڑہ جہازات نے ۱۴ مئی کو بندرگاہ کاوالہ پر جو پریوسیا سے بجانب شمال واقع ہے۔ گولہ باری کی۔ مگر ترکی توپون کے کوشکن گولون نے فوراً اوس کو پیچھے ہٹا دیا۔

مصری جہاز کی گرفتاری

یونانی بیڑہ نے جو دخانی جہاز موسومہ چارج جزیرہ ٹنی ڈوس کی تشتل گرفتار کیا تھا وہ مصر کی حاجی داؤد کمپنی کی ملکیت ہے۔ اور مصری گورنمنٹ نے اوسے کو جزیرہ تھاسوس کو جو یورپین ترکی کے جنوبی ساحل کے قریب واقع ہے فوج اور گولہ بارود بھیجنے کیلئے کرایہ پر لیا تھا۔ ابھی تک اس سوال کا تصفیہ نہین ہوا کہ کیا یونانی ایسے جہاز کو غنیمت جنگ سمجھ سکتے ہین یا نہین۔ اسکندریہ کی ایک خبر سے پتہ لگتا ہے کہ یونان کی گرفتاری سے سخت برافروختہ ہین۔ یونان کو مناسب ہے کہ اس جہاز کو چھوڑ دے۔ ورنہ یونانیون کی کثیر التعداد آبادی جو خود مصر کے حق مین شاید اچھا نتیجہ نہ نکلے۔ یونانی بیڑہ نے جہاز مذکور کو بحر بہت بند تا بلیہ کو بھیجدیا۔ جہان مصری قید خانہ مین ڈالدیئے گئے۔ ٹائمز کا نامہ نگار ۱۸ مئی کو تار دیتا ہے کہ خدیو نے جزیرہ تھاسوس مین اپنے حقوق کے نفاذ کو جسے جن کا اون کو دعوے ہے جہاز مذکور پر ایک سو سپاہی اور سامان جنگ روانہ کیا تھا۔ مصری گورنمنٹ کو اس کل معاملہ کی اس وقت اطلاع ہوئی جب کہ ۱۷ مئی کو خدیو نے جہاز کی گرفتاری کا کونسل مین ذکر کیا۔ جزیرہ تھاسوس محمد علی پاشا بانی خاندان خدیویہ کی ملکیت تھا اور سنے وہان کی آمدنی جزیرہ کے باشندگان کے مفاد کیلئے وقف کر دی۔ خدیو حال جب سے وقف مذکور کے امین ہوئے ہین وہ اوس رقم کی آمدنی دوسرے کامون مین خرچ کرنا چاہتے ہین۔ باشندے اس کو قبول نہین کرتے اور خدیو کے دعاوی کو خلاف وقف بتاتے ہین۔ بقول نامہ نگار مذکور اس معاملہ کا نتیجہ خدیو کے حق مین اچھا نہین ہو گا کیونکہ سلطان اعظم ناراض ہو جائین گے کہ خدیو نے اونکی تعلیم مین فوجی مداخلت کا اقدام کیا ہے۔ علاوہ بریں صدر کو مالکان جہاز کو بھی معقول زر تاوان دینا پڑے گا۔ اس معاملہ مین ایک یونانی کا بھی کچھ تعلق ہے جس کے ساتھ خدیو اہم قرارداد کر چکے ہین۔ نامہ نگار مذکور کی تحریر کی گو ہم اس وقت تردید کرنے کے قابل نہین ہین۔ لیکن اس معاملہ مین مصری اجازت کی تمام بنیاد اور خدیو معظم کے عہد نامہ مدیہ سے جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے وہ اس روایت کی صداقت

کے منافی ہے۔

جنگ وکٹینو میں ایک سو یونانی قتل اور دو سو زخمی ہوئے۔ جنگ ڈومکوس میں ایک سو ترکی توپوں نے اتشباری کی۔ یونانی توپیں پچاس کے قریب تھیں۔ ایتھنز کے اخبارات ارسی کے دوسرے ہفتہ میں شہر کیا تھا کہ اب نیا میں چار ہزار عیسائیوں نے بغاوت کردی ہے۔ مگر باب عالی نے اس کی باضابطہ تردید کی۔

یونانی تارپیڈو کشتی موسومہ کنارس نے آسٹریا کی کمپنی کا جہاز مقروا گرفتار کرلیا ہے جو جزیرہ یکیہ تھوس پہونچا دیا گیا۔ اسپر ۷۰ ترکی بحری سپاہی اور دو ڈاکٹر مقید ہیں۔ ترکی ڈویژن کشتیر سوار تھے۔ ٹائمز رقمطراز ہے کہ دولمبین سمندر سے ان ہی جب سے ترکی فوج شہر پر قابض ہوئی ہے۔ لوٹ مار ہرگز نہیں ہونے پائی۔ اور خود ترکی سپاہی بلا استثناء نہایت احتیاط کے ساتھ ہر ایک چیز دام دیکر خریدتے ہیں شہر میں اب ترکی فوج کی صرف دو رکیمنیاں (دو سو آدمی) ہیں۔ ۱۴ ارسی کو یونانی فوج کریٹ سے روانہ ہوگئی۔ جسپر بحری محاصرہ ختم ہوگیا۔ اور امیر البحر دن نے یونانیوں کے تمام گرفتار کردہ ٹیکر چھوڑ دیئے۔

ٹائمز کا نامہ نگار قاہرہ پاشا پر الزام لگاتا ہے کہ اگر وہ فوراً زیادہ تعدی سے کام لیتے تو مدت کی آستھنز پہنچ گئے ہوتے۔ پھر خود ہی اس کے متعدد جواب دیکر آخر میں بڑی وجیہ قرار دیتا ہے۔ کہ مارشل موصوف نے اس خوف کو کہ باب سلطان العظم پیری شاندار فتوحات سے رشک کریں گے مجھ سے برگشتہ خاطر ہو جائیں زیادہ تعدی نہ دکھلائی۔ مگر وہ نامہ نگار خود ہی غور کریں کہ کیا ایسی بیہودہ تحریرات اور لغو خلق سے وہ اپنے تئیں دنیا کی نظروں میں ذلیل اور بے وقعت نہیں کر رہے۔ کیا آج تک کسی بادشاہ نے اپنے جرنیل کی فتح پر رشک کھایا ہے! دریا سلطان الکبر نے مارشل آدم کو فتح کھانے کے لیے بھیجا تھا کہ اب ان کی فتح سے سلطان العظم کے رشک کھانیکا احتمال ہو۔ ان سلطان کیوں نہ حسد کریں۔ اگر آدم پاشا ایتھنز پہنچ جاتا تو وہ سلطانی تخت کا بھی دعویدار ہو جاتا!!!

حضرت۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اعلیحضرت کا مدعا فقط یہ تھا کہ یونان کی صرف گوشمالی کر دیجائے۔ اور اس کے سابقیوں کو انکی کائنات بتا دیجائے۔ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یونان ایک بیوقوف بچہ ہے جو دوسروں کے بہکے میں آگیا ہے۔ اور اس کو ہمیشہ سزا کافی ہے جس سے وہ آئندہ کے لیے اپنا نفع نقصان دیکھ بھال اور سوچنے کے حوالہ ہو جائے۔ اور ساتھ ہی اسقدر علاقہ پر قبضہ کیا جاوے جسپر فتح کے علاوہ اور بھی حقوق ہوں۔ اور جسپر کسی سلطنت کو ترکوں کا اسپر متصرف ہو جانا اگر بھی ناگوار نہ گذرے۔ جو شخص ٹرکی کی موجودہ پالیٹکس کو نظر غایر دیکھتا رہے ہیں۔ اوپر یہ امر ابتدائے جنگ ہی میں واضح ہو چکا تھا چنانچہ اخبار ڈیلی کرونیکل کے ساتھ جو نقشہ یونان اور میدان جنگ کا شائع ہوا تھا اس میں جتنے صرف اسی لیے اتنے علاقہ کا ہی مفصل نقشہ درج کیا تھا۔ اور رومان کے کل تعلقات وغیرہ درج کیے تھے جس کی نسبت ہمارا خیال تھا کہ ترک اس سے آگے پیشقدمی نہیں کرینگے۔ حالات مابعد نے اس خیال کو جیسا درست ثابت کر دیا ہے۔ وہ باب ظاہر ہے سلطان العظم کی یہ ہی زبردست پیشدستی تھی کہ یورپ کی وہ تدبیریں اور اخبار بھی جو ٹرکی کے مخالف ہیں ابتداء میں شور و غل برپا کرنیکے بعد جب ہوش و حواس میں آئے تو اون کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ اگر ترک اس علاقہ کو بنشا خود چھوڑ دیں۔ تو دول یورپ کا پاس کوئی ذریعہ اون کو وہاں سے نکالنے کا نہیں ہے! اور وہ ایسا کرنے سے بالکل بے بس ہیں۔ ولایت کو اخبار ٹیلیگراف ڈیلی نیوز لکھتا ہے ہیں کہ دول یورپ میں اتحاد مشکل ہے۔ بیرونی اور روس کو یونان

کوئی الفت نہیں۔ بلکہ روس ایک طرح سے یونان کا مخالف ہے۔ انگلستان وغیرہ ممالک کو اخوت سے یونان کے سر پر ہیں نیچا سمجھا ہے کہ قسطنطنیہ اور علاقہ ملحقہ کا اصلی دار الخلافہ حقدار ہیں ہوں۔ اور یہ امر روس کو سخت ناگوار ہے۔ اس لیے وہ یونان کی طاقت بڑھی ہوئی دیکھنا نہیں چاہتا باقی رہی جرمنی۔ اوس کے قیصر کی چالوں کی تہ تک پہونچنا ہی مشکل ہے۔ تاہم سُننے اور پڑھنے سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اوسکو سلطان کی ہر طرح سے خاطر منظور ہے۔ آسٹریا کی پالیسی بھی بالکل جرمنی کے مطابق ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ٹرکی کے پاس اس وقت پانچ لاکھ سپاہی تو بالکل جنگ کے لیئے تیار۔ میدانِ جنگ اور چھاؤنیوں میں موجود ہیں۔ اور ساڑھے تین لاکھ فوج اور وہ ضرورت پڑنے پر چند دنوں میں جمع کر سکتی ہے۔ بعض انگریزوں کا خیال ہے کہ اگر سرویا اور بلگیریا کو ٹرکی پر حملہ کرنے کی اگشت کی جائے تو شاید ٹرکی تھیسلی چھوڑ دے۔ مگر واقف کار جانتے ہیں کہ اوّل تو ان ننھی سی ریاستوں کی مجال نہیں کہ آسٹریا اور روس کی خلافِ منشاء ایسا کرنے کی جرأت کریں لیکن اگر وہ کرنا بھی چاہیں تو کر نہیں سکتیں۔ سرویا نے ۱۸۸۵ء میں بلگیریا سے جو شکست کھائی تھی اوس کے بعد اوسکی فوجی طاقت پھر درست نہیں ہو سکی۔ اور جب سے پرنس الیگزنڈر تخت بلگیریا سے معزول ہوا ہے بلگیرین فوج بھی بتدریج بگڑنی شروع ہو گئی۔ اور اب تو یہ ہے کہ وہ تمام قابلیتیں اور عیوب موجود ہیں جو یونانی فوجیوں پائے گئے۔ کاغذ دن پر بلگیریا کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ اور پانسو توپ میں ظاہر کیگئی ہے لیکن وہ ستر ہزار سے زیادہ میدانِ جنگ میں نہیں لا سکتی۔ ہر سال ۴۰ ہزار رنگروٹ قابل بھرتی ہوتے ہیں جن میں سے مالی مشکلات کی وجہ سے فقط بیس ہزار لیے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں بلگیریا میں باربرداری کے لیئے بیل خانوں اور ترسیل سامانِ جنگ اور رسد کا ابتک کوئی انتظام نہیں ہوا۔ الغرض، وطنِ یوروپ کا وہ حصہ جو ٹرکی کے مخالف ہے شرائط صلح کے شائع ہوتی ہی اسکی کشمکش دنیا میں پڑ گئی۔ اور ٹرکی نے تھیسلی پر ادائی قبضہ کرنے کا انتظام بھی شروع کر دیا۔ جرمنی کے کارخانوں اور اجارہ داروں کو مئی ہی میں تھیسلی کی ریلوے لائینوں کو بڑھا کر ٹرکی کی سالونیکا سے سطر ریلوے لائین سے ملا دینے کا کام سپرد کر دیا گیا۔ اور جب تک کہ دول یوروپ آپس میں کوئی بات قرار داد نہ کر لیں قسطنطنیہ سے دیکر ڈوموکوس تک ترکی ریلوے جاری ہو گئی ہوگی۔ اور ہر طرح کا سامان دوونِ میں دار الخلافہ سے وہاں تک پہونچ سکیگا۔ اس سلسلہ کو مکمل کرنیکے لیئے ترکوں کو فقط سالونیکا سے سطر ریلوے کے ٹیشن کاراوریا سے براہ الاسونا لاریسا تک اور سطر سے شاموس تک لائینیں بنانی پڑینگی۔ اور اس وقت ترکوں کو اس علاقہ سے بجز نکالنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ اپائیرس میں یونانیوں کی بدعہدی کی کیفیت پائونیر حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

علاقہ اپائیرس کے آخری لڑائی میں بھی یونانی فوج کی کامل بزدلی اور بے ترتیبی جس کی تفصیل اس لڑائی میں یونانیوں پر منقدہ مصیبتیں نازل ہوئیں نہایت نمایاں طور پر واضح ہوئی اور اس سے ارنکی سینکڑوں جانیں محض بے سود ضائع ہوئیں۔ اگرچہ یونانی گورنمنٹ دوڑا دوڑا کر اپنے پیچھا ہٹا کر نکی بابت درخواست کر چکی تھی۔ اور اب عالی کیطرف سے چند گھنٹوں میں جواب موصول ہونے کی توقع تھی۔ گورنمنٹ مذکورہ کے نیول مانوس کی تجویز کو کہ اپائیرس پر حملہ کر کے کچھ علاقہ لیدینے کی کوشش کیجائے۔ نہ کہ ترکی فتوحات تھیسلی کا کیسے۔ جواب بہ سکے منظور کر لیا۔ یونانی فوج پنچی پر گاڈیا نرتکی نام پہنچ پر ہے سکتیاب ہو کر آڑا کو بھاگ آئی تھی۔ اوسکی جمعیت کیسقدر مجتمع ہو گئی تھی۔ اور چونکہ ترکوں کو نئی پوزیشن حودہ ہیم کو بالکل پامال کرنیکے لیئے اونکا تعاقب کرنا پسند نہ کیا تھا۔ کرنیل مانوس کو خبط سوجھا

کہ ترکوں کو اون مقامات سے ہٹوا دینوں سے فوج کر لیئے ہیں۔ بنکلیشی کی آخری جان توڑ کوشش کر کے جانچنے کا رستہ یونانیوں کو لیئے صاف کر دے مگر یہی کوشش ایسی وقت صعب کہ یونان ٹرکی سے گلو خلاصی کرا لے جانے کیلئے یورپ کو پاؤں پڑا ہوا تھا ترکی بدعہدی اور بے ایمانی جس کا خمیازہ بہت بُری طرح اوٹھانا پڑا۔ اپائیرس کی یونانی فوج تھیسلی کی یونانی فوج سے بہتر اور ترکی فوج اپنے تھیسلی والے ہمایوں سے کمزور تھی لیکن نقصان نظام اور بے ترتیبی نے یونانیوں کا تمام کھیل بگاڑ دیا۔ کرنیل بریکاتزی بریگیڈ کمانڈر نے احکام کی تعمیل کرنے کی بجائے من مانی کارروائی کی جس سے کرنیل مانوس کی کل تجاویز خاک میں مل گئیں یونانی سپاہی بیشک جان توڑ کر لڑے لیکن ہند جنگلوں میں نری بہادری کسی کام کی نہیں۔ اس قدر بھی یونانی خونناک کشت وخون کے ساتھ آرٹا کو بگاڑ دیئے گئے۔ سات توپیں وغیرہ اور ایک ہزار کم ہو گئے۔ اور پھر ترکوں کو متوجہ ہونا پڑا کہ اگر چاہیں تو بھگوڑوں کا تعاقب کر کے انکا نام ونشان معدوم کر دیں۔ مگر بہادر ترکوں نے ایسی امروں پر وار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

یونانیوں کے اس لڑائی میں ۱۹۱۲ء کی کو مقام آردوس ختم ہوئی۔ کل دو ہزار مقتول اور تقریباً دو ہزار زخمی ہوئے۔ ترکوں کے ۱۰۰ شہید اور سات سو زخمی ہوئے۔ ۲ دو موکوس کے تمام سرحدی کو یونانیوں نے، اسی کی رات کو خالی کر دیا۔ یونانیوں کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ترکی فوج کا میسرہ جو بہت آگے بڑھ گیا تھا پہلو پر سے ہو کر پہلکو عقب پر آئیگا۔ اسی لڑائی سخت جانگداز ہی نہ تھی بلکہ کئی پہلوؤں سے نہایت دلچسپ بھی تھی۔ فرسالے سے دو موکوس تک ۱۷ میل کا فاصلہ ہے۔ ترکوں کو غنیم تک پہنچنے سے پہلے یہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔ اون کو آرام لینے یا کھانا کھانے کیلئے کوئی وقت نہ ملا جس قدر رستی ہوتی جاتے تھے وہ خود آدو موکوس کے میدان میں داخل ہو کر صف آراء ہوتے جاتے تھے مگر یونانیوں کو اپنے توپخانوں کی زد صحیح تیار کرنے کی کافی مہلت مل گئی تھی لڑائی کے شروع ہوتے ہی ایک پہنچو والا گولہ ایک ترکی پلٹن کے وسط میں گرا۔ مگر حافظ حقیقی کے فضل وکرم سے کوئی ترک زخمی یا شہید نہیں ہوا۔ دو موکوس کے مقابل کے ٹیلے نے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے ترکی حملہ آور پلٹنوں کو عمدہ پناہ دی۔ مگر اوسکی داہنی بائیں طرف کی ترکی باتریاں غنیم کے گولوں کی عین زد میں تھیں جن کی لگاتار بارش کو ترک دلاور نے کمال استقلال اور شجاعت سے برداشت کیا۔ اوپر گولہ پر گولہ برس رہا تھا اور انکی شرائٹے دار آواز مسلسل گولہ باری کی وجہ سے ایک خوفناک کارخانہ کے شور کے مشابہ تھی۔ ایک یونانی گولہ سے ایک ترکی توپ اپنے مقام سے گر پڑی۔ اور توپچیوں کو یہ توپ وہیں چھوڑ کر اپنی توپوں میں کچھ عوصہ کیلئے بھی پناہ لینی پڑیں۔ مگر اوس توپ کو دو گولہ انداز یونانی گولوں کی تابڑ توڑ برسات میں اپنی توپ کو چھوڑ کر نہ گئے۔ یونانیوں نے توپ کو گرا ہوا دیکھکر اوس کو بالکل غنیمت دانا اور اسکے لیئے کل گولہ باری اوسپر مجتمع کر دی تھی۔ یہ توپ کا خاص افسر نکار جو عسکر قاہرہ کے ہمراہ تھا لکھتا ہے کہ ان دونوں جانباز گولہ اندازوں کے اردگرد وہ فنی جہنم موجزن ہو رہا تھا۔ خار دار گولے اون کے سروں پر پھٹ رہے تھے۔ مادر گروی گولے اون کے قدموں میں زمین کو چھلنی بنا رہے تھے۔ مگر یہ بہادر اپنی جگہ سے ایک انچ ادھر اُدھر ہونیکا نام نہیں لیتے تھے۔ رات پڑنے پر ہمیں ترکی فوج کو عقب کو ہٹتے آیا۔ اور نرش خاک کو پھر بنا بنایا کانوسوں نے تکستہ صندوقوں کو جمع کر کے ہمیں نے آگ سلگائی۔ اسے دیکھکر کئی زخمی سپاہی ہسپتال جانے سے پہلے اپنے کو زور جسموں کو گرم کرنے کیلئے میرے پاس جمع ہو گئے۔ ایک افسر کی بائیں آنکھ کے اوپر گولی کا سخت زخم تھا مگر وہ نہایت زندہ دلی سے دن کی سرگزشت سناتا رہا۔ ایک سپاہی کے شانہ سے گولی وارپار نکل گئی تھی جس کی اوسنے قطعہ مرہم پٹی کو

مطلقاً کوئی پروا نہ تھی لیکن بعض سپاہیوں کو ایسی شدید زخم پہونچے تھے کہ جسم کے ذرا سی حرکت کرنے پر ان کو درد پہنچتا کرتا تھا اور ایسے مضطر بے اختیار آہ کے ساتھ یہ کلمہ نکل جاتا تھا۔ اے اللہ ہم پر رحم کر۔ ان غریب بیمار زخمیوں کی یہ دردناک نظارہ جو ہمارے پاس جمع ہوگئے تھے مجھ کو مدت العمر فراموش نہیں ہوگا۔

میں آہستہ آہستہ پر ترکی توپخانہ کی قابل تعریف استقامت اور مضبوطی کی شہادت دینے میں نہیں رہ سکتا۔ اوس کو یونانی مورچوں پر دو میل کے فاصلہ سے گولہ باری کرنی پڑی۔ اور شب سے یونانی باتریوں پر جو بلندی پر تھیں حملہ کرنے میں اوس کو ایک ایسی مشکل لاحق تھی غالبہ اوسکی نقل و حرکت کو بخوبی معلوم کر سکتا تھا۔ باین ہمہ ترکی توپ خانہ کو صرف دو آدمی شہید اور سات مجروح ہوئے۔ مگر ترکی فوج پیدل کو بہت نقصان اوٹھانا پڑا۔ مجھ کو میدان جنگ کا ایک حصہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو مرے اور زخمی بالا تمیز ایک ہی جگہ میں پڑے تھے۔ زخمی سپاہی کے پہلو پہ پہلو جس کی دہین مردہ پڑی کچلا رہی تھی۔ دوسرے کی لاش پائی جاتی تھی جس کا جسم گولہ نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا دیا ہوا تھا۔

جس ترکی دستہ نے غنیم کے قلب پر حملہ کیا تھا۔ اوسکی دلاوری بہت ہی قابل تعریف ہے۔ کل دو ران جنگ میں یہ پہلی دفعہ گولہ باری کی زد میں آیا پڑا۔ لیکن اوسنے غنیم کے کئی نہایت ہی محفوظ مورچوں کو جہاں غنیم تعداد میں نسبتاً زیادہ تھے۔ بجوش تمام فتح کر کے خاص امتیاز حاصل کیا۔

پندرہ ہزار ترکوں نے ۱۸ ہزار کی صحیح سالم گوڑوں کا تعاقب کیا۔ یونانی سپہ سالار دس ہزار فوج درہ فوركا کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر باقی فوج لاریسہ کو بٹالیا تھا۔ اس درہ پر آٹھ روز تک مذکورین میں گولہ باری ہوتی رہی۔ اس مدت تک یونانی اپنے مورچوں پر قابض رہے۔ مگر صبح ہوتے ہی ۱۹ ویں کو موضع ترازا کو جو لاریسہ اور فوركا کے درمیان ہی مشرق کے ترک بھی تعاقب کنان آگے بڑھے چلے آئے اور دن بھر دنکی لڑائی شروع ہوگئی۔ ترکی رسالہ غنیم کا عقب روکنے کے ارادہ سے اوسکو پہلو سے گذر گئے۔ یونانی دن بھر متواتر گولہ باری کرتے رہے جس سے اکثر ترکی سوار مارے گئے۔ لیکن سواروں کی اس مردانہ حرکت سے یونانی کیلئے کوئی راہ فرار نہ رہ گیا تھا کہ اتنے میں التوائے جنگ کا حکم پہونچا۔ معرکہ آرائی ختم ہوگئی۔ یونانی ۳۰ میل کو لاریسہ کو ہٹ گئے۔ اور ترک درہ فوركا چھوڑ کر قدیم سرحد سے پیچھے ہو گئے۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کرتا ہے کہ ترک فاتحین یونانیوں کو درہ فوركا سے بھگا کر اون کی عقب کی فوجکا جو یرا بھاگی جا رہی تھی پوری سرگرمی سے تعاقب کیے چلے جا رہے تھے کہ یونانی سپہ سالار کا قاصد التوائے جنگ کی درخواست لیکر آپہونچا۔ سیف اللہ نے پیغام کو فوراً مارشل آرہم پاشا کے پاس جو ڈوموکوس مقیم تھے روانہ کر دیا۔ اور جواب آنے تک دونوں فوجوں نے لڑائی کو ملتوی کر دیا۔ اس تعاقب میں ترکوں نے ساٹھ یونانی گرفتار کیے۔ مارشل موصوف کا جواب موصول ہونے پر باقاعدہ ہتوا کر دیا گیا۔ اور یونانی فوج لاریسہ کو ہٹ گئی اور ولیعہد نے اوس کو مقامات لاریسہ مولو اور تھر موپالی میں تقسیم کر کے اپنا ہیڈ کوارٹر تھرموپالی میں قائم کیا۔

ریوٹر کا نامہ نگار جنگ ڈوموکوس کے بعد مندرجہ ذیل تار خبر یونانی مخبروں کی نگرانی سے بھیجے گئے ایتھنز سے برابر بٹلنڈی ارسال کرتا ہے۔ کہ وہ اتھنز میں کے دوران پر ہٹ آنے کے بعد ولیعہد یونان کی فوج نے پرانی سرحد کے اون درہ پر جن سے لاریسہ کو راستہ جاتا تھا

قیام کیا کہ مثل سناسس کی ڈھنٹ ڈھ آواز اضطراب سے سنی گئی یہ رجمنٹ جو فائر لائن قلب لشکر کے سلسلہ مورچہ آرائی مین شامل تھی نا معلوم دہشت وخوف سے گھبرا کر یا کسی اور ناقابل بیان وجہ سے درہ کو چھوڑ کر جس سے آمیسکا راستہ سطر ہی بالکل پیچھے خط ہو گیا۔ سب ہی لاشیہ کو بھاگ گئی جہان وہ کمال بے ترتیبی سے دوڑتی ہوئی سپاہی بے تحاشا جنکین چیکھاڑین مارتے ہوئے اور کوئی اون کو روکنے والا نہ تھا سپاہ کو ایسا بے سر دیکھ کر تیدیون کے نگہبان داروغہ اور دستون نے خیلخانہ کا راستہ لیا۔ اور اون کے دروازون کو توڑ کر تمام قیدیون کو رہا کر دیا۔ دوسری روایت ہی کہ حاکم شہر نے اون لوگون کی استدعا پر خود خیلخانہ کے دروازے کھولدیئے غیر ارادی کیطرح ہوئی ہو تیدیون نے جیل سے نکلتے ہی دوکانون کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ولیعہد بہادر جو رات کو دہان پہونچ چکے تھے شور وغل سنکر فوراً اور دی ہین امن قایم کرنے کی توقع سے چوک کو روانہ ہوئے مگر رہا یا اور خود سپاہیون نے نفرین کے نعرون سے اونکا موڈھا پھیر دیا۔ ایک سالہ سوارون کا شہزادہ صاحب کی اردلی مین تھا۔ وہ ملتفت کہنے لگا ہی تھا کہ شہزادہ نے اوس کو روکدیا۔ اور حکم دیا کہ فقط مفسد سپاہیون کو جمع کر کے کیمپ مین لیجاؤ۔

التوائے جنگ کے بعد کے واقعات اور یورپین مدبرین کی آرائے۔

ہفتہ روان مین شرائط صلح کے گفتگو کے متعلق کوئی خبر یورپ سے بذریعہ تار موصول نہین ہوئی۔ پچھلی ہفتہ کی آخری خبر یہ تھی کہ افواہ ہے کہ سلطان اعظم شرائط مین تخفیف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہین۔ مگر توفیق پاشا کے اس بردست لفظا کے بعد جو ملک بزور شمشیر مسلمانون کا خون بہا کر فتح کیا جاوے۔ وہ بروحی شریعت اسلامی واپس نہین دیا جا سکتا۔ ایسی ذواہون کو کسی توقعت کی نگاہ سے نہین دیکھا جا سکتا۔ بہرحال صورت حال ایسی نازک اور پیچیدہ ہے کہ کوئی مدبر اس وقت کسی حکمی رائے کا ظاہر کرنے کی جرأت نہین کر سکتا۔ کہ معاملہ آخر کار کیا رنگ پکڑے گا۔ گو خاموشی بظاہر یہ بتاتی معلوم ہوتی ہے کہ سلطان اعظم اس معاملہ مین بازی اب تک نہین تو عنقریب لیجانے والے ہین ہم اس موقعہ پر یہ بیان کر دینے سے باز نہین رہ سکتے کہ ٹرکی و مصر کے متعلق وزرائے انگلستان کی غلط خارجیہ حکمت عملی اور دہان کی بعض ناعاقبت اندیش متعصبین کی زہر آلود تقریرون اور تحریرون سے جن بدنتائج کے پیدا ہونیکا قوی اندیشہ تھا۔ اور جن سے بچنے کیلئے ہم بار بار اپنی گورنمنٹ کو مشیرون کو متنبہ کرتے رہے ہین اب اون وجہے نتیجون کے حادثہ ہونیکو بدرجہ آثار نزدیک وار ہو گئے ہین اور زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ ان آثار سے متنبہ ہونے کی بجائے وزرا سلطنت اپنی اوس پالیسی کو آخری دم تک تباہ لے جانے ہین اور زیادہ تہمک ہو گئے ہین لیکن ہم سابق مین کئی دفعہ ایسی شرح وبسط کساتھ بحث کر چکے ہین کہ اب اور زیادہ کہنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ اس لیئے اس بحث کو یہین چھوڑ کر ہم اصل مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین۔

التوائے جنگ اور شرائط صلح کی مفصل کیفیت جنگ کو آخری ہفتہ کے حالات مین درج ہو چکی ہے۔ اس کے بعد دوسرے ہفتہ (۲۸ جنوری ۱۸۹۷ء) کے حالات اور توضیحات پیٹرزبرگ کا نشنل نامہ نگار حسب ذیل رقمطراز ہے:۔ ٹرکی یونان اور دول کے درمیان مصالحت کرانا بجائے کوٹلے ہونے مین غائب بہت ہو گیا۔ اور پھر بھی نیک نتیجہ برآمد ہونے کی بہت کم اشخاص کو امید ہے۔ جنگ غیر محدود عرصہ کیلئے ملتوی کر دیا گیا ہے لیکن دونون فریق لڑائی چھڑ جانے کے برابر منتظر ہین۔ یہ عام خیال ہے کہ عنقریب لڑائی عنقریب ہونیوالی ہے اور اتساق یورپ کو

جو از تھا کہ ہم نے جنگ عظیم کو روک لیا ہے وہ پورا نہیں ہوگا۔ شرائط صلح پر ضرور بہت کچھ بحث مباحثہ ہوگا۔ اور کئی مدتوں کو اندیشہ ہے کہ کہیں اس طویل بحث مباحثہ کی کشمکشتان اور آخری فیصلہ کی تفصیلی مدارج مین دول یورپ کا اتفاق غیر ممکن نہ ہو جائے کیونکہ اکثر مسائل سے دول عظام مین سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ذاتی غرض وابستہ ہوگی۔ ہفتہ روان کے شروع مین ہم نے یہ بھی دیدی کہ اگر یونان سے یہ وعدہ نہ لیا جاوے کہ وہ دول کی پیشکردہ شرائط کو بلا تامل تسلیم کریگا تو عین اتفاق سے بائکل الگ ہو جائیگا۔ مگر آخر کار دوسری طاقتون نے اوسے اس شرط پر اصرار نہ کرنے پر راضی کر لیا۔ دو تین دن کے بعد انگلستان اکڑ گئے کہ اگر ٹرک کو تاوان جنگ کو ادا ہونے تک تھیسلی کے کسی حصہ پر قبضہ دلایا گیا تو ہم اتفاق سے علیحدہ ہو جائین گے۔ اگر انگلستان ایسا کر گذرے تو مجبان یونان کی مراد پوری ہو جائے۔ اخبار ڈیلی کرانیکل تو مدت سے لارڈ سالسبری کی یہی مشورہ دے رہا ہے۔ یہ ویٹیکل پر یہ لکھتا ہے۔ کہ اگر موجودہ حالت قایم رہی تو یونان جلدی روس یا جرمنی کے اقتدار مین ہو جائیگا۔ اور ہر دو صورتون مین انگلستان کا اثر بلیو انٹ دسٹرقی یورپ سے بائکل زائل ہو جائیگا۔ اس لیئے بہتر ہے کہ انگلستان اتفاق سے علیحدہ ہو کر بائکل آزاد ہو جاوے۔ اور اپنی اغراض کی حفاظت کیلئے من مانتی کارروائی کرے۔ ہمین وہ آجکل تینون قیصرون کا محض غلام ہے دگر لارڈ موصوف بخوبی سمجھتے ہین کہ یہ غلامی ہی کئی مصیبتون اور خطرون کو روکے ہوئے ہے۔ ایڈیٹر)۔

اس ہفتہ ٹرکی اور روس مین بھی کچھ مغایرت سی پیدا ہونیکے آثار ظاہر ہو گئے ہین۔ لیکن یہ مغایرت غائبا عارضی ہوگی سلطان اعظم نے گوزار کی محبت آمیز اور پر جوش ٹیلیگرام والی درخواست کو پہلے ہفتہ بڑی خوشی سے منظور کر لیا تھا مگر اذکا یہ لہجہ زیادہ تر جرمنی کیطرف ہے۔ اونہون نے قیصر کو تار بھیجکر اوسکی سابقہ دوستانہ صلاح و مشورہ کا ادا رکیا ہے۔ اور آئندہ کیلئے اس دوستانہ سلوک کو جاری رکھنے کی درخواست کی ہے سلطان اعظم نے قیصر کو چند پرانی جرمن توپین بھی جو ترکون نے مدت ہوئی (سلطان سلیمان و سلیم وغیرہ کے عہد مین) چھینی تھین بطور تحفہ ارسال کی ہین۔ علاوہ بریں خود شرائط صلح مین یہ امر موجود ہے جن سے جرمنی اور روس مین بگاڑ ہو گیا ہے جرمنی چاہتی ہے کہ جب تاوان جنگ معین ہو جائے تو یورپ اوسکی ادائے گی کا ذمہ لے اور یونان کے حصہ مال پر اپنی نگرانی قایم کرے۔ روس اسکو پسند نہین کرتا۔ اوسکی رعایا مین کسی نے یونان کو تو قرض نہین لیا اور اس لیے روس مجلس نگرانی کا ممبر نہین ہو سکیگا۔ مگر اوسکی یہ دلیل قبیح ہے۔ اگر روس نے بالاشتراک دوسری طاقتون کے تاوان جنگ کی ادائگی کی ذمہ داری کی تو وہ اس سے بہتری کا مستحق ہو جائیگا۔ روس کی نارضامندی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یونان کا قوی ترین خصم کہ مالک جرمن ہین۔ اور اس لحاظ سے مجلس نگرانی مین اور کی پلہ بھاری رہیگا۔ روس اس کے مقابلہ پر تجویز پیش کرتا ہے کہ یونان کو تاوان جنگ کے تین اپنے تاوان جنگ مین جو ٹرک سے مشترکہ کی لڑائی کی بابت لیا ہے یا لینا ہے بمحسوب کر لیا جاوے۔ اور اگر دول یورپ اسے منظور کر لین تو بھی یونانی حصہ مال کی نگرانی کو ایک مجلس مقرر کرنے کی تجویز سے اختلاف نہ ہوگا۔ روس کی تجویز سلطان اور یونانیون دونون کو پسند نہین۔ سلطان نقد روپیہ پر اس بلمقابل بحرانی کے کب تیار ہو سکتے ہین۔ اور یونانیون کو یہ گمان ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح تاوان کی ادائگی سے بچے رہین گے۔ علاوہ بریں وہ جو مسنون سے بڑھکر رقمون سے متنفر ہین۔ اور روس کو روپیہ ادا کرنا تو درکنار

روس کا مقروض بننا گوارا نہیں کرتے۔

روس اور جرمنی میں سنا جاتا ہے اور بھی کئی باتوں میں نااتفاقی ہے۔ یہ نااتفاقی ایسی نہیں کہ ایک دوسرے کا کھلم کھلا مخالف ہو جائے۔ جرمنی ایسی پیوتوف نہیں۔ مگر اتفاق رائے ہونا بھی غالباً مشکل ہے۔ اور ایسا خلاف اتفاق یورپ کو یا بگل تمکر کر دیگا۔ مسئلہ کے جو تازہ ترین صورت میں جرمنی کا طریق عمل تھا سے کہ نہیں رہا۔ بظاہر تو وہ روس کے ساتھ شریک رہا ہے اور باطن میں اپنی تجاویز و مقاصد کی تکمیل کرتا رہا ہے۔ ان تجاویز و مقاصد کا ہم کو علم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ سب بات کا ذریعہ یا انکا نتیجہ یہ ہے کہ برلن اور قسطنطنیہ کے امپراطوری خانوادوں (یعنے قیصر جرمن اور سلطان اعظم) میں نہایت ہی پختہ و دوستانہ اتحاد و تعلق پیدا کیا جاوے جب سے موجودہ قیصر تخت نشین ہوئے ہیں وہ سلطان اعظم کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنے میں سخت شوق ظاہر کرتے رہے ہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پرنس بسمارک روس کی نسبت ہمیشہ یہ کہتا رہا ہے کہ اگر وہ فرانس سے بڑھ کر نہیں تو اس کے برابر جرمنی کا دشمن ہے۔ ممکن ہے کہ قیصر کا خیال یہ ہو کہ ٹرکی کو پھر مضبوط و توانا کر کے اپنے ملک کو روس سے بچا لیوے اس سے مزید حفاظت کا کام لیا۔ اور وہ ٹرکی کو مضبوط کرنے میں بہت کچھ کامیاب ہو گیا ہے۔ موجودہ ترکی فوج جتنے بہترین و قابلترین جرمن جنگی افسروں سے تولد سکھی تربیت پائی اور اون کے زیر کمان ہے۔ ایک ایسا زبردست لشکر ہے کہ روس اپنی آئندہ کی خاطر جیسے تجاویز ہو رہی ہیں اوس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اگر قیصر جرمن بھی اور مزید کارروائی کر سکتے اور ٹرکی میں اپنی رعایا کی معرفت ترکی تجارت۔ مالی حالت اور صنعت و حرفت کو ترفع دے سکتے ہوں۔ اور وہاں کے مختلف محکموں کو پاشاؤں کے کمنڈ نظام سے نکالکر انمیں پرشیا کے دیانتدار ملکی عہدہ داروں کے اہتمام کو مروج کر سکیں تو سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ایسی مضبوط ہو جاتے جیسی کہ کسی مضبوط سے مضبوط یورپین قوم کی سلطنت کی ہے ہر کیف قیصر موصوف اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ اونسے ترکی فوج کی اصلاح کر دی ہے۔ تجارتی رفوغ کے متعلق اپنی تجاویز کی تکمیل میں مصروف لگا ہوا ہے۔ اور اگر بگل وہ اسطرح سلطان اعظم کا رازدار و حقیقی رہنما بھی اور دوست ہو جسطرح آرمنی مشکلات کے تعلق روس ہمارا غبار شیڈ کا نامزد نگار قسطنطنیہ سے کہتا ہے کہ جرمنی سلطان اعظم کو نہ صرف متفقہ یورپ کی خواہشات کا معاملہ کرنے اور روس کی آفتاد سے رہائی پانیکی تحریک کر رہا ہے۔ بلکہ ایشیا کوچک کی ریلوے لائینوں و قلعہ بندیوں میں مختلف نہایت کارآمد اصلاحات و اضافوں کی اصلاح دے رہا ہے ان اضافوں کا مدعا بادی النظر ہی میں روس سے حفاظت کرنا معلوم ہوتا ہے (نامہ نگار جو کچھ قیصر جرمن کی نیک ارادوں اور دوستانہ مرقومات کی نسبت لکھ رہا ہے وہ بجائے بسا لکھ کر ہائیں تبصرہ ہے۔ لیکن وہ قیصر موصوف کو ٹرکی کی اصلاحات اور مضبوطی کا بانی مبانی بتلانے میں سخت غلطی پر ہے۔ ان تمام ترقیوں اور ٹرکی کی حیات تازہ کی روح رواں عبدالحمید خان ہی کی ذات والا صفات ہے۔ اور وہی اس ٹیڑھ کا ناخدا ہے قیصر جرمن اور دیگر ہمدرد خوانان سلطنت بمنزلہ امضاء اور مویدین کے ہیں۔ ایڈیٹر)

قیصر یہ چال ایسی علانیہ طور پر اور اصرار کے ساتھ اختیار کیے رہے کہ تنگ آکر اوسکو جرمنی مدعوین مکنت ٹرکی و روس میں بیگانہ کرا دیتے کیونکہ یہ سراسر بیڑے استقلال کے ساتھ کر رہا ہے۔ رسمی گرمنٹ جرمنی کی اس آزادانہ روش پر ناراض ہی نہیں ہے بلکہ اپنی ناراضی کو چھپانا بھی نہیں چاہتی۔ اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار اوڈیسہ (جو بحر روس کا بندرگاہ ہے) سے لکھتا ہے کہ بلقہ کو خشکی میں روسی نیچے کے صلح سے

اشہ قیصر و خلفان اعظم کی پہلی ملاقات کی مختصر کیفیت بابت سال ۱۸۹۷ء حکومت ہندوستان نے شائع کر دی ہے۔ اس میں کہ دیا ہے کہ قیصر کو ۱۸۹۸ء میں مدعو ہونے کی تاریخ ہونے سے ہمارے نظام الدین گزٹ مفصل حالات کے لیے دیکھو ۱۸۹۸ء کی آخری طبع ہی۔ کمپیل

اور عرض معروضات کو مؤثر اور گراں بہا بنانے کے لیے ظاہر کر دیگا ہے۔ کہ روسی بیڑہ جہازات (ہمائی کو) سباسٹوپل سے روانہ ہو گیا ہے جو دمانہ باسفرس کے قریب مزید احکام کا منتظر رہیگا۔ روس کی سرکاری جماعتوں میں مشہور ہے کہ اگر سلطان المعظم اون شرائط صلح کو جنہیں دول یوروپ باہم اتفاق کر کے پیش کریں قبول کرنے سے انکار یا مخالفت کریں گے۔ تو دمانہ باسفرس کو بحیرہ اسود کا روسی بیڑہ اور آبنائے دارڈنیلز کو بحیرہ روم کا انگریزی بیڑہ بند کر دیگا۔

پس ظاہر ہے کہ اگر ٹرکی اور یونان کی نسبت فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ یوروپ کا کہنا مان لینگے۔ پھر بھی خود دول عظام کے درمیان بیسیوں مختلف فیہ مسائل موجود ہیں جن کی وجہ سے کسی بات کا قرار پانا بہت کٹھن امر ہوگا۔ اور جنابان ہن دول کے اتفاق کی نسبت بہت متردد رہیں گے۔ مگر ترکون اور یونانیون کا کہنا مان لینا بھی آسان بات نہیں ہے۔ یونان کو گھنڈ ہے اور ٹرکی کو اول کھول کر ٹرکی موقعہ نہیں ملا شاید اسی لیے وہ ابھی تک جنگی تیاریون میں مصروف ہے۔ ایڈیٹر ڈیلی ہیرالڈ اور دوسری طرف لوگون کو یقین ہے کہ یونان تو صرف شیخی بگھار رہا ہے۔ اور ٹرکی واقعی لڑنے پر مستعد ہے۔ اخبار سپیکٹیٹر کا نامہ نگار سہلام بول سو کہتا ہے کہ ترکون کے دلون میں یہ بات خود بخود اُٹھ رہی ہے کہ دوسری لڑائی ہونیوالی ہے پچھلی لڑائی جس کا صرف ایک پیش خیمہ ثابت ہوئی عام توقع ہے روس کے ساتھ لڑائی ہوگی مگر ترکون کا اپنا اختیار ہو تو وہ مصر سے نکالنے کے لیے انگریزون کے ساتھ جنگ کرنے کو ترجیح دینگے۔ ٹرکی میں ہنگستان عام اور سخت مخالفت و عداوت پھیلی ہوئی ہے۔ ایسی کیفیت پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اور اگر سلطان المعظم کا منصب خلافت جس کا اقرار یہ ہو گیا ہے مصر یا ہندوستان میں کوئی مشکل برپا کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ تو ترک اس موقعہ سے فایدہ اوٹھانے سے دریغ نہیں کرینگے انجام ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار پیرس سے تحریر کرتا ہے کہ ایسا موقعہ عنقریب ترکون کو قیصر جرمن کے عمل درآمد ہونیوالا ہے۔ اون کا منشاء مسئلہ مصر کو اوٹھانا ہے مگر فرانس کے مفاد کیلیے نہیں۔ بلکہ سلطان المعظم کے اغراض کو مدنظر رکھکر۔ یہ بھی ہے کہ ہنگستان فوجیں ہٹاکر ترکون کے دخل کے لیے جگہ خالی کر دے۔

فرانس کے دارالوکلاء میں شنبہ کے دن (۲۲ مئی) گورنمنٹ فرانس سے سوال کیا گیا تھا کہ مشرقی مسئلہ کے قضیہ میں یوروپ کے اتفاق اور فرانس کی بحیثیت ہونے ایک ممبر دول اتفاق کے کیا فایدہ بخش کارروائی کی ہے۔ مانسیو ریمانو نے وزیر صیغہ خارجہ اتفاق یوروپ کے فوایدا اور اوس کی حسن کارگذاری کی تعریف میں طویل تقریر کر کے بیان کیا کہ اگرچہ اتفاق جنگ کو نہیں روک سکا تاہم یہ اوسی کی طفیل ہے۔ کہ جنگ عالمگیر نہیں ہونے پائی اور اب بھی متفقہ یوروپ مغلوب فریق کے حق میں شکست کی نتایج کو نرم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ کامل یقین ہے کہ ٹرکی کو جب یوروپ کی متفقہ خواہش سے سابقہ پڑیگا تو وہ اپنے نئے اندازہ مطالبون کو ترک کر دیگی۔ مگر میرے اس بیان سے کہیں شیخ چلی کے سے خیالی پلاؤ نہ پکانے لگ جانا۔ ترکون کو نئی کیمپ مایل کرنے میں بہت مشکلون کا سامنا کرنا پڑے گا یہ بڑا مشکل کام ہے اوس کو پورا کرنے میں بہت وقت صرف ہوگا۔ اور ممکن ہے اس وقفہ میں یہ جوشی اور نشا بکاری سے کئی قسم خلل بھی پڑ جاوے۔ پس میں آپ صاحبان ممبران دارالوکلاء سے پھر گوش گوزار کرنے کی دخواست کرتا ہون جو دوسری عادتون کے ساتھ مکرمن قایم رکھنے کی تا ہنوز نباہتے ہی چلے ہیں اون نازک کام کو پورا کرنے میں اپنی تمام توجہ صرف کریں۔ شیٹھ رڈ کا نامہ نگار

پیرس سے رقمطراز ہے کہ ایم ہانوٹو کی تقریب کے ان آخری الفاظ سے جن سے آئندہ کے لیے سخت خطرات کا اندیشہ ظاہر ہوتے ہیں سامعین پر بڑا گہرا اثر پڑگیا اور دماغوں سے یہ یقین پیدا ہوگیا کہ گو لڑائی ختم ہوگئی ہے۔ مگر مشرق میں مصائب کی ہنڈیا ابھی کھول رہی ہے تیونیارک جنرل کا خاص نامہ نگار جو ترکی فوج کے ہمراہ تھا اس امر کے ماننے سے انکار کرتا ہے کہ ترکوں نے یہ گرانڈیل جنگی تیاریاں محض جنگ یونان کی تھیں۔ ترکی اس وقت سے بھی جب کہ صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ یونانی ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتے بقدونیہ اور تھیسلی میں برابر فوجیں بھیجتا رہا حتی کہ فتح کے متیقن ہوجانے کے بعد بھی ترکی نے اور ساٹھ ہزار سپاہی اپنی فوج میں بڑھا دیئے۔ اور آج سالونیکا سے بیکڑ دو کوس تک تمام شرک سپاہیوں کی وردی سے فیلگون نظر آرہی ہے۔ یعنی کامل افواج کا ایک مسلسل دریا بہہ رہا ہے جن کی تعداد جب کہ سب میدان میں پہونچ جائیں گی تین لاکھ مردانِ جرار ہوگی۔ انکو علاوہ دو لاکھ سپاہی ریزرو میں بالکل تیار رکھے ہوئے ہیں کہ بشرط ضرورت فی الفور میدان میں پہونچ جائے۔ نامہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ یہ وسیع اجتماع اور تیاریاں پچھلی جنگ کو جو ابھی ملتوی ہوئی ہے۔ بالکل تازہ کی ہوئی ہیں ڈالو دیتی ہیں انکا صرف ایک ہی مطلب ہوسکتا ہے یعنی کہ ٹرکی یورپ میں پھر اپنا سکہ بٹھانا کیونکہ تھیسلی کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ اور وہ دول یورپ کی اسیطرح پروا نہ کرے گی جسطرح کہ اوسنے یونان کو اوکی پروا نہ کرتے دیکھا ہے۔ اوسکی رائے میں گزشتہ تیس برسوں میں اس سے زیادہ نازک حالت یورپ میں کبھی درپیش نہیں آئی تھی۔ البتہ اگر سلطان کی ذاتی امن پسندی قیام امن میں مؤید ہوجائے تو تعجب نہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہر روز مسلمانوں کی روز افزوں پرجوشی اور گرمجوشی کی خبریں آرہی ہیں جو وہ خلیفہ کو دول کے مطالبات خاصکر دیا تھیسلی کو قبول کرنیسے روکنے کیلئے کررہے ہیں

یہاں انگلستان کے بعض دور اندیش جو زمانہ کے رنگ ڈھنگ کو بڑے غور و فکر سے دیکھتے رہتے ہیں فاتح طاقت کی حیثیت میں سلطنت عثمانیہ کی غیر معمولی قوت حیات تازہ کی وجہ سے کل اسلامی دنیا میں ایک عام اور خطرناک جوش پھیلنیکا اندیشہ ظاہر کررہے ہیں۔ اور انجمن اسلامیہ لندن کو جو مشکلات درپیش آرہی ہیں اوسکو اسی عام جوش کا پیش خیمہ بتاتے ہیں قسطنطنیہ سے سٹینڈرڈ کا نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ خواہ سلطان کی یہ محض بہانہ سازی ہو کہ ہم رعایا کی پرجوشی کیوجہ سے دول یورپ کی خواہشوں کو پورا نہیں کرسکتے۔ اور خواہ وہ واقعی اپنی نیت کو خلاف منشاء کچھ نہ کرسکتے ہوں جیسی صلح کہ یورپ چاہتا ہے درخت مشکل اور نہایت خطرناک پیچیدگیوں کے حاوف ہونیکا اندیشہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ٹائمز کے نامہ نگار خفیہ اسلام بول کا بیان ہی سلطان اعظم کی شبہ ہے کہ بعض مدبرین اسلامی جماعت کو یہ سمجھکر کہ اکسا رہے ہیں کہ سلطان مسلمانوں کے اغراض کی ٹھیک حفاظت نہیں کرتا۔ اسی لیے سلطان دول یورپ کی مستدل اور نرم شرائط کو قبول کرکے اپنے تئیں مورد خطر میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے اگر وہ درست ہے سلطان سلطنت عثمانیہ کو دلی جذبات کی کیفیت معلوم ہوسکتی ہے

اعلیحضرت امیر المؤمنین انور گذشتہ (۲۳ مئی) کو اپنے مجروح سپاہیوں کو دیکھنے کیلئے محل یلدز کے ہسپتال میں تشریف لیگئے جسمیں سو مجروح کے کمرہ میں داخل ہونے پر تمام سپاہی کھڑے ہوگئے مگر ایک سپاہی جو بہت ہی کمزور تھا فرش پر گر پڑا جسپر سلطان اور اٹھا کر پھر کھڑا کردیا گیا۔ تو خلیفۃ المسلمین نے اوس کا قریب جاکر ارشاد فرمایا۔ تیری سب سے بڑی تمنا کیا ہے مجروح سپاہی نے جواب دیا خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر اور فتح و نصرت پر اعلیحضرت نے ارشاد کیا یہ تو اخروی ہوئی بتا دنیا کے لیے کیا مانگو" اس پر سپاہی نے اپنے زخمی ہاتھ اوٹھا کر فی الفور عرض

یہ ماتھہ اسلام کی شان قایم رکھنے مین ٹکڑے ہوئے ہین۔ اے میرے بادشاہ میری التجا ہے کہ جو ملک اطرے سے حاصل کیا گیا ہے وہ تیرے پاشا واپس نہ دینے پائین اور اوسکی خالص عرب قومی اور جو قومی اسلامی کو دیکھکر امیر المومنین کا رویہ مبارکت روہوگیا۔ اور آنکھون مین آنسو ڈبڈبا ئے۔

وزیر عظم نے جو رپورٹ خدمت سلطانی مین پیش کی ہے اوس سے بھی یورپ کی خوہشات پوری ہوتی نظر نہین آتین خلیل رفعت پاشا صدر عظم گذارش کرتے ہین کہ کل دول یورپ اسلام کی دشمن ہین جو ترکی کو نیست و نابود کرنے کے لیئے سازشین کر رہی ہین حضور پرنور مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات مین یورپ کو مطالبات کو کامیابی کے ساتھہ مسترد فرما چکے ہین۔ اسیطرح تھیسلی کے بارہ مین اون کی خواہشون کی پرواہ نکرکے اور مستقل تصرف کیجاوے۔ آخر مین وزیر موصوف بصورت نامنظوری درخواست استعفا مرحمت فرمائے جانے کی استدعا کرتے ہین۔

انگریزی اخبار کا نامہ نگار ان توقعات پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ ممکن ہو کہ یہ سب باتین طے ہو جائین تاہم روشن اطمینان بخش نہین ہین۔ پچھلے ہفتہ امتیازات (مراعات) کی منسوخی پر بڑا زور و شور رہا تھا۔ اس ہفتہ اوسکا کوئی نام نہین لیتا۔ اور کل گفتگو تھیسلی کی بابت ہی ہو رہی ہے۔ رائٹر کا بعض اخبارات سے تھیسلی کی مجوزہ حدبندی کے متعلق بحث کرتے ہوئے ترکی کو معقول علاقہ دینے کی سفارش کرتے ہین پیرس کے اخبار یونان کا ساتھہ ہمدردی کرتے ہین مگر ساتھہ ہی انگلستان کو ملامت کر رہے ہین کہ وہ ترکون کے عارضی قبضہ تھیسلی پر کیون ایسا چلا جاتا ہے۔ ٹیلیگراف کا پیرس سے دو ہائی چار ہے کہ ترکون کو ایک انچ زمین نہین دیجانی چاہیئے۔ وہی آج صبح (۲۴ ستمبر) سوال پوچھتا ہے کہ اگر ترکی تھیسلی کو نہ چھوڑین تو اون کو کون دھکا دیکا لیگا۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ اگر تمام طاقتین متفق ہوگئین تو چھوڑنا پڑیگا اگر نہین اختلاف ہوا تو وہ نہین چھوڑین گے۔

دول یورپ تو ابھی ابتدائی بحث و مباحثہ مین گرفتار ہین اور ادہر ترکی فوجی قبضہ کی تجاویز کو عمل مین لا رہے ہین۔ فوجی تبعیہ پہلے ہی تھا اب ملکی انتظام بھی کر لیا گیا ہے۔ اور عیسائی رعایا کو واپس آنے کی دعوت دیکر اطلاع دیگئی ہے کہ اگر وہ جلدی اگر اپنی فصلین درو نہ کرین گے تو ترکون کو کاٹ لین گے۔ یونانی وزیر عظم فصل کی مالیت کا اندازہ اٹھائی کرور فرنیک (یعنی تا وان جنگ کا روپیہ) لگاتا ہے۔ ترکی توقف کرنے کی دھمکی دے ہی رہی ہے پھر یونان دس ہی بھی زیادہ چھٹی نکلتے معلوم ہوتے ہین۔ ٹائمز کو اس مرکہ پچھتہ یقین ہے۔ (شاید خود ہی یونانیون کو اشارہ کر دیا ہوگا۔ ورنہ اون بیچارون مین اب سکت کہان کہ چون و چرا کرین۔ ایڈیٹر) ٹیلیگراف کا جنگی نامہ نگار یونانیون کی طلاقہ مزاجی خام طبعی۔ اور ضبط کی شکایت کرتا ہو کہ اس سے بڑھ کر کیا سود ہوگا۔ کہ وہ جنگ کو سر پھوڑ سمجھون سے بھی سیدھے نہین ہوئے۔ اتفاق یورپ۔ بغاوت مقدونیہ۔ باقاعدہ فوج۔ مجاہدین۔ مفاد و مساعدین الغرض تمنی چیزین پرون کو سہارا تھا وہ سب تنکے کہ سرکنڈے ثابت ہوئے جو اطراون کے ہاتھہ مین چھہ گئے۔ مگر اون کو اب تک اپنی فوج ظفر موج ۱۲ اور ۱۴ ناقابل تسخیر چٹانون کی ہی مانند ہے۔ اور کہتے ہین کہ ہم کسیون ملک یا کوئی تاوان جنگ دین یا اسیطرح کی تکلیف یا خسارہ برداشت کرین مگر پھر بھی بعض توقعات کی رنگین منطق نے انکی آنکھین کھولدی ہین۔ وہ اپنی خفیہ انجمن ہ اتحیکی ہٹایا کو جو اون کل مصایب کا باعث ہوئی تھی تحت اللثین

کر رہے ہیں۔

ایم ٹیلانی سابق وزیر اعظم اپنے اخبار پر دیامین انجمن مذکور پر الزام لگاتا ہوکہ اسنے گورنمنٹ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ فوج کے نظام کو برباد کیا جنگ کے دوران میں رعایا کو سخت تنگدلی سے تاخت و تاراج کیا۔ اور اوس نے بقیہ سپاہیوں کے گروہ مقدونیہ میں بھیجکر ترکوں کو اعلان جنگ پر مجبور کیا۔ اور جب لڑائی شروع ہوئی تو اوس کے کارندوں نے کسرٹ کو چٹ کر کے میدانِ جنگ کو پیٹھ دکھائی اور راستہ میں وہ لوٹ مار کی جس کی دشمنوں سے بھی توقع نہیں ہوسکتی تھی تھیسلی کی رعیت کو ان نے برباد کیا۔ اور ڈوموکوس کی ہزیمت کے بعد تسلیدیوں سے مکر لاتیہ کرا دینہوں نے ہی تاراج کیا۔ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ انجمن کے دفتر کو ضبط کرلے۔ مگر اس میں اس قدر بڑے بڑے مدبر بھی شامل ہیں۔ کہ گورنمنٹ ایسا کرنے کی جرأت نہیں کرسکتی۔ اس خفیہ مفسد انجمن میں بدمعاش ہی بدمعاش اور معزز سے معزز شامل ہیں۔ ایسی نامہ نگار کی رائے ہو کہ یونانی تربیت یافتہ سپاہی نہیں۔ اور ہمارے سپاہ کے مطابق اوں کو ہرگز سپاہی نہیں کہا جاسکتا۔ سب نامہ نگار متفق القول ہیں کہ سرے پاؤں تک بدنظمی یونانی فوجیں گھر کر چکی ہے۔ اور انسون کی نظامیت کے سامنے سپاہیوں کا ذاتی تہور کچھ نہیں کرسکتا۔ نظام کا نام نہیں۔ کسرٹ یا رگل مفقود اور کل شیشن کے پندرے بارجوڑ میں میدان جنگ میں افسر صرف تیس ہزار تھے۔ حالانکہ اتنی ہزار یونانی فوج میدان میں موجود تھی۔ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار جو ترکی فوج کے ساتھ تھا۔ اپنے ہمصروں کی زبانی جو یونانیوں کے ساتھ تھے تحریر کرتا ہے کہ جب ترک پندرہ سو گز کے فاصلہ پر آجاتے تھے۔ تو یونانی اپنے مورچوں سے اٹھکھڑانے لگ جاتے تھے۔ اور جب ترک بارہ سو گز کے فاصلہ پر پہونچ جاتے تو یونانی اپنی معمولی فوجی حکمت عملی پر کاربند ہوجاتے (یعنی راہ فرار اختیار کرتے) آسٹریلیڈ لنڈن نیوز کا نامہ نگار یونانیوں کی بہادری کی تعریف کرتا ہے۔ مگر اس کی کوئی وجہ نہیں بتاتا کہ وہ ترکوں کو دیکھکر اپنے مضبوط مورچوں کو چھوڑ کر کیوں پیٹھ دکھا جاتے تھے۔ ٹائمز کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ گو جنگ ختم ہے اور یونانی تھرموپائیلی کے نہایت دشوار گذار مورچوں میں محفوظ ہیں۔ مگر پھر بھی بلا وجہ ہر روز کوئی نہ کوئی رجمنٹ یونہی چھک چھٹتی ہے اور افسر سپاہی بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ یونان کی بدقسمتی سے اگر جو معاون طرہ اپنے سپاہیوں سے بھی بدتر نکلے۔ اطالین مجاہدین نے تو ایسی مردکی جو یونانیوں کو مدت تک فراموش نہ ہوگی۔ ترک جس شہر یا قصبہ میں داخل ہوتے تو فوراً شراب کی بوتلوں اور بیسیوں کو توڑ ڈالتے تاکہ کوئی مسلمان شیطان کی اغوا سے اون کو منہ نہ لگا بیٹھے۔ اگر بخلاف اطالین مجاہدین (جن کا ذکر جنگ ٹرموکوس میں آچکا ہے) جب کسی شہر میں جاتے تو اوہ بجائے پیالہ کام شراب خوری ہوتا۔ شراب میں لوٹ مانے۔ دنگا فساد کرنے عورتوں کی عصمت بگاڑنے تاخت و تاراج کرنے میں اونہوں نے کوئی کسر باقی اٹھا رکھی۔ اور لڑائی کے وقت پاؤں سر پہ رکھکر فوچکر ہوجاتے۔ ان جب کوئی مفر نہ رہا تھا۔ اور مقابلہ آجاتا جیسا ٹرموکوس میں ہوا تو پھر کچھ ٹھوں ٹھان کر دیتے۔ التوائے جنگ پر گورنمنٹ یونان نے ان نیک بختوں کو حفظ کیا تو جرار جھاندوں پر بٹھلا کر اٹلی کو واپس بھیج دیا ہے جب اٹلی کی کسی جماعت کو جلا وطن کیا گیا وہ خود بخود برسر بدمعاش ہوگئی۔ اور جب تک سرکاری فوجی گولیوں سے تقریباً اُسیقدر ہلاک اور زخمی نہ ہوئے جتنے کہ ترکوں کے ہاتھ سے ہوئے تھے۔ ہتیار رکھنو اور جھاندوں پر بیٹھنے کا نام نہ لیا۔ جس وقت یہ لوگ لڑائی سے فارغ ہوتے تو یونانیوں میں مضحکہ خیالات پھیلاتے رہتے۔ انکا فسر اطے مشہور گیری بالڈی (آنا وہ کرنیدہ اُلی کا بیٹا

اور نائب کمانڈر اطالین پارلیمنٹ کا ممبر رہ چکا تھا۔ ان لوگوں کی شرارت سے تنگ آکر جب خرالذکر کو ایم ریلی وزیر عظم نے اپنے دفتر میں بلا کر اس سے درخواست کی کہ اب مجاہدین سمت اٹلی کو تشریف لے جاویں۔ تو اوسنے جواب دیا کہ میں اپنے اعلیٰ افسر کے حکم بغیر ایسا نہیں کرسکتا جب زیر نے اصرار کیا تو ممبر صاحب نے تبرے سنانے شروع کیے۔ اور زیر موصوف کی بے خوفی مرست کرنیکو تیار ہو گیا۔ پولیس نے اطالین ممبر کو گرون سے آپکڑا اور بدیں آزادی کو اطالین جنگی جہاز پر سوار کرکے یونان سے اوسکی خلاصی کرائی۔

فرانس کے شہر لائیز کا اخبار پریس کے نامہ نگار کے حوالہ سے ترکی جنگی تیاریوں اور اوسکی دعا کی نسبت حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

"جو جنگی تیاریاں دولت عثمانیہ برابر کیے چلی جارہی ہے اور جو موجودہ جنگ یونان کی ضروریات سے بدرجہا زیادہ ہیں اسمیں کسی شک نہیں رہتے دیتیں کہ اوس کا ارادہ اس قوت عظیمہ کو اس جنگ سے علاوہ استعمال کرنے کا ہے۔ اور علیحضرت سلطان معظم کی نسبت آجکل بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ممدوح نے مصر کو انگریزی قبضہ سے چھڑا کر عملی طور پر اپنے زیر اقتدار کرنے اور اون بلاد اسلامیہ عثمانیہ کو جو اُنکے قبضہ سے نکل گئے ہیں پھر سلطنت کو ساتھ ملانیکا اور صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملاً خلیفۃ المسلمین ہونیکا مصمم عزم کر لیا ہے۔ سلطان معظم کے اس منشا پر جب ہم جنگی پہلو سے نگاہ کرتے ہیں تو دنیا کے مستند ماہران فن جنگ کی رائے یہ پاتے ہیں کہ وہ اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیئے پوری جنگی طاقت رکھتے ہیں۔ اور اوسکی کامیابی میں شک نہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ کیا یوروپ اون کو ایسا کرنے دیگا۔ یہ وہ تصفیہ امر ہے کہ یوروپ اون کو اپنے ارادہ کی تکمیل کی اجازت دیوے گا کیونکہ وزرائے انگلستان کی پرانی کروفریب حکمت عملی اور اون کا اس اعتقاد نے کہ ہم کو ہر ایک چیز پر جو ہمارے سامنے آجائے قبضہ و تصرف کرنیکا حق حاصل ہے۔ کل دنیا کو اون سے آزردہ خاطر کر دیا ہے۔ دنیا میں کوئی دو اقتدار معاملات جنگ ایسا نہیں ہے جس کو انگلستان کے تن تنہا دولت عثمانیہ سے جنگ کرنے کی صورت میں شکست اور ذلیل ہونے میں شک ہو۔ یہ کس سے پوشیدہ ہے کہ انگلستان نوبی پاشا کی غیر تواعد دان فوج تک کو سینٹ جارج کے گھوڑوں (یعنی چھپاتے ہوئے طلائی پوتڑوں) کی مدد کو بغیر نہ بھیج سکا مگر یہ جاوہ عثمانیا فسروں اور سپاہیوں پر جو اپنی قومیت و جمعیت پر دل و جان سے نثار ہیں ہرگز نہیں چل سکتا۔ باقی رہا انگلستان۔ یہی صورت میں اوس کو ایسے سخت خطرات حادث ہو جاوینگے۔ اور جو کل دنیا کے جبل سے بڑھ کر خطرناک امر ہے وہ دینی جنگ کا شروع ہونا ہے۔ پس اگر یہ شروع ہو پڑے۔ اور جنگ کا شعلہ پانچ یا چھ کروڑ مسلمانان ہند تک پہنچ جائے جس کا پہونچنا یقینی ہے (فرانسیسی اخبار نویس نے یہاں بے پرکی اڑانی شروع کر دی ہے۔ بفرض محال اگر ایسا ہو بھی جائے تو مسلمانان ہند فدائی کی انتہائی صداقت کو پہنچکر بادشاہ وقت کا مقابلہ کرنے پر آمادہ بھی ہو جائینگے۔ تو کیا اون کا اجتماع پانچ چھ کروڑ سپاہیوں کے یورپ سے زیادہ وقعت رکھ سکتا ہے؟ ایڈیٹر وکیل) اور جس کا روکنا مشکل ہے۔ تو اوس وقت انگلستان کیا کرے گا؟ پس نہ صرف مصر سے اوس کا قبضہ اوٹھ جائے گا۔ بلکہ قریباً تمام مقبوضات بعیدہ بھی اوس کا رعب و دبدبہ کل دنیا سے زائل ہو جائے گا۔ قصہ مختصر دولت عثمانیہ کی اہم جنگی استعدادات کی جن کو اوس نے باوجود یونان کے ساتھ لڑائی ختم ہو جانے کے جاری رکھا ہوا ہے معقول تصفیہ ہو سکتی ہے جو بیان کی گئی ہے۔ والسلام"

اخبار ٹیلیگراف کا نامہ نگار رومانیا سے لکھتا ہے کہ کل اسلامی دنیا (جس سے ہندوستان کے مسلمان مستثنیٰ ہوں) کی فتوحات کی

جرمن سے جنگ چھڑی ہے۔ اور اگر ٹرکی کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں گئی۔ تو اس کو نتیجے صلح سے بعد عرصہ دراز تک ناپائدار رہیں گے فرانس کو اپنی مسلمان رعایا کی طرف سے بھی معلوم ہو گئی ہے اور اسی لیئے وہ غالب ٹرکی کے مطالبات کی کوئی زیادہ مخالفت نہیں کرے گا۔ اسی اخبار کا دوسرا نامہ نگار جو ان کے شروع میں قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ فرانس کو اوسکی مخالفت کی وجہ سے دربار دوم میں علانیہ برا بھلا کہا جاتا ہو۔ ٹیمز۔ الجزائر اور مراکو سے عربی شیوخ اتحاد و اتفاق قومی اور اخوت مذہبی سے متاثر ہو کر جو حق اسلامی الخ کر چلے آرہے ہیں۔ یہ مذہبی سازشیں کچھ عرصہ کیلئے ملتوی ہو گئی تھیں۔ مگر ٹرکی کی فوجی طاقت ظاہر ہو جانے سے وہ پہلے سے زیادہ مستعدی سے شروع ہو گئی ہیں یہ جوش متذکرہ بالا ممالک پر ہی محدود نہیں۔ بلکہ دوسرے مسلمان ملکوں میں بھی موجود ہو گیا ہے اور انمیں بھی ایسی پوروپین طاقتوں کی توجہ کو جو مسلمان رعایا رکھتی ہیں۔ ٹرکی سے ہٹانے کے لیئے ان مذہبی سازشوں کی گرم بازاری ہے۔

پرنس بسمارک فرماچکے ظاہر کی ہے کہ تسلی یونان کو ہرگز نہ واپس لائی جائے۔ اگر ایسا ہوا تو بلگیریا۔ سرویا وغیرہ بھی متوحد ہو کر ٹرکی کے مقابلہ پر کھڑی ہو جاوین گی۔ کیونکہ اون کو اطمینان ہو گا کہ شکست کھا جانے پر بھی ہمارا نقصان تو کچھ ہونا نہیں بعض انگریزی اخبار قیصر جرمن کی دوستی کو موجبات میں سے چند یہ بتاتے ہیں کہ جرمنی کل عثمانیہ ریلوے کو اپنا قبضہ میں کرنا چاہتی ہو جس سے ہر سویہ بالکل بیکار ہو جائے گی۔ اور مشرقی یورپ اور کل ایشیا کی تجارت جرمنی کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ جرمنی سالونیکا سے ہندوستان تک جہازوں کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم کرنے کی خواہشمند ہے۔ وہ یونان کو اس لیئے ذلیل کر رہی ہے کہ موجودہ خاندان معزول ہو جائے اور وہ جرمنی کی کسی ریاست کے شہزادے کو یونانی تخت پر بٹھلائے جس سے جرمنی کا اقتدار جنوب مشرقی یورپ میں اور بھی مستحکم ہو جائے مگر یہ سب فرضی باتیں ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ انسان البطبع خود غرض ہوتا ہے اور تعصبات نے فطرت جرمنی ٹرکی کی دوستی سے بہت کچھ فوائد حاصل ہونے کی توقع رکھتی ہو لیکن قیصر کی سچی محبت اور خالص فاتحہ کو محض خود غرضی پر مبنی بتانا انسانی شرافت کا خون کرنا ہے۔

جنگ روم و یونان سے ظاہری اقتدار اعظمت میں ترقی ہو جانے کے علاوہ ایک اور عجیب مفید فائدہ بھی ٹرکی کو پہنچا ہے یوروپ کی بعض نامحاسبت پسند طاقتیں دینگ نیتی یا پنچی سے اور بعض نمکحرامی کی رعایا۔ عرصہ سے یہ تقاضا کر رہی ہیں کہ ٹرکی میں پارلیمنٹری اصول کی حکومت میں داخل کیا جاوے۔ مگر اب اون لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہر شکے دہر سے چہ امر لندن میں عقیدہ ہو بالضرور بغداد میں عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس اصول کی اون کو یونان کی طرز حکومت سے پوری تصدیق ہو گئی ہے اسلیئے پارلیمنٹری حقوق اور دو ۹۵ برس کے قریب ہو گئے ہیں مگر وہ ایسی غیر مفید بلکہ مضر ثابت ہوئے ہیں کہ ہمارے شیدایان آزادی اب اپنے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ یونان کی طرز حکومت مطلق العنان کر دینی ضروری ہے۔ ورنہ ملک کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

فرانس کا اخبار موسومہ ڈی مائن (نقلی سنے علی الصبح ہو نمبر ۱۹۱۳ء میں ایک مضمون بعنوان "بیداری اسلام" تحریر کر کے مدینہ کو خبر کرتا ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کو اور زیادہ مہلت دیں گے اور اون کو نہ برباد کر دیں گے۔ تو عنقریب کل دنیا کے مسلمان

متفق ہوکر عیسائیون کو نسبت نابود کردین گے۔ اخبار مذکور کی رائے مین عساکر عثمانیہ کی تازہ فتحیابی نے مسلمانون کو بیدار کرنے مین بہت مدد دی ہے لیکن اس سے پہلے بھی مسلمان غافل نہین تھے۔ انکی تعداد اور پولیٹیکل طاقت مین ہر وقت کچھ نہ کچھ ازدیاد ہوتی رہی ہے چنانچہ پچھلی لڑائی پر سون مین (فریقہ کے وسط مین تین عظیم الشان اسلامی سلطنتین قایم ہوگئی ہین۔ مہدی کی سلطنت سوڈان غربی (شرقی سوڈان) مین سنوسی (اگرچہ سلطنت طرابلس الغرب کو نواح مین۔ اور رباح (غلام زبیر پاشا سابق مصری گورنر سوڈان) کی مملکت حبیل چاڈ کے اردگرد۔ ان تینون سلطنتون کے ذریعہ افریقہ مین اسلام بعزت تمام پھیلتا چلا جارہا ہے۔ رباح کا دارالخلافہ کوکا مین ہے۔ اور اوس کا مذہبی اقتدار تمام حاجات خط استوا کی دسی توسون پر ہے۔ اور اوس کو نایب کل ممالک مقطعہ مین اسلام کی اشاعت کررہے ہین پہلی دو زبردست مملکتون کا اقتدار ریاست واداکالی (جس کا بادشاہ معہ رعایا تین چار برس ہوئے مسلمان ہوگیا تھا۔ یہ سوڈان کے جنوب مین واقعہ ہے) سے بیکرواڑہ تک بالاستقلال قایم ہوچکا ہے۔ اور شیخ سنوسی کے جانشین امام جنوب طیس سنوسین کا اثر ممالک الجزائر وغیرہ مین بدرجہ کمال سلم ثابت کرگیا ہے۔ یہ درست ہے کہ سنوسی مسلمانون کو عیسائیون کو بنحالت علانیہ فساد کرنے کی ملقین نہین کرتے۔ مگر وہ مسلمانون کا عیسائیون کے ماتحت رہنا بھی پسند نہین کرتے۔ اور الجزائر وغیرہ کے مسلمانون کو جو فرانس کی ماتحت مین۔ دارالحرب (یعنی ممالک کفار) سے نکلکر دارالاسلام (ممالک اسلامیہ) مین چلے جانے کی دعوت کرتے رہتے ہین۔

عساکر عثمانیہ کی فتح سے دارالخلافہ عثمانیہ سے لیکر فیض آباد تک اور بغداد سے لیکر بخارا تک اور کلکتہ سے لیکر میکڈونل افریقہ مین حبیل چاڈ کو قریب بحر ابیض بڑا شہر تک تمام مسلمانون مین جوش پیدا ہوگیا ہے۔ اور مسلمانون کو خلافت عثمانیہ کی امداد واعانت کا استقدر خیال ہوگیا ہے کہ اس برس شریف مکہ تک زوجہ ہر سال بالبحالی سے بیس بہا ہدایا اور انعام واکرام پاینگا عادی ہورہا ہے تھوڑے سے انکار کرنے سے یہ روپیہ بھی سلطنت کی تقویت پر خرچ ہو۔ سیطرح ٹرپولی (طرابلس الغرب) ٹیونس۔ الجزائر۔ مراکو اور مصر کے مسلمانون مین بھی سلطنت علیہ کی معاونت کرنے کو بیٹے زبردست تحریک شروع ہوگئی ہے۔

الغرض اخبار مذکور اسطرح کے بہت سے دفعات گن کر جن کو وہ بیداری اسلام کی وجہ نبود مین پیش کرتا ہے عیسائیون کو مژدہ نصیحت کرکے دنیا کو اپنی بے تعصبی۔ امن پسندی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ہی ثبوت نہین دیتا بلکہ ظاہر کررہا ہے کہ تعصب مذہبی کے مرض ناعلاج سے بجز فقط انگلو اٹرین اخبار [illegible] کل عیسائی اخبار نویسون کی یہی کیفیت ہے۔ امان عاقبت اندیشون پر سخت اندیشہ ہے کہ خیر وقت ہی باتین سناکر مہنی سے ایکدن عیسائیون اور مسلمانون کو آپس مین بھڑا کر رہین گے۔ امان خداوند کریم اگر اون کو بقوت ہدایت عطا کردے تو دوسری بات ہے۔

پیرس کا اخبار الطان تحریر کرتا ہے کہ یہ امر پوشیدہ نہین ہے کہ جب سے اعلیحضرت سلطان **عبدالحمید خان** تخت خلافت پر فروکش (فرونہ) ہوئے ہین۔ مسلمانون کی حمیت کو بیدار کرنے مین ساعی ہین لہذا وہی دین ہے جو بیشمار العدد افریقہ کے کل مسلمانون اور اون کو درمیان سلسلہ رابطہ وتحاد قایم ہوگیا ہے۔ لیس فوت حضور مرجع کبھی مسلمانون کے پیشوا مقررین اور علماء موجودین۔ انجمین مرکبہ ترکستان اور ہندوستان کی باشندے بھی ہین۔ اور جماعت مذکور اپنے ہموطنون کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ کہ دولت علیہ کی [illegible]

زمین کی طاقتوں سے زبردست اور مضبوط ہے۔ مسلمان میرے کام کیلئے منتظر ہیں۔ اونکو آزادی دلانیوالی یہی سلطنت ہوگی۔ پچھلے دنوں حضرت جلال الدین نے ایک اسلامی مجلس منعقد کی تھی جس میں کل آباد دنیا کو مسلمانوں کی نائب ہونے کی دعوت دی تھی۔

اس کے بعد وہ مفرور شہنشاہ آرمینیا و غیرہ سے سلطان کے مذہبی اقتدار کی مضبوطی کا اشتہار لاکر کے عیسائیان عالم و دول یورپ کو ملامت کرتا ہے کہ اونہوں نے اس امانتدار اور دیانتدار امن و امان عالم کے مدعی اخبار کے نصیحت کو قبول کرنے کے بعد ہی میں مسلمانوں کی ایسی تحریک کو کیوں نہ روکدیا۔ اور شروع میں ہی نئے اتحاد صلح کو تقرر کرکے سلطان کو افگار مانتے پر کیوں نہ مجبور کیا کہ آج وہ اس طرح بحیثیت فاتح زبردستوں ایسی گفتگو کرکے اپنا سکہ اور زیادہ اسلامی دنیا پر نہ جما سکتے۔

فصل ہفدہم (۱۷)

سر ایشمیلڈ کی لاریسہ سے روانگی و گرفتاری

سر موصوف لکھتے ہیں۔ ہم بتاریخ ۴ مئی دوشنبہ کی صبح کو آخری مرتبہ لاریسا سے روانہ ہوئے ہیں اس امید سے کہ سات بجے روانہ ہوجاؤنگا ساڑھے پانچ بجے بیدار ہوا۔ لیکن اسباب نہ تھا اور اون چھوٹے چھوٹے معاملات کی انجام میں جو ہمیشہ عین روانگی کے وقت سر انکالتے ہیں۔ آدھی دیر ہوگئی کہ ہم ساڑھے نو بجے سے پہلے نہ روانہ ہوسکے ہم تیار ہوئے تو ہمارے اسکورٹ کو چار دن سوار ابھی تک نہ آئے تھے جن کو مرحوم بک مشکل تلاش کرکے جمع کرسکا۔ اس طرف سے اطمینان ہوا تو اب اپنے انگریز رفقا سے الوداعی صاحب سلامت کرنا باقی رہتا تھا میجر اور اون کی شان سے ہم رات کو رخصت ہوا تھا مسٹر گرہم اور ٹیلڈن پیدل ہمیں رخصت کرنے آئے اور نہایت تپاک سے مسٹر گرین اور میجر فنس زین سوار الوداع کہنے آئے۔ ان انگریز نامہ نگاروں سے جو تسکی نو جیسے ساتھ تھوڑا مگر ملنسار خوش طبع اور ظریف انسانوں کا دستیاب ہونا آسان نہیں غیر ملکیوں میں ایک ہی قوم کے دو آدمیوں میں ایسی جلدی مودت و موانست پیدا ہوجاتی ہے کہ اُسے دیکھکر بلا شبہ حیرت ہوتی ہے۔ ہم اپنے دوستوں سے بلا مبالغہ دلی تاسف کے ساتھ جدا ہوئے مسٹر گرین اور میجر فنس کا منشا۔ کچھ دور ہمارے ساتھ جانیکا تھا۔ اور اسی لیے غالباً وہ سوار ہوکر آئے تھے مگر ہمارا راستہ جی شہر سے نکلکر غلط سڑک پر ہوگیا۔ اور ناچار ہمیں وہیں نہ رکنا۔

چلتے چلاتے پونے دس ہوگئے۔ ہماری جماعت بیس مشتمل تھی۔ انیس میں ترکی بک۔ اور مل کے چار سوار۔ اور منظیہ کا آدمی ترجمان محکمہ پولیس ایشیا۔ ایک اردا بھی ساتھ تھا جسپر ہمارا اسباب ظاہر وہ نہایت سالخوردہ اور بوسیدہ۔ مناظر آتا تھا مگر ساری مسافت اوس نے بخیریت طے کی۔ حالانکہ سڑکیں ایسی خراب تھیں کہ کوئی یورپین ہی گاڑی بھی اوپر بمشکل سلامت رہتی یا کم از کم ایسی جھٹکے

خدمت نہ دے سکتی ۔

وادی ٹمپہ

چار گھنٹون کے پیدل سفر کے بعد جس مین گرمی سے بہت تکلیف ہوئی ہم دوپہر کے وقت ایک موضع پاپا پیچ راوی کے دہانہ پر پہونچے ۔ وہان کے باشندے ہمین پھر دیکھکر بہت خوش ہوئے ۔ اور ہمارا شکریہ ادا کیا کہ ہمنے شیر سے درخواست کرکے ڈاکرون اور انکی حفاظت کے لیے نظام فوج کا دستہ وہان بھجوا دیا ۔ بابا سے ہم سارے تین کوس روانہ ہوئے خوبصورت وادی مین سفر بڑے مزے سے کٹا ۔ شرکر چپہ دان عرض نہین دریا بہتی اس کو برابر جاتی ہے ۔ دریا کا دہانہ تقریباً کے میدان سے اور سا کو سرسبز فلک اور عمودی چٹانون کے بیچون بیچ وادی مین داخل ہوتا ہے یہان بہت تیزی اور جوش کے ساتھ بہتا ہے ۔ اور اوسکی دونون طرف پہاڑ بہت کیطرح بادلون تک چلے گئے ہین ۔ دونون کنارون پر درختون کی خوشنما قطارین کہڑی ہین اور جابجا سرسبز مرغزارین منظر کی یکرنگی کو دور کرکے اوسکی دلفریبی کو بڑہا رہی ہین ۔

امیلاکی

قصبہ امیلاکی سے اگر وادی مین آبادی زیادہ نہین پھر اس ضلع کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ وسیع اور بہت ہی خوشنما شہر ہے یا دلفریب موقع پر واقع ہین ۔ وہ وادی ٹمپہ کی دہنہ کی جنوبی جانب کی چٹانی پہاڑی کے عین چوٹی کے قریب ایک چھوٹی سی سطح مرتفع پر جو آسمان سے باتین کر رہی ہے ۔ آباد ہے ۔ منتصبہ دہات کی عمارتین نیچے تک کہ اون کو ترکی فوج کی خوش اطواری کیطرح سے اطمینان نہ ہو گیا یہین پناہ گزین رہتے ہین ۔ یہین ایسی دلفریب شہر کو نہ دیکھ سکنے کا بہت افسوس ہوا ۔ وقت تنگ ہو رہا تھا ۔ اور ابھی بہت فاصلہ طے کرنا باقی تھا جنوبی سرے کیطرف وادی کچھ زیادہ فراخ ہو گئی ہے ۔ اور وہان اوس کا منظر بھی نسبتاً بہت لطیف اور خوشنما ہو گیا ہے ۔ درہ کی چوٹی سے دریا کا نظارہ عجب دلکش و دلکھائی دیتا ہے جو نشیب مین ایک جھیل بناتا ہوا آگے بڑہتا ہے ۔ یہ جھیل چارون طرف سے سرسبز مرغزارون اور صنوبر کے درختون سے گھری ہوئی ہے اور اوس کا منظر بہو بہو ارگلستان کی جھیلون کیطرح دلفرحشان و فرحت بخش اور گوناگون ہے بلکہ اون پر یہ فوقیت رکھتا ہے کہ یہان کا مطلع عموماً شفاف اور بے ابر بلکہ صاف و بلا غبار رہتی ہے ۔

ہم پینتی اس کیپل پر ساڑھے پانچ بجے کے قریب پہونچے یہان وادی اور بھی فراخ ہو گئی ہے ۔ اور سرسبز و فرحت بخش مرغزارون کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے ۔ انپر بیشمار مویشی اور بھیڑین چر رہی تھین ۔ اور کئی کھیت خیمگی کے قریب کھڑے تھے ۔ پل کو شکستہ دیکھکر ہمکو اوسان خطا ہو گئے ۔ پچاس ایک ترکی سپاہی وہان تھے انکو بلکر کو آہستہ آہستہ بٹا دیا اور پل کی یونہی برائے نام مرمت کر رہے تھے مگر گھوڑے اوپر سے بالکل نہین گزر سکتے تھے ۔ گاڑیون کا تو کیا ذکر ہے ۔ صرف نہایت چالاک اور پھرتیلے پیادہ پا مسافر گزرتے ہوئے ۔ لب کے ایک ڈہیر سے دوسرے ڈہیر تک چھلانگین مارتے جانے سے دریا کو جو نہایت تیزی اور جوش و خروش سے بہہ رہا تھا عبور کر سکتے تھے ۔

یونانی دستہ جانبون نے جو عثمانیہ سپاہیون سے خوب گھلے ملے نظر آتے تھے ہمین بتایا کہ سانیسی مین ہمین بآسانی گاڑی مل جائے گی یہ گانون دریا کے جنوبی کنارہ پر اور دو گھنٹون کی مسافت پر آگے تہا ۔ ملا ۔ یا ۔ مونا کی سڑک اس پل سے گزرتی ہے جو اب ٹوٹا ہوا تھا ۔ پلا یا

اسی شرک کو عبور کر کے پل ہو دو ایک گھنٹہ کی مسافت پر شمال مشرق کی طرف تھا۔ یہ ساحلی شرک پر پہلا حرکی قصبہ ہے۔ سائینیسی سے پلانا تک بذریعہ سمندر دس بارہ میل ہے۔ اس راستہ دریا پیمائی اس کے دہانہ سے گذر کر اندر ہو جانا پڑتا ہے۔

ایک خوبصورت یونانی دوشیزہ

سائینیسی کی شرک بہت بری حالت میں تھی۔ اکثر جگہ اراپہ کا چلنا تقریباً محال تھا۔ شرک کی حالت سے صاف واضح ہو رہا تھا کہ یونانیوں نے پسپائی کے وقت عمداً اسے جا بجا توڑ دیا تھا۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز تھا۔ ہم کئی بہت بارونق دیہات کے پاس سے گذرے جن کے سب باشندے اپنے اپنے مساکن میں موجود تھے۔ ہر دفعہ شرک کی ٹوٹی والوں کی جماعت کو آتا دیکھکر عموماً شرک ہو ایک طرف ہو جاتا۔ مگر عزیزین حسب معمول ایسی بادب نہ تھیں۔ نہ اون کو مردوں کا سا خوف تھا۔ اونمیں سے اکثر ہمیں دیکھنے کیلئے گھروں سے دوڑتی ہوئی نکلکر بیچ اپنے دروازوں یا شرک پر کھڑی ہو جاتیں۔ شرک کے اوپر ایک کہیت میں ایک خوشنما مکان کھڑا تھا۔ ایک نہایت ہی خوبصورت یونانی لڑکی اندر سے نکل کر اس کے دروازہ پر کھڑی ہو گئی۔ اور بطور نشانِ سلام و خوش آمدید ہماری طرف رومال ہلانے لگی۔ تھیسلی میں ہنے صرف یہی ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ مگر ہمیں جلدی تھی۔ اور تاریکی شروع ہو گئی تھی۔ ہم اوس سے بات چیت کرنے کیلئے نہ ٹھیرے۔ ہمارے پاس کوئی ہو مرگذرے جو قبول زود اب یک سپاہی رہ چکے تھے۔ انمیں ایک ایسا خوبصورت اور شیدا یا نکا تھا کہ میں نے ویسا خوبصورت اور کسی یونانی کو نہ دیکھا۔ وہ ٹوپی کو نوجی آن بان سے سر پر ٹیڑھے خوب اکڑا ہوا پاس ہو گذر گیا۔ میرے تنگ رفقاء کو تو شاید اوس کی اکڑ پسند نہ آئی ہو۔ مگر میں اوسے دیکھکر بہت خوش ہوا کہ بارے میں نے ایک یونانی تو ایسا دیکھا جس کا انداز بہادرانہ تھا۔ اور جس کی شکل سے سلام ہوتا تھا کہ وہ لڑنا اور لڑنے پر تیار ہے۔

دیہات اور جنگل میں سور بڑا خراٹا مارتے جن کو دیکھکر رود وک بک اور سوریہ ناک بھوں چڑھاتے ہے۔ یہ ناپاک جانور دیکھکر طبعاً ہر مسلمان کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ آغاز محاصرہ کے وقت سے ہمارے متین و متحمل مزاج لفٹنٹ اکثر کبھی پہلے اسکیطرح اپنی پیشانی پر بل نہیں پڑنے دیا تھا۔ اور نہ وہ کبھی ایسا بیچین ہوا تھا۔ نفرت و تنفر ظاہر کرنے کو لیے اوس نے طرح طرح کی حرکتیں کیں۔ کبھی ناک بھوں چڑھانا۔ کبھی تھوکنے اور کبھی کھانسنے اور کبھی گویا ان غلیظ جانوروں کی بو کو دماغ سے خارج کرنیکو لیئے ناک صاف کرنے لگ جاتا۔ ایلیا کو دیکھکر خاص دل لگی ہاتھ آگئی۔ راستہ میں جونہی اوسکو کسیطرف خنزیر نظر آتا۔ وہ خواہ مخواہ رود وک بک کی اوسطرف توجہ کرا دیتا۔ اور ہر نئے سور کو دیکھکر رود وک بکا کچھ اور ہی کیفیت اور نمو طاری ہو جاتی۔ یہ دیکھکر ایلیس ہنستے ہنستے لوٹ جاتا۔ اور ایلیا بھی بظاہر ہنستے ہنستے مگر خوب مزہ لیتا۔ سچ کل عالمی مذہب کچھ اور ہی اللہ دی تھا۔ اگرچہ وہ سور کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن جھوٹ رہنے کی بجائے یا نامل اوس کا گوشت کھا جانا۔ مگر رود وک بک میرے خیالمیں جھوٹ سے مر جانا قبول کرتا۔ مگر اس ناپاک چیز کو کبھی ہاتھ تک نہ لگاتا۔

باشندگانِ اینیسی

(اینیسی (چاکسی) ہم پونے آٹھ بجے پہونچے۔ اوس وقت شام پڑ چکی تھی شہر آدمیوں سے بھرپور معلوم ہوتا تھا۔ جو ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ مگر مقامی حکام کا کہیں پتہ نہ تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا یہاں کوئی یونانی حاکم ہے؟ جواب ملا نہیں۔ اعلےٰ حاکم ایک ترک ہے۔ جو ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر وادی کی بالائی حصہ میں رہتا ہے

مین نے کہا پلاٹا مونا جاؤ کیلئے ہمین ابھی ایک کشتی چاہیئے۔ رؤوف بک اور سوردن کو اون یونانیون کی کثرت تعداد سے جو ہمارے گھوڑون کے گرد جمع ہوگئے کسیقدر تردد سا پیدا ہوگیا۔ آئیبیا جو یونانی جانتا تھا کشتی ہم پہنچانے کے معاملہ مین مصروف ہوگیا۔ ہم ایک کھلی قہوہ خانہ مین چلے گئے۔ اور دو مان روٹی۔ قہوہ اور کچھ شراب پی۔ تمام باشندے قہوہ خانہ مین مٹھے آئے اور ہمارے گرداگرد بیٹھکر بیحس طرح سے گھور رہے تھے کہ گویا ہم انکی نگاہون مین عجیب الخلقت جانور تھے۔

آخر چند آدمیون نے کشتی ہم پہنچانا منظور کر لیا۔ رات نہایت تاریک تھی۔ گھاٹ تک ہم بمشکل پہونچا سکے۔ چار نوجوان ترکوطون نے جن کا باپ وہان آباد ہوگیا تھا خود بخود بلا درخواست ہمارا اسباب کشتی تک پہنچا دیا۔ پھر رؤوف بک اور بقیہ وفد اور سوردن سے آخری صاحب سلامت کرکے جو اتنا عرصہ ہمارے ساتھ رہے تھے ہم کشتی پر سوار ہوگئے۔ رؤوف نے پلاٹا مونا تک ہمارے ساتھ کشتی پر جانا چاہا۔ اسے خیال تھا کہ اوہم پاشا کی ہدایات کے مطابق کم از کم ہمین دوسری ترکی چوکی تک بخیریت پہونچا دینا اور سپرد واجب ہے مگر مین نے سوار دن کو اسکے گاؤن مین جہان یونانی بکثرت آباد تھے اور وہ ترکون کے کوئی بہی دوست نظر نہ آتے تھے اکیلا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اسی جگہ دونون مین سے کسی فریق کا زیادتی پر مائل و آمادہ ہوجانا بعید از قیاس نہ تھا۔ بنا بریں مینے رؤوف کو ساتھ لیجانا منظور کیا اور اسے نصیحت کی کہ اگر گھوڑے اس قدر مسافت طے کرسکین تو وہ رات گاؤن مین نہ ٹہیرے بلکہ سکتہ پل کو جہان ایک ترکی دستہ ماموریت پر مقرر تھا جلے جائے۔ رؤوف بک بڑا خوش نصیب تھا کہ ہمارے ساتھ نہ آیا کیونکہ ترکی فوجی افسر ہونے کی وجہ سے وہ جائز اسیر جنگ تصور ہوتا۔ بجائے ہم نے سن لیا کہ وہ اسی رات پل کو پہنچ گیا۔ اور اسطرح ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ رہا۔

جہاز پر رات

کشتی خاصی جسامت کی تھی اور چپوون سے چلائی جاتی تہی مین نے اوسی پر پلاٹا مونا جانیکا عزم کرکے کشتی والون کو اوسے حتی الامکان تیز لیجانے کی تاکید کی۔ مگر اونہون نے کہا کہ ہم نہین ایک جھوٹے سے دستعلی بادبانی جہاز پر پہونچا کر واپس پلٹ جائینگے۔ مین نے اونکو اس عزم سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن بیسود۔ پھر سمجھایا کہ آندہی بالکل نہین۔ اور ہم دو تین گھنٹون مین بآسانی یہ فیصلہ طے کر لینگے۔ آئیبیا نے کہا۔ یہ بالکل ناممکن ہے سمندر طرناک ہے۔ اور ہمین بالقصور جہاز پر جانا چاہیئے۔ رات کی تاریکی اور یونانی ملاحون سے گفتگو نہ کرسکنے کی وجہ سے مین بالکل بے بس تھا لاچار جھوٹے جہاز پر سوار ہوگیا۔ ہمین بعد مین جسقدر صعوبتین اور تکلیفین پیش آئین وہ سب اسی غلطی کا نتیجہ تہین۔ آئیبیا کی نسبت ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ وہ بحری سفر کا عادی نہ تھا۔ اور سمندر سے بہت ڈرتا تھا بنا بریں اس نے ایک چھوٹی سی کشتی پر جہاز کو ترجیح دی۔

اس جہاز کی نسبت بجو بعد مین تقریباً یقینی علم ہوگیا کہ وہ ہمکو گرفتار کرنے کی سازش مین شامل تھا جب ہم غیبی پہنچے اوس وقت سمندر مین کسی یونانی جنگی جہاز کا نام و نشان نہ دکھائی دیتا تھا مگر غالباً خاص قاصد ساحل کے کنارہ کنارہ قریب ترین یونانی جہازات کو ہماری آمد و روانگی کی خبر پہنچانے کیلئے بھیجدیئے گئے۔ اور اس اطلاع کا وہ نتیجہ ہوا جو آگے مذکور ہے۔ جہاز کے بادبان کھل چکے تھے۔ مگر ہوا اسقدر تیز تھی کہ جہاز کچھ مقبول حرکت نہ کرسکتا تھا۔ آئیبیا نے تو ملک پر ہمارے لیٹ آدھے سیدھے بیٹھے جہاز دیئے اور ہم تین جون

جس ہیئت میں تھا اسی طرح کپڑوں سمیت لیٹ گئے۔ مین اور ایلیس دونوں بدقسمت اور بزدل ایشیا ہمارے قدموں کے سیلاب ایشیا بھی یونانی ملاحوں پر پورا اعتبار نہ تھا۔ بنا بریں ہنی اپنے ہتھیاروں کو نکال کر پاس رکھ لیا کہ ضرورت کے وقت اون سے فوراً کام لیا جا سکے ایشیا نے جاگتے رہنے کا وعدہ کیا۔ مگر وہ اور ایلیس جلد ہی میٹھی نیند سو گئے جس پر مجھے یہ کام دینا پڑا۔ مین کبھی اونگھنے لگ جاتا اور کبھی آنکھیں کھول لیتا۔ تمام رات جہاز چلتا رہا۔ پانی کی لہریں خاصی تھیں مگر ہوا بہت کم تھی تاہم رات کے بعد سخت سردی پڑنے لگ گئی جس نے مجھے پھر نہ سونے دیا جب صبح ہوئی تو میں نے کلاہ شکر پڑھا۔ مگر جب کسی قدر روشنی تیز ہوئی تو مین یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ گو ہم چھ میل کا فاصلہ طے کر آئے ہیں مگر مین ابھی کوہ پیش زاغینی کے ہی سامنے ہے۔ اور کہ پاٹاموناد اور اس کا سفید مرمریں قلعہ جس پر پندرہ دن ہوئے یونانیوں نے فضول گولہ باری کی تھی جہاز کے دماغہ کیطرف سے ہے ابھی آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مین نے ایشیا کو جگا کر کہا کہ مناسب ہوگا کہ ہم اوس کشتی پر جو جہاز کے پیچھے پیچھے ہی چلی آتی ہے سوار ہو جائیں۔ اور اوسے کہیں کہ موڑے پاٹاموناد جا پہنچیں مگر ایشیا نے اس تجویز کو خطرناک قرار دیکر مسترد کر دیا۔ میں نہ جانتا تھا کہ اوسکی مخالفت کی پروا نہ کرتا۔ مگر جب دیکھا کہ کشتی پر ہم تینوں تو سوار ہو سکتے ہیں مگر اسباب کی نہ ہی اور ہمیں جگہ نہیں تو میں نے بھی یہ ارادہ ترک کر دیا۔ یونانی ملاحوں نے دو چپو چلا کر نظر بچا کر جہاز کو اون سے بھی آگے چلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اسپر بھی جب جہاز کی رفتار میں کوئی فرق دکھائی نہ دیا۔ تو ایک چپو مین نے خود پکڑ کر کھینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح پانچ گھنٹوں کی محنت و کوشش سے ہم پاٹاموناد کے خاصہ قریب پہونچ گئے۔ اور وہ صرف دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر رہ گیا۔

اوس وقت سن بجے کا عمل تھا کہ جہاز کے یونانی ناخدا نے کہا مین نے دو جنگی جہاز ساحل کے برابر زاغینی کو جاتے دیکھے ہیں ہمنے نہایت غور سے اُدھر دیکھا مگر کوئی جہاز دکھائی نہ دیا۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد سچ مچ تین جنگی جہاز نمودار ہو گئے جن مین سے دو دبیہ سے ہمارے جہاز کیطرف چلے آ رہے تھے۔ یونانی ملاحوں نے کہا یہ طالیین جہاز ہیں۔ یونانی نہیں یہ ہمیں دھوکہ دینے کیلئے گھڑا گیا تاکہ ہم کشتی پر سوار ہو کر جانبر ہو جائیں۔ لیکن اونکا یہ اندیشہ غلط تھا۔ ان جہازوں میں ایک تارپیڈو کشتی تھی۔ اور بعضے ظاہر ہے کہ ان کشتیوں کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ دوم وہ ہمسے دو میل سے زیادہ فاصلہ پر نہ تھے۔ اور اگر ہم کشتی پر بھاگنے کی کوشش بھی کرتے تو اون سے نہیں بچ سکتے تھے۔ مزید برآں وہ ہمیں گرفتار کرنے کا کوئی استحقاق نہ رکھتے تھے اور ہم ساحل کے کنارہ کنارہ سفر کرنے کا کامل اختیار رکھتے تھے۔ ہم نے یہ مصائب اٹھا کر اور اس طرح جانبازی کر کے اوس خلاف ورزی کی خاطر نہ کی تھی۔ علاوہ بریں تب تک ساحل کے بحری محاصرہ کا اعلان نہیں ہوا تھا۔

یونانی جہاز احاطہ کر لیتے ہیں

جنگی جہاز بہت تیز رفتار ہوتے ہیں۔ ساڑھے گیارہ بجے سے پہلے اگلے جہاز نے جو ایک پرانی قسم کا بڑا انگوٹ تھا ہمارے جہاز کو گھیر لیا۔ اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے جہاز کو کنارے پر لے جائیں۔ ہمارے جہاز کے ناخدا نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ جس پر اگن بوٹ کے کپتان نے ہم سب کو اور اسپر جو کچھ تھا اپنے قبضہ میں کر لینے کا حکم دیدیا۔ ہمارے جہاز کے دو کشتیاں مسلح ملاحوں سے بھر پور ہمارے جہاز کے پاس بھیجی گئیں جانے سے انکار کر دیا۔ کپتان کو فرانسیسی میں کہا ہم غیر مصالحہ کنندہ ہیں اور برطانیہ کا انگلستان کو جا رہے ہیں۔ اور ہمیں اپنے سفر کو جاری رکھنے کا پورا پورا استحقاق حاصل ہے

اس بین کلام نہین کہ ہمارے ساتھہ دردی۔ ترکی ٹوپی پوش ترکی پرسمین کے ہونے کی وجہ سے ہمارے گرفتار کنندگان کو دلون مین ہماری طرف شبہہ پیدا ہو جانا فطری امر تھا یونانی طبعًا نہایت تنگ مزاج ہین اور بعض اوقات اس بارہ مین بچون سے بھی بڑھ جاتے ہین۔ آئیلس اور ہفتے بھر کی گرمی کی وجہ سے جو سمندر پر میدانون سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ ترکی ٹوپیان اوتار کر چوڑی فرنگیانہ ٹوپیان پہن لی تہین بحث آدھ گھنٹہ ہوتی رہی۔ اور دریولایونانی جہاز کل نو پیر اور تاریڈیو کی نالیان ہماری طرف سیدھی کیے ہوئے ہمارے گرد چکر لگاتے رہے۔ اور کپتان اور اوس کا تحت فسر کبھی ہماری منت سماجت کرتے اور کبھی دھمکیان دیتے رہے ملاح ہمارے جہاز کے خزانہ کا تختہ اوٹھا کر نیچے اتر گئے۔ ہمارا سباب ان غلہ پر رکھا ہوا تھا جب انہون نے گرانس انگلین اور یونانی تواریخ جو الیکس نے البانویون سے خریدی تھین دیکھین تو نہایت غضبناک ہو گئے۔ اور اس قسم کی اور چیزین ملنے کی توقع سے ہر طرف غلہ مین سنگینین گارنے لگ گئے۔ مینے اپنا پروانہ راہداری یونانی فسرون کو دکھایا کہ یہ بھیجکر کہا کہ مین پارلیمنٹ کا ممبر ہون الیکس اور آمیلیا نے بھی یونانی اگبوٹ پر چلو جانے کیلئے بہتیرا سمجھایا۔ اور کہا کہ مقابلہ ناممکن ہے۔ مگر مین نے نہ مانا۔ اور کہہ دیا کہ اپنی مرضی سے کبھی نہ جاونگا۔ جبرًا لیجائین تو لیجائین مگر گرفتار کنندہ اگن بوٹ کا بھی وہی نام تھا جو اوس دریا کا تھا جس کے پل کے ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہمکو اس مصیبت مین گرفتار ہونا پڑا تھا۔ پھنی اس کے کپتان نے آخر حلفی وعدہ کیا کہ اگر ہم چلکر رتن نمالونیکا سفر جاری رکھنے مین وہ ہمین ہر طرح سے حتی الامکان مدد دیگا۔ اور سہولت پیدا کرنے کی کوشش کریگا اوس نے اس عہد کو پھر بآواز بلند دہرایا۔ تاکہ کسیطرح کی غلطی رہجانیکا امکان نہ رہجائے۔ اسپر ہم پھنی اس کی کشتی پر سوار ہو کر اگن بوٹ کو چلے گئے۔ زینہ کے محافظ نظر نے (نوبت جی ملازمی) نے مجھہ سے ریوالور طلب کیا۔ مگر مینے انکار کر دیا۔ اور جہاز ایونیا پر آ دلوسے روانہ ہونیکو وقت تک اوسے اپنے پاس رکھا۔ کپتان خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ ہمنے اوسے پرانی طرز کا تجربہ کار دریا ملاح پایا۔ اور میلیس نام رکھتا تھا۔ وہ اسنام کے مشہور یونانی امیر البحر میلیس کا جسنے محاربہ آزادی مین بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اور لارڈ بائرن کا بڑا دوست تھا پوتہ ہے۔ اوس نے ہمین دیکھتے ہی بہت افسوس ظاہر کر کے مجبوری کا عذر کیا۔ اور کہا کہ اوسے ہمارے جہاز کا تعاقب کر کے روکدینے اور نیز کوئی چیز ساحل کو متصل سے نہ گذرنے دینیکا اعلے فسر کیطرف سے حکم ملا تھا۔ اوسنے ہمارے لئے تختہ جہاز پر کرسیان بچھوادین اور نوش نیاق شراب کا چند گلاس بھروا دیئے۔ اوس کے پاس تواضع کیلئے یہی تکلف کی چیز تھی۔

کپتان کوندوروٹیس

پھر پھنی اس بسرعت تاقیسی کیطرف پہنچکر روانہ ہو گیا۔ ہمارے والا بادبانی جہاز دنبالہ سے باندہ دیا گیا تھا۔ وہان ہم نے سیر جہاز پر چوتھے دن سے بڑا کارروٹ قسم کا جہاز تھا گئے۔ اس کا کمانڈر کپتان کوندوروٹیس شاہ یونان کا ایڈ یادر اور جہاز کا نام میکالی تہا۔ وہ بڑی شفقت سے پیش آیا اور ہمارے سفر کے رُک جانے پر لمبی چوڑی معذرت خواہی کر کے کہا کہ اوسے یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ بادبانی جہاز پر ہم سوار ہونگے۔ کپتان میلیس یا کوندوروٹیس نے اپنے سلوک و برتاؤ سے ان بات کا شایبہ تک بھی نہ گذرنے دیا کہ وہ ہمین اسیران جنگ تصور کرتے ہین۔ مینے دونون افسرون کو بتایا کہ ہم بسرعت تمام وطن کو واپس جا رہے ہین۔ ہمین لنڈن مین نہایت ضروری کام ہین۔ اور انکی وجہ سے

ہمین جتنی التعدد ہو بہت جلد وہان پہنچنا لازمی ہے۔ اگر آپ ہمین پلاٹامونا یا سالونیکا بھجوادین تو بہت مہربانی ہوگی کپتان کو منڈو نے افسوس ظاہر کیا کہ محاربہ کی وجہ سے وہ ہمین ان دونون مقامات مین سے کہین نہین پہنچا سکتا پھر بطور مشورہ دوستانہ کہا کہ تو ولو جانا ہمارے لیئے سب سے بہتر ہوگا۔ وہان ہمین ہر طرح کی ٹیمر ملیگین گے اور ہم اون مین سے کسی پر سوار ہو کر جدہر چاہین جاسکین گے اگر ہم چاہین تو وہ جہاز پنچی اس پر ہمین تو ولو بھیجدینے پر تیار ہے مین نے اس تجویز کو مجبوراً منظور کر لیا منظور کرنے کے سوا اور چارہ بھی کیا تھا۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ یونانی افسرون کی بھیجنے اندازہ خوش اخلاقی اور ہمارے سفر مین سہولت پیدا کرنے کے لیے سعی تردد ظاہر کرنا سب نمائشی اور مصنوعی تھا ہمین یونہی دھوکہ دینے مین صرف مسئولیت اور جوابدہی سے بچنے کیلئے تو ولو بھیجا۔ نوجی و ملکی دونون طرح کے یونانی افسرون اور اہلکارون مین سب سے بڑا نقص اور کمزوری یہی ہے کہ وہ جوابدہی کا بوجھ اپنے سر پر لینا کبھی گوارا نہین کرتے جب تک ہم دولتہ پہونچکر اور ایمیرالجر شاملیس سے دوچار نہ ہوئے ہمین اسیران جنگ تصور کرنے کا کوئی اور نام نہ کیا گیا۔

پرنس جارج

پنچی اس ایکہ گھوڑا تو لہ کیطرف روانہ ہوا لڈیرہ گھنٹہ کے سفر کے بعد ہمین راستہ مین ایک کاران کروزر یہ کہکر پرنس جارج ملا۔ اور پہر پنچی اس کا دا کاٹ کر دزر کے پیچہے پیچہے پھر آخر کیسی کو واپس ہوا یہ دیکھکر ہم حیران رہ گئے۔ اور کپتان کی کارروائی پر سخت اعتراض کیا۔ اوس نے جوابدیا کہ مجھکو تو ولو سے بذریعہ نشان ایسا کرنیکا حکم ملا ہے۔ اور میرے پاس اوسکی تعمیل کے سوا اور کوئی چارہ نہین۔ نہ آخر پنچی پہونچنے پر پرنس جارج ہمارے جہاز پر آیا۔ اور کپتان میلیس نے ہمین اون کے سامنے پیش کیا۔ شہزادہ خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اور ہمارے سفر کے رکاوٹ پر بہت افسوس ظاہر کرکے بعد دریافت بیان کیا کہ ہر ایک چیز کو روک لینے اور کھتی تک کو نہ گذرنے دینے کے احکام صادر ہو چکے ہین پھر اوسنے بھی ہمین یہی مشورہ دیا کہ تو ولو جانا ہمارے لیئے بہتر ہوگا۔ وہان ہر طرف کو جانیوالے ٹیمر مل سکتے ہین۔ اور بغیر ہمین ہم پھر سفر آسانی شروع کرسکین گے۔ اوس نے ایتھس سے دریافت کیا کہ کتنے کوئی لڑائی دیکھی ہے؟ اور جب اوسکے جواب دیا کہ تین لڑائیان دیکھی ہین۔ تو بہت خوش ہوا اور کہا ہمین ولیمنو کے معرکہ عظیم کے دیکھنے کا بہت شوق تھا مگر ضروری کام کی وجہ سے اپنے بیڑے کو چھوڑ کر جانا قطعی سے چلا گیا۔ پرنس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ اگر تم لڑائی دیکھنا چاہتے ہو تو ولو سے بہتر کوئی مقام نہین ہو سکتا تین لڑائیان تم نے ترکون کیطرف دو کرتے بھی ہین اب وہان تم یونانیون کیطرف رہکر اوسے بخوبی دیکھ سکوگے۔ یہ شہزادہ انگریزی بہت عمدہ بولتا ہے۔ وہ خوبصورت طویل القامت شہزور اور خوشحال جوان ہے۔ پیشانی خندہ۔ ملاحانہ وجاہت اور اخلاق شایستہ ہین زمانہ سلف مین وہ بحری قزاقون کا بڑا عمدہ بادشاہ بنتا۔ ہم اوس کی تکمل وشباہت اور اطوار سے بہت خوش ہوئے۔ یہان تک ہم قیاس کرسکے وہ یونانی نیوی مین ہر دلعزیز تھا۔ اوس کا بڑا بھائی قسطنطین نو ہمین یقیناً ہر دلعزیز تھا۔

پنچی اس پھر تو ولو کو روانہ ہو گیا۔ اور اس دفعہ راستہ مین کوئی اٹکاؤ نہ پڑا۔ کپتان نہایت مہربانی اور توجہ سے پیش آتا رہا ہمنے اوس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اوسنے باصرار اپنا کمرہ ایتھس کے سپرد کر دیا ہمین اوس کے سیلون (دالان) مین جھکو سے باہر تھا سویا مگر اپنے کوٹ کو جس مین میرے پاسپورٹ خطوط اور اہم کاغذاتی خط تھا کمرہ کے دروازہ کے اندر لگا دیا ہم دونون پستول

ساتھ لیکر سوئے اور پوٹ وکوٹ کر سونا باقی پڑے نہ اتارے۔ اگر میں بیاحتیاط نہ کرتا تو میرے خطوط کا بھی وہی حشر ہوتا جو انیس کے روزنامچہ کا ہوا۔ اسباب ہم گھنٹہ (تو تک) پر ہی چھوڑ آئے تھے رات کو اوسکی خوب تلاشی لیگئی۔ اور انیس کے روزنامچہ کو ایک جاسوس کی معرفت جو انگریزی جانتا تھا پڑھا گیا یہ جاسوس غالباً وہی سیاہ اور بدشکل سا ملکی اہلکار تھا جسے دوسرے دن بحری جہاز پر دیکھا۔ اور اوسنے ہماری طرف بُری نظروں سے گھورا یونانی افسروں نے کہا یہ ارمنی ہے مگر مجھے اسپر اعتبار نہیں کپتان نے کہا تھا کہ جہاز پر انگریزی جاننے والا کوئی شخص نہیں صرف نقشہ کی سی فرانسیسی جانتا ہے اس حالہ پر کپتان کو الزام دینا بالکل مناسب نہیں محاربہ کے زمانہ میں اکثر جید بازیاں روا ہو جاتی ہیں۔

فصل ہشتم (۱۸)

سر ایشمیلڈ بارٹلٹ اور یونانی امیر البحر

جنوبی یورپ یا مشرق میں سیاحت کرنیکے دوران میں سویرے بیدار ہونے کی عادت سے بڑھکر کوئی عادت مفید اور فرحت بخش نہیں جسقدر سویرے اُٹھا جائے اوسیقدر زیادہ بہتر ہے۔ اس سے انسان دن کی تمام وقت سے فائدہ اوٹھانے کو قابل ہو جاتا ہے صبح کے نہایت ہی خوشگوار اور لطیف وقت میں جب کہ طلع صاف اور ہوا تازگی بخش اور رحمت فزا ہوتی ہے قدرت و صنعت کا سرور بخش نظارہ کر سکتا ہے اور اس کی دولت دوپہر کے وقت کاروبار کو برسر انصرام پہونچانے کی تکلیف و مشقت سے جب کہ گرمی اور گرد و غبار کا کوئی حساب نہیں رہ جاتا بچ جاتا ہے۔ بدوران سیاحت میں کبھی ساڑھے چار بجے کے بعد بستر پر نہ رہا۔ اور اس سے پہلے ٹھنڈی برکت و منفعت سے پورا پورا فائدہ اوٹھایا۔ ہوٹی کو پر روزنامچہ میں سویرے بیدار اور ضروریات سے فارغ ہو کر پانچ بجے بالائی چھت (تو تک) پر پہونچگیا۔ اور دیکھا کہ جہاز سرعت خلیج دولو میں داخل ہو رہا ہے بندرگاہ اور شہر کا نظارہ نہایت لطیف و دلفریب ہے۔ دولو ایک شہر نہیں۔ بلکہ اُسے کئی شہروں یا بستیوں کا مجموعہ کہنا چاہیئے۔ دو پرانی بستیاں جن کے مکان مشرق کے شہروں کے مکانات کیطرح بے ترتیب اور مختلف شکل پہاڑ کے ہیں پہاڑیوں کی چوٹی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ جدید حصہ کے مکانات جو خلیج کے شمالی ساحل پر آباد ہے۔ عمدہ ساخت کے ہیں اور یہیں کئی خوشنما بنگلے مرجع دیں۔ بندر یونانی جنگی جہازوں سے بھرا ہوا تھا و زبردست آہن پوش کئی کروزر اور چند تارپیڈو کشتیاں وہاں لنگر زن تھیں۔ ایک کلاں اطالین مصافی جہاز (سارڈینا) ایک پرنچ کروزر اور ایک انگریزی گن بوٹ (ڈھالیٹ) بھی وہاں تھے۔ اطمینان اس امر کا آخر الذکر کو وہ سلام دیں ہم کیسی تمنا بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ ساڑھے چھ بجے کپتان میلائیس امیر البحر کے جہاز پر سلام کیا گیا جاتی دفعہ میں سلامی توپ کی

کہ وہ میری طرف سے امیر البحر سے یہ مطالبہ کرے کہ یا تو ہمیں انگریزی جہاز پر پہنچا دیا جائے۔ یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیا جائے۔ جس نے کپتان سے ہر ایک خط بھی انگریزی قونصل کو بھجوا دینے کی درخواست کی۔ لیکن اس پر اس نے انکار کر دیا۔ کپتان بہت دیر بعد واپس آیا۔ اس کی نیت میں کئی ملکی جہاز پر گئے۔ از انجملہ ایک تھیسلی بیڑا یا کا جہاز تھا جس کی تکمیل نہایت کر دہ تھی۔ اس کے سب جہاز کے افسروں کا گمان بھی۔ یہ بات جہاز کے دوم افسر نے جو ہم سے بڑی شفقت و مروت سے پیش آتا رہا۔ اور ڈاکٹر و انجینیر اور خوبصورت نوجوان شخص تھا ہمیں دریافت بتائی کپتان ہم سے بعد واپس آیا۔ اس کو ساتھ امیر البحر کے جہاز کا ایک افسر تھا۔ جو انگریزی نہایت شستہ بولتا تھا۔ اس نے مجھ کہا کہ اس سے ہمیں جنگی بیڑا کر دو لوکے ملکی حکام کے سپرد کرنیکا حکم ملا ہے مسئولیت سے پہلو تہی کرنے کی عادت بلکی جو یونانی ملازمون میں راسخ ہے یہ دوسری مثال تھی میں نے دریافت کیا یہ حاکم کون ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اعلےٰ حاکم لاریسہ کا گورنر ہے۔ جو وان سے دو دن بھاگ آیا تھا۔ اور یہاں کا حاکم اعلےٰ ہے۔

یونانیون کے ملکی حاکم

میں ملکی یونانی اہلکارون کی خیانت۔ بدکرداری۔ بددیانتی۔ ظلم و عصیان سے (اچھی طرح) واقف تھا۔ اور جانتا تھا کہ لاریسہ کا گورنر اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ یہی نیک ذات تھا جو ترکون کی پیہم خبر سے دو دن پہلے نہایت بزدلانہ طور پر اپنے فرائض کو چھوڑ چھاڑ کر لاریسہ سے بھاگ گیا تھا۔ اور بھاگنے سے پیشتر قیدیون کو رہا کر کے انہیں رائفلیں دی گیا۔ جنہون نے فوجکو پاجیون کے ساتھ مل کر بے علی کے دنون میں نہب و غارت کا وہ بازار گرم رکھا۔ اور اپنے ہمقوم ون بالخصوص عورتون کو ایسا ستایا تھا۔ کہ یونانی باشندون نے ترکون کو پہنچ جانے پر شکر کا کلمہ پڑھا۔ بھی چونکہ اس ذات شریف کو یہ تمام کارنامے معلوم تھے۔ میں نے جبر کے سوا دیگر بے خوف و خشکی پر جانیسے قطعاً انکار کر دیا۔ اور انگریزی جہاز یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیجانیکا مطالبہ کیا۔ کپتان میالیس نے حکام کا عذر پیش کر کے میری درخواست کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اسپر میں نے خود امیر البحر سے ملنے کی درخواست کی۔ اور میالیس نے بڑے تردد اور پس و پیش کے بعد امیر البحر کو چند ٹیون کے ذریعہ میری درخواست سے مطلع کرنا منظور کیا۔ امیر البحر نے ملاقات قبول کر لیا۔ اور ہم گیارہ بجے اس کے جہاز پسارا پر پہونچگئے۔ امیر البحر ساماٹیلوس نے ہم سے سیلون میں ملاقات کی۔ وہ بیش خوش اخلاقی سے آیا۔ مگر اس کی قطع و ضع سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بڑا ظالم اور وہمی مزاج شخص ہے اور پہلے افسرون کی نسبت وہ ہمیں نہایت خطرناک دشمن تصور کرنے پر زیادہ مائل ہوا۔ امیر البحر جب تک وہ باتیں کرتا رہا چینی سی غالب دکھائی دیتی رہی۔ وہ طویل القامت سیاہ فام شخص تھا۔ موچھون کا رنگ خاکستری۔ اور آنکھیں بار بار بے عزت نظر ڈال رہی تھیں اس نے تہوہ وغیرہ سے ہماری تواضع کی۔ پینوا دے کل حالات جن کی وجہ سے ہمیں زانجیبی آنا پڑا تھا۔ اور گرفتار ہوئے تھے بالتفصیل بتائے۔ اور پھر کہا کہ ہم ملکی حکام کے پاس جانا کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ ایک ہم اون سے واقف نہیں۔ دوسرے ہمیں ان پر کوئی اعتماد نہیں اپنے ملکی رفقاء کی نسبت ایسا کلمہ سنکر امیر البحر اور دیگر افسرون نے جو پاس ہی خشکی کا اظہار کیا مگر میں اپنی رائے پر قائم رہا۔ اور جب میں نے یہ کہا کہ یونانی بحری افسرون نے ہمیں گرفتار کیا۔ انہون نے ہمارے سفر میں رکاوٹ ڈالی۔ اور وہی ہمیں دولائے ہیں ہم اون سے واقف ہیں۔ اور انکی پاس اپنے آپکو محفوظ سمجھتے ہیں تو اس دلیل سے امیر البحر کی خشکی بالکل زائل ہو گئی۔ اس نے مجھے کہا کہ

کرنے کا بعد جواب دیگا اگر ہم کمی حکام کے پاس جانیسے انکار کرین گے۔ تو وہ ہمین خود بخود آزاد کرنے کا ذمہ نہین اوٹھائیگا۔ بلکہ ہدایات منگوانیکیلئے اتمینان دیگا۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ لاریسا کا گورنر انگریزی اخبارات کو دیکھکر جو اوزہون نے اوسکی متوحشانہ فراری کے تعلق لکھے ہیں بہت بگڑ ہا تھا۔ اور مزید برآن اوسے اور دولے کے سربرآوردہ یونانیون کے دلون مین ترکی نوکی جو قدر پیدا ہوگئی تھی یہ بہت دہشت سمائی ہوئی تھی۔ اور وہ بکلہ بطور یرغمال تابو کرنے کے لیے نہایت بیمین ہو رہے تھے۔

بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ اگر خشکی پر جاتے تو ہمارے لیے اچھا نہ ہوتا۔ رمان خت گھبراہٹ اور بیچارگی مستولی ہو رہی تھی۔ دوسرے انگریزون کے ساتھ دو لوگون جو اوس وقت کیفہ بتلاؤ کیا گیا اوس کو حالات اب شایع ہو چکے ہین۔ اور اون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یونان کے ملکی حکام اور باشندے کوئی پاجیانہ یا بزدلانہ حرکت نہین جس کے مرتکب نہ ہوسکتے ہون۔ امیرالبحر نے ایک خاص قاصد کے ہاتھ میرا خط بھی انگریزی قونصل کو پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ اور انگریزی سفیر مقیم ایتھنز کو تار دینے کی بھی اجازت دیدی۔ پہلے ہمین نے مسٹر مرلن (قونصل) کی معرفت مسٹر ایچ مرٹن (سفیر) کو بھیجا۔ اور اوس مین اپنی گرفتاری کی مختصر مگر واضح کیفیت لکھ کر کے سفیر موصوف سے ہماری رہائی کا مطالبہ کرنے کی درخواست کی۔

قونصل کے انتظار مین بیٹھے پیارہ پہ دو گھنٹہ بسر کیے۔ یہ عرصہ امیرالبحر دربار کرتا رہا۔ جس مین اوس کو ماتحت بیڑہ کے تمام کپتان سلام کو حاضر ہوئے۔ اوس نے کہا آج اوس کا ہمنام ولی عہد جارج کا دن ہے۔ مگر جنگ کے بعد مین سنا کہ آج بادشاہ کی نام کی وجہ سے دربار کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد ازان اتمینان سے دربار نہ کرنے کا حکم آگیا جس کی وجہ کبھی معلوم نہ ہوئی۔ تاہم ملاحون نے اوس دن بڑے تیوہار منایا۔ صرف یہ فرق ہوا کہ سرکاری طور پر اُسے امیرالبحر کی سالگرہ کا دن ظاہر کیا گیا۔ کئی افسر ہمارے پاس آکر ہمسے گفتگو کرتے رہے۔ ایک کپتان انگریزی جانتا تھا۔ اوسنے الیس کو بڑا پیارا کیا۔ اور اُسے کچھ مٹھائی بھی دی۔ افسوس ہمکو اوسکا نام یاد نہین رہگیا۔

آخر مسٹر مرلن ایک بجے کے قریب پہنچگیا اور اوس نے ہمین رہائی دلوانیکیلئے جس قدر کہ کوئی قونصل یا انسان زور لگا سکتا ہے زور دیا۔ مگر امیرالبحر اپنے عزم سے نہ ہٹا۔ بلکہ جون جون مسٹر مرلن نے زیادہ زور دیا۔ وہ اور ضد پر بڑھتا گیا۔ مسٹر مرلن نے یہانتک کہا کہ ہمین تمکو تحریری اقرار نامہ لکھدیتا ہون کہ اگر تم سر تسلیلہ کو ابھی چلا جانے دو۔ تو جس وقت یونانی گورنمنٹ ہمکو طلب کرے وہ جو الزام اوسپر لگایا گیا ہو اوسکی جوابدہی کیلیے فوراً ہم واپس آجائینگے"

اگر امیرالبحر معقول آدمی ہوتا تو اوس تجویز کو فوراً مان لیتا۔ مگر صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سطح ہمین ڈبونے کی سوسایٹی اپنے سر نہین لینا چاہتا تھا۔ ایک یونانی کپتان نے ہمسے بعد مین کہا تھا ہمارے تمام افسر لوگون سے ڈرتے ہین۔ لوگون سے اوسکی مراد حقیقت اتمینان کے مفسد طبیعت باشندون سے تھی۔ مسٹر مرلن کے پاس جب کوئی چارہ نہ رہگیا تو وہ جہاز سے رخصت ہوگیا۔ اور وعدہ کر گیا کہ مین ابھی انگریزی سفیر کو اتمینان دیتا ہون۔ اور تمہین دیکھنیکیلئے پھر بھی آؤنگا۔

بیم و رجا کی حالت مین رکھنے والی لڑائی

ڈسٹینو مین اوس وقت میدان حرب خوب گرم ہو رہا تھا جسنے امیرالبحر سے رمان جاکر لڑائی دیکھنیکی اجازت

طلب کی۔ مگر اوسنے نہ دی۔ وشنیو مین تو دو سے صرف دس میل ہی۔ یہ پہلا دن تہا کہ ہمارے ساتھ اسیرون ایسا برتاؤ کیا گیا۔ اور اوس دن کی آزردگیون مین ایک یہ آزردگی بھی کچھ کم نہ تہی کہ ہم سارا دن توپون کی دھنا گرج اور رنیفلی باڑہون کی مسلسل کڑ کڑ ہوائے گہوڑون پر سوار وشنیو کیطرف سے آتی سنتے رہے۔ بلاشبہ اس سے بڑہ کر بے چین کرنیوالا کونسا امر ہو سکتا تہا کہ ہم ایک ایسی معرکۂ عظیم کے تمام شور وغل کو تو جیسے دیکھنے کا ہمین بڑا اشتیاق تہا سنتے رہین۔ مگر اوسے دیکھ نہ سکین۔ توپون اور رنیفلی انتشاری کی مسلسل دھمیر منقطع صدا سے جو دونون جہت قریب معلوم ہوتی تہین صاف ظاہر ہو رہا تہا کہ اوس قطعہ پر جسے ہمنے اچھی طرح دیکھا ہوا تہا بڑی سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ اور ترک نیم پاشائی شکست کا جسے ہم نے گذشتہ جمعہ کو بچشم خود معائنہ کیا تہا۔ داغ مٹانے اور کرنیل ہیوسنسکی کو مغلوب کرنے کو لیئے جان سپارانہ کوشش کر رہے ہین۔ مسٹر مرلن نے مجھ سے ذکر کیا تہا کہ ڈرائیڈ کا کپتان چیسم ینڈ انگریز نامہ نگارون کے ساتھ لڑائی دیکھنے کے لیئے صبح وشنیو گیا ہے۔ مین نے جہاز مذکور کے نقشہ مسٹر ہملٹن سے جو ہمین ملنے آیا۔ اور بڑی مہربانی سے پیش آیا تہا۔ درخواست کی کہ جب کپتان واپس آئے تو اوس کی پاس ہماری طرف ہوا التجا کرے کہ وہ ہمین جہاز ایونیا پر اکر لڑائی کے حالات بتا جائے۔

شدید انتشاری جو صبح کے ساڑہے سون بجے شروع ہوئی تہی شام کے پانچ بجے کے قریب بند ہو گئی۔ یونانیون کو سارا دن فتح و نصرت کی پہ چہ پہونچتی رہی تہی۔ بالآخر ہیوسنسکی کا یہ مشہور پیغام جس مین اوسنے بحیثیت علی کی تہی پہونچا کہ اوس نے ترکون کا پے در پے سات مختلف حملون کو پسپا کیا ہے۔ اور بابوس کی سپاہی ترکون کی خون مین تیر رہے ہین۔ ہیوسنسکی قابل سپاہی ہے۔ اور صرف وہی ایک ایسا آدمی ہے جس نے محاربہ مین کچھ قابلیت دکھائی۔ مگر وہ بھی دوسرے یونانیون کیطرح غلو و اغراق اور مبالغہ پسندی کی خوفناک سودا مین مبتلا ہے۔

مین اسے مخفی نہین رکھنا چاہتا کہ یہ خبر سن کر مجھے ترکی عملہ کے نتیجہ کے متعلق کسیقدر تردد ضرور ہو گیا۔ کیونکہ مین یونانی موقون کی بے انتہا مضبوطی۔ ترکی سپاہیون کی جانبازانہ شجاعت اور ترکی چرنلون مین پختگی کی نا قابلیت سے بخوبی واقف تہا۔ لیکن سات بجے کپتان چیلم کے آنے پر کل فکر و تردد کا فور ہو گیا۔ وہ تھکا ماندہ اور گرد آلود سیدہا میدان جنگ سے ایونا پر آیا۔ اور ترکی سپاہیون کی بیمثل شجاعت اور لڑائی کے مفصل حالات ہمین سنائے۔ اوس نے بیان کیا کہ ترک صف وصف اور پلٹن در پلٹن دشمن سے اپنے آپ کو چھپانے کی کوئی کوشش نہ کرتے بغیر علانیہ صبح کے ساڑہے آٹھ بجے کے قریب کرلی سے جو وشنیو سے سات میل ہے روانہ ہوئے اور دو گہنٹون کے سفر کے بعد از بحر مشغول پیکار ہو گئے۔ ہمارا سابقہ تجربہ و مشاہدہ کپتان کی دہتان کی لفظ بلفظ تصدیق کر رہا تہا۔ وہ یہ کہ کے چلنا۔ لڑائی سے پیشتر سنا اور صعوبت بخش سفر طے کرنا۔ اور پھر آتے ہی دن کی نہایت ہی گرم اور جلے سکت کر دینے والی حصہ مین جانگداز معرکہ آرائی مین مصروف ہو جانا۔ یہ سب ہی باتین تہین جو ہم پہلے ہر متوقعہ پر مشاہدہ کر چکے تہے۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر فوج کا حصہ کثیر پہلے دن ایسے وقت جب کہ دشمن پوری مدہم ہو گئی ہوتی دشمن کے قریب پہنچایا جاتا۔ اور دوپہر کی بجائے علی الصبح لڑائی شروع کی جاتی۔ مگر ترکی برنیلون کو سمجھائے کون تاہم اس مرتبہ فتیم پاشا کی طرح پسپائی اون کے ناقابل تسخیر حوصلہ کو بزک نہ لگا سکی فتح کرنے کی

غلطی کا ارتکاب نہ کیا گیا۔ کل زور یونانی میسرہ پر طلب پڑ پڑا گیا۔ کپتان تیہم کچھ عرصہ یونانیوں کو اگلے مورچوں میں رہنے دیا۔ مگر آخر اعتباری کی مسلسل پوچھ گچھ نے اسے وہاں سے ہٹا دیا۔ اس زبان بندی کا کہ جب میں واپس آیا اور میں نے فوج ترک بندوقیں لانے اور وینیزلوس سے جنوب مغرب کیمبرٹ کی بلندیوں کو برابر آگے بڑھ کر یونانی میسرہ کو الٹ دینے کیلئے بڑی سخت کوشش کر رہے تھے اسی ترکوں کی کامیابی کیمبرٹ سونا امیدی نہ تھی۔ بلکہ کہا کہ گویہ درست ہے کہ یونانیوں کے بڑے مورچوں تک بستہ محفوظ اور ان کے تصرف میں ہیں۔ مگر ترکوں نے اگلے مورچے فتح کر لیے ہیں۔ اور بڑے مورچوں کے بالکل قریب پہونچ گئے ہیں جن پر وہ بلاشبہ علی الصبح آخری اور فاتحانہ حملہ کریں گے۔ وہ ابھی باتیں ہی کر رہا تھا کہ پھر یہ پہلی باڑھوں کی کڑک سنائی دی جو بڑی تیزی سے آدھ گھنٹہ تک جاری رہی۔

جو افسر کپتان کا قیاس بالکل درست نکلا۔ دوسری شام کو تموتسکی نے ۵ ہیں بجانب جنوب بالیوروس کو ہٹ جانا تعین مصلحت سمجھا۔ گو یہ امر ابھی تک صاف نہیں ہوا کہ آیا اس نے فرسالہ کی فتح ہو جانے کی وجہ سے مراجعت کی تھی۔ یا خود اپنے میسرہ کے الٹ دیئے جانے کے خطرہ کی وجہ سے۔ غالباً دونوں باتوں کا کچھ کچھ اثر تھا۔ بہرحال یہ لڑائی محاربہ کی صعب ترین لڑائیوں میں سے تھی۔ اور اسمیں یونانیوں کو جیسی بری کارگذاری نہ دکھائی یہ درست ہے کہ وہ تعداد مورچوں کو بچھوتے لیکن ایسی مستحکم موقعہ کو منتخب اور پھر اسے ایسی مضبوطی کے ساتھ مستحکم اور مورچہ بند کرنیکے کریڈٹ اور زنکیناں کا تموتسکی فخر و ستحق ہے۔ ان دو دنوں کی لڑائی میں ترکوں کے ۱۵ ہزار شہید و مجروح ہوئے۔ اگر لاریسہ کی ستوحشانہ بھاگڑ کے بعد یونانیوں کا مستعدی کے ساتھ تعاقب کیا جاتا تو بھی نقصان نہیں بلکہ فرسالہ اور بالخصوص ڈوموکوس میں ایسا سخت نقصان اوٹھاتا پڑتا جو اوٹھایا گیا۔ یونانی فوجکو زنادوس اور لاریسہ کی بیحوصلہ مراجعت دفعہ کے بعد وینیزلوس فرسالہ و توپخانہ لائن پر پھر مرتب ہو نوا اور سمہلنی کا موقعہ ہی نہیں دینا چاہیئے تھا جس سے فائدہ نہ اوٹھا سکنے اور غنیم کی شکست کو سر توڑ بھاگڑ میں مبتدل کر دینے سے اپنی فتح کو مکمل نہ کرنے کی وجہ سے ہی مشغلہ میں ترکی پر تباہی وارد ہوئی تھی۔ اور ہمیں بہت کم شبہ ہے کہ اگر یونانیوں کی بجائے کسی زیادہ شجاع و بہادر دشمن سے مقابلہ ہوتا تو ۱۹۱۲ء میں بھی اس تساہل کا ویسا ہی برا نتیجہ نکلتا۔

جہاز ایونیا چار بجے ایک عجیب واقعہ گذرا۔ امیر البحر نے اپنا انگریزی دان کپتان بھیجکر ہمیں اطلاع دی کہ اسے ہمیں آتھنز بھیجدینے کا حکم گورنمنٹ کیمبرٹ سے موصول ہوا ہے جہاز جنگی اس کو ہمیں لے جانیکا حکم دیا گیا۔ مگر کپتان سپاکیس نے عذر کیا کہ اس کو پاس کوئلہ کافی نہیں اسپر بارہ باری کے کلان جہاز ایونیا کو تیار ہونیکا حکم ہو گیا کپتان سپاکیس کے انکار کرنے کی غالباً کچھ اور وجہ تھی جسمیں اگر بتاؤنگا اس کا تعلق اس تلاشی سے تھا جو اوہٹی ات کو ہمارے ساتھ کی گئی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ اس حرکت سے دلمیں بہت نادم تھا۔

ایونیا تین ہزار ٹن وزن کا عمدہ اور خوب آراستہ جہاز تھا جسمیں عیش کی آسائش بخش کمرے دیئے گئے۔ اور کپتان کو ہماری ہمراہی

لہ یہ شخص اکتوبر ۱۹۱۲ء میں زمامیس کے وزیر اعظم ہوئے نہ وزیر بحریہ ہو گیا تھا۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں تجدید وزارت ہونے پر بھی وہ اس عہدہ پر بحال تھا

خاطر کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ آیندہ پر ہمسے کل اسلحہ اپنے تئیں اور اگرچہ ہم کو بالکل نظر بند نہ کیا گیا۔ ہمین بالائی جہت اور سیلون مین پھرنے کی پوری آزادی رہی لیکن یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ہماری حرکات کی نگرانی کیجاتی ہے۔ رات کو ایک سنتری میرے کمرے کے دروازہ کے باہر پہرہ دیتا رہا۔

شبہ پیدا کرنے والی کاغذات

امیرالبحر کے انگریزی دان کپتان نے ہمین سیلون مین طلب کیا۔ جہان ہم سے ایک طرح کا باضابطہ سوال وجواب کیا گیا۔ خوش قسمتی سے سٹرمرن جہاز پر موجود تھا اور مینے باصرار تمام اس بات کا فیصلہ کرالیا کہ سوال وجواب کے وقت وہ پاس رہے۔ کپتان نے کسیقدر تحکمانہ لہجہ سے سوالات کی ایک فہرست پیش کی۔ اوس نے ایک کاغذ سے کچھ عبارت پڑھی جسپر پہلے مین نے یہ سمجھا کہ یہ وہ تار ہے جو آتینہز سے موصول ہوا ہے مگر پھر معلوم ہوا کہ یہ وہ مشہور موالنامہ ثابت کنندہ کاغذ ہے جس کی نسبت بیان کیا گیا تھا کہ ہمارے پاس سے دستیاب ہوا اور آتینہز کے اخبار نواز پر خوب شور وغل برپا کیا تھا۔ اوّل اوس نے مجھ سے پنار روزنامچہ اور کتاب یادداشت پیش کرنیکو کہا مین نے پروانہ راہداری نکال کر دیدیا۔ اور کہا کہ میرے پاس کوئی کتاب یادداشت یا ڈائیری (روزنامچہ) نہین۔ اوس کی بشرہ سے ثابت ہو رہا تھا کہ اوسے میری بات پر یقین نہین۔ مگر جب مین نے درشت لہجہ سے انکار کو دوہرایا۔ تو اوسنے ایلس کیطرف متوجہ ہوکر کہا "تمہارے پاس تو یادداشت کی کتاب موجود ہے" اسی سے مجھے کسیقدر تشویش سی پیدا ہوگئی کیونکہ مین جانتا تھا کہ وہ سیاحت کے حالات قلم بند کرتا ہے جسمین اوس نے اپنے خیالات بالکل آزادانہ ظاہر کیے ہوئے ہین۔ اور ان خیالات کا یونانیون کی شجاعت و سپہ سالاری کے حق مین غیر مساعد حیثیت اور ترکون کے حق مین ہونا یقینی امر تھا۔ جب ایلس نے یہ جواب دیا کہ اوسنے پندرہ دنون سے پنے تعیسی مین داخل ہونیکو وقت سے اپنے روزنامچہ مین کچھ نہین لکھا۔ تو میرا تردد دور ہوگیا۔ اور مین نے اُسی پنار روزنامچہ لانیکیلئے کہدیا۔ پھر ۲۰ اپریل جس تاریخ ہم سالونیکا سے روانہ ہوئے تھے۔ اوس دن تک کی سیاحت و حرکات کی یومیہ کیفیت قلم بند کرکے میرے کپتان کو حوالہ کردیا۔ بعد ازان اوس نے سوال کیا کہ کیا یونانی پھلوانون نے مطلقاً مین تھا مین نے جواب دیا کہ شروع جنوری سے بعد مین وہان نہین گیا۔ پھر اوس نے پوچھا کیا میرے پاس ترکی گورنمنٹ کو پہنچانے کیلئے کوئی مراسلات ہین مین نے کہا نہین۔ اسپر اوس نے ایک کاغذ سے سلطان المعظم ایک پاشا اور گاڑی۔ کوٹ گولہ جس کی اور چند خفیف سی واقعات و روایات کا متعلق ایک لمبی چوڑی مخرخر مجہول مرکب عبارت پڑھی جسے سُن کر پایا جاتا تھا کہ وہ کسی خود سال بچہ کے خط سے اقتباس کیگئی ہے۔ اوسنے سنکر مجھے خواہ مخواہ خیال گذرا کہ کہین ایلس کے کسی چھوٹے بھائی کا خط تو یونانیون کو نہین مل گیا۔ مین بعد کپتان نے ایلس سے چند سرسری سوال کئے۔ ہم نے اوسے دکھا دیا کہ اس کے روزنامچہ کی آخری عبارت ۱۸ اپریل کو درج مین کہی گئی تھی۔ اور کرنٹ گورنمنٹ کی ملاقات کے متعلق اوسمین کچھ حوالہ نہین۔ اس معاینہ پر سوال وجواب کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اور کپتان جیسے کا تیسا خوش ہوگیا۔ اوس نے ہمین بتایا کہ اوسے حکم ہے کہ ہماری ڈاکی کی طلاع بندریہ ٹیلیگرام آتینہز کردے۔ کپتان مذکور بظاہر خاصہ خوش اخلاق اور صاف دل معلوم ہوتا تھا مگر بدران گفتگو ایک دو دفعہ کے لہجہ اور شیوہ سے واضح ہوگیا کہ وہ آسانی ظالم و درشت خو بن سکتا ہے۔ یہ تینیڈوٹ کے قابل نگار سٹر الگزنڈر کمپبل کو جسے یونانیون نے

مالیرس کے قریب پکڑکر سپاہ پر بھیجدیا تھا۔ اسی کپتان کا سابقہ پڑا تھا۔ اور اوس سے اسنے نہایت بُرے پیرایہ سے دریافت حال کیا تھا۔ مگر مین یونانی گرفتار کنندگان کے سلوک کی کوئی شکایت نہین کرتا۔ "جنگ جنگ ہوتا ہے" یہ ایک عام ضرب المثل ہے اور اوس کی صداقت مین کوئی شک نہین۔ تاہم اتھنز اور تھیسلی مین جب ہم نے اسے ہر ایک کی زبان پر دیکھا۔ تو آخر ہنسنے مسخی اُڑنے گئے۔

کپتان تھیم اور مسٹر جملٹن ہمین جہاز آیونیا پر مِلے۔ اور مسٹر مرلن نے ساڑھے سات بجے آخری دفعہ ملکر کہا کہ ابھی تک مسٹر ایچرٹن نے تار کا کوئی جواب نہین دیا۔ جہاز کا کپتان مادر وسیکا بیس نیک نہاد اور صاف طینت شخص تھا۔ وہ ہم سے ہر وقت خوشی پیش آیا۔ وہ انگریزی بالکل نہ جانتا تھا۔ اور فرنسیسی شدبد۔ نایب کپتان اور ڈاکٹر بھی نہایت خوش طبع اور خلیق تھے۔ آخر الذکر فرنسیسی بہت عمدہ بولتا تھا۔ جہاز کا ایک یونانی باورچی نام اور قد بہت انگریزی آہن پوش جہاز کوٹو ریا پر ملازم رہ چکا تھا۔ اوس کو فرق ہونیکے وقت وہ کسی کام کیلئے دوسرے جہاز پر گیا ہوا تھا جہان اوسنے اوسے غرق ہوتے دیکھا۔ جہاز کے چرخ نہایت تیزی کساتھ چکر کھا رہے تھے جو بدنصیب ملاح اوپر کی چھت پر تھے اون کے پرخچے اُڑ گئے۔ اس دردناک واقعہ کی کیفیت اوس نے نہایت تحیر انگیز پیرایہ آہن بالتفصیل سنائی۔

ایک یونانی ممبر اور مظالم فروش

ڈنر پر یونانی بحری افسران اور ایک ممبر سے دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ ممبر کا نام پٹیالاس تھا۔ اور تاریخی جزیرہ اتھاکا کیطرف سے جسے وہ ایٹاک پکارتا تھا ممبر تھا۔ وہ محاذ پر مین شامل رہا تھا۔ اور اب پارلیمنٹری وائیس کیطرف متوجہ ہونے کیلئے اتھینز واپس جارہا تھا۔ ماسبو پٹیالاس کو بہت نہایت متواضع اور خوش اخلاق پایا۔ اوسے ہمارے ساتھ بھی ہمدردی اور دلی چسپی ہوگئی۔ ایک یونانی افسر نے مجھ سے دریافت کیا۔ کیا مین نے کوئی نرکی مظالم مشاہدہ کیئے ہین۔ پھر اجرار بیان کیا کہ ترکون نے یونانی بحر وبحین کو کوئی جگہ نہ دی جلا وطن کیا۔ مین نے اس بہتان کی فوراً نفی نزدید کرکے اوس سے اون مظالمات کے نام بتانے کی درخواست کی۔ اوس نے ٹرناوس کا نام لیا۔ مین نے جواب دیا مین وہان ترکی ہراول دستہ کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ وہان کوئی ایسا واقع نہین گذرا۔ پہاڑوس نے کہا۔ یونانی اپنے مجروحین و نیز دیہات کے گرجہ مین چھوڑ گئے تھے۔ ترکون نے گرجہ کو آگ لگاکر کل مجروحین سمیت خاکستر کردیا۔ مین نے اس پر اپنی طرف سے کچھ نہ بیان کیا۔ بلکہ تفصیل کائقہ اضافہ کرکے پہلے تاکید کردی کہ ایسا الزامات لگانے وقت تاریخ وقت وغیرہ کی بالکل درست تعیین نہایت ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ یاد دلانا واجب ہوا کہ فرضی مظالم کی تشہیر مشتہر کنندگان کی حق مین مفید ہونے کی بجائے اُلٹی نقصان رسان ہوتی ہے پھر مین نے سوال کیا کہ کیا تمنے بچشم خود گرجہ کو جلا ہوا دیکھا۔ اور وہ کس دن جلا تھا؟ پہلے تو وہ یہی کہتا رہا کہ اوسنے اپنی آنکھون سے اوسے جلتے ہوئے دیکھا تھا مگر جب بنوز جزئیات تفصیل بتانیکا تقاضا کیا۔ اور اوسنے آنکھون آنکھون مین نہایش کردی تو اوس نے کہا کہ آگ

لہ یہ آہن پوش اول درجہ کا مسافری جہاز تھا۔ پانچ ایک برس ہوئے طرابلس الشام کے قریب انگریزی بمبر غرقی وتوا صدمہ اٹھاتا کہ ایک جہاز کو ٹوپیدو سے کرا گیا۔ اور آخر الذکر پانچ منٹون مین غرق ہوگیا۔ مصنف ملاحون کے تہرستان کو لیئے سلطان المنظم نے طرابلس کے قریب انگلستان کا کچھ قطعہ بھی عطا کیا تھا۔

ایک دوست نے جس کے بیان پر اوسے اعتبار ہے گرجہ کو جلتے دیکھا تھا جو جمعہ گذشتہ ۳۰ اپریل کو جب فیم پاشا نے ریزو میلو پر قابض ہو کر وشینو پر حملہ کیا تھا جلایا گیا تھا۔ بشکریہ پھر تاکید کی کہ اچھی طرح یاد کر و کہ تم ٹھیک تاریخ بتا رہی ہو۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ اسپرین نے اوسے بتایا کہ تم بالکل غلطی پر ہو۔ اوس جمعہ کو ہم نے بات خود ریزو میلو میں اور حاصل اوسی گرجہ میں لڑائی کے اختتام تک رہی تھے۔ وہاں کوئی زخمی نہ تھا۔ نہ کسی نے آگ لگائی تھی۔ جمعہ کے بعد میں اتوار کو بھی ایک بشکشافی فوج کے ساتھ ریزو میلو گیا تھا مگر جہ تب تک صحیح سالم کھڑا تھا۔ اول اوس وقت بھی وہاں کوئی زخمی اوس میں نہ تھا۔

یہ جواب سن کر افسر نادم ہونے کی بجائے کسیقدر سیخ میں آ گیا۔ اور پھر کہا کہ کس دن تم نے آخری مرتبہ ریزو میلو کو دیکھا۔ میں نے جواب دیا یہ اتوار۔ دوسری مئی کو۔ اسپر اوس نے کہا کہ وہ مجھ سے غلطی ہو گئی! ریزو میلو کا گرجہ جمعہ کو نہیں بلکہ اوس سے بعد کے دو شنبہ کو جلایا گیا تھا۔ میں نے تمہیں اسپر پورا وثوق ہے؟ تعیین تاریخ میں مغالطہ نہ ہونے دینا نہایت ضروری ہے۔ یونانی فہرستوں میں بھی پورا یقین اور وثوق ہے۔ میں تو اچھا سن لو۔ تمہیں اطلاع دینے والے نے بالکل غلط کہا ہے کیونکہ ریزو میلو اور اوس کا گرجہ اتوار (۲ مئی) کی رات سویدہ (۳ مئی) کی صبح تک تو تمہاری فوج کے تصرف میں رہے تھے۔ یہ شکر ہمارے مظالم فروش دوست کے دانت کھٹے ہو گئے۔ اور پھر اوس نے اس بحث کا نام نہ لیا۔ اوس کا اعتبار خود اوس کو اپنے زود اعتقاد سے زود اعتقاد رفقا کی نظروں میں کچھ نہ رہ گیا۔ اور پھر ہمارے سفر میں بلکہ جب تک میں یونان میں رہا یونانی کی مظالم کے متعلق ایک لفظ تک نہ سنا۔ بادشاہ نے مجھے بالصراحت کہا کہ اوسیان رواتیوں پر جو لوگ تعصبی میں ترکوں کی سخت مظالم کے مرتکب ہونے کے متعلق مشہور کر رہے ہیں مطلقاً اعتبار نہیں کرتا۔

جزیرہ نیگرو پانٹ اور مارانتھان کا میدان جنگ

چالکی آبنائے کا مشہور پل دیکھنے کیلئے میں جلدی جلدی بہت سویرے بیدار ہوا۔ اس موقعہ پر یہ عظیم جزیرہ نیگرو پانٹ یا نیگرو پانٹ۔ اغریبوز سے اس قدر قریب ہے کہ دونوں میں صرف ۵ فیٹ کا فاصلہ ہے۔ یہاں ایک مضبوط آویزاں پل بنا ہوا ہے جو جزیرہ کو براعظم سے ملاتا ہے۔ جہاز کو گذرنے کیلئے پل میں راستہ کر دیا گیا۔ چالکیس کے شہر عالم شہر ہے جس کے گرد اگرد والی وینس کے زمانہ حکومت کی خوشنما برباد فصیلیں بنی ہوئی ہیں۔ ہم پانچ بجے کے قریب گذرے ساڑھے سات بجے ہم مارانتھان کے میدان جنگ سے جس کی شہرت قیامت تک قائم رہیگی گذرے۔ ۴۹۰ قبل مسیح میں یہیں دس ہزار یونانیوں نے ڈیٹاپرس کے زیر کمان ایک لاکھ ایرانیوں کو شکست[1] فاش دی تھی۔ سمندر سے مارانتھان کے پھولے ہوئے میدان اور وادی مارانتھان کی دونوں کا جو میدان سے پورے طور پر صاف نظارہ ہو سکتا ہے۔ مترے گا یک (راہنمائے سیاحان) میں میدان جنگ کو مختلف حصوں میں بانٹے گئے ہیں۔ وہ اندیشہ بڑا تو وہ موسومہ سوراس جہاں مقتول اتھینی دفن کئے گئے تھے ہمارے جہاز سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اور تو یہ مارانتھان بھی دامن ماتھہ کی وادی کے سرے پر صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ساحل جہاں جھگوٹے ایرانیوں

[1] سرائیڈوٹس کہ جس اس لڑائی کو دونوں ہند و ایرانیوں میں لڑائیوں میں سے جنہوں نے شکل مذہب دنیا کی تاریخ پر عالمگیر اثر ڈالا کل قوموں کے عروج و زوال اور تاریخ عالم کا بانی اور شروع کیا۔ مترجم

اور فاتح ایتھنز لوگوں میں جو ایرانیوں کو بھاگنے کا موقعہ نہ دینے کے لیے اُن کے جہازوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جانگداز منظر آرائی ہوئی تھی۔ یہ سب سے تو بہ عین ہمارے سامنے تھا۔ ایتھنز کا اعلےٰ بحری بیڑے کا آلی ماکس بین قتل ہوا تھا۔ اور بہین ایک بہادر ایتھنزی سپاہی نے ایرانی تیر کی ضرب سے اپنا ہاتھ کٹوا لیا۔ مگر ایک ایرانی کشتی کو جسے وہ پکڑے ہوئے تھا چھوڑنا منظور نہ کیا۔ ایرانی سات ہزار اور ایتھنزی صرف ۱۹۲ ہلاک ہوئے۔ ہم آتھان کو دیکھکر خواہ مخواہ یہ خیال پیدا ہوگیا کہ کہیں یونانی ہی شجاع اور محب وطن تھے اور اب وہ کیا یہ کیفیت ہے کسی انگریز شاعر نے یونان قدیم و یونان جدید کا باہم موازنہ کرتے ہوئے بالکل درست کہا ہے "یونان کی زمین تو اب وہی ہے جو پہلے تھی لیکن اب وہ نیند یونان نہیں رگیا: وہ ایسا ہی زرخیز و خوشنما اور دلفریب ہے مگر اس زرخیزی خوشنمائی اور دلفریبی میں مُردوں کیسی بو دماغ و روحانی موجود ہے۔ ہم اس کے ساحلوں کو رخصت ہو جاتے ہیں کیونکہ وہاں جان نہیں۔ ایک کالبد بے رُوح پڑا ہے"

میری رائے میں یونانیوں کی تب فاتح رہنے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ جو یہ ہے کہ تب اون کو ترکوں سے سابقہ نہ پڑا تھا۔ ایرانی اپنے عروج کے زمانہ میں دلیر و شجاع و جفاکش عثمانی و بہ قانون کی نسبت بہت ہی نازک و لطیف مزاج ہو گئی ہے تھے۔ جزیرہ ہو بلا کا تمام ساحلی علاقہ اور اس کے بالمقابل بر اعظمی ساحل کا علاقہ نہایت زرخیز اور خوبصورت ہیں یونان کا صوبہ ایشیا کی پہاڑیوں کی نسبت جو عثمانی آبادی میں یہاں بہتری اور روئیدگی بہت زیادہ ہی ہے۔ بالکل صاف آسمان شفاف و بے بادو ہوا ایسی لطیف پاکیزہ کہ جس سے زیادہ لطیف و پاکیزہ عالم تصور میں بھی قیاس میں نہیں کیا جا سکتی۔

یونانی ڈاکو

راستہ کو برابر جہان آباد سے بہت ہی تنگ ہو گئی ہے لوگوں کے نبوہ و رانبوہ کے نعرہ جس وقت جہاز کے ماتھوں نے اوکو موسکی کی دوشاندار فتح کی خبر سنائی تو سب نے خوشی کے نعرے بلند کیے۔ مگر اب یہ کیفیت نہ تھی روا روی بڑھ گیا۔ جہاز پر دو باقاعدہ یونانی سپاہی بھی سوار تھے۔ وہ طویل القامت و مستقیم القد تھے اور گہرا نیلا پٹن کھیلے ہوئے تھے۔ ازار گھٹنے تک اور بھورے رنگ کی ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔ اور اون کہتے کہ ازنو سون کی پیٹیوں سے ڈھنپے ہوئے تھے۔ سب سے اوپر بھیڑ کی کھال کی بھدی سی پوستین تھی۔ یہ ذات شریف بنظیر شیخی بازی تھے جہاز پر جدھر دل چاہتا جھومتے پھرتے اور سب پر کوئی نہ کوئی چھبتی چھوڑتے ایک اکثر مجھ سے بحث کرتا رہتا کہ میں نے صلع فریدوس میں اپنے ہاتھ سے میں ترکوں کو تہ تیغ کیا اور اب چند دن کا ذکر ہے کہ میں ایتھنز گھر جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ جملہ انس کو ترکی شکنوں کے لگانے میں زیادہ مقابلہ کی جرات نہ ہو گئی تھی۔ وہ آتھینکی ٹھاٹھ بابا کے دستہ کا آدمی تھا۔

ساڑھے بارہ بجے ہم فالیرم کے قریب پہنچے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ پائیرس کے باہر واقع ہے۔ اس کی بندرگاہ میں دول کا متفقہ بیڑہ باجاہ و جلال خاموش و شکوہ انداز تھا کہ اگر ایتھنز میں بندوبست ہو جاتا تو بہت کام دیتا لیکن ساتھ ہی اس شہر سے پرے رہا کہ باشندوں کو خواہ مخواہ اور اشتعال نہ پہنچ جائے۔ دو بجے ہم لنگر انداز ہوئے۔ ہمارے کپتان کو ڈرسان فرانسسکو کے وش باشن ہونا یت خوبصورت اور مضبوط جہاز تھا۔ پائیرس کے بندرگاہ میں لنگر ڈالے ہوئے تھا۔ سب سے پہلے جو جہاز کہ کنایت الفسٹرم یعنی ایڈمرل کا ڈویژن

ایونیا کے کپتان کی پاس آیا میری اوس سے کچھ گفتگو ہوئی اور اوس نے وعدہ کیا کہ اگر شہر کے بلوائیون نے ہمارے جہاز پر آکر ہم سے کچھ شرارت کرنی چاہیئے تو ہم کن جہاز ہماری مدد کو سے گا۔ بندرگاہ مین انگریزی جنگی جہاز کوئی نہ تھا۔

یونانی ممبر نے ہمین تنبیہ کردیا کہ تھکی پر جانا ہمارے لیئے مناسب نہ ہوگا۔ انھون نے اخبارات نے اشتعال انگیز مضامین شایع کرکے لوگون کو تمہارے برخلاف سخت برانروختہ کردیا ہوگا ہے ان نیک بخت اخبارات نے ہمین "جاسوس" کا خطاب دیکر ہمیشہ تحریر کیا تھا اسکے پاس سے الزام جاسوسی کو ثابت کرنے والی کاغذات بھی دستیاب ہوے ہین تمہرون کے طوفان بلوتیزی نے چند دن قبل دو چار تجارتی جہازون پر جن کی نسبت خیال کیا گیا تھا کہ اون پر کریٹی مسلمانون کے لیئے سامان رسد لارہا ہے یورش کرکے اہل جہاز کو خوب زدوکوب کی تھی اور اسباب محمولہ کو سمندر مین پھینکدیا تھا۔ ہمارے ورود سے کچھ دن بعد شہر نگلری سے اسی مجمع نے نہایت وحشیانہ سلوک کیا تھا۔[1]

مسٹر میکس کی ایلچیانہ کارروائی

ایونیا کا کپتان ایتھنز جاکر ایم رالیس کو اطلاع دینے کو گیا جو وزیر اعظم ہی نہین وزیر بحریہ بھی ہے فی الفور خشکی پر چلا گیا۔ وہ میری طرف سے ایک خط مسٹر ریجز ٹن کیطرف بھی دیہ گیا اور ساتھ ہی ایک رقعہ انگریزی تو فصل کو بھیجدیا جس مین ہم نے اوس جہاز پر اگر ہمسے ملونی درخواست کی تھی مگر جب وہ خشکی پر پہنچا تو اوسے بذریعہ ٹیلیفون ایتھنز سے یہ پیغام پہونچگیا کہ خود ایم رالیس ساٹھ ہے چار بجکر اٹھمین ساتھ ایتھنز جائیگا ہمارے لیئے یہ بڑی خوشخبری تھی مگر ساٹھ ہے چار بج گئے اور ایم رالیس کوئی نہ آیا ساٹھ ہے پانچ بجے کپتان اور اوس کی ماتحت افسرون سے دریافت کیا کہ کیا وہ توقف کی کچھ وجہ بتاسکے تھے؟ اونھون نے کسیقدر تردد کے بعد جواب دیا کہ غالبًا وہ بلوائیون کے خوف سے نہین آیا۔

[1] ایسا ہی یا جیادہ سلوک اکتوبر ۱۸۲۱ء مین ایک ترکی جنرل سے کیا گیا۔ امیر المومنین نے جنرل دہابی پاشا کو افواج مقیمہ تھیسلی و اپایرس کے سپاہیون اور افسرون مین تنخواہ اور اعزازی تلوارین تقسیم کرنے کے لیئے بھیجا جنرل موصوف کا رمضوضہ سے فارغ ہوکر چند پرتیسیا سے ایک آسٹرین جہاز پر سوار ہوکر توسط ظنیہ کیطرف روانہ ہوے اون کے ساتھ اوکا بیٹا اور جنرل محمد علی پاشا مع قبیلہ ہی تھے۔ جہاز نہ کو جب ایتھنز کے بندرگاہ پائرس مین داخل ہوا تو دو ہزار سے زیادہ لوگ اور دو سو خیل یونانی باہین خیال کہ جہاز پر چند یونانی ہیرا ان جنگ بھی ہین کشتیون پر سوار اوس کا گرد جمع ہوگئے۔ جہاز کے کپتان نے اون کو یقین دلایا کہ کوئی قیدی اس پر سوار نہین ہے مگر اونھون نے ایک نہ سنی اور جہاز مین داخل ہوکر تمام کردن مین پھیل گئے مسافرون کا اسباب لوٹ لیا اور ترکی افسرون کو سخت سست کہا یونانی گورنمنٹ نے اطلاع ملنے پر کوئی تدارک نکیا۔ آخر اسپر ایک جنگی جہاز نے دو کشتیون پر بحری سپاہی اور تاریخ دکشتیان بھیجکر مجمع کو منتشر کیا۔ اور محمد علی پاشا اور دیگر مسافرون کا مال واپس دیا۔ محمد علی پاشا کی اہلیہ خوف و دہشت کی وجہ سے بیمار ہین یونانی گورنمنٹ نے آسٹرین گورنمنٹ کی بازپرس پر بعد مین بندرگاہ کے افسر اور پولیس کے اعلےٰ عہدہ دار کو موقوف کرکے معافی مانگلی ترکی اخبارات انگریزی اخبارات سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری مہذب یونانی قوم کی یہی شرافت ہے مجھے تم اس قدر نادان ہو مگر آفرین ہے ترکون کو کہ اس واقعہ کے بعد بھی کسی یونانی مسافر یا جہاز کو ترکی بنادر یا سمندرون مین ذلیل کرنے کا اون کو خیال تک نہین گذرا۔

۹ بجے مسٹر میکس مسٹر ایبوٹن کیطرف سے جہاز پر پہونچا۔ وہ وصل پاریس مین نو فصل تہا۔ مگر کام کی کثرت کی وجہ سے اس وقت انگلستان کی سفارت مین بطور اٹاچی کام کرتا تھا۔ وہ یہ خوش خبری لایا کہ ایم رالیس نے سفیر سے ملاقات کرکے ہمین رہا کردینے اور انگریزی سفارت کو سپرد کردینے کا وعدہ کیا ہے۔ مسٹر میکس ٹرین کا انتظار کرکے اسی گاڑی پر اسٹینہز سے آیا۔ اوس نے کپتان سے ہمین وسیوقت ساتھ لیجانے کی اجازت مانگی کپتان نے عذر کیا کہ مجھ اوس کے متعلق کوئی حکم اب تک نہین ملا۔ اسپر مسٹر میکس اوس سے صاف انکار کردینے کے درپے ہوگیا۔ مگر کپتان حیلہ حوالے بتاتا رہا۔ پھر مسٹر میکس نے آخری سوال کیا۔ صاحب آپ مجھ سے جو انگریزی سفیر تینہ انتفنسر کا قیام مقام ہے سراشیلیڈ بارٹلٹ اور اوس کا فرزند جو اکثر میرے انکار کرتے ہو۔ اس کا سبب دو حرف مان یا نہ دیا جاوے"

کپتان نے جو فی الواقع نیک نیتی تہا ذرا رک کر آخر صاف انکار کردیا۔ اور مسٹر میکس اس انکار کو بلفظہا دوہرا کر خوش خوش واپس چلا گیا کیونکہ اس انکار سے اوسے یونانی گورنمنٹ سے بازپرس کا موقعہ ملگیا۔ سات بجے کپتان کو پیغام پہونچا کہ چونکہ دن کے وقت ہمارا نشکی پر اترنا خالی از خطر نہین۔ ایم رالیس دیر کرکے ایگا چند مرخ کوٹ و سرخ ٹوپی والے طالعین مجاہدین کشتیون پر سوار اور ہر البر بندرگاہ مین پھر رہے اور مختلف جہازون کی سیر کر رہے تھے۔ اہل جہاز چندان تپاک کے ساتھ اون سے پیش نہ آتے اونھین سے کچھ بندہ مین ادہر اودہر ایستادہ ہوکر رہتے تھے۔ ہم ایم رالیس کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک بڑا تجارتی جہاز یونانی مجاہدین سے بھرا ہوا بندرگاہ مین داخل ہوا یہ لوگ عثمانیہ علاقہ سے اور زیادہ تر سمرنا سے آئے تھے۔ وہ تقریباً سب کے سب ہی نوعمر لونڈے تھے اور جہاز کا پورا گوشہ گوشہ اون سے بھرا ہوا تھا۔ ان جاہل وجہیل اور کمزور جسیم لڑکون کو جہاز کے بندرگاہ مین داخل ہوتے وقت بیوقوف جہاز والے رسے لگاتے ہوئے سن کر اونکی حالت اور بیوقوفی پر ہمین بڑا رحم آیا۔ اون کو ابھی معلوم نہ تھا کہ لڑائی کس جانور کا نام ہے۔ اور وہ کیسی خوفناک چیز ہے۔ کچھ گھنٹے ہی قبل مین گزرے تھے۔ سب فاشام کا کھانا افسر وہ مولی سے کہا یا۔ یونانی افسر تاخیر و درنگ سے جیسے بھی نہ یا وہ پژمردہ خاطر ہورہے تھے۔ وہ ہمین جہاز پر دو کے کھونے کی ذمہ داری مین مبتلا ہونا پسند نہین کرتے تھے۔ ہم نے اونہین یہ ظریفانہ پیرایہ مین کہا کہ اگر بیطرح کے بلوہ کا اندیشہ ہے تو اونہین ہمارے ہتیار ہم کو واپس کردینے چاہئین تاکہ ہم حملہ کی صورت مین اپنا بچاؤ کرسکین۔ کپتان نے وعدہ کیا کہ جس گودام کے کمرہ مین وہ ہتیار بند ہین اوس کو دروازہ کا قفل کھول دیا جائیگا۔ آخر سیلون سے باہر جھانکنے سے بہ مقدر ہلچل ہونے سے واضح ہوگیا کہ کوئی آیا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد یونانی افسر لمبے سرو قد کھڑے ہوکر مسرت بھرے لہجہ مین کہا "یہ لو ایم رالیس آگئے" اور سیوقت وہ زیر حفاظت کمرہ مین داخل ہوگیا۔

یونانی وزیر اعظم

ایم رالیس بہ پست قامت اور چست و چالاک شخص ہے۔ انکھین بہ تین و بیقرار طبیعت سیاہ چہرہ خوب گہٹا ہوا۔ اور سر کے بال بغیر بنے اور بکھرے ہوئے۔ ایم رالیس کو ایک لحظہ سکون نہین وہ ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ اور یوں تو نہایت تیز اور طلاقت کے ساتھ ہے۔ اوسکی شکل و شباہت خوش آیند تو ہے مگر موثر نہین تاہم اوس کا بشرہ بتا رہا تہا کہ وہ اکثر یونانیون کی نسبت زیادہ صاف باطن اور نیک ضمیر شخص ہے۔ اوس کے ساتھ صرف ایک منشی اور ایک چھوٹا سا عجیب الہیئت دربی تہا۔ آخر الذکر وزیر کے پیچھے پیچھے اس لیئے آیا کہ اوسے ہم پہلے نہ دیکھ سکے۔ وزیر نے آتے ہی بڑے تپاک کے ساتھ

ہم سے مصافحہ کرکے ہمارے رکاب پر افسوس ظاہر کیا۔ اور کہا کہ اس سے جو ہمیں تکلیف پہونچی ہے اوسکا مجھے بہت رنج ہے۔ ایلیس کے ساتھ وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ پیش آیا جس کے گلے کو تھوڑی کے نیچے سے پکڑ کر اوسنے کئی چٹکیاں کسیقدر زور کے ساتھ لیں۔ لڑکے کو یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ اوس کا رنگ غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اور باتوں سے اسکا جواب دینے سے یہی لگا تھا کہ میں نے جھٹ پٹ اوسے کہا کہ وہ صرف پیار سے ایسا کر رہا ہے۔ جس سے ایلیس کا غصہ فرو ہوگیا لیکن اگر مجھ سے ذرا سا بھی توقف ہوجاتا تو وہ ضرور ایم ایلیس کو دو چار گھونسے رسید کردیتا۔ ہم سے بعد وہ پٹیالاس سے چند منٹ باتیں کرتا رہا۔ یہ ممبر اگرچہ فرانسیس کے فریق میں سے تھا مگر نئے وزیر سے موافقت کرلینا اوسے ناپسند نہ تھا۔ بعد ازاں میں اور وزیر کچھ عرصہ باتیں کرتے رہے میں نے اوسے کہا کہ میری رائے میں لڑائی کا جلد ختم ہوجانا نہایت مناسب ہے۔ لڑائی دونوں ملکوں کے حق میں مضر ہے۔ ترکی اور یونان کو آپس میں دوست رہنا چاہیئے۔ کیونکہ دشمن۔ مذہب نے کہا ہے غالباً ہر مرتبی اور مدبر قابل یونان تعصب کی بہت کچھ مزاحمت کریں گے۔ پھر کہا تمہارا مفروضہ بیشک نیک ہے مگر بعد از وقت دیا گیا ہے۔ تمہارے کہنے سے پیشتر ہی دول عظام نے خود بخود جلا کر یہ پیغام بھیجا تھا کہ صلح کرلینے کا مشورہ ظاہر کیا ہے۔ اوس نے خود بخود کا لفظ اسلئے کہا تھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یونان کو دول سے التجا کی ہے لیکن ہمیں کوئی شک نہیں کہ یونان کا ملاعبہ نہ ہی اوپر پردہ پڑنے پر ضرور انحصار کی تھی۔ ایم ایلیس نے باتوں باتوں میں ذکر کیا کہ لڑائی ختم ہوچکی ہے۔ ترکی بیان صریح غلط ثابت ہوا۔ مجھے ۶ رستی کو آدھی رات ملا۔ اور لڑائی اوس سے پندرہ دن کے بعد ہوئی۔ ارسی کے سفر کو ڈھونڈھو کہ ایک چند ہوتی۔ میں نے اوسے کہا کہ اگر انعقاد صلح کے متعلق میں تم سے خفیہ یا کھلم کھلا درکسی کار آمد ہو سکوں تو مجھے دریغ نہیں ہوگا۔ ایم ایلیس نے اس کا شکریہ ادا کرکے بتایا کہ یونانی فرسالہ کو چھوڑ آئے ہیں۔

یہ نہایت اہم خبر تھی کیونکہ فرسالہ کو چھوڑ دینے کا حکمی نتیجہ یہ تھا کہ ڈسٹینو کبھی چھوڑ دیا جائے۔ باتوں سے فارغ ہوکر ہم سب چلنے کو تیار ہوگئے۔ اوس وقت میں نے اپنے اسلحہ کی واپسی کی درخواست کی۔ ایم ایلیس نے اوسے واپس کردینے کا حکم دیا لیکن جب ہم نے گراس رائفلوں اور یونانی تلواروں کا جو ایلیس نے قیصلی میں اس البانیوں سے خریدی تھیں لیکن ہمارے اسلحہ تلوار پستول اور خنجر کا مطالبہ کیا۔ تو ایم ایلیس نے اوّل الذکر اسلحہ بابت دلیل ہمیں واپس دینے سے انکار کیا کہ وہ یونانی گورنمنٹ کی ملکیت ہیں اور اوسے اپنی ملکیت پر بھی متصرف ہونیکا کامل استحقاق حاصل ہے۔ میں نے عذر کیا کہ ہم مصان کنندہ نہ تھے۔ ذرا سلحہ نہ کو بجائے طور پر اور نوطوں سے جنہیں وہ میدان جنگ میں لاوارث ملے تھے خرید کیے گئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہم اکیلے ہوتے تو ایم ایلیس ہمیں ہتھیار بھی ہمیں واپس دیدیتا۔ مگر جہاز کے کل مسافروں کے سامنے ہمارے ساتھ جو کچھ دلچسپی اور کسیقدر ناراضگی کے ساتھ سلوک ہوتا ہے اوس نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ میں نے بھی روانگی میں زیادہ توقف ڈالنا مصلحت نہ سمجھکر اس بحث کو اس فقرہ پر ختم کیا۔ ایم ایلیس چونکہ اپنے بیان اگر ہمیں سے ہمپر احسان کیا ہے میں اس معاملہ پر اس وقت زور نہیں دیتا اور مزید بحث و دعاوی کو کل پر ملتوی کرتا ہوں۔

فصل نوزدہم (۱۹)

پیائرس و تھینز جس وقت ہم خشکی پر پہونچے اوس وقت اگرچہ دس بجے کا عمل تہا۔ مگر ساحل پر ہمیشہ ہجوم ہجوم ہمارے انتظار مین کھڑا تھا۔ ہم گاڑی پر سٹیشن کو گئے۔ جہان ساحل سے بھی زیادہ ہجوم جمع تھا یہ ازدحام دیکھکر مسافیوس ایلیس کا دل بہت سہم گیا۔ کیونکہ گو ہجوم نے علانیہ مخالفت کا کوئی اظہار نہ کیا۔ مگر اوس کے تیور بگڑے ہوئے تہے۔ اور ذرہ سی تحریک پر وہ مشتعل ہو سکتا تہا۔ قسمت سے ٹرین کی روانگی کے وقت کے متعلق غلطی ہوگئی۔ اور ہم آدہ گھنٹہ پہلے اسٹیشن ماسٹر نے ہمین اپنے کمرہ مین بیجا کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن مجمع بڑہتا گیا۔ اور کئی لوگ دروازہ کے پاس آکر ہمین گھورتے رہے اسپر دروازہ کو مقفل کر دیا گیا۔ لیکن مجمع کا شوق کم نہ ہوا۔ وہ دریچہ کے بیرونی کٹہرے پر چڑہ کر یکے بعد دیگرے ہمین دیکھتے رہے۔ ایلیا کی تر کی ٹوپی سے بالخصوص انہین بڑی دلبستگی تہی۔ اور اوسکی طرف بار بار انگلیان اٹھ رہی تہین۔ یہ دیکھکر اب پہلی مرتبہ ایلیا کا حوصلہ جاتا رہا۔ گرفتاری کے وقت اوس کا استقلال برابر قایم رہا تہا۔ اور جہاز کے یونانی ملاحون کی چھیڑ چھاڑ سے بھی جو اوسے ہر وقت لڑائی کی دعوت کرتے رہتے تہے وہ نہ گھبرایا تہا۔ مگر اب ایک بیحسی طاری تہی کہ اوس کے پاس کوئی ہتیار نہین رہ گیا تہا۔ اور وہ قطعی ملک مین بیگانون کی قید مین گرفتار اور بالکل بے پناہ تہا۔ اوس نے بیحسی سی سنسین بھرنی شروع کر دین۔ اور اوسکی حالت غشی کے قریب پہونچگئی۔ سب سے پہلے ایلیس نے اوس کی اضطراب کو دیکھا جسپر اوس نے ایلیا کو پاس جاکر اوسکی پیٹھ کو تھپکا۔ اور اوسے حوصلہ دلایا کہ میرا (یعنی ایلیس کا) یونانور دس بلوا سون کے لیے کافی ہے۔ ایلیس کے بعد ایم ایلیس نے بھی اوس کے رخسارون پر ہاتھ پھیر کر اُسے بہت کچھ تشفی دلائی اور یہ وعدہ کیا کہ ہم سب آخری دم تک اوسکی حفاظت کرینگے۔

اتنے مین ٹرین تیار ہوگئی۔ اور ہم کمرہ سے باہر نکل آئے۔ ہجوم ہمارے گرد امنڈ آیا۔ مگر کسی نے حملہ نہ کیا۔ ایم ایلیس نے اکثر لوگون سے مصافحہ کیا جس سے وہ خوش ہوگئے۔ اور کوئی شرارت نہ کی۔ اس وقت تک آمیا کا حوصلہ بالکل بحال ہوچکا تہا۔ وہ بار بار پیدائی کے ساتھ ہمارے ساتھ ساتھ آیا۔ ہم سب جھٹ پٹ ایک کمرہ مین بیٹھگئے۔ اوس کا دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ اور ٹرین اسٹیفنز کو روانہ ہوگئی۔

وہان کے سٹیشن پر بھی ہجوم موجود تہا۔ مگر وہ نہ اتنا زیادہ تہا۔ اور نہ اس قدر جوشیلا۔ ایک مہوش اسکاچ نے جو اثر ایلیا کے آگے تعظیم سے تہرا کر بایٹ دیتے کے ساتھ ہمدردی اور تاسف کا اظہار کیا۔ اوس کا خیال مین گرما ہمین پھانسی دینے کا ہے۔ سٹیشن پر گاڑی تیار تہی۔ ہمین ایم ایلیس سیدہا انگریزی سفارت خانہ کو لیگیا۔ سفارتخانہ کی عمارت بہت خوبصورت اور یونانی طرز کی ہے۔ وسط مین ایک بڑا ایوان ہے۔ اور نچلی منزل کو سامنے سنگ مرمر کا زینہ ہے۔ انگریزی منیجر مسٹر ایجکن جو نہایت قابلقدر اور خلیق شخص ہے۔ اور علم نفس مین دونون کی داد فرمانروا کہتا ہے نصف شب تک ہمارے استقبال کو آیا۔

مسٹر ایجرٹن اور ایم رالیس۔

چند لحظوں تک دونوں مدبر اس سوچ بچار میں خاموش کھڑے رہے کہ گفتگو کس طرح شروع کی جائے ایم رالیس حیران تھا کہ کیا کہوں اور مسٹر ایجرٹن اوسے اور ہم کو باوجود حیرت و تاسف کی نگاہوں سے اس طرح دیکھتے رہے کہ گویا وہ ایم رالیس سے اس معاملہ کی کیفیت طلب کر رہے ہیں۔ آخر یونانی وزیر اعظم نے نہایت نرمی کے ساتھ فرنسیسی میں یہ کہا۔ سفیر صاحب۔ یہ بھی اسیروں کو صحیح سالم میں آپ کے حوالہ کرتا ہوں۔ اس بعد ہمیں اور سفیر کو سلام کہکر رخصت ہو گیا۔ سفیر ہمیں نہایت تپاک سے ملا۔ اور کہا یہ میں شام کے کھانے پر تمہارا منتظر رہا۔ پھر ہمیں سفارت خانہ میں بٹھرنے کی غرض کہا۔ بحالت موجودہ ہم نے اس مہمان نوازی کو بلا تامل منظور کر لیا۔ سر ڈانلڈ والیس[1] سیکنڈی ٹائمز کا نامہ نگار بھی وہیں فروکش تھا۔ اوس نے ہمیں اپنے مشاہدات بالتفصیل سنائے۔ مزنا دوس اور لاریسہ کی لڑائیوں میں ۳۰ مارچ اور ۲ اپریل کو وہ بھی شامل تھا۔ اور اوس وقت اگر وہ دوسرے انگریزوں کی طرح جن کو یونانیوں کی شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ اسپر بھی اس شجاعت کی قلعی اچھی طرح کھل گئی۔

دوسرے دن میں صبح کے پانچ بجے بیدار ہو کر اتھینز کے پرانے قلعہ کو جسے دیکھے ہوئے ۱۹ برس ہو گئے تھے روانہ ہو گیا۔ یہ مقام واقعی کمال شاندار ہے! اوسے دیکھکر اوس کی گذشتہ شان و شوکت کے واقعات کی یاد فوراً دل میں تازہ ہو جاتی ہے۔ اور اوسکی نوادرات اور قدیم عمارتوں کی بیمثال نفاست آنکھوں کو سچا سرور اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ پارتھی نان۔ یہ دیکھا۔ ارک تھی ام[2] اوسکی اسپرٹ کا نمونہ بیالب الفہ اور الوجود عمارتیں ہیں۔ ان میں ایرو پیگس[3] کی سہل اور بلندی پر بھی چڑھا۔ اور پرٹانی تہ خانہ میں بھی گیا۔ یہ وہی بلندی ہے جہاں کھڑے ہو کر اسو برس ہوئے سینٹ پال نے اہالی اتھینز کے دلوں کو ہلا دیا تھا۔ اور یہ وہی تہ خانہ تھا جہاں ستقراط نے زہر کا پیالہ پیکر جان جان آفرین کے سپرد کی تھی۔ پنیکس کی مشہور اتفاق پہاڑی بھی جسکا نام پری کلیس پکلیون ٹو جاس تھی نیز اور اتھینز کے نامور عظمت و شوکت کے تمام مشاہیر کی یادگاروں اور کارناموں سے وابستہ ہے۔ بالکل پاس تھی۔ اللہ اکبر ان نامور دن کی متقابلہ پر زمانہ حال کے یونانی کیسے حقیر اور ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔ اون پر رومن جرنیل مارک انٹونی[4] کا یہ مصرع صادق آتا ہے "اے اپنائے دلمن سیہ گن کیا گزرا تھا" یا کارٹیجیل والے کا یہ پرانا خرخن واندوہ مقولہ جب وہ گرے گا خیمیطان کیطرح گرے گا اور کبھی نہ سنبھل سکے گا کیسا صادق آتا ہے یونان کو کامل تباہی سے بچانے کیلئے جو اوسکی سرشتہ اور نہ دلانہ حماقت فوراً سپر تقریباً دار کر دی ہے۔ بلاشبہ کسی ہیرو کی ضرورت ہے۔ اور سرزمین یونان بان حال ہر وقت بارگاہ ایزدی میں یہ التجا کر رہی ہے۔

---

[1] یہ صاحب لارڈ ڈفرین گورنر جنرل ہندوستان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت میں کئی برس ہندوستان میں رہ چکے ہیں اور ہم کو قبول کرنے سے پہلے بھی ٹائمز کے نامہ نگار تھے۔ اور اسی حیثیت سے روس کی سیاحت کو کے اوسپر ایک کتاب تحریر کی تھی جو انگلستان میں عام مقبول ہوئی۔ مترجم۔

[2] مسلمانوں کا قبرستان بھی جو کئی سو برس یونان پر قابض رہے اسی پہاڑی کی ایک جانب ہے۔ اتھینز ۱۸۵۰ء قبل مسیح میں آباد ہوا تھا۔

[3] جسے مصر کی حسین ملکہ کلیوپٹرا کے عشق نے کسی کام کا نہ چھوڑا تھا۔

اے خدا آن صاحبِ عقل و تمیز — کان توانائی و شہرت دشت نیز
حیف ابر دشتہ رختِ سفر — رفتنِ بن عالم بر نیائے و گہر
از فراشِ حالتِ یونان زمین — در دناک است و بد انجام و حزین
قوم دارد بہر شخصے احتیاج — کو کند در روز و اش را علاج
گر بود اولاد بائے[1] و یا اسیر — یا بود فرزند در ویش فقیر
اعتراضے نیست ما گوئیم فاش — ہر چہ باد آباد مرکاذب مباش

وزیرِ اعظم کا دفتر

ناشتہ کے بعد مین ایم رالیس کو وزارت بحریہ مین اوس کے دفتر جا ملا اور آنے کی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ رالیس اس ولیل سے بہت خوش ہوا۔ اور کچھ عرصہ فرحان و مسرور و ستانہ باتین کرتا رہا۔ اوس کی پرائیویٹ کو کو دیکھکر مین دنگ رہگیا مین ہی نہین جو دیکھتا دنگ رہجاتا۔ اور اس حیرت مین پڑجاتا کہ وزیر موصوف کوئی کام کس طرح کرسکتے ہین وہ ہر قسم اور ہر نوعیت کے لوگون سے جن مین افسر اخبار نویس سیائل سیاسیون سکرٹری حتی کہ عورتین بھی شامل تھین بہرہا ہوا تھا۔ اور وزیرانِ سیاسیات و ہر اوہر جلد جلد چکر لگاتا ہوا ہر ایک سے کچھ نہ کچھ گفتگو کر رہا ہے۔ اب اوسے اس شخص سے قابو کیا ہے۔ اوس کو خلاصی ہوئی تو دوسرے سامنے آگیا۔ اور وزیر ہے کہ سب کی معروضات سن لیتا۔ اور کسیکو انتظار مین نہ رکھنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اوسکی یہ کارروائی بلاشبہ حیرت انگیز تھی۔ مجھسے بتایا گیا کہ اوس دن کی کیفیت یہی رہی۔ ماسیوریلیس کو کہین بہت رات گئے رجانے کے بعد اور صبح کو بہت ہی سویرے تنہا اور چپ چاپ کرنیکا موقعہ ملا ہے مین نے کہا کہ ایک خوبصورت یونانی خاتون (ریڈی) اپنے بھائی کے حالات جو نوجوین افسر اور محاربہ مین شریک تھا دریافت کرنے آئی۔ دونو انگریزی عمدہ بولتی تھین ایم رالیس نو ایک نہایت بانکا فقرہ کہکر مجھے اوس سے روشناس کرایا۔ اور ہم دونون نو الفور محاربہ اور اوس کو اسباب بوجوہ کے متعلق طویل و خوشگوار بحث مین مصروف ہوگئے جسمین ہنوز اپنی حسین مخاطبہ سے حتی الامکان بہت کم اختلاف کرنے کی کوشش کی یونانی زبان مین بانکو فقرون کی کوئی کمی نہین۔

رخصت ہونے سے پہلے مین نے ایم رالیس سے آئیندہ کے ہفتہ اور رالیس کی رفقاون اور تلوارون کی واپسی کی باضابطہ مگر موثر بانہ درخواست کی۔ اوسنے آئیندہ کے ہفتہ واپس کردینے اور دوسرے معاملہ پر موافق و مناسب غور کرنیکا وعدہ کیا۔ اگر ہمین کوئی ہتھیار واپس نہ ملا شاید اس وجہ سے کہ ہم جلد تھینچنے سے روانہ ہوگئے اوسی دن سہ پہر کو ہنے طیارہ اور ٹیٹیڈ ولی کے نامہ نگاران مشرقی شیر اور مشرقی مرد مین سے

---

[1] انگریزی نظم کا نقلی ترجمہ یہ ہے "یا اوسکا بھائی یا کوئی شخص کی ضرورت ہی جو اون سادہ مزاج بیٹے اور ان ایسا ہو جو اونسے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو مگر مین اس رات شب و فتن سر دھنتی ہوں ایک گم سخن اور بامغز انسان کی ضرورت ہی خواہ وہ میرا کافر نعمت ہو یا خود مختار بادشاہ کا سادر خواہ جھوٹی خیالات کا ہو مگر ایسا ہو جو حکومت کر جاتا ہو اور جھوٹ نہ بولتا ہو"

[2] بے بک ریگ

ملاقات ہوئی۔ دونوں طبیق اور خوب باخبر معلمین تھے۔ انکی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ایم رالیس کے ساتھ جو پست قامت سا شخص جہاز پر گیا تھا وہ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار تھا۔ اس نامہ نگار نے ہماری ملاقات اور ایم رالی کے متعلق اپنے اخبار میں خوب دل چسپ من گھڑت کہانیاں شائع کیں۔

اطالین مجاہدین ہم نے گاڑی پر سوار ہو کر کئی گھنٹے تجھیز کی سیر کی۔ اور قدیم یونان کو دلفریب یادگاروں اور خوشنما مطلع اور شفاف موسم سے خوب حظ اٹھایا۔ اور جو چیز قابل دید تھی سب کو دیکھا۔ بازار تمام مکون کو باشندوں۔ مجاہدین اور بیقاعدہ سپاہیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ انمیں سے ایک بھی شکل و شباہت سے سپاہی یا بہتر نظر نہ آتا تھا۔ فی الحقیقت اتجھیز میں اس وقت تمام یوروپ کا فضلہ جمع ہو رہا تھا۔ ان لوگوں میں زیادہ تر اطالین مجاہدین تھے جن میں سے اکثر ابھی سولہ برس کی عمر تک کو خام لونڈی تھے مگر وہ ٹوپی اور کوٹ اوسی سرخ رنگ کے پہنے ہوئے تھے جسے چالیس برس ہوئے اٹلی کے آزادکنندہ گیری بالڈی نے اپنے آدمیوں کی وردی کے لیے پسند کیا تھا۔ انمیں سے اکثر کے پاس ریوالور تھے اور سب بعض بالا غرض دبیقاعدہ صرف تفریحین کرنے پھرنے کے لیے ادھر اُدھر چکر لگاتے رہتے تھے۔ ان نام نہاد اور خود ساختہ گیری بالڈین مجاہدین میں فی الحقیقت بہت سے یونانی ہی تھے جنہوں نے ادھر اور ہر جگہ سے پھرنے کے لیے اطالین لباس پہن لیا ہوتا تھا۔ رات کو نوبت بہ نیزہ نظم اور بیقاعدہ (باشی بزوق) گروہ در گروہ ٹیڑھے بھگ بین جمع ہو کر بیت دیر تک گاتے اور چلاتے رہتے کبھی اس وقت پستول بھی چلاتے۔ الغرض یہ لوگ یونانی حکام کیلئے سخت وبال جان ہو رہے تھے۔

فصل (۲۰) بستم

شاہ یونان شنبہ کی صبح کو ساڑھے دس بجے بادشاہ کے یاور (حاجب۔ ایڈیکانگ) نے خط بھیجکر مجھے بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیے نئی لنور محل کو آنے کی زحمت کی۔ ہم ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچے اور یاور نے ہمین بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ شاہ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور ملنور نہایت دلچسپ اور خوشگوار گفتگو شروع کر دی۔ بادشاہ

لہ کل اقوام سے حسب تعداد فوج مجاہدین یونان کی مدد کو پہنچے۔ ۱۔ ۲۷ اطالین، ۲۔ ۱۷ فرنچ، ۳۔ ۱۱ آسٹرین، ۴۔ ۷ سوئیڈی۔ ایک بانجدہ مآرخ یونان کی حمایت میں والنٹیر بن کر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ ممالک غیر سے یونانی قوم کے لوگ بہ تفصیل ذیل اپنے حاکم کی مدد کو گئے۔ ٹسطلینڈ سے ۱۰۰ سویڈیش مجھ الجزائر و قرص سے ۳۵۰ مشرقی روسیلیا سے ۷۰۰، ۳۰۰ اپائیس سے ۱۵۰ سماٹرا سے ۵۰ (جنوبی روس کا بندرگاہ) سے ۳۰۰ سے ۴۰۰ روپیہ سے ۱۳۰، ۱۳۰ کوہ قاف سے ۲۰۰ فرانس سے ۱۲۱۔ آسٹریا سے ۳۱۔ انگلستان سے ۱۳۱۔ اٹلی سے ۲۵۔ جرمنی سے ۱۴۔ سوئٹزرلینڈ سے ۴۔ بلجیم سے ۱۲ اور کلکتہ سے ۵۔

کا قد خاصہ لمبا تقریباً پانچ فیٹ دس انچ ہے جسم چھریرا بشرہ خندہ اور اطوار شائستہ خوش گوار ہیں ہمیشہ شہزادہ ویلز کی بیگم سے بہت ملتا جلتا ہے۔ انگریزی بہت شائستہ اور بآسانی و سرعت بولتا ہے۔ کل مکالمہ کے دوران میں اوسے ایکبار بھی کوئی لفظ یا محاورہ نہ سوچنا پڑا۔ میں معمولی لباس میں گیا تھا۔ اوسکی بیٹے یوں معذرت کی کہ حشمت مآب کے جنگی جہازوں کی مستعدی اس کوتاہی کا باعث ہے۔ یہ وجہ سنکر بادشاہ بہت محظوظ ہوا۔ شاہ نے تمام پولیٹیکل مسائل پر فوق العادت بیتکلفی اور روانگی سے گفتگو کی۔ وہ دول کی کارروائی پر بہت ناراض تھا۔ اوس نے کہا شہنشاہ دول عظام یونان کی ننھی سی ریاست کے برخلاف متفق و متحد ہو رہی ہیں۔ اور یونان کے ہر قول کی تو لاً و عملاً مخالفت کرتی رہی اور کر رہی ہیں۔ اور اونہی کا غلط فعل محاربہ کا بارہ راست باعث ہوا ہے۔ وہ انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی سے بالخصوص بہت خفا تھا۔ اوس نے کہا۔ اس گورنمنٹ کی پالیسی آج کچھ اور کل اوس کے عین برعکس ہوتی ہے۔ سال گذشتہ کو ایک وقت انگریزی گورنمنٹ یونان کی بڑی خیر خواہ تھی یا یوں کہ ہر دوسرے کی مخالف دکھائی دیتی ہے۔

جب میں نے عرض کیا کہ میری اپنی بڑی اور غیر منقطع پالیسی یہ ہے کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض نہ ہونے دیا جاوے۔ تو بادشاہ نے جواب دیا۔ بیشک یہی پالیسی صحیح ہے۔ مگر تمہاری گورنمنٹ تو برعکس ایسا کر رہی ہے جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ روس قسطنطنیہ پر متصرف ہو جاوے۔ انگلستان اس پالیسی پر وقت مانحنے سے نکلنے کے بعد نصیب بخت مناسب موقع انگلستان کو یونانیوں کی مدد کرنا واجب ہے جنوب مشرقی یورپ میں صرف وہی غیر سلیو نسل قوم ہیں۔ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا میری بڑی خواہش و تمنا یہ ہے کہ لڑائی کافی بعد خاتمہ ہو جائے۔ اور ترکی و یونان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہنے کی بجائے دوست صادق ہو جائیں میں بیشک ترکوں کا بڑا خواہ ہوں مگر یونانیوں کا بھی دشمن نہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا ہو چند برس ہوئے میری بھی یہی پالیسی تھی میں ترکوں کا ہرگز دشمن نہیں میں نے اوس وقت سلطان اعظم کو یہ دھمکی کرانے کے لئے الوسج کو شش کی تھی کہ ہم دونوں کے بیڑے زیر سمیم ہو جانا اشد ضروری ہے مگر اوسنے میری باتوں پر کوئی توجہ نہ کی سلطان روس کی مرضی و اجازت کو بغیر کچھ نہیں کرنا چاہتے اور روس کی بڑی خواہش یہ ہے کہ یونان کو پامال و ذلیل دیکھے۔ اب ترکی و یونان دونوں اس محاربہ میں اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں۔ اور اس سے روس اور سلیو اقوام کے ماسوائے اور کوئی فائدہ نہ اٹھائیگا۔

میں نے بادشاہ کو بتایا کہ یہی میرے خیالات ہیں میں شاہوں کے چند معاملات کے متعلق انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی سے بدظن اور نکتہ چین رہی ہے مگر وہ متعصبانہ یونان کی مخالف نہیں۔ ترکی گورنمنٹ کو معدودے چند محاربہ ہی سے پہلے یونانی باشی بوزوقوں کے حملہ آور ہونے سے سخت نقصان پہنچا تھا۔

بادشاہ نے اس دلیل کو تسلیم کیا اور کہا سلطان کو بیشک نقصان پہنچا مگر ہم ان یورشوں کو مدد نہیں بخشتے ہیں یورش کرنے والوں کا عدد سپاہی نہ تھا۔ اتنا کہ اون کو ذاتی تجربہ سے ایک دفعہ معلوم ہو جاوے کہ لڑائی کیا چیز ہوتی ہے۔ یہ ضروری نظم و نسق درہم برہم کا تھا جاتا اب وہ کبھی یقیناً دوبارہ ایسا کرنے کی کوشش نہیں کرینگے۔ میں اس جواب کو سن کر بیشکل مسکراہٹ کو ضبط کر سکا۔ گورنمنٹ

کی ذمہ داری کی یہ بلاشبہ عجیب توضیح تھی۔ اس سے وہ صداقت جو شروع ہی سے ظاہر تھی۔ جتنی واضح ہوگئی کہ زمانہ قدیم کیطرح اب بھی یونانی پالیسی کی عنان اعلیٰ تنفیذ کے ہاتھ مین ہے اور بادشاہ وزرا سے لیکر ادنے ترین اہلکار تک سب عہدہ دار اس دو اشتعال۔ جاہل واحمق اور متلون مزاج بے تمیزی سے ٹوٹنے والے ہتھیار ہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ لڑائی فوالواقع مزید علاقہ کے لیئے رعایا کے شور وشغب کو بند کرانے کی وجہی یا فرضی ضرورت کو پورا کرنے کے لیئے چھیڑی گئی تھی۔ اتحادیون کے خود سر باشندے اب بھی ویسے ہی بے سمجھ پرجوش اور متلون مزاج اور سرچشمۂ شرارت و فساد ہین جیسے کہ دو ہزار برس ہوئے پیاٹا کے محاربون اور سیلیقوس مقدونوی کی فوجکشی کے خطرۂ عظیم کے وقت تھے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اوس وقت بھی انہون نے ڈیماس تھینز کی نصیحتون کو گوز نشتر سے زیادہ وقعت نہ دی تھی۔ تھینز کے یونانی باشندے اب بھی ویسی ہی سودائی اور شرارتی کے پتلے ہین جیسے کہ پندرہوین صدی مین قسطنطنیہ کے یونانی باشندے تھے جن کو اوس وقت بھی ہوش نہ آیا جب کہ ترکی توپین اون کے شہر کے دروازون پر گولے برسا رہی تھین۔

مندرجہ بالا رشاکو بعد بادشاہ نے بیان کیا: "کریٹ کی حالت ہمارے لیئے عجب خطرناک بن رہی ہے۔ اس وقت یونان مین پندرہ ہزار کریٹی پناہ گزین بے خانماں اور مفلس قلاش موجود ہین۔ مین ان بیکسون کی تکالیف و مصایب کو اور زیادہ نہین دیکھ سکتا۔ کریٹ مین ہمیشہ بغاوتین ہوتی رہتی ہین جن ہی کی بدولت ہمین بہت تکلیف اوٹھانی پڑتی ہے۔ کریٹ کے متعلق کچھ نہ کچھ فیصلہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ مین نے اتحادیون سے کہا کہ کریٹی عیسائیون کو بھی تو اپنے مسلمان بھائیون پر بے اندازہ ظلم کیئے ہین۔ اور وہ بیچارے اب کے سے سیاسی حالت مین پناہ گزین ہین۔ بادشاہ نے جواب دیا یہ تمام مصایب دول عظام کی غلطیون کا نتیجہ ہین۔ اگست ۱۹۱۴ء مین یہ دول سلطان کے جو اصلاحات منظور کی تھین وہ نہایت مناسب تھین۔ بلکہ یونانیون کی توقع سے بدرجہا بڑھکر تھین۔ اور اون کو اسقدر رعایتین ملنے کی مطلقاً امید نہ تھی۔ مگر دول کے باہمی اختلافات اور غلطیون سے اون کی تعمیل مین توقف پڑگیا اور فتنۂ خوابیدہ پھر تازہ ہوگیا۔[1]

---

[1] فرانس کے اخبار پریس جرنل کے نامہ نگار مسٹر فرنیکلین بویس سے شاہ یونان نے حسب ذیل خیالات ظاہر کیے:-

"مجھکو اخیر ساعت تک مصالحت کی امید تھی۔ ہر مجھتی نے یہی بیان کیا کہ جسے مجھکو عام رائے کی مضطربانہ حالت سے کافی واقفیت تھی لیکن عاجلانہ کارروائی یا تحریک منظور تھی جو لوگ ہم پر اثر ڈالنا چاہتے ہین۔ یہ وہ اشخاص نہین ہین جو امور سلطنت کے ذمہ دار اور جوابدہ ہین۔ ملک کا فرض مجھ پر یہ ہے کہ لڑائی سے بچنے کے لیئے ہر طور کوشش کرون۔ ہین دن خصوص مین نہین ہون جن پر ملون طبع کی وجہ سے لڑائی مول لیتے ہین۔ مین نے بڑے صبر وتحمل کے ساتھ اس بات کی امید مین انتظار کیا کہ دول یورپ اپنی غلطیون کی اصلاح کرین گے۔ مین نے فوجون اور بیڑہ جہازات کو اس مقام پر متعین کرنے مین ایک دن بھی ضایع نہین کیا جہان سے وہ اپنی خاطرخواہ کارروائی کرسکین۔ مگر اس نازک حالت پر سخت حیرت ہوئی جس کا پہلے سے کوئی وہم وگمان بھی نہ تھا۔ ہمارے بدترین مخالم کو بھی ایسے موزون حالات اور اسباب کے جمع ہونیکا خیال بھی نہ ہوگا۔ مجھ کو اطمینان کلی ہے کہ آیندہ ہمکو اتفاق کے ذریعہ سے قوت حاصل ہوگی۔ اور ہمارا ضمیر تمام دنیا کی رائے کی ہمدردی حاصل کرے گا۔ اگرچہ سلاطین عظام ہمارے خلاف ہین۔ لیکن ہر شخص ہمارا ساتھ دینے کو آمادہ ہے (باقی دوسرے صفحہ پر)

(حشمت مآب کو غالباً اون پندرہ ہزار یغلیون اور کئی سو غلاموں کی روانگی کا واقعہ یاد نہیں آیا ہوگا جو ۱۹۰۶ء کے آخری مہینوں میں یونان سے کریٹ بھیجے گئے تھے۔ ورنہ سارا الزام دول عظام پر نہ لگاتے)

بعد ازاں بادشاہ زبہت پر چوٹی کے ساتھ کہا کہ دول عظام خود جو چاہتی ہیں کرتی ہیں۔ آشوریا نے بوسنیا اور ہرزی گوینا پر بھی حکمت تصرف کر لیا کہ ہرزی گوینا میں چھوٹی سی بغاوت اٹھی تھی۔ روس نے بصرستیا۔ فارس اور ریاطوم لیا۔ انگلستان اس قیاس کرنے سے رہ گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) اور ہم اس بات پر جس قدر ناز کریں بیجا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ یورپ کو اختیارات میں اب تک عداوت اور دشمنی پائی جاتی ہے۔ اور اصرار کے ساتھ ان کی خواہش ہے کہ یونان پر الزام لگائیں شاہ نے کہا کہ ان نکتہ چینیوں کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔ ہر چند یونان کے وسائل نہایت محدود ہیں لیکن یونانی قوم صرف انہیں مخصوص پر بھروسہ کر سکتی ہے جنہوں نے جنگ اور حالات کو روزمرہ دیکھا ہے اور جو ہمارے ساتھ بغیر کسی طرفداری کا برتاؤ کرنے کے راستبازی سے آمادہ ہیں۔ اور نہوں نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا۔ کیا ہم اس لڑائی کے جواب دہ ہیں کہ جنگ چھڑ جائے گی۔؟ ایک کو مقابلہ میں سات کی مخالفت قابل غور ہے بیہودہ بازی سے ہمارے اختیار میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیا ہم نے لڑائی کے چھیڑنے کی غرض سے اپنی فوج جزیرہ کریٹ میں اتاری۔ جہاں تک فرض تھا کہ اپنے اون بھائیوں کی جانوں کو محفوظ رکھیں جن کو ترک ہلاک کرنے پر تھے درحالیکہ یورپ سلطان سے صلح کی گفتگو کر رہا تھا۔ اور کیا یہ بات سرحد تعیلی پر تھی۔ جہاں ہم سے آٹھ روز قبل ترکوں نے بھی محفوظ فوج طلب کی تھی مجھکو معلوم ہے کہ سرحد پر کچھ حادثے گذر رہے تھے۔ لیکن کیا ان چند بلوائیوں کی نقل و حرکت اعلان جنگ کرنے کافی و وافی وجہ قرار دی جا سکتی ہے۔ اول فرض یہ تھا کہ اون کو سرحد سے آنے کی اجازت نہ دی جاتی۔

شاہ نے ۱۸۵۹ء کی نقصان رسانی یونانی سرحد کا حوالہ دینے کے بعد جب ترکوں کی باقاعدہ فوج نے انا پلیس سے تھانہ پر حملہ کیا تھا۔ مندرجہ ذیل غمناک حالات بیان کیے:۔

"انہوں نے کہا اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم پہلے دھوکا ہوا۔ اور مدت دراز سے یہ ہے کہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے حکم دیا گیا تھا یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ ہم لڑکی سے جنگ نہیں کرتے ہیں چیز نے کریٹ کو سبب سے ہم میں تفرقہ نہیں ہوا۔ بلکہ اور سازشیں ہیں جو بیدار کی گئی ہیں۔ غرضکہ تمام دول عظام ہمارے مخالف ہیں۔ اور چند قومیں تو کھلم کھلا ہماری مخالفت کر رہی ہیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ کیوں۔ تو میں اس کی توضیح کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ یہ بہر حال اگر وہ جنگ کے لیے تیار تھے۔ اور لڑائی نے تحریک کیا۔ تو یہ حد درجہ اتفاق کا فعل ہے۔

مشکلات کریٹ کی خاص بحث پر شاہ جارج نے کہا مجھ کو اب تک کوئی دول یورپ کا حال معلوم نہیں۔ لیکن قومی قانون کو معاہدات معاصرہ قائم نہیں رہ سکتا۔ یورپین قومیں اوس مقام پر قیام کرنے کی وجہ سے دولت عثمانیہ کے اصول ریاستداری کو تہس نہس کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے دشمنوں کی مدد پر ہیں۔ اور ہمارے مقابلہ کو تیار اور آمادہ ہیں۔ یونان اور ترکوں کا جھگڑا اگر طے ہو جائے تو پھر تمام مذاخلت یکطرفہ عداوت کا ایک جزو ہو جائے گی۔ پھر بھی سب سے دلچسپ ذکر حالت فوج کو سمجھا دیا جائے۔ اس قسم کے قانون ایک بیکار سائنس ہے۔ علی ہذا ہر مجلس نے وقتاً فوقتاً لڑائی کے بعد یکجا بیٹھ کر نہایت مشروح گفتگو کی۔

(باقی دوسرے صفحہ پر)

ادھر وہین جرمنی مزید برآں قبرص پر بھی تصرف کر لیا۔ فرنس ریک نے زمین ضرات پر تونس مین دخل ہو کر اوسپر قابض ہو گیا حتی کہ بگلیر باشاہ تہراہ تک انگریزی قونصل کو ہمراہ لیکے اپنی مرضی سے مشرقی روملیا مین داخل ہو گیا۔ اور روما ن کے ترکی گورنر کو کان سے پکڑ کر باہر نکالدیا۔ اور ملک پر تصرف کر لیا لیکن اگر یونان ایسا کرتا تو فرنس غریب ملک اپنے ہم مذہب و مسلوم کریٹیوں کو فنا ہونیسے بچانیکی کوشش کرے تو فی الفور چھ طاقتین متفق ہو کر اوسکے گلے کا ہار ہو جاتی ہین ؎

ایسی زبردست دلیل کا بھلا کیا جواب ہو سکتا ہو۔ اسے سُن کر بھوپے اختیار یہ ایک قدیم ضرب المثل یاد آگئی۔ ایک آدمی نے گدھا چرا لیجانے۔ اور دوسرے کو باٹھ کر اوپر سے بھی نہ دیکھنے دیا جائے " پھر بیچارے بادشاہ کیخدمت مین عرض کیا کہ ملاحظہ بیشک نہایت قابل تعریف اور نازک ہو۔ مگر جب محاربہ ایک دفعہ شروع ہو گیا تو اسپر بحث فضول ہو کر وہ کسطرح اور کیون شروع ہوا۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ جسطرح ہو سکے اس مخمصہ سے جلد خلاصی کرائی جائے۔ اور فریقین مین قابل و اطمینان صلح ہو جائے۔ یہ کہکر مین نے تصفیہ صلح کے متعلق اپنی تجویز بادشاہ کو سنائی۔ اوس نے تجویز مذکور کو تقریباً بتمامہا پسند اور بعض حصص کو بہت ہی پسند کیا۔ اوسکا خلاصہ حسب ذیل ہو۔

(۱) یونان ٹرکی کو اخراجات جنگ کے سمادھیمین ایک معقول رقم جو کم از کم چالیس لاکھ پونڈ ہو۔ ادا کرے۔ اور اگر کریٹ یونان کو بھیجدے۔ تو یہ رقم اوسکی آمدنی سے وصول کیجاے۔ بادشاہ نے جلس تجویز سے بہت خوش ہوا۔ کہا اس معاملہ کو متعلق کوئی دقت غالباً درپیش نہین آئے گی۔ اسپر مینے دریافت کیا۔ کیا یونان تعمیلی کی سرحد کی ایسی درستی کیجیس سے پہاڑی چوٹیان ترکون کو ملجائین بنظر رکھنا اس سے ترکی فلرو یہ یونانی باشی بزوقون یا دوسرون کی یورشون کا آئندہ انسداد ہو جائیگا۔ بادشاہ نے جواب دیا یہ فی الحال اس درستی کو منظور نہین کرینگے کیونکہ ایک تو اس سے تعمیلی کی سلامتی ترکون کے ہم پر منحصر ہو جائے گی۔ دوسرے اسمین کریٹ کے نقیض ہو گا۔

مینے گذارش کیا۔ اسمین بات کا ذرہ بھر اندیشہ نہین ہو سکتا کہ ترک کبھی یونان پر حملہ کرینگے چونکہ سلطنت عثمانیہ چہ طرف دشمنون سے محیط ہو۔ سلطان اور اوسکی گورنمنٹ محاربے سے ڈرتے ہین۔

(۲) بشرطیکہ یونان مسلمان باشندون کی جان مال کی حفاظت کے متعلق ملین بخش ضمانت دیگا ترکی اوپر کچھ عرصہ بعد کریٹ

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۵۶)۔ اونہون نے کہا یورپ کو بہت جلد یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ ہمکو لڑائی مین دلچسپی نہین ہے کوئی مسلہ روکل درپیدہ کا قائم نہ ہوگا تم بہت جلد دیکھوگے کہ ہمارا بیڑہ جہازات ایک بہت بڑی کارروائی کو لیے طلب کیا گیا ہو۔ یہ تعمیلی دریا پر ہی تک جنگی کارروائیان محدود رہین گی ہم جانتے ہین کہ ہم اپنے پر بھروسہ کر سکتے ہین لیکن ہم اور تمہیارے سوا ہی ہے فائدہ اوٹھا سکتے ہین جو ہم کو مفوض ہوئے ہین ہم مین کافی ہمت و جرات ہو۔ اور ہم اپنے حقوق کا تحفظ بخوبی کر سکتے ہین۔ ہمارا خیال ہو کہ ہم تمام دنیا کو مقابلہ مین تنہا ہین یہان تک کہ فرانس بھی ہمسے بالکل علیحدہ ہو تم کہتے ہو کہ یورپ قبل اوس طوفان کو نمودار ہونے کے جس کا وہ بانی ہو ہٹ ایگا لیکن ہم کو بخوبی معلوم ہو کہ وہ ایسا نہ کریگا اور جو زبردست جنگ کیلیے نہایت بیقرار ہے اگرچہ یہ بیتابی سے بہت دیر ہو گئی ہے لیکن ہمکو آئندہ انصاف پر یقین رکھنا چاہئے کہ کریٹ کے معاملہ مین حق اور انسانیت کے خلاف ایک بہت بڑا جرم سرزد ہو چکا ہے۔ اور اوسکی گوشمالی شروع ہو گئی ہے +

یونان کے حوالہ کردے۔ بادشاہ نے بلا تامل کہا۔ اس کا انتظام بہت اچھی طرح ہو سکتا ہے تفصیل مین دیکھ لو یونانی گورنمنٹ فوراً ان کو مسلمانون سے علیحدہ کرتا ہے۔ (اس بیان کی صداقت مین مجھ کو کوئی شبہ نہین) مین نے مشورہ دیا کہ اگر یہ تجویز منظور ہو جائے تو شاید یہ مناسب ہو کہ مسلمانون کو جزیرہ کو ایک کونہ مین کہیں آباد کر دیا جائے اور کچھ حوصلہ کرکے اونکی حفاظت کو اسطرح کچھ یورپین فوج مامور رکھی جائے۔ بادشاہ نے کہا۔ اس کی کچھ ضرورت نہین ہوگی۔ مسلمانون کا جان و مال یونانی گورنمنٹ کے زیر سایہ بالکل محفوظ و مصون ہوگا۔

(۳) ٹرکی اور یونان مین عام اتحاد ہو جائے۔ بالخصوص ایسی سلطنت کے برخلاف جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو۔ بادشاہ نے کہا یہ مین ہمیشہ ٹرکی سے دوستانہ اتحاد دیکھنے کا خواہشمند رہا ہون مگر سردست اس کدورت کے جو صیہونیون کی بدولت پیدا ہو گئی ہے ایسا اتحاد مشکل ہوگا۔ تاہم اس کو بھی قبول کرنے سے انکار نہین کر سکتا۔ اس کا تصفیہ میرے نزدیک بہتر ہے سب سے مقدم اور اہم امر یہ ہے کہ یونان کو حتی الامکان ذلت سے محفوظ رکھا جائے۔

مین نے ان تمام تجویزون کو پھر دوہرا کر بیان کیا۔ کہ سب سے بڑی مشکل یہ ہوگی کہ صلح کی شرائط کا تصفیہ کیونکر ہو کیونکہ بعض دول عظام یونان کے مخالف ہین۔ اور روس کریٹ کا یونان کو دیا جانا یقیناً منظور نہین کریگا۔ بادشاہ نے اس سے اتفاق کرکے روسی مداخلت کے متعلق بڑی سختی سے گفتگو کی۔ شاہ نے میری اس تجویز سے بھی اتفاق کیا کہ وہ براہ راست پرائیویٹ طور پر سلطان سے صلح کی شرائط کا تصفیہ کرے۔ اور پھر ان شرائط کو انگریزی گورنمنٹ کے روبرو پیش کرے۔ تاکہ اگر وہ نہین پسند کرے تو پھر انگلستان از سر نو کل دول عظام کے روبرو اسکو پیش کرے کہ گویا وہ خود داد کا مجرم ہے جب بادشاہ نے اس امر کا اتفاق کر لیا تو مینے کہا کہ اگر دول عظام بالخصوص روس و فرانس نے اس تجویز کی توجہ سمجھی کو یقیناً موافق کر لیا جائیگا۔

بادشاہ نے کہا نہین جو کچھ انکی بہت سی مخالفت ہوگی اور اس سے بچنا بہت مشکل ہوگا مین نے عرض کیا کہ جرمنی کو یونان سے کوئی ذاتی غرض نہین جرمن قیصر کو قانون بین الاقوام اور انصاف متمدنہ کی حرمت کا بہت پاس رہتا ہے۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے جو حبشیون کی یورش سے ظاہر ہو چکا ہے جو قیصر نے سخت خفگی کا اظہار کیا تھا۔ قیصر ایسے معاملات مین نہایت سخت ہے وہ اصول کا پابند ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ عموماً درستی پر ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ کریٹ پر روس کا حملہ بالکل ناجائز تھا۔ اور اسی سے قیصر ناراض ہو گیا۔ لیکن اگر روس اور اوسکی فوجین واپس بلا لیا جائے اور سلطان جو کریٹ کا جائز بادشاہ ہے۔ تمر ائط صلح کو مان لے۔ تو جرمن قیصر بالعجب وجوہ ان شرائط کو بلا تامل تسلیم کریگا۔

یہ فراموش نہ کیا جائے کہ بادشاہ یونان نے میری تجویز کو جو بحیثیت مجموعی پسند کیا تھا۔ یہ نہین کہ اوس کے جزو جزو سے علیحدہ علیحدہ اتفاق کیا تھا۔ پس یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ حشمت آب نے بلا حصول کریٹ تاوان جنگ کی رقم کثیر ادا کرنا منظور کر لیا تھا۔ یہ رقم شرط سے مشروط تھی۔ بادشاہ کے لفظون سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ کریٹ کے ملجانے پر وہ تھیسلی سرحد کی درستی کو بھی منظور کرنیکے قائل ہو جائیگا۔ شرائط صلح سے متعلق جب گفتگو ختم ہو چکی تو مینے عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ قسطنطنیہ جاکر سلطان معظم کی خدمت مین حاضر ہون۔ اور دونون ملکون مین باعزت شرائط پر صلح کرا دینے کی حتے الامکان کوشش کرون۔ کیا مجھ کو اجازت ہے کہ مین آپ کی طرف سے سلطان کو اگاہ

کردوں۔ بادشاہ نے جواب دیا وہ تمہین پوری اجازت ہے کہ سلطان یا جس کو چاہو میرے خیالات سے مطلع کردو۔"

رخصت ہونے سے پہلے بادشاہ نے الیس سے اوس کے مشاہدہ وتجربہ کے متعلق کئی سوال کیئے۔ اور پھر کہا "مجھ کو امید ہے تم نے کسی یونانی کو ہلاک نہ کیا ہوگا" الیس نے ہنکا نہایت متانت سے جواب دیا۔ اوسنے کہا "صاحب مین غیر مصاف کنندہ ہون لیکن بعد مین شاکر یونانیون مین کچھ عام چرچا تھا کہ ہم بطور خود کہین کہین لڑائی کرتے رہے تھے۔ چونکہ یونانیون کا یہ عام شعار رہا تھا کہ غیر مصافی بھی مشغول پیکار رہو جاتے تھے۔ اونہون نے ہمکو بھی اپنے ایسا قیاس کربا ہوگا۔ الیس کی ہیبت بیستوانہ فائر کرنیوالا کوٹ رُخیل سوغاباً اس خیال کو اور تقویت ہوگئی ہو گی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ محض بے نیاز تھا اس رُخیل کو جس یونانی نے دیکھا عش عش کر اوٹھا۔

جب تک مین بادشاہ کی زبانی سرتا چشمت مآب کا یا در الیس کو ترکی مظالم کی غضب انگیز داستانین سناتا رہا۔ مگر چونکہ اوسکا حقیقت حال سے بخوبی واقف تھا۔ اوسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ بادشاہ کی باتون سے ہی نہین بلکہ جتنے یونانیون سے میری ملاقات ہوئی سب کی گفتگو سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ وہ روس کو تحت شبہ بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ جن لوگون کی یہ رائے ہو کہ روس نے یونانی گورنمنٹ کو سپرد پردہ اکسا کر پھر اپنا دامن کھینچ لیا۔ وہ کسیقدر ضرور رشی پر ہین یونان کا ایسا زبردست دشمن سے بون جنگ سے پہلے کبھی صریح دیوانگی تھی۔ اور عقل یا دہین کر سکتی کہ جب تک روس پردہ کوئی زبردست بیگانہ حمایت علی ہو۔ وہ ایسا دیوانہ ہوگیا تھا کہ خود بخود اوسکی تحریک کے بغیر میدان جنگ مین کود پڑتا۔

فصل (۲۱) بست و یکم

قسطنطنیہ شاہ سے ملاقات کرنیکے بعد مین نے سلطان معظم کی خدمت مین حاضر ہونے اور جلالت مآب کو شاہ کے خیالات و آراء سے مطلع کرنے کے لیئے سیدھا قسطنطنیہ جانیکا عزم کیا۔ ہم آجنہ سے شنبہ کی سہ پہر کو ایک اطالین ٹیمر پر قسطنطنیہ کو روانہ ہوئے۔ مہمان نواز مسٹر لیجرٹن جب تک ہم اوس کی پاس رہے۔ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ مسٹر لیوسین گورمار مسٹر سیکین بھی بہت شفقت سے پیش آتے رہے۔ الیس ہمارے ساتھ آیا۔ اوسے سمجھا یا گیا تھا کہ پاسپس مین ترکی ٹوپی نہ پہنے۔ وہان کو بات بے بہت بیقابو ہوتے ہین چنانچہ اوسنے سفارتخانہ کے دربان سے چوڑی فرگیما ٹوپی مستعار لے لی۔ اوسوہ جب تک پہنے رہا بہت سہمین رہا۔ ایم رالیس نے گو یہ کہا تھا کہ آبیار کی ملازم ہونے کی وجہ سے جائیز ہے۔ مگر اوسنے اس معاملہ پر بڑا زور ڈالا اور ہماری سفارش قبول کرکے

لہ یہ باب سرمین پورا نام سرای ایچ ایجرٹن کے سی بی ہے۔ اوسکو تین ہزار پانسو پونڈ سالانہ تنخواہ ملتی ہے مسٹر گورمار سفارت کے سکرٹری ہین اونکی سالانہ تنخواہ پانسو پونڈ ہے۔ مسٹر آن نائب قونصل دوم کی تنخواہ دو سو پونڈ سالانہ ہے۔

اوسے ہمارے ساتھ سفارتخانہ جلا آنے دیا جب وہ ایک دفعہ وہاں پہونچگیا تو پھر اوس کیلئے کوئی خطرہ نہ رہا گیا۔ وہ دن ہمارے سفارتخانہ مین رہا جہان اوسکی خوب خاطر تواضع کیگئی۔ اوس کا بیان تھا کہ مدت العمر مین اس سے پہلے ایسا آرام نصیب نہ ہوا تھا یہی ہماری رائے بھی تھی کیونکہ سفیر کے باورچیخانہ کا انتظام اور تکلفات فوق الرائج محایل تعریف تھے۔

بحیرہ مجمع الجزایر

ٹیمیر یہ ہمین آسایش بخش کرے ہم اوپر سوار قسطنطنیہ سے ہوتے ہوئے سمندر کے یونانی حصہ سے باہر نکلتے ہی پھر اپنی دردی اور ٹوپی پہن لی۔ اور ایسا خوب صورت و بانکا جوان بن گیا کہ اطالین افسر اور اہل جہاز دیکھکر دنگ رہگئے۔ غیر قومی لباس اوسے بالکل نہ جچتا تھا۔ اور دردی مین اوس کا قد پورا تین انچ زیادہ نظر آتا تھا۔ بیلگرد بحیرہ مجمع الجزایر مین سفر کرنیکی کیفیت سو کٹل جہاز کشتی جزیرہ والے کے پاس ہوگذرا۔ یہ وہی جزیرہ تھا جن کو فتح نہ کرنیکا الزام یرنانی ٹیمیر پر لگایا جاتا تھا۔ جنجز جزیرے ہمنے دیکھے اونمین آبادی کی علامتین بہت کم دکھائی دین۔ بنابرین وہ فتح کی کلیتہً درد سر کا کبھی کافی معاوضہ نہ ہوسکتے تھے۔ ایلیس جہاز پر کرٹ رائل پیلے چار ماہ کی کرتا رہا جس مین جہاز کا کپتان اور افسر اور کئی یونانی ملاح بھی شریک ہوے۔ نشانہ شگرون بیلنون اور ڈبل روٹیون کو بنایا گیا۔ جو دھاگے سے پچاس گز کے فاصلہ پر دنبالہ کیطرح ویران کیے گئے تھے کی حرکت رگروش کے باوجود جو نشانے حیرت انگیز قادر اندازی دکھائی سب ہی بیڑہ کا ایک یونانی طالب علم جو تاریخ پڑھا ہوا تھا اور ایلیس رہتا تھا انہام ایلیس نے جیتا کل اطالین نے یکزبان ہوکر کہا کہ وہ بیشک بینظیر قادر انداز ہے یونانی طالب علم بھی بہت اچھا رہا۔ وہ انگریزی بول سکتا تھا اور قسطنطنیہ کے امریکن کالج کا تعلیمیافتہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ خیال ہے وہ جہاز کے پیشقبضی گیا تھا مگر اپنے ہم وطنون کی قابل ستایش نہ پانے کی وجہ سے اوس نے استعفا دیکر قسطنطنیہ کو واپس جانا تھا۔

ڈارڈنیلز

ڈارڈنیلز ہم آثار کی دوپہر کو پہنچے۔ اور یہان مشہور آبنائے کے ہمارے جہاز نے باہمگی گذرنا شروع کیا۔ آبنائی حصہ نہایت تنگ کے ساتھ طبعتہً اور محفوظ تھا۔ اور اوسکی دونون طرفون پر توپین ہی توپین نظر آتی تھین۔ ہر اہم نکہ پر بڑی بڑی کرپ توپین چڑھی ہوئی ہین۔ اور ایک سرے سے دوسرے تک تمام دہلانون اور کناروں پر (سو چون کے) بیشمار قلعون مین سے چھوٹی چھوٹی توپین دکھائی دے رہی تھین۔ میرے خیال مین اس تاریخی آبنائے سے جو جہاز بحیرہ مجمع الجزایر کو بحیرہ ادرنہ سے ملاتی ہے۔ جرگذرنا اور جنوب کیطرف سے قسطنطنیہ پہونچنا تقریباً ناممکن ہے۔ ایک بلند قرینا انگریز مدبر نے جنوری ۱۹۱۵ء مین مجھ سے ذکر کیا تھا کہ اطالیانگریز بحری فسرون کی رائے ہوگذرا جا سکتا ہے بالجبر گذرا جا سکتا ہے مگر جو بیڑہ ایسا کرنے کی کوشش کرے اوسکا نصف حصہ ضرور اس کوشش مین ضایع ہوجائیگا میری رائے مین بشرطیکہ ترک گولہ انداز بالکل ہی نکمے نہ ہون۔ بارہ اوّل درجہ کے معمائی آہنی جہازون مین سے چار جہاز بھی فدا یہی آبنائے سے سلامت گذر سکین۔ انگلستان کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی تجویز جسے سر فلپ کری نے ۱۹۰۹ء مین پیش کیا تھا اوسوقت کے سمندان (ایڈمرل اکتوبر۔ نومبر) مین پیش کیا گیا۔ مگر عمل نہ کیا گیا۔ مگر عمل کرگذرنے مین بہت تھوڑی سی ہی کسر رہگئی تھی۔

ترکی بیڑہ

ڈارڈنیلز کے بیان کل سفر مین اب پہلی مرتبہ ہمنے ترکی بیڑہ کا مشاہدہ کیا۔ وہ دو حصون مین ڈارڈنیلز کے اندر لنگر انداز تھا

ایک حصہ بقام کرتی اور دوسرا جو نسبتاً بڑا تھا چناق قلعہ کے سامنے کھڑا تھا بیڑہ کو مصافی جہاز ہمارے بیڑہ کے جہازات ہر تعلیس اور پنجون کیطرح بہت پرانی طرز کے کلان وطویل جہاز تھے۔ انکی زندہ اگرچہ تیلی۔ آہن کہتہ اور توپین تقریباً متروک الاستعمال قسم کی تھیں مگر باہم انکی شکل شباہت خاصی مہیب اور وحشت وچابکسا درآرائستہ معلوم ہوتی تھے۔ بہرحال ان جہازون مین ابھی تک کافی عدہ مصالح و مواد موجود ہے۔ فی الحال پندرہ مین برس پیشتر شہنشاہ کا دآمد جہاز تھا۔ اگر انکی مرمت کی جاسکے اور نئے آہن اور نئی توپین چڑہائی جائین تو وہ اب بھی دوم درجہ کے خاصہ مصافی جہاز بن سکتے ہین۔ انکے متعلق ہمین سب سے عجب چیز یہ دکھائی دی کہ اونپر ملاح اور بحری سپاہی بکثرت موجود تھے۔ انکی چستین پاکیزہ لباس فرس پوش آدمیون سے جنہین مستعدی کے ساتھ توا عد کرائی جارہی تھی بھری ہوئی تھین قسطنطنیہ مین مجھے قابل مبصرون اور شاہدون نے یقین دلایا کہ ان کہنہ مسا خوردہ اور تقریباً ملا آہن آہن پوشون کو گولڈن ہارن سے جو ہر وقت کشتیون اور تجارتی جہازون سے لبریز رہتی ہے اور نیز اوس تیز وتند دھارے سے جو علسلو کے گوشہ سے نکر اتا ہوا گذرتا ہے۔ بکا تو وقت وتھی حیرت انگیز ملاحانہ قابلیت دکھائی گئی تھی۔ ان عمر بزرگ پہلوانون کو بیس سال رحمت وآسائیش کا بعد اپنی جگہ سے متحرک و منتقل کرنیکے لیے کسی تنگ بوٹ یا کہتھپوا والے جہاز یا تجارتی ٹیمر دن کی مدد نہ لیگئی۔ اور صرف ایک آہن پوش کا نہ گولڈن ہارن کے پل سے گذرتے وقت اوس سے اپنی ذراسا مساس ہوا۔ اس قصہ پر اخبارات کو سنگ صفت نامہ نگاران جنیوا قسطنطنیہ نے خوب حاشیے چڑہائے اور اپنی بلیستون کی جولانیان دکھانے مین ان بزرگوارون مین سے اکثر ترکون کا محکمہ اڑا دیا۔ کئی خفیف سی خفیف واقعہ در بیانہ کر بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے۔ کیونکہ ان کو جہال مین ترکون کی فضیحت کی خبر سن انگلستان والون کو بہت پسندیدہ و مرغوب ہین۔ ان نامہ نگارون کو پاجیانہ نہ ہان توسط نظر کرکے اگر بنظر انصاف دیکھا جاے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ترکی ملاحون نے ان کہنہ و نیم پوسیدہ ملعون کو کیطرح کے حادثہ کے بغیر گولڈن ہارن سے باسفورس اور باہر نکال لیجانے مین قابل تعریف اور حیرت انگیز کارگذاری دکھائی۔ ترک ہر زمانہ مین سیاست کا کامل فہمیدہ و تجربکار ملاح و جہازران شجیع کی اولاد مین پوری قابلیت موجود ہے۔ نوآرینو کی لڑائی مین وہ چار توپون کے ساتھ جن کے جہازون کو جہازون سے بدرجہا زیادہ تھے۔ ایسے اڑے کہ کل دنیا اب تک مدّاح ہے۔ اکثر اہل جہاز اپنے جہازون کے ساتھ ہلاک ہوگئے۔ اور بھاگنے کا کسی نے نام نہ لیا۔ ۱۸۲۷ء مین ڈنیوب پر ترکی آگن بوٹون نے بہت عمدہ کام دیا۔ اور اگر کبھی یونانیون سے بھی ترکون کا سمندر پر اسی صورت مین مقابلہ ہو۔ کہ دونون کا بیڑہ تقریباً یکساں ہو۔ تو اس مین کوئی کلام نہین کہ ترک ملاح ویسی ہی عمدہ کارگذاری دکھائینگے جیسی کہ انکی رفیق تری سپاہیون نے حبشستان مین کہائی ہے۔

ملکۂ مصار

ہم قسطنطنیہ ۱۰ مئی دوشنبہ کی صبح کو لارسا کر روانہ ہوئے پورے سات دن بعد پہونچے۔ یہ ہفتہ عجب بخش اور ساحۂ خیز گذرا۔ اوس مین ہمین اتنا تجربہ ہوا۔ جو پہلے کبھی برسون مین بھی نہ ہوا تھا۔ اس مئی کی صبح کو سمندر سے ہمین قسطنطنیہ کا جو پہلا نظارہ ہوا۔ وہ فی الحقیقت میرے دل پر بڑہ کر دنیا مین کوئی نظارا نہین ہوسکتا سورج ابھی طلوع ہونا شروع ہی ہوا تھا۔ اور افق پر روشنی کی سنہری خطوط نمودار ہو رہی تھی۔ یہ نظارہ کا خوشنما جزیرہ مع متعلقہ جزایر ہمارے داہنے ہاتھ تھا۔ جزایر شہزادگان سے پرے اون کے عقب مین ایشیاے کوچک کی نیلگون پہاڑیان دلپسند دکھیش طلوع اور اوسکی شاخین بروصہ کے ارگرد اور سمیرہ تا مرمورا کے شرقی ساحل

---

* جزایر شہزادگان مین سب سے بڑا جزیرہ مفصل حالات کے لیے دیکھو تاریخ قسطنطنیہ۔

حاشیہ کیطرح پھیلی ہوئی ہین۔ ہمارے سامنے مینار و برج اور فصیلون کی تمام مختلف الانواع درجہ بخش مکانات اور نظارے جن سے انکھون کو جان نزا سرور حاصل ہوتا ہے کھڑے تھے۔ باسفرس (یوغاز) نہایت ہی سیاہ تنگنائے کی شکل مین دکھائی دیرہی تھی۔ جس کو ایشیا تھ سکودرا (اسکدار) کے وخشان بنگلو اور مکانات۔ سرسبز تھنو یرون کے جھنڈ۔ اور ہمارے بہادر مقتولین (مقابر کریمیا) کا قبرستان اور ایشیا تھ آشنبول اور پیرا (دیک اونلی) ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہان یورپ اور ایشیا ملتے ہین۔ فوجی طاقت کو اظہار تجارت اور پولیٹیکل جروت و نفوذ سیاسی کے لیے دنیا بھر مین اس سے عمدہ کوئی موقعہ نہین قسطنطنیہ۔ مکہ مصار۔ دو عظمون کی کلید۔ اور وہ درے بہا جس کو قبضہ کے لیے اقوام عظیمہ صدیون تک جد وجہد کرتی رہی ہین۔ ہمارے سامنے تہا۔ اس منظر نظارے کے حسن و جمال کی کیفیت بیان کرنیسے قوت الفاظ قاصر ہین جس شخص نے اسے دیکھا نہین۔ وہ اسکی دلفریبی اور شان و شوکت کا کبھی عالم تصور مین اندازہ نہین کرسکتا۔ اور جنہون نے اسے دیکھا ہے۔ وہ باسانی سمجھ سکتے ہین کہ کیون سلطنتین اس کے لیے کٹی مرتی ہین۔ اور فاتح کے لیے اوس کا قبضہ اور مغلوب کیلئے اوس کا کھو دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ جسوقت ہم زیادہ قریب پہونچے تو ہمین عمارات کا سلسلہ جو لگاتار باسفرس سے تین میل تک ساحل بحر کے کنارہ چلا گیا ہے۔ نور پور انظر آنے لگا۔ پرانی دیوار فصیلین جو بحالم مکتگی بھی عجیب شاندار ہین مشہور قلعہ ہفت برج۔ اور سلطان احمد کی لطیف و نفیس جامع مسجد اور اوس کے جرتقیل چھ مینار جہاز سے صاف صاف نظر آرہے تھے۔ اس مسجد کا پرانی نظارہ جامع ایا صوفیا سے بھی زیادہ مؤثر ہے آخر جہاز خود باسفرس مین داخل ہوگیا۔ اور آشنبول کی مغربی جہت۔ عسکرت۔ ساحل کے مینار و گنبدون اور لطیف و نفیس نمود اور کنشک کی باغ سے جو ہمین ہمارے زیر نظر تھے گذرتا ہوا۔ آگے بڑہ گیا۔ باسفرس مین داخل ہوتے ہی یکبارگی اوس کا نام جاہ و جلال ہمارے سامنے نمودار ہوگیا۔ سنگ مرمر کے محل جو دور دیہ کنارہ آباد تھے بنے ہوئے ہین۔ یورپ و ایشیا کی پہاڑیون کی ڈھلوانون پر خوشنما بنگلے و قلعے پیرا کی سرسبز ٹیلے بلند یان اور قلعہ کا مینار و دیوانی جو ان پہاڑیون پر بھی اوپر سر نکالے ہوئے ہی یہ سب نظارے یکلخت انکھون کے سامنے جلوہ پیدا ہوگئے تھوڑی دیر بعد گولڈن ہارن (خلیج) بھی دکھائی دینے لگا۔ جو جہازون اور تماقیون سے بھری ہوئی تھی۔ اور جس کا پل پر تل دھرنے کی جگہ دکھائی نہ دیتی تھی تماقین اور کشتیان جو یہان کے لگزر پر ترقع پوش مخملات سوار تھین۔ اور پاکیزہ لباس ملاح اونکو چلا رہے تھے۔ ادہر ادہر طرف تیز نگاہ کیطرح دوڑی جاتی تھین صرف اکیلے گوشہ سلسلہ (سرائے سیرونی) کا نظارا ہی ایسا جانفزا۔ دلفریب و خوشنما ہے کہ صنعت و قدرت کی مخلوط صناعی و کاریگری کو بیسبب تہکم نمونے چشم انسانی کو دیکھنے نصیب ہوسکتے ہین۔ گوشہ کا چھوٹے پرانا محل اور اوسکی خوشنما عمارتین جو اوپس مین خلط ملط ہوتے ہوئے بتدریج اونچی چلی گئی ہین۔ اور اونچے پیچے بیشمار گنبد مینار اور سرو کے درخت ہین مین چاہتا ہون کہ وہ احمق یا ناعاقبت اندیش انگریز جو اس بات پر فخر کرتا ہے کہ میں نے دس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے۔ ایک دفعہ اپنی انکھون سے اس شہر کی خوبصورتی اور طبعی استحکام و محل وقوع کو دیکھ لین پھر اونہین معلوم ہوجائیگا کہ فاتح سلطنت کی فوجی بحری و پولیٹیکل طاقت مین اس کا قبضہ کرنا کیسا حیرت انگیز اضافہ یقیناً ہوسکتا ہے۔

قسطنطنیہ کی قدر و منزلت

قسطنطنیہ کی بدرجہ غایت اہمیت اور اوس کو بے نظیر محل وقوع کی وجہ سے ترکی کی حیات و ممات کا مسئلہ کل یورپ اور سب سے بڑہ کر انگلستان کے لیے جو

ایک عظیم مشرقی سلطنت ہی نہایت ہی اہم اور گرانوزن ہے۔ انگلستان مین اس جاہلانہ اور پاگلانہ بکواس کی کچھ کمی نہین رہی کہ قسطنطنیہ پر روس کو قبضہ کرنیدو۔ مشرقی مسئلہ کا تصفیہ سطح ہوسکتا ہے لیکن ایسی دیوانہ حرکت سے مسئلہ مذکور کا تصفیہ تو خاک نہین ہوگا بلکہ روس کو ایک ناقابل تسخیر مرتفعہ اور بحیرہ روم اور کل مشرق کو زیر اور تابع فرمان بنانیکیلئے ایک نہایت ہی زبردست اور ناقابل انہدام اڈہ ہاتھ آجائیگا یہ پالیسی ویسی ہی احمقانہ ہوگی جیسی کہ زمانہ قدیم کی ڈنمارک کی مجلس وزراء کی تھی۔ اس سے دشمن کی آتش حرص کو اور تیز کرنے اور روس کو مطالبات مین روز افزون اضافہ کرانے کے سوا، اور کوئی نتیجہ نہین حاصل ہوسکتا۔

قسطنطنیہ کی فوجی و بحری اہمیت

قسطنطنیہ دنیا بھر مین نہایت ہی اہم جنگی و تجارتی موقعہ بلکہ ہمارے دور یخطون کی مفتاح ہے جنگی و بحری حصن حصین کے لحاظ سے دنیا مین اور کوئی موقعہ اسکی ہمسری نہین کرسکتا۔ روما کی تسخیر و زوال کے بعد مشرقی روم کی سلطنت ایک ہزار برس تک صرف قسطنطنیہ کے ناقابل تسخیر طبعی استحکام کی وجہ سے ہی قایم و زندہ رہی تھی۔ نپولین عظیم کا قول تھا کہ جس دولت عظیمہ کے پاس قسطنطنیہ ہو وہ کل دنیا کی مالک ہوگی۔ اگر قسطنطنیہ اور آبنائے دونون روس کے تصرف مین چلی جائین۔ تو وہان جسقدر بڑی فوج چاہے تیار کرسکیگا اور پھر جس وقت چاہیگا اسکو وہان سے بحیرہ روم مین داخل ہوکر ہماری تجارت کو بحیرہ مذکور مین غارت کرسکیگا۔ اور مصر اور ہندوستان پر قابض ہوسکیگا۔ بحیرہ احمر مین تو وقت بھی جس وقت چاہیگا اپنی مصافی آہن پوش جہاز لیکر آجائیگا۔ بحر روم سے گذرکر سویز کے مقام تک کوئی طاقت اسکا مقابلہ نہین کرسکتی۔ بحیرہ روم مین جو بحری بیڑے ہین وہ بحیرہ احمر مین نہین جاسکتے۔ کیونکہ سویز کے مقام پر مصافی آہن پوش جہاز نہین روس و فرانس کے بیڑے طاقت مین بہت بڑھ جاتے ہین۔ لیکن اگر روس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے اور وہان اسطول کو حملون سے محفوظ و مصئون بیس مصافی آہن پوش جمع کرلے تو بتاؤ اوس وقت ہماری بحری طاقت کا کیا حشر ہوگا؟ باوجودیکہ قسطنطنیہ روس کے پاس نہین۔ روس نے ابھی آیندہ دس سالون مین اپنے بیڑہ کو بڑھانیکیلئے خطیر رقمین خرچ کرنیکا فیصلہ کردیا ہے۔

مزید برآن ترکی دارالخلافہ کو قبضہ سے سلطنت عثمانیہ کی تمام فوجی طاقت جس مین دنیا بھر کے سپاہیون سے زیادہ شجاع اور ثابت قدم جانباز ہین۔ روس کے تصرف مین چلی جائیگی پھر جب روس کا اقتدار بحیرہ روم پر قایم ہوگیا۔ اوس کی زمینی فوج مین جو اب بھی بیشمار ہے۔ ساڑھے سات لاکھ عثمانیہ جوانمرد جانباز اور کرلیے۔ اور مذہب اسلام کے متفقہ خلیفہ المسلمین کو اپنے قابو مین کرلیا تو بتاؤ ہم ہندوستان پر کیا زیادہ عرصہ قابض رہسکین گے؟ ہندوستان مین چھ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہین جو مکہ معظمہ کی رعایا مین شجاع ترین اور مقصوطترین لوگ ہین اگر ہم قسطنطنیہ کو زار کے تصرف مین چلا جانے دین تو بتاؤ ان مسلمانون اور نیز امیر افغانستان پر کیا اثر پڑیگا یہ جو کچھ ہیبی شدید اور اس پالیسی کے خطرات ایسے یقینی اور ایسے مہیب ہین کہ جاہلترین یا نہایت متعصبانہ ہون کے سوا اور کوئی شخص بھی صلح کبھی نہین دیسکتا کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض ہوجانے دیجائے۔

یہ سمجھ مین آنا مشکل ہے کہ کسطرح کوئی ذی حیاۃ اور خود دار مہر پالیسی طاقت اپنی جگہ پر کھڑا ہوکر ایکطرف تو یہ ہو کہ محض روسی گورنمنٹ کی کارروائی کیوجہ سے ہم (یعنی انگلستان) ارمنون کی حفاظت نہین کرسکے۔ اور پھر دوسرے ہی لمحہ یہ کہے کہ ہم روس کو بحیرہ روم مین کوئی فوقیت بطور رشوت پیش کرکے اوسکے آبشیا مین داخل اور اوسپر متصرف ہونے کی ترغیب دین۔ گویا اجتماع ضدین محال نظر آتا ہے اور عقل کبھی

نہیں کر سکتی۔ کہ ایک ہی انسان سے کام تمام ہو سکتا ہے لیکن ۱۹۱۴ء میں دار السلام میں ایسا واقع گذر چکا ہے۔ اوس زمانہ میں کئی انگلو ارمنی ممبرین اور نیشنل کنفرنسسٹ فریق کو لوگ حکام مقتدر کی گورنمنٹ پر دیوانہ وار حملہ زور و خوال رہتے ہے کہ روس کو نیم ارمنی صوبجات تقابلہ ہو کر از سکا استظام کرنے کی دعوت کیجائے یعنی بالفاظ دیگر وہاں بات کی تائید کر رہتے ہے کہ ہنگامستان اوسی ظالم و جابر سلطنت کو جو عرصہ دراز سے باستقلال ٹرکی میں موثر اصلاحات کی ترویج کی مزاحمت کرتی رہی ہے۔ بعینہ اوسی کام کی تکمیل کی دعوت کرے جسکی تعمیل میں وہ اب تک نہایت کامیابی کے ساتھ مزاحم ہوتی رہی ہے۔ ہمارے انگلو ارمنی ممبرین عملی طور پر گویا روس کی اون تمام توقعون کو صادق کر جن کا وہ باعث ہوا ہے۔ اور جان و مال کو اون نقصانات کو انعام میں جو اوسکی رکاوٹون سے وقوعمیں آئے ٹرکی کو نیم ارمنی صوبجات دلانیکو خواہان تھے کبھی ایسا انصاف نہیں۔ بلکہ ایسی ریاکاری پہلے بھی کبھی کسی نے دیکھی یا سُنی ہے؟ ؛

دوسرا حصہ تمام ہوا۔

مطبوعہ مطبع روز بازار امرتسر
(جنرل لائبریری انجینی)۔

فہرست تالیفات مولوی محمد انشاء اللہ صاحب متعلقہ سلطنت عثمانیہ و دیگر کتب موجودہ جو حمیدیہ بحسنی امرتسر

(۱) **بست سالہ عہد حکومت** خلیفۃ المسلمین اعلیحضرت سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ جسمیں شہنشاہ روم کے عہد حکومت کو بست سالہ حالات بڑی وضاحت اور عمدگی سے درج کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بوجہ عام پسند اور دلچسپ ہونے کے کئی دفعہ چھپکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکی ہے۔ اردو زبان کی کتابوں میں اس بات کا فخر صرف یہی کتاب کر سکتی ہے کہ اسے خلیفۃ المسلمین کے ملاحظہ ہمایوں سے گزرنے کی سعادت اور نیز یہ شرف حاصل ہوا کہ ذات قدسی صفات حضرت شہنشاہی نے اسکا ترکی میں ترجمہ کئے جانے کا ایما فرمایا۔ حجم چہ سو صفحہ طبع چہارم قیمت فیجلد ڈھائی روپیہ (عہ)

(۲) **مفروضہ مظالم آرمینیا** اسمیں عالیدماغ اور فاضل مؤلف نے معاملات متعلقہ ترکی اور مسئلہ آرمینیا کو مختلف پہلوؤں سے بدلائل شائستہ و براہین بایستہ بحث کی ہے۔ تمام اصحابانے جنہوں نے اس کتاب کے مضامین کو پڑھا ہے نہایت زور سے اس کتاب کے جامع اور بسیط ہونے کی تعریف کی ہے۔ اردو زبان میں ایسی جامع کتاب جو روم اور سیسی یورپ کے تعلقات کے متعلق حالات سے کامل آگاہی دیوسکے۔ ابتک کہیں تالیف نہیں ہوئی۔ عہدنامہ سینسٹیفانو۔ خطوط پنولین بونا پارٹ۔ تقریر گلیڈسٹون کے علاوہ خلافت مآب کی تصویر بھی لگی ہے یہ نخواسی کتاب کو حاصل ہے کہ مسئلہ آرمینیا کے تصفیہ کے متعلق جو قیاس ۱۸۹۵ء میں اس کتاب میں ظاہر کئے گئے تھے وہ بالکل درست ثابت ہوئے۔ قیمت ایک روپیہ . . . . . (عہ)

(۳) **ایضاً بزبان انگریزی** قیمت چھ آنہ . . . . . (۶/)

(۴) **واقعات روم**۔ یہ کتاب ایک ایماندار امریکن انگریز کی تصنیف ہے۔ جسکو مولوی محمد انشاء اللہ صاحب صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب میں مجملاً وہ تمام ترقیاں درج ہیں جو موجودہ سلطان کے عہد میں ہوئی ہیں اسمیں لایق مصنف نے کوئی صیغہ بغیر ذکر کئے نہیں چھوڑا۔ ریلوے کے حال سے شروع کیا ہے اور تمام ضروری محکموں کی کیفیت نہایت وضاحت سے سمجھائی ہے۔ اسمیں فاضل مترجم کی نوٹ اصل کتاب کے لطف کو دوبالا کئے دیتے ہیں۔ اس کتاب کو غور سے پڑھنے والا ایسا محو ہو جاتا ہے کہ گویا خود ٹرکی میں بیٹھا ہوا ہر صیغہ اور محکمہ کی پرتال کر رہا ہے قیمت بارہ آنہ (۱۲/)

(۵) **ٹرکی کی موجودہ حالت اور اسکی باجگذار ریاستیں**۔ اس رسالہ میں ٹرکی۔ مصر۔ مہنہ سوئیزر نیونس۔ بلغاریہ۔ بوسنیا۔ ہرزیگوینا۔ ساموس اور قبرس کے تمدن۔ تجارت بری و بحری طاقت۔ تعلیم۔ ریلوے قرضجات قومی صنعت و حرفت۔ زراعت۔ مردم شماری۔ رقبہ طرز و آئین حکومت اور موجودہ پولیٹکل حالت پر بحث کیگئی ہے نہایت جامع کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

(۶) **تاریخ خاندان عثمانیہ**۔ اس کتاب میں صرف خاندان عثمانیہ کے حالات پر ہی کفایت نہیں کیگئی بلکہ ضمناً کئی دیگر اسلامی سلطنتوں کے تنزل و بربادی کے واقعات اور اسباب اور یورپین پالیسی اور مشرقی مسئلہ پر بھی مفصل بحث کرنے کے ساتھ ہی ان ضروری اوصاف اور خوبیوں کی توضیح کی گئی ہے جنکے بغیر کوئی قوم مقتدر اور زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ یقین ہو کہ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے اور دول یورپ اور اسلامی طاقتوں کے موجودہ

(المشتہر ابو الخیر محمد عطاء اللہ منیجر حمیدیہ بحسنی امرتسر نیل بازار)

وسابقہ متعلقات کے اسرار کو معلوم کرنے کے شایقین اس بسیط کتاب کا مطالعہ فایدہ سے خالی نہیں پائینگے۔ آجتک اردو میں کوئی ایسی کتاب شایع نہیں ہوئی تھی جسمیں مسلمانوں کی اس واحد مقتدر سلطنت کے حالات جو کئی صدیوں سے اسلام کی پولیٹکل طاقت کو قایم کیئے ہوئے کا دعوی رہی ہے۔ ایسی شرح وبسط سے جدید تاریخی اصول پر لکھے گئے ہوں۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ جلد اول میں ابتدائی خاندان سے سلطان محمد چہارم کے عہد تک کے حالات ہیں قیمت (عہ) اور دوسری جلد میں سلطان سلیمان ثانی ۱۶۶۲ء سے لیکر جلالتمآب سلطان عبدالحمید خاں ثانی شہنشاہ حال کی تخت نشینی تک کے مفصل حالات قلمبند کیئے گئے ہیں۔ جسکی قیمت (عہ) ہے۔ ہر دو حصہ ملکر ہے۔

۷ **محاربات پلیونا**۔ یہ کتاب ایک انگریز نوجوان نے جو ۱۸۷۷ء میں ستر برس کی عمر میں بطور والنٹیر عساکر عثمانیہ میں داخل ہوکر غازی عثمان پاشا شیر پلیونا کے قیامت تک یاد رہنے والی قیامت خیز معرکوں میں شریک رہا تھا۔ ۱۸۹۵ء میں بزبان انگریزی سحریر کی تھی۔ اس کتاب کا ترجمہ اہالیٔ ملک کو اُن معرکوں کے مفصل حالات سے آگاہ کرنے کے لیئے اردو زبان میں کیا گیا ہے۔ اور حسب ضرورت جابجا حواشی بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ مزید براں پلیونا کے چاروں محاربوں کے رنگین نقشے بھی دیدیئے ہیں۔ فوجی اصحاب کو اس کتاب کا مطالعہ اپنے پروفیشن اور فوجی علم وفنون میں کامل مہارت حاصل کرنے کے لیئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ چنانچہ انگریزی کتاب کو اس لحاظ سے تمام فوجی مبصرین نے قابل سند قرار دیا ہے اور یہی رائے چند دن ہوئے اخبار پائونیر نے ظاہر کی تھی۔ عام شایقین کو بھی اسکے مطالعہ سے جدال وقتال اور فن معرکہ آرائی کے موجودہ اصول وفروع اور طریق رفعت و نوکجشی وغیرہ کے متعلق عام واقفیت ہوجائیگی جو انہیں محاربہ کے حالات سمجھنے میں بہت مدد دیگی۔ محاربات تھسلی کی نسبت بھی جو تاریخی لحاظ سے نہایت دلچسپ معلومات دینے کے علاوہ ایک اعلے پایہ کے جرنیل فوجی افسر کی تحریر پر مبنی ہے۔ یہ ریمارک بالکل صادق آتا ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں قیمت فی حصہ (عہ)

(۸) **محاربات تھسلی** کمل تاریخ جنگ روم ویونان۔ جسمیں ایک جرمن سٹاف افسر کی تاریخ کارزار روم ویونان اور ترکوں کے مشہور خیر خواہ اور صادق دوست سر ایشیڈ بارنٹ صاحب ممبر پارلیمنٹ انگلستان کی مکمل کتاب معرکہائے تھسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ مولف نے جابجا اپنی ذاتی واقفیت سے حواشی اور ضمیمہ ایزاد کر دیئے ہیں اور کئی اور مضمون بھی جو محاربات سے متعلق تھے۔ شرح وبسط کے ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں۔ مضمون ایسا سلسل اور سلیس ہے کہ پڑھنے والا میدان جنگ کا سماں دیکھ رہا ہے۔ ترکی پاشاؤں اور جلیل القدر افسروں کی تصویریں اور متعدد نقشے بھی کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں یہ ۱۸۹۷ء کی محاربات سوڈان ومصر اور ۱۸۹۸ء کی سرحدی محاربات تیراہ وہندوستان کا حال بھی ضمناً لکھا گیا ہے۔ حجم ایک ہزار صفحہ۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ قیمت فی حصہ (عہ)

(۹) **حالات استنبول وقسطنطنیہ** اس کتاب میں اسلامی دارالخلافہ کی گذشتہ تاریخ دینے کے بعد شہر کی موجودہ کیفیت۔ وہاں کی ہلاک عمارات اور شاہی محلات والغرب سینری الناظر اور ترکوں کی موجودہ طرز معاشرت اور خلقی اوصاف اور سلطان المعظم کے شاہانہ دربار اور محاسن حمیدہ وعلم پروری۔ خوش اخلاقی۔ مہمان نوازی وغیرہ اوصاف جمیلہ کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے اور ضمناً آرمینیکی

(المشتہر ابوالخیر محمد سنا اللہ میرٹھی حمیدیہ پریس امرت سر مال باغ)

طبعی جنابت ہی واضح کردیگئی ہے۔ اس کتاب میں انگلستان کی مشہور سیاح اور مورخ مسٹر مورین کرا خورڈ ایڈیٹری سیکسوار صاحبہ کی کتابوں کا ترجمہ دینے کے علاوہ گبن ایڈمنڈ اوسلاڈ ورڈ کریسی اور دیگر مستند یورپین وترکی مورخین کی کتابوں سے مدد لیگئی ہے قیمت ایک روپیہ۔ . . . . . (عدد ۱۴)

(۱۰) ترکونکی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا فوٹو اس کتاب کا مضمون اسکے نام سے ظاہر ہورہا ہے۔ وہ دور رہتی پسند وصدقت شعار انگریز سیاحین اور حافظ عبدالرحمن ودیگر اسلامی سیاحوں اور خود مؤلف کی مختلف تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اسمیں اُن مزید ملکی وانتظامی اصلاحوں اور ترقیوں اور آثار و محاسن حمیدیہ کو توضیح کرنے کے ساتھ ہی جنکا مندرجہ بالا کتب میں ذکر نہیں ہوا۔ اُن ترقیوں کو بالخصوص بیان کیا گیا ہے۔ جو عثمانیہ ترک من حیث القوم کررہے ہیں۔ مسٹر وٹ بین نے ترکوں کا سچا فوٹو دیکر اُنکے اوصاف حمیدہ کا منصفانہ اعتراف کیا ہے۔ اور بدلائل قطعی ثابت کردیا ہے کہ مفسدہ آرمینیا کو متعلق یورپین مفتریوں کے بہتان محض بے بنیاد تھے پہراسکے واقعی حالات بتاکر ذاتی تجربہ کی بنا پر لکھا ہے کہ اکثر ترکی عہدہ دار نہایت باضبط اور قابل ہیں اور کہ ترک معقول ترقی کررہے ہیں۔ اسی ضمن میں مارشل شاکر پاشا مرحوم کے مضامین دربارہ بغداد ریلوے اور دیگر مضامین بھی درج کیگئے ہیں مسٹر گلمان نے سلطان کے تقریباً تمام عنایات قدیمہ کی پُرانی تاریخ اور موجودہ حالت بیان کرنیکے بعد تجارت۔ صنعت۔ علم وفن۔ زراعت الغرض لوازمات متمدن وشائستگی کو ہر شعبہ اور صیغہ میں ملک کی قابل تعریف مسلسل ترقی کا ایسے دلچسپ پیرایہ میں ذکر کیا ہے کہ گویا پڑھنے والا ملک میں موجود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہا ہے اور خوان صنعتوں وغیرہ کی ایسی عمدہ توضیح کی ہے کہ از دیاد علم اور دماغی تفریح کے علاوہ اسکا مطالعہ عملی فائدہ سے بھی خالی نہیں۔ ان دونوں مصنفوں کی کتابوں کا ترجمہ مع حواشی متعددہ دینے کے ساتھ اس کتاب میں چین۔ مجمع الجزائر۔ حجاز۔ ایران۔ افریقہ کے مختلف حصص الغرض دنیا کے کل ممالک کے مسلمانوں کی موجودہ حالت اور گذشتہ مجمل تاریخ لکھ دیگئی ہے۔ جس سے وہ فی الواقع مرقع اسلام کہلانے کی مستحق ہوگئی ہے۔ مزید براں قلیمی مسئلہ ممالک غیر میں نوآبادیاں وتجارتی سلسلہ قایم کرنے اور قوم کی ترقی کے دیگر وسائل متعلقہ پر سرسید مرحوم اور کئی فاضل ترکوں کی آراء مدرج کرکے جامع بحث کیگئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ تاریخی جغرافی صنعتی تجارتی وقومی ہر لحاظ سے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ ان جملہ مضامین پر حاوی ہونے کو اسوا وہ ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۰ء تک تین برسوں کی مکمل تاریخ اسلامی دنیا بالخصوص سلطنت عثمانیہ کی ہے۔ اسمیں کئی نوآبادیات اور سلطنت عثمانیہ کے چند سربرآوردہ زندہ ومتوفی شدہ مدبرین اور اعیان دولت کی تصویریں بھی دیگئی ہیں۔ ان خوبیوں اور ضخامت کتاب کے مقابلہ پر قیمت صرف . . . . . چار روپیہ ہے۔

(۱۱) تاریخ مراکو اس کتاب میں اسلامی دنیا کے مغربی حصہ حصین کی جسکے متعلق تبک اردو میں کوئی کتاب موجود نہیں ہے ابتدائی زمانہ سے لیکر اسوقت تک کی سلسلہ وار مفصل تاریخ علاوہ موجودہ پولیٹکل تمدنی اور ملکی اور جغرافی کیفیت شرح وبسط کیگئی ہے۔ اور ساتھ ہی تمام عرب ویورپین مورخین اور انکی تصنیفات کی جامع فہرست مع مختصر سوانحعمریوں کے اضافہ کیگئی ہے۔ تین حصوں میں قیمت فی حصہ ایک روپیہ ایک آنہ۔ (عدد ۱۵)

فوجہ اف اسلام (یعنی اعلام کی آئندہ حالت) یہ کتاب انگلستان کے مشہور ادیب مسٹر ولفرڈ بلنٹ نے جو اکثر بلاد اسلامی وخصوصاً ممالک عربیہ کی سیاحت کرچکے ہیں اور برسوں سے باستقلال مصر میں رہائش پذیر ہیں تحریر کی ہے اسکا

(المشتہر ابوالخیر محمد رضاء اللہ مینیجر حمیدیہ پریس امرتسر بازار)

مضمون اسکے نام ہی سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اسکا مطالعہ مسلمانوں کی [illegible] سے بہت فائدہ بخش ہو سکتا ہے۔ مصنف کی بعض بعض قابل اعتراض خیالات کی اصلاح کی مناسب تردید کر دیگئی ہے۔ قیمت دو روپیہ (عہ) انگریزی میں اسکی قیمت سات روپیہ ہے۔

ترکی زبان سیکھنے کی کتاب جسکے مطالعہ سے وہ شخص جو تھوڑی بہت لیاقت عربی میں رکھتا ہو ترکی زبان بخوبی سیکھ سکتا ہے۔ مطبوعہ عمدہ اجلد قیمت ۷

خاص رعایت کے مندرجہ بالا کتب کی خریداری پر تجار اور دینی طلباء کو خاص رعایت ہوگی۔ خط لکھنے کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ بھیجا جائے۔

حمیدیہ بجنسی امرتسر و پنجاب کی مصنوعات اور پیداوار از قسم شیشہ آلات ریشمی پارچات۔ قالین ریشمی از ہند زیورات طلائی و نقرئی۔ پتہ اور ہاتھی دانت کے کھلونے چاء سبز و سیاہ۔ ادویہ معزہ و مرکبہ انگریزی یونانی و ہندی ہیجر کتب اور بلاد مصر و روم و عرب و عجم کی کتاب بمطالعہ قرآن شریف الیتی ۵۰ دلال الخیرات مطالعہ قیمتی رسالے مطالعہ قطعات قیمتی فی عدد ایک روپیہ اور دیگر اشیاء ترکی کی ٹوپیاں وغیرہ منگوا دیجاتی ہے اور یہانسے بالتصویر و خوشخط پرانی قلمی کتابوں کی نقل کا انتظام کر سکتی ہے ان تمام فرمائشوں کی تعمیل میں ہر طرح کی مستعدی خوش معاملگی اور احتیاط برتی جائیگی۔ جو فرمائشیں کی خوشنودی کا باعث ہوگی۔ کتابوں کے علاوہ دیگر فرمائشات کیواسطے کم از کم اشیاء مطلوبہ کی تخمینی قیمت کا پانچواں حصہ پیشگی ہونا ضروری ہے۔ جنسی ان فرمائشات پر انکی نوعیت کے لحاظ سے ایک روپیہ سے لیکر دو سو روپیہ تک فی روپیہ کمیشن چار آنہ کے حساب سے لکھی جائیگی۔ جملہ فرمائشیں مع لکھے ہوئے پتہ پر ہوں۔

دیگر مصنفین کی چند عمدہ کتابیں کتاب الصرف عربی جسمیں عربی صرف کے مسائل ابجد حصہ دیا گیا ہے گویا (عہ)

کتاب النحو اردو کی زبان عربی نحو کے مطالب پر آسانی قادر ہو سکو مکمل عمدہ قیمت ۲

آیات البینات الکاملہ مع حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مرحوم و مغفور قیمت ڈھائی روپیہ (عہ)

تذکرۃ الاولیاء اردو ایک سو کو قریب لوگوں کے تذکرات زندگی اور انکے مؤثر اقوال (عہ)

کشف المحجوب اردو ۵۰۰ صفحہ کی کتاب مصنفہ جناب شیخ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المشتہر بداتا گنج بخش قابل اعتماد ترجمہ

تائید المحمد والقرآن۔ ترجمہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن مصنفہ جان ڈیون پورٹ صاحب۔ (۷ر)

الصدیق حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی زندگی کے حالات تاریخی طور پر تا ابد اور سنہ وفات تک (عہ)

الفاروق یعنی حضرت عمر رضہ کی مفصل سوانحعمری مصنفہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی مجلد (عہ) غیر مجلد (عہ)

المرتضیٰ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حالات تاریخی طور پر ابتدائے پیدایش سے زمانہ شہادت تک قیمت (عہ)

سیرۃ الفاروق حضرت عمر فاروق رضہ کی مفصل سوانحعمری مولفہ مولوی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر اخبار چودہویں صدی (عہ)

سیرۃ النعمان یعنی امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی سوانحعمری مولفہ مولانا شبلی نعمانی (عہ)

المامون خلیفہ مامون رشید عباسی کے علمی و عملی ترقیوں کے حالات (عہ)

الہارون خلیفہ ہارون رشید کی سوانحعمری اور دیگر حالات (عہ)

حیات صلاح الدین یعنی سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کی سوانحعمری اور جنگہائے صلیبی کی مکمل تاریخ (عہ)

اورنگ زیب اسمیں اورنگ زیب کی اصلی حالت اور ضعف و بیوار کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے دیگر تاریخی حالات

(المشتہر ابوالخیر محمد ستار اللہ عفی عنہ بجنسی مال بازار رامپور)